گلدستۂ تفاسیر

جلد-۵

سورۃ المؤمنون
تا
سورۃ سبا

گلدستہ تفاسیر

گلدستہ تفاسیر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

تاریخ اشاعت.....محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

ناشر.....ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.....سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

اس کتاب کی کاپی رائٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں
کسی بھی طریقہ سے اس کی اشاعت غیر قانونی ہے

قانونی مشیر

قیصر احمد خان

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گذارش

ادارہ ہائی الامکان کوشش کرتا ہے کہ پروف ریڈنگ کی غلطیاں نہ ہوں لیکن انسانی کام کمپیوٹر اور مشین طباعت کی ایک حد تک مجبوری ہوتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں مہربانی مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان — مکتبہ اسلامیہ ملتان — مکتبہ اسلامیہ گلشن اقبال پارک لاہور

ادارہ اسلامیات ۔ انارکلی لاہور — مکتبہ اسلامیہ ۔ اردو بازار لاہور — مکتبہ اسلامیہ ۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار کراچی

مکتبہ رحمانیہ ۔ اردو بازار لاہور — مکتبہ اسلامیہ ۔ اردو بازار لاہور — مکتبہ اسلامیہ ۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار کراچی

مکتبہ رحمانیہ ۔ اردو بازار لاہور — مکتبہ نظامی ۔ اردو بازار لاہور — مکتبہ اسلامیہ ۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار کراچی

مکتبہ رحمانیہ ۔ اردو بازار لاہور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K. 1241 - HAJAVEEL ROAD
ISLAMIC BOOKS CENTRE U.K. BIRMINGHAM U.K.

"گلدستہ تفاسیر"

دورِ حاضر کی چھ شاہکار تفسیروں کا حاصل

(حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ حالی ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی آف انگلینڈ، فیلشر حال)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ! امابعد

اس دور میں پاک و ہند میں جہاں بھی درسِ قرآن کی مجالس قائم ہیں، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کے اس ارشاد کا حاصل ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اس دور میں عام قرآن کو عام کیا جائے" آپ نے اللہ کے اس ہمایری میں برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی بڑی للہان اسی میں تھی۔

علی العموم مسلمانوں کو اس ترجموں کے سمجھنے اور سمجھنے کی رغبت بھی دلائی جائے۔ علمائے کرام اہل اسلام کو خاص طور سے ترجموں کے سمجھنے اور پڑھنے کی ضرورت اور اس کی اہمیت دل نشین کرنے میں کوشش کریں ہر کہ ترجمہ کی تعلیم کیلئے ایسے سلسلے جاری کئے جائیں کہ ہر وقت اسہولت پنی حالت کے مناسب اور فرصت کے موافق حاصل کر سکے۔

اس وقت میں اردو میں لکھی گئیں دو بڑی تفسیریں (۱) معارف القرآن حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ (۲) معارف القرآن حضرت شیخ الحدیث و التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ برصغیر پاک و ہند میں دو شہرت پائے ہوئے ہیں کہ درس قرآن دینے والا کوئی عالم دین ان دو سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔ تاہم ان دونوں عظیم تفاسیر کو ساتھ ساتھ رکھنا خاصا مشکل کام ہے۔ صحت حدیث کا خصوصی ذوق رکھنے والوں کیلئے تفسیر ابن کثیر کا ساتھ رکھنا ایک اور بڑی منزل ہے۔ درس قرآن پاک و ہند کے ہر علمی حلقے میں قبولیت سے اس کیلئے سرتاج علماء سند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کا مرتبہ ای اور اسم گرامی اس درجہ مستند ہے کہ اسے پاک و ہند کا ہر شخص بلا کسی اختلاف کے گھر بیٹھے مفسر قرآن اور مراد ات قرآن پر مطلع ہو سکتا ہے فقہی نقطہ نظر سے تفسیر مظہری شاہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ کی تفسیر مظہری تفقہ کی سلسلہ کے سالکین کیلئے حرف آخر ہے۔

مولانا عبد الغفور صاحب نے ان چھ تفاسیر پر خاصی محنت کر کے اس حاصل مطالعہ کو عصر حاضر کے تعلیم یافتہ شاہکار تفسیر جمالی کے ساتھ جمع کر کے پیش "گلدستہ تفاسیر" عوام کے سامنے رکھ دیا ہے جس طرح وہ اس کام چھ تفسیروں پر چل رہا ہے اور اس دور کی یہ خدمت قرآن بھی ان چھ تفسیروں پر چل رہی ہے۔

راقم الحروف اس گلدستہ کی صرف جھلک سے متاثر ہو کر بلکہ حضرت مفتی عبد الستار صاحب کی نظر بلند پر پورا اعتماد کر کے اس خدمت قرآن میں ان چند سطور سے شامل ہو رہا ہے ۔

اجازت ہو تو آ کر اس میں شامل ان میں ہو جاؤں ۔۔۔ بنا ہے کل تیرے در پر اجھوم عاشقاں ہو گا

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ درس قرآن کے ان چھ تفسیروں کو ہمیشہ زیر نظر رکھیں اور ہو سکے تو "دار التالیف اشرفیہ لنان" سے یہ چھ علمی ذخیرے اپنے پاس منگوا رکھیں اور کبھی کبھی گلدستہ تفاسیر کے مطالعہ میں ان اصل ماخذ کو بھی دیکھ لیا کریں اس سے یہ بات آپ پر ضرور کھل جائے گی کہ مولف مولانا عبد القیوم صاحب کس قدر ایمانی علمی سفر میں کامیاب ہوئے ہیں۔

آخر میں اللہ رب العزت مولف اور اس گلدستہ تفاسیر کے جملہ متعلقین کو ان چھ مفسرین کے ساتھ جمع کرے آمین۔

؎ زہے نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

خالد محمود عفی اللہ عنہ

(ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی آف انگلینڈ، فیلشر حال، لندن، برمنگھم)

کلمات مبارکہ

از حضرت اقدس استاذ العلماء مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم

(مفتی جامعہ عین العلوم، ملتان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد!

ہمارے مشفق و مہربان جناب الحاج عبدالقیوم صاحب مہر جو مدنی مدظلہ کے دل میں اللہ تبارک تعالیٰ نے عجیب شدت سے یہ جذبہ پیدا کیا کہ عامۃ المسلمین کے نفع کے لئے ایک جامع تفسیر، جس میں آیات کی مختلف تفسیریں یکجا جمع ہوں اور اس کے علاوہ تفسیر کے متعلق ضروری مضامین بھی آجائیں۔ تاکہ علماء، طلبہ و عوام کے لئے قرآن مجید کی آیات کے مفہوم و تفسیر کو سمجھنا آسان ہو اور تفرق تفاسیر کی وجہ سے جو پریشانی ہوتی ہے وہ جاتی رہے۔ اس جذبہ کے پیش نظر جناب موصوف نے مختلف تفاسیر کو کھنگال کر گلدستہ تفاسیر کے نام سے ایک تفسیری مجموعہ تیار کیا ہے۔ میں نے اس کے بعض اجزاء کو دیکھ کر مفید پایا۔ امید ہے کہ اس کاوش کی بدولت علماء، طلباء اور عوام الناس سے کوئی بے نفع نہ رہے گا۔ اور قارئین حضرات اس کو بہت پسند فرمائیں گے۔ چونکہ یہ تفسیری مضامین مختلف تفاسیر سے منتخب شدہ ہیں، ممکن ہے کہ کہیں کوئی بات ہے، یا بیانا مشکل رہ گئی ہو تو ایسی جگہ حوالہ کے ساتھ نظر کرکے قارئین کرام اصل تفسیر کی طرف رجوع فرما سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مؤلف صاحب کو کہ وہ امت مسلمہ کے دینی نفع کیلئے بہت شکر اور کوشاں رہتے ہیں۔

چنانچہ اسی فکر کی وجہ سے پہلے بھی ایک اسلامی انسائیکلوپیڈیا دینی دسترخوان کے نام سے مرتب کر چکے ہیں۔ جو کہ تین ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اسی طرح تفسیر نسائیت بھی موصوف کی مرتب شدہ کتاب ہے۔ جو کہ دو ضخیم جلدوں میں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ یہ مجموعہ تفسیر بھی موصوف کی دیگر کتب کی طرح بہت نافع اور مفید ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سعد عاجے کہ موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے، اور اس سے نفع کو عام تام بنائیں اور یا موصوف نشش باقیات بنائیں۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ ۱۴۲۷ھ

فہم قرآن کے شائقین کیلئے قرآنی علوم کا گلدستہ

(حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہ حاقی شیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والا)

بندہ نے گلدستہ تفاسیر مؤلفہ الحاج جناب عبدالقیوم صاحب مدنی ثم مدنی کو چند مقامات سے دیکھا ماشاء اللہ بہت مفید اور آسان پایا مؤلف دام مجدہ نے اس امر کا اہتمام فرمایا ہے کہ اکابر کی آراء و تفاسیر کو جمع کرکے یکجا کر دیا ہے فہم قرآن کا طالب بہت آسانی سے تھوڑے وقت میں بہت سے اکابر کے علوم سے مستفید ہو جاتا ہے حق تعالیٰ اس تفسیر کو بہت ہی نافع اور مقبول بنائیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

فہرست عنوانات

سورۃ المؤمنون تا سورۃ الاحزاب

سورۃ المؤمنون	۴۹	ذکر اور فکر	۵۳	وحی کے ساتھ حضرت عمرؓ کی مواخذت	۵۷
خشوع کا معنی	۴۹	شرمگاہوں کی حفاظت	۵۳	شراب کی حکمت	۵۷
نماز میں خشوع	۴۹	تقاضائے شہوت کا حرام صورتیں	۵۳	عبداللہ بن سعد کا واقعہ	۵۷
لغو کی آیات	۴۹	باستثناء سے مراد صرف باندیاں ہیں	۵۴	سب کو موت آنے کی	۵۷
حضور ﷺ کے اخلاق	۴۹	متعہ کی حرمت	۵۴	محشر قیامت میں اٹھائے جائیں گے	۵۷
کامیابی کی چابی	۴۹	جنسی حرام ہے	۵۴	سات آسمان	۵۸
نماز میں دائمگی سے کیا مراد ہے	۵۰	امانت ہر کی ادائیگی عہد	۵۴	پہاڑ نظام کائنات میں ہے	۵۸
لفظ "قد" کا استعمال	۵۰	روشم کے عہد	۵۴	آب رسانی کا نظام	۵۸
فلاح کیا ہے؟	۵۰	سب سے پہلے وارث کا حساب	۵۴	زمزم میں پانی کا ذخیرہ	۵۸
جنت میں نہ جانے کا	۵۱	نمازوں کی حفاظت	۵۴	اللہ چاہے تو پانی ختم ہو جائے	۵۸
جنت کی پیچ یہاں	۵۱	محبوب عمل	۵۴	بافت اور تحلل	۵۹
تمام مومن کسی نہ کسی وقت	۵۱	آنکھوں کی ٹھنڈک دل کی راحت	۵۵	زندگان کا ارتحت	۵۹
جنت میں داخل نہ ہوں گے	۵۱	بہترین عمل	۵۵	علمی لطیفہ	۵۹
خشوع کے متعلق مختلف اقوال	۵۱	جنت کے وارث	۵۶	زندوں کے فوائد خصوصیات	۵۹
بندہ متوجہ ہو تو اللہ متوجہ ہوتا ہے	۵۲	ہر ایک کی روحانیں	۵۵	طویل زندگی	۶۰
شیطان کا حملہ	۵۲	فردوس	۵۵	زندوں کا سامان	۶۰
نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا	۵۲	سیاحیر یہ اختصار	۵۵	حیوانات کے فوائد	۶۰
خلق: اور خشوع	۵۲	مختلف مٹی کا ہونا	۵۵	وسائل کی تحلیل	۶۰
حضرت عبداللہ بن زبیر	۵۲	رحم مادر میں	۵۶	سربلا آیات	۶۰
اور حضرت ابوبکر صدیق کی نماز	۵۳	مختلف مراحل	۵۶	حضرت نوح کی بات اور سردارانِ قوم کا جواب	۶۱
نماز میں تکبیر تحریمہ	۵۳	مدارج سیادت	۵۶	سرداریوں کا تبصرہ	۶۱
حضور ﷺ کی حضرت امّ کو نصیحت	۵۳	انسان پیدائش سے انجام تک	۵۶	باگانہ والی حضرت نوح کی دوخواست	۶۱
فضیلت سے پرہیز	۵۳	زندگی کے تغیرات	۵۶	تنور کا مطلب	۶۲
نفس کے دو درجات	۵۳	روح حقیقی اور روح حیوانی	۵۶	تنانور طلب	۶۲
نفس کے متعلق چار اقوال	۵۳	مناسب حصول	۵۷	کشتی سے برکت کا تاثر	۶۲

حضرت نوحؑ کی عظمت	۶۲	آسمانی کتابوں میں تحریف	۶۷	خوف خدا کرو	۷۳
حضرت ہودؑ یا حضرت صالحؑ کی دعوت	۶۲	فرقہ پرستوں کو چھوڑیئے	۶۷	عزم الٰہی	۷۴
قوم کا المیہ	۶۳	فرقہ پرستوں پر کرامت ضرار کی	۶۸	اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا	۷۴
ذمہ داران کا فیصلہ	۶۳	کیسے پر اپنا دھرم	۶۸	تم کو کیا ہوا ہے	۷۴
بعد بعد الموت کا انکار	۶۳	عقل کے گھوڑے	۶۸	داخل ہونے والوں کا انتظار	۷۴
انکار آخرت	۶۳	مؤمنین کی شان	۶۹	اللہ کا کوئی شریک ہوتا تو انعام نہ چھپتا	۷۵
پیغمبر پر معجزے کی فرمائش	۶۳	بات پر یقین	۶۸	نے شراکت سے پاک ہے	۷۵
پیغمبر کی دعاء	۶۳	توحید پر برہان	۶۸	مؤمن عذاب سے بچنے کی دعا کرے	۷۵
عذاب کی علامات	۶۳	تمہیں قتل کرنے کا مجھ پر دباؤ	۶۸	حق علانیہ قدمیں	۷۵
قوم کی ملامت	۶۴	اصل یہی	۶۹	ظالمین سے بچنے کا طریقہ	۷۶
قوموں کے انجام	۶۴	پیغمبر کی قاتلی قتل کر	۶۹	ظالمین سے حفاظت کی دعاء	۷۶
معجزوں کو جھٹلانے کی سزا	۶۴	ظالموں کی فطرت کے مطابق	۶۹	فیصلہ کے لیے دعاء	۷۶
فرعون اور اس کے سرداروں کا تکبر	۶۴	مکلف بنایا گیا ہے	۶۹	موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں	۷۶
ایمان سے انکار کا بہانہ	۶۵	زبان سے اور طرف اشارہ سے	۷۰	موت کے فرشتوں سے مؤمن کی گفتگو	۷۷
نبی سے کھلی فرمائش حل	۶۵	عذاب آتے آتے ٹرخا دیتے	۷۰	جو اللہ کے لیے جھکتا ہے اللہ اسے اونچا کرتا ہے	۷۷
حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۶۵	فرعون اور قوم کا عذاب	۷۰	کل سیاہ کرنے کا حکم	۷۷
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش	۶۵	اپنی طاقت و اختیار کا دعوی کرنا	۷۰	کافر کی درخواست رد کر دی جاتی ہے	۷۷
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا	۶۵	پیغمبر کی بات پر توجہ نہ دینے والے	۷۰	جادوگروں کی توبہ	۷۷
۲۰ کا عدد	۶۵	قرآن پر غور نہیں کیا	۷۰	علم پر زور کے عذاب پر تنبیہ	۷۸
بعض گمراہ مصنفین کی تردید	۶۵	پیغمبر اور کتاب کوئی نئی بات نہ تھی	۷۱	ناکام تجربہ	۷۸
صحابہ تابعین کے اقوال	۶۵	پیغمبر کی صداقت اور بات کل مانتے ہے	۷۱	کافر واپس آکر بھی نیکی نہ کریں گے	۷۸
اکل حلال اور صدقہ مقبول	۶۶	فقط خواہش پر نہیں انکار کر رہے ہے	۷۱	علم پر زور	۷۸
حضرت داؤدؑ کی کچھ عجیب اور عبرت انگیز باتیں	۶۶	اللہ کی خواہش پر نہیں کسی کے روکنے سے رک سکتا	۷۱	کوئی کسی کو گناہ پر پوچھے گا	۷۸
نہار حلال ہی کھاتے ہیں	۶۶	ہدایت آچکی ہے	۷۱	حضور ﷺ کا کارنامہ برقرار رہے گا	۷۸
خبیث فقط حلال چیز میں نہیں	۶۶	علم پر زور انکار کر رہے ہیں	۷۲	پیغمبر بھیجا کرنے والے	۷۹
بیاکہ ناجو ناقابل نہ کرے	۶۶	پیغمبروں کو معاندین نہیں مانتے	۷۲	حضرت عیسیٰ کا حضرت ام کلثوم سے نکاح	۷۹
مکمل صابن	۶۶	پیغمبر کو صرف ہدایت کی طرف بلاتے ہے	۷۲	پھوٹھی اور دوسرا نکاح	۷۹
خلاصہ کلام	۶۶	احسان فراموش اور ناشکرے	۷۲	قیامت میں مخلوق کا قبار کا سب کا کفن	۷۹
حضور ﷺ کی عظمت	۶۶	اللہ کی دی ہوئی اعلیٰ صلاحیتیں استعمال کرو	۷۲	نسب پر فخر بے کار ہے	۷۹
حضرت عیسیٰ کا اپنی ماں کو خطاب	۶۷	آخرت کا گھر اصلی	۷۳	مسلمانوں کے دین کی کشتی بچائیں گے	۷۹
الفیل و تبت	۶۷	دنیا زندہ کرنا کسی کے بس کی نہیں	۷۳	ناممکن کام کرنے کی دعاء	۷۹
ابولہب امت کی مذمت	۶۷	رجعت پسندی اور ناشکری تقلید	۷۳	حضور ﷺ کی دعاء	۷۹
پیغمبر کا کام	۶۷	سب اللہ کے قبضہ میں ہے	۷۳	ہدایت سارے جائیں گے	۷۹

۷۹	عورتوں کو پاس دلانے کے	۹۵	کسی کی دعوت کی نہ ماننا	۹۵	کھڑکی میں سے جھانکنا ہوا ہے
۷۹	میدان جنگ سے منہ موڑنا	۹۶	گھر میں داخل	۹۶	گھر میں جھانکنا
۷۹	سزا میں کمی اور اضافہ	۹۶	پہلی ازدواجی تکلیف سے بچنے	۹۶	عذر کا طلب
۸۰	جو انسان کے کام اس کا وزن بڑھا	۹۷	**سورۃ النور**	۹۷	اوگوں کو جس چیز سے ڈرانا چاہیے نہیں
۸۰	میاں بیوی کا ایک دوسرے پر پابندی ہے	۹۸	سورۃ نور کے مضامین	۹۸	مرد عورت کے مقابلہ میں کمزور
۸۰	جنس کے متعلق حدیث کا ترجمہ کیا ہے	۹۸	سورۃ نور میں بیان کئے ہوئے احکام کی اہمیت	۹۸	حاملہ عورت پر حد
۸۱	عورتوں کو زیادہ اس سے منع ہیں کا	۹۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد	۹۹	زنا کی تباہ کاریاں
۸۱	کافر ملک کے اصول سے معاہدہ	۹۹	کفر سے بڑا گناہ شرک ہے	۹۹	جس عورت کی عادت سے ہی نہ
۸۱	اعمال کے درجات	۱۰۰	زنا کی سزا	۱۰۰	عدت کی گزارنے کے تین
۸۱	جنس کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں	۱۰۰	زنا، اور قتل عمد سزا میں شریک عذاب	۱۰۰	آیت جو جنس کی تلاوت منسوخ ہوگئی
۸۱	قرآن پڑھنے والے کی فضیلت ہے کا	۱۰۱	توبہ کا حکم اپنی کرنا کیا	۱۰۱	کام اللہ کی جانی کرنے میں کوئی چیز
۸۱	بھوکی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے	۱۰۱	ان کاموں کی حفاظت فرض ہے	۱۰۱	اللہ نے نہ دے
۸۱	کفار و مشرکین کے اعمال برباد کیسے گئے	۱۰۲	دنیا میں عبرت کے لئے عذاب	۱۰۲	گواہوں کے بغیر زنا کی سزا نہیں
۸۲	اعمال کا دارومدار نیت پر ہے	۱۰۲	توبہ کے بعد بھی سزا	۱۰۲	گواہ کے بغیر زنا کی سزا نہیں
۸۲	پورے جسم کا گناہ اترجانے کا	۱۰۳	ایمان اور عمل صالح کا صلہ	۱۰۳	سزا میں کمی بیشی نہ ہو
۸۲	نیکیاں کھا جائیں گی	۱۰۳	ایمان کی حقیقت	۱۰۳	سزا میں کمی بیشی نہ ہو
۸۲	مشرکین کو جنگی قیدی بنانے کا	۱۰۴	حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت	۱۰۴	مرد عادی زانی کی عقوبت
۸۲	مشرکین کا اختلاف	۱۰۴	سزا کا بیان اصل ہے	۱۰۴	زانی کی توبہ کا طریقہ
۸۲	ماں فروخت کی جائے گی	۱۰۴	ایک معجزہ حضرت داؤد پر پہلے نازل	۱۰۴	زنا سے بیزاری کا اظہار ہونا چاہیے
۸۲	دنیا میں سب سے پہلے جھگڑے	۱۰۵	حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ ہے	۱۰۵	زانی کے نکاح کا حکم
۸۳	مشرکین کے عبرتناک	۱۰۵	حضرت عزیر کا قصہ	۱۰۵	حرام کاری اور حرام محل
۸۳	دنیا کی زندگی بہت معمولی	۱۰۵	تمام جزیرہ عرب کا سرور کائنات علیہ السلام کے ہاتھ	۱۰۵	پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا
۸۳	دنیا کی زندگی کیوں کھلونا ہوئی	۱۰۶	حضرت داؤد علیہ السلام کی شکست دی	۱۰۶	محصنات کا مطلب
۸۳	دنیا کی زندگی میں کھو جاتے	۱۰۶	حضور نے نبوت عطا فرمائی اور ملک	۱۰۶	حضرت سلیمان کی فضیلت
۸۳	کھیل کی طرح قرار دیا	۱۰۶	حضرت سلیمان کو ملک عطا کیا	۱۰۶	سزا میں کمی بیشی
۸۳	اللہ تعالیٰ کا بندوں کو کچھ نہ دینا بھی محبت ہے	۱۰۷	ایک چیونٹی کی بات سمجھ لینا	۱۰۷	چور کی شرعی سزا
۸۴	اللہ کے ہاں ہر چیز کی قیمت ہے کا	۱۰۷	ایک عورت کی دو عجیب سزا	۱۰۷	ایک شبہ کا جواب
۸۴	حضرت عمر بن عبدالعزیز کا آخری خطبہ	۱۰۸	ایک عجیب کی دو عجیب سزا	۱۰۸	کھجور کھانا کیسا ہے
۸۴	دنیا کا نتائج	۱۰۸	حضرت کا تعلق اور شرائط	۱۰۸	زنا کی تہمت لگانے کی سزا
۸۴	فرق ہونے سے گھٹتا نہ بڑھنا	۱۰۸	بیوی کا کردار میں کی نگہبانی ہے تو	۱۰۸	تہمت لگانے والا کیسا ہو
۸۵	دنیا عبرت	۱۰۹	بیوی شوہر کے دوست	۱۰۹	توبہ سے فسق کا زائل ہونا کیسے
۸۵	قرآن آیات کا ورد رکھنا چاہئے	۱۱۰	ایک ولی عہد	۱۱۰	تہمت سے بری ہونے کی ہوئی
۸۵	اللہ موجود ہونا سورۃ کا دیا	۱۱۰	ایسی عورتیں جو نکاح کرنے کے مطلب ہیں	۱۱۰	حضرت صفیہ پر حد کی گفتگو

عویمر کے واقعہ کی تفصیل	۱۰۱	الزام تراشی کے فتنہ کے منصوبہ سازوں کا گروہ	۱۱۰	زبان پر مہر اور مختلف اعضاء کی گواہی	۱۱۶
لعان کیلئے دو شرطیں	۱۰۲	کوڑوں کی سزا	۱۱۰	روئی کی گٹھی سامنے آئے گا	۱۱۷
لعان کا طریقہ	۱۰۳	عبداللہ بن ابی کی ہوا س بازی	۱۱۰	پروں کیلئے پر، سے آنکھوں کیلئے اندھے	۱۱۷
لعان کے بعد تفریق واجب ہے	۱۰۴	آیت کی تفسیر میں ایک کمزور قول	۱۱۰	حضرت عائشہؓ کی برأت	۱۱۷
لعان سے نکاح از خود ٹوٹ جاتا	۱۰۴	اہل بدر کی فضیلت	۱۱۰	حضور ﷺ کی ازواج جنتی ہیں	۱۱۷
زنا کار عورتوں پر تہمت تراشی عورتوں کی طرح	۱۰۴	ایک مسلمان کا طرز معاشرت	۱۱۰	حضرت عائشہؓ کی پانچ خصوصیتیں	۱۱۸
غیر باپ کو اپنا باپ بنانا حرام ہے	۱۰۵	حضرت ابوایوبؓ کا کمال	۱۱۱	صدیقہ کی بیٹی صدیقہ	۱۱۸
قانون الٰہی رحمت و فضل ہے	۱۰۵	بلا دلیل مسلمان سے بدظنی جائز نہیں ہے	۱۱۱	حضرت عائشہؓ کی خاص عظمت	۱۱۸
حضرت عائشہؓ پر تہمت کا واقعہ	۱۰۵	ایک اہم اور ضروری تنبیہ	۱۱۱	جبریلؑ کا حضرت عائشہؓ کو سلام	۱۱۸
مفصل واقعہ خود حضرت عائشہؓ کی زبانی	۱۰۶	انسداد فحش کا قرآنی نظام	۱۱۱	تمام ازواج مطہرات پر فضیلت	۱۱۸
سفر کیلئے حضور ﷺ کا معمول	۱۰۶	بغیر ثبوت الزام لگانا غلط ہے	۱۱۴	تمام عورتوں پر حضرت عائشہؓ کی فضیلت	۱۱۹
فوجوانی صفائی کے سفر میں بیماری رفاقت	۱۰۶	ایک اہم تنبیہ	۱۱۴	حضرت عائشہؓ کی بلاغت و فصاحت	۱۱۹
میرا پیچھے رہ جانا	۱۰۶	اللہ نے مجھے بچا لیا	۱۱۲	چار شخصیتوں کی برأت	۱۱۹
حضرت صفوان بن معطلؓ کے ساتھ	۱۰۶	جرم کی تشکیل	۱۱۲	کسی کے ہاں جانے کے آداب	۱۱۹
قافلہ کے ساتھ شمولیت	۱۰۶	تمام تہمتیوں کا مدار	۱۱۲	اجنبی سے کیا مطلب	۱۱۹
واپسی پر میری علالت	۱۰۶	تہمت کی بات سنتے ہی انکار کیوں نہ کیا	۱۱۳	حضور ﷺ کی محبت	۱۱۹
حضور ﷺ کے التفات میں کمی	۱۰۶	حضرت صدیقہ اکبر کی بیٹی کہلائے	۱۱۳	سلام کے بغیر داخلہ کی اجازت نہ دو	۱۲۰
تہمت تراشی کی خبر	۱۰۶	ایسی بات کیوں کہی گئی؟	۱۱۳	جاہلیت کا طریقہ	۱۲۰
والدین کے گھر جا کر رات بھر روتے رہنا	۱۰۷	یہ بہت بڑا بہتان تھا	۱۱۳	اپنے گھر میں بھی اجازت لے کر داخل ہو	۱۲۱
حضور ﷺ کا تحقیقین سے تحقیق کرنا	۱۰۷	خبردار! آنکھ دایا نہ ہو	۱۱۳	اجازت لیتے وقت اپنا نام بتائے	۱۲۱
پر مہر منجمد بہتان تراشوں کی تردید میں	۱۰۷	اللہ کی طرف سے راہنمائی	۱۱۳	ایک بڑا طریقہ	۱۲۱
حضور ﷺ کا خطاب	۱۰۷	بدکاری کی خبروں کا پر چار کرنے والے	۱۱۳	بہر حال دوسرے کے گھر میں بلا اجازت	۱۲۲
میرا رات دن روتے رہنا	۱۰۷	اللہ جانتا ہے کس کا کتنا جرم ہے	۱۱۴	داخل ہونا جائز نہیں	۱۲۲
حضور ﷺ کی کملی	۱۰۸	اللہ کی مہربانی سے فتنہ ختم ہوا	۱۱۴	اجازت نہ ملے تو لوٹ آؤ	۱۲۲
حضور ﷺ کے سامنے میرا بیان	۱۰۸	شیطانی چالوں سے ہوشیار رہو	۱۱۴	تین مرتبہ آنے سے اجازت نہ ملے تو لوٹ آؤ	۱۲۲
مجھے اپنی برأت کا یقین تھا	۱۰۸	اللہ نے شیطان کو ناکام کر دیا	۱۱۴	کسی کے گھر جھانکنا منع ہے	۱۲۳
وحی اترنا	۱۰۸	احسان و مروت کی تعلیم	۱۱۵	جو کچھ کرتے ہو اللہ جانتا ہے	۱۲۳
خوشخبری	۱۰۸	حضرت صدیق کیلئے حضرت مسطح کا معاملہ	۱۱۵	غیر رہائشی مکانات کا مسئلہ	۱۲۳
حضرت صدیقہؓ کی چند خصوصیات	۱۰۸	پاکدامن خواتین پر تہمت گناہ کبیرہ ہے	۱۱۶	بدنظری حرام ہے	۱۲۴
الگ کا معنی اور مطلب	۱۰۹	ازواج مطہرات میں سے کسی	۱۱۶	اچانک نظر پڑنا	۱۲۵
طوفان اٹھانے والے	۱۰۹	پر تہمت لگانا کفر ہے	۱۱۶	نابینا سے بھی پردہ ضروری ہے	۱۲۵
حضرت عائشہؓ حسن خلق و مروت	۱۰۹	قیامت کے دن مجرم کی رسوائی	۱۱۶	دیور موت ہے	۱۲۵
الزام سے متاثر شخصیات کیلئے کملی	۱۰۹	مؤمن کی پردہ پوشی اور کافر کی رسوائی	۱۱۷	عورت کا خوشبو لگا کر مسجد آنا	۱۲۵

غیر جگہ سنت خلاف کرنا	۱۲۵	خلافت عصمت کا ٹھہر	۱۲۳	دو سن کے مال کا ذکر	۱۲۴
دو جگہ رہنے کی ایک غرض ہو کر طلبی	۱۲۵	لوطیوں اور شہر سدوم کا تاریخ	۱۲۴	حضور ﷺ کا ذکر	۱۲۴
اور ذکر اس کی خلافت عصمت و ایک اہم باب	۱۲۵	بغیر نکاح رہنے کی ممانعت	۱۲۴	محبوبیت	۱۲۴
برسنے کے لئے بکل	۱۲۶	بڑائی کا ذکر	۱۲۴	یاتم قریش نزدیک	۱۲۴
فضل بڑی ہوں کا بھائے معلوم ہے	۱۲۶	نکاح میری سنت سے	۱۲۵	بیوائی تابوی خبر	۱۲۴
رہنے کا ظاہر کرنا	۱۲۶	چار حیوان کی چار حقیقتیں	۱۲۵	دو جب ہیں پیش کوئی	۱۲۴
عورت مرد پاہم دے کی چیز ہے	۱۲۷	بعض صحابہ کے جذبہ کی اصلاح	۱۲۵	حضرت عیسیٰ کے مسلمان	۱۲۴
ضرورت اضیری کا حکم	۱۲۷	اس امت کے سب سے مخلص آدمی	۱۲۵	بولنے کا خاص سبب	۱۲۴
۱۱ کے کیا ہے	۱۲۷	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تحقیق	۱۲۵	فرمایا جو ہوا جلاتے تھے	۱۲۴
پورہ کا کھولنا جائز نہیں ہے	۱۲۷	مناسب رشتہ سے نکاح کرنا	۱۲۶	حضرت علیہ کی کوشش کرنا	۱۲۴
بند چھپانے کی تاکید	۱۲۷	دلالہ ہونا جو کہ کا نقصان	۱۲۶	حضور ﷺ کا سب سے پیارا کلام	۱۲۴
محرم بیشوہ والوں کا حکم	۱۲۹	حلال اور بازاریوں نکاح کے کا مل سب	۱۲۶	بادل کا سایہ	۱۲۴
خاوند کا حکم	۱۲۸	قرآن کے خلاف میں کرامت نہ کرو	۱۲۷	حضور ﷺ کی سوتیلی میں	۱۲۴
خرچہ کے متعلق بات کا اصل مقصود ہے	۱۲۸	ورق کے فوٹو سے نکاح ترک نہ کرو	۱۲۷	چراغ کی ضرورت نہیں تھی	۱۲۴
خوشبو کا کپڑوں پر لگنا	۱۲۸	نکاح کے ذریعہ بدلہ کا حاصل نکاح کرو	۱۲۷	بیت اور بیچ سوار تقسیم سے نجات گئے	۱۲۴
زلزلہ	۱۲۸	جب غلبہ کا ہو کہ ہے کہ نہیں سنت خلوار حکم	۱۲۷	فاتحہ دیا ہوا ہوا کہاں	۱۲۴
آنکھوں اور پاؤں کا زنا	۱۲۹	غلام اور لونڈی کی آزادی	۱۲۷	فتح مصر	۱۲۴
کافر کفر و ظلم کرے کسی پر پیدا کرے	۱۲۹	حضرت ابن بریرہ کی آزادی	۱۲۸	حضور ﷺ کی برکت سے قرآن ہوگی	۱۲۴
عورت کا عورت کی زینت کو دیکھنا	۱۲۹	اگر آزاد کی میں ان کی بہتری ہو تو آزاد کرو	۱۲۸	راہب نے حضور ﷺ کو پہچان لیا	۱۲۴
پردہ کے محرم	۱۳۰	جاہلیت پر مشتمل ظریات	۱۲۸	راہب مسلمان ہو گیا	۱۲۵
غلام اور باندی	۱۳۰	اور قرآن کا تھریہ حکمت	۱۲۸	فرشتے سجدہ کرنے لگے	۱۲۵
تشریح و بیان	۱۳۱	غلاموں کی آزادی میں جانی نہ کرو	۱۲۸	خاوند آپس کی توجیہ	۱۲۵
عورت کو سے قرآن سیکھے	۱۳۱	لونڈیوں کا کھانا کی زکوٰۃ	۱۲۹	حضرت ابن عمر کا قول	۱۲۵
خرچہ کا کہ ہر جانا	۱۳۲	کھجور مکروہ فاضل رحم سے	۱۲۹	محمد بن کعب کا قول	۱۲۵
آئندہ کیلئے توبہ کرو	۱۳۲	قرآن کا بیان صحت دعوت کا ثابت ہے	۱۳۰	وہی سے تھل ہی کی نہ ذات ظاہر ہوتے لگے	۱۲۵
حضور ﷺ کی نبوت و استغفار	۱۳۲	اللہ کے کو مت جہان آیا ہے	۱۳۱	نور اصل دور تسہل	۱۲۵
نکاح کرنے کا مسنون طریقہ	۱۳۳	طائف میں حضور ﷺ کی ذہ	۱۳۱	حضرت ابی بن کعب کی تفسیر	۱۲۵
نکاح واجب ہے یا سنت پر مختلف	۱۳۳	نور و ظلمت	۱۳۰	حضرت عبداللہ بن عباس کا قول	۱۲۶
حالات میں حکم مختلف ہے	۱۳۳	نور کی مثال کا مفصل	۱۳۰	صوفی کا دل	۱۲۶
تین آدمی جن کی مدد خدا پر ہونی ہے	۱۳۴	تمام نورانی سے کس طرح ہدایت حاصل ہوتی ہے	۱۳۱	حسن اور ابن زید کا قول	۱۴۲
ایک ہے ہر وسلمان آدمی کا نکاح	۱۳۵	روں کی چار قسمیں	۱۳۱	بعض صحابہ کا قول	۱۴۲
اسلام میں سب سے پہلی مخلص	۱۳۵	نور نبی کریم ﷺ	۱۳۲	انسہ کی پوری تفصیل اور اس کی تحقیق	۱۴۲
		روشن دلوں کی برکات	۱۳۲	حضرت ابن عباس کی تشریح	۱۴۷

ذات اور صفات	۱۴۸	منافق ظلمت میں چلتا ہے	۱۵۷	آوارہ لڑکا	۱۶۵
۱۔ یا ایہا الذین	۱۴۸	بچے کے سامان کا کام	۱۵۷	بڑھی خواتین کا مسئلہ	۱۶۶
ایہا کی نون محذوف	۱۴۸	کامیاب کون ہوگا؟	۱۵۷	عورتوں کیلئے خلاف عادت مخصوص ہے	۱۶۶
۲۔ یا ایہا کے بعد غور	۱۴۸	دولی سنن کا مجرب وظیفہ	۱۵۷	قبیلہ قریش کی بھی اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے	۱۶۶
غور کے برعکس	۱۴۹	مرغیوں کی بیماری کیسے	۱۵۸	مندرجہ ذیل کلمہ شریف پڑھنے والے دوست فرید	۱۶۶
قرآنی تشبیہات	۱۴۹	امت محمدیہ کی زبردست بھری کمزوری	۱۵۸	اولاد کا گھر بسا گھر بس جاتا ہے	۱۶۷
مسجدوں کی تعمیر و تعظیم	۱۴۹	امت محمد رسول کے ثمرات	۱۵۸	بیوی تو تین ماہ	۱۶۷
بلیغ میں کی بنائی ہوئی مسجد ہیں	۱۵۰	روح خباثت کی علامات	۱۵۹	امام حسن سے بلا اجازت کھانا جائز ہے	۱۶۷
انما کی حصر کا استعمال	۱۵۰	بد دعا خطاء	۱۵۹	ایک سو تھوکنے سے برکت ہوتی ہے	۱۶۸
بدر کے ساتھ مسجد میں لڑائے	۱۵۰	ظالمانہ راستہ پر ہی ہونے کی وجہ	۱۵۹	لڑکا اپنے مہمانے گھر سے کھا سکتا ہے	۱۶۹
مسجدوں کی تین قسم کی اور ہیں	۱۵۰	حضرت عبدالقدوس سلام کا خطاب	۱۶۰	سلام کا طریقہ	۱۶۹
قف کل مساجد	۱۵۰	حضرت عیسیٰ کا لقب	۱۶۰	خارجہ سلام کا طریقہ	۱۶۹
مساجد کے چودہ آداب	۱۵۱	وراثت میں دعوا کی چار ہوا	۱۶۰	مسلمان کے حقوق	۱۶۹
۱۔ مکانات تو مساجد کے حکم میں ہیں	۱۵۱	خدا نے راضیوں کو تو فوز عظیم جنت سے	۱۶	محبت کا سبب	۱۶۹
۲۔ کام جو مسجد میں ناجائز ہیں	۱۵۱	تاضی شوستری کی تحریر	۱۶	ہوا پر پیدل کو سلام کرے	۱۶۹
مسجد میں بیٹھنے کی زیادہ	۱۵۲	مشاجرہ و رنجشت	۱۶۱	فیک کا سلام ہمارا ہے کا حکم ہے	۱۶۹
عورتوں کا مسجد میں آنا	۱۵۲	نظرت نبی اپنے ہیرا، خلفاء کو بھی کہتے تھے	۱۶۱	رخصت ہونے کی اجازت	۱۶۹
نماز اس کی تائید	۱۵۲	انعام کی کتاب سے ثبوت	۱۶۱	حضور ﷺ سے چاہیں جازت لیں	۱۶۹
اللہ کے بندے	۱۵۳	کمزوری کا عاشقہ	۱۶۲	اپنا کی سوچ سے رخصت کا طریقہ	۱۶۹
بازار والوں کی فضیلت	۱۵۳	امن و چین کا کاروبار	۱۶۲	حضور ﷺ کے طلب فرمانے پر حاضر ہونا فرض ہو جاتا ہے	۱۷۰
عہد رسالت کے دکاندار	۱۵۳	اصحاب کہف فی اور رقیم کی تحریر	۱۶۲		
عورتوں کی نماز گھروں میں بہتر ہے	۱۵۴	خلافت کے نہیں سنن	۱۶۳		
قیامت کا دن	۱۵۴	کشوف اور قیامت کی بھوبل ہوئی گوئی	۱۶۳		
فریب خوردہ لوگ	۱۵۴	یاد خطبہ قرشی اول کے	۱۶۳		
تاریکی میں (رہے ہوئے (کافر)	۱۵۴	دشمنی کرنے والے	۱۶۳		
پرندے قدرت کی نشانی ہیں	۱۵۷	توحیدی طرز	۱۶۴		
ہر مخلوق اپنے طریقہ پورا کر رہی ہے	۱۵۴	راجعی دعوتی	۱۶۴		
رات دن کا نظام	۱۵۵	پڑھیں ہوئے	۱۶۴		
آنکھ اور بصیرت سے عمل کرلو	۱۵۵	مقبول بندوں کا طریقہ	۱۶۹		
تصورات کی مختلف قسمیں	۱۵۶	مردہ لوگوں کی قسمت	۱۶۳		
دانتوں کی بیماریاں وجوہ ہیں	۱۵۶	مسئلہ استغفار کا ثمر	۱۶۴		
مناظرین کا وعظ و	۱۵۶	مغفرت سماوی تجارتی پر نعمت کا زوال	۱۶۵		
دل چاہتا ہیں	۱۵۷	خلاصہ بلند باطن کے چھ میں آنے کا سبب	۱۶۵		

سورۃ الفرقان

حق و باطل کا فیصلہ کرنے والی کتاب	۱۷۴
قرآن کی قرأتیں	۱۷۲

برکت کا مطلب	۱۷۴	جو معبودیت کا دعویٰ کرتے تھے ان کا انجام	۱۷۹	قوم نوح کا کرتوت	۱۸۷
قرآن کو فرقان کیوں فرمایا	۱۷۴	تفصیلِ حال	۱۸۰	کنوئیں والی قوم	۱۸۷
کامل و اکمل بندہ	۱۷۴	مشرکوں کے سب سہارے ٹوٹ جائیں گے	۱۸۰	عجیب نظارہ	۱۸۸
قرآن کا پیغام ساری مخلوق کے لیے ہے	۱۷۵	کافروں کے اعتراض کی تردید	۱۸۰	اندھی جنت میں جانے والا غلام	۱۸۸
کائنات کی ربانی کارپوریشن	۱۷۵	کشتی دنیا کا نشان ہے	۱۸۰	کچھ تر قرآن	۱۸۸
حکومت میں کوئی شے کا شریک نہیں ہے	۱۷۵	شہر کی تو تحقیق کا حکم	۱۸۰	قرآن کا مطلب	۱۸۸
کائنات میں سے بنیادی چیزیں ہماری نہیں معلوم	۱۷۵	پیغمبروں کا تصور	۱۸۰	قوم لوط کی بستیاں	۱۸۸
علم و لیاقت کی انتہاء	۱۷۵	منکر تکبر کے مرتکب ہیں	۱۸۱	عبرت آموزی میں رکاوٹ	۱۸۹
جھوٹے معبودوں کی عاجزی	۱۷۵	گھبراؤ نہیں وقت آرہا ہے	۱۸۱	استہزاء بازی	۱۸۹
کافروں کی بے سروپا باتیں	۱۷۵	مؤمن کی رجوع کا اعزاز	۱۸۲	عذاب آنکھیں کھول دے گا	۱۸۹
قرآن کی صداقت کو ٹھکرانا سب سے بڑا ظلم ہے	۱۷۵	غرور خاک ہو جائے گا	۱۸۲	ظالم کفر کے بندے	۱۸۹
کافروں کی کوتہ نظری	۱۷۵	جہنم کا منظر	۱۸۲	چوپایوں سے بدتر انسان	۱۸۹
قرآن تو سیم و تبیین کا نام دیا ہے	۱۷۵	اہل جنت کے مزے	۱۸۲	چوپایوں کا پیشہ	۱۹۰
امت کی بخشش و مغفرت	۱۷۵	جنت دوزخ میں جانے کا وقت	۱۸۲	عجیب لاجواب کا کلمہ	۱۹۰
حضور ﷺ کافروں کی چہ میگوئیوں	۱۷۵	اللہ تعالیٰ کا نزول اجلال	۱۸۳	حضرت قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق	۱۹۰
کافروں کی کوتاہ بینی	۱۷۵	اللہ کی بادشاہی ہوگی	۱۸۳	برات عورتوں کا حیا	۱۹۱
کافروں کا ایک بیہودہ خانہ ساز خیال	۱۷۶	قیامت کے دن کی کمی	۱۸۳	حسن تحقیق	۱۹۱
رسول کا کافروں کا گمراہیوں	۱۷۶	کافروں کیلئے سامانِ حسرت	۱۸۳	مرد اور عورتوں کی نرد کا انجام	۱۹۱
اللہ سب کچھ پر قادر ہے مگر مشرکین نہیں جانتے	۱۷۶	عقبہ کا انجام	۱۸۴	طیور کا حشر	۱۹۲
حضور ﷺ پر تقدیر پسندی	۱۷۶	گمراہوں کی دوستی کا انجام	۱۸۴	خیانت سے بیوا ہونا کہ پہلے ہاتھ دھوئے	۱۹۲
کافروں کا اصل مقصد شرارت ہے	۱۷۷	صرف نو مؤمن کی پناہ گاہ بنا	۱۸۴	کشتی بنانی	۱۹۲
شرارت پسندوں کا عذاب	۱۷۷	نبیہ وجد ساتھی کی مثال	۱۸۵	لاانتہا شدہ پانی	۱۹۲
حضرت رسول کا خوف آخرت	۱۷۷	ہر بستی قوم	۱۸۵	کوکا ہوا پانی	۱۹۲
دوزخ کی وسعت	۱۷۷	قرآن سے ترک کی صورتیں	۱۸۵	سیت کا مسئلہ	۱۹۳
دوزخ میں بھر موس کی جگہیں	۱۷۷	ہر نبی کے دشمن ہوئے ہیں	۱۸۵	پانی کو زمین جو پاک کرنا	۱۹۳
دوزخ کی گنتی	۱۷۷	انشاء اللہ ﷻ کی مدد کرے گا	۱۸۵	آب پانی کا انعام	۱۹۳
فرعون کے صندوقوں میں بند کیے گئے	۱۷۸	دشمنوں کا انجام	۱۸۶	پانی کے لوگ	۱۹۳
سب سے پہلے ملیں جہنم رسید ہوگا	۱۷۸	قرآن پاک کی خصوصیات	۱۸۶	پانی کا تغار شتے	۱۹۳
مؤمنوں کا انعام	۱۷۸	قرآن تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی حکمتیں	۱۸۶	بارش برساب کیسا ہونا چاہیے	۱۹۴
اللہ نے اپنی مہربانی سے نام کر لیا	۱۷۸	قرآن شفائی جواب دیتا ہے	۱۸۷	آب پانی کو زرد و سیاہ کرنے والی چیزیں	۱۹۴
حضور ﷺ کو تسلی دی گئی	۱۷۹	کفر اہل پیغمبروں کا انجام	۱۸۶	کاشتہ بلا ترتیب، ہیں	۱۹۴
قلیل معبودوں کو بہلی پر ترجیح ہوگا	۱۷۹	قوم نوح مومنین کا حق سے انکار	۱۸۷	ختم نبوت کی حکمت	۱۹۷
				کافروں کی طرف نہ جھکیں	۱۹۷

۱۹۴	اپنے ہاتھوں پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیجئے	۲۱۳	اللہ سے تیاری کے بغیر ملاقات نہیں	۲۱۰	
۱۹۵	جہنم سے گھبرائیے	۲۱۳	کلمہ طیبہ جنت کی ضمانت دینے والی ہے	۲۱۲	
۱۹۵	جانبوں کی ذمہ داری	۲۱۳	سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کی خلاصہ	۲۱۶	
۱۹۶	خوش میں میانہ روی	۲۱۳	انسان کا مقدر کیا ہے؟	۲۱۸	
۱۹۲	صحابہ کرام کے کھانے پینے کا مقصد	۲۱۳	انسان دوستی اور شکر کے بغیر دین ناپائیدار	۲۱۸	
۱۹۲	لقمہ گرنے سے نہ گھبرائیے	۲۱۳	دشمن کے بغیر اب کا قول	۲۱۲	
۱۹۷	اسلام	۲۱۴	زندگی کی برکات اور ثواب	۲۱۲	
۱۹۷	سب سے بڑا گناہ	۲۱۴	دشمن کے بغیر اس کی تباہی	۲۱۳	
۱۹۷	قلب کے تقلب کا مقام	۲۱۴	دشمن کے بغیر اس کی توہین سے عبادت	۲۱۵	
۱۹۷	توبہ کا وعدہ	۲۱۴	آیات کے سلسلہ میں دشمن کے بغیر ربانی شان	۲۱۵	
۱۹۸	مرد و عیب بندوں کی نداست	۲۱۵	دشمن کے بندوں کی ظلی عبادت	۲۱۶	
۱۹۸	حضرت وہب بن منبہ	۲۱۵	محقق الجہاد کے بندے میں دشمن کے	۲۱۸	
۱۹۸	ایک نیک عورت کی توبہ	۲۱۵	بندوں کا ذکر	۲۱۸	
۱۹۹	دل بہت سے فاسق اقوال	۲۱۵	توبہ کرنے والوں، چلتی تولی کا معاملہ	۲۱۸	
۱۹۹	سونے کا بیان	۲۱۵	دشمن کے بندوں کی سمار	۲۲۰	
۱۹۹	ہر بیماری کیلئے شفا ہوتی ہے	۲۱۶	**سورۃ الشعراء**	۲۲۲	
۱۹۹	چار قسم کے لوگ	۲۱۶	طواسین	۲۲۲	
۱۹۹	ایک بوڑھے کی بیمار دلداری	۲۱۳	وحیت حضور ﷺ کی دل سوزی	۲۲۱	
۱۹۱	ایک خاتون کی استقامت	۲۱۹	فرمایا آیت کا ماحاصل	۲۲۱	
۱۹۱	مسلمان کی جان و مال کی قیمت	۲۱۹	آیت سے معلوم شدہ احکام	۲۲۱	
۱۹۱	حضرت آدمی کا مقام بیان کی اہمیت	۲۱۹	خلاصہ بیان	۲۲۱	
۱۹۱	کھجور سے پرہیز	۲۱۷	محروم ہدایت ہوگے	۲۲۲	
۲۰۰	جھوٹے گواہ کی سزا	۲۱۷	تکذیب دنیا کی سزا ملنے والی ہے	۲۲۲	
۲۰۰	گناہ کبیرہ	۲۱۷	فرمایا سابقہ آیت تک رسالت کا بیان ہے	۲۲۲	
۲۰۰	ناشتہ شریف حضور ﷺ کا عمل	۲۱۷	ندامت اخروی	۲۲۳	
۲۰۰	جھوٹ کی قسموں سے پرہیز	۲۱۸	بدعملی کا انجام	۲۲۳	
۲۰۱	غور و فکر کی عادت	۲۱۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زندہ رہنا کیوں	۲۲۲	
۲۰۱	صدائے دل و جہاں	۲۱۸	حضرت موسیٰ کا تبلیغ کا طریقہ	۲۲۳	
۲۰۱	شکل کی مذمت	۲۰۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کیسے تشریف لے گئے	۲۲۳	
۲۰۲	دو شخصوں کا قصہ	۲۰۹	آزمائش اور اس کی اقسام اور ثمرات	۲۲۳	
۲۲	جنت کے درجات	۲۱۹	حضرت موسیٰ کا فرعون کو دعوت	۲۲۲	
۲۲۳	جنت کا بالاخانہ	۲۱۹	فرعون کا جواب	۲۲۴	
۲۲۳	ملائکہ کے تحفے	۲۱۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نداء	۲۲۴	
۲۲۳	خوب آخرت				

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل میں	۲۲۴	حضور ﷺ کو تسلی	۲۳۰
لفظ طغیان کا مفہوم	۲۲۳	ہلاکت ابراہیمی	۲۳۰
اعجاز نبوت	۲۲۴	قوم کا جواب	۲۳۰
ارحام کے معنی میں کفر ہے	۲۲۴	حضرت ابراہیم کا سوال	۲۳۰
رب العالمین سے متعلق فرعون کا سوال	۲۲۵	قوم کا جواب	۲۳۱
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب	۲۲۵	حضرت ابراہیم کا اعلان جنگ	۲۳۱
فرعون کی چال کی	۲۲۵	اللہ تعالیٰ ہی خالق اور ناصر ہے	۲۳۱
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعظ و خطاب	۲۲۵	راز رشد کی ابتدا دعوت کا مخالف نفس ہے	۲۳۲
فرعون کا دوسرا مشورہ	۲۲۶	موت اور زندگی کا طریق	۲۳۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک	۲۲۶	مقام عصمت کی وضاحت	۲۳۳
اور تفاصیل انکار و دعوت	۲۲۶	حضور ﷺ کا واقعہ	۲۳۳
فرعون کی رہنمائی گمراہی	۲۲۶	حضرت ابراہیم کی دعوت	۲۳۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلیم اور نجی	۲۲۶	حضرت ابراہیم کا والد کیلئے استغفار	۲۳۳
فرعون کی بدحواسی	۲۲۷	پاک دل	۲۳۴
فرعون جادوگروں کا سحر لینے کا	۲۲۷	کافروں اور منافقوں کی رسوائی	۲۳۴
جادوگروں نے فرعون کی قوت کو سحر سمجھا	۲۲۸	شرک اور شک سے پاک دل	۲۳۴
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی	۲۲۸	کافر کو کوئی چیز فائدہ نہیں دے گی	۲۳۴
فرعون کی سیاسی چال بازیاں	۲۲۸	تندرست دل	۲۳۴
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ	۲۲۸	بعثت و بشارت کا خلاصہ	۲۳۴
جادوگروں کے ایمان کی	۲۲۸	فرعنی معبود کہاں ہیں	۲۳۴
ہجرت کا حکم	۲۲۹	تمام کرب و ابتلا پر متقین کا آخری معرکہ	۲۳۴
غلہ قتب کی تیاری	۲۲۹	کافر کی گہری دوستی بھی کام نہ آئے گی	۲۳۵
فرعون کے لشکر سے	۲۳۹	کافروں کی ناکام حسرت	۲۳۵
فرعونیوں کی بدبختی	۲۳۹	قصہ ابراہیم کا تسلسل	۲۳۵
بنی اسرائیل کو صحرا کا راستہ بتلایا	۲۳۹	حضرت نوح کی دعوت	۲۳۵
دریا سے عظیم کے کنارے پر	۲۳۹	ایک بیکسر کا انکار سب کا انکار ہے	۲۳۵
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اطمینان کامل	۲۳۹	تکذیب بے اثر سونا ہے	۲۳۵
عصائے موسیٰ علیہ السلام سے بارہ چشمے	۲۴۰	ظالمانہ پروپیگنڈہ سے متاثر	۲۳۶
راستے بن گئے	۲۴۰	قوم کے سرداروں کا اعتراض	۲۳۶
فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی	۲۴۰	قوم نوح کا اعتراض	۲۳۶
بنی کی کامیابی کی راہیں	۲۴۰	فریبوں کو سمجھ لیں جا سکتے	۲۳۹
		قوم والوں کی رسوائی	۲۳۹
		حضرت نوح کی دعا	۲۳۶

قوم عاد کی عمارت پر تنقید	۲۴۲		
گھبتر بازی	۲۴۲		
زمانہ والا کا کام	۲۴۲		
بلا ضرورت عمارت بنانا مذموم ہے	۲۴۲		
ایک انصاری صحابی کی حضور ﷺ	۲۴۲		
سے ناراضگی	۲۴۲		
موت سر پر کھڑی ہے	۲۴۲		
حضور ﷺ کا عمل	۲۴۲		
کمزوروں پر ظلم سے باز آؤ	۲۴۲		
جبرین	۲۴۲		
اپنے انجام کو سوچو	۲۴۲		
قوم والوں کی بے بسی	۲۴۲		
حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی	۲۴۲		
عوام سے خطاب	۲۴۲		
سرداروں کی بے پرواہی	۲۴۲		
حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی	۲۴۲		
اونٹنی کے ساتھ ظلم	۲۴۲		
قوم لوط کی بدکاری	۲۴۲		
نصرت کی خلاف ورزی	۲۴۲		
غیر فطری لذت اپنی بیوی سے بھی حرام ہے	۲۴۱		
قوم والوں کی دشمنی	۲۴۱		
حضرت لوط علیہ السلام کی استقامت	۲۴۱		
حضرت لوط علیہ السلام کی دعا	۲۴۱		
حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی	۲۴۱		
عذاب کی صورت	۲۴۱		
اونٹنی کی سزا	۲۴۱		
مدین والے	۲۴۲		
حضرت شعیب کی تبلیغ	۲۴۲		
فسادی ناقابل رحم	۲۴۲		
قوم کا جواب	۲۴۳		
حضرت شعیب کی رضاعت	۲۴۳		
زلزلے اور آگ کا عذاب	۲۴۳		
خدا کا کلام اپنے پاؤں چل کر آتا ہے	۲۴۳		

زبان قرآن	۴۳۳	شیطان کی جھوٹی روایت	۱۵۱
مکی ومدنی سورتیں	۴۳۴	۱۵۲	
حضرت ﷺ کا امتیاز	۴۳۴	حضرت داؤد کا ثواب	۱۵۲
حضرت ﷺ کی فضیلت	۴۳۴	حضرت سلیمان کی دعا	۱۵۲
آسمان سے نازل ہونے والی چیزیں	۴۳۴	۱۔ ہدہد کی تلاش ۲۔ ہدہد کا واپس آنا	۱۵۲
[illegible]	۴۳۴	شہد کی مکھی	۱۵۳
نماز میں آیۃ آیۃ پڑھنا جائز ہے	۴۳۵	ایک شعار	۱۵۳
قرآن سے ہدایت کون پاسکتا ہے	۴۳۵	کون سے شعار سے ہیں	۱۵۳
سابق کتب قرآن سے کیا چاہیے	۴۳۵	خدا کو آخرت سے غافل نہ سمجھنا	۱۵۴
حضور میں قرآن کا تسلسل	۴۳۵	بعض قرآنی الفاظ کی لغت	۱۵۴
طلب ہدایت کا ظاہر	۴۳۵	کافروں کا یقین کی دولت سے محروم ہونا	۱۵۴
مشرکین کے بہرے بھی ختم ہو گئے	۴۳۶	صالح کی ناقہ سے کیا مراد ہے	۱۵۴
نبی و مخاطب	۴۳۶	۱۵۴	
مخاطب قرآن کا قرآن پر عمل	۴۳۶	ظلم کی قسمت	۱۵۵
آیت قرآن	۴۳۶	بے عمل خطیب	۱۵۵
جب آنکھ بینائی سے محروم ہو گئی	۴۳۶	ظالموں کی بستیاں	۱۵۵
نبی و مخاطب	۴۳۶	۱۵۵	
ہدایت کے حصر سے کیا مراد ہے	۴۳۷	۱۔ قرآنی معجزہ ۲۔ نبوی معجزہ	۱۵۵
قرآن کریم شیطان سے محفوظ ہے	۴۳۷	قرآن و حدیث میں سے دابۃ الارض کون	۱۵۵
شیاطین کی تاثیر بندگی	۴۳۷	۱۵۵	
قرآن میں کچھ نہ کچھ ہر ایک کے لیے ہے	۴۳۸	۱۔ حضرت صالح کی قوم ۲۔ حضرت لوط کی قوم	۱۵۵
قرآن اور حدیث کا حکم	۴۳۸	۱۔ حضرت لوط کی بیوی ۲۔ حضرت نوح کی بیوی	۱۵۵
حضور ﷺ کے ارشادات کی دو قسمیں	۴۳۸	لبید کا شعر	۱۵۶
نو صحابیوں سے روایت	۴۳۸	ایک شعر سے استشہاد	۱۵۶
قرآن میں خطاب	۴۳۸	حضور ﷺ کا ایک ارشاد	۱۵۶
الباب کی بارات	۴۳۹	حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر	۱۵۷
ایک ایک کو خطاب	۴۳۹	حضرت عبداللہ بن عباس کا علم	۱۵۷
حضور ﷺ کی رسالت کی مثال	۴۳۹	ظالموں کی تشفی	۱۵۷
حضور ﷺ کی فضیلت	۴۳۹	حضرت ابوبکر صدیق کی وصیت نامہ	۱۵۷
الٰہی کی بجائے غیر	۴۵۰	**سورۃ النمل**	۱۵۸
حضور ﷺ کا ماحول میں شکیب	۴۵۰	طٰسٓ کی تفسیر	۱۵۸
حضور ﷺ کا ایمان میں [illegible]	۴۵۰	لوگ محفوظ	۱۵۸
صداقت بظہور قرآن اور تکذیب	۴۵۱	قرآن سے ہدایت کا صحیح طریقہ	۱۵۹

ہدایت و ضلالت کا فیصلہ	۴۵۱	۱۔ ہدایت ۲۔ ضلالت ۳۔ ظلم و عدوان	۱۵۹
حضور ﷺ کے ساتھ کیا تعلق ہے	۴۵۱	حکم امت	۱۵۹
ہدایت کا ذریعہ	۴۵۲	حضرت ابن عباس سے ایک روایت	۱۵۹
ہدایت و ضلالت کی نسبتیں	۴۵۲	ہدایت و ضلالت کی نسبتیں	۱۵۹
ہدایت و ضلالت کے فیصلے کا وقت	۴۵۲	ہدایت و ضلالت کے فیصلے کا وقت	۱۵۹
ایک اور تفسیر	۴۵۳	ایک اور تفسیر	۱۵۹
دابۃ الارض کا خروج	۴۵۳	دابۃ الارض کا خروج	۱۶۰
دابۃ الارض کی علامات	۴۵۳	دابۃ الارض کی علامات	۱۶۰
دابۃ الارض کی نوعیت	۴۵۴	دابۃ الارض کی نوعیت	۱۶۰
دابۃ الارض کا کلام	۴۵۴	دابۃ الارض کا کلام	۱۶۰
دابۃ الارض کا کلام اور عقیدہ	۴۵۴	دابۃ الارض کا کلام اور عقیدہ	۱۶۱
دابۃ الارض کا کلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ	۴۵۴	دابۃ الارض کا کلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ	۱۶۱
تفسیر کا حکم	۴۵۴	تفسیر کا حکم	۱۶۲
طریق تفسیر	۴۵۴	طریق تفسیر	۱۶۲
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول	۴۵۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول	۱۶۳
ایک سوال اور اس کا جواب	۴۵۴	ایک سوال اور اس کا جواب	۱۶۳
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ارشاد	۴۵۴	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ارشاد	۱۶۳
[illegible]	۴۵۴	[illegible]	۱۶۳
حضرت ﷺ کو ہر قوم کی زبان کا علم	۴۵۵	حضرت ﷺ کو ہر قوم کی زبان کا علم	۱۶۴
ایک کے بعد دوسرا معجزہ	۴۵۵	ایک کے بعد دوسرا معجزہ	۱۶۴
[illegible]	۴۵۵	[illegible]	۱۶۴
[illegible]	۴۵۶

حضرت سلیمان علیہ السلام سے خطاب	۲۶۷
حضرت سلیمان کی حکومت	۲۶۸
چیونٹیوں کی ہوشیاری پر گذر	۲۶۸
حضرت سلیمان کے عسکری انتظامات	۲۶۸
ہدہد کا قصہ حضرت سلیمان کا گذر	۲۶۸
قبائل کا اخلاق	۲۶۸
چیونٹیوں کی معاشرت کا نظام	۲۶۸
حیوانوں میں بھی ایسے ذی فہم موجود ہے	۲۶۹
ہدہد کا انداز خطاب	۲۶۹
حضرت سلیمان اور ان کے لشکر	۲۶۹
کے متعلق چیونٹی کا تحسین کلمہ	۲۶۹
علم معرفت کا فخر	۲۶۹
حضرت سلیمان کا تعجب اور خوشی	۲۶۹
انبیاء کی آسی	۲۷۰
تونسلی شکر کی ادا	۲۷۰
محل صالح کیلئے قبولیت کی دعا	۲۷۰
ہدہد کی خبر عاجز	۲۷۰
ان کو اپنی رعیت کی اور سلیمان کو اپنے	۲۷۱
شاگردوں اور مریدوں کی فکر کرنی ضروری ہے	
اپنے قصر کا محاسبہ	۲۷۱
بلیوں میں ہدہد کی تحقیر کی وجہ	۲۷۱
اور ایک اہم عبرت	۲۷۱
حضرت ابوبکرؓ بن عیاش کا سوال اور اس کا جواب	۲۷۲
کام شاستی پر معتمد بنا دینا جائز ہے	۲۷۲
مجرم کو کفارہ کا موقع دینا چاہئے	۲۷۲
قوم سبا	۲۷۲
انبیاء علیہم السلام غائب نہیں ہوتے	۲۷۲
کیا جھوٹے نبوت کی کوئی حقیقت ہے آپ اپنے دعوی	۲۷۲
سے کہ کیا مجھے بھی وہ سچا دعوی ہے	
چار جانوروں کا کامل کنبہ ہے	۲۷۳
ہدہد کا خبر عاجز کے سبب کا مفصل واقعہ	۲۷۳
کسی کو اپنے علم پر ناز نہ کرنا چاہئے	۲۷۴
ملکہ سبا	۲۷۴

کیا انسان کا نکاح جن سے ہو سکتا ہے	۲۷۴
حکومت کی تحقیر حال	۲۷۴
بلقیس ... پیدائش سے حکمرانی تک	۲۷۵
بلقیس کی ماں	۲۷۵
بلقیس کا لاؤ لشکر	۲۷۵
بلقیس کا تخت	۲۷۶
قوم سبا کا شرک	۲۷۶
جانوروں کی فطری معرفت	۲۷۶
حضرت سلیمان کا خط	۲۷۶
ہدہد شانہ کے آپ	۲۷۶
تحریر اور خاتمہ عام معاملات میں	۲۷۶
نجابت شرعیہ ہے	۲۷۶
سفیر کیوں کر خط لے کر اس کے پاس بھیجا جاتا ہے	۲۷۷
انسانی خلاق کی رعایت ضروری ہے	۲۷۷
خط بلقیس کے پاس	۲۷۷
بلقیس کا اپنے درباریوں سے مشورہ	۲۷۷
حضرت سلیمان کا خط کس زبان میں تھا	۲۷۷
خط لانے کے چند آداب	۲۷۷
حضرت سلیمان کے خط کا انداز	۲۷۸
کاتب اپنا نام پہلے لکھے پھر مکتوب الیہ کا	۲۷۸
خط کا جواب دینا بھی سنت انبیاء ہے	۲۷۸
ملفوظ میں بسم اللہ لکھنا	۲۷۸
آیت قرآنی والی مہر پر یا کسی کافر مشرک	۲۷۹
کے ہاتھ میں دینا جائز ہے	۲۷۹
خط مختصر جامع مانع اور موثر انداز	۲۷۹
میں لکھنا چاہئے	۲۷۹
خط کی اہمیت	۲۸۰
دربار یوں کا مشورہ	۲۸۰
بلقیس کا فیصلہ	۲۸۰
بلقیس کے تحفہ	۲۸۱
بلقیس کا قاصد اور اس کو ہدایات	۲۸۱
حضرت سلیمان کے انتظامات	۲۸۱
بلقیس کے قاصدوں کا احسان کمتری	۲۸۱

حضرت سلیمان کا بلقیس کے تخت کو منگوانے کا ارادہ	۲۸۲
حضرت سلیمان نے خاطمہ واپس نہ دیئے	۲۸۲
کافر کا عہد قبول کرنے کا اصول	۲۸۲
حضرت سلیمان کا جواب	۲۸۲
حملہ کی اطلاع	۲۸۳
بلقیس کی حضرت سلیمان کے ہاں	۲۸۳
حاضری کی تیاری	۲۸۳
حضرت سلیمان کا مرعب	۲۸۳
بلقیس کے تخت و دفائے کا پروگرام	۲۸۳
بلقیس کا تخت دربار سلیمان میں ایک دیو کا لانا	۲۸۴
آصف بن برخیا	۲۸۵
معجزہ اور کرامت میں فرق	۲۸۵
تخت بلقیس کا واقعہ کرامت تھی یا تصرف	۲۸۵
آصف بن برخیا کی دعا	۲۸۹
فقہ الٰہی کا شکر	۲۸۶
شکر گزاری کا نمونہ	۲۸۶
تخت کے رنگ و روپ میں تبدیلی	۲۸۶
تخت بھیجنے پر بلقیس کے امتحان کی حکمت	۲۸۷
بلقیس کی روانگی	۲۸۷
بلقیس کے یقین کا اظہار	۲۸۷
حضرت سلیمان نے بلقیس کو شرک سے منع کیا	۲۸۸
بلقیس حضرت سلیمان کے محل میں داخل ہونے لگی	۲۸۸
نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنا	۲۸۸
حضرت سلیمان نے بلقیس کو حکمت بتلائی	۲۸۸
بلقیس کے اسلام کا اعلان	۲۸۹
حضرت سلیمان کا بلقیس سے نکاح	۲۸۹
بلقیس کی پاکیزہ گمالی	۲۸۹
قوم ثمود میں گروہ بندی	۲۸۹
حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم	۲۸۹
قوم ثمود حضرت صالح علیہ السلام پر الزام	۲۹۰
قوم ثمود کی گستاخی	۲۹۰
حضرت صالح کی طلب پر عمل کا پروگرام	۲۹۰
جھوٹ کی برائی	۲۹۰

ان کا فساد اور بپا کت	۲۹۱	دوبارہ زندہ کرے گا	۲۹۷
آخر کار اللہ کی تدبیر کامیاب ہوگی	۲۹۱	آسمان وزمین سے کہیں مدد کی گئی ہو چاہے	۲۹۸
قوم ثمود کی بستیوں کے کھنڈر	۲۹۲	تمہارے پاس معقول کی کوئی	۲۹۸
ایمان والے کامیاب ہوئے	۲۹۲	دلیل ہے تو پیش کرو؟	۲۹۸
حضرت لوط علیہ السلام کی ہجرت	۲۹۲	اللہ کے معبود ہونے پر ایک	۲۹۸
قوم والوں کا جواب	۲۹۳	دوسری طرح کی دلیل	۲۹۸
حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا	۲۹۳	غلط نسب کا سلسلہ	۲۹۸
پتھروں کی بارش	۲۹۳	ستاروں کے ذریعہ راہ جانوروں کا علم	۲۹۹
دعوتِ توحید	۲۹۳	قیامت کا تعین وقت کسی کو معلوم نہیں	۲۹۹
مشرکوں کی حماقت	۲۹۳	کم عقلوں کا انکار قیامت	۲۹۹
اللہ کی خاطب مشرک بھی مانتے ہیں	۲۹۴	منکروں کی دلیل	۲۹۹
جو خالق ہے وہی معبود ہے	۲۹۴	قیام قیامت کی دلیل	۲۹۹
لاجواب	۲۹۴	منکروں کو دھمکی	۳۰۰
زمین کا فرش کس نے بنایا	۲۹۴	چوتھی دلیل اس کائنات کا حال پر چھوڑ دیں	۳۰۰
نہریں اور پہاڑ کس نے بنائے	۲۹۴	حضور ﷺ کی شفقت	۳۰۰
دو پانیوں کا نظام کس نے بنایا	۲۹۴	معترضہ اور مشرکین کیلئے عذاب	۳۰۰
مخلوق کی بے بسی کچھ بتلا رہی ہے	۲۹۵	صلاحیت اللہ کا تقاضا ہے	۳۰۰
مظلوم کی فریاد کون سنتا ہے	۲۹۵	سب کے سب حوال اللہ کے علم میں ہیں	۳۰۱
مضطر کون ہے؟	۲۹۵	اہل کتاب کے جھگڑوں کا فیصلہ	۳۰۱
بے کس کیلئے حضور ﷺ کی مثالی بھلائی	۲۹۵	آپ کسی سے خلاف سے متاثر نہ ہوں	۳۰۲
مضطر کی دعا کا خلاص کی بناء پر مشہور	۲۹۵	سرداروں کا حاسد	۳۰۲
نجوس ہوتی ہے	۲۹۵	صفت سامع اصوات	۳۰۲
تین دعائیں	۲۹۵	نصیحت کس کو نفع دیتی ہے؟	۳۰۳
دعا اور قبول حضرت یونس علیہ السلام	۲۹۶	یاد کس کرنے والا جاہلوں	۳۰۳
ایک بے کس اور مجھلی کا عجیب واقعہ	۲۹۶	قیامت کی دس نشانیاں	۳۰۳
ایک بزرگ کا عجیب واقعہ	۲۹۶	رات کو وضاحت کے لئے کیا	۳۰۳
تو میوں کو زمین کون راحت دیتا ہے؟	۲۹۷	قیامت کی سب سے بڑی علامت	۳۰۴
غور کرو تو حقیقت نظر آئے؟	۲۹۷	دابۃ کی ہلاکتی اور اللہ کی	۳۰۴
جنگل اور پانی میں کون راہنمائی کرتا ہے	۲۹۷	دابۃ الارض کی تین	۳۰۴
مصنوعی ستارے	۲۹۷	دابۃ الارض کا رنگ اور روپ	۳۰۴
پیدا و پرش کون کرتا ہے	۲۹۷	تین بار دابہ نکلنے کا	۳۰۵
یہ سب کچھ جھٹلانے والوں کے لئے کیا سزا ہے	۲۹۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دابۃ الارض کو دیکھا	۳۰۵
کس نے ابتداء پیدا کیا اور کون	۲۹۷	مومنین وکافر کا امتیاز	۳۰۵

گناہ گاروں کی تقسیم	۳۰۵		
غور وفکر کے بغیر جھٹلا دیا	۳۰۵		
منکروں کے لئے سزا عذاب ثم ہو گئے	۳۰۵		
رات دن کے نظام پر غور کی دعوت	۳۰۶		
حشر کی دلیل	۳۰۶		
صور کا پھونکا جانا	۳۰۹		
دو لوگ جن پر گھبراہٹ نہ ہوگی	۳۰۶		
ہر ایک سے حساب ہے	۳۰۷		
فضیلت ﷺ کا تذکرہ آخرت	۳۰۷		
صور والا فرشتہ	۳۰۷		
کل کائنات	۳۰۷		
شہداء کی فضیلت	۳۰۸		
جبریل ومیکائیل اسرافیل اور عالمین عرش	۳۰۷		
سب سے پہلے پیدا ہونے اور سب سے آخر میں مرنے والے	۳۰۸		
حضرت قاضی ثناء اللہ کی تحقیق	۳۰۸		
متعدد بار صور پھونکا	۳۰۹		
پہاڑوں کی طرح ہوں گے	۳۱۰		
قیام بڑے سے جسام کی حرکت	۳۱۰		
بڑی بڑی اہم باتیں	۳۱۰		
دونوں کا تجسم میں سزا بہت کرنا	۳۱۰		
صانع حقیقی کی کاریگری	۳۱۰		
تنگ محل اور اس کا بدل	۳۱۱		
بڑی کھجور ہیت	۳۱۱		
معظم ومحترم گھر	۳۱۲		
کامل فرمانبرداری	۳۱۲		
قرآن کے ذریعہ نصیحت اور قرآن کی تلاوت	۳۱۲		
ہر کسی کو ملنے والا راہ ہدایت کی ضرورت ہے	۳۱۲		
راہنمائی کے منصب کا شکر	۳۱۲		
آیت انہو	۳۱۳		
سزا میں تاخیر کو ظلمت نہ سمجھو	۳۱۳		
سورہ کے مضامین کا ربط	۳۱۳		
اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا	۳۱۳		

سورۃ القصص	۳۱۳	فرعون کے مشورے	۳۲۴
مخلوق میں خاص پر تاثیر کی سنت کے لئے	۳۱۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین کی طرف سفر	۳۲۵
سورۃ کے مضامین کا اجمال	۳۱۳	مشکلات سفر	۳۲۵
فضیلت علم کی اہمیت کے لئے مرتبط	۳۱۳	مدین پہنچنا	۳۲۵
بنی اسرائیل کے مجرمانہ کارنامے	۳۱۴	دو خواتین کی پریشانی	۳۲۵
حضرت ابراہیم کی پیشگوئی	۳۱۴	بیمار حال مشکل	۳۲۵
فرعون و ہامان	۳۱۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدین پر پہنچنے کا حال	۳۲۶
فرعون کے درباری مصاحب کون کون سے تھے	۳۱۴	۸ دن تک قوت سے عمل شروع ہو گیا تھا	۳۲۶
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت	۳۱۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ سے دعا	۳۲۶
فرعون کا بنی اسرائیل پر ظلم	۳۱۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حالت	۳۲۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت	۳۱۵	دو خواتین میں سے ایک حضرت	۳۲۷
ام موسیٰ کا حال	۳۱۵	موسیٰ علیہ السلام تھے	۳۲۷
موسیٰ علیہ السلام کے ماں کے جواب	۳۱۶	قوم شعیب حضرت شعیب کی خدمت میں	۳۲۸
حضرت موسیٰ کا ہوا میں اڑنا	۳۱۹	ایک بی بی کی دعا	۳۲۸
حضرت موسیٰ کا بچپن میں آگ لینے کے لئے جانا	۳۱۹	حضرت موسیٰ کا پہلے حضرت شعیب کا پیغام	۳۲۹
حضرت موسیٰ کا نبوت کے لئے منتخب ہونا	۳۱۹	پیر دبانے کے مختلف پر اجرتیں	۳۲۹
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کل میں	۳۱۹	تنخواہ کی مقدار	۳۲۸
فرعون کی بیوی کا موسیٰ کو لے جانا	۳۱۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۳۲۸
فرعون کی انگلیوں میں اڑنا	۳۱۷	حضرت شعیب علیہ السلام کی اعلان	۳۲۹
پنجہ شاہ	۳۱۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا حال	۳۲۹
حضرت آسیہ	۳۱۷	حضرت شعیب کی صاحبزادیوں کی آمد	۳۲۹
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس کیفیت	۳۱۸	میں زوجہ آپ کی	۳۲۹
حضرت موسیٰ کی بہن مریم کا آپ	۳۱۹	ملازمت یا عبد اجیر رکھنے	۳۲۹
بھائی کے ملاقات کی جا سکی	۳۱۹	کے لئے دو اہم شرطیں	۳۲۹
حضرت موسیٰ کا دودھ پلانے والی دائیوں	۳۲۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ	۳۲۹
حضرت موسیٰ کا بچپن میں آپ کی پیشگوئی	۳۲۰	شہر کے حالات میں ایک پیغمبر کی خبر دینا	۳۲۹
حضرت موسیٰ کا جوانی میں	۳۲۰	خلافت کا حق مہر دینا	۳۲۹
قبطی کے قتل کا واقعہ	۳۲۰	شہر کے حقیقی واقعہ مسئلہ	۳۲۹
اولی بالقتل کے متعلق کا حق مہر	۳۲۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی	۳۲۹
مدین کا حالات کی تحقیق	۳۳۰	حضرت شعیب کی دعا	۳۳۰
حضرت شعیب کی دعا	۳۳۰	ایجر پر متعلق کا فیصلہ	۳۳۰

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مکریاں	۳۳۱		
تعمیل مدت اور صاحبزادی	۳۳۱		
صحرائے سینا میں اور نظر آنا	۳۳۱		
کلام الٰہی	۳۳۲		
تعوذ کا مقام	۳۳۲		
سفر مصر	۳۳۲		
حضرت موسیٰ کا اللہ کی زبان میں گفت	۳۳۳		
حضرت موسیٰ کا عصا اور ید بیضا کی عنایت	۳۳۳		
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ۱۰ دعا	۳۳۳		
۱۰ دعا فرعون کی سرکشی	۳۳۳		
حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جادو کا الزام	۳۳۳		
فرعون کی انگلی	۳۳۴		
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقریر	۳۳۴		
فرعون کی ملاقات	۳۳۴		
فرعون کا انکار اور ہلاکت	۳۳۴		
کرائی کے عام	۳۳۵		
نصیحت بھری کی تھپڑیاں	۳۳۵		
قرآت سے مضامین	۳۳۵		
سابقہ کتابوں پر طائف	۳۳۵		
ہامان کے وقت سے نہ کرنے کی حکمت	۳۳۶		
جواب نفاست سے بیداری کا انتظام	۳۳۶		
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور پر جانا	۳۳۷		
امت محمدیہ کا خواہاں	۳۳۷		
تبلیغ دعوت کے بعض آداب	۳۳۷		
بغیر دیے کام کا نہ دلانے کا احسان ہے	۳۳۷		
قوم کی کثرت تعجبیاں	۳۳۸		
مشرکین ہدایت سے خالی	۳۳۸		
خواہش کے بندے	۳۳۸		
دلیل ہدایت کا سلسل	۳۳۹		
انصاف پسند دل کتاب	۳۳۹		
حضرت شعیب کی رہا کے چھٹکارے	۳۳۹		
اہل کتاب کا سابقہ ایمان	۳۳۹		
دو بار ایمان اور دو بار اجر	۳۳۹		

دو برے اور ایک اچھا آدمی	۳۴۰	حصول مقصد پر خوشی	۳۵۰	آزمائش کی صورتیں	۳۵۹
بلی شیر کے اوصاف	۳۴۰	آزمائش کی بنا	۳۵۰	حضرت عمرؓ کا وہ خواب جو پورا ہو گیا	۳۵۹
جانوروں سے پیار	۳۴۰	بلی ہوا سائل کو بیچ کر خوش ہوئی	۳۵۱	عاجزانہ دعا اور ان سے محبت کرنے والی آسمانیں	۳۶۰
جناب ابوطالب	۳۴۱	دنیا کے دل میں آخرت کا خوف	۳۵۱	جنت سے جانے کا مطلب	۳۶۰
سفر میں کا ضرر	۳۴۲	زمین تمہیں قبول نہ کرے	۳۵۲	پیغمبر کے ساتھ عذاب میں مبتلا ہونے کے	۳۶۰
غذا کا ثواب	۳۴۲	قارون کا خچر خزانہ لے کر	۳۵۲	اللہ اپنے حبیب کے دشمنوں سے بدلہ لینے پر قادر ہے	۳۶۱
خوبصورتی جاہلیت میں بھی اچھی سمجھی جاتی تھی	۳۴۲	کیسا گھر کی مالکہ	۳۵۲	اللہ نے بندے کو بہت کچھ دیا ہے	۳۶۱
ترجمہ میں بھی بعض نے بھول	۳۴۳	بری عقلمندی	۳۵۲	اللہ کا وعدہ سچا ہے	۳۶۲
اللہ نے وعدہ سے پورا کیا	۳۴۳	ہدایت کس نے دی؟	۳۵۴	اللہ کا وعدہ سچا ہے کوئی نہیں ٹال سکتا	۳۶۱
قانون قدرت	۳۴۴	ہر نبی نے اپنے مخالفوں کے لئے بددعا کی	۳۵۴	اللہ کا وعدہ سچا ہے	۳۶۱
دنیا کا سامان فانی ہے	۳۴۴	قارون کی ہیبت	۳۵۴	اللہ کے وعدہ پر بھروسہ کرنا چاہئے	۳۶۱
مکڑی کون؟	۳۴۴	واہیات عذر کی حکمت	۳۵۳	اللہ کی طرف سے مدد	۳۶۲
حواس کا کام برابر نہیں	۳۴۴	صبر کا پھل	۳۵۴	اللہ ہی اطاعت کے ہے	۳۶۲
خدا نے مجھے نے حصہ دار	۳۴۴	قارون کی سرکشی کا آغاز	۳۵۶	اللہ کی ہدایت تقدیر ہے والوں کا کام	۳۶۲
مجبور کے معبودوں کا حال	۳۴۵	قارون نے مجھے طلب کیا	۳۵۶	مؤمن نے موت کا سوال	۳۶۲
مصنوعی معبود سے عاجز رہے	۳۴۵	قارون کی اکڑ سے بھی بڑھ کر نیا	۳۵۶	کمزور اور مؤمن	۳۶۳
کم اہلوں کی حمت	۳۴۵	قارون نے زکوٰۃ کا انکار کیا	۳۵۵	۵۰ فقروں کی حکایت	۳۶۳
عاجزت کا سوال	۳۴۶	حضرت موسیٰ کے خلاف	۳۵۵	مؤمن کا فاقہ کشی کرنا کیسا ہے	۳۶۳
آزمائش کا دنیا میں ہونا کیوں ضروری ہے	۳۴۶	قارون کی تدبیر ناکام	۳۵۵	مسلمانوں کافروں کی اتباع نہ کریں	۳۶۳
تحقیق و انتخاب کا اختیار اللہ تعالیٰ نے	۳۴۶	قارون کی ہلاکت	۳۵۵	کافر اس نے جھوٹے ہوئے	۳۶۳
خطیب کا وعظ جمع اختیار نہ ہونا کی ہے	۳۴۶	قارون کی ہلاکت سے عبرت	۳۵۱	بلی بھی بیمار کا پتہ لگاتی ہے	۳۶۴
اللہ کا کلمہ	۳۴۷	حقیقت سے آگاہی	۳۵۷	بلی کی بیماری کا علاج	۳۶۴
سورہ عنکبوت	۳۴۷	رسمی توحید کافی	۳۵۶	حضرت نوح علیہ السلام کی عمر	۳۶۴
دن کی روشنی کی حکمت	۳۴۸	آزمائش سے ایمان کا علم	۳۵۷	طوفان نوح	۳۶۴
رات کی حکمت	۳۴۸	مشرکین کا قانون	۳۵۸	نجات یافتہ لوگ	۳۶۴
رسالت کے ثبوت	۳۴۸	دنیا و آخرت کی کامیابی مؤمنین کیلئے ہے	۳۵۸	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا طوفان	۳۶۴
جب ان پر حق واضح ہو گیا	۳۴۸	منصب نبوت محض رحمت خداوندی سے	۳۵۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت	۳۶۵
ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے	۳۴۹	ہدایت میں سب کو برابر کی جگہ ہے	۳۵۹	ہدایت کی اہمیت	۳۶۵
قارون مطعون	۳۴۹	دین نے ہمیں قوم کی مخالفت سے بچایا	۳۵۹	قوم کے مخالفت سے مخلص کو کوئی نقصان نہیں	۳۶۵
جلد ہو گیا	۳۴۹	فانی اور باقی	۳۵۸	اپنی پیدائش پر بار بار غور کی قرآن کا حکم	۳۶۵
قارون کے خزانے	۳۵۰	انفرادی اور اجتماعی سب عبادتیں ہیں	۳۵۸	بندہ کیلئے کچھ مشکل نہیں	۳۶۵
حضرت یوسف کی کرامت	۳۵۰	**سورۃ العنکبوت**	۳۵۹	دوسری قوموں سے عبرت لیں	۳۶۶
دولت پر اترانا	۳۵۰	ایمان کا امتحان ضروری ہے	۳۵۹	مذاب دوستی کی سزا ہے	۳۶۶

اللہ سے ڈرنے والے کبھی نہیں مٹتے	۳۴۹	قرآن کی مخالفت میں مشرکین کے طعن و اعتراض کا جواب	۳۵۳
زبان درست	۳۴۹	اللہ کے نزدیک کیا عام لوگوں سے	۳۵۴
قوم ابراہیمی کی دشمنی کو دیکھ	۳۵۰	عظمت قرآن کے مظاہر	۳۵۴
اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ	۳۵۷	نماز میں زبان سے دعا کی	۳۵۵
بیٹی کی قربانی کا عظیم الشان مثال	۳۵۰	نماز میں دعا کی تشریح	۳۵۵
بیٹے سے کہنے سے بعد حضرت ابراہیم کا خواب	۳۵۲	نماز کا بیان	۳۵۶
اسلام کا بنیادی حکم ہونے کی حیثیت سے قربانی	۳۵۲	نماز کی فرضیت	۳۵۶
امت محمدیہ میں اضحیہ کی اہمیت	۳۵۲	نماز کی برکات	۳۵۶
حضرت ابراہیم کا ایمان آزمائش اور بشارت	۳۵۳	نماز کی روح	۳۵۶
حضرت اسحٰق کی بشارت	۳۵۳	نماز میں دعا کی اہمیت	۳۵۷
(۱) یہ واقعہ	۳۵۳	(۱) سب سے پہلی عبادت	۳۵۷
آزمائش کی آڑ میں کیا کیا چالیں ہوتی ہیں	۳۵۳	(۲) نماز کی فرضیت کا پس منظر	۳۵۸
حضرت ابراہیم کی عظیم الشان قربانی	۳۵۴	(۳) نماز کی تاریخ	۳۵۸
حضرت اسحٰق کی بشارت	۳۵۴	(۴) نماز کے اوقات	۳۵۸
قربانی کا خواب	۳۵۴	(۵) نماز کی اہمیت	۳۵۸
قربانی کے جانور	۳۵۴	(۶) نماز کی تاکید	۳۵۹
حضرت اسحٰق کی بشارت	۳۵۵	(۷) نماز کی تاکید کے مختلف انداز	۳۵۹
حضرت اسحٰق کی بشارت	۳۵۵	(۸) نماز کی تاکید کے مختلف انداز	۳۵۹
حضرت ابراہیم کا خواب	۳۵۵	(۹) نماز کی تاکید کے مختلف انداز	۳۶۰
قربانی کا خواب	۳۵۶	(۱۰) نماز کی تاکید کے مختلف انداز	۳۶۰
قربانی حضرت اسحٰق کے بدلے	۳۵۶	(۱۱) نماز کی تاکید کے مختلف انداز	۳۶۰
قربانی کی حقیقت اور فلسفہ	۳۵۶	(۱۲) نماز کی تاکید کے مختلف انداز	۳۶۰
حضرت شعیب کی تبلیغ	۳۵۷	اہل کتاب کا وعدہ خلافی کا طریقہ	۳۶۱
قدرتی نظام	۳۵۷	کیا اس آیت میں موجودہ قرآن کا ذکر ہے	۳۶۱
مکتبہ مدینہ کی مطبوعات	۳۵۷	انجیل کے خلاصے کی تصدیق کا حکم ہے	۳۶۲
قرآن کا دعوی اور اس کی تائید	۳۵۸	محمد رسول اللہ کی تصدیق کی مطلق	۳۶۲
قرآن کی تائید	۳۵۸	محمد نبی ہونے کی مطلق تکذیب	۳۶۳
قرآن کی تائید	۳۵۸	یہ اعتراض کا جواب قرآن سے	۳۶۳
قرآن کی تائید	۳۵۸	ظلم کی سزا دشمن کا قہر	۳۶۴
قرآن کی تائید	۳۵۸	نبی کریم کی تصدیق اور قرآن کی حقانیت	۳۶۵
قرآن کی تائید	۳۵۹	سیاق کلام	۳۶۵
قرآن کی تائید	۳۵۹	اہل کتاب کا کفر کی طرف جھکنا	۳۶۶

قرآن حکیم کی حکمت کا بیان	۳۶۰		
نبی اور منصب نبی کی تشریح آیات کا بیان	۳۶۰		
قرآن کا معجزہ ہونا	۳۶۳		
قرآن کی حفاظت کا ذمہ	۳۶۵		
قرآن کی حفاظت کا ذمہ	۳۶۵		
حضور ﷺ کی صداقت	۳۶۵		
امت محمدیہ کا کیا وصف	۳۶۸		
امت کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہے	۳۶۸		
قرآن کی حقانی نشانی ہے	۳۶۸		
شان نزول اپنے مطلب کو چھوڑ کر	۳۶۸		
دوسروں کی باتوں پر توجہ کرنا	۳۶۸		
حضور ﷺ کی ذات کی صداقت کے	۳۶۸		
سب سے بڑی بدبختی	۳۶۸		
اس امت کے کافروں کا عذاب	۳۶۸		
عذاب کی آیات	۳۶۸		
کافر عذاب میں گھرے ہوئے ہیں	۳۶۸		
جہنم کہاں ہے	۳۶۸		
مال عذاب بنے گا	۳۶۸		
تجارت کا مکتب	۳۶۸		
تجارت خسارہ سے محفوظ ہے	۳۶۸		
ایمان باللہ اور رسالت محمدیہ کا اثر	۳۶۹		
عذاب کی آمد کی ذمہ لے	۳۶۹		
کوے کے بچوں کی پرورش	۳۶۹		
مقررہ وقت کا	۳۶۹		
مرنے انسان پر جینے والے کی	۳۶۹		
اولاد کی تربیت میں ہماری ذمہ داری	۳۶۹		
حضور ﷺ کا کفار کے ساتھ	۳۶۹		
پہلی قوموں کا انجام	۳۶۹		
ہر ایک کو بنیاد کی ضرورت ہے	۳۶۹		
رزق کے اسباب پر اللہ کا تصرف ہے	۳۶۹		
مکہ میں کعبہ کی حفاظت	۳۶۹		
آخرت کی فکر ضروری ہے	۳۶۹		
انسان کی احسن فطرت اصول طبیعت	۳۶۹		

حقیقت ماننی پڑتی ہے	۳۹۲	جھوٹے معبودوں کا انجام	۳۹۵	اور بھی شان اللہ کی ہے	۴۰۲
اہل مکہ کیلئے امن کی دعوت	۳۹۲	نیک و بد کے فیصلہ کا زمان	۳۹۵	شرک کی دلیل جیسے عام فہم مثال	۴۰۲
سب سے بڑی ناانصافی	۳۹۲	نیکیوں کا انعام	۳۹۵	خواہش پرستی کا نقصان	۴۰۳
اللہ کیلئے جہاد کا ثمرہ	۳۹۲	خیر کا طالبی و مطلب	۳۹۵	آپ اللہ ہی کی طرف متوجہ رہیں	۴۰۳
بارگاہ الٰہی کا قرب	۳۹۷	جنت میں خوش گوار	۳۹۷	فطرت انسانی	۴۰۳
سورۃ الروم	۳۹۷	کاٹ دینے کی سزا	۳۹۶	ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے	۴۰۳
عرب سے قریب کی زمین	۳۹۷	منصفہ مرج	۳۹۶	مشرکوں کے لئے	۴۰۴
ایمانیوں کی فتح پر مشرکین کی خوشی	۳۹۷	پانچوں اور پانچ نمازیں	۳۹۷	فطرت کو مسخ نہ کرو	۴۰۴
غلبہ روم کا اعتراف	۳۹۸	پانچ نمازوں کا ذکر قرآن میں	۳۹۷	آنحضرت ﷺ حدیث کی روشنی میں کیا ہے	۴۰۴
رومیوں کا فارسیوں پر غلبہ	۳۹۸	تمام گناہ معاف	۳۹۷	طبیعت نہیں چل سکتی	۴۰۴
رومیوں کے غلبہ کی پیشگوئی	۳۹۹	سب سے بڑا عمل	۳۹۷	تمہارا حق ہی استعمال ہو	۴۰۵
ابتداء اسلام کے وقت کی	۳۹۹	زمین پر چلنے اور ترازو میں جھکاؤ کے	۳۹۷	فرقہ پرستی دین و فطرت کے خلاف ہے	۴۰۵
تین اقوام کی طاقتیں	۳۹۹	سمجھ میں نہ آنے کی وجہ؟	۳۹۷	اہل بدعت	۴۰۵
قدرتوں کی آیات اور مشرکین کی چھیڑ بازی	۳۹۹	چار دفعہ اور پڑھنے کے	۳۹۸	ابتداء سے وانجام	۴۰۵
حضرت ابوبکرؓ کی مشرکین سے شرط	۴۰۰	سب سے بڑا کلام	۳۹۸	شیطان کا کام	۴۰۵
مدت قمار	۴۰۰	حضرت ابراہیمؑ و خلیل کا نام کیسے ملا؟	۳۹۸	آنحضرت ﷺ کی گھر و خاندان	۴۰۵
رومیوں کا مقابلہ ایرانی بن صنف کی	۴۰۰	رات کے نقصان کا ازالہ	۳۹۸	مصیبت کے وقت اللہ یاد آتا ہے	۴۰۶
حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بحث	۴۰۰	نیند نہ آنے کا علاج	۳۹۸	بندوں کی حالت	۴۰۶
ابی بن صنف کی موت	۴۰۱	قدرت الٰہی کی کارسازیاں	۳۹۸	سوء خاتمہ کی حالت	۴۰۶
حضرت ابوبکرؓ کی وصیت	۴۰۱	مٹی سے مکلف انسان	۳۹۹	شرک کی کوئی دلیل نہیں ہے	۴۰۶
رومیوں کے غلبہ کے اسباب	۴۰۱	پہلی آیت قدرت	۳۹۹	مشرک اور مومن کا فرق	۴۰۷
مسلمانوں کی خوشی کا دن	۴۰۲	دوسری آیت قدرت	۳۹۹	ہر حال میں عاجزی و بندگی ہے	۴۰۷
اللہ کی تقسیم اللہ ہی جانتا ہے	۴۰۳	ساتویں آیت	۳۹۹	ضرورت مندوں کی خبر گیری	۴۰۷
کوتاہوں کی ظاہر پرستی	۴۰۳		۳۹۹	باپ کے حقوق	۴۰۷
مصیبت میں پڑ کر آخرت سے	۴۰۳	شکل و صورت اور بولیوں کا اختلاف	۴۰۰	زکوٰۃ اور سود کا فرق	۴۰۸
غفلت و نادانی کیسی	۴۰۳	تیسری آیت قدرت	۴۰۰	اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی	۴۰۸
تخلیق کائنات کا ایک مقصد ہے	۴۰۳	انسان کی دو حالتیں	۴۰۰	عدل و انصاف کی برکت	۴۰۸
اپنے آپ میں غور کرو	۴۰۳	چوتھی آیت قدرت	۴۰۰	غلط فہمیوں کی ایک بڑی وجہ کی اصلاح	۴۰۹
غور و فکر کا حاصل	۴۰۴	سوا بہر تاثیر صانع زمین و آسمان کے منافی نہیں	۴۰۰	مادہ جلانے اللہ ہی کا کام ہے	۴۰۹
ماضی کی طاقتور اقوام سے عبرت پکڑو	۴۰۴	بارش کا انتظام	۴۰۱	بخور کا فائدہ	۴۰۹
اہل مکہ کیلئے دعوت فکر	۴۰۴	آسمان و زمین کا بنانا	۴۰۱	بخور کا طریقہ	۴۰۹
تو میں خود اپنے اوپر ظلم کرتی ہیں	۴۰۵	آسمان و زمین میں تم صرف مٹی کا ہے	۴۰۱	ہاتھ کے عمل کا اثر	۴۰۹
گناہ کا اثر	۴۰۵	اہل آخرت پیدا کرنا برابر ہے	۴۰۱	فساد سے مراد قحط اور دنیا کی امراض ہیں	۴۰۹

گناہوں پر جسارت	۴۱۰	اہل جہنم پر تعجب کرنے کا اثر	۴۱۶
آخرت میں عذاب گناہوں کے سبب سے ہے	۴۱۰	**سورۃ لقمان**	۴۱۷
مصائب کے وقت اخلاص اور امتحان	۴۱۰	سرمایہ ہدایت اور رحمت	۴۱۷
بلا مزاد و عذاب میں فرق	۴۱۰	حکیم کون؟	۴۱۷
شرک کی مذمت	۴۱۰	مخلوقات کے کرشمے	۴۱۷
فساد کا مادہ	۴۱۰	قرآن کا سودا کرنے والے کی حالت	۴۱۷
قیامت کا دن	۴۱۰	گانا سکھانے کا پیشہ	۴۱۸
نیک و بد کا امتیاز	۴۱۰	گانا گانے کی سزا	۴۱۸
نیک عمل کا ثواب	۴۱۰	حضرت لقمان کا تعارف	۴۱۸
اعمال پر مغفرت کا جواز	۴۱۰	اخلاق کا حاصل	۴۱۹
نعمتوں کے مقابلہ میں اعمال کچھ نہیں	۴۱۱	مسئلہ سماع	۴۱۹
مغفرت رحمت جنت میں لے جائیگی	۴۱۱	غیر واقعی نظام محروح ہے	۴۱۹
مسلمانوں کی آپس کی حفاظت	۴۱۱	شادی کے موقع کی خوشی	۴۱۹
حضور ﷺ کی ثناء سے برکت	۴۱۲	بھوکی خوشی	۴۲۰
بھروسی راستے	۴۱۲	گانا اور اس سے متعلقہ چیزیں حرام ہیں	۴۲۰
بیماں کی قسم پر گواہ قائم ہونا ضروری ہے	۴۱۲	لہو و لعب سے حاصل کے شرعی احکام	۴۲۱
مؤمنین کی علامات اور اس کی شرط	۴۱۳	جائز کھیل	۴۲۱
جنات سے بھاگنے کا ثبوت	۴۱۳	شراب، جوا اور ہر کھیل سادگی	۴۲۱
زمین سے نکلنے کے کرشمے	۴۱۳	خوش باوری کے ساتھ ظلم حرام ہے	۴۲۲
مرد و عورتوں اور مرد و جنسیوں کی زندگی	۴۱۴	کے علیہ اشعار کا جز صحابہ کرام نے بھی	۴۲۲
کوئی زمانے تو قیامت پر کوئی نظر رکھیں	۴۱۴	قرآن سے اعراض	۴۲۳
منافع مویشی کا مسئلہ	۴۱۴	زمین کی مضبوطی	۴۲۴
انسانی زندگی کے تاریخی ادوار	۴۱۵	زمین کا تھمنا	۴۲۴
قیامت آنے کی تو دنیا کی زندگی کی	۴۱۵	مشرکین کے معبود جھوٹے معبود ہیں	۴۲۲
حقیقت کھلے گی	۴۱۵	حضرت لقمان کی بات	۴۲۲
برزخی زندگی	۴۱۵	حضرت لقمان کی خوش نصیبی	۴۲۳
مشرکین کی خصوصیات	۴۱۵	خاموشی رہنا حکمت ہے	۴۲۳
مشرکین کے خیال کی تردید	۴۱۵	تین بھلے بزرگ	۴۲۳
غیر معمولی قوتیں معجزہ نہ بن سکیں گی	۴۱۵	حکمت تک پہنچانے والے عوامل	۴۲۳
کوئی جاندار مطلقاً نہیں جان سکتا	۴۱۶	نعمتوں کی شکر گذاری	۴۲۳
تفہیم قرآن	۴۱۶	حکمت اور شکر	۴۲۴
عقیدہ و اعمال کا انجام	۴۱۶	شکر کے تقاضے کی وضاحت	۴۲۴
دعوت کیلئے صبر و تحمل ضروری ہے	۴۱۶	شکر کا معنی اور اقسام	۴۲۴

زبان و عمل سے شکر	۴۲۴		
بصیرت و بصارت اور ہر نعمت عطاء	۴۲۴		
حضرت لقمان کی کچھ عادتیں	۴۲۴		
حضرت لقمان کا بیٹا	۴۲۵		
حضرت لقمان کی نصیحتیں	۴۲۵		
قیام عقیدہ، بر و صدق کی دعا	۴۲۵		
شرک سب سے بڑی ناانصافی ہے	۴۲۶		
حکم کیا ہے	۴۲۶		
والدین کے ساتھ حسن سلوک	۴۲۷		
بچے کا دودھ چھڑانے کی مدت	۴۲۷		
اللہ تعالیٰ اور والدین کا شکر	۴۲۷		
لقمان میں حضرت معاذ کا پیارا خطاب	۴۲۷		
شرک کا گناہ کبیرہ ہونے کی وجوہ	۴۲۸		
حضرت مصعب کا لمبا کیا ہوا کی خالد کا نقصہ	۴۲۸		
والدین سے حسن سلوک کی حد	۴۲۸		
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا ذکر	۴۲۸		
والدین کی خدمت اور ادب ضروری ہے	۴۲۹		
حضور ﷺ اور صحابہ کرام کا اتباع کرو	۴۲۹		
گھونے سے گھونا اور خیر سے	۴۲۹		
عقیدہ عمل بھی حاضر کیا جائے گا	۴۲۹		
حضرت لقمان کے بیٹے کا خیال	۴۲۹		
دانے اور پتھر سے مراد	۴۳۰		
امر بالمعروف و نہی عن المنکر	۴۳۰		
مشکلات پر کی مشکلات کو برداشت کرو	۴۳۰		
صبر و استقامت کی اہمیت	۴۳۰		
تکبر و بے جا نہ کرو	۴۳۰		
حضرت سلیمان کی شان	۴۳۰		
حضرت ابوبکر صدیق کا خطبہ	۴۳۰		
حضرت حسن کا قول	۴۳۰		
تکبر عمل کا دشمن	۴۳۱		
تکبر و نخوت کا علاج	۴۳۱		
حضرت لقمان کا حضرت عمر سے مشورہ	۴۳۱		
کوہان والا	۴۳۱		

متکبر کو اللہ کیسے دیکھے گا	۴۳۱	سمندر کی موجوں میں مشرک بھی	۴۳۸	نعمتوں کا شکریہ	۴۴۶
حضرت داؤدؑ کا روزہ	۴۳۱	اللہ کو پکارتا ہے	۴۳۸	کافروں کے شبہات	۴۴۶
تصنع سے بچو	۴۳۱	مشکل کشائی کے بعد کی حالت	۴۳۸	موت کا فرشتہ	۴۴۶
حضرت لقمانؑ کی پکھ اور نصیحتیں	۴۳۱	کچھ نے عہد	۴۳۸	موت کے قاصد	۴۴۶
میانہ روی اختیار کرو	۴۳۲	قیامت کی دہشت سے بچاؤ کا سامان کرو	۴۳۸	حضرت براءؓ کے ملک الموت کی ملاقات	۴۴۶
اونچی آواز سے پرہیز	۴۳۲	کوئی کسی کا بوجھ نہ بٹا سکے گا	۴۳۹	جانوروں کی موت کس طرح ہوتی ہے	۴۴۷
آداب معاشرت	۴۳۲	دھوکے میں نہ پڑو قیامت آکر رہے گی	۴۳۹	موت کے چار فرشتے	۴۴۷
حضور ﷺ کے اخلاق اوصاف	۴۳۲	پانچ چیزیں جن کا صحیح علم اللہ کے پاس ہے	۴۴۰	سمندر کے شریروں کی روح قبض کرنا	۴۴۷
پیروی انصاری کی بے راہ روی	۴۳۲	غیب کے پانچ خزانے	۴۴۱	موت کے بعد دونوں کا مقام	۴۴۷
حضرت عمرؓ کی رفتار	۴۳۲	حضرت سلیمانؑ کے درباری کی	۴۴۱	حضور ﷺ کی ملک الموت سے ملاقات	۴۴۸
گدھے کی آواز کی قباحتیں	۴۳۳	موت کا عجیب واقعہ	۴۴۱	عزرائیلؑ کی اکرام سے براءت	۴۴۸
حضرت لقمانؑ پر حیرت نہ ادائی کا غلبہ	۴۳۳	ملیکۂ حضورؐ کا خواب	۴۴۱	مجرموں کی رسوائی	۴۴۸
تکبر کا کاٹ	۴۳۳	حضور ﷺ کے علوم	۴۴۱	بے کار حسرت	۴۴۸
سورج کا مجدہ	۴۳۳	ملائے حیات اور ملجائے معاد کا علم	۴۴۲	حکمت الٰہی کے نکات	۴۴۸
غائم و ملتی نعمتیں	۴۳۳	**سورۃ السجدہ**	۴۴۲	ہر ایک کے داد کھانے	۴۴۹
بے سند تکذیب	۴۳۴	الف ولام سے پاک کتاب	۴۴۲	جنتیوں اور دوزخیوں کی خبر ست	۴۴۹
انہ بھی تکذیب	۴۳۴	سورۃ کی فضیلت	۴۴۳	اہل ایمان کا خوف	۴۴۹
اتباع کی قسمیں	۴۳۴	رسالہ	۴۴۳	مومنوں کی نمازیں	۴۴۹
مضرہ بالخلق	۴۳۴	کافروں کی بیہودہ باتوں کا تجزیہ	۴۴۳	خصوصی حضرات کیلئے اعلان	۴۵۹
کسی کی تکذیب کی پرواہ نہ کرو	۴۳۵	ایمان دو قسم کی دعوت دونوں میں رہتی ہے	۴۴۳	جنت میں لے جانے والا عمل	۴۵۰
تھوڑے دن کی مہلت ہے	۴۳۵	محرومانہ تخیل	۴۴۳	امر کا سر ستون، کوہان اور ٹر	۴۵۰
اللہ خالق ہر صفات و قدرت کا مالک ہے	۴۳۵	درجہ بدرجہ فوقیت	۴۴۳	مفصل کلی نماز اور روزے	۴۵۰
ہر چیز کا خالق و مالک اللہ ہے	۴۳۵	کہاں بھاگ سکتے ہو؟	۴۴۳	اللہ کے دوست بندے	۴۵۰
اللہ کی صفات ختم ہونے والی نہیں ہیں	۴۳۶	اسلام و فیہ کی تحلیل اور کلام کائنات کی ترتیب	۴۴۳	حضرت عبداللہ بن رواحہ کے تقیہ اشعار	۴۵۰
اللہ کی نعمتوں اور تصرفات کی ایک مثال	۴۳۶	زمین سے سر بزا اگنے تک اور	۴۴۴	صحابہ کی شان	۴۵۱
اللہ تعالیٰ کیلئے کفایت کی آسانی	۴۳۶	آسمانوں کے زمینوں کی مسافت	۴۴۴	عشاء و فجر کی جماعت کی فضیلت	۴۵۱
بے مثال صفات الٰہی	۴۳۷	زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی سزا	۴۴۴	اللہ سے لڑائی اور اللہ سے ڈر	۴۵۱
پائیدار دولت	۴۳۷	مؤمن پر قیامت کی آسانی	۴۴۵	راتوں کی عبادات کا انعام	۴۵۱
اللہ تعالیٰ کا علم محیط	۴۳۷	اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت	۴۴۵	جنتیوں کی حوریں	۴۵۱
اللہ کی صفات کے ذکر کا مقصد	۴۳۷	اللہ تعالیٰ نے ہر چیز حسین بنائی ہے	۴۴۵	ان دیکھی دان کی نعمتیں	۴۵۲
بحری جہاز	۴۳۷	حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تقریر	۴۴۵	جنتیوں کی سزا	۴۵۲
صبر و شکر کا موقع	۴۳۷	قدرت کاملہ کا ثبوت	۴۴۵	ذلیل کا عذاب	۴۵۲
صبر و شکر والے لوگ	۴۳۸	تخلوق کی عزت افزائی	۴۴۵	حضور ﷺ کو تسلی	۴۵۳

قبیلہ کنانہ کی تعریف	۴۵۳	تہمت و جھوٹ	۴۵۳	آنحضرت کی توہین روا	۴۶۱
قبیلہ خزاعہ کی تعریف	۴۵۳	لے پالک بیٹے	۴۵۳	صحابیات کی کم سنی کا لحاظ	۴۶۲
عرب کے بعض دیوی دیوتا	۴۵۳	حضرت زینبؓ کی رخصتی	۴۵۶	صحابیات کی آزادی	۴۶۵
عرب کا بت پرست ہونا	۴۵۳	بھوپال چلو جاتے ہے	۴۵۶	حضرت صفیہؓ کی تکریم کا	۴۶۵
کعبہ کا مکان ۱۰ ہاتھ لمبا تھا	۴۵۴	۔۔۔ طرف خطاب ہے	۴۵۶	خطاب بالعموم عرب سے دعوت کا آغاز	۴۶۶
مسلمان کی تعریف	۴۵۴	کھجلی کی بیماری	۴۵۶	زوجات النبی کا لقب	۴۶۶
حق داخل کا تعین	۴۵۴	حضرت کا حضور ﷺ سے تعلق	۴۵۶	کافروں کی بے حیائی	۴۶۸
شیخ محمد حضرت بانی کا نام	۴۵۴	حضرت ﷺ کی ۔۔۔	۴۶۱	کعب بن اشرف یہودی	۴۶۸
۔۔۔ کی تعریف	۴۵۴	حضور ﷺ کی ۔۔۔	۴۶	۔۔۔ کی رسالہ	۴۶۸
۔۔۔ سے ۔۔۔	۴۵۵	۔۔۔	۴۶۲	حضرت ۔۔۔ کی شہادت	۴۶۹
۔۔۔	۴۵۵	ازواج حضرت ۔۔۔	۴۶	صحابیات کا خوف	۴۶۹
حکم پر پہلی جلد بازی	۴۵۵	اہمیت احکامات کی وجہ	۴۶	کعب بن اشرف کے قتل کی	۴۶۹
بعض سورتوں کے نام	۴۵۵	ازواج مطہرات سے متعلق احکام	۴۶۲	حضرت ۔۔۔ کا قتل	۴۶۹
۔۔۔	۴۵۵	۔۔۔	۴۶۲	صحابیات کی ۔۔۔	۴۶۹
۔۔۔	۴۵۶	۔۔۔	۴۶۲	بنی نظیر سے ۔۔۔	۴۷۰
۔۔۔	۴۵۶	۔۔۔	۴۶۲	حضرت ۔۔۔	۴۷۰
۔۔۔	۴۵۶	۔۔۔	۴۶۳	۔۔۔	۴۷۰
۔۔۔	۴۵۶	حضور ﷺ کی ۔۔۔	۴۶۳	حضرت ۔۔۔	۴۷۱
سورۃ الاحزاب	۴۵۷	بیان کا مقصد	۴۶۳	یہودیوں کے ۔۔۔	۴۷۱
کافروں کی ۔۔۔	۴۵۷	فرمانبرداری میں ۔۔۔	۴۶۳	حضرت ۔۔۔	۴۷۲
۔۔۔	۴۵۷	فرمانبرداری کے ۔۔۔	۴۶۴	۔۔۔	۴۷۲
تقویٰ کی اہمیت	۴۵۸	اعمال کی ۔۔۔	۴۶۵	ایسے ۔۔۔	۴۷۲
۔۔۔	۴۵۸	فرمانبرداری ۔۔۔	۴۶۵	۔۔۔	۴۷۳
حضور ﷺ کا ۔۔۔	۴۵۸	حضور پر ایمان کا ۔۔۔	۴۶۶	۔۔۔	۴۷۳
۔۔۔	۴۵۹	یہودیوں کا ۔۔۔	۴۶۶	۔۔۔	۴۷۳
۔۔۔	۴۵۹	یہودیوں کی ۔۔۔	۴۶۵	۔۔۔	۴۷۳
۔۔۔	۴۵۹	منافقوں کی ۔۔۔	۴۶۵	۔۔۔	۴۷۳
۔۔۔	۴۵۹	منافقوں کے ۔۔۔	۴۶۵	۔۔۔	۴۷۳
۔۔۔	۴۵۹	۔۔۔	۴۶۶	۔۔۔	۴۷۳
۔۔۔	۴۶۰

حضرت حذیفہؓ کا مشرکین میں گھس جانا	۴۷۵	حضرت مصعب بن عمیرؓ	۴۸۲	حضرت سعدؓ کا بطور مشیر تقرر	۴۸۹
مشرکین کی ناپسپائی	۴۷۵	حضرت علقمہ بن عبیداللہ	۴۸۲	حضرت سعدؓ کا فیصلہ	۴۸۹
حضرت حذیفہؓ کا قوم نجران سے کر لوٹنا	۴۷۵	محمل کا جملہ	۴۸۳	حضرت سعدؓ کی دعا	۴۹۰
فرشتوں کا اثر	۴۷۵	کفار کی ذلت و ناکامی	۴۸۳	یہودی مخبروں کا قتل	۴۹۰
رحمۃ للعالمین کا اثر	۴۷۵	لڑائی کے اطمینان بخش	۴۸۳	یہودیوں کا سردار بھی	۴۹۰
حضرت حذیفہؓ سے فرشتوں کی بات چیت	۴۷۵	یہودی قریظہ کی عہد شکنی کی سزا	۴۸۳	قیدیوں کو پانی پلانے کا حکم	۴۹۰
حضرت زبیرؓ کی فضیلت	۴۷۵	بنو قریظہ کے متعلق یمین	۴۸۳	کعب بن اسد سے حضور ﷺ کی گفتگو	۴۹۰
کافروں کی واپسی پسپائی	۴۷۵	یہودیوں کی رجعتیں	۴۸۴	قتل کا اصول	۴۹۱
واپس شیرازہ بننے کی دعاء	۴۷۶	خود وہابی قریظہ کا واقعہ	۴۸۴	رفاعہ کی جان بخشی	۴۹۱
انتظامی، معاشرتی امتیاز اسلامی وحدت	۴۷۶	خندق سے واپسی	۴۸۴	ایک یہودی عورت کا قتل	۴۹۱
اور اسلامی قومیت کے مبانی نہیں	۴۷۶	فرشتے کی آواز	۴۸۴	زبیر بن باطا کی عجیب داستان	۴۹۱
خندق کی کھدائی کی تقسیم پر سے نظر ہی کی گئی	۴۷۶	فتنۂ اسلمی کی دبیر ہے	۴۸۴	مال کی تقسیم	۴۹۲
خود خندق کا موسم اور فرشتوں کا رعب	۴۷۶	فرشتوں سے الہتہ ہوا غبار	۴۸۵	کچھ قیدیوں کی فروخت	۴۹۲
غیر یقینی حالات	۴۷۶	حملے کا اعلان	۴۸۵	حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کی تجارت	۴۹۳
منافقوں کی بزدلی	۴۷۷	مجنقا	۴۸۵	مال بیچنے میں جعلی کی ممانعت	۴۹۳
یثرب	۴۷۷	خود وہ بنو قریظہ کب ہوا	۴۸۵	شاہی تحفہ میں آئی ہوئی باندیاں	۴۹۳
منافقوں کا منصوبہ اور ارجاف	۴۷۷	حضور ﷺ کی سواری	۴۸۵	مناقب سعد بن معاذؓ	۴۹۳
رسول اللہ ﷺ کی ایک جنگی تدبیر	۴۷۷	جبریل کی سواری اور بنی نجار کو حکم	۴۸۵	مجتہدین کے اختلاف میں کوئی جانب گناہ	۴۹۴
حضرت سعدؓ کی غیرت ایمانی اور عزم مشورہ	۴۷۷	بنی قریظہ کی گالیاں	۴۸۶	بالکل نہیں ہوتی جس پر اجتہاد کی بنا ہے	
منافقوں کی اندرونی کیفیت	۴۷۸	یہودی کہہ مکرنیاں	۴۸۶	ازواج مطہرات کا معاملہ	۴۹۴
منافقوں کی عہد شکنی	۴۷۸	چھواروں کا کھانا	۴۸۶	ازواج مطہرات کو اختیار	۴۹۵
موت سے کوئی کہیں بھاگ سکتا	۴۷۸	محاصرہ کا آغاز	۴۸۶	اختیار دینے کا سبب	۴۹۵
اللہ کے ارادہ کو کوئی نہیں روک سکتا	۴۷۹	یہودیوں کو اپنی بداعمالی کا یقین	۴۸۶	ازواج مطہرات کا اجر	۴۹۵
منافقوں کی بداندیشی اللہ کو معلوم ہے	۴۷۹	کعب بن اسد کی تین پر مشتمل تجویز	۴۸۶	ازواج مطہرات کی تعداد	۴۹۶
منافقوں کی موقع پرستی	۴۷۹	قوم یہود کا انکار	۴۸۶	حضرت عائشہؓ اور تمام ازواج نے	۴۹۶
منافقوں کے محمل بے جان ہیں	۴۸۰	کعب کی دوسری تجویز	۴۸۷	حضور ﷺ کو اختیار کر لیا	۴۹۶
منافقوں کی بزدلی کا عالم	۴۸۰	ثعلبہ اور اسید کی تقریر اور اسلام	۴۸۷	ازواج مطہرات کی قدر افزائی	۴۹۶
حضور ﷺ کا ادب تحدید استقلال	۴۸۰	عمرو بن سعود نے عہد پورا کیا	۴۸۷	اس واقعہ میں صحابہ کرامؓ کا عمل	۴۹۶
حضور ﷺ کی سیرت عمل نمونہ ہے	۴۸۰	حضرت ابولبابہؓ کا واقعہ	۴۸۸	حضرت عائشہؓ کی ذاتی	۴۹۶
حضرت عمرؓ کا اتباع سنت	۴۸۱	حضرت فاطمہؓ کی فضیلت	۴۸۸	عورت کو اختیار طلاق کا مسئلہ	۴۹۶
مخلص مسلمانوں کی شان	۴۸۱	حضرت ابولبابہؓ کا خواب	۴۸۸	ازواج مطہرات کے مطالبے کے محرکات	۴۹۷
مؤمنوں نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا	۴۸۱	یہودیوں کی شکست	۴۸۸	حضور ﷺ کی خوشی	۴۹۷
حضرت انس بن النضر کا ایفائے عہد	۴۸۲	قبیلہ اوس کی سفارش	۴۸۹	امہات المومنین کا عظیم درجہ	۴۹۸

تعلیم دینے کے آداب	۴۹۸	اہل بیت میں ازواج مطہرات داخل ہیں	۵۰۵	نماز میں سجدہ صحابہ کی طرح	۵۱۲
گھر والوں کو نصیحت کا حکم	۴۹۸	جاہلانہ کلام کا مستحق	۵۰۲	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا لقب اور اثر	۵۱۳
امہات المومنین پر گفتگو کی ممانعت	۴۹۸	حدیث سنانے کی شرط اور اس کا اثر	۵۰۲	حضرت زینب کی شادی	۵۱۳
امہات المومنین پر اعتراض	۴۹۸	فکر معاش کلام	۵۰۲	ازواج مطہرات کا حج	۵۱۴
مقام حکمت کا حکم دیا	۴۹۹	حضرت علی حضرت فاطمہ کے گھر نہیں گئے	۵۰۲	حضرت زینب کا فخر سے کہنا	۵۱۴
نصیحت والی خواتین	۴۹۹	کسی اہل بیت میں داخل ہیں	۵۰۷	نکاح اللہ نے آسمان پر کیا تھا	۵۱۴
چار فضیلت والی خواتین	۴۹۹	ازواج مطہرات اہل بیت ہیں	۵۰۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح سے	۵۱۴
تین خواتین سے افضل	۴۹۹	کنایہ کا بیان ہے	۵۰۷	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا فخر	۵۱۴
حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت	۴۹۹	مشکل پیدا	۵۰۷	حضرت زینب کا حضور ﷺ سے کہنا	۵۱۴
تمام ازواج مطہرات صدیقہ ہیں	۵۰۰	نبیوں کا نکاح اللہ کرتا ہے	۵۰۸	حضرت زینب نے طلاق لی	۵۱۵
بیوی جنت میں کس کے ساتھ	۵۰۰	عورتیں کیسے بیاہی جاتی ہیں	۵۰۸	حضور ﷺ کا حضرت زینب کو نکاح میں لانا	۵۱۵
آنکھ کا چور اور دل کا خیال	۵۰۰	عورت چھپانے کی چیز ہے	۵۰۸	حضور ﷺ کا حضرت زینب کے گھر ظہور	۵۱۶
نیچی نظر اچھی ہے بہ نسبت اونچی کے	۵۰۰	عورت کی بھلائی نماز	۵۰۸	حضور ﷺ کا حضرت زینب کے گھر ظہور	۵۱۶
غیر عورت کے سامنے گفتگو کی ممانعت	۵۰۱	۱۰۰ جماعت سے نماز افضل	۵۰۸	۳۰ سال بعد آنا ہے	۵۱۶
نامحرم سے گفتگو	۵۰۱	حضرات حسنین کی فضیلت	۵۰۹	نکاح اللہ تعالیٰ کے آسمان پر کیا	۵۱۶
عورتوں کو نصیحت کرنے کا حکم	۵۰۱	ازواج مطہرات کی فضیلت	۵۰۹	حیا کی فضیلت	۵۱۷
عورتوں کو نصیحت کرنے کا حکم	۵۰۱	رئیس کا معنی	۵۰۹	حضور ﷺ کا نکاح سے پہلے پیغام	۵۱۷
عورت کی ضرورت سے نکلنا	۵۰۱	حضرت عمر کا خطبہ	۵۰۹	الوحت الیہ	۵۱۷
نبیوں کی خلوتیں	۵۰۱	مختلف خواتین میں فضیلت	۵۰۹	۱۰۰ حدیث سنانے کا حکم	۵۱۷
۱۰۰ عورتوں کا نکاح	۵۰۱	رسول ﷺ کی والدہ	۵۰۹	حضرت زینب سے حضور ﷺ	۵۱۷
جو بات دل پر گھبراہٹ پیدا کرے	۵۰۱	کسر کا مطلب	۵۰۹	نکاح کا بیان ہے	۵۱۸
حضرت عائشہ کی فضیلت اور اعلان کا حکم	۵۰۲	صحابہ کرام کی فضیلت نبیوں کے بعد ہے	۵۰۹	نکاح کا بیان	۵۱۸
حضرت عائشہ صدیقہ کا خطبہ	۵۰۲	نبیوں کی بیویاں	۵۱۰	حضرت زینب کی خلافت اور حضور ﷺ	۵۱۸
۱۰۰ برس کے بعد صدمہ	۵۰۲	تعلیم قرآن اسلام کا حکم	۵۱۰	نکاح کے آداب اور فوائد	۵۱۹
نبیوں کا طوفان	۵۰۲	قرآن کی حرمت حدیث کی حرمت	۵۱۰	منہ بولے بیٹے کی بیوی	۵۱۹
فتنہ ہزاروں کی گمراہی	۵۰۳	سرداری	۵۱۰	حضرت زینب کا نکاح	۵۱۹
واقعہ افک پر حضرت عائشہ	۵۰۳	بیان وارثہ تین کا ذکر	۵۱۱	منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا	۵۱۹
۱۰۰ حضرت علی کا قصور	۵۰۳	خواتین کی ۱۰۰	۵۱۱	طلاق کے بعد نکاح جائز ہے	۵۱۹
۱۰۰ عصمت سے بڑی خواتین	۵۰۳	سب سے بڑا جاہد	۵۱۱	۱۰۰ حضور ﷺ کے نکاح	۵۲۰
۱۰۰ کہانی خاتون کا سب سے بڑا جرم	۵۰۳	جذاب کی سے ثابت	۵۱	۱۰۰ ثابت	۵۲۰
بے پردگی کے تعلق بات	۵۰۴	افضل اعمال آذان	۵۱۲	حضور ﷺ کی زوجہ کا ہونے کی فضیلت	۵۲۰
۱۰۰ کا بیان ۱۰۰ کی سزا	۵۰۵	نماز کا مثل	۵۱۲	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال	۵۲۰
۱۰۰ کا بیان ۱۰۰ کی سزا	۵۰۵	۱۰۰ حسن و مسلسل کا حدیث صدیق حسان	۵۱۲	سلسلہ حدیث میں حضور ﷺ کی مثال	۵۲۰

نبوت کے بعد بھی نبی آپ ﷺ خاتم تھے	۵۲۱	داعی اور قوم کی مثال	۵۲۸
اہل جاہلیت	۵۲۱	روشنی چراغ	۵۲۸
آپ ﷺ تمام نبیوں سے بھی خاتم تھے	۵۲۱	نورنبوت اور اس کے خوش نصیب	۵۲۸
قادیانیوں کی تحریفات اور ان کا رد	۵۲۱	تورات میں حضور ﷺ کے اوصاف	۵۲۹
ایک بے بنیاد تخیل	۵۲۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبشیر	۵۲۹
آنے والی امت کے ہدایت کا انتظام	۵۲۳	تورات کی پیشگوئیاں سنانا آسان کرو	۵۲۹
نبوت کی قدر تمہیں ختم ہو گئیں	۵۲۳	حضور ﷺ کی زبان مبارک اور دل مبارک	۵۳۰
قادیانی کے من گھڑت مغالطات	۵۲۳	حضور ﷺ کو اور قرآن کی روشنی	۵۳۰
اجماع امت	۵۲۳	تورات کی پیشگوئیاں	۵۳۰
منکر ختم نبوت کافر ہے	۵۲۳	کافروں منافقوں کی پروا نہ کریں	۵۳۱
ختم نبوت کی احادیث کی راوی صحابہؓ	۵۲۳	کافروں کی ایذاء کا اہمیت نہ دیں	۵۳۱
حضور ﷺ پر لگائے گئے خاتم الانبیاء پر ہیں	۵۲۴	حضور ﷺ کے کمالات اور امتیازیاں	۵۳۱
مسیلمہ کذاب اور کاذبان کا مختصر بیان	۵۲۴	ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق کا مسئلہ	۵۳۱
پروزی اور بعلی نبوت کی حقیقت	۵۲۴	نکاح سے پہلے طلاق معتبر نہیں ہے	۵۳۱
اللہ کا حکم کافی ہے	۵۲۵	عدت مردوں کا حق ہے	۵۳۲
حضور ﷺ کے سامنے گواہی	۵۲۵	حرفی صورت	۵۳۲
عظیم الشان نعمت کا شکر	۵۲۵	نفقہ سے قبل طلاق کے دو حکم	۵۳۲
بھروسہ کی عبادت	۵۲۵	طلاق کے وقت عدت گنتی کی تفصیل	۵۳۲
جمع تمام کی خصوصیت	۵۲۵	حضور ﷺ کا سر نظر اور ایک	۵۳۳
نماز میں قنوت کی اہمیت	۵۲۶	غیر مسلم بادشاہ سے بدیہ میں حضور ﷺ	۵۳۳
ذکر کی کثرت	۵۲۶	نبی کی خصوصیت	۵۳۳
حضور ﷺ کی دعاء	۵۲۶	باندیوں کے بارے میں حضور ﷺ کی خصوصیت	۵۳۳
جامع عبادت	۵۲۶	ازواج کے متعلق حضور ﷺ کی خصوصیت	۵۳۳
تحفظ حرمت محفل	۵۲۶	حضور ﷺ کی ازواج حیات مبارکہ	۵۳۴
ذکر اللہ کی کثرت کا نتیجہ	۵۲۶	اور تعدد ازواج کی حکمت	۵۳۴
"صلوٰۃ" کا معنی	۵۲۷	بغیر ولی اور بغیر مہر کے نکاح	۵۳۵
مؤمنوں پر مہربانی	۵۲۷	حضور ﷺ کی ازواج مطہرات	۵۳۵
مؤمنوں کیلئے سلام کے تحفے	۵۲۷	آنحضرت ﷺ نے نکاح کیوں کئے	۵۳۵
امت کیلئے حضور ﷺ کی گواہی	۵۲۷	قید زنا کی شرعی سزا کو مرفوع بنایا	۵۳۵
انبیاء کیلئے گواہی	۵۲۷	ازواج میں باری کے متعلق	۵۳۵
امت کیلئے گواہی کا مقصد اور گواہی کی دنیا	۵۲۸	حضور ﷺ کا وصیت	۵۳۶
نور احکم	۵۲۸	بدکار اور بدکاری پر سزا	۵۳۶
دعوت حق کی دشواریاں	۵۲۸	حضور ﷺ کی اخلاقی عظمت	۵۳۶

اختیار کے مختلف پہلو	۵۳۶	دور جاہلیت کا ایک غلط رواج	۵۳۷
تعدد ازواج کا مسئلہ	۵۳۸	حضور ﷺ کے بیٹے ابراہیمؓ کی ولادت	۵۳۸
حضور ﷺ کو اختیار دینے کی حکمت	۵۳۸	ازواج مطہرات کیلئے آسانی	۵۳۸
حضرت زینبؓ کی بیوگی	۵۳۸	حضرت جحشؓ کی	۵۳۸
رحمتی مہر اور	۵۳۸	حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ کا نکاح	۵۳۹
نکاح سے پہلے محرمات کو دیکھنا	۵۳۹	حضور ﷺ کی مجلس کیلئے آداب	۵۳۹
پردے کا حکم	۵۳۹	حضرت عمرؓ فاروقؓ کی رائے	۵۳۹
حضرت عمرؓ فاروقؓ کی فضیلت	۵۴۰	"سلمان جہاں کی دعوت قبول کرو	۵۴۰
کسی کے ہاں دعوت پر جانے کے آداب	۵۴۰	حضور ﷺ کی مروت	۵۴۰
ازواج مطہرات کیلئے احکام	۵۴۱	حضور ﷺ کی حیات میں یا وفات	۵۴۱
کے بعد ازواج مطہرات میں سے	۵۴۱	کسی کا غیر سے نکاح جائز نہیں رہے	۵۴۱
ایک مشکل صورت	۵۴۲	گھریلو ازواج کی بہو	۵۴۲
انسداد فواحش کا اسلامی نظام	۵۴۳	ضرورتی تجویز	۵۴۳
براءۃ کا حکم اسباب، اہمیت اور احکام	۵۴۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینے کا وبال بھی اللہ کو پہنچا	۵۴۵
امہات المؤمنین سے نکاح پر وعید	۵۴۵	محرم مردوں سے پردہ نہیں ہے	۵۴۶
رضاعی رشتوں کے محرم	۵۴۶	حضور ﷺ اور ازواج مطہرات کا مقام	۵۴۶
حضرت حق کی ثنائی ہوئی دعاء	۵۴۷		

درود بھیجنا واجب ہے یا مستحب	۵۴۷
آخری قعدہ میں درود پڑھنا	۵۴۸
ہر مرتبہ حضور ﷺ کے نام پر درود	۵۴۸
کے واجب ہونے کے دلائل	۵۴۸
درود بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی نسبت کیا ہے	۵۴۹
ایک نسخہ درود پڑھنے کی فضیلت	۵۴۹
حضور ﷺ کا قرب کا حصول	۵۴۹
سلام پہنچانے والے فرشتے	۵۴۹
سلام کا جواب	۵۴۹
دنیا و آخرت کی ساری مرادوں کا حصول	۵۴۹
تمام فکروں کا دور ہو جانا	۵۵۰
گھر بیٹھے ملنا	۵۵۰
ستر مغفرت	۵۵۰
حضور ﷺ کی شفاعت	۵۵۰
حضور ﷺ کی خوشی	۵۵۰
زیادتی قربت	۵۵۰
جنت اور دیدار نصیب	۵۵۰
اعمال پر اجر عظیم ثواب	۵۵۰
سب سے بڑی عمر جیسا درود	۵۵۰
درود نہ پڑھنے والے بخیلوں کے ہم پلہ	۵۵۰
گناہوں کی صفائی	۵۵۱
بھوک اور فقر کی کثرت	۵۵۱
کتاب میں درود لکھنے کا ثواب	۵۵۱
نیکی کے بتانے والے کیلئے صلوٰۃ و سلام کا مسئلہ	۵۵۱
صحابہ کرام کی عظمت	۵۵۲
نماز کیلئے حضور ﷺ کی تعلیم فرمودہ دعاء	۵۵۲
صلوٰۃ و سلام کا طریقہ	۵۵۲
رسول اللہ ﷺ کا پیدا ہونے کی پیدائش	۵۵۳
پہلوں اور پچھلوں کی ولادت اور سائی	۵۵۳
دین آسمانی کا لانے والا	۵۵۳
رسول اللہ ﷺ کو اپنا اولیٰ معلوم ہونا	۵۵۳
اپنے گناہ حضور ﷺ کو دینے کا مطلب	۵۵۳
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت	۵۵۳

حضرت عائشہؓ کی فضیلت	۵۵۳
امہات المؤمنین کی بیویوں سے محبت	۵۵۴
توہین رسالت کے مجرم کی سزا	۵۵۴
کامل مسلمان	۵۵۴
عبداللہ بن ابی منافق	۵۵۴
حضرت علیؓ کی فضیلت	۵۵۵
آداب گروہ منافق	۵۵۵
بہتان تراش منافق	۵۵۵
پردہ کا حکم	۵۵۵
عورت پردہ کرنے ضروری کام کیلئے	۵۵۶
گھر سے باہر پردہ حتمی ہے	۵۵۶
پردہ کا طریقہ	۵۵۶
حضور ﷺ کی معاجزیاں	۵۵۶
چادر اوڑھنے کی صورت	۵۵۶
باہر نکلنے کیلئے پردہ کے دو شرطیں	۵۵۶
جوان عورت کا چہرہ اور ہتھیلی کی	۵۵۱
طرف دیکھنا ممنوع ہے	۵۵۶
پردہ کے دور رہنے	۵۵۶
آزاد اور لونڈی کا امتیاز	۵۵۶
منافقوں کے ساتھ برتاؤ کی تعلیم	۵۵۷
منافقوں کی ایذا کہنی اور ان کا کلمہ باب	۵۵۷
غداروں کا قتل عام	۵۵۷
کفار کیلئے لعنت کا نزول	۵۵۸
منافق و مرتد کی سزا	۵۵۹
ایذاء دینا مسلمانوں کو بھی ناحق حرام ہے	۵۵۸
فتنہ پردازی کا قانون	۵۵۸
اقوام گذشتہ کا حال دیکھو	۵۵۸
مستقل راہنمائی اللہ ہے	۵۵۸
قیام قیامت کا علم	۵۵۸
ملعون گروہ کا عذاب	۵۵۹
آخرت کی حسرت	۵۵۹
بنی اسرائیل کی علم رہا نہ ہونا	۵۵۹
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کی شہادت	۵۶۰

حضرت موسیٰ پیدا ہونا، ولی تربیت	۵۶۰
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قتل کی تہمت	۵۶۰
آنحضرت ﷺ پر ایک گرانی	۵۶۰
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وجاہت	۵۶۰
سیدھی بات کہو	۵۶۱
انسان کی تکلیم ذمہ داری	۵۶۱
حضرت آدم کو اطاعت کی تعلیم کرنا	۵۶۲
زمین و آسمان کی حالت	۵۶۳
انسان کی خلقہ	۵۶۲
ذمہ داری کی اہمیت	۵۶۲
امانت کے اٹھ جانے کا آئینہ پیٹھ	۵۶۲
چار فیصلوں کا صاف	۵۶۳
امانت داری دل کی صفت ہے	۵۶۳
قرب و رضائے الٰہی کا شوق	۵۶۴
عرض امانت کا وقت	۵۶۴
ادائے امانت فرض ہے	۵۶۴
آیت امانت کی تفسیر	۵۶۴
حضرت حکیم امانت تھانوی کا ارشاد	۵۶۴
حضرت جنید بغدادی کا ارشاد	۵۶۴
امانت کے متعلق علماء کے اقوال	۵۶۴
جہادات کا الف خانی سے معاملہ	۵۶۴
حضرت آدم علیہ السلام	۵۶۴
امانت کی تشریح	۵۶۴
حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تحقیق	۵۶۵
علامہ بیضاوی کی تحقیق	۵۶۵
انسان کے ظلوم و جہول ہونے کا مطلب	۵۶۵
ترکیہ ضروری ہے	۵۶۶
منافق کا فخر اور توبہ کا انجام	۵۶۶
بارامانت کا نتیجہ	۵۶۷
شرعی ذمہ داری کی فرض	۵۶۷

☆ ☆ ☆

سورۃ المؤمنون

سورۃ المؤمنون مکہ میں اتری اور اس کی ایک سو اٹھارہ آیتیں ہیں اور چھ رکوع

جس نے اس کتاب میں پڑھا اس نے دل میں نرمی اور رونے کی عبارت میں کھڑے ہونے کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرنے کی تعریف سنی ہے

اور ایک ایسے عمل کی توفیق ہے جو دوزخ سے نجات کا سبب ہے۔ (معالم التنزیل بغوی ص ۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ

کامیاب ہو گئے ایمان والے جو کہ وہ

فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ

نماز میں عجز کرنے والے ہیں

خشوع کا معنی

"خشوع" کے معنی ہیں کسی کے سامنے خوف و ہیبت کے ساتھ سکون اور پست ہو جانا۔ بعض لوگوں نے "حاضعون" کی تفسیر "خائفون" (خوف کھانے والے) سے کی ہے اور آیت "وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ" (اور سب چہرے زندہ قائم رہنے والے کے سامنے جھک گئے ہوں گے) میں بھی یہی معنی مراد ہیں۔ "خشوع" میں ایک طرح کا سکون و تذلل معتبر ہے۔ قرآن کریم میں "خشوع" کو وجوہ، ابصار، اصوات وغیرہ کی صفت قرار دیا ہے۔ اور یہ جملہ "وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ" میں قلب کی صفت بتائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل خشوع قلب کا ہے اور اعضاء و بدن کا خشوع اس کے تابع ہے۔

نماز میں خشوع:

جب نماز میں قلب خاشع، خائف اور سکون پست ہوگا تو ظاہر اور باہر چلنے پھرنے کے اعتبار سے بھی خشوع پیدا ہو جائے گا۔ پھر خوف، ہیبت اور سکون و خشوع نے آثار بدن پر بھی ظاہر ہوں گے مثلاً باوضو ہونا، سر جھکانا، نگاہ پست رکھنا، ادب سے بیٹھنا، ہلنا جلنا اور ادھر ادھر توجہ نہ کرنا، کپڑے وغیرہ کا سنبھالنا اور بے فائدہ انگلیاں نہ چٹخانا وغیرہ۔ یہ سارے امور خشوع کے تحت افعال و احوال لازمہ میں سے ہیں۔ اسماء بنت یزید میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے متعلق ہے کہ نماز میں ایسے ساکن ہوتے تھے جیسے ایک بے جان لکڑی اور کہا جاتا تھا کہ یہ نماز کا خشوع ہے۔ بعضوں کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ زائد از خشوع کے نتیجہ و حصول ہوتی ہے یا نہیں۔ صاحب روح المعانی نے تقاضائے خشوع اور اسے صلوٰۃ کے لئے شرط نہیں۔

اس تحول صلوٰۃ کے لئے شرط بیہقی نے شعب الایمان میں بطریق عکرمہ بطلان قول قتادہ کے لئے شروع ہے۔ واللہ اعلم۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے اسباب، علوم اور اس کی شرح میں تفصیل ملاحظہ کی جائے۔ بہرحال اجمالی فلاح اور اخروی کامیابی ان ہی مومنین کو حاصل ہوگی جو خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور ان اوصاف سے موصوف ہیں جو آگے بیان کئے گئے ہیں۔ (روح المعانی)

پہلی دس آیات:

مسند احمد میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو پاس والوں کے کان میں مکھی کی آواز ہوتی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز ہوتی ہے۔ ایک روز ہم آپ پر وحی نازل ہونے کی وجہ سے ٹھہر گئے۔ (یعنی آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی) جب وحی کی حالت کیفیت سے فراغت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گئے اور دعا کرنے لگے "اللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَارْضَ عَنَّا وَارْضَ" (یعنی یا اللہ ہمیں زیادہ دے، گھٹا نہیں اور ہمارے ساتھ بھلائی کر اور ہم پر فضیلت دے ہم پر کسی کو فضیلت نہ دے اور ہم سے راضی ہو جا اور ہمیں بھی اپنے سے راضی کر دے) اس کے بعد فرمایا کہ مجھ پر اس وقت دس آیتیں اترنی نازل ہوئی ہیں کہ جو شخص ان پر ہمارا پورا عمل کرے وہ جنت میں جائے گا۔ پھر یہی دس آیتیں جو اوپر لکھی گئی ہیں پڑھ کر سنائیں۔ (ابن کثیر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق:

صحیحین کے حوالہ سے ظاہر ہوا کہ آپ کے اخلاق بھی یہی تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا آپ کا خلق عین قرآنی حالت تھی پھر قرآن میں جس کے بعد یہ دس آیتیں تلاوت کر کے فرمایا کہ یہی خلق و عادت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ (روح المعانی)

کامیابی کی چابی:

اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے کا وعدہ ان مومنین سے کیا ہے جن میں یہ سات صفات موجود ہوں جن کا ذکر ان آیات (۱ تا ۷) میں کیا گیا ہے۔

نماز میں دائیں بائیں دیکھنا

نماز میں خشوع کی اہمیت اور اس کا درجہ

ظلم کیا ہے؟

لفظ "قد" کا استعمال

اس بگڑے ہوئے ماحول میں اللہ کی طرف سے ایک نبی کا آنا ایک بہت بڑی نعمت ہوتا ہے۔ اس نعمت کی قدر وہی لوگ جانتے ہیں جنہوں نے اس نعمت کے آنے سے پہلے کا زمانہ دیکھا ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کو یاد دلانے کے لیے بار بار اس کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی اس نعمت کو یاد دلانے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے: وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ (ابراہیم: ۵) ”اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ“۔ اللہ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر خاص انعام فرمائے ہیں۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے: وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ (المائدۃ: ۷) ”اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہے اور اس عہد کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا ہے“۔ اس عہد سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی امت سے لیا ہے کہ وہ اس نبی پر ایمان لائے گی اور اس کی مدد کرے گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی امت کو اللہ کے دنوں کی یاد دلائے۔ ان دنوں کی یاد دلانے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھیں اور ان کا شکر ادا کریں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم: ۷) ”اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا“۔ شکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو اس کی اطاعت میں استعمال کیا جائے۔ اللہ کی نافرمانی میں استعمال کرنا ناشکری ہے۔

پہلی جنت میں نہ جائے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اس گھر (یعنی بیت اللہ) کی زیارت کرے، پھر اس میں آئے، نہ تو بیہودہ بات کرے اور نہ فسق کرے، تو وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک) لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا“۔ (سنن النسائی، الحج، باب فضل الحج والعمرۃ، حدیث: ۲۶۲۴)

اس حدیث میں حج کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حج کرنے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اس حدیث میں حج کی دو شرطیں بیان کی گئی ہیں: ایک یہ کہ حج کرنے والا بیہودہ بات نہ کرے۔ بیہودہ بات سے مراد ہر وہ بات ہے جو شریعت کے خلاف ہو، جیسے جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ وغیرہ۔ دوسری شرط یہ کہ حج کرنے والا فسق نہ کرے۔ فسق سے مراد ہر وہ گناہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کا سبب بنے، جیسے زنا، چوری، ڈاکہ، قتل وغیرہ۔ ان دو شرطوں کے ساتھ حج کرنے والا ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حج کی فضیلت صرف اسی کو حاصل ہوتی ہے جو حج کی شرائط کو پورا کرے۔ جو شخص حج کی شرائط کو پورا نہ کرے، اس کو حج کی یہ فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔

جنت کی چیزیں

میں نے کہا: میں اس حدیث میں غور کروں گا۔ میں نے غور کیا تو مجھے یاد آیا کہ میں نے ایک حدیث سنی تھی جو اس حدیث کے مشابہ تھی۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت کی چیزوں میں سے کوئی چیز دنیا کی چیزوں کے مشابہ نہیں ہے، سوائے نام کے“۔ (صحیح البخاری، التفسیر، باب قولہ: وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا، حدیث: ۴۸۸۷)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے بہت زیادہ بہتر ہیں۔ دنیا کی نعمتیں جنت کی نعمتوں کے مقابلے میں بہت ہی ادنیٰ ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَىٰ (النساء: ۷۷) ”کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت پرہیزگار کے لیے بہتر ہے“۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (آل عمران: ۱۸۵) ”اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے“۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَىٰ (الضحیٰ: ۴) ”اور تمہارے لیے آخرت دنیا سے بہتر ہے“۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ (القصص: ۶۰) ”اور اللہ کے پاس جو ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے“۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ (آل عمران: ۱۹۸) ”اور اللہ کے پاس جو ہے وہ نیکوکاروں کے لیے بہتر

سے اور اپنے سینے سے اپنی نظریں نیچی رکھو۔

تشریح: یعنی نماز میں کسی طرف مائل نہ ہو، ادھر ادھر نہ دیکھے، اگر ہو تو (جو کچھ بن پڑے) کرلے۔

حضرت ابوبکر صدیق کی نماز

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں خشوع سے ڈرا کرتے تھے۔

تشریح: خشوع کے معنی ہیں قلبی اخلاص (اللہ کی طرف دل سے متوجہ ہونے) کے ساتھ عاجزی، کامل یقین اور پوری توجہ کے ساتھ۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خشوع کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ خشوع یہ ہے کہ نماز میں دل کا خشوع (اللہ کی طرف متوجہ ہونا) اور اعضاء کا خشوع (عاجزی اور سکون) ظاہر ہو۔

تشریح: یہ ارشاد حضرت ابوبکر صدیق کی نماز کی کیفیت کو بتلا رہا ہے کہ وہ نماز میں کس طرح اللہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی تکمیل کے لئے دل کا خشوع اور اعضاء کا خشوع دونوں ضروری ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابوبکر صدیق کی نماز

ترجمہ: جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بے جان لکڑی کھڑی ہے۔ (اپنی جگہ) کہا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی بھی یہی حالت تھی۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ اور حضرت ذات النطاقین رضی اللہ عنہا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ آپ کا جسم مبارک بالکل ساکن ہوتا تھا۔ (ابوداؤد)

نماز میں پتھر نہ ہٹانا:

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی نماز کھڑا ہو جائے تو پتھریوں کو صاف نہ کرے (یعنی ہٹائے) کیونکہ رحمت اس کے منہ کے سامنے ہوتی ہے۔ (اس کی طرف سے آتی ہے) (ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن مردویہ، ابن ابی حاتم، بیہقی) یہ حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نصیحت

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے نماز میں اور ہر حال میں اچھے سے اچھا کام کرنا۔ (ابن السنی، ابونعیم، دیلمی)

تشریح: یہ بھی حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا بیٹے نماز میں اور ہر حال میں اچھے سے اچھا کام کرنا۔ (ابن السنی، ابونعیم، دیلمی)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ (سورہ مومنون)

فضولیات سے پرہیز:

یعنی فضول، بیکار مشغلوں میں وقت ضائع نہیں کرتے، فضول سے مراد ہر وہ شخص ہر وہ کام ہر وہ بات ہے جو فائدہ سے خالی ہو۔ اچھے لوگ ایسی چیزوں سے بچتے ہیں۔ ان کو مخاطب کرکے یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

آیت کا مفہوم نہیں بدلتی کیونکہ یہ خاوند اور نوکروں دونوں کو اپنے دامن میں لے لیتا ہے۔

پرخوش گفت بہلول فرخندہ رو ۔۔۔ چو گذشت برعارف شکلوہ
گریاں بہ نزدیک بلبل بشتے ۔۔۔ بہ پیکار دامن ترے پر ہوئے
(تفسیر حقانی)

لغو کے درجات:

لغو کے بہت سے فضول کاموں سے جس کی کوئی فائدہ مند غرض نہ ہو۔ لغو کا اعلیٰ درجہ معصیت ہے۔ آخرت میں جس میں فائدہ دینی دنیوی کے ساتھ دینی نقصان ہے۔ ادنیٰ درجہ ایسے مباح کا ہے جس میں دینی دنیوی کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ وقت کے ضیاع پر حسرت ہو۔ لغو کی تعریف میں ہر فضول کام داخل ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محسن اسلام الصرافر کہ مالا یعنیہ۔ یعنی انسان کا اسلام جب اچھا ہو سکتا ہے جب وہ بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دے۔ اسی لئے آیت میں اسکو مومن کامل کی خاص صفت قرار دیا ہے۔ (معالم ملخصاً)

لغو کے متعلق اقوال:

ابن زید نے کہا لغو سے (قولی ہوں یا فعلی) اعراض کرنا۔ دوسرے لوگوں نے کہا لغو سے مراد شرک ہے۔ حسن نے کہا گناہ اور فحش باتیں مراد ہیں۔ مکی کہتا ہے کہ آخرت میں کام نہ آنے والے امور دنیا مراد ہیں جن سے خود بھی اعراض کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی۔

اس بات کی شرف انسانی کے لئے کہ شرک اور معاصی اور بے فائدہ فضول باتوں سے بچتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کتاب اللہ کا تدبر کرتا ہے اور دوسروں کو بھی یہ بتلاتا ہے اور ہر غیر ضروری بات سے پرہیز کرتا ہے۔

فعلی نے کہا لغو سے مراد اعراض کرنے کا یہ مطلب ہے کہ کافروں کے مقابلہ میں وہ کبھی بات نہیں دیتے اور نہ ان کو اہمیت دیتے ہیں۔

دوسری آیت میں اللہ نے فرمایا ہے "وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا" اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ ایسی بات سنتے ہیں تو خود اس کے اندر شامل نہیں ہوتے۔ اور فرمایا

وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ

زکوٰۃ ادا کرنا:

یعنی ان کی عادت ہے کہ ہمیشہ زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ کبھی ادا کی کبھی نہ ادا کی۔ ابن عباس نے فاعلون الزکوٰۃ کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔ مجاہد نے ترجیب اختیار فرمایا کہ ہمیشہ پاکی کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ان کا تعلق ہے مراد ہم تحقیق قدس روحہ نے "یا" کہا ہے جس کی طرف اشارہ کرنا یا محض مفسر ہیں نے یہاں زکوٰۃ سے "طہارت" (پاکیزگی) یا ترکیہ نفس کے معنی لئے ہیں یا ہے۔ گو

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ

مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے جو ان کی ملک یمین ہیں

فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ

تو ان پر کچھ الزام نہیں ہے۔ ہاں جو اس کے سوا

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ

شرمگاہوں کی حفاظت:

جو اپنی منکوحہ عورت یا باندی کے سوا کوئی اور ہو۔ حفاظت شہوت کا مطلب ہے۔ اور حلال کی حد سے آگے نہ بڑھنا ہے۔ اس میں ہر وہ بات داخل ہے جو حرام ہے۔ مثلاً زنا، لواطت، اپنے ہاتھ سے شہوت پوری کرنا، جانور سے صحبت کرنا، کسی عورت سے جو اپنی ملک نہ ہو یا اپنی ملک کی حیض و نفاس کی حالت میں یا روزہ یا اعتکاف کی حالت میں صحبت کرنا۔

إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ (یعنی جو اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے علاوہ سب سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ان دونوں کے ساتھ شرعی ضابطہ کے مطابق شہوت پوری کرنے کی اجازت ہے۔ اور کسی سے کسی کا جائز طریقہ پر شہوت پوری نہ ہونے کی وجہ سے اس آیت کے حکم پر زنا کا ارتکاب نہیں ہوتا۔

فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ (یعنی شرعی ضابطہ کے مطابق اپنی بیوی اور لونڈی سے شہوت پوری کرنے میں کوئی ملامت نہیں۔ یہ دونوں پر کامل حلت ہے۔ کسی اضافہ کی ضرورت نہ کسی شرط کی۔ نہ کسی حد کے مقصد ہونے کی۔ نہ ان کا ہونا اتنا ہی ہے کہ جو ایسا کرے۔ وہ قابل ملامت نہیں رہتا ہے۔

قضائے شہوت کی حرام صورتیں

[illegible] ہے [illegible] کی [illegible] کے حلال قضائے شہوت سے [illegible] اور [illegible] جو حرام ہیں [illegible] ہے [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] کی

بہت سے ملوک کے۔ پھر یہ کہ جو بغیر بلائے ان کی دعوت میں جائے گا، وہ ان کی مدد کرے گا۔ (مسلم)

آنکھوں کی ٹھنڈک دل کی راحت:

چنانچہ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے خوشبو اور عورتیں زیادہ پسند ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے (نسائی)۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے نماز کے وقت اپنی لونڈی سے کہا کہ پانی لاؤ تاکہ وضو کر کے راحت حاصل کروں تو سننے والوں کو اس کی یہ بات کچھ بری نظر آئی۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے ہمارے پاس نماز پڑھ کر ہمیں راحت پہنچاؤ۔ (ابوداؤد)

بہترین نعمت: حدیث شریف میں ہے سعید سے سعید وہ ہے جو دار قرم پر گرفت کا خوف کرے جان لو کہ تمہارا سب سامان اجمالی میں بہترین عمل نماز ہے۔ پھر وضو کی حفاظت ہر وقت کرو۔ سوائے اس کے کون مومن رکھ سکتا ہے۔

لَهُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ	
وہی ہیں وارث لینے والے جو وراثت پائیں گے فردوس کی	
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ	
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے	

جنت کے وارث ہونے پر پہلے سی چند آیتیں لکھ چکے ہیں۔ (قتادہ رحمہ اللہ)

مہاجرین وانصار:

شروع اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سورہ مومنون مکی ہے اور سورۂ سورت مدنی ہے جس سے تین مسلسل آیات فاصلہ کو بیان کیا گیا ہے اس کے اولین مصداق مہاجرین اولین اور خلفاء راشدین تھے جن کو دنیا اور دنیا کی فوز و فلاح سے نوازا گیا۔ (از تفسیر انقلاب و سعادت کا مدنی)

جنت کے وارث:

ان سب صفات کے بعد فرمایا کہ ارشاد ہوتا ہے کہ یہی لوگ وارث ہیں، جو فردوس کے وارثی بنیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے خدا سے جب جنت مانگو جنت الفردوس مانگو وہ سب سے اعلیٰ اور اوسط جنت ہے۔ اوپر جنت کی سب نہریں جاری ہوتی ہیں اسی کے اوپر خدا تعالیٰ کا عرش ہے (صحیح)

ہر ایک کی دو منزلیں:

فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی دو منزلیں ہیں ایک منزل جنت میں ایک جہنم میں۔ جب کوئی دوزخ میں گیا تو اس کی منزل کے وارث جنتی بنتے ہیں اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ بجا فرماتے ہیں جنتی تو اپنی جنت کی جگہ سنبھال لیتا ہے اور جہنمی کی جگہ خالی ہوتا ہے اور دونوں نے کے خلاف کرتے ہے۔ کفار و مومنین کے لئے پیدا کئے گئے ہے انہوں نے عبادت ترک کی دونوں کے لئے جو طبعیات تھے دونوں سے مختلف کر کے جنتوں کے لئے کر دیئے گئے۔ اسی لئے وارث کہا گیا صحیح مسلم میں ہے کہ مسلمان پیروؤں کے برابر ثواب لیتا۔ کہیں سے مشہور اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر ڈالے گا اور ایسی جگہ لے آئے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تمام مشرکین و مسلمان کو ایسا ایک یہودی یا نصرانی دے گا کہ یہ تیرا فدیہ ہے جہنم سے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے جب یہ حدیث سنی تو راوی حدیث ابوبردہ سے قسم دلائی انہوں نے تین مرتبہ قسم کھا کر حدیث کو دہرایا۔ اس پر آیت ہے یہ بھی ہے لِيَذَّكَّرَ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ اور عورت میں ہے۔ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ

فردوس: فردوس رومی کی زبان میں باغ کو کہتے ہیں بعض سلف کہتے ہیں کہ اس باغ کو جس میں انگور کی بیلیں ہوں۔ (ابن ابی حاتم)

الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے۔

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ یعنی یہی لوگ جو اوصاف مذکورہ کے حامل ہیں۔

خَالِدُونَ یعنی اس بات کے مستحق ہیں کہ صرف انہی کو (فردوس کا) وارث کہا جائے گا۔

الَّذِينَ يَرِثُونَ یہ لوگوں کا وصف ہے اور جس چیز کے وارث ہوں گے ان کا بیان بھی پہلے بالتعیین وراثت کا ذکر کیا گیا پھر تعیین کے ساتھ وارث فردوس کا ذکر کیا گیا۔ اس سے وراثت کی عظمت اور بلندی شان ظاہر ہوگئی۔ (فتح البیان)

یہ بیان کیا جاتا ہے۔ وارث ہونے کا لفظ بتا چکا ہے کہ پہلے فردوس کی اور پھر تمام جنتوں کو دیدی جائے گی۔

ابن جریر نے حضرت انس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر ایک اپنے وارث کی میراث سے بھی گا کہ جنت کے اندر اس کا میراثی حصہ ختم کر دے گا۔ (خیر مقدمی)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ	مِن سُلَالَةٍ	مِّن طِينٍ
اور ہم نے بنایا	آدمی کو	مٹی سے

منتخب مٹی کا بنا ہوا: کہ کہ سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام منتخب مٹی سے پیدا ہوئے اور ایسے بھی تمام بنی آدم نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور نطفہ بھی مٹی سے نکلی ہوئی غذا اور اس کا خلاصہ ہے۔ (ابن جریر)

عبدالرحمٰن زید کا قول نقل کیا ہے کہ مِنْ سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ سے مراد ہے بنی آدم کا نطفہ (کہ یا طین سے مراد ہے بنی آدم اور سلالہ سے مراد ہے نطفہ)۔ (ابن جریر)

ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ

پھر ہم نے اسے نطفہ کی شکل میں ایک محفوظ جگہ پر رکھا

رحم مادر میں:

یعنی ہم نے جس جہان سے تمہیں پیدا کیا ہے

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا

پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنایا پھر جمے ہوئے خون کو ہم نے گوشت کی بوٹی بنایا پھر بوٹی کو ہڈیاں بنایا پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا

مختلف مراحل:

یعنی پہلے صرف گوشت کا لوتھڑا تھا جس کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں کے اوپر گوشت چڑھایا، یہ مختلف مراحل ہیں جو ہم نے "ثم" (پھر) کی تعبیر سے بیان کئے ہیں۔ (تفسیر نمونہ)

مضغہ: گوشت کی بوٹی اتنی ہو جو چبانے کے بقدر ہو۔ گوشت کی بوٹی کو عربی میں مضغہ کہتے ہیں کیونکہ ہم اس گوشت کو جسے مضغہ کہا جاتا ہے چبا کر ہی نگلتے ہیں۔ (مجمع البیان)

ہڈیوں کا گوشت سے ڈھانپا جانا:

ہڈیوں کا گوشت سے ڈھانپا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ ہڈیوں کی نشوونما گوشت سے پہلے ہوئی ہے۔ (مجمع البیان)

ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ

پھر ہم نے اسے ایک نئی صورت میں

روح حیات:

یعنی ان بے جان چیزوں سے ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ جس پر ہم نے اپنی بے پایاں قدرت کے عجائبات اور حکمت کے بہت سے محاسن واضح کئے ہیں۔ (تفسیر نمونہ)

نفخ روح کیا ہے:

نفخ: اس عضو کی ایک حرکت ہے جس کا جزو ہوا کے ساتھ باہر جاتا ہے جیسا کہ بوٹی گوشت کا بنا ہوا ہوتا ہے جو اس حرکت کے ساتھ باہر جاتا ہے اور تمام قابل حس اور حسی بشری صفات سے مکمل کر دیتا ہے اور ہر ملکوتی صفات اختیار کرنے کی طرف منتقل ہوتا ہے اور ہر ملکوتی صفات سے تنزل کر کے زمانی صفات کی طرف منتقل ہوتا ہے اور یہ بات بلاشک و شبہ ہے۔ (مجمع البیان)

انسان پیدائش سے انجام تک:

حضرت ابن مسعود کی روایت ہے کہ اللہ نے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کا خلق اس کے پیٹ میں چالیس راتوں تک جمع رہتا ہے پھر وہ خون بن جاتا ہے اور اس حالت میں اتنی ہی مدت رہتا ہے پھر گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے اور اتنی ہی مدت تک اسی شکل پر رہتا ہے پھر اللہ فرشتہ کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے (لکھنے والے) اس کی روزی، اس کی عمر، اس کا عمل اور یہ کہ وہ بدبخت ہے یا خوش بخت۔ (مجمع البیان)

روح حیات اور روح حیوانی:

یہ بات قطعی ہے کہ انسان کی تخلیق آخر سے ہر اول مرحلہ تک ہوئی ہے اور تمام حیوانی کمالات حاصل ہوتی ہے اب وہ مرتبہ آتا ہے جہاں انسان کی تخلیق ہوتی ہے اور تمام حیوانی اور حسی بشری صفات سے نکل کر ملکوتی صفات اختیار کرتا ہے اور ہر ملکوتی صفات سے تنزل کر کے زمانی صفات کی طرف منتقل ہوتا ہے اور یہ بات بلاشک و شبہ ہے۔ (مجمع البیان)

یہ بات قطعی ہے کہ انسان کی تخلیق آخر سے ہر اول مرحلہ تک ہوئی ہے اور تمام حیوانی کمالات حاصل ہوتی ہے اب وہ مرتبہ آتا ہے جہاں انسان کی تخلیق ہوتی ہے اور تمام حیوانی اور حسی بشری صفات سے نکل کر ملکوتی صفات اختیار کرتا ہے اور ہر ملکوتی صفات سے تنزل کر کے زمانی صفات کی طرف منتقل ہوتا ہے اور یہ بات بلاشک و شبہ ہے۔ (مجمع البیان)

انسان اور فرشتے کے نطفے روح سے ہوتا ہے۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ مراد اس روح سے روح حیوانی ہے کہ وہ بھی ہوا کی ایک قسم لطیف ہے جو علم طبعی کے بموجب اس سیارہ ہوا میں ہے جس کو اطباء اور فلاسفہ روح کہتے ہیں۔ اس کی تخلیق بھی تمام اعضاء انسانی کی تشکیل کے بعد ہوتی ہے اس لئے اسکو فثم الہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور یہ روح حقیقی جسکا تعلق عالم روحانی سے ہے وہ اس سے الگ ہے اور روح حیوانی کے ساتھ اسکا کوئی رابطہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جب چاہتے ہیں پہلی تخلیقات کا سلسلہ انسان کے بس کا نہیں اس روح حقیقی کی تخلیق تو تمام انسانوں کی تخلیق سے بہت پہلے ہے انہیں اور ان کی توالد تناسلی کے ازل میں پیدا کر کے ۱۱۴ فرمایا اور یہ ہے نفخ کے لفظ سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اظہار ہے۔ ہاں اسکا تعلق جسم انسانی کے ساتھ تخلیق اعضاء انسانی کے بعد ہوا ہے۔ اس لئے فثم روح سے یہ مراد ہو سکتا ہے کہ یہ روح حیوانی کیساتھ روح حقیقی کا تعلق ہوا ہے۔ یا تو یہ بھی ممکن ہے۔ اور دو حقیقتیں حیات انسان ایک روح حقیقی سے متعلق ہے جب اس کا تعلق روح حیوانی کے ساتھ ہو جاتا ہے تو انسان زندہ ہو جاتا ہے۔ جب منقطع ہو جاتا ہے تو انسان مر جاتا ہے روح حیوانی بھی دیا عمل چھوڑ دیتی ہے۔ (ماخوذ از معارف)

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝

سو بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر بنانے والا ہے

تناسب صورت:

خوبصورتی کے تمام اعضاء و قویٰ مناسبت چاہتے ہیں تناسب اعضاء اور اس کی رعایت میں حکمت کے موافق ہر ہیئت و صورت اختیار فرمائی۔ (تفسیر حقانی)

وحی کے ساتھ حضرت عمرؓ کی موافقت:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب کی موافقت چار باتوں میں کی ہے۔ جب یہ آیت اتری کہ ہم نے انسان کو مختلف قسم کے پیدا کیا تو میں بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ اللہ احسن الخالقین ہے گا۔ اور وہی اتر آئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

شانِ الٰہی

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ (تخلیق کے گذشتہ احوال دلیل ہیں اس امر کی کہ) اللہ بڑی شان والا ہے جو تمام صفاتِ کمال سے بڑھا ہوا ہے۔

ہر ایک چیز اللہ کی شان الٰہی کو ظاہر کرتی ہے اس بات سے کہ وہ اپنے کوئی شریک بنانے یا اس کے ساتھ کسی کو بندگی اور تذلل میں شریک کی جائے۔

عبداللہ بن سعد کا واقعہ:

بعض روایات میں آیا ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا (یعنی وحی آتی تو آپ اس سے وحی کی نقاشت بھی کرا لیا کرتے تھے) ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے بھی یہ جملہ اسی آیت مذکورہ سے اقتباس پڑھ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح لکھو۔ یہ بھی وحی نازل ہوا ہے۔ عبداللہ نے (لوگوں سے) کہا کہ محمد بھی جس طرح میں کہتا ہوں لکھ دیتا ہے۔ پس بھی وحی آتی ہے جیسے ہم کہتا ہے۔ غلاصہ یہ کہ مرتد ہو کر بھاگ گیا۔ بعد فتح مکہ کے جب سب کے قتل کا حکم ہوا تو یہاں بھی چند لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب التجا کی تو آپ نے ان اس کو بھی امان الدم قرار دیا اور حکم دیا کہ جہاں ملے قتل کر دیا جائے۔ عبداللہ حضرت عثمان بن عفان کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ حضرت عثمان کا دودھ شریک بھائی تھا۔ حضرت عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لئے امان کی درخواست کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک خاموش رہے۔ پھر بعد کے فرمایا (بھلے) (عبداللہ کو امان دی) حضرت عثمان واپس چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تم نے میرے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔ میں اس لئے خاموش رہا کہ تم میں کوئی اس کو قتل کیوں نہیں کر دیتا۔ ہیں تو یہ کہہ دیتے کہ ہمارے نبی نے خاموش رہ کر اشارہ تو نہیں کیا تھا۔ تم میں کوئی قتل کر دیتا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اشارہ کیوں نہ کر دیا فرمایا نبی کے لئے یہ جچتا نہیں کہ خائنانہ چوری کرے۔ عبداللہ اسی روز دوبارہ مسلمان ہو گیا اور پھر ان کا اسلام اچھا رہا۔ (قرطبی از حسن رضی اللہ عنہ)

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝

پھر تم اس کے بعد ضرور مرنے

سب کو موت آئے گی:

یعنی تمہارا ہونا دائمی اور قائم نہیں، مستعار اور عارضی ہے۔ بقائے ابدی صرف اللہ کو حاصل ہے۔ تم سب فنا ہونے والے ہو۔ تم اس وقت اس کے زوال سے بچنے کی اپنی ہستی کو نہیں بچا سکتے۔ یہ بھی کوئی اور ظاہر طاقت تمہارے اوپر ہے جس نے تمہارے جسم کو اپنے ہاتھ میں تھام رکھا ہے جب چاہے ڈھیل چھوڑ دے جب چاہے گرفت کر لے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝

پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے

پھر قیامت میں اٹھائے جاؤ گے:

جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا وہی دوبارہ کھڑا کرے گا۔ کہ پہلے وجود کے مشہود نتیجے اور حال کے قیام کی اپنی فاعل تین صورتوں میں ظاہر ہو کر

ہمارے کرنے کی بات نہیں ہوا۔ خالق کائنات کے سوا کوئی بیکار اور بے فائدہ چیز عبث نہیں بنا سکتا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ	
ہم نے بنائے ہیں	اوپر تمہارے سات

سات آسمان:

طَرَآئِق کے معنی بعض مفسرین نے راستوں کے کیے ہیں۔ بعض نے کہا کہ آسمان کے سات طبقے اوپر نیچے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ان سے مراد ملائکہ کے راستے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ان سے مراد ستارے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ان سے مراد ستاروں کے مدار ہیں۔ بعض نے کہا کہ ان سے مراد ستاروں کے راستے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

طَرَآئِق سے مراد آسمان ہیں۔ کیونکہ ہر اوپر والا آسمان نیچے والے آسمان پر چھایا ہوا ہے۔ کہ کوئی چیز بالائی چیز سے ہٹی ہوئی ہو تو بالائی چیز کا طریق کہا جاتا ہے۔ طرائق کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آسمانوں کے اندر فرشتوں یا ستاروں کے چلنے کی گزرگاہیں ہیں۔ (تفسیر صراط الجنان)

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ	
ہم نہیں ہیں	غافل مخلوق سے

پورا نظام قابو میں ہے:

ہر چیز پر ہمارا نظام اور خبر داری سے بنائی ہے اور اسی حفاظت و بقاء کے طریقوں سے ہم پورے باخبر ہیں۔ اگر ہم اپنی نگاہ کرم کو ہٹا لیں تو کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ یہ ہمارا ہی نظام ہے جو سارا نظام چلا رہا ہے۔ (تفسیر صراط الجنان)

لفظ خلق سے مراد ہے مخلوق آدمی ہیں۔

غٰفِلِيْنَ: یعنی ان کے معاملے سے بے خبر۔ ان کو یوں ہی بے کار چھوڑ دینے والے نہیں بلکہ خلائق اور نظام کی تدابیر سے ان کو خبردار رکھتے ہیں۔ یہ ربانی تدابیر ہوتی ہیں حسب حکمت و مصلحت ان کے مناسب حال جس تک پہنچانے کا انتظام فرماتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ	
اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی اندازہ سے	

آب رسانی کا نظام:

اگر اس قدر پانی کم کر دیا جائے کہ کھیتی اور سبزہ خشک ہو جائے اور اگر اتنا زیادہ کر دیا جائے کہ سیلاب آ جائے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اس آیت میں آسمان سے پانی اترنے کے ذکر کے ساتھ اپنی قدرت کاملہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس میں ضعیف الاعتقاد لوگوں کے لئے عبرت ہے کہ جو چیز ہمیں کھانے کے لئے دی جاتی ہے اگر وہ حد اعتدال سے زیادہ ہو جائے تو وہی اس کی ہلاکت و بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔ پانی کتنی چیز ہے جس کے بغیر کوئی انسان اور حیوان زندہ نہیں رہ سکتا اگر ضرورت سے زیادہ ہو جائے تو طوفان آ جاتا ہے، انسان اور مخلوق کے لئے وبال اور نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ (تفسیر صراط الجنان)

پانی سے مراد بارش کا پانی بقدر حاجت مقدار کے ساتھ ہوتا ہے تاکہ نہ تو زیادہ ہو نہ کم۔ (تفسیر صراط الجنان)

فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ	
پھر ٹھہرایا اس کو	زمین میں

زیر زمین پانی کا ذخیرہ:

بعض بارش کا پانی زمین اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ کچھ پانی کو زمین کے نشیبی حصوں میں ذخیرہ کر لیتی ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

زمین میں پانی ٹھہرانے کے مطلب متعدد ہیں۔ بعض نے کہا کہ نالیوں اور جوئیوں اور چشموں میں ہم نے پانی کو جاری کیا۔ بارش کے بعد زمین میں اس کا پانی جذب کر لیا۔ بعض اہل تحقیق نے کہا کہ ہم زمین کا پانی جانتے ہیں کہ پانی کہاں ہے اور کتنا ہے۔ زمین سے ظاہر میں پانی نکلتا ہے مگر اس کا پانی کہاں سے آتا ہے اور کہاں جاتا ہے یہ سب کچھ ہمارے علم میں ہے۔ زمین سے نکلنا پانی پر ہمارا قابو ہونا ہے۔ (تفسیر صراط الجنان)

آسمان سے زمین کی طرف پانی اترنے کی تین صورتیں ہیں:

وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ	
ہم تو اس کے لے جانے پر	قادر ہیں

اللہ چاہے تو پانی ختم ہو جائے:

بعض اوقات ہم چاہتے ہیں تو پانی اترتا ہے اور اترنے کے بعد ہم چاہتے ہیں تو ختم ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ ہم جس طرح پانی اتارنے پر قادر ہیں اسی طرح اس کے ختم کرنے پر بھی قادر ہیں۔ ہم اس کو ضائع کر سکتے ہیں۔ (تفسیر صراط الجنان)

ذَهَابٍ: یعنی اس کو لے جانا۔ زائل کر دینا۔ مراد یہ ہے کہ ہم اس کو خراب بھی کر سکتے ہیں کہ کسی کام نہ آئے اور جاتا رہے یا کڑوا کھارا ملتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

نے اپنا ذکر کیا تو پھر بچہ شیر خوار ہی کیوں نہ ہو، کسی کے بات کرنے سے

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی کو بھی بچہ عطا فرمایا جس کا نام یحییٰ رکھا گیا۔ اس کے بچپن کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اسے بچپن ہی میں دانائی عطا فرمائی تھی۔ وہ بڑا عالم ہوا اور نبوت سے سرفراز کیا گیا۔

جنت سے جاری شدہ دریا

یحییٰ نے کس عمر میں نبوت پائی اور کتنی مدت تک وہ زندہ رہے، یہ ہمیں معلوم نہیں۔ البتہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت سے ایک دریا نکلتا ہے جس کا نام کوثر ہے۔ یہ دریا یحییٰ کی قبر کے نیچے سے گزرتا ہے۔ اس دریا کے دونوں کناروں پر درخت لگے ہوئے ہیں۔ ان درختوں کی شاخیں دریا کے اوپر سے گزر کر یحییٰ کی قبر پر سایہ کرتی ہیں۔ جب کوئی شخص یحییٰ کی قبر پر جا کر کھڑا ہوتا ہے تو یہ شاخیں اس کے سر پر سایہ کرتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ کی قبر پر جانا اور وہاں کھڑے ہونا بہت اچھا ہے۔ اس سے بڑی برکت حاصل ہوتی ہے۔

یحییٰ کے بارے میں قرآن مجید میں صرف یہ آیت ہے۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس سب نیکوں میں سے تھے

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ

اور بیشک تمہارے لئے چوپایوں میں سمجھنے کی جگہ ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں ان کے پیٹ میں سے اور تمہارے لئے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے ہو

بلندی اور پستی

اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن میں اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے بلند کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے پست کر دیتا ہے۔ اس کا اختیار ہے کہ وہ جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے۔

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِن طُورِ سَيْنَاءَ تَنبُتُ

اور وہ درخت جو طور سینا سے نکلتا ہے

يَالَيْتَنِي وَضَعْتُ لِحَيَاتِي

(کاش میں اپنی زندگی کے لئے کچھ بھیجتا)

زیتون کا درخت

جس زیتون کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات میں فرمایا ہے، وہ کون سا درخت ہے؟ اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو بیت المقدس میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو دمشق میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو طور سینا پر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک شام میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک فلسطین میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک اردن میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک لبنان میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک مصر میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک عراق میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک ایران میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک افغانستان میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک پاکستان میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک ہندوستان میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک چین میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک جاپان میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک امریکہ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک کینیڈا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک آسٹریلیا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک نیوزی لینڈ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک جنوبی افریقہ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک مراکش میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک الجزائر میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک تیونس میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک لیبیا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک سوڈان میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک ایتھوپیا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک کینیا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک یوگنڈا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک تنزانیہ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک زیمبیا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک زمبابوے میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک موزمبیق میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک انگولا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک نمیبیا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک بوٹسوانا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک جنوبی افریقہ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک لیسوتھو میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک سوازی لینڈ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک مڈغاسکر میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک موریشس میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک سیشلز میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک کومورس میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک جبوتی میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک صومالیہ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک اریٹیریا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک سوڈان میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک مصر میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک لیبیا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک تیونس میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک الجزائر میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک مراکش میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک موریطانیہ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک سینیگال میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک گیمبیا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک گنی بساؤ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک گنی میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک سیرالیون میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک لائبیریا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک آئیوری کوسٹ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک گھانا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک ٹوگو میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک بینن میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک نائیجیریا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک کیمرون میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک گیبون میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک کانگو میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک زائر میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک انگولا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک نمیبیا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک بوٹسوانا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک جنوبی افریقہ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک لیسوتھو میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک سوازی لینڈ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک مڈغاسکر میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک موریشس میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک سیشلز میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک کومورس میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک جبوتی میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک صومالیہ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک اریٹیریا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک سوڈان میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک مصر میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک لیبیا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک تیونس میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک الجزائر میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک مراکش میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک موریطانیہ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک سینیگال میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک گیمبیا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک گنی بساؤ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک گنی میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک سیرالیون میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک لائبیریا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک آئیوری کوسٹ میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک گھانا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک ٹوگو میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک بینن میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک نائیجیریا میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک کیمرون میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک گیبون میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک کانگو میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ درخت ہے جو ملک زائر میں ہے۔

علمی حیثیت

تفسیر قرطبی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے استدلال کرتے ہوئے ایک محدث حافظ نے فرمایا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ حضرت ذوالنون علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا پڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ اس دعا کے ساتھ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اس دعا کے الفاظ یہ ہیں۔ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ اس دعا کے ساتھ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اس دعا کے الفاظ یہ ہیں۔ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ اس دعا کے ساتھ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اس دعا کے الفاظ یہ ہیں۔ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔

زیتون کے خواص و خصوصیات

زیتون کا پھل اور اس کا تیل بہت سی بیماریوں کے لئے مفید ہے۔ اس میں بہت سے وٹامن اور معدنیات پائی جاتی ہیں۔ اس کا تیل دل کی بیماریوں، ہڈیوں کی کمزوری، جوڑوں کے درد اور جلد کی خشکی کے لئے بہت مفید ہے۔ اس کا تیل کھانے میں بھی استعمال ہوتا ہے اور جلانے کے لئے بھی۔ اس کا تیل جلانے سے روشنی ہوتی ہے اور اس کا دھواں بھی کم ہوتا ہے۔ اس کا تیل جلانے سے مچھر بھی بھاگ جاتے ہیں۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں خوشبو بھی پھیلتی ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں برکت بھی ہوتی ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں رحمت بھی ہوتی ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں سکون بھی ہوتا ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں محبت بھی ہوتی ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں اتفاق بھی ہوتا ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں صحت بھی ہوتی ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں خوشی بھی ہوتی ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں رونق بھی ہوتی ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں امن بھی ہوتا ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں سلامتی بھی ہوتی ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں ترقی بھی ہوتی ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں کامیابی بھی ہوتی ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں فلاح بھی ہوتی ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں نجات بھی ہوتی ہے۔ اس کا تیل جلانے سے گھر میں جنت بھی ہوتی ہے۔

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ

وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ

أَفَلَا تَتَّقُونَ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا

مِن قَوْمِهِ مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

حضرت نوحؑ کی دعوت اور سردارانِ قوم کا مطالبہ

جب انہوں نے کہا کہ اپنی قوم کو عذابِ الٰہی سے ڈراؤ اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آ جائے۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہارے لیے اللہ کی طرف سے ڈرانے والا ہوں۔ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں تم پر ایک دردناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس کی قوم کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم تو تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ان لوگوں نے کی ہے جو ہم میں سے بالکل کمزور اور ادنیٰ درجے کے لوگ ہیں۔ اور ہم تمہارے اندر اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! کیا تم نے کبھی غور کیا کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر قائم ہوں اور اس نے اپنی رحمت سے مجھے نوازا ہو جو تمہیں دکھائی نہیں دیتی تو کیا ہم تمہیں اس کو قبول کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں جبکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ اور اے میری قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اللہ کے ذمہ ہے۔ اور میں ان لوگوں کو اپنے پاس سے نکالنے والا نہیں ہوں جو ایمان لا چکے ہیں۔ بیشک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جہالت برت رہے ہو۔

یٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ

اے میری قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اللہ کے ذمہ ہے۔

سرداروں کا تمسخر:

قوم کے سرداروں نے حضرت نوحؑ کی دعوت کا مذاق اڑایا اور کہا کہ ہم تو تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور ہم تو تمہارے ساتھ صرف وہی لوگ دیکھتے ہیں جو ہم میں سے بالکل کمزور اور ادنیٰ درجے کے لوگ ہیں۔ اور ہم تمہارے اندر اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

نوحؑ نے کہا کہ اے میری قوم! کیا تم نے کبھی غور کیا کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر قائم ہوں اور اس نے اپنی رحمت سے مجھے نوازا ہو جو تمہیں دکھائی نہیں دیتی تو کیا ہم تمہیں اس کو قبول کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں جبکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ اور اے میری قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اللہ کے ذمہ ہے۔ اور میں ان لوگوں کو اپنے پاس سے نکالنے والا نہیں ہوں جو ایمان لا چکے ہیں۔ بیشک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جہالت برت رہے ہو۔

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ

اے میری قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اللہ کے ذمہ ہے۔

وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۚ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ

اور میں ان لوگوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں جو ایمان لا چکے ہیں۔ بیشک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں

وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ

لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جہالت برت رہے ہو۔

حضرت نوحؑ کی بددعا:

جب حضرت نوحؑ کی قوم نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور ان کا مذاق اڑایا تو حضرت نوحؑ نے اللہ سے دعا کی کہ اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ پس تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ساتھ ایمان لانے والوں کو بچا لے۔ اللہ نے نوحؑ کی دعا قبول کی اور ان کی قوم کو طوفان کے ذریعے ہلاک کر دیا۔ صرف نوحؑ اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے بچ گئے۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ

اس نے کہا اے میرے رب! میری مدد فرما اس لیے کہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں حضرت نوحؑ کی درخواست:

جب حضرت نوحؑ کی قوم نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور ان کا مذاق اڑایا تو حضرت نوحؑ نے اللہ سے دعا کی کہ اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ پس تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ساتھ ایمان لانے والوں کو بچا لے۔ اللہ نے نوحؑ کی دعا قبول کی اور ان کی قوم کو طوفان کے ذریعے ہلاک کر دیا۔ صرف نوحؑ اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے بچ گئے۔

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا

پس ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے

وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ فَاسْلُكْ

اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابل پڑے

فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ

تو اس میں ہر قسم کے جوڑے سے دو دو

یہ واقعہ پہلے سورۃ ہود میں گزر چکا ہے۔ وہیں اس کی تفصیل دیکھ لیں۔

کشتی سے برکت کا آغاز:

حضرت نوح کی عظمت:

حضرت ہود اور حضرت نوح کی دعوت

كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ
وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ

وَلَئِنْ أَطَعْتُم بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ

مردوں کی بعث کا انکار

أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا
أَنَّكُم مُّخْرَجُونَ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ

بعث بعد الموت کا انکار

إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا
وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ

انکار نبوت

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

پیغمبر پر جھوٹ کی تہمت

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ

پیغمبر کی دعا

قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ

عذاب کی اچانک آمد

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ

فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً

قوم کی مذاکرت ہلاکت یا ہے کہ ان کو ایسا ہلاک کیا جیسے کہ سیلاب نے خاشاک کو بہا کر پھینک دیا ہو۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ

پھر ان کے بعد ہم نے اور رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے مگر جس بات کو پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لانے والے نہ تھے۔ ہم حد سے گزرنے والوں کے دلوں پر اسی طرح مہر کر دیتے ہیں۔

فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

ظالم قوم پر لعنت ہو۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں

وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ

اور کھلی سند دے کر فرعون اور اس کے درباریوں

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ

کے پاس بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔

فرعون اور اس کے سرداروں کا تکبر

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ

تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ گناہگار لوگ تھے۔

فَبُعْدًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ

دوزخ والوں پر لعنت ہو۔

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا

تو کہنے لگے کہ کیا ہم دو شخصوں پر جو ہماری مثل ہیں

وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝

اور ان کی قوم بنی اسرائیل ہماری عبادگزار ہے

ایمان سے انکار کا بہانہ:

یعنی موسیٰ و ہارون کی قوم (بنی اسرائیل) تو ہماری غلامی کر رہی ہے جس میں کہ (وہ ایمان لاکر ہمارا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ (خیر خلائی)

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ۝ وَلَقَدْ

پھر جھٹلا دیا ان دونوں کو پھر ہو گئے ہلاک ہونے والوں میں سے اور ہم نے دی

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

موسیٰ کو کتاب تاکہ وہ راہ پائیں

بنی اسرائیل کا دستور العمل:

یعنی ظالم بادشاہوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے ان کو تورات شریف عرصہ تک دی تاکہ لوگ اس پر چل کر جنت اور خدا کے الٰہی کی منزل تک پہنچ سکیں۔ (تفسیر عثمانی)

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً

اور بنا دیا ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو ایک نشانی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش:

یعنی قدرت الٰہیہ کی نشانی ہے کہ تنہا ماں سے بدون باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کر دیا۔ جیسا کہ آل عمران اور سورۂ "مریم" میں اس کی تقریر کی جا چکی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

وَاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۝

اور جگہ دی ان کو ایک بلند جگہ جہاں ٹھہرنے کو موقع تھا اور پانی بہتا تھا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش:

شام یا وادی نیلہ یا وادی دمشق یا بیت المقدس جہاں وضع حمل کے وقت حضرت مریم تشریف رکھتی تھیں۔ چنانچہ سورۂ مریم کی آیات فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۝ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۝ (ترجمہ: پھر حمل رہا اس کو پھر الگ جا بیٹھی وہ ایک جگہ پر آخر لے آئی اس کو درد بچہ کے جننے کا ایک کھجور کے درخت کے پاس کہنے لگی کاش میں مر جاتی اس سے پہلے اور ہو جاتی بھولی بسری تو پکارا اس کو فرشتہ نیچے کی طرف سے کہ غم نہ کر تحقیق کر دیا ہے تیرے رب نے تیرے نیچے چشمہ پانی کا اور ہلا اپنی طرف کھجور کے درخت کی گرا دے گا تجھ پر کھجوریں تازہ پکی ہوئی سو کھا اور پی اور ٹھنڈی رکھ آنکھ۔ (موضح)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بادشاہ کی دشمنی:

یہاں عموماً مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح کے بچپن کا واقعہ ہے۔ قید ظالم بادشاہ ہیرودس کی طرف سے مقرر کیا تھا جو حضرت عیسیٰ کو سزا دینے کے لئے

ذکریا علیہ السلام میں ان کا دشمن ہو گیا تھا اور قتل کے درپے تھا۔ حضرت مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر مصر بھاگ گئیں اور ان ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام واپس چلی آئیں۔ چنانچہ انجیل متی میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اور مصر کا اڈیا ہوا بادشاہ ارخیلاؤس کے بجائے ہیرودس فرق ہوا تھا۔ "رَبْوَة" اور "مَعِيْن" کی تشریح بعض۔

رَبْوَة کا مطلب: "رَبْوَة" اونچی جگہ) سے مراد شام یا فلسطین لیا ہے اور کچھ بعید نہیں کہ یہ تین نیلہ پر واقع ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔

بعض گمراہ مصنفین کی تردید:

بہرحال اہل اسلام میں کسی نے "رَبْوَة" سے مراد کشمیر نہیں بتایا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں بتلانی بالبداہت ہمارے زمانہ کے بعض (نافہمین نے "رَبْوَة" کے کشمیر مراد لیا ہے اور وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتلائی ہے جس کا قول خود تاریخی حیثیت سے نہیں بلکہ کتب دروغیانی ہے۔ "محمد" نامی ایک شہری محرر میں جو قبر "یوز آسف" کے نام سے مشہور ہے، جس کی بابت "تاریخ اقلیمی" کے مصنف نے بحوالہ عام نوا لقین کی ہے کہ "لوگ اس کو کسی نبی کی قبر بتاتے ہیں وہ کوئی شہزادہ اور دوسرے ملک سے یہاں آیا"۔ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتانا بڑے دھوکے کی بات اور صریح کذب ہے۔ کسی مستند سچ قیاس آرائیوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کے بالکل خلاف ہے۔ اور مزید برآں کے بعد نہیں ہو سکتی۔ اس قبر کی تحقیق مطلوب ہو تو دیکھے "یوز آسف" اور اس کا قبر۔ مصنفہ محمد حسین صاحب مدیر اخبار کشمیری کا رسالہ، مجموعہ خواجہ حسن نظامی وغیرہ۔ ہم نے اس کی تحقیق و تنقید سے قصداً اعراض کیا ہے۔ اور اس میں اہل نیلاب کی تائید بھی کچھ ہوتی ہے۔ بحر اللہ تعالیٰ مزید تحقیق سائر المسلمین (من الجزء ۔ ۔ ۔

اکل حلال اور صدق مقال

شیخ سید نذیر حسین محدث دہلوی اپنے عہد کے بڑے علماء حق میں سے تھے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے ساٹھ برس تک مسلسل روزے رکھے۔ اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ کسی سے کچھ لینا تو درکنار، کسی کا دیا ہوا کھانا بھی نہیں کھاتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ان کے ایک شاگرد مولانا عبد الحق حقانی نے ان کی وفات پر ان کا مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

اکل حلال و صدق مقال ترا شعار
ہم سنت نبی و ہم اخلاق مرتضیٰ

حضرت داؤد کا اکل حلال اور عبادت گذاری

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت کا کھایا کرتے تھے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ آپ سے بڑھ کر کوئی شخص اپنے ہاتھ کی کمائی نہیں کھاتا تھا۔ آپ نصف رات تک سوتے، پھر ایک تہائی رات تک عبادت کرتے اور پھر چھٹے حصہ میں سو جاتے۔ پھر آپ دن کے ایک حصہ میں لوگوں کے فیصلے کرتے تھے۔ دیوان بیٹھتے تھے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ زرہیں بنا کر بیچتے تھے۔

انبیاء علیہم السلام کھاتے ہیں

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دفعہ ایک پیالہ دودھ کا پیش کیا گیا تو آپ نے اپنے اور اپنے اصحاب کے درمیان اس کو تقسیم فرمایا۔ جب آپ کی باری آئی تو آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا: اللھم اطعم من اطعمنی واسق من سقانی۔ اے اللہ جو مجھے کھلائے تو اسے کھلا اور جو مجھے پلائے تو اسے پلا۔ مقدام کہتے ہیں کہ میں نے اپنے لیے اس سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں سنی۔ پھر آپ نے فرمایا: اے مقدام! جب تم وضو کرو تو وضو کا پانی بچا کر پیا کرو۔ مقدام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس میں کیا فضیلت ہے؟ آپ نے فرمایا: تم نے میرے ساتھ کھانا کھایا ہے اور میرے ساتھ پانی پیا ہے۔ اس لیے تمہارے لیے یہ بھی جائز ہے کہ تم میرے وضو کا بچا ہوا پانی پیو۔ (ابن ماجہ)

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت اور دعا کے قبول ہونے میں حرام کھانے کا بڑا دخل ہے۔ حرام مال حلال عبادت اور دعا کی قبولیت کا کبھی استحقاق نہیں رکھتا۔ (ادارہ طلوع اسلام)

ایسا کھانا جو غافل نہ کرے

بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اس طرح کا کھانا کھاؤ جو تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ نماز کے بعد اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھانا اس طرح کا ہونا چاہیے جو اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اس طرح کا کھانا کھاؤ جو تمہیں اللہ کی نافرمانی پر نہ ابھارے۔ (ابن کثیر)

ایسا کھانا جو غافل نہ کرے

بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اس طرح کا کھانا کھاؤ جو تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ نماز کے بعد اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھانا اس طرح کا ہونا چاہیے جو اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اس طرح کا کھانا کھاؤ جو تمہیں اللہ کی نافرمانی پر نہ ابھارے۔ (ابن کثیر)

طیبات فقط حلال چیزیں ہیں

مفسر قرطبی نے کہا کہ طیبات سے مراد حلال چیزیں ہیں۔ اور ہمارے شریعت اسلام میں جو چیزیں حرام کی گئی ہیں وہ خبیث ہیں۔ اس لیے جس شخص نے حلال چیزوں کو حرام کر لیا اس نے طیبات سے وہ حلال چیزیں جو خوشی اور دلچسپی پیدا کرتی ہیں، اپنے اوپر حرام کر لیا۔

ہے۔ کہنا یہ ہے اور اللہ نے امت، رسول اور دوسرے لوگوں کے درمیان بزرگی اور بڑائی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ملاحظہ کریں کہ تمام مقامات میں یا عموم انبیاء کے ارشاد ہیں۔ (تفسیر طبری)

حضرت عیسیٰ لفظ اور ان کی والدہ کو خطاب:

بعض علماء نے کہا کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو خطاب ہے اور یہ خطاب اس وقت کیا گیا تھا جب دونوں دنیا سے اٹھا لیے گئے تھے۔ اس خطاب میں کسی قسم کو یہ نہیں فرمایا ہے جو انبیاء کے ساتھیوں کو دیا گیا تھا تاکہ یہ دونوں بزرگ بھی سرتاسر انبیاء کی پیروی کریں۔ یہاں قصہ کا خاتمہ علامتی ہے کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ وحی خطاب قرار دیا ہے۔ (تفسیر طبری)

إِنَّهُمْ كَانُوا يَعْمَلُونَ عَلِيمٌ

جو کرتے تھے وہ بیشک یہ لوگ

اللہ یاد رہے ہے۔ یعنی جلال کھانے خوبیک کام کرنے والوں کو بدلہ دیتا ہے۔ کھانا جو ہے اللہ تعالیٰ نے کھانے کے لیے پہلے حلال و اعمال سے یاد کیا ہے۔ آسمان کے والے ہر ایک نے معاملہ کر کے پہلے حلال کو مخاطب کر کے مخاطب کیا ہے۔ (تفسیر طبری)

وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ

اور بیشک یہ تمہارے دین کے سب پیرو دین والے ہیں تمہارا

فَاتَّقُونِ فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ زُبُرًا

سو مجھ سے ڈرو پھر پھوٹ ڈالی انہوں نے اپنے کام میں ٹکڑے ٹکڑے

اختلاف امت کے اسباب:

کئی اصول کے مطابق سے تمام انبیاء کا دین دولت ایک اور سب کا خدا بھی ایک ہے۔ اس کی ذمہ داری سے بھٹکتے رہتے رہتا ہے۔ لیکن لوگوں نے ہوتے اس اصل دین کو پارہ پارہ کر دیا اور خود ہی فرقہ بندی کی راہیں نکال لیں۔ ایک طرح (۱) اور (۲) کا تو ہم تذکرہ کیے دیتے ہوئے اور اب جب ان کے بارے میں ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آئیے ہم (۳) کا تذکرہ کرتے ہیں۔ (۳) انبیاء کے بعد ان کے ماننے والوں نے اپنے اپنے دین کو ایک دوسرے سے الگ کر لیا اور اس کے نتیجہ میں ان کے اندر اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور ایک دین کے پیروؤں نے دوسرے دین کے پیروؤں کو تمام گمراہیوں کی اور ان کے لڑنے ہونے کا حق قرار دیا ہے۔ ہر ایک دین والے کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہمارے علاوہ کوئی بھی جنت میں نہیں جائے گا۔ (تفسیر طبری)

آسمانی کتابوں میں تحریف:

بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل فرمائی ہے جنہوں نے اللہ کی کتاب کو تبدیل کر دیا ہے۔ اس کے حروف میں تبدیلی کر دی ہے۔ اس کے حروف کی جگہ دوسرے حروف لکھ دیے ہیں

سرداروں پر حملہ آور ہوئے۔ (تفہیم القرآن)

غفلت میں پڑا رہنے کے معنی (تشریح) کفار قریش کی اکثریت اس وقت بھی اللہ کی طرف سے آنے والی تنبیہات کو سن سن کر اسی طرح بے پروائی کے ساتھ ٹالتی چلی جا رہی تھی جس طرح آج دنیا کی اکثریت ان کو سن سن کر ٹالتی چلی جا رہی ہے۔ ان کے سامنے بار بار یہ حقیقت پیش کی جاتی تھی کہ یہ دنیا کی زندگی اور اس کی لذتیں اور اس کی دولت اور اس کا اقتدار سب کچھ عارضی ہے۔ ایک روز موت آئے گی اور اس کے ساتھ ہی یہ سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ پھر ایک دوسری زندگی ہے جس میں ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اور اس کی بنا پر ہمیشہ کی جزا یا سزا پانی ہے۔ مگر یہ لوگ اس طرف سے بالکل بے فکر تھے۔ ان کو کوئی خیال تک نہ آتا تھا کہ ان باتوں پر بھی کبھی سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے۔ اسی غفلت کا یہ نتیجہ تھا کہ ان کی زندگی کا سارا نظام اس بنیاد پر چل رہا تھا کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی غفلت کی بدولت وہ ان تمام اخلاقی حدود کو توڑتے چلے جا رہے تھے جو آخرت کے عقیدے پر مبنی ہیں۔ اسی غفلت کی بدولت وہ ان تمام ذمہ داریوں سے بے پروا ہو گئے تھے جو آخرت کے عقیدے کو تسلیم کرنے کی صورت میں ان پر عائد ہوتی تھیں۔ اسی غفلت کی بدولت وہ ان تمام اندیشوں سے بے خوف ہو گئے تھے جو آخرت کے عقیدے کو ماننے کی صورت میں ان کو لاحق ہوتے۔ اسی غفلت کی بدولت وہ ان تمام کوششوں سے بے پروا ہو گئے تھے جو آخرت کے عقیدے کو ماننے کی صورت میں ان کو کرنی پڑتیں۔ اسی غفلت کی بدولت وہ ان تمام ذرائع کو استعمال کرنے میں بے باک ہو گئے تھے جو آخرت کے عقیدے کو ماننے کی صورت میں ان کے لیے ممنوع ہو جاتے۔ اسی غفلت کی بدولت وہ ان تمام اخلاقی فضیلتوں کو بھول گئے تھے جو آخرت کے عقیدے کو ماننے کی صورت میں ان کے اندر پیدا ہوتیں۔ اسی غفلت کی بدولت وہ ان تمام اخلاقی رذیلتوں میں مبتلا ہو گئے تھے جو آخرت کے عقیدے کو ماننے کی صورت میں ان کے اندر نہ پائی جاتیں۔ اسی غفلت کی بدولت وہ ان تمام اعمال کی روش پر چل رہے تھے جو آخرت کے عقیدے کو ماننے کی صورت میں ان کے لیے ناقابل برداشت ہوتے۔ (تفہیم القرآن)

فرق پرستوں پر گرفت ضرور ہو گی:

یہ ہے ایک دائمی اور مستقل حکم اس وقت تک کے لیے جب تک کہ اللہ آپ کو جہاد کا حکم دے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ ان کے کفر، بدعہدی اور ظلم و زیادتی پر صبر کریں۔ ہم ان کو سزا ضرور دیں گے لیکن اپنی طرف سے براہ راست عذاب بھیج کر یا آپ کے ہاتھوں سے۔ (تفہیم القرآن)

ایک پرانا بہانہ یہ بھی نکالا گیا تھا کہ چونکہ ہم اللہ کے نیک بندے ہیں اس لیے ہم پر اور ہمارے معتقدین پر (تفہیم القرآن) اگر ہم اللہ کے باغی بندوں کو سزا دے رہے ہیں تو یہ ہمارے قصور کی وجہ سے نہیں ہو سکتی۔ (تفہیم القرآن)

عقل سے کورے:

یعنی یہ لوگ اس قدر عقل سے کورے ہیں کہ اللہ کی یہ فراوانی فضیلت کی علامت نہیں سمجھتے۔ اس کو یہ سمجھ کر کہ ہم پر جو کچھ دل کھول کر دیا جا رہا ہے یہ ہماری قدر دانی کی علامت ہے۔ (تفہیم القرآن)

مؤمن کی شان:

یعنی وہ اللہ کی عظمت اور جلال سے لرزاں رہتے ہیں۔ اس کے غضب سے ڈرتے ہیں۔ اس کی پکڑ سے خائف رہتے ہیں۔ اس کی ناراضی سے بچنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

نیک عمل کے باوجود ڈرتے رہنا:

یعنی جو کچھ بھی وہ نیکی کر رہے ہیں اس کے باوجود ان کا حال یہ ہے کہ ان کے دل اس خیال سے لرزاں ہیں کہ ہم اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ ہمارا یہ نیک عمل ہمارے کام آئے گا یا نہیں۔ (تفہیم القرآن)

یہ آیت بھی بہت سے مفسرین کے نزدیک توحید پر ایمان کے معنی میں ہے۔ یعنی جو لوگ اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

توحید پر ایمان: یعنی خالص ایمان توحید پر لاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک طرف اللہ کو مانیں اور دوسری طرف اس کی مخلوق کو اس کی خدائی میں شریک بھی ٹھہراتے رہیں۔ (تفہیم القرآن)

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ: اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ (تفہیم القرآن)

آیت میں شرک سے مراد شرک جلی بھی ہے اور شرک خفی بھی۔ شرک جلی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی خدا کی خدائی میں کسی اور کو بھی خدا کی طرح مستقل بالذات یا خدا کی طرح بالادست مانے۔ شرک خفی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی کو خدا کی خدائی میں شریک تو نہ مانے مگر اس کی عبادت میں کسی نہ کسی طرح شریک ٹھہرا لے۔ (تفہیم القرآن)

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ: اور جو لوگ کرتے ہیں جو کچھ بھی کرتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل لرزاں ہوتے ہیں۔

اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ: اس بات سے کہ انہیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔ (تفہیم القرآن)

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ: بے شک جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

عائشہؓ یہ آیت یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا پڑھتی تھیں (یعنی جو کچھ نیک کام کرتے ہیں) بھی حضرت عائشہؓ کے نزدیک ایسے سے مراد صرف زنا دینا نہیں بلکہ ہر گناہ تھا (کما مر آنفا)۔

وجلۃ ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کی خیرات رد نہ کر دی جائے اور قبول نہ کی جائے۔ یا اس طرح نہ ہو کہ ہم بارگاہ کبریائی میں پیش ہونے کے لائق نہ ہوں اور اس پر ان کی پکڑ ہو جائے۔ ابن ابو ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے ۳۰ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم میں سے ہر ایک اپنے اوپر نفاق کا خوف نہیں کرتا؟ ان سب نے جواب دیا کہ ہر ایک اپنے اوپر نفاق کا خوف کرتا ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ مومن نیکی کرتا ہے اور ڈرتا ہے۔ فاجر برائی کرتا ہے اور بے خوف رہتا ہے۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے پوچھا کہ کیا ایک شخص اپنے اوپر نفاق کا خوف نہیں کرتا؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک اس کو اللہ کے بارے میں امن کا خوف نہ ہو وہ امن سے نہیں رہتا۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے قاسم سے پوچھا کہ کیا ایک شخص اپنے اوپر نفاق کا خوف نہیں کرتا؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک اس کو اللہ کے بارے میں امن کا خوف نہ ہو وہ امن سے نہیں رہتا۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے قاسم سے پوچھا کہ کیا ایک شخص اپنے اوپر نفاق کا خوف نہیں کرتا؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک اس کو اللہ کے بارے میں امن کا خوف نہ ہو وہ امن سے نہیں رہتا۔

اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ: یعنی اس بات سے ان کے دل ڈرتے ہیں کہ اللہ کے ہاں ان کو لوٹ کر جانا ہے اور وہاں کے محاسبے سے مفر نہیں ہے۔ حسن بصری نے فرمایا۔ ”اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں پھر بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی اطاعت مقبول نہ ہو جائے۔

ترمذی کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا تھا، کیا شراب خور یا چور یا زنا کرنے والے اللہ سے ڈرتے ہیں؟ فرمایا، نہیں اے صدیق کی بیٹی! (یہ شخص نہیں) بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو رات کو (نماز کے لئے) اٹھتا ہے، روزے رکھتا ہے اور خیرات کرتا ہے اور پھر بھی ڈرتا ہے کہ کہیں قبول نہ ہو۔ (تفسیر طبری)

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝	
وہ لوگ ہیں جو بھلائیوں کی طرف دوڑ رہے ہیں اور وہ ان کی طرف سبقت کر رہے ہیں	

اصل نیکی:

دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ کما قال تعالیٰ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (البقرہ ۱۴۸) اور حقیقت اصلی بھلائی کا نام صالح، اخلاق حمیدہ اور مکارم فاضلہ میں پوری نہ کہ اموال و اولاد میں، جیسے کفار کا گمان تھا۔ (تفسیر حقانی)

نیکی میں پیش قدمی کرنا:

آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ طاعتوں کی بہت زیادہ رغبت رکھتے ہیں اس لئے جلدی جلدی طاعتیں کرتے ہیں تاکہ کوئی طاعت فوت نہ ہو جائے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ طاعتوں میں پیش قدمی کرنے والے ہیں اور اگلوں سے بھلائیوں کا وعدہ کیا گیا ہے اور یہ ان اعمال میں تیزی کرنے سے ان (دنیوی فوائد کو حاصل کرنے) کی خواہش کی ہے سب فائدوں کے حاصل کرنے کے لئے اور تیزی سے کام کرتے ہیں اور جلدی جلدی حاصل کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مصیبت لوگوں کی چیز نہیں کرتی سوائے دماغ کے اور عمر میں کوئی چیز برکت نہیں کرتی مگر نیکی (یعنی خیر، خیرات، محسن سلوک)۔ اس تفسیر پر اس آیت کا مضمون وہی ہوگا جو ایسا آیت اُولٰٓئِكَ يُبٰرِعُوْنَ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ کا ہے گویا ان کا وہ ثواب ہے گا جو ان کے مخالف لوگوں کو نہیں ملے گا۔

میں کہتا ہوں جس بھلائیوں کی طرف دنیا میں سبقت کرتے ہیں ان سے مراد یہ ہے کہ ان کو اللہ نے توفیق دی ہے اس نے ان کی دشمن کا ہے۔ (واللہ اعلم) کلف رزق پر طاعت کرنا اور سہل ہو جانا۔ جس کی زندگی تھوڑی کے زوال کا کوئی خوف نہیں ہوتا وہ سوائے اللہ کے کسی سے امید وابستہ نہیں رکھتا ہے اس کو خواب میں یا بطور (بیداری) بشارت پہنچتی ہے۔

وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ: یعنی انہیں کی طرف نیکیوں کی طرف پیش قدمی کی جاتی ہے۔ (تفسیر سمرقندی) یا مراد یہ ہے کہ آخرت سے پہلے وہ دنیا میں نیکیوں کی طرف بڑھنے والے ہیں۔ یا مراد یہ ہے کہ (مراد سب سے آگے بڑھنا اور سبقت کرنا نہیں بلکہ) مراد ہے وہ لوگوں کی طرف یا ثواب کی طرف یا جنت کی طرف بڑھنا۔ یہ مراد ہے کہ آخرت سے پہلے وہ دنیا میں فائدوں کی طرف بڑھنے والے ہیں کیونکہ (ثواب آخرت سے پہلے) فوری طور پر ان کے لئے دنیوی فائدے مقرر کر دیئے جاتے ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ لَهَا سٰبِقُوْنَ میں لام بمعنی الی ہے یعنی وہ بھلائیوں کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں جیسے آیت اَوْحٰى لَهَا جیسے عدیٰ میں لام بمعنی الی ہے اسی وجہ سے بعض نے یہ آیت ذکر کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ ثواب انعام سے بھلائیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، اللہ کی طرف سے ان کے لئے سعادت پہلے ہی سے (مقدر) ہو چکی ہے۔ (تفسیر سمرقندی)

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ	
اور ہم کسی پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کی گنجائش کے مطابق اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے	
يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝	
جو ٹھیک ٹھیک بولتی ہے اور ان پر کسی طرح ظلم نہ ہوگا	

انسان کو اس کی طاقت کے مطابق مکلف بنایا گیا ہے:

یعنی جو امور جو اعمال و خصائل بیان کئے گئے کوئی ایسے مشکل کام نہیں جن کی انجام دہی طاقت سے باہر ہو۔ ہماری یہ عادت نہیں کہ لوگوں کو تکلیف مالا یطاق دیں۔ یہ سب باتیں وہ ہیں جنکو اگر تم کرو تو جو حق حاصل کرنے ہیں اور جو تم سے مواخذے کا یقین کا وجہ تمہیں پہنچ سکتے تمہیں بھی اپنی دسترس اور طاقت کے موافق پوری کوشش کرنی چاہئے کہ ہوا کل کے مکلف ہیں۔ ہمارے یہاں صحائف اعمال میں مزید برآں ہر ایک کے اعمال لکھے ہوئے موجود ہیں جو ٹھیک

بَلْ هُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ أَعْمَالٌ

مِّنْ دُونِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُونَ ۝

انسان کی اور طرح مشغولی ہے

اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں اور دونوں ہی اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ ایک مطلب وہ ہے جو ہم نے اوپر ترجمہ میں اختیار کیا ہے۔ اس کے لحاظ سے آیت کا مدعا یہ ہے کہ یہ لوگ جو اس وقت اپنی جہالت میں مست ہیں، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے سامنے حق کی دعوت نہ پیش کی گئی ہو، یا اس کے دلائل و براہین میں کوئی کمی رہ گئی ہو، یا اس کی صداقت کے نشانات میں کوئی کسر باقی رہ گئی ہو۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان کی توجہ کا رخ ہی دوسری طرف ہے۔ ان کی دلچسپیاں کچھ اور ہیں۔ ان کی مشغولیاں کچھ اور ہیں۔ ان کی فکر کی سوئی کسی اور ہی نقطہ پر اٹکی ہوئی ہے۔ اس لیے یہ اس طرف التفات ہی نہیں کرتے جس طرف ان کو توجہ دلائی جا رہی ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جہالت میں مست ہیں، اپنی گمراہی پر مطمئن ہیں، اپنے طور طریقوں پر بڑے خوش ہیں، اور اپنی اس روش کو بہت اچھا سمجھ رہے ہیں۔ اس لیے ان کو کسی طرح یہ خیال ہی نہیں آتا کہ ان کا رویہ غلط ہے اور اس کی اصلاح ہونی چاہیے۔ اس مطلب کے لحاظ سے آیت کا مدعا یہ ہے کہ ان لوگوں کی یہ حالت اس لیے نہیں ہے کہ ان کے سامنے حق کی دعوت نہیں پیش کی گئی ہے، بلکہ اس لیے ہے کہ یہ اپنی جہالت ہی کو بہت کچھ سمجھ رہے ہیں۔ (تفہیم القرآن ۳)

غرور و بدمستی کا عذاب

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں بدر کے دن قتل کیا گیا۔ (ابن جریر)

حضرت ابن عباسؓ ہی سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے مراد قحط کی وہ مصیبت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے مکہ والے مبتلا کیے گئے تھے۔ (ابن جریر)

حضرت ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں: روم کی شکست، چاند کا پھٹنا، دخان، بطش اور لزام۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی فی الدلائل)

قَدْ كَانَتْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُمْ عَلَىٰ

أَعْقَابِكُمْ تَنكِصُونَ ۝ مُسْتَكْبِرِينَ ۝

اپنی غفلت و اعراض کو یاد کرو

کل جب تم اس حق کو جھٹلا رہے تھے اور اس کے مقابلہ میں اپنے غلط عقائد و خیالات پر اِترا رہے تھے اور اپنے مشرکانہ اجتماعات میں بیٹھ کر اس کا مذاق اڑاتے تھے، اس وقت تمہیں یہ خیال نہ آتا تھا کہ ایک روز تمہیں اپنے اس رویہ کی سزا بھگتنی ہوگی۔ (تفہیم القرآن ۳)

سَامِرًا تَهْجُرُونَ ۝

پیغمبر کی باتوں پر توجہ نہ دیتے تھے

اہل مکہ میں سے جو لوگ آپ کی بات سنتے تھے وہ یا تو اس کا مذاق اڑاتے تھے یا اس سے بے پروا ہو کر اپنے کاموں میں لگے رہتے تھے۔ کوئی شخص بھی اس پر غور کرنے کی زحمت نہیں اٹھاتا تھا کہ آخر یہ شخص جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں کیا کچھ وزن ہے۔ (تفہیم القرآن ۳)

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ

قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے

حقیقت حال منکشف ہو جاتی کہ بلاشبہ یہ کلام اللہ جل شانہٗ کا ہے جس میں ان کی بیماریوں کا شافی علاج بتلایا گیا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

یا اُدھر سے ان کے باپ دادا کی کوئی نئی بات آ گئی جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس

پیغمبر اور کتاب کوئی نئی بات نہ تھی:

یعنی نصیحت کرنے والے اور ہوشیار ہوتے رہے ہیں پیغمبر ہوئے یا پیغمبر کے نائب ہوئے۔ آسمانی کتابیں بھی برابر اترتی رہی ہیں۔ کبھی کہیں کبھی کہیں۔ سو یہ کوئی نرالی بات نہیں جس کا نمونہ پیشتر سے موجود نہ ہو۔ ہاں جو اکمل ترین و اشرف ترین کتاب اب آئی اس شان اور مرتبہ کی پہلے نہ آئی تھی تو اس کا مقتضی یہ تھا کہ اس پر زیادہ دل تخت کی قدر کرتے اور اوروں سے بڑھ کر اس کی آواز پر لبیک کہتے جیسے کہ یہ معنی اوپر ظاہر کئے گئے۔

(منہ) شاید یہاں "آباء الاولین" سے آباء المتاخرین مراد ہوں اور سورۂ یٰسین میں جو آیا ہے لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ وہاں آباء المتاخرین کا ارادہ کیا گیا ہو واللہ اعلم۔ (تفسیر عثمانی)

اَمْ حَرَّمْنَا بِاَمْرِهٖ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝

یا ہم نے ان کے پاس کوئی پیغام بھیجا ہے اور وہ اس کو اوروں سے اوپر نکالنا چاہتے ہیں

پیغمبر کی صداقت و دیانت بھی سامنے ہے:

یعنی یہاں لے آنے اور اٹھا رکھنے میں پرتے ہوئے ہیں کہ ان کو پیغمبر کے احوال سے آگاہی نہیں۔ حالانکہ برابر سب جانتے ہیں کہ آپ بچپن سے صادق و امین اور حلیف و باکباز تھے۔ پھر نبوت و رسالت کے ادعا و اظہار عقیدہ کے سامنے حضرت موسیٰ اور ان جیسے دوسرے نبی تک سرکش قوم کے گھر میں پرورش پائے ہوئے تھے۔ ولادت ثم قیصر ہم کے بعد ہی میں ان چیز کا ظہور کیا۔ پھر ایسے مشہور امر حالہ سے استنباط بند کی نسبت کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ انہیں باتوں میں اوندھا خیالی پر مصروف ہو گئے۔ (تفسیر عثمانی)

لَمَّا جَآءَهُمْ الخ یعنی ان کے انکار کی ایک وجہ یہ ہوئی تھی کہ جو شخص دعوت حق اور دعوائے نبوت لیکر آیا ہے یہ کہیں باہر سے آیا ہوا تھا کہ یہ لوگ اسکے نام و نسب اور عادات و خصائل اور کردار سے واقف نہ ہوتے تو یہ کہہ سکتے تھے کہ جو اس بلدی کے حالات سے واقف نہیں اس کو کیسے نبی و رسول مان کر اپنا خانہ ابتاکیں۔ مگر یہاں تو یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تربیت ہی کہ ورطی نسب میں اسی شہر مکہ میں پیدا ہوئے اور بچپن سے لیکر جوانی اور بڑھاپے کا سارا زمانہ انہیں لوگوں کے سامنے گذرا اور آپ کا کوئی عمل کوئی عادت ان سے چھپی ہوئی نہیں تھی اور دعوائے نبوت سے پہلے تک سارے کے سارے کہا کرتے تھے کہ وہ صادق و امین کہا کرتے تھے۔ (معارف القرآن ملخصاً)

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَآءَهُمْ

یا کہتے ہیں اس کو سودا ہے کوئی نہیں وہ تو لایا ہے حق کہ ہمارے

بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝

جی بھاتا مگر ان میں بہتوں کو حق بات ہی بری لگتی ہے

خواہش پرستی انکار کر رہی ہے:

جنی مودا نہیں اور وہ باتوں کی باتیں کیسی اچھی کہتا اور سچی ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بھی کھلی زبان سے کہتے تھے دل ان کا جانتا تھا کہ بیشک جو کچھ آپ لائے ہیں حق ہے پر حق بات ہمارے دلی اغراض و خواہشات کے موافق نہ تھی اس لئے بُری لگتی تھی اور قبول کرنے سے لیے آمادہ نہ ہوتے تھے۔ (تفسیر جلالی)

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ

اور اگر چلا سچ پیچھے ان کی خوشی کے تو خراب ہو جاتی

السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ

آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے

ان کی ہر خواہش پرستی کیلئے شے حق نہیں بدل سکتی:

یعنی کچی بات بری لگتی ہے تو کیا ہوا۔ چلن ان کی خوشی پر چلا کرتے تو زمین و آسمان کے بنانے والے کی خوشی اور خواہش بھی یہ چلا کرتے وہ تو ایسی نہیں ہو سکتی۔ اگر کہیں خدا ان کی خوشی اور خواہش پر چلا کرتے تو وہ خدائی کہاں رہتی۔ سارا انتظام زمین و آسمان کے ہاتھ میں ایک کمت پکی ہے۔ ایک موت تک زمین و آسمان کے یہ نظام و انتظامات یونہی قائم رہتے ہیں۔ اور ایک چھوٹے سے گاؤں کا انتظام بھی لوگوں کی خواہشات کے تابع کر دیا جائے تو وہ بھی چند دن قائم نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ زمین و آسمان کی حکومت۔ کیونکہ نظام خواہشات نظام خلل کے مزاحم اور بگاڑ کی قوتیں واقع ہوئی ہیں جس دن کی خلل اور بگاڑ کی قوتیں اور ہوائے نفس کی بڑی میں سارے انتظامات درہم برہم ہو جائیں گے۔ (تفسیر جلالی)

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ

کوئی نہیں ہم نے بھیجی ہے ان کو ان کی نصیحت

ہدایت آ پہنچی ہے:

جس کی پیروی کرتے تھے تو تم الٹے پاؤں پھرتے تھے (الٹا انکار کرتے تھے) اپنی ایڑیوں کے بل پھرتے تھے۔ (معالم، روح، کبیر، ابن کثیر)

فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ
اور اپنی پیٹھ کے پیچھے ہٹتے جاتے

متاع پرست انکار کر رہے ہیں:

اب آگے اور ایک قوی دلیل سے ان کا قوی حیثیت سے عظیم الشان فخر، شرف حاصل ہونا ثابت کرتے ہیں اور ایسے اہل فضل و شرف کو ہاتھ سے گنوا رہے ہیں۔ (تفسیر ثنائی)

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ
یا تو ان سے کچھ مانگتا ہے پھر تیرے رب کا مانگا ہوا ہی بہتر ہے
وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ
اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے

پیغمبر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا:

یعنی رحمت و تبلیغ اور نصیحت وغیرہ فرما کر کیا ان سے کسی معاوضہ کے بھی طالب گار ہیں۔ خدا نے دنیا و دین کی جو دولت آپ کو مرحمت فرمائی ہے وہ اس معاوضہ سے کہیں بہتر ہے۔ (تفسیر ثنائی)

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
اور تو تو بلاتا ہے ان کو سیدھی راہ کی
وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
اور جو لوگ نہیں مانتے آخرت کو
عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ
راہ سے بچ کر چلتے ہیں

پیغمبر تو صراط مستقیم کی طرف بلاتا ہے:

یعنی آپ کے صدق و امانت کا حال سب کو معلوم ہے تو کلام آپ لائے اس کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں۔ معاذ اللہ آپ کو غلط دعویٰ نہیں، ان سے کسی معاوضہ کے طالب نہیں، محض راستی کی طرف آپ بلاتے ہیں بالکل سیدھا اور صاف راستہ ہے جس کو ہر سمجھ دار عقل والا بسہولت سمجھ سکتا ہے کوئی پیچ پیچ نہیں جیسا تم سمجھا نہیں۔ ہاں اس پر چلنا ان ہی کا حصہ ہے جو موت کے بعد دوسری زندگی مانتے ہوں اور اپنی بداعمالی سے ڈرتے ہوں، تب انجام کار اور عاقبت کی فکر کریں اور اب سیدھے راستہ پر چلے گا جیتا بچ رہے گا۔ اور سیدھی کی بات کو بھی ٹیڑی سے سمجھ لے گا۔ (تفسیر ثنائی)

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا
اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور دور کر دیں جو تکلیف ہے ان کو تو وہ اڑے رہیں
فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ
اپنی شرارت میں بھٹکتے ہوئے

احسان فراموش اور ناشکرے:

یعنی تکلیف سے نکال کر آرام دیں۔ تب بھی احسان نہ مانیں اور شرارت اور کفر سے باز نہ آئیں۔ حضرت کئی سال سے ایسے مرعب کافروں پر ٹوٹ پڑے تھے پھر حضرت ہی دعا سے کھلا۔ شاید یہ آیتی کم نازل ہوئیں جو طلب کیا کہ اگر ہم اپنی رحمت سے ان کے نقصان کو دور کر دیں یعنی قرآن کی تعلیم سے یہ تب بھی یہ لوگ اپنے اوّلی کفر اور سرکشی پر اصرار کی وجہ سے حقانیت کو اختیار کرنے والے نہیں کما قال تعالیٰ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (انعام رکوع ۴)

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا
اور ہم نے پکڑا تھا ان کو آفت میں پھر نہ عاجزی کی
لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ
اپنے رب کے آگے اور نہ زاری کرتے ہیں

متذکرہ بالا وغیرہ آیات نازل ہوئیں۔ تب بھی وہ بڑی کوشش سے خدا کی بات نہ مانی۔ (تفسیر ثنائی)

شانِ نزول: جمہور نے روایات میں بیان کیا ہے کہ ان اوّل خلق سب مرتد ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوبارہ لیکن چھوڑ دیا پھر ابوسفیان کو بھیجا کہ اگر قریش نے اس کو گرفتار کر لیا تو بھاگ کر آ جائے اور بیاسہ کے درمیان آ کر بیٹھا اور یہ سنے لگا کہ جانوروں کا دان کھانے لگے۔ مجبور ہو کر ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا آپ کا یہ فرمانا نہیں ہے کہ آپ کو دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یہی بات ہے۔ ابوسفیان نے کہا تو (یعنی کیسی رحمت ہے کہ آپ نے آبا و اجداد کو تلوار سے قتل کر

دریا اور ان کی اولاد کو قید سمجھا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں (گویا) یہ ثابت ہے کہ جس بات کی ذمہ داری کافر ہم نے ڈالی ہے وہ اس کا عمل ان سے ضرور کروا لو یا خود کے سر سے ٹال نہیں کر سکیں گے جیسے پہلے عذاب میں گرفتار ہونے کے بعد انہوں نے رونا چیخنا شروع کیا تھا اور ذمہ داری نہیں کی اسی طرح یہ کریں گے۔ (تفسیر عثمانی)

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ

یہاں تک کہ جب کہ ہم پکڑیں گے ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں تو یکایک وہ چلانے لگیں گے

لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ

تم نہ چلاؤ آج کے دن بیشک تم ہماری طرف سے مدد نہیں کیے جاؤ گے

اس سے یا تو آخرت کا عذاب مراد ہے یا شاید دوزخ کا وہ عذاب مراد ہو جس میں قحط کے 7 سال مبتلا ہوئے۔ (تفسیر عثمانی)

وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ

اور وہی نے بنائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل تھوڑا ہی شکر کرتے ہو

اللہ کی دی ہوئی صلاحیتیں استعمال کرو:

کانوں سے اس کی آیات تنزیلیہ کو سنو اور آنکھ سے آیات تکوینیہ کو دیکھو اور دلوں سے دونوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ ان نعمتوں کی شکریہ تھا کہ عقل کی دی ہوئی قوتوں کو اس کے کام میں لاتے۔ لیکن یہ بات دل کشا آدمیوں نے اکثر اوقات میں ان قوتوں کو بے جا خرچ کیا۔ (تفسیر عثمانی)

وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ

اور اسی نے تم کو پھیلایا زمین میں اور اسی کی طرف جمع ہو کر جاؤ گے

آخرت کی حاضری اس طرح ہوگی کہ ایک کو شکر گذاری اور فرمانبرداری کا جذبہ لے جائے گا۔ اس وقت کوئی شخص یا کوئی عمل غیر حاضر نہ ہو سکے گا۔ جس نے پھیلایا اس کو سمیٹنا کیا مشکل ہے۔ (تفسیر عثمانی)

وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کا کام ہے بدلنا رات اور دن کا کیا تم کو سمجھ نہیں

دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں:

زندگی سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا کرنا جس سے آباء اور آباء کے آباء کے اندر جاکر ہر شخص کے قبضہ میں ہے اس کی قدرت مخلوقات کے لئے کیا مشکل ہے کہ قیامت کو دوبارہ زندہ کر دے اور تم لوگوں کے آگے ظلمات قبول نے پردہ ڈالا ہے۔ جس کے بعد حقائق اشیاء غیب تک مکشف ہو جائیں جیسے کہ قیامت میں ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

کہنے لگے جیسا کہ کہتے تھے اگلے لوگ وہ بولے کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم کو اٹھانا ہے بیشک وعدہ کیا گیا ہے ہم کو اور ہمارے باپ دادوں کو یہ پہلے سے یہ تو نہیں مگر کہانیاں اگلوں کی

رجعت پسندی اور اندھی تقلید:

یعنی عقل و فہم کی بات یہ نہیں کہ پرانے لوگوں کی اندھی تقلید کیے چلے جائیں۔ وہی دقیانوسی شکوک پیش کرتے ہیں جو زمانہ کے پیشتر دہرائے جاتے تھے۔ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ مرنے کے بعد ہڈی ہڈی ہو کر رہ گئے ہوں اور پھر ان کو زندہ کیا گیا ہو۔ ایسی دور از عقل باتیں جو ہم کو سنائی جا رہی ہیں پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی کہی گئی تھیں لیکن ہم نے تو آج تک نہ کسی کو مرنے کے بعد زندہ ہوتے دیکھا نہ ایسی باتیں کرنے والے کوئی آدمی دیکھے۔ یہ تو سب قصے کہانیاں ہیں جو پہلے لوگ گھڑ گئے تھے۔ اور اب آنکھ بند کر کے ان کی نقل کی جا رہی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ

تو کہہ کس کی ہے یہ زمین اور جو کوئی اس میں ہے اگر تم

تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

جانتے ہو ابھی کہہ دیں گے سب کچھ اللہ کا تو کہہ پھر تم سوچتے نہیں

سب اللہ کے قبضہ میں ہے:

کہ جس کا قبضہ ساری زمین اور اس کی چیزوں پر ہے کیا تمہارا ہشت خاک

ان کے متعلق ہے وہ ذاتی [illegible]

[illegible] علم میں سے [illegible] جو [illegible] ان کے [illegible] ان کے [illegible] ان کے

اللہ کا کوئی شریک ہوتا تو نظام نہ چلتا:

تمام زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کا خالق و مالک وہی ہے نہ اُسے بیٹے کی ضرورت نہ مددگار کی، نہ اُس کی حکومت و فرمانروائی میں کوئی شریک جس کا ایک ذرہ کا مستقل اختیار ہو۔ ایسا ہوتا تو ہر ایک کے اختیار حاکم و فرمانروا کو اکثر جگہ یہ جاتا اور اپنی حصیت فرد ہم کر کسی دوسرے پر چڑھائی کرتا اور عالم کا یہ منضبط و محکم نظام چند روز بھی قائم نہ رہ سکتا۔ سورۂ انبیاء کی آیت "لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا" کے فوائد میں اس کی تقریر کی جا چکی ہے اور دیکھ لی جائے۔ (تفسیر عثمانی)

(جب کوئی دوسرا معبود نہیں ہوتا تو وہ ضرور خالق بھی ہوتا) اور ہر ایک (خدا) اپنی مخلوق کو (تقسیم کر کے) جدا گرانہ اور ایک دوسرے سے چڑھائی کر دیتا۔

اپنی مخلوق کو لے کر جدا ہو جاتا اور دوسرے کو اپنی مخلوق پر تصرف کرنے سے روک دیتا اور ہر ایک کی ملکیت دوسرے کی ملکیت سے علیحدہ ہو جاتی (اور ان کے باہم لڑائی ہوتی) اور (لڑائی میں) ایک دوسرے پر غالب جاتا۔ جیسے دنیا کے بادشاہوں کا طریقہ ہے تعدد آلہہ کے وقت بھی یہی جنگ و جدال ناگزیر نہیں اور جنگ میں ایک دوسرے پر غلبہ ہونا ہی چاہئے تبھی تو ایک مغلوب ہوتا اور مغلوب خدا نہیں ہو سکتا۔ مغلوبیت ضروری ہے حدوث کی علامت ہے۔ اور کوئی بھی پر غالب نہ آ سکتا تو دونوں مغلوب آنے سے عاجز ہوتے اور عجز علامت حدوث ہے الوہیت کے منافی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ ہے ان کی بناوٹی باتوں سے

یا فائدہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ اُس کے آگے کوئی امر مانع نہ ہے یا ایک فرد ہو جس کو علم سے باہر ہو سکے۔ (تفسیر عثمانی)

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

جاننے والا چھپے کھلے کا وہ بہت اونچا ہے ان سے جو شریک ٹھہراتے ہیں

اللہ شرکت سے پاک ہے: یعنی جس کی قدرت عامہ کا حال پہلے بیان ہو چکا اور محیط ایسا کہ کوئی ذرہ ہو باطن اور غیب و شہادت اُس سے پوشیدہ نہیں۔ اُس کی حکومت میں کیا وہ چیزیں شریک ہو سکتی ہیں جن کی قدرت سب صفات کمال و اوصاف جلال سے معرا و منزہ ہے۔ (تفسیر عثمانی)

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ۝

تو کہہ اے رب اگر تو دکھانے لگے مجھ کو جو ان سے وعدہ ہوتا ہے

ہر سو ظالمین عذاب سے بچنے کی دعا کرے:

یعنی حق تعالیٰ کی جناب میں ایسی گستاخی کی جو بڑی سخت آفت آ کر رہے گی۔ اس لئے ہر مومن کو ہدایت ہوئی کہ ایسے ظالموں کو عذاب سے ڈرا کر جب وہ ٹلنے کا نہیں بلکہ عذاب آنے تو الٰہی ہمکو دیکھے ظالموں میں شامل نہ کرنا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا "واذا اردت بقوم فتنۃ فتوفنی غیر مفتون"۔ مطلب یہ ہے کہ خدا وندا اگر تو ایسی دنیا سے اٹھانے کی راہ پر مستقیم رکھ۔ کوئی ایسی مصیبت ہو کہ الٰہی یا فتنہ سے طاعت میں آنا پڑے۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہوا "واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ" (انفال۔ رکوع ۳) یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا ہے اور پیغمبر آخر زمان کی عادت ہے کہ (تفسیر عثمانی)

شیاطین سے حفاظت کی دعا:

مسند احمد اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں یہ جملہ بھی ہوتا تھا کہ خدایا جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے اٹھا لے۔ (تفسیر عثمانی)

وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ۝

اور ہم کو قدرت ہے کہ تجھ کو دکھلا دیں جو ہم وعدہ دیتے ہیں ان کو

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ

برائی دفع کر بھلائی سے ہم خوب جانتے ہیں

اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝

جو باتیں یہ بناتے ہیں

اعلیٰ اخلاقی قدریں:

یعنی ہم کو قدرت ہے کہ تیری آنکھوں کے سامنے دنیا میں ان کو سزا دے دیں لیکن آپ کے مقام پر جو اعلیٰ اخلاقی کا شخص ہے ہمارا دین کی کو برائی کو بھلائی سے دفع کرنا جہاں تک ممکن ہو سکتی ہے۔ ان کی بیہودہ باتوں سے مشتعل نہ ہوں۔ اس کو ہم خود سمجھ لیں گے۔ وقت پر مکافات عمل جاب کر دے گی۔ آپ کے فیاض اور رحم دل کا کام یہ ہونا چاہئے کہ بہت سے لوگ جو بیوقوفی سے آپ کی طرف بھکیں گے ان کی غلطیوں اور اساءت کا تحمل و عفو کریں۔ (تفسیر عثمانی)

وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ

شیاطین سے بچنے کا طریقہ

پہلی آیت میں ۔۔۔ دوسری آیت میں ۔۔۔ تیسری آیت میں ۔۔۔ چوتھی آیت میں ۔۔۔ پانچویں آیت میں ۔۔۔ چھٹی آیت میں ۔۔۔ ساتویں آیت میں ۔۔۔ آٹھویں آیت میں ۔۔۔ نویں آیت میں ۔۔۔ دسویں آیت میں ۔۔۔ گیارہویں آیت میں ۔۔۔ بارہویں آیت میں ۔۔۔ تیرہویں آیت میں ۔۔۔ چودہویں آیت میں ۔۔۔ پندرہویں آیت میں ۔۔۔ سولہویں آیت میں ۔۔۔ سترہویں آیت میں ۔۔۔ اٹھارہویں آیت میں ۔۔۔ انیسویں آیت میں ۔۔۔ بیسویں آیت میں ۔۔۔ اکیسویں آیت میں ۔۔۔ بائیسویں آیت میں ۔۔۔ تیئیسویں آیت میں ۔۔۔ چوبیسویں آیت میں ۔۔۔ پچیسویں آیت میں ۔۔۔ چھبیسویں آیت میں ۔۔۔ ستائیسویں آیت میں ۔۔۔ اٹھائیسویں آیت میں ۔۔۔ انتیسویں آیت میں ۔۔۔ تیسویں آیت میں ۔۔۔

وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ

شیاطین سے حفاظت کی دعا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ۔۔۔ اللھم انی اعوذ بک من ھمزات الشیاطین ۔۔۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ۔۔۔ اللھم انی اعوذ بک من ھمزات الشیاطین ۔۔۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ۔۔۔ اللھم انی اعوذ بک من ھمزات الشیاطین ۔۔۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ۔۔۔ اللھم انی اعوذ بک من ھمزات الشیاطین ۔۔۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ

ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ

موت آئے گی تو پچھتائیں گے

یعنی آپ ان کو نہ دیکھیں ۔۔۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ۔۔۔ اللھم انی اعوذ بک من ھمزات الشیاطین ۔۔۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ۔۔۔ اللھم انی اعوذ بک من ھمزات الشیاطین ۔۔۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ۔۔۔ اللھم انی اعوذ بک من ھمزات الشیاطین ۔۔۔

موت کے فرشتوں سے مؤمن کی گفتگو:

ابنِ جریج کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کو جب موت کے فرشتے نظر آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں کیا ہم تمہیں دنیا کی طرف لوٹا دیں۔ مؤمن کہتا ہے کیا فکار آلام کے گھر کی طرف (تم مجھے لوٹا دو چار ہوں؟ ایسا نہیں ہو سکتا) بلکہ میں تو اللہ کے پاس جانا چاہتا ہوں اور کافر (کے سامنے جب فرشتے آتے ہیں تو وہ) کہتا ہے کہ مجھے واپس بھیج دو۔

جو اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ اس سے ملنا چاہتا ہے:

صحیحین میں حضرت عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملنا ناپسند سمجھتا ہے اللہ بھی اس سے ملنے سے نفرت کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو یہ عرض کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں (کون مرنا چاہتا ہے) فرمایا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ بات یوں ہے کہ مؤمن کے سامنے جب موت آتی ہے تو اس کو اللہ کی خوشنودی اور رحمت کی بشارت دی جاتی ہے اس وقت (جیسے جینے والی) کوئی چیز بھی آگے آنے والی چیز سے زیادہ محبوب نہیں ہوتی اس لئے وہ اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملنا پسند کرتا ہے۔ لیکن جب کافر کے مرنے کا وقت آتا ہے تو اس کو اللہ کے عذاب اور سزا کی اطلاع دی جاتی ہے اس وقت پیش آنے والی چیز سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز اس کی نظر میں نہیں ہوتی اس لئے وہ اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے۔ (نصیر صفحہ ۱۰)

عمل صالح کرنے کا نسخہ:

حضرت علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر بیان فرماتے ہیں آپ فرماتے ہیں تیس سال کی عمر تک میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے چند روز کی مہلت دیدی جائے تاکہ میں نیکیاں کر لوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کبھی مہلت نہ دی جبکہ اب مجھے یہ کہنے کی کامل کھلی کھلی نیکیاں کر لوں۔ تو فرمایا تو تیس سال کی عمر میں اپنے کو بوڑھا اور خود زندگی کی گھڑیوں کو موت خدا میں بسر کرو۔

کافر کی درخواست رد ہو جاتی ہے:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں جب کافر کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اپنا انجام کا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے تو کہتا ہے میرے رب مجھے قیامت میں نہ اٹھائیے گا۔ میں آپ کو ہر چیز دینے کو تیار ہوں گا۔ جواب ملتا ہے کہ یہ بتلائیے کہ تجھ سے جو کچھ مانگا گیا تھا تو نے اس کو پورا کیا تھا؟ تو کہتا ہے کہ میں نے تو آپ سے مانگا ہی نہیں تھا۔ تو کہا جاتا ہے کہ تو نے جو کچھ مانگا تھا وہ تو تجھ کو دیا گیا تھا۔ تو نے اس کو پورا نہیں کیا۔ تو آج تیری درخواست رد کی جاتی ہے۔

گناہ گاروں کی قبر میں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں گناہگاروں پر ان کی قبر میں بڑی مصیبت کی جگہ ہوتی ہے۔ ان کی قبروں میں انجین کا سے ناک نہ ہتھوڑے ہیں جن میں سے ایک بہت بڑا اس نے سر پر رکھا ہے اور ایک انتہائی بڑا بچھو ہے دوسرا کی طرف سے۔ اژدہا اور بچھو اس پر حملہ شروع کرتا ہے یہ چیزوں کی طرف سے کاٹنا اور ڈسنا شروع کرتا ہے۔ یہاں تک کی سچ کی جگہ آگ اور دھواں دکھنے ہو جاتے ہیں۔ جس پر ہے وہ برزخ جہاں پر قیامت تک رہیں گے

عالم برزخ کے عذاب پر تنبیہ:

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے آگے برزخ ایک حجاب اور آڑ ہے دنیا اور آخرت کے درمیان۔ وہ نہ تو صحیح طور پر دنیا میں ہیں کہ کھائیں پئیں نہ آخرت میں ہیں کہ ان کے چہرے بدلے ہی جا چکی بلکہ بیچ کی جگہ میں ہیں۔ یہی اس آیت میں فلانوں کو زیادہ بڑا عذاب ہوگا یعنی عالم برزخ میں کہ بڑے بھاری عذاب ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

تاکام تمنا:

رکوع ۱۲ یعنی موت کے وقت کافر پر جب آخرت کا عذاب سامنے آنے لگتا ہے تو وہ تمنا کرتا ہے کہ کاش میں پھر دنیا میں لوٹ جاؤں اور نیک عمل کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کر لوں۔ (سورۃ مؤمنون رکوع ۱)

كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا

ہرگز نہیں (یہ بات) کہنے کی ہے

کافر واپس آ کر بھی نیکی نہ کریں گے:

یعنی اگر جانے کے بعد اس کا کام کیلئے پھر واپس نہیں بھیجا جا سکتا اور بالفرض واپس کر دیا جائے تو وہ ہرگز نیک کام نہ کرے گا۔ وہ خود شرارتی پھر سوچھی کی وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (انعام رکوع ۳) یعنی اس کی بات ہے جو زبان سے کہہ رہا ہے اور جب حضرت احدیت کی طرف سے خاموشی کا جواب آتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ بات بن گئی ہے ہمارے یہاں شنوائی نہیں ہوگی۔

وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ

اور ان کے پیچھے ہے ان کے آگے ایک حجاب

عالم برزخ:

یعنی ابھی کیا دیکھا ہے موت ہی سے اس قدر گھبرا گئے۔ ابھی تو اس جگہ ایک اور عالم برزخ کا ہے جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے زیادہ عقل ہو جاتی ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی۔ ہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ

...ہے کہ اس کو دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر ...

...موت کے بعد قیامت اور حشر تک کے زمانہ کو برزخ کہا جاتا ہے کہ ...
...یہ زمانہ دنیا اور آخرت کے درمیان حد فاصل ہے ...
...ہے جب مرنے والا دنیا سے جاتا ہے تو اس سے پہلے کہ ...
...فرشتے اس کو عذاب دینے لگتے ہیں ...
...ہے کہ مرنے والے کو ...
...ہے ...

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ

...یہ ...

يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ

...

قبر کی کوئی پوچھ گچھ کا

...برزخ کے بعد قیامت کے دن ...
...کے ساتھ معاملات کے بارے میں ...
...کے وقت ...
...ہے ...
...ہے ...
...ہے

کر علی الاعلان سب لوگوں اور مخلوقوں کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور ایک منادی ندا دے گا۔ یہ وہی ہیں جن لوگوں نے اس کی طرف نسبی کا حق تو دوسرا حق لیا جائے اس وقت جس شخص کا اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی پر کوئی حق ہوگا وہ خوش ہوگا اور اپنا حق وصول کرے گا۔ اس کے بعد حضرت ابن مسعود نے آیت وَلَا يَتَسَاءَلُونَ پڑھی۔ عطاء کی روایت میں حضرت ابن عباس کا قول بھی ہے کہ اس جگہ کچھ سے سوال و جواب نہ ہوگا۔

نسب پر فخر بے کار ہے:

قیامت کے ہولناک دن کچھ لوگ اپنے نسب پر فخر کرتے تھے۔ قیامت کے دن کوئی نسبی رشتہ (اور نسبی) فخر نہ کرسکے گا۔ یہ مطلب ہے کہ۔ نہ اس روز کوئی رشتہ کسی کے کام آئے گا۔ کیونکہ سب اتنے دہشت زدہ اور حیران ہوں گے کہ کوئی کسی سے ہمدردی نہ کرے گا اور نہ کوئی کسی پر رحم کرے گا۔ ہر شخص پر مصائب کا ہجوم ہوگا۔ اور یہ حالت ہوجائے گی کہ آدمی اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں سے بھی بھاگے گا۔

معصوم بچے والدین کو شراب پلائیں گے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کا دن ہوگا تو اس روز ماؤں کے پاس بچے آئیں گے جو ابھی دودھ پیتے ہیں۔ وہ آکر ان سے کہیں گے کہ ہمارا دودھ تو ہمیں بخشو (شراب طہور) دو۔ لوگ ان سے کہیں گے ہم کو پتا دو اور جواب دیں گے (نہیں) ہم اپنے ماں باپ کو پائیں گے۔ اپنے ماں باپ کو پائیں گے، یہاں تک کہ ساقط شدہ بچے بھی جنت کے دروازے پر کھڑا ہوئے کہ اب تک میرے باپ اندر نہ جائیں گے۔ میں اندر داخل نہ ہوں گا۔ راوی ابن ابی الدنیا عن عبداللہ بن عمر الصنعانی عن ابیہ عن ابی ہریرہ کی سند سے بھی اس کے ہم معنی روایت ہے۔

ابن عساکر نے بسند حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن ہر نسبی اور سسرالی رشتے کے علاوہ نسبی اور سسرالی رشتہ ٹوٹ جائے گا۔

مؤمنوں کے رشتے منقطع نہ ہوں گے

مؤمنوں کی نسبی رشتہ داریاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے باپ تھے، اور آپ کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں تھیں۔ (یعنی آپ کا رشتہ منقطع نہ ہوگا باقی مؤمن کے رشتے منقطع ہوں گے۔)

اکثر نے کہا، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن کوئی رشتہ اور نسب موجود نہ ہوگا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ اور نسبت کے، یعنی سوائے قرآن اور سنت کے۔ (قرطبی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

حدیث میں ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یہاں میرا کان ہوا ہے اور جس کو نکاح میرے ساتھ ہوا ہے وہ سب جنت میں بھی میرے ساتھ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔ (قرطبی)

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۚ	
جس کی نیکی بھاری ہوئی تو	وہی لوگ
وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ	
اور جس کی نیکی ہلکی ہوئی	تو یہ لوگ
فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ	
وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے	جلائے گی ان کے منہ کو آگ اور
فِيهَا كَالِحُونَ ۝	
اس میں بگڑی ہوئی شکل ہوں گے	

ہونٹ سوج جائیں گے اور زبان کو پاؤں روندیں گے:

جلتے جلتے ہونٹ سوج جائیں گے، نیچے کا ہونٹ ناف تک لٹک جائے گا اور اوپر کا چہرے کو گھومتی ہوئی تک پہنچ جائے گا اور زبان باہر نکل کر زمین پر لٹکتی ہوئی جلتے ہوئے پاؤں سے روندی جائے گی۔ (اللھم احفظنا منہ ومن سائر انواع العذاب یا ارحم الراحمین)

میدان حشر کے مختلف احوال:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محشر میں مختلف مواقف ہوں گے ہر موقف کا حال مختلف ہوگا۔ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ کوئی کسی کو پوچھے گا بھی نہیں۔ موقف میں جب وہ ہیبت اور ہول کا دن ہوگا جبکہ ہر شخص اپنا ہی غم کھا رہا ہوگا۔ (قرطبی)

مؤمنین کاملین اور کفار:

لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝ یعنی اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس بات میں تم پڑے تھے اس کے سبب تم پر بڑا عذاب آتا۔ جب تم اس کو اپنی زبان سے ایک دوسرے سے نقل کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمہیں کچھ علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات تھی۔ (مطبوعی)

کا بیمن اور کفار کا بائیں ہاتھ اور انبیاء کے اعمال کا اور ان میں سے ہر ایک کے انجام کار کا ذکر کیا گیا کہ خوش نصیبوں کو جنت کا پاسپورٹ مل گیا تو فلاح حاصل ہو گئی، کفار کا پاسپورٹ بائیں ہاتھ میں آئے گا تو ان کا ٹھکانہ جہنم میں رہنا پڑے گا۔

ہر انسان کے اعمال کا وزن ہوگا

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے اعمال خود دنیا میں ہی وزن ہونے کے لئے حاضر کئے جاتے ہیں، کنز میں ہے کہ قسم ترمذی میں ہے کہ میزان عمل میں رکھا جائے گا، وہ تولے جائیں گے، طبرانی وغیرہ نے یہ روایت ان الفاظ میں کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ ان سب روایات حدیث کے اتفاق اور وزن تسمیہ مقاربی میں عمل صحیفوں میں ہوں گے (کیسے جائیں گے) (احادیث منتخبہ ملخصاً)

نکتہ: وزن میزان کی تین حالتیں ہیں (۱) ہر عمل کا تولا جانا (۲) ہر عمل کا تولا جانا (۳) ہر عمل کا تولا جانا جس کی تراوہ میں نیکیوں کا پلڑہ نیچے کا ہوگا۔ حوالہ ان وجوہ کو جمع کرنے کا ذکر کیا کہ ہر شخص کی (وزن نیکی کی) اقرار الگ ہوں یا عدد دیگر ہیں۔ ہر اور وزن کا عدد ہے

علمائے اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میزان کا قائم کیا جانا اور اعمال کا اس میں تولا جانا حق ہے۔ خوارج معتزلہ اور شیعہ اس کا انکار کرتے ہیں اور اکثر اہل بدعت (جو خلاف عقائد رکھتے ہیں) اس کے منکر ہیں۔

(۱) میزان اور ترازو پر ایمان لانا ضروری ہے

(۲) میزان کے متعلق احادیث متواتر المعنی ہیں

(۱) تمہید: اس بحث میں حضرت عمر بن الخطاب کی روایت۔ حدیث جبریل نقل کی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو اور اللہ کے فرشتوں اور رسولوں کو مانا، اور جنت، دوزخ، میزان اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اٹھائے جانے پر یقین کرنا، اور اس بات کو ماننا کہ اچھی بری تقدیر اللہ کی طرف سے (مقرر) ہے (یعنی دنیا میں جو اچھائی یا برائی ہوتی ہے اللہ کے علم کے مطابق ہوتی ہے اور پہلے سے لکھا ہوا ہے) جبریل نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو کیا میں مومن ہو جاؤں گا۔ فرمایا: ہاں، جبریل نے کہا آپ نے سچ کہا۔

(۲) حاکم نے مستدرک میں، شرط مسلم حضرت سلمان کی روایت سے بیان کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میزان قائم کی جائے گی (ذاتی ہوگی) کہ اگر آسمانوں اور زمین والوں کو اس کے اندر رکھا جائے تو وہ سما جائیں گے، ان سے کہا جائے گا کہ ان کو اٹھاؤ جو تم میں سب سے زیادہ عمل والا ہے، تو ایک آدمی کو سب کے سامنے لایا جائے گا اور اس کے نامۂ اعمال ستر دفتر ہوں گے۔ ہر دفتر کا طول حد نظر رسائی تک ہوگا پھر (اللہ اس سے فرمائے گا کیا اس میں سے کسی بات کا تجھے انکار ہے کیا میری طرف سے تیرے اوپر کوئی ظلم کیا گیا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں مالک میرے پروردگار۔ (اللہ فرمائے گا) کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں مالک میرے پروردگار۔ (اللہ فرمائے گا) کیوں نہیں۔ میرے پاس تیری ایک نیکی ہے تم پر آج ظلم واقع نہ ہوگا (اس نیکی کا پرزہ نکلے گا) پھر ایک پرزہ نکلے گا جس میں اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ لکھا ہوگا۔ بندہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب ان طومارہ میں کی موجودگی میں اس کارڈ کی کیا حقیقت ہے؟ اللہ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ تمام طومار ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ کارڈ دوسرے پلڑے میں۔ میں طومار ہلکے ہو کر اوپر اٹھ جائیں گے اور وہ کارڈ بھاری ہو جائے گا۔ کوئی چیز بھاری نہیں ہوتی اسم اللہ کے ساتھ۔ یہ حسن صحیح سند سے حضرت ابن عمر کی روایت سے اسی طرح حدیث نقل کی ہے۔

(۵) بعض نے کہا اعمال تو جسم نہ ہونے کی وجہ سے تولے نہ جائیں گے۔ حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر آسمانوں اور زمین والوں نے اس کے اندر اور ان دونوں کے درمیان کی اور ان کے نیچے کی ساری کائنات کو اکٹھا کر کے میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں لا الہ الا اللہ کی کلمہ اس کو رکھا جائے تو لا الہ الا اللہ کی شہادت والا پلڑا جھک جائے گا (وزنی نکلے گا) واللہ اعلم۔

ابن ابی جمرہ ازدی نے بخاری کی فضیلت کے باب میں اپنی سند سے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے عمل لائے جائیں گے ان کی ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں گے تو وہ ہلکا رہے گا پھر بادلوں کی طرح ایک

چیز کا ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گی ..... تو بھاری ہو جائے گی۔ پھر اس شخص سے کہا جائے گا تو جانتا ہے یہ کیا ہے؟ وہ شخص جواب دے گا نہیں (میں واقف نہیں) اپنا بچاؤ کا یہ طریقہ نیکیوں سے تو تم لوگوں کو تعلیم ہو چکا تھا۔

(۲) ابن ماجہ نے علم کی فضیلت کے بیان میں حضرت عمران بن حصین کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن علماء کی روشنائی اور شہیدوں کے خون کا موازنہ کیا جائے گا تو علماء کی روشنائی شہیدوں کے خون سے بھاری نکلے گی۔

مؤمن بندہ اور اسکے اعمال کا کافر و کفر کے اعمال سے موازنہ

میں کہتا ہوں کہ مؤمن بندہ کو حساب اس کے نیک اعمالناموں یا جمع مجموعہ اعمال کے (دونوں باتوں کا مطلب ایک ہی ہے) ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور دوسرے کافر بندہ کو جمع اس کے برے اعمالناموں کے یا جمع اس کے مجموعہ برے اعمال کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو کافر کا وزن بھاری ہو کر برے پلڑے میں چلے گا۔ اللہ کے مخلص بندے نے فرمایا فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ یعنی جس کی میزان میں (اس کا) کوئی وزن ہی نہ ہوگا مؤمن کی زائد از مقدار (بھاری) نیکیوں کا وزن ہوگا تو خود اللہ تعالیٰ کی شہادت کے سبب ہی ہوا جس کے متعلق اللہ نے بطور کنایہ فرمایا فَاُولٰٓئِكَ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ

اعمال کے درجات:

مگر مؤمن سے کچھ کے درجات ہوں گے جو کبیرہ گناہوں سے بچتے رہے ہوں گے اور اللہ نے ان کے گناہ صاغرہ یعنی چھوٹے گناہوں کو معاف کر دیا ہوگا۔ ان سب نے زیادہ وہ کہ جنہوں نے کبائر اور صغائر سے توبہ کر لی ہوگی اور ان توبوں کے مکمل ہونے کے وقت بھی ہوں اور ان سے کچھ بھی ان میں جنت کے اندر داخل ہونے کی صلاحیت ہوگی انکے متعلق حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کی حساب جس کی نیکیوں کی نیکیوں کا ایک پلڑا اگر کسی کی زیادہ ہوگی تو وہ جنت میں چلا جائے گا اور جس کے گناہ نیکیوں سے زیادہ ہوں گے وہ دوزخ میں چلا جائے گا یعنی گناہوں کی کثافت سے پاک صاف بنانے کے لئے اس کو آگ میں داخل کیا جائے گا جیسے لوہا آگ میں پڑ کر میل کچیل سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ایک دانگ کے وزن سے بھی میزان کا وزن بلکا بھاری ہوگا۔

جس کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں:

اور جن اشخاص کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ اصحاب الاعراف ہوں گے اس وقت تک اعراف میں رہیں گے جب تک غفران کے جنت میں داخلے کا حکم دیے جانے کے بعد جنت میں پہنچ جائیں گے۔

قرآن میں یا مؤمن صالح کا تذکرہ ہے یا کافر کا:

قرآن میں صرف مؤمنین صالحین کا ذکر ہے یا کافروں کا۔ گناہگار مؤمنوں کا کوئی تذکرہ نہیں اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ نزول قرآن کے زمانہ میں سارے مؤمن صالح تھے۔ سب محبوب تھے، کبائر سے پرہیز کرنے والے تھے۔ کچھ ہوں گے توبہ کرنے والے تھے اور گناہوں سے توبہ کرنے والے کے گناہ کی حیثیت ہو جاتی ہے۔

وَمَنْ سَكَتَ عَنْ حَقِّهٖ فَقَدْ تَرَكَ حَقَّهٗ وَاقْتَطَعَ فِيْ حَقِّهٖ خُصُوْمَاتٍ اور جن لوگوں کی میزانیں ہلکی ہوں گی تو وہ ایسے ہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کو گھاٹے میں رکھا جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ یعنی جن کے بھلے اعمال بھلے ہوں گے یا جنہوں نے اپنا پلڑا بھاری کر لیا ہوگا ایسے گمان کی نیکیوں کا کوئی وزن نہ ہوگا جیسے لوگ لاتعلق فریق ہوں گے۔

ہمیشہ کی خوش نصیبی و بدنصیبی:

بزار اور بیہقی نے حضرت انس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن آدم کے بیٹے کو لا کر میزان کے دونوں پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور ایک فرشتہ کو میزان پر مقرر کیا جائے گا جب اگر اس کی نیکیاں بھاری نکلیں تو فرشتہ غیبی آواز دے گا بس کو ساری مخلوق سننے لگی کہے گا فلاں شخص خوش نصیب ہو گیا اس کے بعد کبھی بدنصیب نہ ہوگا اور اگر اس کی نیکیاں ہلکی نکلیں تو فرشتہ غیبی آواز دے گا جس کو ساری مخلوق سننے لگی کہے گا فلاں شخص بدنصیب ہو گیا آئندہ اس کے بعد کبھی خوش نصیب نہ ہوگا۔ اس حدیث سے ظلمت سے مراد ہے بالکل وزن نہ ہونا۔

منتخب مؤمنوں کے اعمال دیوار تلیں گے:

میں کہتا ہوں شاید گناہگار مؤمنوں کے اعمال دیوار تولے جائیں گے اگر اس کی نیکیوں میں کمی نہ بڑھائیں ہوگا تو اس کو اس وقت تک کے لئے دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا کہ وہ پاک صاف ہو جائے پھر پاک صاف ہونے کے بعد اس کے اعمال کی پھر تول کی جائے گی اس وقت اس کی میزانیں بھاری نکلیں گی تو فرشتہ غیبی کہے گا فلاں شخص خوش نصیب ہو گیا اس کے بعد کبھی بدنصیب نہ ہوگا۔ ہم نے سعت لاتعداد میں اس بحث کی کسی قدر تحقیق کر دی ہے۔

آپ اللہ جل جلالہ میں صرف کفار مراد ہیں اس کی دلیل اس سے آگے آنے والی آیت سے فرمایا ہے وَاَنْتُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ اور یہی لوگ ہوں گے جنہوں نے خود اپنا نقصان کیا اور نفس کو کامل کرنے کا جو وقت تھا وہ کھو دیا۔ (مظہری)

اِمت محمدیہ کے چہرے کو آگ نہیں جلائے گی:

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ جلس دے گی ان کے چہروں کو آگ۔ یعنی

ت سے پہلے آگ جلا دی جائے گی۔ (یہ ابتدائی مقامات ہیں) اور مومن کے پورے کو آگ نہیں جلائے گی۔ مسلم نے (حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سب کے پاس (جنت و دوزخ میں جو کچھ ہے) دونوں وقت لایا جائے گا۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ اب تم اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ پھر جب تک اللہ چاہے گا وہیں رہیں گے۔ پھر بعث کے لیے اٹھائے جائیں گے۔

پورے جسم کا گوشت اتر جائے گا

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿فَذُوقُوا فَلَنْ نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا﴾ کے متعلق فرمایا کہ ہم نے کہا تھا کہ ہم تمہارے لیے عذاب کے سوا کسی اور چیز میں اضافہ نہیں کریں گے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کی طرف سب سے پہلے جس کو لے جایا جائے گا وہ آگ کی ایک پٹ ان کو کھینچے گی۔ گوشت کو جلا کر ہڈیوں کو ظاہر کر دے گی۔ پھر ان ہڈیوں پر (جہنم کا) داروغہ کوڑے مارے گا۔

شکلیں بگڑ جائیں گی

﴿وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ﴾ (آگ نے ان کے اندر ان کی صورتیں بگاڑ دیں۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ (آگ کے) کوڑے ان کے اوپر اور نیچے کے ہونٹ کو (آگ میں) ڈالتے ہیں پھر ان کو اوپر کی طرف کھینچتے ہیں۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ آگ ان کو جلاتی ہے یہاں تک کہ ان کی ہڈیاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ پھر ان کو کوڑے مارے جاتے ہیں۔ پھر ان کی کھال اور گوشت

[illegible] ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دگنا اجر رکھا ہے۔ اور ان کے لئے ایک باعزت رزق تیار کیا ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کو یہ خوشخبری بھی سنا دی کہ ان کے لئے جنت میں بہت سی بیویاں تیار کی گئی ہیں۔ جو ہر قسم کی گندگی سے پاک ہوں گی۔ (سورۃ النساء)

لَهُمْ أَجْرُهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

مؤمنین کے صبر کا اجر

جو لوگ مصائب اور تکالیف پر صبر کرتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بے حساب اجر عطا فرماتا ہے۔ اور ان کے لئے جنت میں بہت سے محل تیار کئے ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ (سورۃ الزمر)

قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ

دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہوگی

اس آیت میں جنت میں ہمیشہ رہنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنت میں موت نہیں ہوگی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ دنیا کی زندگی بہت کم ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں جنت کی زندگی بہت لمبی ہوگی۔ اس لئے دنیا کی زندگی کو جنت کی زندگی کے مقابلہ میں کم بتایا گیا ہے۔ (سورۃ الرعد)

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعٌ

دنیا کی زندگی قلیل کیوں معلوم ہوگی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا ہے اور اس کے لئے ایک مدت مقرر کر دی ہے۔ (۱) پہلی مدت تو ہر شخص کی وہ مدت ہے جو اس کے لئے مقدر کر دی گئی ہے۔ (۲) آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی بہت کم ہے۔ (۳) پہلی زندگی کی مدت بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ (۴) پہلی زندگی کی مدت بھی انسان کو بہت کم معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب موت آتی ہے تو انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم تو صرف دنیا میں ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہیں۔ (سورۃ المؤمنون)

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ

دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہوگی

اس آیت میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی کو بہت کم سمجھیں گے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جب موت آتی ہے تو انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم تو صرف دنیا میں ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہیں۔ (سورۃ المؤمنون)

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ

دنیا کی زندگی قلیل کیوں معلوم ہوگی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا ہے اور اس کے لئے ایک مدت مقرر کر دی ہے۔ (۱) پہلی مدت تو ہر شخص کی وہ مدت ہے جو اس کے لئے مقدر کر دی گئی ہے۔ (۲) آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی بہت کم ہے۔ (۳) پہلی زندگی کی مدت بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ (۴) پہلی زندگی کی مدت بھی انسان کو بہت کم معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب موت آتی ہے تو انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم تو صرف دنیا میں ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہیں۔ (سورۃ المؤمنون)

قُلْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

کاش کہ دنیا میں کچھ جانتے

جب موت آتی ہے تو انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم تو صرف دنیا میں ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہیں۔ اس لئے کہ جب موت آتی ہے تو انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم تو صرف دنیا میں ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہیں۔ (سورۃ المؤمنون)

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ

تمہیں بیکار نہیں بنایا

تمہیں بیکار نہیں بنایا گیا ہے۔ (۱) تمہیں اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔ (۲) تمہیں اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تم اللہ کی مخلوق کی خدمت کرو۔ (۳) تمہیں اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تم اللہ کی مخلوق کی خدمت کرو۔ (سورۃ المؤمنون)

فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ

اللہ تعالیٰ فاداروں کو یونہی نہیں چھوڑے گا

جب موت آتی ہے تو انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم تو صرف دنیا میں ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہیں۔ اس لئے کہ جب موت آتی ہے تو انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم تو صرف دنیا میں ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہیں۔ (سورۃ المؤمنون)

اور بچوں اور بیوی کی بے چارگی کی حالت میں چھوڑ دے۔ (تفہیم)

خَلَقَ الْخَلْقَ: تخلیق کا مطلب۔ ارشاد ہوا ہے کہ تمام مخلوقات کا خالق (اور جس کی حکومت دائمی ہے) وہی خدا ہے۔ باقی سب خدا بالکل نہیں ٹھہرتے ہیں۔ (یہ کہ نہیں ٹھہرتے ہیں) اس کی وضاحت (اور تشریح) یا تحویل سے لئے جب اللہ ہی واحد خالق ہے تو پھر اس کے سوا کوئی اور کیسے معبود بن سکتا ہے۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ عروج ملائکہ۔ اللہ کی بارگاہ تک ملائکہ کے خصوصی طور پر نازل ہونے کی جگہ ہیں (یہ کہنے کا کیا مطلب ہے) (تفہیم قرآنی)

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ

اور جو کوئی پکارے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں

لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

اس کے پاس اس کا حساب ہے اس کے رب کے

(اس کے پاس حساب ہوگا) (تفہیم)

اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت باطل ہے:

پکارنے سے مراد ہے عبادت کرنا۔ یہ اس لئے فرمایا ہے کہ اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت باطل ہے اور باطل کی کوئی دلیل کبھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ (یہ وہی صفت ہے تو محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے) اس لئے اگر کوئی شخص کسی کو خدا (معبود) مانتا ہے تو اس کا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے اور اس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں ہے (تفہیم) (اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے) (تفہیم قرآنی) (اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔ (تفہیم)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا آخری خطبہ:

ابو ایوب سلیمان حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو! تم کو ایک دارِ عبرت بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ تم کو ایک دارِ عمل بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (جس میں تم کو عمل کرنا ہے) اور تم سے پہلے لوگوں کی طرح تم کو بھی ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ (اور اس دنیا کو چھوڑنا ہے) تم سے پہلے لوگ جو کچھ چھوڑ کر گئے ہیں اس میں سے کچھ بھی تم اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ (تم بھی اپنا سب کچھ یہیں چھوڑ کر جاؤ گے) تم سے پہلے لوگ جس قبر میں گئے ہیں تم بھی اسی قبر میں جاؤ گے۔ (تم بھی اسی قبر میں جاؤ گے) تم سے پہلے لوگ جس مٹی میں ملے ہیں تم بھی اسی مٹی میں ملو گے۔ (تم بھی اسی مٹی میں ملو گے) تم سے پہلے لوگ جس مٹی سے پیدا کئے گئے تھے تم بھی اسی مٹی سے پیدا کئے گئے ہو۔ (تم بھی اسی مٹی سے پیدا کئے گئے ہو) تم سے پہلے لوگ جس طرح اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں تم بھی اسی طرح اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔ (تم بھی اسی طرح اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے

دعائے مغفرت

جس ہماری تقصیرات سے درگذر فرما اور اپنی رحمت سے دنیا و آخرت میں سرفراز فرما۔ تیری رحمت بے نہایت کے سامنے کوئی چیز مشکل نہیں۔

آخری آیات کا ورد رکھنا چاہئے:

قَدْ اَفْلَحَ سے ختم سورۃ تک کی آیتیں بہت بڑی فضیلت اور تاثیر رکھتی ہیں۔ جس کا ثبوت بعض احادیث سے ہوتا ہے اور مشائخ نے تجربہ کیا ہے۔ جانے کے لئے آیت کا ورد، تعاقب، خاتمہ پر ورد، جاتے جاتے خدا کا فضل کرتا ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو تلقین فرمائی کہ تم اس کے الفاظ ان آیات کے مناسب ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

ثم سورۃ المؤمنون فضلہ اللہ وحسن توفیقہ بمرحومہ نون یتیہ الظواہر۔

(منہ جل)

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ اور آپ کہا کریں اے میرے رب (میری خطائیں) معاف کر دے اور (میرے حال پر) رحم فرما تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ یعنی اے اللہ تو میری تمام خطاؤں کو معاف فرما دے (خطاؤں کی معافی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر تکلیف دہ امر، ہر ملال چیز سے حفاظت ہو جائے گی) اور مجھ پر رحم فرما (ہر طریق سے تم کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ ہر فائدہ مکمل چیز عنایت فرمائیگا مغفرت کا دنیوی نتیجہ دفع مضرت ہے اور رحمت کا اخروی نتیجہ حصول منفعت)۔

ختم سورۃ و آغاز سورۃ کا ربط: شروع سورت میں اہل ایمان کے لئے فلاح دارین کی بشارت تھی اور اخیر سورت میں کافروں سے ظالموں کی نفی کی۔

نبی اور امت کی دعا ہے کہ اے ہمارے آپ اور آپ کے تبعین بھیشہ یہ

دعا مانگا کریں۔ اور یہ دعا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ہر نبی خاص رحمت قرب حق اہم کو اقبال صادق کی توفیق عطا فرما۔ اور ایمان پر خاتمہ رکھ اور قرب رحمت رکھنے والوں۔ میں محشور رکھ کرنے والا ہے۔ کہ تیری رحمت کے بغیر کسی کی رحمت کی حیثیت نہیں رکھتی۔

مضمون کو تعلیم ہے کہ میں ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگا کریں۔ میں نے استغفار بھی فلاح کا ذریعہ ہے اگر قبول صالح میں کوتاہی ہو تو استغفار سے پورا کرے۔ کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یَّجْزَ بِہٖ وَلَا یَجِدْ لَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا۔

مجاہدین کا ورد: قَدْ اَفْلَحَ سے لے کر ختم سورت تک یہ آیتیں بڑی فضیلت رکھتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سے ایک لشکر پر (چھوٹا لشکر) اور قریب اور بڑے لشکر پر بھیجا تو یہ آیتیں پڑھ کر دیں اِنَّ الَّذِیْنَ ھُمْ مِّنْ خَشْیَۃِ رَبِّھِمْ مُّشْفِقُوْنَ

میں کہتا ہوں کہ ہم نے حسب الارشاد یہ آیتیں پڑھیں تو ہم کو ہر مہم میں نصرت نے گھیر لیا۔ اخرجہ ابو الشیخ وابن مردویہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن انس وابن عساکر عن ابن مسعود۔ (روح المعانی ص ۱۵۰ ج ۱۸)

پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک مصیبت زدہ شخص پر گزرا جس کے کان میں تکلیف تھی۔ عبداللہ بن مسعود نے قَدْ اَفْلَحَ سے آخر سورت تک آیتیں پڑھ کر اس کے کان میں دم کیں تو اچھا ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر یقین سے مومن کو پہاڑ پر پڑھے تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ اخرجہ الحکیم و الترمذی وابن السنی وابو نعیم فی الحلیۃ و المحبوب عن ابن مسعود۔ (روح المعانی ص ۱۵۰ ج ۱۸ سورۃ المؤمنون)

الحمد للہ سورۃ المؤمنون ختم ہوئی

سورۃ النور

اس سے آگے اس سورت کی آیات ۱ تا ۱۰ کی تفسیر ہے جو ان لوگوں میں سے ہوگا جو اللہ کو بالغیب (یعنی بن دیکھے) ڈرتے ہیں اور اللہ کے لئے ایک بڑا اجر ہوگا۔ (۱۲ از مرتب)

[illegible] (۱ تا ۱۰ از مرتب)

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَا اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

(سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا اور اس کے احکام فرض کئے اور اس میں واضح آیتیں اتاریں تاکہ تم یاد رکھو)

سورۃ نور کے مضامین:

یہ سورۃ بعض نہایت اہم قانونی احکام و حدود (حلال و حرام) اور اخلاق و آداب اور بعض نہایت اہم اصلاحات پر مشتمل ہے جن کی سب سے زیادہ ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب مسلمانوں کی ایک جماعت اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ چکی تھی۔ اس سورت کے بیشتر مضامین کا تعلق غزوۂ بنی المصطلق سے ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے جو بھیانک تہمت لگائی تھی اس میں بعض بلند پایہ مخلص مسلمانوں نے بھی اپنے اجتہاد کے بھی قدرے غلط رخ اختیار کر لئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ حضرت عائشہ صدیقہ کی پوری پوزیشن پر چھا دیا۔ علاوہ ایں منافقین کے خود ساختہ معیار کی بنا پر جو سزا ان کے لئے تجویز کی گئی تھی اس کی حیثیت سے خود بخود ایک معیار قائم ہو گیا۔ اس کے بعد جو واقعات پیش آئے ان کے لئے بھی یہ واقعہ ایک معیار بن گیا۔ اس سورت میں ان تمام امور کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں۔ اور یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ان کے متعلق کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد مسلمانوں کی ایک جماعت کو ان کے فرائض سے آگاہ کرنے کے لئے اس کی تعلیم دی گئی۔ اور اس کے بعد ان کی ذمہ داری اور بڑھ گئی۔ اس لئے اس سورت میں ان کی ذمہ داری کے بارے میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ (۱۲ از مرتب)

حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت پر ایمان لانا فرض ہے

جس طرح حضرت مریم صدیقہ کی عفت و عصمت پر ایمان لانا فرض ہے اور جس نے شک کیا وہ کافر ہے اسی طرح ماں صدیقہ حضرت صدیقہ کی عفت و عصمت پر ایمان لانا فرض ہے جو عائشہ صدیقہ کی عصمت اور عفت میں شک کرے وہ کافر ہے۔ اللہ نے ہر دو کی عفت و عصمت کی قرآن سے شہادت دی ہے اور فرض قرآن کا انکار کفر ہے۔ (۱۲ از مرتب)

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

(بدکار عورت اور بدکار مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو)

مِّائَةَ جَلْدَةٍ

(سو کوڑے)

زانی کی سزا یہ جو اس نے بیان فرمائی اور غیر شادی شدہ زانی و زانیہ کے لئے سو کوڑے مقرر فرمائے۔ اس کے بعد محصنین کی سزا رجم کی مقرر فرمائی۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "نظام القرآن" میں کر دی ہے۔ (۱۲ از مرتب)

اسکے بچوں نے سے لگتے ہیں۔ اس کا فکر پانچوں پارہ کے اس رکوع کے شروع میں ہے۔ اس کے بعد اس کا فصل بیان ہے اور اس کے بعد اس کا فصل بیان ہے۔ اس کے بعد اس کا فصل بیان ہے۔ اس کے بعد اس کا فصل بیان ہے۔

انکو سزا دیں کیونکہ ان کی سزا کی تکرار کرتی ہے اس لئے آیت میں زانیہ کا لفظ زانی کے لفظ سے پہلے ذکر کیا اور چونکہ کی اصلاح عام طور پر عورتوں سے ہی ہوتا ہے اس لئے آیت سرقہ میں السّارق کا لفظ السّارقۃ سے پہلے کیا۔

مسئلہ: ملائے صبیہ اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ اگر زانی اور زانیہ آزاد، عاقل، بالغ اور تندرست ہوں تو ہر ایک کے سو کوڑے مارے جائیں اس آیت میں یہی حکم دیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی سزا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہیں ملی جا سکتی۔

حضرت زید بن خالد کا بیان ہے میں نے خود سنا کہ آنحضرت ﷺ نے زانی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے، سو کوڑے مارنا اور ایک سال کی جلاوطنی (دوا ابوداؤد)۔

صحیحین میں حضرت زید بن خالد اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخصوں نے اپنا مقدمہ پیش کیا ایک نے کہا کتاب اللہ کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور مجھے کچھ بولنے کی اجازت دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیان کرو۔ اس شخص نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے پاس مزدور تھا۔ میرے بیٹے نے اس کی بیوی سے زنا کیا لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تیرے بیٹے کو سنگسار کی سزا دی جائے گی میں نے سزا سے بچانے کے لئے سو بکریاں اور ایک باندی دیکر معافی چاہی۔ پھر علماء سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا تیرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لئے شہر بدر کیا جائے گا اور اس عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان سننے کے بعد فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے موافق کروں گا، تیری بکریاں اور باندی تو واپس کی جائیں گی اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لئے شہر بدر کیا جائے گا اور (حضرت انیس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا) اُنیس! کھڑے ہو اور میرے پاس اس شخص کی عورت کو لے کر آؤ۔ اگر وہ اقرار کرے تو اس کو سنگسار کر دے۔ چنانچہ اس عورت نے اقرار کر لیا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگسار کرا دیا۔

امام مالک اور امام شافعیؒ کا مسلک:

امام مالک نے شہر بدر کرنے کا حکم صرف مردوں کے لئے خاص قرار دیا ہے، اور عورتوں کے لئے شہر بدر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اور امام شافعی نے محرم کے ہمراہ ہونے کی شرط لگائی ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جب عورتوں کے لئے تنہا سفر کرنے کی وجہ سے شہر بدر کرنے کا حکم نہیں کے لئے باقی نہیں رہا تو مردوں کو شہر بدر کرنے کی بھی یہی وجہ باقی نہ رہی۔

جلاوطنی حدِ زنا کا حصہ نہیں ہے:

علماء نے لکھا ہے کہ حدِ زنا میں تغریب (جلاوطنی) داخل نہیں اس کا ثبوت حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے اگر تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے اور فعل زنا ثابت ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اس کو حد لگائے اور زائد سزا نہ دے پھر اگر دوبارہ زنا کرے تو پھر حد لگائے (صحیحین)۔

ابھی ہم نے لکھا ہے کہ کوئی حدیث ایسی نہیں کہ جس سے حتمی طور پر واجب کا درجہ ظاہر ہوتا ہو کہ اس کے ذریعہ سے ہم کو یہ طریق حد (قتل، رجم) واجب قرار دے سکیں۔ ہاں اقامت حد (یعنی سزا دینے) کے بعد (مگر حاکم وقت کی مصلحت عامہ کا تقاضا ہو تو) اور شہر بدر بھی کرے تو اس کو بھی ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ عبدالرزاق نے زہری کی روایت سے سعید المسیب کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شراب خوری کی سزا میں ربیعہ بن امیہ کو جلاوطن کر کے خیبر بھیج دیا، یہ بھاگ کر ہرقل سے جا ملا، تو اس نے عیسائی ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ اطلاع ملی تو فرمایا آئندہ میں کسی مسلمان کو جلاوطنی کی سزا نہیں دوں گا۔

حدّ کے علاوہ جلاوطنی حاکم کا صوابدیدی عمل ہے:

اگر حاکم وقت مصلحت سمجھے کہ سزا دینا جائز ہے کے ساتھ ساتھ شہر بدر بھی کر سکتا ہے بمصلحت حاکم شہر بدر کرنا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نفی (یعنی مرد کو اور حضرت عمرؓ کو حضرت عثمان کے پہلے عہد خلافت میں آتے ہیں ان سب کا مذہب یہی ہے (کہ حاکم کو یہ اختیار تعزیری ہے اگر وہ چاہے تو جلاوطن بھی کرا دے) شہر بدر کرنے کا جواز صرف زنا کی صورت میں ہی نہیں ہے بلکہ حاکم اگر مصلحت سمجھے تو ہر جنحہ کو جلاوطن کر سکتا ہے۔

طحاوی نے حضرت عمرو بن شعیب کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو قتل کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سو کوڑے لگوائے پھر اس کو ایک سال کے لئے شہر بدر کر دیا اور (اس کا حصہ) مسلمانوں کی غنیمت سے خارج کر دیا اور ایک برہ (دُنبہ) کا دلوانے کا حکم دیا۔

سعید بن منصور راوی ہیں کہ ایک شخص نے رمضان میں شراب پی تھی حضرت عمرؓ نے اس کو سو کوڑے لگوائے اور جلاوطن کر کے شام کی طرف بھیج دیا۔ خطابی نے اس روایت کے ایک حصہ کو بطور تعلیق بیان کیا ہے۔ بخاری نے احادیث میں اتنا زائد بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ جب کسی شخص کو جلاوطن کرتے تھے تو اس کو شام کی طرف بھیج دیتے تھے کیونکہ اس زمانہ میں آبادی کا بڑا حصہ رومی کی طرف جلاوطن کر کے بھیج دیتے تھے۔ عبدالرزاق نے بوساطت معمر از ایوب از نافع بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے فرات کی طرف (ایک شخص کو) شہر بدر کر کے بھیج دیا۔

ترکِ معصیت اور ترکِ کیلئے ہجرت:

مشائخ کرام اسی لئے اگر کسی مرید کے اندر نفسانیت محسوس کرتے تو اس کو (کچھ مدت کے لئے) ترکِ وطن کا حکم دیدیتے تھے تاکہ اس کی

نماز پڑھنے کا طریقہ سکھانے جائے اور اس میں نرمی اختیار کرے۔

میں کہتا ہوں اگر کسی مسلمان کو کوئی حاکم بتانا تعصب دیکھے اور اس مسلمان اور اپنے بیچ میں رکاوٹ بھی ہو اور وہ اپنے تعصب پر ڈٹا رہے تو اس کو سزا دینے اور روکنے کا (یعنی حکومت کے لئے) بھی حکم ہے لیکن یہ حکم اپنے تعصب پر شرمندہ اور پشیمان نہ ہونے کی سزا دینے کے لئے ہے جب تک تو یہ نہ کرے ساری زمین سے اس کو نشان مٹا دیا جائے۔ ساری زمین سے نکال دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے۔ واللہ اعلم۔

سنگسار کرنا احادیث متواترہ سے ثابت ہے:

اگر جاہل اور ان پڑھ لوگوں کو سنگسار ہوتے ہوئے دیکھ کر یہ کہنے لگیں کہ یہ سزا قرآن میں کہاں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم قرآن کے ساتھ احادیث متواترہ سے بھی ثابت کرتے ہیں کہ یہ سزا ہے اور ہم اس کے ثبوت میں قرآن کی آیات بھی پیش کرتے ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں ان کو کرو اور جن سے منع کریں ان سے رک جاؤ۔ (۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کرو۔ (۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ (۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۲۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۲۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۲۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۲۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۲۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۲۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۲۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۲۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۲۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۲۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۳۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۳۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۳۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۳۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۳۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۳۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۳۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۳۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۳۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۳۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۴۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۴۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۴۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۴۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۴۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۴۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۴۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۴۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۴۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۴۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۵۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۵۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۵۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۵۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۵۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۵۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۵۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۵۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۵۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۵۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۶۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۶۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۶۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۶۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۶۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۶۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۶۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۶۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۶۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۶۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۷۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۷۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۷۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۷۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۷۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۷۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۷۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۷۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۷۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۷۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۸۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۸۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۸۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۸۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۸۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۸۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۸۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۸۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۸۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۸۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۹۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۹۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۹۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۹۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۹۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۹۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۹۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۹۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۹۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۹۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۰۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۰۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۰۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۰۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۰۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۰۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۰۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۰۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۰۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۰۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۱۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۱۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۱۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۱۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۱۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۱۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۱۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۱۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۱۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۱۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۲۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۲۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۲۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۲۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۲۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۲۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۲۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۲۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۲۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۲۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۳۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۳۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۳۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۳۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۳۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۳۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۳۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۳۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۳۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۳۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۴۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۴۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۴۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۴۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۴۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۴۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۴۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۴۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۴۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۴۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۵۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۵۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۵۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۵۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۵۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۵۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۵۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۵۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۵۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۵۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۶۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۶۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۶۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۶۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۶۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۶۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۶۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۶۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۶۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۶۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۷۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۷۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۷۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۷۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۷۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۷۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۷۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۷۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۷۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۷۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۸۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۸۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۸۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۸۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۸۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۸۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۸۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۸۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۸۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۸۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۹۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۹۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۹۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۹۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۹۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۹۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۱۹۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۱۹۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۱۹۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۱۹۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۲۰۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۲۰۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۲۰۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۲۰۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۲۰۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۲۰۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۲۰۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۲۰۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۲۰۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۲۰۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۲۱۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۲۱۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۲۱۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۲۱۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۲۱۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۲۱۵) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۲۱۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۲۱۷) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۲۱۸) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۲۱۹) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۲۲۰) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرو۔ (۲۲۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچو۔ (۲۲۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے توبہ کرو۔ (۲۲۳) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے استغفار کرو۔ (۲۲۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

تھی ہے جس میں ماعز کا اقرار کیا گیا ہے کہ ایک شخص کے غلام نے اس کی بیوی سے زنا کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی سزا دی۔ لہٰذا یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ غلام پر ایک سال کے لئے شہر بدر کرنے کا حکم نہیں ہے اور حضرت علی سے مروی یہ حدیث کہ آپ نے شراحہ ہمدانیہ کو ایک سال کے لئے شہر بدر کیا، اس کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس بنا پر کہ حدیث صحیح ہو یا ضعیف، ہم اس کو نہیں لیتے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے خلاف ہے۔ اور اگر حضرت علی سے یہ ثابت بھی ہو کہ آپ نے شراحہ کو شہر بدر کیا تھا تو بھی ہم اس کو نہیں لیتے کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے خلاف ہے۔

ایک صاحب کی بیوی کی سنگساری

طبرانی نے حضرت ابوہریرہ اور واقد لیثی اللیثی صحابی کا بیان نقل کیا ہے۔ حضرت ابو واقد لیثی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت کے پاس موجود تھے۔ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میرے فلاں عزیز کی بیوی نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اس شخص نے اس کا اعتراف کر لیا ہے۔ حضرت نے مجھ کو اور چند آدمیوں کے ساتھ اس عورت کے پاس بھیجا کہ اس سے دریافت کریں کہ اس نے ایسا کیا ہے یا نہیں۔ ہم نے جا کر دریافت کیا اس عورت نے واقعی بیان کیا جو اس کے شوہر نے کہا تھا اور کہا کہ ہاں میں نے ایسا کیا ہے۔ ہم نے یہ ماجرا حضرت سے آکر بیان کیا۔ آپ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیدیا۔ سنگسار کرنے سے پہلے کوڑے نہیں مارے اور یہ واقعہ صحابہ کی جماعت کے سامنے کا ہے (کسی نے اس کا انکار نہیں کیا)۔

ایک خاتون کی دوہری سزا

جس کو جس نے حضرت علی نے رجم کیا تھا وہ عورت کو دوہری سزا دی۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ پہلے اس کا خاوند شدہ ہونا آپ کو معلوم نہیں تھا۔ اس لئے سو کوڑے لگوانے کے بعد گواہوں سے معلوم ہو گیا تو رجم کی سزا دی۔ اور حضرت علی نے جو فرمایا کہ کتاب اللہ کے موافق میں اس کے دو سے لگواؤں گا۔ یعنی اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق اس کو رجم کرتا ہوں اس کا مطلب یہی ہے کہ کتاب اللہ میں سزا سنانے سے مراد قرآن میں مذکور ہے اور شادی شدہ کو سنگسار کرنے کا علم حدیث میں ہے۔ جس وجہ تک اس کے شادی شدہ ہونے کا علم نہ تھا آپ نے قرآن کے مطابق اس کے کوڑے لگوائے اور جب شادی شدہ ہونے کا علم ہو گیا تو آپ نے اس کو رجم کر دیا۔ یہ تشریح ایک روایت میں بھی آئی ہے۔

ایک شخص کی دوہری سزا

طبرانی نے حضرت جابر کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے زنا کا ارتکاب کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مطابق اس کے کوڑے مارے گئے۔ پھر آپ کو اطلاع ملی کہ وہ شادی شدہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم کرا دیا۔

احصان کا معنی اور شرائط

احصان سے مراد ہے تزویج کر لینا اور اس سے مراد وہی آزاد مسلمان

زانی اور زانیہ پر رجم کرنے کے لئے جو احصان کی شرط شامل ہوتی ہے اس سے مراد ہے کہ زانی اور زانیہ کی شادی صحیح نکاح میں ہوئی ہو اور وہ دونوں میاں بیوی کے تعلقات کے بعد محصن ہو چکے ہوں۔ یہ تعلقات ان کے محصن ہونے کی شرط ہیں۔ جس کے بعد زنا کی سزا رجم ہے۔ یہ باتیں شرعی اعتبار سے ضروری ہیں (ان میں سے اگر کوئی شرط مفقود ہو تو رجم کا حکم جاری نہیں کیا جائے گا) بلکہ اور باتیں تو قابل سزا ہونے کی طرف ہے۔ یہ احکام کا مکلف ہونے کے لئے ضروری شرط ہے اور عدم رجم میں ان کا نہ ہونا مؤثر ہے۔ محصن ہونے کی تکمیل کی شرط ہے۔ جس کی وجہ سے رجم کی سزا ہے۔ یہاں تک کہ نابالغ اور پاگل پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ آدمی مسلمان ہو یا کافر ذمی ہو۔ ہر ایک کے لئے یہ حد ضروری شرط ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام محمد بن الحسن کے نزدیک ذمی کے مسلمان کرنے کے لئے اس کا مسلمان ہونا بھی ضروری ہے۔

یہودی زنا کاروں کی سنگسار کی کا واقعہ

شیخین نے صحیحین میں حضرت ابن عمر کی روایت سے بیان کیا ہے کہ کچھ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے متعلق کیا فیصلہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہماری کتاب تورات میں تم کو کیا ملتا ہے؟ کہنے لگے تورات کے صحائف نے ان کو رسوا کرنے اور ان کو رجم کرنے کی ممانعت کر رکھی ہے اور ان کو کوڑے مارنے کا حکم دیتی ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا تم نے جھوٹ کہا ہے تورات میں تو سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ تورات لاؤ اور پڑھو۔ تورات لائی گئی اور اس کو اول پڑھا جانے لگا تو ایک یہودی نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا اور آگے پڑھنے لگا۔ عبداللہ نے فرمایا ہاتھ ہٹاؤ۔ اس نے ہٹایا تو آیت رجم نکل آئی۔ ان یہودیوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعتدال سے کام لیتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ان کو سنگسار کرنے میں آپ پر رجم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مرد عورت کو پتھر سے بچا رہا تھا۔ اس حدیث سے ہمارے اور امام شافعی کے قول کا ثبوت ہوتا ہے کہ ذمی کو رجم کرنے کے لئے اسلام شرط نہیں ہے۔

سابقہ شریعتوں کے احکام

میں کہتا ہوں امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ گزشتہ شریعتوں نے احکام

ہوئے کے اسباب اصلیہ ہیں جو تشکیک ان کا مطلوب ہے یعنی ان کا ہونا شرعیت میں واقعی طور پر ثابت نہیں ہوا خواہ ظنی طور پر ہی ہو اور یہ صورت ہمارے ان کو واجب العمل ہونا ضروری قرار دیتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوا یعنی کوئی بھی شریعت سابقہ کے حکم پر رسول اللہ کا عمل کرنا اس امر کو ثابت نہیں کرے گا کہ وہ حکم ہماری شریعت میں بھی ثابت ہے اگر ہماری شریعت میں منسوخ کر دیا گیا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر عمل نہ کرنے اور نہ کرنے (آخری) حالت کے حکم کے خلاف بھی نہیں ہوتا۔ جب امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ یقینی ثابت شریعت سابقہ کا حکم ہمارے لئے بھی واجب العمل ہے تو ظاہر ہے کہ ان کا قول ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے ہر حکم جو ہم تک نہ پہنچا ہو ہم کو اس کی دلیل آیت قطعی سے نہ ہو یا حدیث ظنی الدلالۃ ہو یا حدیث مشہور ہو ہم اس کو ثابت نہیں مانتے ہیں۔

مسئلہ: اگر دو مرد ہوں تو ایک بالغ اور دوسرا نابالغ ہو تو ان دونوں کے لئے ایک ہی شرعی امام ہو سکتا ہے اور ایک عورت ہو تو اس کے لئے دو مرد شرعی امام ہو سکتے ہیں اور ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو ان کے لئے امام شرعی نہیں ہو سکتا ہے (یہ مسئلہ ہے اس کا کہ اگر دو مرد ہوں تو ایک مرد امام ہو سکتا ہے اور ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو امام نہیں ہو سکتا ہے اور ایک عورت ہو تو امام ہو سکتی ہے) اور یہ کہ دو عورتوں کا ایک مرد کی جگہ ہونا (یعنی ایک مرد کے ساتھ دو عورتیں ہوں تو ان کا ایک مرد کی جگہ ہونا) یہ سب احکام ہیں جو ہم تک بالکل ظنی طور پر پہنچے ہیں اور ان کا ثبوت ظنی ہے (یعنی ان کا ثبوت ظنی ہے) اور ان کا ثبوت ظنی ہونا اس وجہ سے ہے کہ ان کے مرجع اصل شہادت کی ہے اور شہادت کی اصل عورت ہے اور عورت کی شہادت کا ثبوت ظنی ہے اور مرجع اصل کا ظنی ہونا اس کے ظنی ہونے کو مستلزم ہے۔

ثبوت کی تعریف۔

ہر وہ عورت جو ثبوت کے مقام میں بغیر کسی اتفاقی ملکیت کے (یعنی بغیر پکار اور بغیر قیمت لگنے کے) خارج سے ثبوت کو اور لفظ کو لاوے ہے اور جو ثبوت کو ادا کرنے کی نہیں ہوتا اور مقبول عورت ہو اور عورت ضمائر آیت وَلِلنِّسَاءِ يَأْتِيهِ مَنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمَا کی تفسیر کے ذیل میں ہمارے لوگوں کی روایت تشریح کر دی ہے۔

ایسی صورتیں جو زنا نہیں مگر زنا کے مشابہ ہیں۔

جس کو کسی نے اپنی وطنہ پر اپنی ہوا دار یا اپنی وطنہ سے یا محرم (یعنی جس سے نکاح کرنا حرام ہو) یا کسی نے دستبرداری مدت (یعنی ایک ماہ) کے عقد کا انتظار کئے بغیر یا اس باندی سے جو اس کے اور اس کے مکاتب کے درمیان مشترک ہو یا مکاتب باندی سے یا اس سے جو مکاتب کی ہو یا اس باندی سے جو دوسرے کے رشتہ سے حرام ہو گئی ہو

حیثیت نہ ہو تو اس پر تازیانہ نہیں کیا جائے گا اور نہ اس پر قتل کی حد جاری ہوگی کیونکہ ان تمام صورتوں میں اس کی شہوت ثابت ہوتی ہے اور جہاں ایسا ہوتا ہے وہاں شبہ ہوگا۔ اگر شبہ نہ ہوتا تو شراب کی حد کسی طرح سے بھی ساقط نہ ہوتی اور اس کے تمام ملنے والے تازیانہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے شبہات سے حدود ساقط کرو (یعنی گرا دو) جب شبہ پیدا ہو جائے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ ثبوت حد کی مستند کرنے والی اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ حدیث جو ابو حنیفہ سے مستند ہے اور ان لوگوں کی روایت سے جو ابو حنیفہ سے مستند ہیں۔

شبہ کن چیزوں سے حد ساقط ہو جاتی ہے

ترجمہ: حاکم اور ابو یعلیٰ نے بطریق زہری بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث مذکور کے بے الفاظ نقل کئے ہیں۔ جہاں تک ہو مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو اگر اس کے لئے کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ حاکم کا معاف میں غلطی کرنا اس سے بہتر ہے کہ سزا میں غلطی کرے۔ اس حدیث کی سند میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ہے جو متروک ہے۔ اس روایت میں یہ زیادتی بھی ضعیف ہے بلکہ اس کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں اور ابو یوسف نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور یہی زیادتی بھی ہے۔ زہری نے بھی یہی قول الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حدود کو شبہات کی وجہ سے ساقط کرو۔

حضرت علی کی مرفوع روایت کے یہ الفاظ ہیں شبہات کی وجہ سے حدود کو ساقط کرو۔ حدود کو معطل کرو۔ (یعنی شبہات کی وجہ سے حدود ساقط کر دینا چاہئے) لیکن ثبوت کے بعد حدود کو معطل نہیں کر سکتا۔ اس کی سند میں حارث ہے جو متروک الحدیث ہے۔ امام بخاری نے اس کے متعلق یہی کہا ہے۔

اس موضوع کی صحیح ترین حدیث عثمان کی مرفوع روایت ہے جس کے آخر میں حضرت ابن مسعود ہیں کہ شبہ سے حدود ساقط کر دو اور جہاں تک تم سے ہو سکے مسلمانوں سے قتل (یعنی جان لینے والی سزا) کو دور کرو اور اگر اس کے لئے کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو۔ اس کی سند میں ابو شیبہ حضرت عثمان کے راوی ہیں اور حضرت عبداللہ کی حدیث موقوف ہے اور ابو شیبہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کے راوی ہیں اور یہ حدیث آخر تک ان الفاظ سے کتاب الایمان میں صحیح ہے ثوبان کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ کی موقوف قرار دیا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے بروایت ابو ہریرہ کے طریق سے حضرت عمر کا قول اس طرح نقل کیا ہے کہ اگر شبہات کی وجہ سے میں غلطی سے حدود ساقط کروں تو یہ میرے لئے ایک قتل سے بہتر ہے کہ شبہات کی وجہ سے حدود کو قائم کروں۔

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ شبہ کی وجہ سے حدود کی حدیث وہ ہے جو قول ابن مسعود سے نقل کیا جا چکا ہے۔ رہی یہ حدیث جو ابن عدی نے بروایت ابن عباس نقل کی ہے کہ حدود کو شبہات سے دور کرو تو یہ حدیث ضعیف ہے۔

سے میں ہر ہی ہیں ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تو حضرت ابوبکر نے اپنا خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت عمر نے اپنا خلیفہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنا خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا خلیفہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا خلیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا خلیفہ یزید کو مقرر فرمایا۔ یزید نے اپنا خلیفہ عبداللہ بن زیاد کو مقرر فرمایا۔ عبداللہ بن زیاد نے اپنا خلیفہ حجاج بن یوسف کو مقرر فرمایا۔ حجاج بن یوسف نے اپنا خلیفہ ولید بن عبدالملک کو مقرر فرمایا۔ ولید بن عبدالملک نے اپنا خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو مقرر فرمایا۔ سلیمان بن عبدالملک نے اپنا خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کو مقرر فرمایا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنا خلیفہ یزید بن عبدالملک کو مقرر فرمایا۔ یزید بن عبدالملک نے اپنا خلیفہ ہشام بن عبدالملک کو مقرر فرمایا۔ ہشام بن عبدالملک نے اپنا خلیفہ ولید بن یزید کو مقرر فرمایا۔ ولید بن یزید نے اپنا خلیفہ یزید بن ولید کو مقرر فرمایا۔ یزید بن ولید نے اپنا خلیفہ ابراہیم بن ولید کو مقرر فرمایا۔ ابراہیم بن ولید نے اپنا خلیفہ مروان بن محمد کو مقرر فرمایا۔ مروان بن محمد نے اپنا خلیفہ عبداللہ بن محمد کو مقرر فرمایا۔ عبداللہ بن محمد نے اپنا خلیفہ ابوالعباس سفاح کو مقرر فرمایا۔ ابوالعباس سفاح نے اپنا خلیفہ ابوجعفر منصور کو مقرر فرمایا۔ ابوجعفر منصور نے اپنا خلیفہ محمد مہدی کو مقرر فرمایا۔ محمد مہدی نے اپنا خلیفہ موسیٰ ہادی کو مقرر فرمایا۔ موسیٰ ہادی نے اپنا خلیفہ ہارون رشید کو مقرر فرمایا۔ ہارون رشید نے اپنا خلیفہ محمد امین کو مقرر فرمایا۔ محمد امین نے اپنا خلیفہ عبداللہ مامون کو مقرر فرمایا۔ عبداللہ مامون نے اپنا خلیفہ محمد معتصم کو مقرر فرمایا۔ محمد معتصم نے اپنا خلیفہ ہارون واثق کو مقرر فرمایا۔ ہارون واثق نے اپنا خلیفہ جعفر متوکل کو مقرر فرمایا۔ جعفر متوکل نے اپنا خلیفہ محمد منتصر کو مقرر فرمایا۔ محمد منتصر نے اپنا خلیفہ احمد مستعین کو مقرر فرمایا۔ احمد مستعین نے اپنا خلیفہ محمد معتز کو مقرر فرمایا۔ محمد معتز نے اپنا خلیفہ محمد مہتدی کو مقرر فرمایا۔ محمد مہتدی نے اپنا خلیفہ احمد معتمد کو مقرر فرمایا۔ احمد معتمد نے اپنا خلیفہ احمد معتضد کو مقرر فرمایا۔ احمد معتضد نے اپنا خلیفہ علی مکتفی کو مقرر فرمایا۔ علی مکتفی نے اپنا خلیفہ جعفر مقتدر کو مقرر فرمایا۔ جعفر مقتدر نے اپنا خلیفہ محمد قاہر کو مقرر فرمایا۔ محمد قاہر نے اپنا خلیفہ احمد راضی کو مقرر فرمایا۔ احمد راضی نے اپنا خلیفہ ابراہیم متقی کو مقرر فرمایا۔ ابراہیم متقی نے اپنا خلیفہ عبداللہ مستکفی کو مقرر فرمایا۔ عبداللہ مستکفی نے اپنا خلیفہ فضل مطیع کو مقرر فرمایا۔ فضل مطیع نے اپنا خلیفہ عبدالکریم طائع کو مقرر فرمایا۔ عبدالکریم طائع نے اپنا خلیفہ احمد قادر کو مقرر فرمایا۔ احمد قادر نے اپنا خلیفہ عبداللہ قائم کو مقرر فرمایا۔ عبداللہ قائم نے اپنا خلیفہ علی مقتدی کو مقرر فرمایا۔ علی مقتدی نے اپنا خلیفہ احمد مستظہر کو مقرر فرمایا۔ احمد مستظہر نے اپنا خلیفہ حسن مسترشد کو مقرر فرمایا۔ حسن مسترشد نے اپنا خلیفہ منصور راشد کو مقرر فرمایا۔ منصور راشد نے اپنا خلیفہ محمد مقتفی کو مقرر فرمایا۔ محمد مقتفی نے اپنا خلیفہ یوسف مستنجد کو مقرر فرمایا۔ یوسف مستنجد نے اپنا خلیفہ حسن مستضی کو مقرر فرمایا۔ حسن مستضی نے اپنا خلیفہ یوسف ناصر کو مقرر فرمایا۔ یوسف ناصر نے اپنا خلیفہ احمد ظاہر کو مقرر فرمایا۔ احمد ظاہر نے اپنا خلیفہ حسن مستنصر کو مقرر فرمایا۔ حسن مستنصر نے اپنا خلیفہ عبداللہ معتصم کو مقرر فرمایا۔ عبداللہ معتصم کے دور کے حالات بیان کرنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو پیشگوئیوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی اور پھر ملوکیت ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم کی خلافت کا زمانہ تیس سال ہوتا ہے۔ اس طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت پر خلافت کا دور ختم ہوگیا۔ اس کے بعد ملوکیت کا دور شروع ہوا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لے کر عبداللہ معتصم تک ملوکیت کا دور ہے۔ اس دور کے حالات بیان کرنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری پیشگوئی کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کی پیدائش نہیں ہوئی تھی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں ایک بدعت جاری کی۔ وہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کیا جائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ بدعت اپنے عروج پر تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یہ بدعت کم ہوتی گئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس بدعت کو ختم کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہ بدعت پھر جاری ہوگ

روایت سے ہوتا ہے یا اس سوال کے جس کا جواب علمائے اہل حدیث کے پاس موجود تھا، اور جو اس حضرت کے لیے بارہا آ آ کر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو روزانہ دو مرتبہ بھرائے ہوا کرتا ہے، قرار آپ کو نہ آیا، پھر بھی اس پر بھروسہ کرتے اور تسلی پاتے قرار دیتے ہیں، اسے کیا کہیے کہ آپ کی بیقراری پر قرآن کا یہ حصہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

پھر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی کہ وہ اسے بیوی بنالیں، وہ اب وہ اپنے شوہر سے تنگ آ چکی تھی۔ حضور نے اس کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیا۔ زید نے اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کی کوشش کی، لیکن وہ اس کے ساتھ نباہ نہ کر سکی۔ زید نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی بیوی کو طلاق دینے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے اسے سمجھایا کہ وہ ایسا نہ کرے، لیکن زید نے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا۔ (اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب کا نکاح حضور کے ساتھ کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۶)

مسئلہ: آیت مذکورہ میں عام لوگوں کو خطاب ہے اگر کسی امام یا مفتی نے کہا کہ زید کو طلاق دینا حضور کی عبارت کے خلاف ہے تو اس کا یہ کہنا درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ بات حضور نے خود زید سے نہیں کہی تھی۔ اس لیے یہ کہنا کہ زید کو طلاق نہیں دینی چاہیے تھی، حضور کی عبارت کے خلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور نے زید سے کہا تھا کہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دو۔ لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ امام مالک کا قول ہے کہ یہ روایت بالکل غلط ہے۔ امام ابن حزم نے بھی اس روایت کو غلط قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۶)

امام ابن حزم کہتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور نے زید کو طلاق نہ دینے کا مشورہ دیا تھا، حکم نہیں دیا تھا۔ اس لیے اس روایت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ زید کو طلاق نہیں دینی چاہیے تھی، حضور کی عبارت کے خلاف ہے، درست نہیں ہے۔ (المحلی، جلد ۱۰، صفحہ ۲۷۸)

امام ابن حزم کہتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور نے زید کو طلاق نہ دینے کا مشورہ دیا تھا، حکم نہیں دیا تھا۔ اس لیے اس روایت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ زید کو طلاق نہیں دینی چاہیے تھی، حضور کی عبارت کے خلاف ہے، درست نہیں ہے۔ (المحلی، جلد ۱۰، صفحہ ۲۷۸)

زنا کی تباہ کاریاں:

باقی کہ غیر شادی شدہ لوگوں کے لیے زنا کی سزا سو کوڑے ہے۔ یہ سزا اس لیے ہے کہ زنا ایک بہت بڑا جرم ہے۔ یہ نہ صرف فرد کی زندگی کو تباہ کرتا ہے، بلکہ پورے معاشرے کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ اسلام نے زنا کی روک تھام کے لیے بہت سخت قوانین بنائے ہیں۔ ان قوانین کا مقصد یہ ہے کہ لوگ زنا سے باز رہیں اور اگر کوئی زنا کرے تو اسے سخت سزا دی جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۶)

آیت رجم جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں کہا تھا کہ ہم آیت رجم کو پڑھتے تھے اور وہ یہ آیت ہے: الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ (ابن ماجہ، جلد ۲، صفحہ ۱۸۵)

یہ آیت اب قرآن میں نہیں ہے، اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے، لیکن اس کا حکم باقی ہے۔ یعنی اگر کوئی بوڑھا یا بوڑھی زنا کرے تو اسے رجم کی سزا دی جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۶)

مسئلہ: اگر کوئی شخص زنا کرے اور اس کے بعد توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۶)

جس جرم کی سزا سخت ہے اس کے ثبوت کی شرائط بھی سخت ہیں:

زنا کی سزا اسلام میں سب جرائم کی سزا سے زیادہ سخت ہے۔ اس لیے اس کے ثبوت کے لیے اصول بھی بہت سخت رکھے گئے ہیں۔ ان اصولوں کا خلاصہ یہ ہے کہ زنا کا ثبوت دو طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ زنا کرنے والے خود اقرار کر لیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چار مرد گواہ اس کی عینی شہادت دیں۔ عینی شہادت سے مراد یہ ہے کہ گواہ نے اپنی آنکھ سے زنا کا فعل ہوتے دیکھا ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۶)

اگر کوئی شخص زنا کا اقرار کر لے تو اس کے لیے سزا کا حکم اس وقت لاگو ہوتا ہے جب وہ چار بار اقرار کر لے۔ اگر وہ ایک یا دو بار اقرار کرے تو اس کے لیے سزا کا حکم لاگو نہیں ہوتا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۶)

اگر کوئی شخص زنا کا اقرار کر لے تو اس کے لیے سزا کا حکم اس وقت لاگو ہوتا ہے جب وہ چار بار اقرار کر لے۔ اگر وہ ایک یا دو بار اقرار کرے تو اس کے لیے سزا کا حکم لاگو نہیں ہوتا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۶)

اگر کوئی شخص زنا کا اقرار کر لے تو اس کے لیے سزا کا حکم اس وقت لاگو ہوتا ہے جب وہ چار بار اقرار کر لے۔ اگر وہ ایک یا دو بار اقرار کرے تو اس کے لیے سزا کا حکم لاگو نہیں ہوتا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۴۸۶)

(۱) یہ وہ الٰہی شعور ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاں پایا جاتا ہے۔ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی طاقت ان کا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے سوا کسی اور چیز کا سہارا نہیں لیتے۔ یہ ہے وہ مقام جہاں پہنچ کر انسان کا دل ہر خوف سے آزاد ہو جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَمَا كَانَ يَعْقُوبُ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ

اور نہ تھا یعقوب کہ لے سکتا اپنے بھائی کو بادشاہ کے دین میں

إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

مگر یہ کہ چاہے اللہ ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہیں اور اوپر ہر علم والے کے ایک علم والا ہے

(۱) عزیز کی بیوی کا یوسف علیہ السلام کو دھمکی دینا

جیل کے قیدیوں کے بیچ رہتے ہوئے یوسف علیہ السلام نے اپنی بے گناہی کا اعلان کر دیا تھا۔ اس کے بعد عزیز کی بیوی کا کیا حال ہوا؟ اس کا ذکر قرآن نے نہیں کیا۔ مفسرین نے اس کے بارے میں کچھ روایتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ عزیز کی بیوی کو اس کے شوہر نے حکم دیا کہ وہ یوسف علیہ السلام سے معافی مانگے۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس پر اس کے شوہر نے اس کو دھمکی دی کہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہیں جیل بھیج دوں گا۔ اس پر اس نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گی۔ اب تم جو چاہو کر لو۔ (تفسیر ابن کثیر)

اگر وہ علم بند محمد ہوتی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتا

محمد بن اسحاق نے اپنی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب زلیخا نے یوسف علیہ السلام کے ان جملوں کو سنا جن میں انہوں نے اپنی بے گناہی کا اعلان کیا تھا تو اس نے کہا کہ اب تو سچ سچ بتا دے کہ تو نے کیا دیکھا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں نے اس کو اس حال میں دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنی پشت پر مار رہی تھی۔ اس پر زلیخا

کرنے کی اجازت نہیں۔ لیکن جو شخص ان تمام شرعی احتیاطوں کو توڑ کر اس درجہ تک پہنچ گیا کہ اس کا جرم شرعی شہادت سے ثابت ہو گیا تو اب اس کی پردہ پوشی دوسروں کو اس پر جرأت بڑھانے کا موجب بن سکتی ہے۔

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِیَةُ

مذکر اور مؤنث کا فرق نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ شرک کی طرح زنا بھی ایک ایسا جرم ہے جس کا

لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ

ارتکاب کرنے والا مرد اور عورت دونوں ہی اخلاق کی نظر میں یکساں مجرم ہیں۔

زانی کی طبیعت کا تجزیہ

زنا کی برائی کو کم کرنے کے لیے اس عمل کی نوعیت کا صحیح تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ اس معاملہ میں بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ محض ایک جسمانی ضرورت ہے جو بیوی کے سوا دوسری عورتوں سے پوری کی جاتی ہے۔ اس رائے کی بنا پر وہ اس کے لیے کسی سزا کو مناسب نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ رائے بالکل غلط ہے۔ زنا کی اصل نوعیت اور میلان کے مناسب قابو سے ہے کہ ایسے ہی کسی برخوردار کو تلاش کرے۔ اس کے بعد وہ اس کے ساتھ اپنی جنسی خواہش پوری کرتی ہ

میں شامل ہونا، مرد اور عورت کا باہمی رضامندی سے نکاح کرنا، اس شریف عورت سے نکاح کرنے یا اپنی عورت سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے جس کے بارے میں یہ یقین ہو جائے کہ اس نے زنا کیا ہے یا اس کا حمل زنا کی وجہ سے ہے۔ یہ تمام احکام بالکل واضح ہیں اور ان میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ ان کے بارے میں کسی اختلاف کا پایا جانا بھی ممکن نہیں ہے۔ ان احکام کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، ان کو منسوخ قرار دینا یا ان کی تاویل کرنا، یہ سب کچھ ایسی بات ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان احکام کا تعلق ان امور سے ہے جن کی حرمت کے بارے میں امت کے تمام طبقات کا اجماع ہے۔ ان کے بارے میں کسی اختلاف کا پایا جانا ممکن نہیں ہے۔ ان احکام کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، ان کو منسوخ قرار دینا یا ان کی تاویل کرنا، یہ سب کچھ ایسی بات ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان احکام کا تعلق ان امور سے ہے جن کی حرمت کے بارے میں امت کے تمام طبقات کا اجماع ہے۔ ان کے بارے میں کسی اختلاف کا پایا جانا ممکن نہیں ہے۔

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

مؤمنین پر یہ زنا اور زنا سے نکاح حرام ہے۔

یعنی اہل ایمان پر حرام ہے۔ ایک عورتی نوٹ ہے کہ یہ حرمت کیسے ہوئی۔ حدیث میں ہے کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کہنا یا حرام کردہ چیزوں کو حلال کہنا، یہ سب کچھ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ زنا کی وجہ سے حمل والی عورت سے نکاح حرام ہے، یہ بھی شرک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کہنا یا حرام کردہ چیزوں کو حلال کہنا، یہ سب کچھ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ زنا کی وجہ سے حمل والی عورت سے نکاح حرام ہے، یہ بھی شرک ہے۔

حرام نکاح اور حرام فعل

کسی شادی شدہ عورت سے یا کسی ایسی عورت سے جو کسی اور کے نکاح میں ہو، نکاح کرنا حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نکاح کی وجہ سے عورت اور مرد کے درمیان جو تعلق قائم ہوتا ہے، وہ زنا کی وجہ سے قائم ہونے والے تعلق سے مختلف ہوتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ زنا کی وجہ سے حمل والی عورت سے نکاح حرام ہے، یہ بھی شرک ہے۔

پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا

یعنی ایسی پاکدامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا جن کا کردار بظاہر اچھا ہو، یہ بھی زنا کی طرح حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے معاشرے میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ زنا کی وجہ سے حمل والی عورت سے نکاح حرام ہے، یہ بھی شرک ہے۔

محصنات کا مطلب

یہ لفظ احصان سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ اس کا مطلب ہے قلعہ بند ہونا۔ اس لیے اس کا مطلب ہے محفوظ ہونا۔ اس لیے اس کا مطلب ہے محفوظ ہونا۔ اس لیے اس کا مطلب ہے محفوظ ہونا۔

اگر کسی نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو اپنی بیوی سے لعان کرنا ہوگا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد عورت چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب ہو۔ اس کے بعد ان دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔ اس کے بعد وہ کبھی بھی ایک دوسرے سے نکاح نہیں کر سکیں گے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ

اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں پاکدامن عورتوں پر

ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ

پھر نہ لائیں چار گواہ

حضرت علیؓ کی شخصیت

مؤمنوں والا عمل

ثبوت نبوت کی شرائط

پیک شبہ اور جواب

پہلی کا حد ایسے مجرم کی سزا ہے جو کسی کے محرم کو قتل کرے، یا کسی نے غلط کہا کہ زنا کی حد شرعی یعنی سو کوڑے یا رجم اسلامی حکومت کی ہے اور اسے کہنے کے لئے تو یہ شخص ہیں جن کو ان دو غیر محرم مرد و عورت کو تنہا جمع ہونے اور اختلاط میں بے پردگی کی باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر اس کی شہادت دینے پر کوئی پابندی نہیں اور اپنے شاہد اور گواہ کے مقدمات ہوتے ہیں یہ بھی شرعاً قابل سزا جرم ہیں لیکن حد غیر شرعی کی سزا نہیں بلکہ تعزیری سزا قاضی وقت کی صوابدید کے مطابق کوڑے کی دی جاتی ہے اس نے جس شخص نے دو مرد و عورت کو زنا میں مبتلا دیکھا اور دوسرے گواہ نہیں ہیں تو حد قذف زنا کرنا ثابت ہے تو شہادت نہ دے مگر یہ حلال نہیں کہ گواہی دے کر مسلمان کی آبرو ریزی اور پھر دوسری کے کیے مقصود ہو جائے خود بھی مستحق سزا ہو جائے۔ علامہ نے اس کو ابلہ میں بیان کیا ہے

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ
مگر جو توبہ کریں اس کے پیچھے
اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
سنور جائیں تو بخشنے والا مہربان ہے

توبہ سے فسق کا زائل ہو جانا ہے:

یعنی توبہ اور اصلاح حال کے بعد اللہ کے نافرمان بندوں میں اس کا شمار نہ رہے گا۔ گو پچھلے تذلف کی سزا میں مردود الشہادت رہے گی۔ یہی مذہب سلف میں سے بعض شریح، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، مکحول، عبدالرحمن بن زید بن جابر، حسن بصری، محمد بن سیرین اور سعید بن المسیب رحمہم اللہ کا ہے کہ فی الحد والشہادۃ دونوں ہیں۔ (ابن جریر)

توبہ سے سزا ساقط نہیں ہوتی:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک گذشتہ آخری جملہ کی طرف راجع ہے (یعنی جو لوگ توبہ کریں گے اور اپنے احوال کو درست کر لیں گے وہ قابل نہیں رہیں گے کہ مخاطب یہ ہے کہ توبہ سے قذف زنا کی حد حلال نہیں ہوئی صرف فاسق سے نام لیا جاتا ہے گا) اصول فقہ میں نام ابوحنیفہ کا مسلک یہی ہے کہ توبہ سے فسق تو ختم ہو جاتا ہے، حد دنیا ساقط نہیں ہوتی

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ زَوْجَهُمْ
جو لوگ تہمت لگائیں اپنی (منکوحہ) بی بی

یعنی زنا کی تہمت لگائے یا اپنا چشم دید کہے یہ سب لفظ ہے نہیں۔ (ابن جریر)

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

سو یہی لوگ ہیں نافرمان

تہمت لگانے والا فاسق ہوا:

مگر واضح ہیں جان بوجھ کر جھوٹی تہمت لگانی تھی جب تو ان کا فاسق و نافرمان ہونا ظاہر ہے اور اگر واقعی فی الواقع یہ جانتا تھا تو بھی جب چار گواہوں سے ہم زنا کا ثبوت نہیں تو یہ لوگ گواہی نہ دیں گے تو ایسی بات کا اظہار کرنے سے بلکہ تمام مسلمانوں کی آبرو ریزی اور پھر دوسری کے کیے مقصود ہو جانے خود بھی مستحق سزا ہوئے۔ علامہ نے اس کو ابلہ میں بیان کیا ہے

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ
مگر جو توبہ کریں اس کے پیچھے
اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
سنور جائیں تو بخشنے والا مہربان ہے

زنا کی تہمت لگانے کی سزا:

یہ حد قذف (تہمت لگانے) کی سزا کی ہوئی کہ (مقدمہ کے مطالبہ پر اگر وہ ثابت نہ کر سکے جائیں اور آئندہ بھی) کبھی اس کی شہادت (عدالت) میں مقبول نہ ہو اور فاسق قرار دیا جائے۔ حنفیہ کے نزدیک تو یہ کہ بعد بھی اس کی شہادت حلال ہے میں کوئی نہیں کہہ سکتا۔ (ابن کثیر)

ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً (اسی کوڑے) بشرطیکہ آزاد بالغ (اور بیٹے والے آزاد ہوں (غلام نہ ہوں) اگر گواہ غلام ہوں تو ہر ایک کے بدلہ میں ایک کم بیس آدمی ہو جائے گی، یعنی ہر غلام گواہ کے بدلہ بیس بیس کوڑے مارے جائیں گے۔ (فقہ) اسی طرح قذف کرنے والا اگر غلام ہو تو بھی بیس کوڑے مارے جائیں گے۔ (فقہ) اور اگر قذف کرنے والا غلام ہو اور گواہ آزاد ہوں تو پچاس کوڑے مارے جائیں گے۔ (فقہ) اور اگر قاذف اور مقذوف دونوں ہی غلام ہوں تو بھی بیس کوڑے ہی قذف کے لگائے جائیں گے۔ (فقہ) اور اگر قاذف اور مقذوف دونوں ہی باندی ہوں تو بھی بیس کوڑے قذف کے لگائے جائیں گے۔ (فقہ) اور اگر قاذف آزاد ہو اور مقذوف باندی ہو تو بھی اسی کوڑے قذف کے لگائے جائیں گے۔ (فقہ) اور اگر قاذف باندی ہو اور مقذوف آزاد ہو تو بھی بیس کوڑے

شاہ غزال بجلی نے مجھ سے بیان کیا کہ مغیرہ بن عوسجی کی روایت سے لکھا ہے کہ بلال بن امیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رہتے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کی تہمت لگائی (واقعہ یہ تھا کہ بلال جب شاہی تہمت لگانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو شریک بن سحماء بھی آیا) شریک بن سحماء نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بلال نے عرض کیا یا رسول اللہ کہ وحی نازل فرمائیے کہ میری بیوی پر سے تہمت اٹھ جائے تو آپ نے فرمایا کہ گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پشت پر حد لگائی جائے گی۔ بلال نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے میں بالکل سچ کہتا ہوں اللہ تعالیٰ ضرور اپنی کتاب میں کوئی ایسا حکم نازل فرمائیں گے جس سے میری پشت حد سے بچ جائے گی۔ اسی وقت جبرئیل آیات لعان لے کر نازل ہوئے (یعنی والذین یرمون ازواجھم الخ) اور جو حکم اللہ کی طرف سے نازل ہوا تھا اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ نصیحت کی دی ہوئی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور سچ بولو کیونکہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہلکا ہے۔ بلال نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے میں بالکل سچ کہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اچھا تو لعان کرو۔ چنانچہ بلال نے چار گواہیوں کے ساتھ اللہ کی قسم کھائی اور پانچویں گواہی میں کہا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر عورت سے کہا گیا کہ تم گواہی دو۔ اس نے چار گواہیوں کے ساتھ اللہ کی قسم کھائی اور پانچویں گواہی میں کہا کہ اگر میرا شوہر سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عورت یہ قسم کھا لے تو اس پر حد لگائی جائے گی۔ اس پر عورت رکی اور کہنے لگی کہ میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی۔ چنانچہ جب چھ پیر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عورت اللہ کا غضب نازل ہوا ہو تو ہلال میں اس عورت سے کھڑا ہو گیا۔

ابن عویمر کی بیوی کا واقعہ

کہتے ہیں حضرت جبل بن سعد عدوی کی روایت سے آیا ہے کہ ابن عویمر نے عاصم بن عدی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے لئے پوچھ کر آؤ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اور شخص کو دیکھے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے تو اس کو قتل کیا جائے گا یا کیا کرے۔ عاصم نے آپ سے پوچھا تو آپ نے ناپسند فرمایا اور سوال کو برا سمجھا۔ یہاں تک کہ عاصم نے جو کچھ سنا تھا اس کا خیال ہوا۔ پھر عاصم نے آ کر ابن عویمر سے کہا کہ تم نے مجھ کو بھیجا تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے ناپسند فرمایا اور سوال کو برا سمجھا۔ ابن عویمر نے کہا کہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھوں گا۔ چنانچہ ابن عویمر آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اور شخص کو دیکھے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے تو اس کو قتل کیا جائے گا یا کیا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں حکم نازل ہو گیا ہے جو اپنی بیوی کے لئے آیات لعان ہیں۔ پس جاؤ اور اپنی بیوی کو لے آؤ۔ سہل نے کہا کہ پھر دونوں نے مسجد میں لعان کیا۔ میں اس وقت لوگوں کے ساتھ تھا۔ جب دونوں لعان سے فارغ ہو چکے تو عویمر نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر میں اب بھی اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں نے اس پر جھوٹ تہمت لگائی ہے۔ چنانچہ عویمر نے اس کو تین طلاق دے دیں (یعنی تین طہر میں تین طلاقیں دیں) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی طلاق دے دی۔ ابن شہاب نے کہا کہ یہ سنت ہو گئی ہے لعان کرنے والوں کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دیکھو اگر اس عورت کے بچہ سیاہ رنگ کا ہو تو میرا خیال ہے کہ اس نے عویمر پر جھوٹ باندھا ہے اور اگر بچہ سرخ رنگ کا ہو تو میرا خیال ہے کہ عویمر نے سچ کہا ہے۔ (یعنی ابن عویمر) نے سچ کہا تھا اور اس بچہ کی صورت ایسی ہی نکلی جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ پھر اس بچہ کا نسب ماں سے ملایا جاتا (اور اب عویمر نہیں کہا جاتا تھا)

حضرت سعید بن معاذ کی مقتول حضرت بلال کا واقعہ

راوی نے روایت کی حضرت ابن عباس کا بیان کہ جب آپ نے

(الخ) پڑھا تو انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر (یا اسید بن حضیر اور حضرت سعد بن عبادہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ہمارے سرداروں کی تعریف نہیں فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اور شخص کو دیکھے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے تو اس کو قتل کیا جائے گا یا کیا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں حکم نازل ہو گیا ہے جو اپنی بیوی کے لئے آیات لعان ہیں۔ پس جاؤ اور اپنی بیوی کو لے آؤ۔ سہل نے کہا کہ پھر دونوں نے مسجد میں لعان کیا۔ میں اس وقت لوگوں کے ساتھ تھا۔ جب دونوں لعان سے فارغ ہو چکے تو عویمر نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر میں اب بھی اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں نے اس پر جھوٹ تہمت لگائی ہے۔ چنانچہ عویمر نے اس کو تین طلاق دے دیں (یعنی تین طہر میں تین طلاقیں دیں) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی طلاق دے دی۔ ابن شہاب نے کہا کہ یہ سنت ہو گئی ہے لعان کرنے والوں کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دیکھو اگر اس عورت کے بچہ سیاہ رنگ کا ہو تو میرا خیال ہے کہ اس نے عویمر پر جھوٹ باندھا ہے اور اگر بچہ سرخ رنگ کا ہو تو میرا خیال ہے کہ عویمر نے سچ کہا ہے۔ (یعنی ابن عویمر) نے سچ کہا تھا اور اس بچہ کی صورت ایسی ہی نکلی جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ پھر اس بچہ کا نسب ماں سے ملایا جاتا (اور اب عویمر نہیں کہا جاتا تھا)

[illegible] کی روایت ہے۔

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

لعان کے بعد تفریق واجب ہے:

دونوں نے لعان کر لیا تو ... میاں بیوی میں تفریق کر دینا حاکم پر واجب ہو جاتا ہے

صحیحین میں حضرت ابن عمر کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں لعان کرنے والوں (یعنی مرد و عورت) سے فرمایا۔ تمہارا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے تم میں سے کوئی ایک (یعنی مرد یا عورت) جھوٹا ہے (مرد کا جھوٹا ہونا ظاہر ہے) اب تیرا (یعنی اس پر کوئی) راستہ نہیں (یعنی اس سے ملنے کا اب تجھ سے کوئی واسطہ نہیں رہا دوائی انتظام ہو گیا) اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال (یعنی جو مہر میں نے اپنی کا کیا ہوگا) فرمایا اگر تو نے اس پر (جماع کر کے) حلال کر لیا ہے (یعنی اس حالت کا معاملہ کیا گیا ہے) تو اس سے حاصل کر لے تیرے لئے حلال تھی (یعنی تو اس سے ادائیگی مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے) اگر تو نے اس پر (جماع کر کے) اس کو حلال نہیں کیا ہے تو اس کا مال بہت دور چلا گیا اس سے تجھے کچھ نہیں ملے گا۔ لہٰذا اب کوئی مال نہیں ہو سکتا۔ ابوداؤد نے حضرت سہل بن سعد کی روایت سے لعان کرنے والے مرد و عورت کے متعلق میں جو حدیث بیان کی ہے اس میں راوی پر یہ الفاظ بھی ہیں کہ دونوں میں (راوی) تفریق کرا دی جب کہ وہ دونوں ابھی وہاں موجود تھے۔ امام شافعی نے حضرت ابن عمر کی روایت سے یہی مفہوم سمجھا ہے۔

لعان سے فسخ نکاح از خود نہیں ہو جاتا:

امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ صرف حرمت فسخ نکاح کا تقاضا نہیں کرتا۔ دیکھو سسرال سے حرمت ہو جاتی ہے اور نکاح فسخ نہیں ہوتا (جلد کفاء کا مطلب ادا کرنے کے بعد پھر حاصل ہو جاتی ہے) ہاں ثبوت حرمت کے بعد شوہر بیوی کو مشورہ شرعی کے مطابق (جیسا کہ پہلے لکھ چکے ہیں) جب تک عاصر ہے تو اچھی طرح حسن و خوبی سے رخصت کر دے اور یہ اس پر لازم ہے اور جب اس نے ایسا نہیں کیا تو حاکم کی قائم مقام کی حیثیت سے عورت کو اس سے الگ کر دیا تاکہ عورت پر ظلم نہ ہو۔ اس کا ثبوت صحیحین کی اس روایت سے ہوتا ہے جس کے راوی حضرت سہل بن سعد ہیں کہ دونوں کے لعان کر چکنے کے بعد کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے اس کو اپنے پاس رکھا (یعنی اپنے نکاح میں رکھا تو (یعنی کیا) اس پر جو معمولی حیثیت تھی اس کی چنانچہ اس کے بعد تو اس نے اس کو تین طلاقیں دے دیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کے طریقے میں اس کے خلاف کچھ نہیں فرمایا۔

میں کہتا ہوں لعان کے بعد حرمت ہو جانا بلا فسخ علماء ثابت ہے۔ امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک حرمت کا ثبوت خاوند کی طرف سے ہے (کہ یہ حضرت سدن کو فسخ نکاح قرار دیتے ہیں اور لعان کے بعد بطور حکم حاکم کے

نزدیک دائمی ہو جاتی ہے) اور امام ابو حنیفہ کے قول پر بھی حرمت کا ثبوت تفریق سے ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لعان کے بعد دونوں میں تفریق کرا دیتے ہیں اور امام صاحب تو فعال میں کہ لعان کے بعد قاضی ... دونوں میں تفریق کرا دے۔

امام صاحب کا یہ قول کہ یہ تفریق شوہر لعان کے بعد بیوی کو طلاق شرعی کے مطابق اپنے پاس روک نہیں سکتا اس سے عام عورت کو کہ وہ طلاق دینے کا فیصلہ کر دے تو شوہر کا اس کو روکنا حرام ہے۔ یہ قول ہو جاتا ہے کہ لعان کے بعد قاضی شوہر کو طلاق دینا کا حکم دے۔

مسئلہ: اگر مرد نے عورت سے کہا تیرا (یہ) حمل مجھ سے نہیں ہے تو امام ابو حنیفہ، امام زفر، امام احمد کے نزدیک لعان کا حکم نہیں دیا جائے گا (یعنی ہر صورت حد قذف جاری ہوگی نہ عورت کو زانیہ قرار دیا جائے گا) کیونکہ یہ ممکن ہے کہ (حمل) مجھ سے نہ ہو (لیکن) امام شافعی نے فرمایا کہ لعان کا حکم دیا جائے گا۔

نسائی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاعنہ کی بیوی کے دو بیٹوں کو میراث دلوائی اس وقت حاملہ تھی۔ عبدالرزاق نے بھی یہ اتنا ہی ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ شوہر نے کہا میں مقدار حمل سے ہی اس (عورت) کے قریب نہیں گیا ہوں (اس لئے یہ بچہ مجھ سے نہیں ہے) عقار (راوی) کا بیان ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد وہ دونوں بیٹے (عورت کو) پہچانتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ظاہر کر دے چنانچہ ایسا ہوا (یعنی بچی حمل کا تھا) اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ لعان کا حکم اس صورت میں بھی دیا جائے گا۔

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ معمر نے ایوب سے بہت روایت کیا کرتے تھے اور کہتے تھے ہم تو اس عورت کو نیک ہی جانتے تھے لیکن جب چار طریق (شرعی) سے ثبوت پیش ہوا تو پھر ہم کو ان کے خلاف ہی سمجھنا پڑا (یعنی ملاعنت کرنا پڑا) اور یہ سوال (جواب) دے کر مر گیا اس کی ماں بھی اس کے پیچھے دنوں بعد مر گئی اور شریک اس واقعہ کے بعد لوگوں کی نظر میں زندہ رہا۔ قتادہ کہتے ہیں یہ تفصیل دلالت کرتی ہے کہ عورت کے زنا کرنے کا بھی وہی حکم تھا جو حمل کا بھی (یعنی لعان کا)۔

زنا کا رجحان قوت اور تہمت تراش مرد کی آخروی سزا:

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس عورت نے کسی دوسری قوم سے آدمی کو اپنی قوم میں شامل کیا (یعنی کسی دوسرے شخص سے زنا کرکے بچہ کو اپنے شوہر کا بتایا) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خارج ہوگی اور قیامت کے دن اس کو جنت میں داخل نہیں فرمائے گا اور جس مرد نے دیدہ دانستہ اپنے بچہ کا باپ ہونے سے انکار کر دیا کہ وہ اس کا نہیں ہے تو قیامت کے دن اس سے پردہ کر لے گا (اللہ تعالیٰ اس سے بہت دور ہوگا) اور اگلے پچھلوں کے سامنے اس کو رسوا کرے گا۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی والشافعی و

غیر باپ کو اپنا باپ بنانا حرام ہے

[illegible] حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے باپ کے [illegible] باپ ہونے کی نسبت کرے [illegible] اس کا باپ نہیں ہے [illegible]

مسئلہ: [illegible] باپ کی [illegible] ہے [illegible] نے معنی [illegible] کیا ہے کہ [illegible] کے لئے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] کے [illegible] ہے [illegible]

مسئلہ: [illegible] اپنی [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

[illegible] کے لیے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ان [illegible] ہوئے [illegible] ہوئے [illegible] ہوئے

ہر سر منبر پہتان تراشوں کی تردید میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب

والدین کے گھر پر کرامات ظہور پذیر ہوتے رہنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متعلقین سے تشفی دینا

میراثات دن دوگنے رہنا

...ہوئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی

...ہوئے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ...ہوئے ...ہوئے ...ہوئ

[illegible] ہے۔

دوسری خصوصیت:

[illegible] نے آپ کے سوا کسی خاتون سے شادی نہیں کی۔

تیسری خصوصیت:

[illegible] اسی خدیجہ کے بطن سے اولاد ہوئی۔

چوتھی خصوصیت:

[illegible] آپ کو سلام بھیجا۔

پانچویں خصوصیت:

آپ جس وقت بھی وحی نازل ہوتی تھی جبکہ آپ حضرت رسول کریم کے ساتھ ایسے گھر میں ہوتے تھے جس میں دوسری کسی بی بی کو یہ خصوصیت حاصل نہیں تھی۔

چھٹی خصوصیت

[illegible] ان سے اولاد ہوئی۔

ساتویں خصوصیت:

وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور صدیقہ ہیں اور ان کی [illegible] ہے۔ [illegible] کے بارے میں حضرت کلام اللہ رزق کریم کا لفظ قرآن نے بعد فرمایا ہے۔ (نظری)

حضرت صدیقہ کی فضیلت اور کمالات و تحقیقات اور علمی نکات تحریر کرو کر کر حضرت موسیٰ کی ملکہ نے فرمایا کہ میں نے صدیقہ عائشہ سے زیادہ [illegible] کسی عورت کو نہیں پایا۔ (نظری)

ایک کا معنی اور مطلب:

ایک۔ [illegible] ایک کا لفظ کئی معنی ہے مثلاً [illegible] حضرت رسول کریم کی [illegible] کہ آپ نے فرمایا کہ آپ کی بیوی [illegible] وقت نہیں دیا ہے تو [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] ہیں [illegible] تحریر کیا ہے [illegible] ان کے [illegible] ان کی [illegible] ہے [illegible] ان کے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہ

کرنے والے ہیں اللہ کی نازل کردہ آیات کو تھوڑی قیمت پر بیچنے کے لئے یہ اپنی من گھڑت باتیں لوگوں کو سناتے ہیں۔ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۔ پس ان کے لئے ہلاکت ہے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے پر اور ہلاکت ہے ان کے کمائی پر۔

تحریف کرنے والوں کا انجام

یعنی جس کتاب کو اللہ نے اس لئے نازل فرمایا تھا کہ لوگ اس کی تعلیمات پر عمل کریں اور اس کے ذریعہ سے اپنی دنیا و آخرت کو سنواریں، انہوں نے اس کتاب کو اپنی دنیا سنوارنے کا ذریعہ بنا لیا۔ اس کے الفاظ و معنی کے تحریف کر کے اس میں اپنی طرف سے باتیں ملا کر لوگوں میں پیش کرنے لگے اور اس کے عوض دنیا کا مال و متاع حاصل کرنے لگے۔ یہ ان کی بدترین خیانت تھی۔ اس لئے ان کو سخت وعید سنائی گئی۔ ان کی یہ خیانت اور بددیانتی ہی تھی جس کی وجہ سے ان کے دلوں سے اللہ کا خوف اور آخرت کا یقین اٹھ گیا تھا۔ اور وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے راستہ سے روکنے لگے تھے۔ اور اللہ کے دین کو بدلنے اور اس میں تحریف کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ اور اس کے لئے انہوں نے اپنی طرف سے باتیں بنا کر اللہ کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا تھا

علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی اپنے نیچے بھائی مسلمان کی مدد کرے اللہ اپنے نیچے اس کی مدد کرتا ہے۔ کے تحفیظ تشخیص تراشیاں کے لیے [illegible] کی دعوتی خدمات پیش کرتے ہوئے ان کو قبول کرلے۔

حضرت ابوایوبؓ کا تمثیل:

جیسا کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ نے تصدیق کی ہے۔ [illegible] کی بیوی نے کہا کہ کیا تو نہیں سنتا کہ لوگ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ کہا ہے۔ کیا ایسا کام تو کرسکتی ہے تا کہ بری ہو۔ نہیں۔ فرمایا (صدیقہ کی بیوی اور ان کی مثل عورتیں ایسا کام نہیں کرتیں) کہ حضرت صدیقہؓ تجھ سے بہتر ہیں اور صفوان تجھ سے بہتر ہیں۔ ان کی نسبت یہ بدخیالی نہیں کیا ہو۔ (تفسیر عثمانی)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوایوب انصاریؓ نے تعلیم دی گئی ہے کہ مومن ایمان کا بھائی مسلمان ان چیزوں سے بچتا ہے جو اس کے لیے مضر ہوں۔ اس لیے جب تک کسی مسلمان کے بارے میں جب تک کسی گناہ یا جرم کا علم نہ ہو اس کی شرعی حد نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے بارے میں بدظنی نہ کرنا چاہئے۔ ہاں اگر کسی کے متعلق یہ علم ہو جائے کہ وہ قتل کے جرم میں یا ڈاکہ زنی میں ملوث ہے تو اس کی نسبت ایسی بدظنی کرنا جائز ہے۔ اور اس کی مذمت کرنے کا حق حاصل ہے۔ (ادارہ)

بلاوجہ مسلمان سے بدگمانی جائز نہیں ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان مرد و عورت کے ساتھ اچھا گمان رکھنا واجب ہے جب تک کسی دلیل شرعی سے اس کے خلاف ثابت نہ ہو جائے اور جو شخص بلا دلیل شرعی کے اس پر الزام لگاتا ہے اس کی حد کا قرار کرنا اور سزا کا بھی مستحق ہے جب تک وہ توبہ نہ کرلے اور مسلمان کو بدنام کرنا چھوڑ نہ دے۔ (ادارہ)

ایک اہم اور ضروری تنبیہ:

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں ہر مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی ہدایت اور اس کے خلاف بے دلیل باتوں کی نفی کی گئی ہے اب قرآن کریم کی ہدایت اس پر بھی ہونی چاہیئے کہ جو شخص دلیل شرعی سے کسی مسلمان کے بارے میں کوئی جرم ثابت ہو جائے اس کے بعد اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اس کے لیے قرآن کریم کی ہدایت یہ ہے کہ ایسے شخص کو اس وقت تک توبہ کی دعوت دی جائے اور اس کے لیے دعا کی جائے جب تک اس کے توبہ کرنے کا علم نہ ہو جائے۔ اور اس کی توبہ کا علم اس کے اپنے اقرار سے یا دو عادل گواہوں کی گواہی سے ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیئے اس کی تفصیل قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا

[illegible]

بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ

[illegible]

نماز کی جگہ جانا پسند فرمایا بلکہ صحابہ کرام کے مجمع میں بھی فرمایا کہ ما علمت علی اھلہ الا خیرا۔ (بخاری) بخاری میں اپنی اہلیہ کے بارہ میں فرمایا کہ وہی ہے جو اچھی ہیں۔ جو کچھ میں جانتا ہوں سب نیک آیات کا مصداق ہیں۔ ایسا ہی علم اور فہم اس سے طلب کرو (یعنی رفع تجسس سے دور رہو) اور اپنے ایمان کو بدظنی سے برباد نہ کرو۔

مسلمان گھرانوں سے پاک صاف تعلق شرعی سے ہونے کی ہدایت ہے اسکے خلاف جرم ثابت ہونے پر بھی کسی کی برائی کو نہ پھیلانا چاہیئے۔ نہ کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں صرف اتنا کافی ہے کہ ایک مومن مسلمان پر بغیر کسی دلیل شرعی کے الزام لگایا گیا ہے خدا یہ بہتان ہے۔

قسط وفواحش کا قرآنی نظام:

قرآن تقسیم نے فواحش کے متعلق ایک خاص نظام بتایا ہے۔ جو اول تو اس قسم کی فواحش مشہور ہونے یا ثابت ہو کر ثبوت شرعی کے ساتھ ہونا کہ اس شہادت کے ساتھ گواہی گئی ہے۔ میں حد قائم کرنا ہے جو بیان کی گئی ہے۔ اس شہادت کے کمیاب ہونے اور نہ ہونے اور جہاں ثبوت شرعی نہ ہو وہاں یہ طریق ہے کہ اپنی بیویوں کو چھوڑ دیا جائے اور ان سے علیحدگی کر لی جائے۔ کوئی اور تعزیر نہیں ہے۔ صرف بیویوں سے علیحدگی ہے اس سے سب دنیا فواحش کی لعنت کرتی ہے۔ اور ہر قوم اور ہر قبیلہ نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے۔ جو سب روئے زمین میں ہر مذہب و ملت کے انسانوں کے نزدیک ایک عرصہ دراز سے ممنوع و قبیح چلی آتی ہیں۔ اور ان کی ممانعت کے لیے ہر ملک میں قانون بنے ہوئے

بغیر ثبوت الزام اٹھانا غلط ہے:

تیسری آیت سے علم اور اس کی شرعیت سے ہوا کہ جو لوگ بھولے قرار دیئے گئے ہیں، ان کی بھولی بات کی تہمت اگلوں پر نہ لگائیں۔ اور ان سے ثبوت کافی طلب کریں۔ ہاں جن کی نسبت ثبوت موجود ہو، ان کا ذکر کرنا منع نہیں۔

اگر کوئی کسی پر ناکا کرام قائم کرے، اسے گواہی پیش کرنے کے لئے کہنا، یا گواہی نہ ہونے کی صورت میں اس کی بات کو جھوٹ قرار دینا، یا گواہ کی عدالت میں شک کرنا، یا گواہوں کی گواہی میں کوئی عیب نکالنا، یہ سب باتیں اس کے لئے جائز ہیں۔ جس پر ناکا کرام قائم کیا گیا ہو۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ان سب باتوں کو غلط ثابت کرے۔ ورنہ اس کی بات کو جھوٹ قرار دینا، اور اس کی عدالت میں شک کرنا، اور گواہوں کی گواہی میں کوئی عیب نکالنا، یہ سب باتیں ناجائز ہیں۔ اور ان کا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔ اور اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔

اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ پھر جو لوگ ان کی تائید کرتے ہیں وہ بھی اسی جرم میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اس وقت معاشرہ میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی ہوتی ہیں ان کی ذمہ داری صرف ان لوگوں پر نہیں ہوتی جو براہِ راست ان کا ارتکاب کرتے ہیں، بلکہ ان پر بھی ہوتی ہے جو ان کے ارتکاب کو روکنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اور ان پر بھی ہوتی ہے جو ان کے ارتکاب کی اشاعت کرتے ہیں۔ اور ان پر بھی ہوتی ہے جو ان کے ارتکاب کو دیکھ کر یا سن کر ان سے متاثر ہوتے ہیں۔ (خاتمہ کلام ملاحظہ ہو)

کیوں نہیں کہہ دیا کہ ہمارے لئے یہ بات کہنی بھی جائز نہیں ہے؟ اور تم دیکھ رہے ہو کہ اس معاملہ میں کیا سبق دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی پاک ہے، یہ اعلان ہے۔

حضرت صدیقہؓ کی بیٹی کیلئے ایسی بات کیوں کہی گئی

ہاں یہ ضرور ہے کہ اس معاملہ کے جانکاہ پہلو، یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں ایسی بات کہی جانا، جو ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوتوں سے بخوبی واقف تھے، ان کے لئے بڑا ہی جانکاہ تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی صحت پر اس کا برا اثر پڑا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ ام رومان کی صحت پر اس کا برا اثر پڑا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیقؓ

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اللہ جانتا ہے کس کا کتنا برا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ

يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

شیطان کی چالوں سے ہوشیار رہو

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

اللہ کی مہربانی سے تم بچ گئے

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى

مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

اللہ نے شیطان کو ناکام کر دیا

خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی نیکیوں کی برکت سے ان کے اہل و عیال کو بھی بخش دیتا ہے اگرچہ وہ اس کے مستحق نہ ہوں۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ

تم میں سے صاحب فضل اور وسعت والے

أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ

اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور راہ خدا میں ہجرت کرنے والوں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ

کو کچھ نہ دیں گے انہیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم

أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

یہ نہیں چاہتے کہ خدا تمہیں بخش دے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے

احسان و مروت کی تعلیم

حضرت صدیق کبیرؓ اور حضرت مسطحؓ کا سلوک

حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں میں بعض مسلمان بھی شامل ہو گئے تھے ان میں سے ایک حضرت مسطحؓ تھے جو ایک غریب مسلمان تھے اور حضرت ابوبکر کے رشتہ دار تھے اور حضرت ابوبکر ہی ان کی مدد کیا کرتے تھے اس لئے جب پہلے حضرت صدیقہ کی برأت کی آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر نے قسم کھائی کہ وہ مسطح کی مدد نہیں کریں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی دلجوئی فرمائی اور ان کی قسم توڑنے کی اجازت دی۔ یہ نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کو لغو قرار دیا ہو بلکہ ان کے اخلاق بہت بلند ہوئے کہ انہوں نے اپنی قسم توڑ دی اور کفارہ ادا کر کے اپنی قسم کو پورا کیا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھے کام کی قسم کھا کر اس کو نہ کرنا بہتر ہے اگر قسم کھانے والا اپنی قسم کو پورا کرے تو اس کا گناہ ہوتا ہے اور اگر توڑ دے تو بھی اس پر کفارہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے بندوں کی خطاؤں کو معاف کرنے اور درگزر کرنے کی تعلیم دی ہے اور فرمایا ہے کہ تم بھی اللہ کی مغفرت کے امیدوار ہو تو تمہیں بھی دوسروں کی خطاؤں کو معاف کرنا چاہیے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ

جو لوگ پاک دامن بے خبر مومن عورتوں پر

لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

تہمت لگاتے ہیں دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے

کی سزا دی جائے گی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگائی جائے تو اس کے مقدمہ کے سلسلہ میں یہ تین کام اختیار کرنے چاہئیں۔ گویا اس میں "تحلیہ" یا اخلاقی الٰہیہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ احادیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت لَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ الخ سنی تو کہا کہ کیوں نہیں چاہتا کہ اللہ تم کو معاف کرے تو فوراً اپنی قسم توڑ دی اور کفارہ ادا کر دیا۔ (بیشک ہم پروردگار! ہم ضرور چاہتے ہیں) اسی سلسلہ میں بعض احادیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کی بخشش کا امیدوار ہو اس کو چاہیے کہ دوسروں کی خطاؤں کو معاف کر دے۔ (تفسیر نمونہ)

ایک اہم تنبیہ: حضرت صدیقہ کائنات پر تہمت لگانے والے بعض مخلص مسلمان بھی شریک ہو گئے تھے۔ فضیلت اس وقت تک ثابت ہوتی ہے جب تک آیات قرآن میں نہیں نازل ہوئی تھیں۔ آیات برأت نازل ہونے کے بعد جن لوگوں نے حضرت صدیقہ پر تہمت لگائی وہ بلاشبہ کافر قرار پائے۔ قرآن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ اور بعض قرار داد جرم بنا لیا جاتا ہے جن کے کافر ہونے میں ذرا شک نہیں ہوتا۔ (تفسیر نمونہ)

پاکدامن خواتین پر تہمت کی سنگینی

[illegible] عن ابی الشیخ الموجبات للشر کی [illegible] وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا والآخرۃ ولھم عذاب عظیم۔ (الدر المنثور، ج ۶، ص ۶۰۳)

ازواج مطہرات میں سے کسی پر تہمت لگانا کفر ہے

[illegible] ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا والآخرۃ ولھم عذاب عظیم۔ [illegible] (الدر المنثور، ج ۶، ص ۶۰۳)

قیامت کے دن گواہی کی رسوائی

[illegible] یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون۔

زبان پر مہر اور مختلف اعضاء کی گواہی

[illegible]

سورۂ نور کی پردہ پوشی اور کافر کی رسوائی

[illegible]

حدیث الافک پر ہی کی روایت کردہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ اس کی تبلیغ (اس خبر کو دوسروں تک پہنچانے) کے لئے اس کی زبان اور اس کے گوشت اور اس کی ہڈیاں لے لی جائیں اور یہ شخص مستحق ہوگا جس پر اللہ کا غضب ہوگا۔

دوسرے گروہ کا یہ مطلب ہے کہ تم خود اپنے ارادے سے اور اپنی مرضی سے جھوٹ بولتے ہو اور اپنی مرضی کے مطابق زبانوں سے اس کو نقل کرتے ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کی زبانوں نے ان کی مرضی کے خلاف بھی ان کی زبانوں سے ایسے الفاظ نکلوا لئے ہوں (اور وہ بیچارے بے بس ہو گئے ہوں)

تیسرا گروہ (جس نے جسمانی اعضاء پر گواہی دینے کے خلاف شہادت دی ہے اور جو اوپر بیان ہوا) کہتا ہے کہ ان کے اعضاء نے اللہ کے اذن اور اس کی مرضی سے ہی یہ گواہی دی ہے اور اس کے خلاف کوئی بات نہیں کی ہے۔

ہمیں اختلاف ہوں اس تفسیر پر کہ تینوں آیات کا نزول ایک ہی واقعہ کے لئے ہوا ہے یا ہر ایک کا نزول الگ الگ واقعہ کے لئے ہوا ہے۔ (دیکھو تفسیر نمونہ)

يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ

اس دن اللہ ان کو ان کا پورا پورا بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے

أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ

کہ اللہ ہی حق ہے اور وہ ظاہر کر دینے والا ہے۔

سزا و جزا کا عمل سامنے آئے گا

جزا و سزا کی عملی شکل سامنے آ جائے گی اور ہر ایک کا حساب بالکل صاف ہو جائے گا۔ زبان کی طرح کا علم اللہ کو تھا۔ یہ مضمون قیامت کے دن سب کے مکلف (مشمول) ہونے کا ہے۔ (دیکھو تفسیر نمونہ)

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ

گندیاں گندوں کے واسطے اور گندے گندیوں کے واسطے ہیں

وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ

اور ستھرے ان ستھروں کے واسطے اور ستھرے ستھریوں کے واسطے ہیں

بروں کیلئے برے اچھوں کیلئے اچھے

اللہ کا ارشاد ہے کہ گندی عورتیں گندے مرد کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہوتے ہیں اور عائشہ پاک ہیں اس لئے اللہ نے ان کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے منتخب فرمایا۔ عائشہ اور ان جیسے لوگ ان افترا پردازوں کی اذیت رسانی سے پاک ہیں۔ ان کے لئے مغفرت اور باعزت رزق حلال کی پیشگی بشارت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج جنتی ہیں

حضرت عبداللہ بن ابی ہالہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جنت میں کسی سے ساتھ جنتی (عورت) کے سوا کسی سے نکاح نہیں کرواتا۔ (ابن ابی حاتم)

أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ

وہ لوگ بے تعلق ہیں ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں

یعنی جو کچھ یہ آدمی ان باتوں سے بری ہیں جو یہ کہتے اور بکتے پھرتے ہیں۔ (ابن کثیر)

لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ

ان کے واسطے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے

یعنی جنت میں۔ (ابن کثیر) جب ایسا ہوگا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تو پھر ان کی خلاف بات کرنے والوں کا کیا حشر ہوگا۔ اور یہاں منصف لوگ اس قدر ان کو نہیں کہہ رہا چاہتے جس قدر اپنا اس کے بدلہ میں عزت کی روزی ملنے والی ہے۔ (ابن جریر)

قرآن مجید کی ان آیات سے ہی حضرت صدیقہ کی مخالفت اور مخالفت بہت بھاری اور بہت زیادہ واضح ہے جس عمل نے کی اس شہادت کے بعد بھی آخر کوئی بد بخت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائے تو باتفاق علماء امت وہ کافر ہے اور عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانے والے کا وہی حکم ہے جو سورۃ

سے بچپن ہی سے ان کی عبادت گزاری اور خدا ترسی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ نے ایک دن ان سے پوچھا کہ تم نے اپنے بعد اپنے اہل و عیال کے لیے کیا انتظام کیا ہے؟ تو حضرت صدیق نے جواب دیا کہ میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑا ہے۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب ۲۶، حدیث ۱۶۷۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ قتیلہ بنت عبد العزیٰ کے بطن سے حضرت اسماء اور حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے۔ ام رومان رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ اور حضرت عبد الرحمٰن پیدا ہوئے۔ حبیبہ بنت خارجہ سے ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ اسماء بنت عمیس سے محمد پیدا ہوئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کی روایت سے ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جس شخص کو بھی اسلام کی دعوت دی اس نے کچھ نہ کچھ تامل ضرور کیا، سوائے ابوبکر کے کہ جب میں نے ان سے اسلام کا ذکر کیا تو انہوں نے کسی تامل کے بغیر فوراً اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے وقت ان کی عمر ۳۸ سال تھی۔ ان کے اسلام لانے کے بعد ان کے والد ابو قحافہ اور والدہ ام الخیر سلمیٰ بنت صخر نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ان کے دو بیٹے عبد اللہ اور عبد الرحمٰن اور بیٹی اسماء بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کی اہلیہ قتیلہ بنت عبد العزیٰ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ان کے بھائی عتیق بن ابی قحافہ اور ان کی بیوی ام رومان بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کی بیٹی ام کلثوم بھی مسلمان ہو گئی۔ ان کے بھتیجے طلحہ بن عبید اللہ بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے زبیر بن عوام بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد الرحمٰن بن عوف بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے سعد بن ابی وقاص بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے سعید بن زید بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے ارقم بن ابی ارقم بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عثمان بن مظعون بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبیدہ بن حارث بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے ابو سلمہ بن عبد الاسد بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن جحش بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن مسعود بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن عمر بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن عباس بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن زبیر بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن عمرو بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی بکر بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی قحافہ بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی ام رومان بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی سلمیٰ بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی ام الخیر بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی عتیق بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی ام کلثوم بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی طلحہ بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی زبیر بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی عبد الرحمٰن بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی سعد بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی سعید بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی ارقم بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی عثمان بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی عبیدہ بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی ابو سلمہ بھی مسلمان ہو گئے۔ ان کے بھتیجے عبد اللہ بن ابی عبد الل

تمام عورتوں پر حضرت عائشہؓ کی فضیلت:

صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید (ایک خاص قسم کا کھانا) کی فضیلت اور کھانوں پر۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا: صحابہ جب کسی حدیث (کے سمجھنے) میں اپنی بندوں ہوتی تو ہم کو حضرت عائشہ سے دریافت کرنے تو ان کا علم ہم کو ان کے پاس سے ملتا۔ (واللہ خوش)

حضرت عائشہؓ کی بلاغت و فصاحت:

حضرت موسیٰ بن طلحہ کا بیان ہے میں نے عائشہ سے بڑا فصیح (بولنے والا) کسی کو نہیں پایا۔ (واللہ خوش)

چار خصلتوں کی برائت:

بلاذری نے نسب میں اللہ نے چار خصلتوں کو چار خصلتوں کے بدلہ میں عیب (یعنی تہمت سے) برائت (یا حفاظت) کر دی۔

(۱) یوسف کو (زلیخا کے) پیغام دینے والے (پیک) کی شہادت سے۔

(۲) موسیٰ کو (بیویوں کی) تہمت سے اس پتھر سے جو (ان کے) کپڑے لے کر بھاگا تھا۔

(۳) مریم کو (اپنی) کے بچے (عیسیٰ) کی شہادت کی وجہ سے۔

(۴) عائشہ کو ان خود (آیات) کے نازل کرنے سے۔ (یہ دہ آیات ہیں جن میں عائشہ کی پاک دامنی کا اعلان کیا گیا ہے)

میں (مجاہد) ان سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت عائشہ کی عظمت و شان کا اظہار بھی مقصود ہے۔ (از مؤلف)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں نہ جاؤ

حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ

جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور سلام نہ کر لو ان گھر والوں پر یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم یاد رکھو

کسی کے ہاں جانے کے آداب:

یعنی خاص اپنے ہی رہنے یا جو گھر جس کے ماں کسی دوست کے گھر رہنے کے لئے گھر میں جانا ہی ہے تو تین بار جانے تو ماں جانے میں جلدی نہ کرے اور اس وقت کی کا اندر آنا چند کرتا ہے یا نہیں۔ اچھا اندر جانے سے پہلے آواز دے کر اجازت حاصل کرے اور اب سے پہلے آواز دینا سنت ہے اور حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ سلام کرے اور اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ تین بار سلام کرنے کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ یہی طریقہ تعلیم کا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ پوچھتی کی جائے کہ صاحب خانہ اور مالک دونوں سے اجازت لینی ہے۔ مگر افسوس آج مسلمان اس مفید ہدایت کو ترک کرتے ہوئے ہیں جس کو دیکھو تو بے اجازت ان کے گھر میں چلا جاتا ہے۔ اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ (از مؤلف)

شانِ نزول: ابن جریر نے حضرت عدی بن ثابت کی روایت سے بیان کیا کہ ایک انصاری عورت نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے گھر میں بعض وقت ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کہ میری حالت میں کوئی مجھے دیکھے، لیکن میرے پاس آنے والے (یکایک) آجاتے ہیں (اور مجھے ایسی حالت میں دیکھ لیتے ہیں) اور یہ حالت ہمیشہ رہتی ہے، میں کیا کروں۔ اس سوال پر آیت (زیل کا) نازل ہوئی۔ (واللہ خوش)

استیناس کا مطلب:

ابن ابی حاتم نے کریب کہ حضرت ابن عباس سے بھی یہی معنی (عظمت ابوسفیان) بیان کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ علم تو ہم جانتے ہیں لیکن استیناس (طلب انس) کا کیا مطلب ہے فرمایا استیناس یہ ہے کہ آواز (یا ہونے کی دروازہ) پر ہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذکر کرے اور کھانسے (تاکہ گھر والے کو اس کی آمد کی اطلاع ہو جائے) اگر داخل ہو جائے اجازت دے دے۔ (تو اندر داخل ہو جائے)

تو معنی شرعی ہے اس مقدمہ (مذکورہ) کے (جس میں) اسے (غلطی) کی جگہ (یا) جانا (جس میں) آنس (محبت) اور (نہ) جانا (غلطی) سے کہ استیناس کا معنی ہو گا۔

حضور کی نصیحت:

شیخ الاسلام: یعنی عورتوں کو السلام علیکم کہہ کر اندر آنے کی اجازت مانگنی چاہئے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم عورتوں کے پاس جاؤ تو تمہیں سلام کرنا چاہئے اور جب گھر والوں سے نکلو تو سلام کرنا چاہئے۔ (واللہ خوش)

عوام کے لئے خطبہ کی اجازت نہ دینا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب آپ کے مخالفین نے آپ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور آپ کے خلاف خوارج کا ایک بڑا گروہ پیدا ہو گیا تو آپ نے ان کے مقابلہ کے لئے لشکر تیار کیا اور ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ایک شخص نے آپ کی خلافت پر اعتراض کیا اور کہا کہ آپ نے حکمین کا تقرر کیوں کیا۔ جب آپ کے لشکر نے دیکھا کہ یہ شخص آپ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا ساتھی ہے تو انہوں نے اس کو قتل کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو قتل نہ کرو۔ اس کو اختیار ہے کہ ہمارے ساتھ رہے یا ہمارے ساتھ نہ رہے۔ اس کو ہم سے قتال کرنے کا حق نہیں۔ اس کو اختیار ہے کہ ہمارے ساتھ رہے یا ہمارے ساتھ نہ رہے۔ اس کو ہم سے قتال کرنے کا حق نہیں۔ اس کو اختیار ہے کہ ہمارے ساتھ رہے یا ہمارے ساتھ نہ رہے۔ اس کو ہم سے قتال کرنے کا حق نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ایک شخص نے آپ کی خلافت پر اعتراض کیا اور کہا کہ آپ نے حکمین کا تقرر کیوں کیا۔ جب آپ کے لشکر نے دیکھا کہ یہ شخص آپ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا ساتھی ہے تو انہوں نے اس کو قتل کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو قتل نہ کرو۔ اس کو اختیار ہے کہ ہمارے ساتھ رہے یا ہمارے ساتھ نہ رہے۔ اس کو ہم سے قتال کرنے کا حق نہیں۔ اس کو اختیار ہے کہ ہمارے ساتھ رہے یا ہمارے ساتھ نہ رہے۔ اس کو ہم سے قتال کرنے کا حق نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ایک شخص نے آپ کی خلافت پر اعتراض کیا اور کہا کہ آپ نے حکمین کا تقرر کیوں کیا۔ جب آپ کے لشکر نے دیکھا کہ یہ شخص آپ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا ساتھی ہے تو انہوں نے اس کو قتل کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو قتل نہ کرو۔ اس کو اختیار ہے کہ ہمارے ساتھ رہے یا ہمارے ساتھ نہ رہے۔ اس کو ہم سے قتال کرنے کا حق نہیں۔ اس کو اختیار ہے کہ ہمارے ساتھ رہے یا ہمارے ساتھ نہ رہے۔ اس کو ہم سے قتال کرنے کا حق نہیں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس بلایا تو ابی نے عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ان سے استیذان نہیں کیا جب وہ واپس ہوئے تو انہوں نے ان کو واپس بھیج دیا۔ (ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم)

مسئلہ: اس آیت کے عموم سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ محرم عورت کے گھر میں جانے سے پہلے استیذان کا حکم عام ہے عورت محرم ہو یا غیر محرم سب کو شامل ہے، عورت کسی عورت کے پاس جائے یا مرد مرد کے پاس، سب کو استیذان لازم ہے، جب یہ ہی طرح ایک شخص اپنی ماں اور بہن یا دوسری عورتوں محرم عورتوں کے پاس جائے تو بھی استیذان کرنا چاہئے۔

اپنے گھر میں بھی اجازت لے کر داخل ہونا:

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت حذیفہ اپنی محرم عورتوں کے پاس (گھر کے اندر) آنے جانے کو ان سے بھی اجازت لے کر داخل ہونے کا حکم دیتے تھے۔

امام مالک نے بطریق مرسل حضرت ابن یسار سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے وقت بھی استیذان کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں استیذان کرو۔ اس شخص نے کہا، میں اللہ کے رسول اللہ کی خدمت میں ہمیشہ ساتھ رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر بھی اجازت لے کر گھر میں جاؤ۔ اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ہر وقت آپ کی خدمت میں رہتا ہوں، آپ نے فرمایا پھر بھی اجازت لے کر گھر میں جاؤ۔ کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اپنی والدہ کو ننگی دیکھو۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا بس اسی لئے استیذان کرنا چاہئے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ گھر میں کسی ضرورت سے ستر کھولے ہوئے ہوں۔ (مظہری)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ آیت قرآن میں عورتوں محرم سے حکم آیا ہے اس میں یہ مخصوص نہیں ہر مرد و عورت کو اس میں استیذان لازم ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: جب گھر میں موجود اپنی بیوی یا کسی اور اس میں داخل ہونے کے لئے اگر یہ استیذان واجب نہیں مگر مستحب اور طریق حسنہ یہ ہے کہ وہاں بھی اچانک بغیر کسی اطلاع کے اندر نہ جائے بلکہ داخل ہونے سے پہلے اپنے آنے کی اطلاع کھانسنے یا کسی طرح پہلے باخبر کر دے پھر داخل ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں منع کیا گیا تھا کہ جب تک عورتیں منتشر نہ ہو جائیں یا ان کی زینت کی چیزیں تیار نہ ہو جائیں ہم رات کو اچانک نہ آئیں۔ (ابن کثیر بحوالہ ابن جریر، رجال اسناد ثقہ ہیں)

اجازت لیتے وقت اپنا نام بتائے:

پہلے زمانہ میں پردہ داخل ہونے کی اجازت لینے کا جو بیان اوپر احادیث سے ثابت ہوا اس میں یہ ہدایت ہے کہ اجازت لینے والا خود اپنا نام لے کر اجازت طلب کرے جیسے کہ حضرت فاروق اعظم کا عمل تھا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین دفعہ اجازت کے لفظ فرمائے۔ انسلام علیٰ رسول اللہ السلام علیک ایدخل عمر (آنحضرت کی وفات کے بعد کہا کہ کیا عمر داخل ہو سکتا ہے (رواہ قاسم بن اصبغ) (ابن عبدالبر فی التمہید) عن ابن عباس عن عمر (ابن کثیر) اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت عمر کے پاس گئے تو استیذان کے لئے یہ الفاظ فرمائے السلام علیکم ھذا ابوموسیٰ السلام علیکم ھذا الاشعری (قرطبی) اس میں بھی پہلے پورا نام (عبداللہ بن قیس) پھر عرف و شہرت سے لئے اشعری کا ذکر کیا۔ اور جو اس لئے کہ جب تک آدمی اجازت دینے والے کو پہچانے گا نہیں تو جواب اپنے میں تشفی نہ ہوگی۔ اس تفصیل سے یہی مخاطب کو بتانا چاہئے۔

خطیب بغدادی نے اپنے جامع میں علی ابن محمد واسطی سے نقل کیا ہے کہ وہ بصرہ گئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ کی ملاقات کو حاضر ہوئے، دروازہ پر دستک دی۔ حضرت مغیرہ نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ تو جواب دیا انا (میں ہوں) تو حضرت مغیرہ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں تو کوئی بھی ایسا نہیں جس کا نام انا ہو، پھر باہر تشریف لائے اور ان کو سینہ سے لگایا کہ ایک روز حضرت جابر حبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت لینے کے لئے دروازہ پر دستک دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر سے پوچھا کون صاحب ہیں تو جواب دینے کی فقط تمہید زیادتی میں ہوں، آپ نے فطور زجر و تنبیہ کے فرمایا انا انا کہتے ہے کیا معلوم ہوتا ہے اس سے کوئی پہچانا نہیں جاتا۔

ایک بہتر اطریقہ:

اس سے آگل زیادہ بہتر طریقہ ہے جو آج کل بہت سے تعلیم یافتہ لوگ بھی استعمال کرتے ہیں کہ دروازہ پر دستک دی جب اندر سے پوچھا گیا کہ کون صاحب ہیں تو خاموش کھڑے رہتے ہیں کوئی جواب نہیں دیتے۔ یہ مخاطب کو تشویش میں ڈالنے کا بدترین طریقہ ہے جس سے استیذان کی حکمت ہی فوت ہو جاتی ہے۔

جو گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر دستک دیتے تھے تو ان کی عادت یہ تھی کہ خاموش سے دروازہ پر دستک دیتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو (رواہ الخطیب فی جامعہ۔ قرطبی) جو شخص استیذان کے مقصد کو سمجھ لے کہ اصل اس سے احتراز ہے یعنی مخاطب کی ناگواری سے بچنا اور اجازت حاصل کرنا ہو تو خود بخود ان سب چیزوں سے بچ جائے گا۔ اپنا نام ظاہر کرنے سے جس چیز سے مخاطب کو تکلیف ہو اس سے بچ جائے گا۔

[illegible]

مسئلہ: کسی شخص نے اپنے [illegible] یا کسی اور جگہ [illegible] دوسری جگہ [illegible] یا کسی اور کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے [illegible] اس کو [illegible] ہو تو اس کے لئے [illegible] ہے۔

مسئلہ: کسی شخص سے [illegible] وقت [illegible] اس کے [illegible] اس سے [illegible] وقت [illegible] ہے۔

مسئلہ: [illegible] اس کے [illegible] ہو تو [illegible] اس کے [illegible] ہے۔

مسئلہ: [illegible] اس کے [illegible] ہو تو [illegible] اس کے [illegible] ہے۔

اجازت نہ ملے تو لوٹ آؤ

[illegible] اس کے [illegible] ہو تو [illegible] اس کے [illegible] ہے۔

تین مرتبہ مانگنے سے اجازت نہ ملے تو لوٹ آؤ

[illegible] اس کے [illegible] ہو تو [illegible] اس کے [illegible] ہے۔

بہر حال دوسرے کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہو جائے

[illegible] اس کے [illegible] ہو تو [illegible] اس کے [illegible] ہے۔

میں یا جاسکتا ہے۔ اگر کسی مرتبہ کسی امام یا مؤذن کی آواز نہ آئے تو سمجھ لیں کہ وہ اذان دے چکا ہے اور ہم اس کی اذان سے محروم رہ گئے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اذان کے جواب کا حکم اس وقت ہے جب اذان کی آواز سنائی دے۔ اگر آواز نہ سنائی دے تو جواب کا حکم بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت بیت الخلاء میں ہو یا کسی اور ایسی جگہ ہو جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت سو رہا ہو یا بیہوش ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت نماز میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت کسی اور کام میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت کسی اور کام میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔

اذان کے جواب کا حکم اس وقت ہے جب اذان کی آواز سنائی دے۔ اگر آواز نہ سنائی دے تو جواب کا حکم بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت بیت الخلاء میں ہو یا کسی اور ایسی جگہ ہو جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت سو رہا ہو یا بیہوش ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت نماز میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت کسی اور کام میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔

اذان کے جواب کا حکم اس وقت ہے جب اذان کی آواز سنائی دے۔ اگر آواز نہ سنائی دے تو جواب کا حکم بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت بیت الخلاء میں ہو یا کسی اور ایسی جگہ ہو جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت سو رہا ہو یا بیہوش ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت نماز میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت کسی اور کام میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔

اذان کے جواب کا حکم اس وقت ہے جب اذان کی آواز سنائی دے۔ اگر آواز نہ سنائی دے تو جواب کا حکم بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت بیت الخلاء میں ہو یا کسی اور ایسی جگہ ہو جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت سو رہا ہو یا بیہوش ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت نماز میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت کسی اور کام میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔

اذان کے جواب کا حکم اس وقت ہے جب اذان کی آواز سنائی دے۔ اگر آواز نہ سنائی دے تو جواب کا حکم بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت بیت الخلاء میں ہو یا کسی اور ایسی جگہ ہو جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت سو رہا ہو یا بیہوش ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت نماز میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت کسی اور کام میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔

اذان کے جواب کا حکم اس وقت ہے جب اذان کی آواز سنائی دے۔ اگر آواز نہ سنائی دے تو جواب کا حکم بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت بیت الخلاء میں ہو یا کسی اور ایسی جگہ ہو جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت سو رہا ہو یا بیہوش ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت نماز میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت کسی اور کام میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔

اذان کے جواب کا حکم اس وقت ہے جب اذان کی آواز سنائی دے۔ اگر آواز نہ سنائی دے تو جواب کا حکم بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت بیت الخلاء میں ہو یا کسی اور ایسی جگہ ہو جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت سو رہا ہو یا بیہوش ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت نماز میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت کسی اور کام میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔

اذان کے جواب کا حکم اس وقت ہے جب اذان کی آواز سنائی دے۔ اگر آواز نہ سنائی دے تو جواب کا حکم بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت بیت الخلاء میں ہو یا کسی اور ایسی جگہ ہو جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت سو رہا ہو یا بیہوش ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت نماز میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے وقت کسی اور کام میں مشغول ہو تو اس پر بھی جواب کا حکم نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

اچانک نظر پڑنا:

حضرت جریر بن عبداللہ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کا مسئلہ دریافت کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ نظر پھیر لیا کرو۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابوامامہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مسلمان کسی (اجنبی) عورت کی خوبصورتی کی پہلی مرتبہ (اچانک) دیکھ لے آنکھ بند کر لیتا ہے اللہ اس کے لئے عبادت میں ایسا حلاوت پیدا کر دیتا ہے (رواہ احمد۔ الفتح الربانی)

نامحرم سے بھی پردہ ضروری ہے:

ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی تھیں جو ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے۔ یہ واقعہ پردہ کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں سے پردہ کرو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو نابینا ہیں نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو بینا ہو کیا تم اندھی ہو کہ نہ دیکھو۔

دیور موت ہے: صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ یہ سنا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دیور کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیور موت ہے۔

عورت کا خوشبو لگا کر مسجد آنا:

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عورت خوشبو سے مہکتی ہوئی ملی۔ آپ نے اس سے پوچھا تو مسجد سے آرہی ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا کہ تو خوشبو لگائی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو عورت مسجد میں آنے کے لئے خوشبو لگائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہے جب تک کہ وہ غسل جنابت کی طرح غسل نہ کرے۔

غیر جگہ زینت ظاہر کرنا:

ترمذی میں ہے کہ اپنی زینت کو غیر جگہ ظاہر کرنے والی عورت کی مثال قیامت کے اس اندھیرے جیسی ہے جس میں نور نہ ہو۔

عورتیں راستہ کے ایک طرف ہو کر چلیں:

ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں عورتوں کو راستے میں ملے جلے چلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا عورتو تم ادھر ہو جاؤ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ راہ کے بیچ نہ چلا جائے۔ چنانچہ عورتیں دیواروں سے لگ لگ کر چلنے لگیں یہاں تک کہ دیواروں سے کپڑے الجھنے لگتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ

عورتیں پاکبازی سے رہیں اور ہر کسی کے سامنے بے پردہ نہ پھریں۔ الا ما ظهر منها (بداية المشارع عن الازواج وما ملكت ايمانهم)

افسانہ و فحش اور خلاف عصمت:

عورتوں نے جو اب اللہ تعالیٰ کے احکام کی پہلی آیت میں سنا ہے اور جس کی وضاحت میں رسول برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آنے کے وقت نازل ہوئیں جس کی تائید بعض حضرات سنہ ۵ھ اور بعض سنہ ۶ھ بتلاتے ہیں تفسیر ابن کثیر اور طبرانی سنہ ۵ھ کو ترجیح دیتے ہیں اور ابن العربی میں حضرت انس سے روایت نقل کی ہے کہ ذی قعدہ سنہ ۵ھ میں یہ حکم حجاب عورات اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پہلی ہی مرتبہ جب یہ حکم نازل ہوا ہے اور سورۂ نور کی یہ آیات نصاب کے ساتھ نازل ہوئیں اور فوراً ہی مسلمانوں سے اس پر عمل درآمد شروع ہو گیا اور مسجد سے اذان کی آواز سنتے ہی عورتیں اس کی تعمیل کرنے لگیں۔

غیر محرم عورت کی طرف نظر بد سے دیکھنا کہ یہ اور اس کے سوا کسی نیت کے دیکھنا کہ بہت سے راقمین نے اور کسی عورت یا مرد کے متعلق شرعی نظر ڈالنا بھی اس میں داخل ہے (مواضع ضرورت جیسے علاج معالجہ وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں) کسی کی راز معلوم کرنے کے لئے اس کے گھر میں جھانکنا اور تمام وہ کام جن میں نگاہ کے استعمال کرنے کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے اس میں داخل ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۸)

وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ شروع آیت میں نظر کی حفاظت سے معلوم ہوا ہے کہ فحش کی خواہش پوری کرنے کی جتنی بھی صورتیں ہیں ان سب سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔ اس میں زنا کی حالت اور وہ حالتیں بھی داخل ہیں جن سے شہوت پوری ہو جائے یا تکمیل شہوت پوری کرنا یہ سب کا جواز ہم چیزیں داخل ہیں۔ سرور اس آیت کی رو سے حرام شہوت رانی اور ان کے علاوہ مقدمات کو ممنوع کر دیا ہے جن میں سے بعض اور اچھا کا تصریح بیان فرمایا باقی درمیانی مقدمات سب اس میں داخل ہو گئے۔ کلمۂ شہوت کا سب سے پہلا حبیب وہ نظر ہے نگاہ ڈالنا اور دیکھنا ہے اور آخری نتیجہ زنا ہے ان دونوں کو سرور نے حرام کر دیا گیا ان کے درمیانی حرام مقدمات خلوت بالاجنبیہ، مکالمہ بالمعروف کا وغیرہ سب ضمناً آ گئے۔

ابن کثیر نے حضرت عبادہ سے نقل کیا ہے کہ قال ما حصنی الله عليه كبيرا ولا ذكر الطرفين۔ یعنی جس چیز سے اللہ کے محرمات حلال ہوتے ہیں وہ نکاح ہے اور اس آیت میں ان دونوں کی طرف سے ابتدا

[illegible] کی ضرورت ہے اور اس کا انکار کرنا اور اختلاف کرنا ہے جو دلیل کے خلاف ہے اور اس کا ان صحابہ سے ثابت ہونا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے

النظر فيهم من منهاج الفقه مسموح من تركيه محافظي الله بعده بعد علاج نفي قلعه [illegible]

(ترجمہ) نظر یہ ہے یا غیر شیطان نے جس سے نہ کرنے کی وجہ سے ان کے کام شدید نفی ظاہر ہوئے تو ہمیں ان کے لئے ان [illegible] ان کا حق ہے کہ وہ اپنے [illegible] کی تحسین کرے گا [illegible]

پڑوسنوں کو ستانے والی بچو

بخاری شریف نے ابوہریرہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی شوہر والوں کو سے اپنی بیوی اور اپنی بیٹی کے [illegible] سے آخرت کے [illegible] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کی تباہی میں بیوی کا کیا حکم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے [illegible] ابوداؤد ابن ماجہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے [illegible] ساتھ [illegible] اپنی [illegible] کی [illegible] نہیں [illegible] سے [illegible] کے [illegible] اپنی [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] ترمذی

آنکھ کی چوری اور دل کا بھید اللہ کو معلوم ہے

یعنی کسی کی چوری اور دل کے بھید کو [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کی [illegible] اور [illegible] کے [illegible] ہوا [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] (مومن - رکوع ۲) حضرت [illegible] صاحب نے [illegible] سے [illegible] کی [illegible] آرہے ہیں [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ارشاد [illegible]

وَقُل لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

[illegible]

وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ

[illegible]

لِمَا تُحَرِّمُ [illegible]

[illegible] کی تحریم کا بیان

زیارت کو ظاہر نہ کرنا

مفسرین عرف میں عادتاً [illegible] کہتے ہیں [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

شانِ نزول: ابن ابی حاتم نے مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ نے قذف (الزام) حضرت عاصم عجلانی پر اپنے بیٹے شریک بن سحماء کے سامنے کیا تھا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا تو ثبوت پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔ اس پر ہلال نے عرض کیا کہ قسم اس خدا کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے، میں سچا ہوں اور اللہ ضرور کوئی ایسا انتظام فرما دے گا جس سے میری پیٹھ پر حد لگنے سے بچ جائے گی۔ اسی موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ: جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ یہ آیات انصار کے ایک شخص عویمر کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ عویمر نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی غیر مرد کے ساتھ دیکھے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ اور اگر وہ ایسا کرے تو آپ لوگ اس کو قتل کریں گے؟ یا وہ کیا کرے؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں قرآن نازل ہو چکا ہے۔ جاؤ اور اسے لے آؤ۔ چنانچہ دونوں نے مسجد میں جا کر لعان کیا۔ (لعان کی تفصیل حاشیہ ۱۰ میں آئے گی)۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کی روایت سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ عویمر نے لعان کے بعد کہا کہ اگر میں اس کو اپنے پاس روکے رکھوں تو میں جھوٹا ہوں گا۔ چنانچہ اس نے تین طلاقیں دے دیں (یعنی یا رسول اللہ، میں نے اس کو رکھا تو نہیں ہوا)۔ (حضرت ابن سہل کا بیان ہے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ اب اس کی حق دار نہیں ہیں۔ فرمایا کیا تم وہاں بھی یہ باتیں کرو گے؟ تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ (ابوداؤد، ابوداؤد طیالسی)۔

مسئلہ لعان: مرد اور عورت کے درمیان حرمت کا ایک ایسا دائمی حکم جو کبھی ختم نہ ہو سکے۔ حضرت ابوحنیفہ، شافعی، مالک، احمد اور ان کے ہم خیال دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ لعان کے بعد حرمت کا حکم ہمیشہ کے لیے قائم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد مرد کبھی اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔ حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت سعید بن جبیر، شعبی، نخعی، حسن بصری، اوزاعی، اسحاق بن راہویہ، ابوثور اور ابوعبید رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ لعان کے بعد اگر مرد اپنے جھوٹے الزام کی سزا میں حد قذف جاری ہو جانے کے بعد اس عورت سے نکاح کر لے تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اگر مرد نے لعان کے بعد اپنے جھوٹے الزام کی سزا میں حد قذف جاری ہو جانے کے بعد اس عورت سے نکاح کر لیا اور پھر دونوں میں علیحدگی ہو گئی تو وہ کبھی دوبارہ نکاح نہیں کر سکتے۔ (تفصیل کے لیے دیکھو بدایۃ المجتہد، کتاب الطلاق، باب اللعان)۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ: ایک ہی عورت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں۔ حضرت ابن ام مکتوم کے واقعہ کا نزول آیات حجاب نازل ہونے کے بعد کا ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں سے میں ہوں) (حضرت ام سلمہ کا بیان ہے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ اندھا ہے کہ ہمیں دیکھ نہیں سکتا؟ فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو گئی ہو؟ کیا تم انہیں دیکھ نہیں سکتیں۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی)۔

مسئلہ: شافعی، مالک، احمد اور ان کے ہم خیال دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ لعان صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ شوہر اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے۔ اگر وہ کسی اور شخص پر الزام لگائے تو اس پر حد قذف جاری ہو گی، لعان نہیں ہو سکتا۔ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ لعان شوہر اور بیوی کے درمیان ہر اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ شوہر بیوی پر زنا کا الزام لگائے یا اس کے نسب کی نفی کرے۔ (تفصیل کے لیے دیکھو بدایۃ المجتہد، کتاب الطلاق، باب اللعان)۔

اوپر کے کپڑے:

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ظاہر منہا سے مراد وہ چیز ہے جس کو عورت عادتاً کھلا رکھتی ہے، یعنی اوپر کے کپڑے جن پر کسی کی نظر پڑ جانے کا عام طور پر موقع ہوتا ہے۔ یہ کپڑے سے مستثنیٰ کپڑوں کو چھپانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ عادتاً جو کپڑے کی پردہ کی ضرورت کی وجہ سے کوئی چیز کو ظاہر کرنا جائز نہیں اوپر کے کپڑوں کے بھی چھپانے پر عورت اپنے نکلنے کے وقت قادر نہیں رہتی۔ (قرطبی)۔

چہرہ کا کھولنا جائز نہیں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود کی تفسیر کے مطابق تو غیر محرم مردوں کے سامنے عورت کو چہرہ اور ہاتھ کھولنا بھی جائز نہیں صرف اوپر کے کپڑے رہتے ہیں، اور ان کا اظہار بھی ضرورت مستثنیٰ ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ حسن اور زینت کا اصل مرکز انسان کا چہرہ ہے اور زنا فتنہ و فساد اور ملکی و ملی اور حکومت کا سیاسی اس سے بڑھ کر خصوص ضرورتوں کے شکار حاجی یا کوئی خطرناک پیدا ہو جانے کی طرف قصداً نظر ڈالنا بھی بغیر ضرورت شرعیہ کے جائز نہیں۔

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ

اور ڈالے رہیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر

سینہ چھپانے کی تاکید:

عرب کی عورتیں اپنی اوڑھنی کو پیچھے ڈالے رہتی تھیں جس سے سینہ اور گلے کا کچھ حصہ کھلا رہتا تھا۔ آیت نے حکم دیا کہ اوڑھنی کو آگے سے لا کر گریبان پر ڈالے رہیں تاکہ سینہ اور گلا چھپا رہے۔ جاہلیت کی عورتیں اپنے سینہ کو کھلا رکھنے کی عادی تھیں۔ جاہلیت میں عورتیں خمار اوڑھ کر اس کے دونوں پلے پشت پر ڈالا کرتی تھیں۔ اس طرح سینہ کی بالیاں کھلی رہتی تھیں۔ یہ

کو یا حسن کا مظاہرہ کرنا مقصد نہ ہو۔ آج کل کے فیشن کے دور میں عورتوں کا یہ حال ہے کہ ان کے لباس اور زیور ان کی زینت کا مظہر ہوتے ہیں۔ ان کا لباس اور زیور ان کی زینت کا مظہر نہیں ہوتا۔ (تفسیر نعیمی ج ۱۸ ص ۱۰۰)

اس آیت کریمہ سے استنکاف کے بعد ارشاد ہوتا ہے: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ جس کا پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عورتیں اپنے سروں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ اس کی تاکید کے لئے پھر فرمایا جاتا ہے کہ عورتیں اپنے سروں کو اچھی طرح اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کے گلے اور سینہ کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔ جاہلیت کے زمانہ میں عورتیں اپنے سروں کی اوڑھنیوں کو پیچھے ڈال دیتی تھیں جس سے ان کے گلے اور سینہ کا کچھ حصہ نظر آتا تھا۔ اسلام نے اس کو ناجائز قرار دیا۔ (تفسیر نعیمی ج ۱۸ ص ۱۰۰)

زینت ظاہرہ کے استثناء کے بعد ارشاد ہوتا ہے: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ یعنی عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے لئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے شوہروں کے سامنے اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہیں۔ اس میں ان کے لئے کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے بعد ان رشتہ داروں کا ذکر ہے جن کے سامنے عورتیں اپنی زینت کے مخصوص حصوں کو ظاہر کر سکتی ہیں۔ ان رشتہ داروں کی تعداد چودہ ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) شوہر: اس کے سامنے عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۲) باپ: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۳) شوہر کا باپ: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۴) اپنا بیٹا: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۵) شوہر کا بیٹا: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۶) اپنا بھائی: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۷) بھائی کا بیٹا: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۸) بہن کا بیٹا: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۹) عورتیں: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۱۰) مملوک: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۱۱) خادم: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۱۲) مرد: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۱۳) بچے: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ (۱۴) بچے: اس کے سامنے بھی عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔

محرم رشتہ داروں کا حکم:

ان رشتہ داروں کا ذکر یہ ہے کہ ان کے سامنے عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے سامنے عورت اپنے سر، گلے، سینہ، بازو، پنڈلی، ٹخنے، پاؤں وغیرہ کو ظاہر کر سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے سامنے عورت اپنے جسم کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے سامنے عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے سامنے عورت اپنے جسم کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے سامنے عورت اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے۔

خاوند کا حکم:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ عورتیں اپنے شوہروں کے لئے زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے شوہروں کے لئے اپنے جسم کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورتیں اپنے شوہروں کے لئے اپنے جسم کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے شوہروں کے لئے اپنی زینت کے تمام حصوں کو ظاہر کر سکتی ہیں۔

خوشبو لگا کر لوگوں پر گذرنا:

اور اس حکمت کے تحت عورت اپنے خاوند کے لئے خوشبو لگا کر نکلے تو اس پر نکیر کی گئی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ عورتیں خوشبو لگا کر نکلیں تو ان کے لئے سخت وعید ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں خوشبو لگا کر نکلیں تو ان کے لئے سخت وعید ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورتیں خوشبو لگا کر نکلیں تو ان کے لئے سخت وعید ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں خوشبو لگا کر نکلیں تو ان کے لئے سخت وعید ہے۔

آواز نہ سنائی جائے: جب عورت کے لئے اپنے زیور کا اظہار ناجائز ہے تو اس کا اپنی آواز کا اظہار بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ اس لئے عورت کا اپنی آواز کا اظہار کرنا یعنی اونچی آواز سے بولنا یا گانا وغیرہ ناجائز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کا اپنی آواز کا اظہار کرنا یعنی اونچی آواز سے بولنا یا گانا وغیرہ ناجائز ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت کا اپنی آواز کا اظہار کرنا یعنی اونچی آواز سے بولنا یا گانا وغیرہ ناجائز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کا اپنی آواز کا اظہار کرنا یعنی اونچی آواز سے بولنا یا گانا وغیرہ ناجائز ہے۔

ہے۔ جب کسی جب عورت کی آواز اور کلام سننا جائز نہیں تو عضو مخصوص سے کسی اور حصہ بدن کی طرف نظر کرنا کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ اس معلوم ہوا کہ عورت کا چہرہ بھی ستر میں آتا ہے۔ اگر کسی کو اس مسئلہ میں کسی کتاب میں کچھ شک ہو تو ہمارے رسالہ تسہیل الوصول الی احکام الاصول میں دیکھ لیا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تسلی ہو جائے گی۔ جب عورت کے لیے چہرہ کا چھپانا واجب ہے اور اس کا کھلا رہنا حرام ہے تو ظاہر ہے کہ عورت کی تصویر بھی ان کا حکم ہے کیونکہ تصویر میں اس کا کھلا رہنا اور بھی زیادہ ہے۔ اور اس کے علاوہ تصویر میں اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں۔ جن کی تفصیل ہمارے رسالہ تسہیل الوصول الی احکام الاصول میں دیکھ لی جائے۔ اس لیے ہم یہاں اس کے ذکر کرنے سے قلم کو روکتے ہیں۔ اور اس کے بعد ہم ان آیات کی تفسیر کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے زینت کے اظہار کا حکم دیا ہے۔

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ

اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت کو مگر اپنے خاوندوں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنی لونڈیوں کے

یعنی جو عورتیں اس کے پاس آنے جانے والی ہیں۔ جو شریف چلن ہیں۔ وہ اوباش عورتوں کے سامنے نہیں آ سکتیں اور اس سے صاف کہ دیا کہ ایسی عورتوں کو مسلمان عورتیں مراد ہیں۔ کافر عورت اپنی مرد کے حکم میں ہے۔ (صدیقی)

اَوْ نِسَآئِهِنَّ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ یا اپنے لونڈیوں کے لئے۔ لونڈیوں کے پوتے لڑکے بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔ مذکور کیا۔ سب لوگ مراد ہیں جو پردہ یا بزرگ یا خود عورتوں کے گھروں میں بروقت آمد و رفت رکھتے ہیں اور عورتوں کی طبعی تفتیش ہوتا ہے اور ان کے حسن تفتیش کو جانتے ہیں۔ چہ جائیکہ اجنبی اور غیر س

ارہم ابوحنیفہ کا یہ قول منقول ہے کہ عورت کا عورت کی طرف دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے مرد کا اپنی محرم عورتوں کی طرف دیکھنا۔ (تفسیر طبری)

بارہ قسم کے محارم

تشریح: یہ ہے وہ بارہ قسم کا محرم جس میں مشتمل ہوتا ہے جو شوہر کی طرف سے بیوی کے لئے اطلاع میں محرم کی جو تعریف ہے اس سے ہوگی کا گمان ہو تا ہے اور یہاں ہم ان تفصیل ان بارہ محرمیات کی ذکر کرتا ہوں مذہب آیت میں سب سے پہلے شوہر ہے جس سے بیوی کے لئی حضرت ابوبکر اور حضرت ابوعبیدہ کو خصوصاً ابوالضرورت کہا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت ابوہریرہ حضرت ابوسعید بن مسیب حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن حضرت عطاء حضرت طاؤس حضرت مجاہد حضرت ابوالشعثاء حضرت ابراہیم نخعی حضرت حسن بصری حضرت ابوالعالیہ حضرت زید بن اسلم حضرت مقاتل بن حیان رحمہم اللہ اجمعین سے بھی یہی مروی ہے۔ ولا ولایت سے مختلف ہے

دوسرا حصہ اپنے باپ ہیں جس میں دادا پردادا وغیرہ داخل ہیں۔ تیسرے شوہر کا بیٹا ہے اس میں بھی اولاد کی اولاد سب داخل ہیں چوتھے اپنے لڑکے بھائی اولاد میں ہیں۔ پانچویں شوہر کے لڑکے جو کسی دوسری بیوی سے ہوں چھٹے اپنے بھائی اس میں حقیقی بھی داخل ہیں اور باپ شریک یعنی علاتی اور ماں شریک بھی اخیافی بھی۔ ساتویں بھانجے خالہ زاد بھائی اور جو اپنے سے دین میں کم ہو صرف اسی پر بولا جاتا ہے۔ اس میں مشرک نہیں وہ بھی محرم نہیں۔ آٹھویں بھانجے بھتیجے سے ہیں بھی صرف حقیقی یا علاتی یا اخیافی بھائی کے لڑکے مراد ہیں اور سب طرح کی بھتیجیوں کے لڑکے شامل نہیں۔ نویں یہ ہیں کے لڑکے۔ اس میں بھی بیٹوں سے حقیقی اور علاتی اخیافی کی تفریق ہو جاتی ہے۔ پہلے لفظ اس میں داخل ہیں ان کو فائدہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ اس میں داخل نہیں اپنے ظاہر معنی میں ہے صرف مسلمان عورتیں کے لئے ہے۔ اور محرم یا غیر ہونا اس کے کافر ہی ہوں تو ان پر مشتمل کرنے کے لئے یہ لفظ بلا وجہ ہوا گیا ہے۔

کیا حرج ہے قسم کا ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے اس سے مراد غلام اور جو اس قسم کے لوگ ہیں جن کو عورتوں کی طرف کوئی رغبت اور خواہش نہ ہو (ابن جریر) یہی مطلب ان جریر نے ابوعبداللہ زہری سے اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے نقل کیا ہے اس سے مراد وہ مرد ہیں جو عورتوں کی طرف کوئی رغبت نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے اعضاء میں عورتوں سے کوئی چیز نہیں رکھتے ہیں کہ وہ ان باتوں سے دین کو برباد کریں۔ خلاف تفسیر قسم کے لوگوں کے عورتوں کے اوصاف بیان سے تعلق رکھتے ہوں ان سے بھی روایتیں ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مخنث دوسرے مخنث کے پاس آیا کرتا تھا وہ عیبات المرأۃ ان کو جانتا تھا اس نے کہا کہ اگر یہ طائف جس آیت میں مذکور ہے داخل ہو تو اس کے

مرنے کے بعد آجایا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا آپ نے فرمایا کہ اس کی باتیں نہیں تو کہہ ان میں داخل ہونے سے اس کو نکال دیا (ابن ابی حاتم)

اسی معنے ابن جریر نے شریح سے بیان فرمایا ہے کہ ایک شخص (نامرد) کو جب (مقدمہ حضور) پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ میں تو ایسا ہوں کہ عورتوں کی طرف مجھے کوئی رغبت نہیں اس میں میرا دین ہی ہے۔ اس میں میرا دین ہی ہے۔ مقاتل سے بھی یہی مروی ہے۔ ابن جریر نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ایسا مخنث جو عورتوں کی طرف رغبت نہ رکھتا ہو اور عورتوں کے اوصاف سے واقف نہ ہو۔ ابن جریر نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ایسا مخنث جو عورتوں کی طرف رغبت نہ رکھتا ہو اور عورتوں کے اوصاف سے واقف نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مخنث کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگی ہوئی ہے آپ نے فرمایا کہ اس کا کیا حال ہے (صحابہ نے) عرض کیا یہ اللہ کے رسول یہ تو مخنث ہے۔ آپ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس کے ہاتھ کاٹے گئے۔ اس نے کہا کہ میں نے تو آپ کو دیکھا کہ آپ نے ہاتھ نہیں کاٹے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو نماز سے روکا ہے (ابن ابی حاتم)

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ

یا جو لونڈی کے مالک

غلام اور باندی۔

لیکن اپنی جو باندیاں (یا غلام) ہوں ان سے پردہ نہیں کرنا چاہئے مملوک غلام بھی اس میں داخل ہے اور ظاہر قرآن سے اسی کی تائید ہوتی ہے لیکن جمہور نے اور صحیح یہ ہے کہ نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام سے پردہ کا حکم فرمایا جو اپنی مالکہ کا غلام تھا۔ ان کو حضرت فاطمہ کے پاس بھیجنے کے لئے اس واقعہ کا حضرت عمر سے بھی ہے پس صرف اتنا کہنا کافی نہیں کہ اس کی آنکھیں نابینا تھیں یا وہ اندھا تھا اور آنکھیں پھوٹی تھیں تو رنگ کچھ نہیں بتلاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ملاحظہ فرمائی تو فرمایا کہ کیا تم نابینا نہیں ہو کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ یہ ہے اس کا جواب۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ محرم سے پردہ کا حکم ہے اور اس حدیث میں یہ بھی لفظ غلام آتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ

یا ان خدمتگار مردوں سے جو عورتوں کی طرف کچھ خیال نہ رکھتے ہوں

یعنی جو خدمتگار مرد بوڑھے ہوں یا ایسے کم عقل ہوں جن کے دل میں عورتوں کی خواہش نہ ہو یا ایسے خواجہ سرا جن کو عورتوں سے کچھ لگاؤ نہ ہو یا ایسے بچے جو عورتوں کی مخفی باتوں سے واقف نہ ہوں۔ ان سب کے سامنے عورت بغیر پردہ کے آسکتی ہے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ

اور چلنے میں اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں

مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ

کہ جو چھپی ہوئی ہیں اس کا پتہ چلے۔

یعنی چلنے پھرنے میں ایسی ٹھوکر نہ ہونی چاہئے کہ پاؤں کی آواز سنائی دے اور زیور کی آواز سے اجنبی کو خبر ہو جائے اور قدم بھی بڑے بڑے نہ رکھے کہ ستر کی حالت دیکھنے سے بھی زیادہ ظاہر ہو جائے۔

عورت عورت سے قرآن سیکھے

بیضاوی نے انوار التنزیل میں یہ بحث کی ہے کہ عورت عورت سے قرآن سیکھ سکتی ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ مبنی ہے اس پر کہ عورت کا عورت سے قرآن سیکھنا افضل ہے یا مرد سے۔ صاحب ہدایہ رحمہ اللہ علیہ نے اسی لئے ارشاد فرمایا کہ عورتیں ان لمبا مردوں سے نہ سیکھیں جو اوباش عورتوں کے لئے مخنث بنتے ہیں۔

اس بیان سے لکھا ہے اس جگہ صاحب کہا جا سکتا ہے کہ عورت نماز میں اکثر بھول قرآن کی تلاوت کا قصد ہو جاتی ہے تو اس کی نماز کیسے معتبر ہے امام کی نماز میں کیونکر ہو جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لئے ہوئے اس لئے کہ عورت کا صوت سے سبحان اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناقض وضو بتایا ہے اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ عورت کا قدم بھی عورت ہے۔ (تفسیر علوی) اپنی قلبی زینت کا اظہار خواہ کسی زیور سے ہو یا کسی اور چیز سے زیور کے اندر کوئی چیز ہو یا نہ ہو۔ بجنے والے ہوں یا نہ ہوں۔ ہر صورت میں ناجائز ہے۔ زیور کے بجنے کی آواز سے اجنبی کو خبر ہو جائے یا نہ ہو۔ ہر صورت میں ناجائز ہے۔ (تفسیر علوی)

فیہ کرم سرمہ لگانے کی بھی یہ سب چیزیں اس آیت کی رو سے ناجائز ہیں۔ اور اسی وجہ سے بہت سے فقہاء نے زیور کی یا کپڑے کی آواز تو خیر کجا بعض عورتوں کا تو اس آیت سے یہ استدلال ہوا کہ خود عورت کی آواز کا بھی اس سے بھی زیادہ چھپانا اور پوشیدہ رکھنا واجب ہوگا اس لئے عورت کی آواز کو بھی جن حضرات نے ستر میں داخل قرار دیا ہے وہ اسی بیان پر دلیل میں لائے ہیں کہ عورتوں کو جہاں تک ممکن ہو ان کی تعلیم بھی عورتوں ہی سے ہونا چاہئے مردوں سے تعلیم لینا بہتر نہیں سمجھا جاتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ نماز میں اگر کوئی بات سے ٹوکنے لگے تو مرد کو چاہئے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ کہہ کر ٹوکنے والے کو متنبہ کرے مگر عورت آواز نہ نکالے بلکہ اپنی ایک ہتھیلی کی پشت پر دوسرا ہاتھ مار کر اس کو متنبہ کرے۔

یا جن عورتوں کو اللہی نفع سے اوفی ہو اپنی قوتی تمیز نہیں۔ نفسانی جذبات رکھتے ہیں۔ (تفسیر علوی)

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ

اور چلنے میں اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں

مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ

کہ جو چھپی ہوئی ہیں اس کا پتہ چلے۔

یعنی چلنے پھرنے میں ایسی ٹھوکر نہ ہونی چاہئے کہ پاؤں کی آواز سنائی دے اور زیور کی آواز سے اجنبی کو خبر ہو جائے اور قدم بھی بڑے بڑے نہ رکھے کہ ستر کی حالت دیکھنے سے بھی زیادہ ظاہر ہو جائے۔

عورت عورت سے قرآن سیکھے

بیضاوی نے انوار التنزیل میں یہ بحث کی ہے کہ عورت عورت سے قرآن سیکھ سکتی ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ مبنی ہے اس پر کہ عورت کا عورت سے قرآن سیکھنا افضل ہے یا مرد سے۔ صاحب ہدایہ رحمہ اللہ علیہ نے اسی لئے ارشاد فرمایا کہ عورتیں ان لمبا مردوں سے نہ سیکھیں جو اوباش عورتوں کے لئے مخنث بنتے ہیں۔

اس بیان سے لکھا ہے اس جگہ صاحب کہا جا سکتا ہے کہ عورت نماز میں اکثر بھول قرآن کی تلاوت کا قصد ہو جاتی ہے تو اس کی نماز کیسے معتبر ہے امام کی نماز میں کیونکر ہو جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لئے ہوئے اس لئے کہ عورت کا صوت سے سبحان اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناقض وضو بتایا ہے اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ عورت کا قدم بھی عورت ہے۔ (تفسیر علوی) اپنی قلبی زینت کا اظہار خواہ کسی زیور سے ہو یا کسی اور چیز سے زیور کے اندر کوئی چیز ہو یا نہ ہو۔ بجنے والے ہوں یا نہ ہوں۔ ہر صورت میں ناجائز ہے۔ زیور کے بجنے کی آواز سے اجنبی کو خبر ہو جائے یا نہ ہو۔ ہر صورت میں ناجائز ہے۔ (تفسیر علوی)

فیہ کرم سرمہ لگانے کی بھی یہ سب چیزیں اس آیت کی رو سے ناجائز ہیں۔ اور اسی وجہ سے بہت سے فقہاء نے زیور کی یا کپڑے کی آواز تو خیر کجا بعض عورتوں کا تو اس آیت سے یہ استدلال ہوا کہ خود عورت کی آواز کا بھی اس سے بھی زیادہ چھپانا اور پوشیدہ رکھنا واجب ہوگا اس لئے عورت کی آواز کو بھی جن حضرات نے ستر میں داخل قرار دیا ہے وہ اسی بیان پر دلیل میں لائے ہیں کہ عورتوں کو جہاں تک ممکن ہو ان کی تعلیم بھی عورتوں ہی سے ہونا چاہئے مردوں سے تعلیم لینا بہتر نہیں سمجھا جاتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ نماز میں اگر کوئی بات سے ٹوکنے لگے تو مرد کو چاہئے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ کہہ کر ٹوکنے والے کو متنبہ کرے مگر عورت آواز نہ نکالے بلکہ اپنی ایک ہتھیلی کی پشت پر دوسرا ہاتھ مار کر اس کو متنبہ کرے۔

أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ

یا بچوں سے جنہوں نے ابھی نہیں پہچانا عورتوں کی چیز کو

[illegible] ایک عورت کی اور کہا کہ وہ [illegible] ہے
[illegible] اور [illegible] کی [illegible] ہے
[illegible] اور [illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible]

خوشبو لگا کر باہر نکلنا:

[illegible] عورت جب [illegible] باہر نکلے تو [illegible] لگا کر نکلے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہ

ہو۔ ایسے مردوں اور عورتوں کے نکاح کے لئے اُن کے اولیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اُن کے نکاح کا انتظام کریں۔

نکاح کرنے کا مسنون طریقہ:

آیت مُذکورہ کے طرزِ خطاب سے اتنی بات تو بالکل صاف ظاہر ہوتی ہے کہ نکاح کا مسنون اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ خود اپنا نکاح کرنے کے لئے کوئی مرد یا عورت بلا سوچے اقدام کرنے کے بجائے اپنے اولیاء کے ذریعے سے یہ کام انجام دے اس میں دین و دنیا کے بہت سے مصالح اور فوائد ہیں۔ خصوصاً لڑکیوں کے معاملہ میں کہ لڑکیاں اپنے نکاح کا معاملہ خود طے کریں یہ ایک قسم کی بے حیائی بھی ہے اور اس میں فواحش کے راستے کھل جانے کا خطرہ بھی، اسی لئے بعض روایاتِ حدیث میں عورتوں کو خود اپنا نکاح بلا اولیاء کے کرنے سے روکا بھی گیا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ اور بعض دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ حکم ایک خاص سنت اور شرعی ہدایت کی حیثیت میں ہے اگر کوئی بالغ لڑکی اپنا نکاح بغیر ہدایات دین کے اپنے کفیل کرنے تو نکاح صحیح ہو جائے گا اگرچہ خلاف سنت کرنے کی وجہ سے وہ مورد عتاب ہوگی جبکہ اس نے کسی بیجا بیمی سے اس پر اقدام نہ کیا ہو۔

لفظ ایامیٰ جس کا اطلاق مرد و عورت دونوں داخل ہیں اور بالغ لڑکوں کا نکاح بالاتفاق ولی سب کے نزدیک صحیح ہو جاتا ہے اس میں کوئی بالغ نہیں کہتا۔ اس طرح ظاہر یہ ہے کہ نکاح کی بالغ لڑکی اگر اپنا نکاح خود کرے تو وہ بھی صحیح ہو سکتا ہو جائے بلکہ خلاف سنت کام کرنے پر مذمت وغیرہ کی جائے گی۔

نکاح واجب ہے یا سنت یا مختلف حالات میں حکم مختلف ہے:

اس پر ائمہ مجتہدین تقریباً سبھی متفق ہیں کہ جس شخص کو نکاح نہ کرنے کی صورت میں غالب گمان یہ ہو کہ وہ حدود شریعت پر قائم نہیں رہ سکے گا، گناہ میں مبتلا ہو جائے گا اور نکاح کرنے پر اس کو قدرت بھی ہو کہ اس کے وسائل موجود ہوں تو ایسے شخص پر نکاح کرنا فرض یا واجب ہے جب تک نکاح نہ کرے گناہگار رہے گا۔

مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت عکاف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تمہاری بیوی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا تمہارے پاس لونڈی ہے؟ کہا کہ نہیں پھر آپ نے دریافت کیا کہ تم صاحب وسعت ہو یا نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ صاحب وسعت ہوں، مراد یہ تھی کہ اتنا تم نکاح کے لئے ضروری مخارج کا انتظام کر سکتے ہو جس کے جواب میں انہوں نے اقرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ پھر تم شیطان کے بھائی ہو اور فرمایا کہ ہماری سنت نکاح کرنا ہے تم میں بدترین آدمی وہ ہیں جو بے نکاح مر گئے۔ (مظہری)

اس روایت کو بھی جمہور فقہاء نے اسی حالت پر محمول فرمایا ہے جب نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ کا خطرہ غالب ہو۔ مکاسب کا حال، مولیٰ ہمہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگا کہ وہ صبر نہیں کر سکتے۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک نکاح میں عبادت کا پہلو بہ نسبت دوسرے معاملات کے غالب ہے اس لئے بہت سی جھوٹی اس کو سنت المرسلین اور اہل اللہ قرار دے کر بہ کیفیات گھٹ آتی ہیں، ان روایات حدیث کے مجموعہ سے اتنا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نکاح عام معاملات کی طرح نہیں بلکہ منصب انعام ہے جس کی بہ کیفیات بھی حد بندی آتی ہیں۔ صرف نیت کی وجہ سے عبادت کی حیثیت اس میں نہیں بلکہ منصب انعام ہونے کی حیثیت سے بھی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اس طرح تو کھانا پینا سونا بھی منصب انعام ہے کہ سب نے لیا کیا ہے، مگر جواب واضح ہے کہ ان چیزوں پر سب انعام کا حمل ہونے کے باوجود یہ کسی نے نہیں کہا کہ کسی حد میں یہ کیا کھانا پینا اور سونا سنت انبیاء ہے بلکہ اس کو عام انسانی عادت کے مطابق انعام کا حمل قرار دیا ہے بخلاف نکاح کے کہ اس کو صرف سنت المرسلین بلکہ افضل قرار دیا ہے۔

تفسیر مظہری میں اس موقع پر ایک مستقل بحث یہ کی ہے کہ جو شخص حالت اعتدال میں ہو کہ نہ غلبہ شہوت سے مجبور و مغلوب ہو اور نہ نکاح کرنے سے کسی گناہ میں پڑنے کا اندیشہ لگتا ہو یہ شخص اگر یہ چاہے کہ نکاح کرنے کے بجائے نوافل اور تبتل و خیال کی مشغولیت میں لگا رہے اور تجرد اختیار کرے تو اس کے لئے نکاح افضل ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح افضل ہے اور اگر اس کا انداز یہ ہے کہ نکاح اور اہل و عیال کے مشاغل اس کو دینی ترقی، کثرت ذکر وغیرہ سے روک دیں گے تو بحالت اعتدال اس کے لئے عبادت کے لئے خلوت گزینی اور ترک نکاح افضل ہے۔ (مستفاد از مظہری)

صدیق اکبرؓ کا قول ہے کہ تم نکاح کے بارے میں خدا کا خوف کرو اور تم سے ایامیٰ حد بھی کریں گے۔ یہی مضمون فرماتے ہیں اور عربی کو نکاح میں طلب کرو۔

تین آدمی جن کی مدد ضرور ہوتی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخص کے لوگوں کی مدد کا حلہ تعالیٰ نے ذمہ حق ہے نکاح کرنے والا جو حرام کاری سے بچنے کی نیت سے نکاح کرے، وہ مکاتب جو ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، وہ غازی جو خدا تعالیٰ کی راہ میں نکلا ہو (ترمذی وغیرہ)

ایک بے صبر و سامان آدمی کا نکاح:

اسی کی تائید میں وہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا نکاح ایک عورت سے کرا دیا جس کے پاس بجز تہبند کے اور کچھ نہ تھا یہاں تک کہ لوہے کی انگوٹھی بھی اس کے پاس سے نہیں نکلی تھی۔

باندیوں کی تعریف اور ان کے ساتھ صحبت کرنے کا حکم

باندی کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسی عورت ہو جو کسی کی ملکیت میں ہو، اور اس کے ساتھ صحبت کرنا اس کے لیے جائز ہو۔

اسلام میں سب سے پہلی شادی:

حضرت آدم علیہ السلام نے حوا سے شادی کی، جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے تو آپ نے ان کو اپنی بیوی کی اس قوم میں موجودگی کی خبر دی۔ طلب کرنے پر اس نے جواب دیا کہ میں آپ کی آخری شادی ہوں، آپ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے لیے پیدا کیا ہے، اور میرے لیے تمہارے علاوہ کسی اور عورت کو حلال نہیں کیا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے لیے پیدا کیا ہے، اور تمہارے لیے میرے علاوہ کسی اور مرد کو حلال نہیں کیا۔ اس کے بعد آپ نے ان کے ساتھ صحبت کی، اور ان سے اولاد ہوئی۔ اس طرح کی حکایت ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

حفاظت عصمت کا تحفہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا گیا تو ان کے ساتھ حضرت حوا کو بھی نکالا گیا، اور ان کے ساتھ ایک فرشتہ بھیجا گیا جو ان کی حفاظت کرتا تھا، اور ان کو ایک خیمہ عطا کیا گیا جس میں وہ رہتی تھیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی ضرورت ہوتی تو وہ ان کے پاس جاتے، اور جب وہ چاہتیں تو ان کے پاس آتیں۔ ایک دن حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے حوا! میں نے تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان تینوں چیزوں کو عطا فرما دیا ہے۔ میں نے سوال کیا تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی ایسا فرشتہ مقرر کر دیا جائے جو تمہاری حفاظت کرے، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا فرما دیا ہے۔ میں نے سوال کیا تھا کہ تمہارے لیے ایک ایسا خیمہ عطا کیا جائے جس میں تم رہ سکو، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا فرما دیا ہے۔ میں نے سوال کیا تھا کہ تمہارے ساتھ صحبت کرنے کے لیے میرے لیے ایک ایسا وقت مقرر کر دیا جائے جس میں تم میرے پاس آؤ، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا فرما دیا ہے۔ اس طرح کی حکایت ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

لونڈیوں اور غلاموں کا نکاح:

جس لونڈی کا نام مہر مقرر کیا گیا ہو اس کو مہر کے حقوق وصول کرنے کا حق ہے، اور اس کے بعد اس کا مالک اس کے ساتھ صحبت کر سکتا ہے، اور اگر اس کا نام مہر مقرر نہیں کیا گیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (ہدایہ اولین)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس لونڈی کے ساتھ صحبت کی جا رہی ہو اس کو کسی اور کے ساتھ نکاح کی اجازت دینا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص غلام یا لونڈی کو جرم میں مبتلا ہونے کا حکم دے تو اس کا حکم نہیں مانا جائے گا، اور جب صاحب غلام نے لکھا ہے کہ اس میں مبتلا ہونے کا حکم نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین)

جس لونڈی کے ساتھ صحبت کی جا رہی ہو اس کو کسی اور کے ساتھ نکاح کی اجازت دینا صحیح نہیں ہے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کا نکاح باطل ہو جائے گا۔ (ہدایہ اولین)

جس لونڈی کا نام مہر مقرر کیا گیا ہو اس کو مہر کے حقوق وصول کرنے کا حق ہے، اور اس کے بعد اس کا مالک اس کے ساتھ صحبت کر سکتا ہے، اور اگر اس کا نام مہر مقرر نہیں کیا گیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (ہدایہ اولین)

بغیر نکاح رہنے کی ممانعت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر نکاح کے رہنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (ہدایہ اولین)

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے کوئی عبادت نہ کرو۔ (ہدایہ اولین)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نکاح کرتا ہے وہ اپنے دین کا نصف حصہ محفوظ کر لیتا ہے، پس اسے چاہیے کہ باقی نصف حصہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ (ہدایہ اولین)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نکاح کرتا ہے وہ اپنے دین کا نصف حصہ محفوظ کر لیتا ہے، پس اسے چاہیے کہ باقی نصف حصہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ (ہدایہ اولین)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نکاح کرتا ہے وہ اپنے دین کا نصف حصہ محفوظ کر لیتا ہے، پس اسے چاہیے کہ باقی نصف حصہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ (ہدایہ اولین)

جوانوں کو حکم:

جس شخص کے پاس نکاح کی طاقت ہو اس کو نکاح کرنا واجب ہے، اور جس کے پاس طاقت نہ ہو اس کو روزہ رکھنا واجب ہے، کیونکہ روزہ اس کی شہوت کو توڑ دیتا ہے۔ (ہدایہ اولین)

جس شخص کے پاس نکاح کی طاقت ہو اس کو نکاح کرنا واجب ہے، اور جس کے پاس طاقت نہ ہو اس کو روزہ رکھنا واجب ہے، کیونکہ روزہ اس کی شہوت کو توڑ دیتا ہے۔ (ہدایہ اولین)

جس شخص کے پاس نکاح کی طاقت ہو اس کو نکاح کرنا واجب ہے، اور جس کے پاس طاقت نہ ہو اس کو روزہ رکھنا واجب ہے، کیونکہ روزہ اس کی شہوت کو توڑ دیتا ہے۔ (ہدایہ اولین)

کے لئے ثبوت نہیں ہے۔ (بعض بچے کی خبر بہر نہیں، اور خود ابن ماجہ ہی کی روایت میں ہے کہ بچہ پیدا ہوکر فوت ہوگیا تھا۔ منہ)

نکاح میری سنت ہے

ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ مجھ سے نہیں (متعلق بالکل بعد والی حدیث کے ہے) اور ابن ماجہ ہی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں، حیا، خوشبو، مسواک اور نکاح۔ (حیا کی تشریح اوپر گزر چکی ہے۔ خوشبو کا استعمال ہر نماز کے وقت مسجد میں جانے کے وقت اور جمعہ کے دن خاص طور پر مسنون ہے۔ مسواک کا استعمال ہر وضو کے وقت اور خاص طور پر نماز کے وقت مسنون ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضعیف ہیں اور یہ راوی ضعیف ہے۔)

پیغمبروں کی چار سنتیں:

صحیحین میں حضرت ابوایوب انصاری کی روایت سے آیا ہے کہ (انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا (کہ) میں دیکھتا ہوں کہ تم میں چار چیزیں ہیں جو میری سنت ہیں اور عورتوں سے تعلق بھی کرتا ہوں (جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے (یعنی وہ میرے طریقہ کا متبع نہیں ہے)

ترمذی نے ایوب کی روایت سے بطریق مرسل یہ چار چیزیں کی ہیں۔ حیا، خوشبو، مسواک، نکاح۔

ابن ماجہ نے عمار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت (یعنی انبیاء علیہم السلام کی خاص عادت) میں سے ہیں، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال اکھیڑنا۔ (ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا وضو کے ساتھ ہی ہے۔ ناخن کاٹنا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال صاف کرنا، یہ تینوں چیزیں ہر جمعہ کے دن مسنون ہیں۔ منہ)

بعض صحابہ کے جذبات کی اصلاح:

بخاری نے کتاب میں بیان کیا ہے کہ بعض صحابہ نے ازواج المطہرات سے (یعنی ان کے گھروں میں جاکر) عبادت کی کیفیت دریافت کی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو مختصر سمجھا (کہ ہمارے عمل اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں) تو انہوں نے خیر معمولی عبادات میں اپنی کمی کو سمجھا تھا، آپ سے کہنے لگے، ہم کو دنیا میں ہم سے کیا نسبت ہے (کہ ہم ان کے برابر عبادت کرسکیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اگلی پچھلی لغزشیں معاف ہیں (ہم سے تو لغزشیں ہوتی رہتی ہیں) ایک صاحب بولے، میں تو عورتوں سے قطعی طور پر الگ رہوں گا، کبھی نکاح نہ کروں گا، دوسرے صاحب بولے، میں تو ہمیشہ روزہ رکھوں گا، کبھی ناغہ نہ کروں گا، تیسرے صاحب بولے، میں رات بھر عبادت کروں گا، کبھی سوؤں گا نہیں، (ان تینوں کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے ان حضرات کو بلایا اور ان کو سمجھایا کہ میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے (متعلق بالکل بعد والی حدیث کے ہے)

کس امت کے سب سے افضل آدمی:

بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے عمرو بن العاص کا نکاح کرنا، ان امت نے سب سے افضل آدمی کی بیوی بہت تھیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے افضل تھے آپ کی بیویاں بھی سب سے تھیں اور جس کی شکایت سے آپ کو سخت تکلیف گزشتہ کی، وہ بیوی بھی حضور ہی کے گھر میں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا بھی مشہور ہے۔

حضرت قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

یہ ہے وہ ایک تحقیق جو ہے کہ جو بعض لوگوں نے نکاح کرنے کے بارے میں خیال سے تعلق رکھنے کی وجہ سے لکھے ہیں، یہ روایت نہیں کہ ان کو اپنا کام تمام ہے کہ یا وہ ان مسائل کے عوارض روز مرہ زندگی کی کثرت اور تکثیر ہوتے ہیں اس کے کوئی نہ کوئی نبی کو سامنا کرنا ہی پڑے گا، اس لئے افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل، یہ کہ آپ نے نکاح کیا اور بیویوں سے صحابیوں کی اولاد تھے اور اجر و ثواب کی کثرت ہوتی ہے، ان کے لئے جو دنیا میں رہتے ہیں، اور ان کی تربیت کرتے ہیں، اس کے ساتھ ان کا صبر اور یقین بہت اونچا ہوتا ہے اور ان کا شکر بہت بلند ہوتا ہے، اور وہ کامل بندگی سب عوارض ہوتے ہیں، یہ تقریر ہے جو میں اپنے آپ کو نکاح کرنے کا حکم دیتا ہوں، اور اس کے لئے تیار کرتا ہوں اور اس کی پرورش میں مشغول ہوتا ہوں، اور اس نے قبل ازیں اس امت کے افضل ترین آدمی کے نکاح کرنے کی وجہ سے اس کو اختیار کیا ہے، اور اس نے اس کو اس کے لئے اختیار کیا ہے، اور اس نے اس کو اس کے لئے اختیار کیا ہے، اور اس نے اس کو اس کے لئے

تجارت، زراعت وغیرہ اور مرے معاملات اور پیشے ذکر نہیں کئے ہیں۔ اگر سب کے ان کو جمع کریں تو یہ کتنے معاشی انتظام ہوں گے اور دینی نظر بھی کیا ہے کہ ان کا ذکر نہ ہو۔ اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عبادات دو طرح کی ہیں (۱) آیت سے ثابت ہیں (۲) انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ رہنا۔ (الترغیب عن ابی سعید الخدری و ذکرہ ابن ابی حاتم عن عبد اللہ بن عمرو)

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس کی روایت سے بھی ایسی ہی حدیث نقل کی ہے لیکن (نکاح ہو یا تجارت بہر حال عبادت یا کم از کم نہ ہونے) ان تمام امور کی خوبی (یعنی عبادت ہو جانا) بالغیر ہے (من نیت کی وجہ سے یہ سب امور عبادت بن جاتے ہیں) اور ذکر خدا بھی اور سب سے کٹ کر خدا سے لو لگانا فی نفسہ عبادت ہیں ان کی خوبی ذاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ دو نعمتوں کی وجہ سے برابر میرا مقرب ہوتا چلا جاتا ہے پہلی نعمت تو کہ میں اس سے محبت کرتے لگتا ہوں۔ اللہ پسند اور ناپسند کی۔ اس حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ میرا بندہ نکاح و کھانے پینے سے برابر میرا قرب حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس وحی نہیں آتی کہ میں مال جمع کروں یا تجارت میں رہوں۔ ہاں اس جگہ یہ وحی آئی ہے کہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرو اور سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ۔ (الحجر، والنحل فی تفسیر سورۃ الحجر)

تمام حدیثوں کی شرحتوں میں نکاح کرنا مجرد رہنے سے افضل لکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار پیغمبروں کو مثل انبیاء میں شمار کیا ہے ان چار پیغمبروں میں ایک نکاح کو بھی شامل کیا ہے۔ آدم، نوح، ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، ایوب، داؤد، سلیمان، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ سب ہی نے نکاح کئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، مسلمانوں کا بہترین مال وہ بکریاں ہیں جن کو کہ گروہ پہاڑ کی چوٹی پر لے جائے (اور سب سے الگ ہو جائے) تاکہ فتنوں سے اپنے دین کو بچا کر بھاگ جائے۔ رہبانیت سے مراد ہے ان چار امور کو ترک کر دینا جن کو ترک کرنے کا کوئی ثواب نہیں، جیسے کھانا کم کر دینا، ستو کھا کر رہ جانا، گوشت ترک کر دینا، ہمیشہ روزہ رکھنا، عورتوں سے علیحدہ رہنا جیسے جنگلی عبادت کرنے والے کرتے تھے۔ اللہ نے فرمایا ہے فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا وہ اس رہبانیت کی پوری رعایت نہ کر سکے۔ شریعت میں ممانعت اسی اختراعی خود ساختہ رہبانیت کی ہے۔ جائز شرعی رہبانیت کی ممانعت نہیں ہے۔ صحابہ کرام کی شریعت میں عدد بہت سے ایسے رہبانیت کی مرادت میں مراہب اور دین میں شیر تھے۔

گویا آیت یہ تعلیم دے رہی ہے کہ اگر غلام آقا سے یا بالغ عورت سرپرست سے اپنا نکاح کرانے کی درخواست کرے تو آقا اور ولی پر ان کا نکاح کرا دینا واجب ہے یہ مطلب امامیہ فرقہ کی مسلک پر ہو گا اور ان لوگوں نے تو یہ بھی آیت کا کیا ہی مطلب سمجھا ہو گا جو لوگوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سے نکاح کو جائز نہیں قرار دیتے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو آیت کا مقصد صرف یہ ہے کہ سرپرست لوگ عورتوں کو نکاح سے نہ روکیں یہی مطلب آیت وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ کا ہے۔

مناسب رشتہ آئے تو نکاح کر دو:

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص پیغام بھیجے جس کے دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے (اپنی بہن، بیٹی یا جو ولی کا نکاح میں ہو) نکاح کر دو اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین پر فتنہ اور بڑا بگاڑ پیدا ہو جائے گا (رسوائی ذلت اور زنا کاری کا نتیجہ پیدا ہو گا)۔ (رواہ الترمذی)

اولاد کا نکاح نہ کرنے کا نقصان:

حضرت عمر بن الخطاب اور انس بن مالکؓ وغیرہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص تین بچیوں کو پالے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں اور وہ اس کا نکاح نہ کرے تو اس کی حالت میں اگر ان سے کوئی گناہ کا ارتکاب کرے تو گناہ نکاح نہ کرنے والے پر پڑے گا۔

حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کے لڑکا ہو وہ اس کا اچھا نام رکھے، اچھی تہذیب سکھائے، جوان ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے، اگر بالغ ہو جائے اور اس کا نکاح نہ کرے اور وہ کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کا گناہ باپ پر ہو گا۔ (دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کی ہیں۔ (تحفہ سنوری)

غلام اور باندیاں نکاح کے قابل ہوں تو انکے نکاح میں رکاوٹ نہ ڈالو

وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ یعنی اپنے غلاموں اور کنیزوں میں جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دیا کرو۔ یہ خطاب ان کے آقاؤں اور مالکوں کو ہے اس جگہ صالحین کا لفظ اپنے لغوی معنے میں ہے جو شخص اس میں جو شخص نکاح کی صلاحیت و استطاعت رکھتا ہو اس کا نکاح کر دینے کا حکم ان کے آقاؤں کو دیا گیا ہے عورتوں کی صلاحیت سے اشارہ ہے کہ بیوی کے حقوق زوجیت اور نفقہ وغیرہ بخوبی ادا کرنے کے قابل ہوں۔ اور اگر صالحین کو معروف

تعلیم یافتہ لوگوں کے حلقے میں ہو جائے تو پھر ان کی تخصیص بالذکر کرنا اس وجہ سے ہوگی کہ ان کا اصل مقصد نکاح سے بچنے کا وسیع حلقہ ہی میں ہوتا ہے۔

بہر حال اپنے کاموں اور تجارت میں جو صلاحیت نکاح کی رکھنے والے ہوں ان سے نکاح کا حکم نہ کرنے کا اس کو دلیل بنانا کیسے اور کہاں اس سے یہ ہے کہ نکاح کی ضرورت ظاہر کریں اور خواہش کریں کہ ان کا نکاح کر دیا جائے تو نکاح کیا جائے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ واجب ہوگا کہ ان کے نکاح کر دیں اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ ان پر لازم ہے کہ ان کے نکاح میں کفاءت نہ دیکھیں بلکہ اجازت دے دیں کیونکہ عموماً خادموں اور کمینوں کی نکاح جنس مالکوں کی اجازت کے بغیں ہوتا تو یہ حکم ایسا ہی ہوگا جیسا کہ قرآن کریم کی آیت میں فرمایا فَضَّلَ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے) اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص پیغام لے کر آئے اور اخلاق آپ کو پسند ہوں تو ضرور نکاح کر دو اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پیدا ہو جائے گا۔ (رواہ الترمذی)

خلاصہ یہ ہے کہ تم کو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھ کو اجازت نکاح دیدو تو اجازت دینا واجب ہے اور اس کی اجازت کے بعد اس کو نکاح کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

اگر وہ (یعنی شخص اللہ اس کو غنی کر دے گا اپنے فضل سے

رزق کے خوف سے نکاح ترک نہ کرو:

بعض لوگ نکاح میں اس لئے بھی اپنی کمی کیا کرتے ہیں کہ نکاح ہو جانے کے بعد بیوی بچوں کا بار جیسے کھانا انہیں کھلانا پڑے گا ایسے موہوم خطرات پر نکاح سے مت رکو۔ روزی تو میری اور تمہاری بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے کیا معلوم ہے کہ خدا جانے تو ان ہی کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشائش کر دے۔ نہ مجرد رہنا خود کا مطلوب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر و فاقہ کو مستلزم ہے۔ یہ باتیں حق تعالیٰ کی حکمت پر ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا إِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ إِنْ شَآءَ (توبہ، رکوع ۳) اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے بھی یہ چیز معقول ہے کہ نکاح کر لینے یا ہونے سے آدمی پر بوجھ پڑتا ہے اور وہ بوجھ سے بڑھ کر کمانے کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ اور بیوی اور اولاد ہو جانے سے تو وہ بلکہ بعض اوقات بیوی کے کہنے سے بھی سب معاش میں اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ بہر حال روزی کی تنگی یا وسعت نکاح یا تجرد پر موقوف نہیں۔ پھر یہ خیال نکاح سے مانع کیوں ہو۔ (تفسیر خیال)

نکاح کے ذریعہ اللہ کا فضل تلاش کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نکاح کے سلسلہ میں اللہ سے فضل تلاش کرو اللہ نے فرمایا ہے جو شخص نکاح کرے گا اللہ اس کو غنی کر دے گا۔ (بیہقی) اللہ نے فرمایا ہے إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ حضرت قتادہ کا بیان ہے حضرت عمر بن خطاب کافر ہوں اس سے نقل کیا ہے۔ میں نے اس شخص کی طرف (تعجب آمیز) نگاہ سے دیکھا کہ نکاح کرے، رزق کا طلبگار کیوں ہوتا۔ حالانکہ اس سے پہلے میں نے یہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ نکاح کرو، یہ سے غنا طلب کرو، روزی کرتے ہیں اللہ کے فضل کے خواہشمند اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ہے کہ نکاح کرو۔

ہزار خصیب اور ابو نعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نکاح سے نکاح کرو۔ وہ خود مالدار ہو جائیں گے (یعنی نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ نے فراخ روزی دے دی) اور اللہ تعالیٰ سے روزی کے حصول کے لئے مدد طلب کرو، وہ ایک بڑا وسیلہ ہے اور اس کا بڑا اجر ہے۔

نکیسی اور بیہقی نے حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے نکاح کرو، یہ سے رزق کی تلاش کرو

میں کہتا ہوں شاید اس حدیث کے مضمون کی وجہ سے نکاح کی ترغیب حضرات سلف صالحین دیتے رہے ہیں اور اس کو خوشحالی کا ذریعہ سمجھتے تھے اور اس وجہ سے بھی ترغیب دیتے تھے کہ نکاح کرنے والے کو اللہ کی مدد کا وعدہ ہے۔ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی مدد اللہ پر لازم ہے۔ ایک تو وہ شخص جو نکاح کرے اس ارادہ سے کہ اپنے دامن کو حرام سے بچائے گا۔ دوسرا وہ مکاتب جو مال ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ تیسرا وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہو۔ (ترمذی)

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

اور اللہ گنجائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے

جس کے حق میں مناسب سمجھتا ہے گنجائش کر دیتا ہے۔ تفسیر حقانی:

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى

اور چاہئے کہ پاکدامنی سے رہیں جن کو نہیں ملتا بیاہ کا سامان یہاں تک

يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

کہ غنی کر دے ان کو اللہ اپنے فضل سے

جب تک نکاح کی ہمت نہیں عفت ملحوظ رکھو

یعنی جن کو فی الحال اتنا بھی مقدور نہیں کہ کسی عورت کو نکاح میں لائیں تو جب تک خدا تعالیٰ فقر و فاقہ دور نہ کر دے چاہئے کہ اپنے دامن کو پاک رکھیں۔ اور عفیف رہنے کی کوشش کریں۔ کچھ بھی بن نہیں آتی کہ ایسی شدید تنگی اور افلاس کے وقت سے حق تعالیٰ نے ان کی مدد کرنے اور نکاح کے بہتر پیرایہ سے سوائے صبر فرمایا ہے

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور جو غلام تم سے چاہیں لکھت (یعنی آزادی کی بابت) سے کہ تم ان میں نیکی کا

فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا

غلام اور لونڈی کی آزادی

مقدمہ ابن سیرین کی آزادی

اگر آزادی میں ان کی بہتری ہو تو آزاد کرو

وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ

غلاموں کی آزادی میں مالی امداد کرو

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا

اور نہ مجبور کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جبکہ وہ نکاح میں رہنا چاہیں

لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

کہ تم تلاش کرو اسباب زندگانی دنیا کا

لونڈیوں کو خلط کاری نہ کراؤ:

جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں سے کسب کراتے تھے اور بعض بیوقوف اپنی لونڈیوں کے پاس کوٹھیاں بنوا دیتے تھے۔ یہ بدکاری کرا کر روپیہ حاصل کرتے تھے۔ ان میں بعض مسلمان ہو گئیں تو اس قبیح فعل سے انکار کیا۔ اس پر یہ حکم نازل ہوا۔ جب یہ حکم نازل ہوا تو عبداللہ بن ابی نے اپنی لونڈی مسیکہ سے کہا جا زنا کر تاکہ ہم کھائیں۔ اس نے انکار کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اسی شان نزول کی رعایت سے مفسرین نے لفظ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا اور لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کی قید بڑھائی ہے۔ ورنہ لونڈیوں سے بدکاری کرانا بہرحال حرام ہے۔ اس طرح کرانے والے سب کے سب گناہ گار ہیں۔ خواہ لونڈیوں کی رضامندی سے کرائیں یا زبردستی سے۔ ہاں اگر لونڈیاں نہ چاہیں اور یہ محض دنیا کے حقیر فائدے کے لئے زبردستی کریں تو اور بھی زیادہ اہل اور متوالی وعید کے سزاوار ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ

اور جو زبردستی کرے گا ان کو تو اللہ ان کے

إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

بعد بخشنے والا ہے مہربان ہے

مجبور و محکوم قابل رحم ہے:

یعنی زنا کی بری چیز ہے جو غیر کرائے کرے بعد کچھ نہ کچھ توبہ کر لیتا ہے لیکن قہر قہار کی بخشش اپنی بہت سے مکر پر ہے۔ بندی اور لونڈی کو دیکھ کر رحم فرماتا ہے۔ اس صورت میں مکرہ (زبردستی کرنے والے) پر تحت طلب ہوگا اور مکرہ پر (جس پر زبردستی کی گئی) کچھ گناہ نہیں۔ (تفسیر خازن)

"گناہ اس وقت فرمایا ہے جبکہ وہ نہ چاہتی ہو۔ اب جبر کرنے والا اضطرار کی حد تک مجبور کر کے دکھا دے کہ اس کی مجبوری کو یہاں تک پہنچا دیا جائے کہ اگر نہ کرے تو جان جانے کا یا عضو کٹ جانے کا یا ایسا ہی کوئی عظیم نقصان ہو جائے گا۔ اگر اتنا حد تک اندیشہ نہ ہو تو گناہ کا گناہ رہتا ہے۔ اور یہ حد تک پہنچانے کے بعد بھی لونڈیوں کو اس حد تک مجبور نہیں کیا جاتا کہ اگر وہ ثابت قدمی کی تو ان کو قتل کر دیا جائے گا یا جسم کا کوئی عضو کاٹ دیا جائے گا یا توڑ پھوڑ دیا جائے گا جس سے ہمیشہ قائم رہا وہ خود قتل نہ کرنے کے بعد بے گناہ نہیں ہو گیں۔" (تفسیر عثمانی)

وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ

اور ہم نے اتاری تمہاری طرف آیتیں کھلی ہوئی اور بیان حال ان لوگوں کا

خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ

جو تم سے پہلے ہو گزرے اور نصیحت ڈر والوں کو

قرآن کا بیان نصیحت و عبرت کا کامل سامان ہے:

یعنی قرآن میں ہم نے چند نصیحتیں احکام اور گذشتہ اقوام کے عبرتناک واقعات بیان کر دیئے ہیں۔ جو ان کا ادراک کریں گے وہ ان نصیحت و عبرت حاصل کریں گے اور اپنے انجام کو بہتر بنانے کی فکر کریں گے۔ (تفسیر عثمانی) اس سورت کے شروع میں ہم کہہ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں طرح طرح کے مضامین بیان فرمائے ہیں۔ کبھی حلال و حرام کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ کبھی گذشتہ امتوں کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی توحید کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی قدرت کے عجائب بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی مخلوق کے احوال بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی جنت کی نعمتیں بیان فرمائی ہیں۔ کبھی اپنی جہنم کے عذاب بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی عبادت کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی اطاعت کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی نافرمانی کے وبال بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی رحمت کے آثار بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی نعمت کے شکر بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی عظمت کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی کبریائی کے براہین بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی رحمت کے مظاہر بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی ہدایت کے طریقے بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی مغفرت کے اسباب بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی رضا کے راستے بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی ناراضگی کے موجبات بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی محبت کے ثمرات بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی محبت کے نتائج بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی محبت کے آثار بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی محبت کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی محبت کے براہین بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی محبت کے مظاہر بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی محبت کے طریقے بیان فرمائے ہیں۔ کبھی اپنی محبت کے اسباب

نورِ باطن

مذکورہ مثال کا حاصل:

فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ الزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ

ایک شیشہ کی قندیل ہے جیسے ایک چمکتا ہوا ستارہ

مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا

اس میں تیل ہے برکت والے درخت زیتون کا نہ پورب طرف کا ہے

غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ

نہ پچھم طرف کا ہے جس کا تیل سلگا جاتا ہے اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے

نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

روشنی پر روشنی مقدر راہ دکھا دیتا ہے اپنی روشنی کی جس کو چاہے

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ

اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے اور اللہ سب

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

چیز جانتا ہے

مؤمن نورِ الٰہی سے کس طرح ہدایت حاصل کرتا ہے:

یعنی یوں تو اللہ تعالیٰ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے لیکن مؤمنین متقین کو نورِ الٰہی سے ہدایت و عرفان کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے اس کی مثال یہی سمجھ لیجئے کہ ہر مؤمن کائنات کا حصہ ایک حاتی کی طرح ہے جس نے اپنے اندر ایک مشکوٰۃ کی طرح شیشہ کی قندیل رکھا ہو جو شیشہ خوش رنگ طالب ہو اور جس کا تعلق دل و جان سے ہے۔ اس شیشہ (قندیل) میں معرفت و ہدایت کا چراغ روشن ہے جو ایک نہایت ہی صاف و شفاف اور لطیف تیل سے حاصل ہو رہی ہے جو ایک نہایت ہی مبارک درخت (زیتون) سے نکل کر آیا ہے اور زیتون بھی وہ جو کسی کھلی جگہ میں نہ مشرق میں ہو نہ مغرب میں جس پر کسی طرف سے روک نہیں کھلے میدان میں کھڑا ہے جس پر پانچوں نمازوں وقت دھوپ پڑتی ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایسے درختوں کا تیل اور بھی فراوانی اور لطافت و صاف ہوتا ہے غرض اس کا تیل اس قدر صاف اور چمکدار ہے کہ بدون آگ لگائے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود روشن ہو جائے گا۔ یہ تیل پھر نہایت درجہ کی نفیس استعداد اور نورِ قبول کا ہو جو نور مبارک کے انعکاس پر فطرت میں مؤمن کو حاصل ہوا تھا۔ جیسا کہ آدمی کے خانہ میں گھڑا، چٹائی اور جس طرح شجرہ و ثمرہ کو نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ فرمایا تھا، نورِ ربانی بھی جہت کی قید سے پاک ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مؤمن کا شیشۂ دل نہایت صاف ہوتا ہے اور خدا کی توفیق سے اس میں قبولِ حق کی ایسی زبردست استعداد پائی جاتی ہے کہ بدون دلیل و استدلال سمجھ جاتا ہے۔ اب یہاں اور آگ لگانے کی یعنی دلی قرآن کی تفسیر و روشنی نے اس کو مس تم فرما اس کی نظری روشنی کو اور بھی تیز کر دیا۔ اسی کو نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ فرمایا۔ باقی یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے جس کو چاہے اپنی روشنی عنایت فرمائے اور وہ جان جاتا ہے کہ کس کو ہدایت ملنی چاہئے کس کو نہیں۔ ان عجیب و غریب مثالوں کا بیان فرما کر بھی آپ خوش نہ ہوئے کہ استعداد رکھنے والوں کو بصیرت کی نعمت روشنی حاصل ہو حق تعالیٰ ہی بخشے کے مناسب موقع ہے لوگ کو پوری طرح جانتا ہے کس کو اور کہاں قدرت کیلئے کہ ایسی مسجدوں میں جامع مثال و پیش کر سکتے ہے فرمایا کہ وہ روشنی ان ہے اس سے کہ ان مسجدوں میں کمال لوگ صبح و شام بندگی کرتے ہیں وہاں وہ چیزیں نگاہ ہے۔ (تنبیہ) مفسرین نے تشبیہ کی تقریر بہت طرح کی ہے۔ الغرض شاہ صاحب نے بھی موضح القرآن میں نہایت لطیف و تحقیق تقریر فرمائی ہے جو بڑے غور کے قابل ہے جو ترجمہ آلی وہ درج کر دی۔ وَلْنَلْخُصْ لَهَا بِمَا يَشْفِي عَنِ الْجَوَابِ وَاضِحٌ رہے کہ قَوْلُهُ وَ دَقَّ لَمْ يَلْمَسْهُ نَارٌ میں جس نار کی طرف اشارہ ہے میں نے شب میں اس کی تصریح کی قرآن کو کہا ہے۔ اس کا حافظہ وفا کرتا ہے جو حضرت شیخ صاحب نے "فَاَنْهَمَ كَمِثْلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا" لکھا ہے اور جس کی تائید شیخین کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ "فَهُمَا مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي يَقَعْنَ فِيهَا يَقَعْنَ فِيهَا" (کما ہو فی الدر)

دلوں کی چار قسمیں

مسند کی ایک حدیث میں دلوں کی چار قسمیں ہیں ایک تو صاف اور روشن جس کا حافظہ بڑھا ہوا ایک غلاف اور دوسرا ایک بھرا ہوا الٹا سیدھا، پہلا دل تو مؤمن کا دل ہے جو نور والا ہوتا ہے اور دوسرا دل کافر کا دل ہے اور تیسرا دل منافق کا دل ہے کہ اس نے جو کچھ پہچانا انجانا ہو گیا پھر پہچان لیا پھر منکر ہو گیا۔ چوتھا دل وہ دل ہے جس میں ایمان بھی ہے نفاق بھی ہے۔ ایمان کی مثال تو اس میں مثل ترکاری کے ہے درخت کے ہے کہ اچھا پانی اسے بڑھا دیتا ہے اور نفاق کی مثل اس میں مثل پھوڑے کے ہے کہ خون و پیپ اسے ابھار دیتا ہے جب جو غالب آ گیا وہ اس دل پر چھا جاتا ہے۔ (تنبیہ بن کثیر)

نورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اور امام بغوی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباس نے کعب احبار سے پوچھا کہ اس آیت کی تفسیر میں آپ کیا کہتے ہیں حضرت کعب نے فرمایا کہ میں نے کتاب کعب الاحبار جو توراۃ و انجیل کے بڑے عالم مسلمان تھے انہوں نے فرمایا کہ یہ مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی بیان کی گئی ہے مشکوٰۃ آپ کا سینہ اور زجاجہ (قندیل) آپ کا قلب

صورت اور مصباح (چراغ) ہدایت ہے۔ اور اس نور ہدایت کا خاصہ یہ ہے کہ جو ہدایت کا طلبگار ہو اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اس میں اثر کر دیتا ہے۔ لیکن روشنی کا دیکھنا بے پھر بانی الٰہی اور اس کے عطا فرمانے کے ساتھ متصف ہونا ہر شخص کا کام نہیں ہے اور اس کے لئے ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے۔

بہت سے مفسرین نے بحوالہ روایات سے ثابت کیا ہے کہ یہ آیت جہاں تک ہدایت سیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم نے اپنے دلائل اس کے متعلق اپنی اور دوسرے علماء کی اپنی مستقل کتابوں میں جمع کر دیا ہے۔ اس کا ایک کافی حصہ اس مجلہ تفسیر مظہری میں بھی نقل کر دیا ہے۔

روغن زیتون کی برکات:

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ الخ اس سے زیتون اور اس کے درخت کا عجائب و منافع الجلیلہ ثابت ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روغن زیتون کو کھایا بھی اور بدن پر مالش بھی کرو کیونکہ یہ شجرہ مبارکہ ہے۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک عن عمر مرفوعاً بطریق ابی سعید مولی بنی ہاشم)

مومن کے دل کا نور:

مثل نورہ اللہ کے نور کی صفت یہ یعنی وہ نور جو مومن کے دل میں چمکتا ہے جس کی پرتو انوار کی وجہ سے مومن کا دل نور کی زیادت اضافت کی طرف راغب پاتا ہے۔ مثل اس قندیل کی جس پر پانچ شیشے لگی ہوں۔ اس نور کی نسبت ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نور کی نسبت جو اس کے ساتھ ہے۔ اور وہ نور ہدایت ہے جو مومن کے دل میں ہوتا ہے۔ اور اس کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی طاق ہو اور اس میں چراغ ہو۔ اور وہ چراغ ایک شیشہ میں ہو۔ اور وہ شیشہ ایسا ہو جیسے کوئی ستارہ چمکتا ہو۔ (رواہ ابن ابی حاتم عن ابی العالیہ)

بغوی نے لکھا ہے کہ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ ضمیر ھا کس کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مشکوٰۃ کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ زجاجہ کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شجرہ کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نور کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مومن کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قرآن کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہدایت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عمل کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مثل کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایمان کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ توحید کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اخلاص کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ طاعت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبادت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رسالت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نبوت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ولایت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ محبت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ معرفت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شکر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صبر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رضا کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ توکل کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یقین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خوف کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رجاء کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ محبت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شوق کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ذکر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ فکر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ علم کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حکمت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عقل کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ فہم کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حفظ کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سمع کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بصر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قلب کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ روح کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نفس کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جسم کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ظاہر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ باطن کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دنیا کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آخرت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جنت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نار کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ میزان کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صراط کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حوض کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ لوح کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قلم کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عرش کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کرسی کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سماء کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ارض کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ انبیاء کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اولیاء کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صالحین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مومنین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسلمین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کافرین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ منافقین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ فاسقین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ظالمین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مشرکین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہود کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نصاریٰ کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مجوس کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صابئین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دہریین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ملحدین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ معطلین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مشبہین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مجسمین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مرجئین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قدریین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جبریین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ معتزلین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اشعریین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ماتریدیین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حنفیین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شافعیین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مالکیین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حنبلیین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ظاہریین کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل حدیث کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل رائے کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل قیاس کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل استحسان کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل اجماع کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل اجتہاد کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تقلید کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تحقیق کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تدقیق کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تعمق کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تفکر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تدبر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تذکر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تعقل کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تفہم کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تعلم کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تعلیم کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تربیت کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تزکیہ کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تصفیہ کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تجلیہ کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تحلیہ کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تخلیہ کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تنویر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تطہیر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تقدیس کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تسبیح کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تحمید کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تہلیل کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تکبیر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تمجید کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تعظیم کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تکریم کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تشریف کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تکلیف کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تعذیب کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تنعیم کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تعریف کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تعرف کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تعارف کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تناکر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تجاہل کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تغافل کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تساہل کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تکاسل کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تعاجز کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تقاعد کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تخاذل کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تنازع کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تخاصم کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تحارب کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تقاتل کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تدابر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تباغض کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تحاسد کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تباعد کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تقاطع کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تدابر کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تباغض کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تحاسد کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تباعد کی طرف راجع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اہل تقاطع کی طرف راجع ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا بیان ہے میں نے ولادت کے وقت خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے اندر سے نکلا جس کی وجہ سے شرق و غرب تمام ملک شام کے قصر میرے نظر آنے لگے پھر پیدائش کے وقت میں نے آپ کو دیکھا کہ آسمان کی طرف منہ اٹھائے ہوئے تھے۔ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔ حاکم نے اس کو نقل کیا ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک نور دیکھا جس سے قصر شام کے لگے ان کی تفسیر کے ساتھ پہنچ اٹھے۔ (ابن ابی حاتم و حاکم نے اس کو نقل کیا ہے)

میر نبوت اور نشانیاں میں لکھا ہے کہ جب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے بچہ کو جنا تو آپ پیدا ہوتے ہی زمین پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ پھر آپ نے شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ کو اٹھا کر لے جایا گیا۔

علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ ابن ابی دنیا اور ابن السکن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کو آپ کے پیدا ہونے کے بعد کوئی درد نہیں ہوا۔ اور نہ ہی کسی نے آپ کے پیدا ہونے میں کوئی تکلیف محسوس کی۔ اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ یہودی تاجر نے حضرت عبدالمطلب کو بتایا تھا کہ ایک پیغمبر اس رات میں پیدا ہونے والا ہے جس رات آمنہ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ اس رات کو اس نے ثقیف کے تمام عورتوں کو جمع کیا تھا اس امت کا کوئی پیدا نہیں ہوا تھا جس نے ان عورتوں کے درمیان ایک گھنٹہ نہ بیٹھا ہو اور ان میں سے ہر ایک کے بال کی جڑ میں چند بالوں کی ایک مقدار نہ لگا دیا ہو۔ مگر جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے آپ کو جنا تھا تو وہ عورتیں اس رات کو اپنی پشت کھول کر بھی بیٹھی تھیں مگر ان میں سے کسی کے بال کی جڑ میں بالوں کی مقدار نہ لگا دیا تھا۔ ان عورتوں نے یہ بات اپنے ساتھیوں سے بیان کی تو وہ بھی اسی رات کو اپنی پشت کھول کر بیٹھیں مگر ان میں سے کسی کے بال کی جڑ میں بالوں کی مقدار نہ لگا دیا تھا۔ اور وہ عورتیں مایوس ہو کر واپس چلی گئیں۔

راہب کی پیش گوئی

ابونعیم نے دلائل میں یہ روایت کا قصہ ذکر کیا ہے جو صحیح ہے کہ ان سے راہب نے کہا تھا کہ ان میں ایک ظاہر پیدا ہونے والا ہے۔ یہ راہب کسی کاہن کا تابع ہونے کے بجائے خود ہی اس کا اعتقاد رکھتا تھا یا یہ کہ یہ کاہن کی اولاد میں سے تھا۔

حضرت عباس کے مسلمان ہونے کا خاص سبب

حضرت عباس بن عبدالمطلب کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے دین میں سے مجھے کون سی چیز نے داخل کیا ہے حالانکہ میں آپ کے دین سے بہت دور تھا۔ آپ نے فرمایا تم نے آسمان کی طرف نظر کی تھی میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تم نے کیا دیکھا۔ میں نے عرض کیا میں نے بادلوں کو دیکھا جو ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور جب آپ اس کی طرف اشارہ کرتے تھے تو وہ ساکت ہو جات

بت اور شجرِ اسود تعظیم سے بھک گئے:

یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حلیمہ جب آپ کو لے کر بتوں کی طرف گئیں تو انہی اور دوسرے بت آپ کی تعظیم میں پلٹا پلٹا کر سجدوں میں ہو گئے اور ملکِ اسود کے پاس لے کر گئیں تو سنگِ اسود خود اپنی جگہ سے نکل کر آپ کے منہ کو بوسہ لیا۔

خشک وادیاں سرسبز ہو گئیں:

یہ بھی مروی ہے کہ حلیمہ جب آپ کو دودھ پلانے لگیں تو پستانوں سے بکثرت دودھ بہنے لگا جو دونوں بچوں کے لیے کافی ہوتا۔ جب حلیمہ آپ کو لے کر اپنی خشک وادی سے گزریں تو وہ خود سرسبز ہو جاتی، حضرت حلیمہ ڈوہتی تھیں اور چلتی تھیں کہ پھر اور درخت آپ کو سلام کرتے تھے اور درختوں کی ٹہنیاں آپ کی طرف جھک جاتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رضاعی بھائی دونوں ساتھ ساتھ کھایا پیا کرتے تھے۔ رضاعی بھائی کا بیان ہے کہ میرے رضاعی بھائی جب کسی دائی پر چادر کھڑا ہوتا خواہ دودھ ہوتا یا سرد ہوتا، جاتی تھی۔ اور بکریوں کو پانی پلانے کے لئے ہم کنویں پر آتے تھے تو کنویں کا پانی اتنا کم نکلتا جس کے مشکیزے آ جاتا تھا، جب آپ بھوکے ہوتے تھے تو بدلی آ کر سایہ کر لیتی تھی اور جنگل جاتا تو آپ کے پاس تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈ رہے تھے۔

شقِ صدر:

علامہ الصبر میں ہے کہ آپ کی دائی حلیمہ کا بیان ہے کہ ایک بار آپ اور دوسرے لڑکے جو آپ کے ساتھ تھے مکان کے پیچھے بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک آپ کے رضاعی بھائی دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ دو سفید پوش آدمیوں نے میرے قریشی بھائی کو پکڑ کر زمین پر لٹا کر پیٹ چاک کر دیا۔ حضرت حلیمہ کا بیان ہے کہ یہ بات سن کر فوراً میں اس کی طرف نکل کھڑے ہوئے جا کر دیکھا تو آپ سر نیچے کئے کھڑے ہوئے تھے، میں نے آپ کو چھاتی سے لگا لیا اور پوچھا کہ کیا ہوا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آدمی سفید پوش آئے اور انہوں نے مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کر دیا اور اس کے اندر کسی چیز کو تلاش کرتے رہے، مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا چیز نکالی۔ حضرت شداد بن اوس کی روایت سے ابونعیم اور الحکیم اور ابن ابی عاصم نے ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے کہ تین آدمیوں کا ایک گروہ آپ کے پاس آیا جس کے ہاتھ میں سونے کا طشت تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا ان میں سے ایک نے مجھے زمین پر لٹایا اور پیٹ چاک کر کے پیٹ کے اندر کی چیزیں نکال لیں۔ پھر ان کو برف سے دھویا اور خوب صاف کر کے پھر ان کو ان کی جگہ دھویا اور پھر سرا کاٹ کر بولا اور اس نے میرا دل نکال کر پھاڑا اور اس کو صاف کیا یہ صاف ہاتھ میں دیکھ رہا تھا، پھر ایک چاندی کی پیالی میں سے ایک چیز نکال کر میرے دل میں بھر دی اور دل کو اس کی جگہ رکھ دیا۔ پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے سو کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے ہزار کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس ہزار کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے لاکھ کروڑ آدمیوں کے برابر ہے، پھر ایک نے کہا کہ اس کے امت کے دس لاکھ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ کروڑ ک

ہمارے نمائندوں کو بھی ہم میں سے ایک فرقی سمجھتا ہے۔ اب آپ نے خود اس بات کے پیچھے ہونے کی کوئی وجہ نہیں رہنے دی۔

راہب مسلمان ہو گیا:

بعض روایات میں آیا ہے کہ راہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں اپنی نے بارہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ واقعی نبی ہیں۔ نبی ہونے کی آپ نے دعویٰ کیا ہے۔ پھر جو کچھ آپ نے کہا ہے اور کچھ کہا جا رہا ہے، شہادت دیتا ہوں کہ وہ سب کچھ حق ہے۔ میں ہی ان کی طرف بھیجے ہوئے ہیں۔ آپ ہی کی صفات میں نے توریت میں پائی ہیں۔ آپ ہی کے بارے میں حضرت عیسیٰ نے بشارت دی تھی۔ آپ ہی کی بشارت میں نے زبور میں پڑھی ہے۔ آپ کو مخلوق دیکھ کر آپ پر ایمان لائے گی اور آپ کی امت کے لوگ اللہ کی حمد کرنے والے ہوں گے۔ آپ جہاں بھی سواری پر سوار ہوں گے، اللہ کی تکبیر بلند ہو گی۔ آپ کی امت کے لوگ اللہ کی حمد کرتے ہوئے آپ کے آگے آگے چلیں گے

صاف کا فرق ہے۔ ہدایت نشانیوں کی پیروی کا نام ہے اس کا اہل وہ ہے جو ایمان رکھتا ہے اور فاسق وہ ہے جو ایمان نہیں رکھتا۔ معلوم ہوا کہ روشنی ہو جانے کے قریب ہے یعنی ظہور حق سے پہلے ہی اس کو معرفت حق حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا دل فطری طور پر حق پر صدق سے دور و بالا نور ہوتا ہے اس کا فاعل ایک نور ہوتا ہے اور قیامت کے دن اس کا نور اس کے آگے اور داہنی طرف نور ہوتا ہے اور قیامت کے دن اس کا نور اس کی طرف بڑھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول:

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ مثال اس کی ہے جو مومن کے دل میں ہوتا ہے مومن کا دل فطرت ہدایت پر نقل کرتا ہے جب اس کو (شریعت کے ذریعہ سے) علم حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی ہدایت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ نور پر نور ہو جاتا ہے۔

صوفی کا دل

میں کہتا ہوں صوفی کا دل حق بات کو حق عمل (حق اتفاقی) بعد سے قبل جان لیتا ہے پھر اس کو قبول کرتا ہے اور باطل کو قبول کرنا نہ انکار کرتا ہے۔ باطل سے اس میں اعراض ہو جاتا ہے۔ جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اپنے دل سے (مشتبہ امور میں) فتویٰ طلب کرو۔ اگرچہ مفتیوں نے تم کو فتویٰ دے دیا ہو (احمد البخاری فی تاریخہ حسن۔ جب مومن کے دل میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم آجاتا ہے تو اس کے اندر یقین ہدایت کا نور اور بڑھ جاتا ہے۔ "نور علیٰ نور" کی تشریح علی الہیٰ نہ کہ حق مومن کا ایمان اور اس کا عمل۔ حدیث ہے ایمان اور ایمان کا نور قرآن۔

حسن اور ابن زید کا قول:

حسن اور ابن زید نے کہا یہ قرآن کی مثال ہے مصباح قرآن ہے جس طرح چراغ سے روشنی حسی کی جاتی ہے اسی طرح قرآن سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ جاہد مومن کا دل ہے مشکوٰۃ اس کا سینہ اور زبان ہے مبارک درخت وحی کا وارد ہونے سے نبوت سے مراد ہے قرآنی دلائل، جس کے روشن ہو جانے سے مراد ہے قرآن کا واضح ہو جانا خواہ اس کو پڑھ نہ کیا ہو یعنی نزول قرآن سے پہلے نہ تھے قرآن کا واضح ہو جانا خواہ اس کو پڑھ نہ کیا ہو یعنی نزول قرآن سے پہلے نہ تھے قرآن کی ہدایت کی نشانیاں ہمارے اکثر قائم نہ ہوئی تھیں پھر جب قرآن نازل ہوا تو نور بالائے نور ہو گیا۔ نور حضرت میں نور قرآن کا اضافہ ہو گیا۔

بعض علماء کا قول:

اہل علم نے کہا یہ حقیقت ہے اس ہدایت کی تمثیل ہے جو مراد ہے آیت میں مذکور ہے اور وہ ہدایت ہے اور اس ہدایت کا ظہور مشکوٰۃ ہے یا یوں کہہ جائے کہ وحی کے وہ وقتیات کی نشانیاں ہدایت کا ظہور سینہ رسول میں ہیں یہ ہدایت پرتو کی طرح ہے جس کو ہر طرف سے ظلمت محیط ہوتی ہے اور وہ بیچ میں ٹھکانا کئے رہتا ہے۔

انسان کی پانچ علمی اور ادراکی قوتیں:

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ نے انسان کو پانچ علمی اور ادراکی قوتیں عطا فرمائی ہیں جن سے انسانی معاملات سے واسطہ پڑتا ہے۔

(۱) حسی قوت (یعنی جس مشترک) جس کو حواس خمسہ سے مدد ملتی ہے جو ان چیزوں کو جان لیتا ہے جو ہمارے حواس خمسہ کے ذریعہ سے محسوس ہوتی ہیں۔

(۲) خیال کی قوت یہ قوت احساسی قوت کے معلومات کا خزانہ ہے محسوسات کی صورتیں جس کی مدد میں آتی ہیں ان کو یہ اپنے اندر جمع رکھتی ہے تاکہ ضرورت کے وقت قوت متخیلہ کے حوالے کر سکے۔

(۳) قوت حافظہ جو صرف کلی حقائق کا اور اس کی ذاتی جزئی صورتوں سے حقائق کلیہ کا تجرید (انتباط) کر لیتی ہے)

(۴) فکری قوت یعنی قوت متفکرہ جو معلومات کو ترتیب دے کر ان سے علوم نتیجہ میں کا علم حاصل کرتی ہے اس کا کام اگر جزئی امور معلومہ کو ترتیب دینا ہے۔

(۵) قوت قدسیہ یہ قوت انبیاء اور اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے اسرار ملکوت اور انوار غیب کا اس کے ذریعہ سے انکشاف ہوتا ہے آیت "ذلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدی للمتقین" میں یہی قوت مراد ہے۔ آیت زیر تفسیر میں یہی پانچوں قوتیں مشکوٰۃ، زجاجہ، مصباح، شجرہ اور بیت سے مراد ہیں۔

حسی قوت مشکوٰۃ کی طرح ہے گویا ایک کھڑکی ہے جس کا رخ باہر کی طرف کیا ہے اور صرف محسوسات خارجیہ کو جانتی ہے اپنے پیچھے کی چیز کو درک نہیں کر سکتا۔ اس کا استقلال کا ذریعہ ہونے میں کوئی دخل نہیں۔

قوت خیالیہ اس کا روزنہ ہے یا شیشے کی طرح ہے جو ہر حق معقولات کی صورتوں کا ادراک کرتی ہے اور انوار عقلیہ کو اپنے اندر محفوظ رکھتی اور قوت حافظہ کی خدمت بجا لاتی ہے۔

قوت متفکرہ ایک چراغ ہے جو علوم کلیہ اور معروف بالبداہۃ کے دروازے جلاتا ہے۔ قوت متفکرہ ایک مبارک درخت ہے جس کے پھل بالکل ہوا میں ہیں ان کا درخت ہے جس سے روشنی پیدا ہوتا ہے اور اسی روشنی سے روشن ہوتا ہے۔ یہ درخت نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ شرقی بھی ہے اور غربی بھی یعنی تمام جسمانی عوارض سے پاک ہے یا یوں کہو کہ یہ درخت فکر یہ صورتوں اور ہیولانی کے درمیان واقع ہے، دونوں سے بہرہ یاب ہوتا ہے اور دونوں میں تصرف کرتا ہے۔

قوت قدسیہ، اس کی روشنی کی مثل صاف و شفاف ہے، بغیر سوچ بچار اور فکر کے سمجھنے کے خود ہی معارف و علوم کی طرف ہدایت سے جھلک جاتا ہے۔

ہے یہ بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ذات مذکورہ میں تمام صفاتِ کمالیہ کی تشکیل ہوئی تھی اور ذاتِ مطلقہ صفاتِ مطلقہ ہر قسم کی صفات کی صورت ہوں۔ مثلاً ہی ہوں گے۔ یعنی قرآن علم ہے اس میں صفاتِ ربانیہ (استعداد الٰہی) جاری ہیں۔ کہ آپ نے اس میں مشکوٰۃ کو قرار دیا ہے (اللہ) خلاصہ صفحہ ۳۰ پر ذاتِ الٰہی اور ذاتِ مطلقہ کے اس مرتبہ کو کیوں بھول گئے ہیں؟

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تشریح:

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مختلف الہامی برقی ذاتِ حق کی وحدانیت میں اور بھی ہیں جن کی وجہ اس بھگدیں کو دیکھتے ہیں۔ (۱) اَنَا الْحَقُّ (۲) سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ آپ نے وہ تین کو چھوڑ کر دے اور یہ دو صفحہ ۳۰ میں خارجی طور پر (اسے) ہیں اور دو خارجی شکل طلب ہیں۔

مثلاً وجود۔ ذات سے مراد ہے وجودِ مطلق اور ذاتِ خاص کے لئے اپنی ذات کی طرف نسبت کی جیسے بیت خانہ (خانہ کعبہ) اور بیت اللہ (اللہ کی ذات) ہے۔ ذات کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی (اللہ) کہا جاتا ہے یہ ہر کہیں جائے کہ ہیات، صفات ہو اور وہ ذات مطلق پر ہے اور سایہ فگن ہے جیسے چاند اور سورج کے ظل ہوتا ہے آپ کا یہاں پر یہ اعتراض کہ ہیات ہے ہیں۔

تشکیک کی مثال جیسے مشکوٰۃ (طاقچہ۔ چراغ دان) میں روشنی مختلف ہوتی ہے۔

بیان وحدت: مشکوٰۃ میں چراغ روشن ہے اور چراغ کی روشنی مختلف شیشوں پر پڑ رہی ہے کہ ان شیشوں کی صفات کا اثر ہوتا ہے۔ یہ ترجمہ صفات کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔

تشکیک: تشکیک کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی چیز کی دو یا زیادہ چیزیں ہوں۔ حضرت مجدد نے فرمایا نبیاء اور اولیاء کا پیغام زیادہ تر تمام مخلوقات کے وجود کی نہیں بلکہ صفات کی ہے۔ صفات نہیں بلکہ صفات کا پرتو۔ وہ کل عبد مخلوق ہیں اس کی واقعی ہے کہ اللہ اپنی صفات کو کہی جانتا ہے۔ ان صفات کے خالق کی بھی خالق اولیاء صفاتِ ثبوتیہ کا نہیں ہم رکھتے ہیں اور صفاتِ سلبیہ تنزیہیہ کا بھی۔ جیسے صفاتِ کمال ہیات سے جہات تنقیص علوی کی ذات اور غیر تعدد ہے کی تشکیل ہے۔ ہیر ہونا بھی تشکیک ہے یا ہونا ہونے کی تشکیل کوئی ہونا کام کی تشکیل ہے ذوق ہونا، اقتدار ہونا کی تشکیل ہے اور عقل یقین کی تشکیل ہے۔

جب اصل صفات کو جیسے حضرت علی مرتضیٰ کی کہا جاتا ہے تو تمام اصل کی تصویر ہیں صفات سب کے ساتھ آپ کو جاتا ہے جن کلمات کی حقیقت عدم ہوتی ہے اور سب صفات ان کے عوارض ہوتے ہیں جن یعنی یہ صفت صفیہ مرتبہ ہیں ہوتا ہے۔ صوفیائی اصطلاح میں اگر ظلوعات کو ظلی صفات کہتے ہیں کو اسیاں ہو جاتا ہے تو یہ کلمات اور تمام کلمات کے مبالغی تعین ہوتے ہیں ہی تمام کائنات امکانیہ کی تعین اول (تعین اول) ہوتی ہیں۔ صفات کی تشکیل روشن چراغ۔ جاتی ہیں۔ یہ صفات کو شیشہ کہہ سکتے ہیں اور یہ ہو سکتا ہے کہ ہو، ظلم کا مظہر قرار پا جائے۔ ہیر ہونا بھی ذاتی صفت ہے اور قدرت کا مظہر ہونا چاہئے۔ اصباح کے ذات سے شیشہ تشکیک ہوتا ہے۔

مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے چہرہ کا حجاب ستر ہزار نور (ظلمت) ہے اگر حجاب اٹھ جائے تو اس چہرے کی چمک سے ہر وہ چیز جل جائے جہاں تک اللہ کی نظر پہنچے۔ شیخ اس حدیث میں نور سے مراد حجاب کو لیتے ہیں اور اس وجہ سے حجاب ہیں۔

بات یہ ہے کہ مخلوقات کی نہایات اپنی استعدادوں کے مطابق ہے وہ ذات کمال کی وسعت کے لیے صفات سے اور روح وجود حاصل نہیں کر سکتیں۔ اگر کمال مطلقہ کا ظہور ہوتا تو عالم کائنات معدوم ہو جاتیں اللہ انبیاء واولیاء اپنی استعداد وصلاحیت کی قوت کی وجہ سے ہر ایک صفات سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا نور مصباح ہے شیشہ، روشنی، چراغ ہے شیشہ کو نور اور مخلوق کہا جاتا ہے۔ یعنی مصباح ہے روشنی والے شیشہ (یعنی فانوس) اور چراغ میں تیل ہوتا ہے جس کی تاثیر سے نور ہوتا ہے

وَفِی الزُّجَاجَۃِ رِقَّتْ فَتَشَبَّھَتْ وَتَشَابَھَتْ وَتَمَاثَلَ الْاَمْرُ

(ترجمہ) شیشہ بھی مخلوق ہے اور تاب بھی مخلوق ہے دونوں آپس میں

فَکَاَنَّھَا عَنْ لَا زُجَاجٌ وَکَاَنَّھَا زُجَاجٌ وَلَا خَمْرٌ

(ترجمہ) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف شراب ہے شیشہ نہیں ہے اور یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ صرف شیشہ ہے شراب نہیں ہے۔

فاعل وحدت میں پڑ کر اتحاد اشیاء کے دونوں میں اشیاء کرتا ہے مشکل ہے اس نے دونوں کا ایک کر دیا کہ دونوں دو صوفی دو صفحہ ۳۰ کو ایک ہی نظر نہ غریب میں دیکھ سکے۔ غلاں کو صفات کہہ بیٹھے دونوں سزاوں کا فرق نہ سمجھ سکے اور صفات کو تعین ذات کہہ گئے خان نے خلاف کلمات کی ہیت میں بر حقیقت بلوہ اتمام ہے دوان مخلوقات کی عین ہے اور چونکہ اور نگلیں ایک ہی پیڑ کے دو نام ہیں اسی طرح کی بنیاد پر وہ کہا گیا ہے لیس فی الدنیا الا اللہ و اسم واحد میں سوا اللہ کے کچھ نہیں۔ اپنے وہ نے کہا۔ لیس فی جبتی سوی اللہ و سارے کے اندر سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں۔ ایک اور ہندی عارف کا قول ہے۔

لا ملک سلطان ولا ملکتی ولا اقوم لکون ولا بملکتی

[illegible] ہے۔ [illegible] ہیں۔

وَمَكَّارِ ضَرُوْسٌ قَعْسٌ — يَطْرُقُ اللَّيْلَ مُطْرِقًا

وہ مکار، سخت، مضبوط ہے جو رات کو چوروں کی طرح چلتا ہے۔

یہ اس کی ذات کی صفات ہیں اور جسمانی حسن کی تعریف میں یہ الفاظ نہیں آتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا مقصد ذات کی صفات بیان کرنا ہے۔

ذات اور صفات:

شیخ محمد عبدہ نے فرمایا صفات ضروری ذات سے زائد ہیں اور ذات (یعنی نفس ناطقہ انسان) کا وجود ہے قبل اس کے کہ قرآن نازل ہو اور اس کی صفات اعلیٰ بیان سے کسی دلیل سے ثابت ہوں۔ ذات کی قسمیں ہیں۔ ذات کی حقیقت کو نہیں جانتے (یعنی ذات بغیر صفات کے نہیں) اور ذات صفات کا مجموعہ ہے۔ جب ہم صفات کی تحلیل کرتے ہیں تب بھی ذات کا تصور نہیں ہٹتا۔ اگر ہٹتا ہو تو ذات کا وجود ہی نہ رہے۔ اور جب ہم ذات کی تحلیل کرتے ہیں تب بھی صفات کا تصور نہیں ہٹتا۔ اگر ہٹتا ہو تو صفات کا وجود ہی نہ رہے۔ ذات اور صفات کے درمیان جو تعلق ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ ایک مکان کی چھت اور اس کی دیواروں کے درمیان ہے۔ ایک دیوار کے بغیر چھت نہیں ٹھہر سکتی اور چھت کے بغیر دیوار کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسی طرح ذات اور صفات ہیں۔ ذات کا کام صفات کے بغیر نہیں چل سکتا اور صفات کا کام ذات کے بغیر نہیں چل سکتا۔ ذات اور صفات کے درمیان یہ تعلق ہے۔ ذات کی صفات کا ہونا ضروری ہے۔ ذات کی صفات کا ہونا ضروری ہے۔ ذات کی صفات کا ہونا ضروری

ہے ہدایت یاب ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے میں نے خود نبی ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کرتا ہے پھر اس پر اپنے نور کا چھڑکاؤ کرتا ہے۔ جس مخلوق نے اس نور کا کچھ حصہ پالیا وہ ہدایت یاب ہو گیا اور جس نے نور کا یہ حصہ نہ پایا وہ گمراہ ہو گیا اس لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ کا قلم اس مخلوق سے خشک ہو گیا۔ (مسند احمد بحوالہ ابن کثیر)

نور کی مثال ایسے بچے کی صورت میں دی کہ جس نے ابھی گھروندا بنانا سیکھا ہے اور ابھی اس کے سینے، کھلونوں اور دل و دماغ پر بچپن کی معصومیت اور بیان کا جادو پوری طرح نہیں چھایا ہے۔ ایسا بچہ جب اپنے گھروندے کی چھت پر کوئی چراغ یا دیا رکھ دیتا ہے تو اس کی روشنی سے اس کا گھروندا اور اس کے اردگرد کا ماحول جگمگا اٹھتا ہے اور بچہ اس روشنی کو دیکھ کر بے حد خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح نور کی مثال میں اس نور کی ذات کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کی طرف سے ہمیشہ ہوتی رہی ہے۔ اس نور کی مثال میں اس کی ذات کا ظہور مراد نہیں ہے۔ اس نور سے کسی کے قلب میں نور جاگ جاتا ہے اس کے آگے اور صفات کی طرف بھی اس کی سیر شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب وہ صفات کے اس نور کی رسائی ہو جاتی ہے تو اس کا قلب وہ اپنی آخری منزل سمجھ لیتا ہے اور صفات کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔

حقیقت میں یہاں کوئی رنگ نہیں ہوتا (یعنی کوئی عرض نہیں ہوتا) اور معقول کیفیت سے یہاں کوئی کیفیت نہیں سمجھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ زبان اس حالت کو بیان نہیں کر سکتی۔ سمجھانے کے لئے اس نے صرف مثال بیان کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے (یعنی ہر چیز کے دو پہلو ہیں) تاکہ تم سمجھ لو

یا تو یہ ہے کہ مسجد کی تعظیم ان معنوں میں کی جائے کہ اللہ نے حکم دیا ہے یہ حکم ہے کہ مسجد کی تعظیم کی جائے۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ مسجد بنانا یہ ہے کہ گھر بنانے سے پہلے لوگوں کی نظر میں اپنی چھوٹی دکھائی دیتی ہیں جیسے لوگوں کے لئے مسجد بنانا۔ سعید بن جبیر نے یہ بھی کہا ہے کہ مسجد بنانا یہ ہے کہ مسجد بنائی جائے اور اس کے لئے قول مجاہد۔ مرفوع یعنی تغیر آیت کریمہ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ میں لگی آیا ہے اور سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (نماز کے لئے) مسجد بنائے گا اللہ جنت کے اندر اس کے لئے گھر بنائے گا۔ (متفق علیہ عن عبد اللہ)

حسن نے کہا آیت کریمہ کُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کے گھر کی تعظیم کی جائے۔ یعنی ان میں بیہودہ گوئی باتیں نہ کی جائیں نہ ان میں جھگڑا کیا جائے اور نہ رکھنے سے مراد بھی یہی ہے کہ ان میں لڑائی باتیں نہ کی جائیں۔

تعظیم و سجدگی بنائی ہوئی مسجدیں:

قتادہ نے ابو مجلز سے روایت کیا ہے کہ یہود کا قول نقل کیا ہے کہ یہ صرف چار مسجدیں ہیں جن کو پیغمبروں نے بنایا تھا کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے بنایا، بیت المقدس کو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان نے بنایا، مسجد مدینہ اور مسجد قبا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا۔ مسجد قبا وہی مسجد ہے جس کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔

میں کہتا ہوں یہ مسجدیں گو بڑی فضیلت رکھتی ہیں لیکن نفی کو توڑ میں حصر پر محمول قرار دینے کی کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے زیادہ مناسب یہ ہے کہ فی بیوتٍ کو ہر وہ گھر قرار دیا جائے جو اللہ کی عبادت کے لئے بنایا گیا ہو۔ اکثر جگہ میں مسجدوں کے لئے خود اللہ کے نام اور نزول کرنے والوں کا خاص ہونا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز سوا میں کی معراج ہے۔ پھر اللہ نے ارشاد فرمایا، بندہ اپنے رب سے بہت نزدیک ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے لہٰذا تم (سجدہ میں) بہت دعا کیا کرو۔ (مسلم) ہو سکتا ہے ان الفاظ کے ان اپنی مراد ہو۔ (غیر طبری)

اللہ کی محبت کا راستہ:

جو شخص مسجدوں کے ساتھ ایک ایسی نسبت سے مراد مساجد ہیں۔ مساجد اللہ کے گھر ہیں یہ اس کی تعظیم واجب ہے

ابو طفیل۔ نے اس کو تیج دی اور اسی طرح حضرت انس کی یہ حدیث پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ مجھ سے محبت کرے۔ اور جو مجھ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہئے کہ میرے صحابہ سے محبت کرے۔ اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہئے کہ قرآن پڑھا کرے کیونکہ وہ اللہ کے گھر میں رہنے والے اس کی تعظیم و حکم دیا ہے۔ اور ان میں برکت رکھی ہے اللہ کی بابرکت نماز ان کے رہنے والے بھی بابرکت اور اللہ کی حفاظت میں ہیں فرشتے ان کے رہنے والے بھی حفاظت میں ہیں۔ وہ اپنے رب کی نماز میں مشغول ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے کام جانتا ہے اور تمہیں نہیں کرتے ہیں وہ مسجدوں میں ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (ترغیب)

بدبو کے ساتھ مسجد میں نہ آئے:

صحیح مسلم میں حضرت فاروق اعظم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص نے سے دہن بدبودار کی بو محسوس فرماتے تھے اس کو مسجد سے نکال کر بقیع میں بھیج دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس کو ایسی پیاز کھانا ہو تو اس کو اب اس طرح پکا کر کھائے کہ اس کی بدبو دور ہو جائے۔

مسجدوں کی شان و شوکت اور زینت:

رفع مساجد کا مفہوم بعض صحابہ و تابعین نے تو یہ بیان کیا ہے کہ مسجدیں بنائی جائیں اور ان کو ہر قسم کی چیز سے پاک صاف رکھا جائے۔ بعض حضرات نے اس میں مسجدوں کی ظاہری شان و شوکت اور تزئین کی بلندی کو بھی داخل قرار دیا ہے اور استدلال کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی نے مسجد نبوی کی تعمیر اس کی نگرانی سے شاندار بنائی تھی اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے مسجد نبوی میں نقش و نگار اور تصویری خوبصورتی کا کافی انتظام فرمایا تھا اور یہ شاہ ولید تھا جس نے اس کے اس فعل پر انکار نہیں کیا تھا۔ بعد کے بادشاہوں نے تو مسجدوں کی تعمیر میں بڑے بڑے عمدہ خرچ کئے ہیں۔ ولید بن عبد الملک نے اپنے زمانہ خلافت میں دمشق کی جامع مسجد کی تعمیر و تزئین پر بہت سخت کام کیا تھا اس کی سالانہ آمدنی سے تمیں ہزار دینار خرچ کیا تھا اس کی بنائی ہوئی یہ مسجد آج تک قائم ہے امام اعظم ابو حنیفہ نے نماز عید گاہ میں پڑھنے اور حضرت عثمان کے فعل سے استدلال کرتے ہوئے اللہ کے گھر کی تعمیر کی بہت سے لوگوں کے نام اور

نماز کے لیے نکلے تو اس کے لیے ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک برائی مٹا دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے۔ اور جب وہ مسجد میں داخل ہو جائے تو جب تک نماز اسے روکے رکھے وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔ اور فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ اس پر رحم فرما، اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس کی توبہ قبول فرما، جب تک کہ وہ کسی کو تکلیف نہ دے اور جب تک کہ اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے۔ (بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب تک وہ نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں

کے دروازوں پر مقصود خیر کی نیت ہو تو اور بھی زیادہ ثواب ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) مساجد کی توسیع ضروری ہے۔

صاحب بذل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ آج کل مسجد کا دروازہ بند کرنے کا جو رواج ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ کی یادگار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کے وقت مسجد کے دروازے بند کرا دیتے تھے تاکہ نماز کے وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں لوگ بے ضرورت مسجد میں نہ آئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے دروازے بند کرنا مکروہ ہے۔

مسجد میں جانے کی دعا:

(۲) جب مسجد میں جائے تو داہنا پاؤں پہلے رکھے اور یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ اور جب مسجد سے نکلے تو بائیں پاؤں پہلے رکھے اور یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ اَللّٰهُمَّ اغْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے۔

عورتوں کا مسجد میں آنا:

(۳) عورتوں کے لئے مسجد میں آنا کیسا ہے؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جوان عورتیں جن کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ ہو ان کے لئے مسجد میں آنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے کہ عورتیں بہتر ہیں مسجد سے اپنے گھروں کو اور گھر بہتر ہیں ان کے حق میں کوٹھڑی سے اپنے گھر کی اور کوٹھڑی بہتر ہے ان کے حق میں صحن سے اپنے گھر کے۔ (ابوداؤد)

یہ حدیث اس عورت کے حق میں ہے جو جوان ہو اور فتنہ کا اندیشہ ہو۔ اور جو عورت بوڑھی ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اس کے لئے مسجد میں آنا جائز ہے۔ اور جوان عورت کے لئے بھی جائز ہے بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اور جوان عورت کے لئے مسجد میں آنا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے عید کی نماز کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے جمعہ کی نماز کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے پنجوقتہ نماز کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے نماز تراویح کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے نماز وعظ کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے نماز جنازہ کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے نماز جنازہ کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے نماز جنازہ کے لئے جانا مکروہ ہے۔

عورتوں کا مسجد میں آنا:

(۴) عورتوں کا مسجد میں آنا کیسا ہے؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جوان عورتیں جن کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ ہو ان کے لئے مسجد میں آنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے کہ عورتیں بہتر ہیں مسجد سے اپنے گھروں کو اور گھر بہتر ہیں ان کے حق میں کوٹھڑی سے اپنے گھر کی اور کوٹھڑی بہتر ہے ان کے حق میں صحن سے اپنے گھر کے۔ (ابوداؤد)

یہ حدیث اس عورت کے حق میں ہے جو جوان ہو اور فتنہ کا اندیشہ ہو۔ اور جو عورت بوڑھی ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اس کے لئے مسجد میں آنا جائز ہے بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اور جوان عورت کے لئے بھی جائز ہے بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اور جوان عورت کے لئے عید کی نماز کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے جمعہ کی نماز کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے پنجوقتہ نماز کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے نماز تراویح کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے نماز وعظ کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے نماز جنازہ کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے نماز جنازہ کے لئے جانا مکروہ ہے۔ اور جوان عورت کے لئے نماز جنازہ کے لئے جانا مکروہ ہے۔

بازار والوں کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بازار والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ان کے سوا اسے حضرت سالم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بازار سے گزرے تو دیکھا کہ لوگوں کو دیکھا کہ سودا کاٹنے میں مشغول ہیں تو فرمایا کہ اے لوگو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم نماز کے وقت بھی سودا کاٹنے میں مشغول ہو۔ تو لوگوں نے کہا کہ ہم سودا کاٹنے میں مشغول ہیں تاکہ نماز کے وقت ہم کو کوئی نقصان نہ ہو۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

ہوئے میں قرآن کا یہ ارشاد ہے: یَا لَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْ اَحَدًا (کہف: ۴۲) تفسیر۔

عہد رسالت کے دو کاندار:

اور عہد رسالت میں دو صحابی تھے ایک تجارت کرتے تھے دوسرے صنعت وحرفت یعنی لوہے کا کام کرتے تھے اور گھوڑیں بیچا کرتے تھے۔ پہلے صحابی کی تجارت کا حال یہ تھا کہ اگر سودا لانے کے وقت بازار کی دکانوں میں پڑ جاتی تو وہیں زور زور کر پکار کر خریدار کے بلا لیتے یا جاتے تھے۔ دوسرے صاحب کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی گاہک لوہے پر ہتھوڑے کی ضرب لگا رہے ہیں اور کان میں آواز آئی کہ میں تو آگر ہتھوڑا ہاتھ سے اٹھا لیتے ہوئے ہیں تو ان سے بھی پہلے ہتھوڑا والی کر نماز کو چل دیتے تھے اور ہتھوڑے کی کام یابی مانگی اور دعا کی۔ ان کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی (القرطبی)

عورتوں کی نماز گھروں میں بہتر ہے:

فقہ حنفی کی تفسیر میں اس طرف اشارہ ہے کہ مساجد کی حاضری اور مردوں کے لئے ہے عورتوں کی نماز ان کے گھروں میں افضل ہے۔

مسند احمد اور بیہقی میں بسند صحیح حضرت ام سلمہؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر مساجد النساء قعر بیوتھن یعنی عورتوں کی بہتر مسجد ان کے گھروں کے تہ خانے ہیں۔ (کذا فی الدر المنثور)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ

اور جو لوگ کفر میں ہیں ان کے کام جیسے ریت چٹیل میدان کہ جس کو پیاسا جانے کہ ہے

الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا

پانی یہاں تک کہ جب پہنچا اس پر اس کو کچھ نہ پایا

وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۙ

اور پایا اللہ کو پاس اس کے پھر پورا کر دیا اس کو حساب اس کا اور اللہ جلد لیتا ہے حساب

فریب خوردہ لوگ

کافر و منکر کے جس قدر اعمال ہیں ایک دور بین سے مراد ان کے عقیدے ہیں جو وہ اپنے زعم و عقیدہ کے موافق نیک اچھے کام سمجھتے ہیں اور سمجھے ہوئے ہیں کہ مرنے کے بعد کام آئیں گے حالانکہ آخرت کی کامیابی کا جو کچھ مدار ہے وہ کفر کی شامت سے ان اعمال مقبول میں نہیں۔ ان فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پیاسا پیر کے وقت جنگل میں یک بیابانے کو دور سے پانی دیکھ کر اور واقعی حقیقت میں چمکتی ہوئی ریت ہو۔ پس یہ شدت تشنگی سے بیتاب ہو کر وہاں تک پہنچا۔ دیکھا تو پانی وانی کچھ نہ تھا۔ وہاں جا کر اس کی گذری سانس کھڑی کی کھڑی اور اللہ تعالیٰ جو ہر عمل کا حساب لینے کے لئے موجود تھا۔ پس اپنی اضطراب اضمحلال کے وقت اللہ نے اس کا سب حساب بے کم میں پورا پورا بے کم و کاست پاس حساب کر لیا ہو چکتی ہے۔ یا ان کا ہر عمل کفر کی حالتوں اور غفلتوں کا بھٹکتا ہوا پیاسا ہو اور دوسرے جو مرنے پر ان تک دنیا کے کاموں میں خوش اور جمل آخر ظلم و معصیت کی اتھاہ جگہوں میں پڑے لوٹے لگ رہے ہیں ان کی مثال کے بیابان قفر میں ان کے پاس روشنی کی ذرا بھی امید نہیں بلکہ سراب پر ہو کر کھائے دانے اندھیاری تھی۔ یہ لوگ ناقص اندھیریوں اور بری ظلمات میں بند ہیں کسی طرف سے روشنی کی شعاع اپنے تک نہیں پہنچنے دیتے۔ (موضح)

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ

یا جیسے اندھیرے گہرے دریا میں کہ اس کو موج اوپر سے آتی ہے اس پر ایک اور موج

مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ

اس کے اوپر بادل اندھیرے ہیں ایک پر ایک

تاریکی میں ڈوبے ہوئے (کافر)

یعنی سمندر کی تہ میں تو وہ پانی کا اندھیرا اوپر طوفان موجوں کا اندھیرا پھر بادل

یعنی کسی کے پاس نیکی کی جو چیزیں کام کی ہے اگر چیزیں کام کی ہے تو اسباب عنایت فرمائے تو کیوں نہ نکلیں۔ (تفسیر عزیزی)

إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا ۗ وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ ﴿٤٠﴾

جب نکالے اپنا ہاتھ تو نہ دیکھ سکے اس کو اور جس کو اللہ نہ دے روشنی پھر اس کو کہیں روشنی نہ ملے

جو بھی آنی جانی چیز ہے۔ سب نے اپنا وقت مقرر کیا ہوا ہے اور وہ وقت بھی اللہ ہی جانتا ہے اور اسی نے مقرر کیا ہوا ہے۔ اس لئے ہر چیز کو اس وقت آنے پر ہی ختم ہونا ہے اور فنا ہو جانا ہے۔ فرمایا:

إِذَا أَخَّرَ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ
جب اس کا وقت آ جاتا ہے تو پھر وہ ایک گھڑی بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے

یعنی یہ پتا ہونے کے باوجود کہ انسانوں سے قریب کرنے کی دیکھنے والے کی عجیب سے عجیب تخلیق نے جو اندھیرے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کا ہاتھ کیا ہوا ہے۔ اس کا ہاتھ کیا ہوا ہے۔ فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝
اور جس کو اللہ نور نہ دے اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے۔ یعنی

اوپر دو مثالیں دے کر بتایا کہ جو چیزیں اپنے اپنے وقت پر ختم ہونا ہیں۔ فرمایا کہ ان کے مقابل ہمارا بھی ایک نظام ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور وہ ہے ہمارا نور۔ روشنی جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ ان کی استعداد اور ظرف کی توفیق نہ ملی۔ اور روشنی نہ ملی تو پھر انہوں نے سب اندھیرے روشنی کے اپنے اوپر بند کر لئے۔ پھر تو وہ آنے والے کو کہاں سے آنے دیں گے۔ فرمایا:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں جو کوئی ہیں
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰفّٰتٍ
آسمان و زمین میں اور پرندے جو پر پھیلائے ہوئے

پرندے قدرت کی نشانی ہیں:

شاید اڑتے جانور، کیونکہ یہ کائنات کی سب سے عجیب تخلیق ہے۔ وہ اس وقت آسمان و زمین کے بیچ میں معلق ہوتے ہیں۔ ان کا اس طرح ہوا میں اڑتے رہنا قدرت کی بڑی نشانی ہے۔ فرمایا:

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ
ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ سیکھا ہوا ہے

ہر مخلوق اپنا وظیفہ پورا کر رہی ہے:

یعنی جس خالق نے ہر ایک چیز کو اس کے حال کے مناسب جو طریقہ ہدایت و بندگی اور تسبیح خوانی کا الہام مقرر فرمایا ہے اس کو تو وہ اپنا وظیفہ ادا کرتی رہتی ہے لیکن افسوس و تعجب کا مقام ہے کہ ہمیشہ سے انسان کہلانے والے خلقت اور حکمت و حجاج میں پھنس کر مالک حقیقی کی یاد اور اس کے احکام و ہدایت سے بے بہرہ رہیں۔

(صحیح) مخلوقات کی تسبیح کے متعلق بعد میں پارہ میں آنے والے قریب یہی مضمون آ رہا ہے۔ وہیں کہا جائے گا۔ البتہ حدیث میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے جب یہ آیت تلاوت کی گئی تو آپ نے فرمایا۔ "وانها تفصوة الخلق" (یہ بھی ہماری مخلوق کی نماز ہے۔ ۱۲ منہ)

(مفاہیم) اور دوسرے مفسرین نے فرمایا کہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کے اندر ادراک و شعور رکھا ہوا ہے۔ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانے اور اس کی بھی کوئی حد نہیں کہ ان کو کس قسم کی تسبیح خوانی معاف فرمائی ہو اور خاص قسم کی تسبیح و عبادت ان کو سکھائی ہو۔ جس میں انشاء اللہ ہم آئندہ آنے والی بعض آیات میں اس مضمون کی طرف اشارہ پائیں گے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور نماز میں سارا مخلوق شامل ہے۔ ہر ایک کی نماز اور تسبیح کا طریقہ اور صورت مختلف ہے۔ فرشتوں کا اور طریقہ انسان کا اور جانوروں نباتات کی اور طرح سے عبادت و تسبیح بیان کرتے ہیں۔ بہرحال کسی کو بھی طریق سے قرآن کریم کی ایک دوسری آیت۔ جس میں اسی مضمون کی تائید ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے۔ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر ان کو ہدایت دی۔ وہ ہدایت یہی ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگی ہوئی اپنی وظیفہ بجا لانے کو تیار رہتی ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ
اور اللہ کو معلوم ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں

یعنی ان کی بندگی اور تسبیح کو خواہ مخواہ نہ سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے کہ کون کیا کر رہا ہے۔ (تنبیہ)

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ
اور اللہ ہی حکومت ہے آسمان اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

اللہ کی حکومت سب پر محیط ہے:

یعنی جیسے اس کا علم سب کو محیط ہے۔ اس کی حکومت بھی تمام مخلوقات و مخلوقات پر حاوی ہے اور سب کو آخر کار اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ آگے اپنے جاہ کمال اور قدرت کاملہ کے بیان فرماتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ
تو نے نہ دیکھا کہ اللہ ہانکتا ہے بادل کو پھر ملاتا ہے ان کو آپس میں
ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ
پھر ان کو رکھتا ہے تہ بہ تہ پھر تو دیکھے بند نکلتا ہے ان کے بیچ سے

نظام پر دلالت کرتی ہیں۔ بعض جانور دو پاؤں پر چلتے ہیں، بعض چار پاؤں پر اور بعض کثیر پاؤں پر۔ ان کی تین قسموں کو بیان کرنے کے بعد ان کی مزید تقسیم کی جاتی ہے۔

وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِن جِبَالٍ فِيهَا مِن بَرَدٍ

اور اتارتا ہے آسمان سے ان میں جو پہاڑ ہیں اولوں کے

فَيُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَن مَّن يَشَاءُ

پھر وہ ڈالتا ہے جس پر چاہے اور پھیر دیتا ہے جس سے چاہے

یعنی جیسے زمین میں پتھروں کے پہاڑ ہیں کچھ ملک نے کہا اسی طرح آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہیں۔ مترجم رحمہ اللہ نے اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے لیکن زیادہ واضح اور قوی یہ ہے کہ مراد بادل ہیں جو بطور تشبیہ کے ان کو پہاڑ سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ دوسری جگہ ہے کہ بادل پہاڑوں کی طرح ہیں۔ اولے جب پڑتے ہیں کسی سے بستیوں کو بڑی دور تک نقصان پہنچ جاتا ہے اور بہت سے مکان گر جاتے ہیں مشہور ہے کہ اولہ کی مچھلی بادل کے ایک حصے پر چلتی ہے اور وہ سرا جہاں منتہی ہو جاتا ہے۔ (موضح)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جتنے اس آیت میں اطلاق ہوئی ہے سب میں اولوں کے پہاڑ ہیں۔ دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ بادل جن پر یہ حصال ہیں اولوں کی مانند ہیں جیسے بڑے بڑے پہاڑوں کی طرح ہوتے ہیں بعضوں پر سے اترتا ہے۔

يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ

یعنی بجلی کی چمک اس قدر تیز ہوتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، قریب ہے کہ بینائی جاتی رہے۔ (اشرف حواشی)

يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

اللہ بدلتا ہے رات اور دن کو

رات اور دن کا نظام یعنی دن کے جدا رات اور رات کے بعد دن اسی کی قدرت سے آتا ہے اور وہی کبھی رات کو کبھی دن کو گھٹا تا بڑھاتا ہے اور ان کی گرمی کو سردی کو سردی کو گرمی سے تبدیل کرتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے فرمایا مجھے ایذا دیتا ہے ابن آدم کہ برا کہتا ہے زمانے کو حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں (کہ سب کچھ میرے ہی ہاتھ میں ہے) میں ہی رات دن کا ادل بدل کرتا ہوں۔ (رواہ البخاری و مسلم فی صحیحیہما) (تفسیر عثمانی)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ

ان میں دھیان کرنے کی جگہ ہے آنکھ والوں کو

آنکھ والو عبرت حاصل کرو:

یعنی چاہیے کہ قدرت کے یہ عظیم الشان انقلابات دیکھ کر آدمی بصیرت و عبرت حاصل کرے اور ان ہیبتناک حقیقتوں کی طرف، جو اول سے آخر تک اس کے قبضہ میں ان تمام تصرفات و انقلابات کی پشت پر ہیں، متوجہ ہو۔ (تفسیر عثمانی)

عبرت سے مراد یہ ہے کہ یہ واقعات ایک عاقل کو تمام کائنات پر دلالت کرنے میں جس کی قدرت اور کمال علم پر دلیل ہیں اور جو حیات تازہ دے کر کائنات کو ہر قسم کی ناکامیوں سے بچا سکتا ہے اور کسی کو ناکام نہیں کر سکتا ہر قسم کی ناکامیوں سے بچا سکتا ہے بلکہ بنصارے مراد بصیرت اور قلب ہے۔ (تفسیر حسینی)

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ

اور اللہ نے بنایا ہر جانور پانی سے

اس کے بعد سترھویں پارہ کے تیسرے رکوع تک تین قسمیں وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ کا فائدہ اور لکھا ہے۔ (تفسیر حسینی)

تخلوقات کا جوہر وجود:

واللہ خلق کل دآبۃ من ماء اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہر جاندار کو پانی سے۔ اس سے مراد ہے وہ پانی جو ہر جانور کے تخم کی مادے میں خالص ہے یا نطفہ مراد ہے اس صورت میں کل جانور مراد ہوں گے۔ کیونکہ اکثر یہ تو دیکھ چکے ہیں کہ نطفے کے بغیر انسانوں کے تمام جانداروں کی جن کی تخلیق نطفہ سے ہوتی ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ تمام (عنصری) مخلوق کی اصل پانی ہی سے ہے اور اس کے برعکس کہتے ہیں کہ ہر جانور کی تخلیق کے عمل اور کون و مکان میں پانی ہوا، آگ اور مٹی اور ان چاروں کے انتظامات بھی کیا ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ نطفہ کا خلیل ہے کہ اس کی تخلیق ہوئی۔ بعض نے کہا صرف تین ہر مخلوق کی اصل ہے پانی، مٹی اور ہوا کی کہ وہ ہیں۔

تاکہ بعض لوگ اسلام لانے میں کسی شک میں نہ پڑیں۔ پھر وہ آگ ٹھنڈی ہو گئی اور ابراہیم علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ اس سے ان کی قوم پر حجت قائم ہو گئی۔

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کا اپنی لاٹھی کو سانپ بنا دینا اور پھر اس کے پکڑنے سے سانپ کا لاٹھی بن جانا، ان کی نبوت کی دلیل تھا۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارنا اور پرندہ کا اڑ جانا، ان کی نبوت کی دلیل تھا۔ اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلی سے چاند کے دو ٹکڑے کر دینا، ان کی نبوت کی دلیل تھا۔ اسی طرح قرآن مجید کی آیات کا بے مثل ہونا، ان کی نبوت کی دلیل ہے۔

مخلوقات کی مختلف صفتیں

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف صفتوں کا بنایا ہے، اسی طرح دوسری مخلوق کو بھی مختلف صفتوں کا بنایا ہے۔ جیسے کہ فرمایا:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ

کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے (جیسے سانپ)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ

کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے (جیسے آدمی اور پرندے وغیرہ)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ

کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے (جیسے گائے، بیل وغیرہ)

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یعنی کسی چیز کو پیدا کرنا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ وہ جس چیز کو چاہے پیدا کر دیتا ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ

ہم نے واضح آیتیں اتار دی ہیں اور اللہ

مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

واضح نشانیاں موجود ہیں:

یعنی آیات کو بھیج دینے سے کسی قدر واضح ہیں کہ انسان (اگر ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لے) تو ان کو دیکھ کر حق کو پہچان سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ان کو دیکھ کر ہدایت دیتا ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى

اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے حکم مانا پھر

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

ان میں سے ایک فریق اس کے بعد پھر جاتا ہے اور یہ ایمان والے نہیں ہیں۔

منافقین کا وطیرہ:

یہ منافقین کا ذکر ہے۔ وہ زبان سے تو کہتے تھے کہ ہم ایمان لائے اور حکم مانا، لیکن جب کسی کا فائدہ آتا دیکھتے یا نقصان ہوتا دیکھتے تو پھر جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں میں شروع سے ایمان و اطاعت کا جوہر نہ تھا جو کچھ زبان سے کہتے تھے، وہ بھی خوف و نفاق کی وجہ سے۔ اس لئے جس کا اصل کام ہی نہ ہو، اس کا ختم ہو جانا کیا تعجب ہے۔

آئندہ آیت کا شان نزول

ابن ابی حاتم نے حسن بصری کی مرسل روایت بیان کی ہے کہ بعض منافقین نے آپس میں کہا کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کس سے فیصلہ طلب کرنا مقصود ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرانا ہے تو ان کی نبوت کی دلیل کیا ہے؟ اور اگر ان کو نبی مان لیا ہے تو پھر ان کے فیصلہ کو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ اور اس کو جانے دو۔ یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے خلاف فیصلہ کریں گے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اور مقدمہ پیش کرنے پر راضی ہو جائے گا تو ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے فیصلہ کر دیا۔ اس پر منافقین نے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جائیں گے بلکہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس جائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن کثیر)

وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

اور جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان میں فیصلہ کر دے

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ

تو ان میں سے ایک فریق منہ پھیر لیتا ہے۔ اور اگر ان کا

الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ

حق ہو تو اس کی طرف فرمانبردار بن کر آتے ہیں۔

یعنی اگر ان کا مقدمہ کسی سے ہو گا اور سمجھتے ہیں کہ حق ہمارا ہی ہے تو ہمارے حق میں فیصلہ کرانے

وقت کہ دوسرا فریق اپنا کیس اللہ اور اس کے رسول کی عدالت میں پیش کرنے کے لیے تیار ہو۔ اس معاملہ کے مراحل پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ وقت تھا جب منافقین کی اصلی حالت کھل کر سامنے آ جاتی تھی۔ جب تک فیصلہ ان کے اپنے حق میں ہوتا تھا وہ بڑے شوق سے آتے تھے۔ لیکن جب فیصلہ کا رخ اپنے خلاف دیکھتے تھے تو صاف کترا جاتے تھے۔ اس سے بڑھ کر ان کے نفاق کا اور کیا ثبوت ہو سکتا تھا کہ جس فیصلہ کو ماننے کے لیے وہ اپنے آپ کو تیار پاتے تھے اس کے متعلق یہ گمان کرتے تھے کہ وہ ان کے خلاف ہو گا اور جس فیصلہ کو اپنے خلاف دیکھتے تھے اس کے متعلق یہ سمجھتے تھے کہ وہ ان کے حق میں ہو گا۔ اسی لیے ان کا رویہ ہمیشہ یہ رہا کہ جس مقدمہ میں ان کا حق مارا جا رہا ہو اس میں تو وہ بلا تامل دوڑے چلے آتے تھے، اور جس میں دوسرے کا حق مارا جا رہا ہو اس میں یہ بھی نہ سوچتے تھے کہ ہمارا اپنا حق بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی بنا پر ان کے متعلق فرمایا گیا کہ ان کے دلوں کا روگ ان کا نفاق نہیں ہے بلکہ ان کا شک ہے۔ یہ اللہ اور رسول کی صداقت پر شک نہیں ہے بلکہ اس بات پر شک ہے کہ اللہ اور رسول ان کے ساتھ انصاف کریں گے یا نہیں۔

اَمْ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٍ

یا ان کے دلوں کی بیماری ہے

دل کا روگ یہ ہے کہ آدمی کے اندر اللہ اور رسول کی طرف سے بدگمانی پائی جائے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی اللہ اور رسول کی طرف سے اپنا بدگمان دل بدلے اور اس کے اندر یہ یقین پیدا ہو کہ اللہ اور رسول کے ساتھ انصاف کا معاملہ کیا جائے گا۔

اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

یا وہ شک میں مبتلا ہیں یا یہ خوف کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے؟ نہیں، بلکہ یہ خود ظالم ہیں

منافق غلط شک میں مبتلا ہیں۔

لفظ ریب اور رسول کی نسبت بولی جائے تو اس کا مطلب صرف شک نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ بدگمانی کا مفہوم بھی شامل ہوتا ہے۔ اس لیے ارتیاب کے ساتھ خوف کا لفظ بڑھایا گیا ہے۔ یعنی یہ لوگ اس وجہ سے نہیں آتے کہ ان کو اللہ اور رسول کی صداقت میں کوئی شک لاحق ہے، بلکہ اس وجہ سے آتے ہیں کہ ان کو اللہ اور رسول کی طرف سے یہ خوف لاحق ہے کہ وہ ان کے ساتھ ناانصافی کریں گے۔ اس کے بعد ان کے اس طرز عمل کی تین مختلف حالتوں میں الگ الگ تصویر کھینچی گئی ہے۔ پہلی حالت میں ان کا رویہ اس وقت بیان کیا گیا ہے جب ان کے سامنے کوئی ایسا معاملہ پیش ہوتا ہے جس میں ان کو یقین ہوتا ہے کہ فیصلہ ان کے حق میں ہو گا۔ دوسری حالت میں ان کا رویہ اس وقت بیان کیا گیا ہے جب ان کے سامنے کوئی ایسا معاملہ پیش ہوتا ہے جس میں ان کو یقین ہوتا ہے کہ فیصلہ ان کے خلاف ہو گا۔ تیسری حالت میں ان کا رویہ اس وقت بیان کیا گیا ہے جب ان کے سامنے کوئی ایسا معاملہ پیش ہوتا ہے جس میں ان کو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ فیصلہ ان کے خلاف ہو گا۔ ان تینوں حالتوں کی تصویر کھینچ کر اللہ تعالیٰ نے خود ان کے اپنے دل کی گواہی سے ان کا جھوٹا ہونا ثابت فرمایا ہے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ

ایمان والوں کی بات تو یہی ہوتی ہے کہ جب ان کو اللہ

وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی وہی فلاح پانے والے ہیں

سچے مسلمان کا کام بتایا ہے اس کا یہ رویہ بتایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ جب اس معاملہ میں ان کو خدا اور رسول کی طرف بلایا جائے خواہ اس میں خود ان کا نفع ہو یا نقصان، ایسے صاف کام کی توفیق نہیں ملتی۔ لفظ المؤمنون معہود ہونے کی وجہ سے ترجمہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اس میں ان کی اصلی تعریف اور حقیقی فارق کا ذکر مقصود ہے۔ یعنی

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ

اور جو اللہ کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

وہی کامیاب ہونے والے ہیں

کامیاب کون ہو گا؟ اس کی تعریف ہوئی اس فرد کی جو اللہ کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی سے بچے۔ اس کی تعریف ہوئی اس گروہ کی جو اللہ کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی سے بچے۔ اس کی تعریف ہوئی اس قوم کی جو اللہ کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی سے بچے۔

روکی گئی کسان کا نقیب واقعہ: تفسیر فی ظلال میں اس جگہ ایک واقعہ حضرت فاروق اعظمؓ کا نقل کیا گیا ہے جس سے ان چالاک لوگوں کے مغالطہ کی اور اضافت ہوتی ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ ایسے سادہ لوح حکمران ہوتے جو ہر کچہری میں ہر مقدمہ کے فریق کی یہ دہائی سن کر کہ "میرا فیصلہ اللہ و رسول اللہ کی طرف سے کیجیے" فوراً اس کے حق میں فیصلہ صادر فرما دیتے۔ حضرت فاروقؓ کے پاس ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں ایک مسلمان نے ایک یہودی پر دعویٰ کیا تھا۔ یہودی نے کہا کہ میرا مقدمہ تو میرے مذہبی پیشوا کے پاس چل رہا ہے۔ مسلمان نے کہا کہ اچھا ہم وہیں چلتے ہیں۔ وہ دونوں یہودی کے پیشوا کے پاس گئے۔ اس نے کہا کہ ہم تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائیں گے۔ وہ دونوں مدینہ آئے۔ یہودی نے کہا کہ ہم تو اس لیے آئے تھے کہ آپ ہمارے پیشوا کے پاس چل کر فیصلہ کریں۔ مسلمان نے کہا کہ میں تو آپ ہی کے پاس آیا تھا۔ یہودی نے کہا کہ اچھا پھر ہمارے ساتھ چلیے۔ حضرت فاروقؓ گھر میں گئے اور تلوار لا کر یہودی کا سر قلم کر دیا اور کہا کہ میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ تو اللہ و رسول کا فیصلہ ماننے کے لیے آیا ہے، مگر تو اپنے مذہبی پیشوا کا فیصلہ ماننے آیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن عساکر)

وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ

اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور رسول پر اور ہم نے اطاعت قبول کی، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ (اطاعت سے) پھر جاتا ہے۔ ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں

باقی عمر کے متعلق ہے۔ جب انسان چار پائی یا کھاٹ پر ہو جائے تو اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب میرا آخری وقت ہے اور فائز دل کے لئے جو جنت سے نعمتیں پائے گا۔ جنت میں اس کو نہ کھائے گا۔ فاروق اعظم نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کر دیتا ہے (کہ کافر میں اس کی تصدیق کر دیتا ہے)۔ اسی لئے فرمایا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے پیغمبر کو وعدہ دیا ہے وہ سچ ہے اور اس کے الفاظ مضبوط اور معانی نہایت اٹل ہیں۔ (قرطبی، معالم، ابن کثیر)

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ
اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی اپنی پوری قسمیں کہ اگر تو ان کو حکم دے
لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ
ضرور نکلیں گے تو کہہ قسمیں نہ کھاؤ فرمانبرداری چاہیے
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝
بیشک اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی

منافقوں کی جھوٹی قسمیں:

یعنی منافقین بڑی سخت اور پختہ قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم ضرور جہاد کے لئے نکل جائیں۔ اے آپ کہہ دیں کہ تم قسمیں نہ کھاؤ۔ ہمیں تمہارا جھوٹا حلف اور قسمیں معلوم ہیں۔ ہاں دل سے اطاعت کرو تو ایک بات ہے۔ ورنہ ہم پر تمہاری قسموں کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یہ مطلب نہیں کہ تم قسمیں کھانے کے بجائے صرف زبان سے اطاعت کا اقرار کر دو۔ (قرطبی، ابن کثیر) مقصد یہ ہے کہ قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری فرمانبرداری کی حقیقت ہم پر مخفی نہیں۔ تمہاری جھوٹی قسمیں ہمیں دھوکا نہیں دے سکتیں۔ ہم تمہارے دلوں کا حال خوب جانتے ہیں۔ (ابن کثیر) یہ بھی ممکن ہے کہ منافقوں کی قسموں کا ذکر ہو جو وہ مسلمانوں کے سامنے کھاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہمیں جہاد میں شریک ہونے کا بڑا شوق ہے۔ ہم ضرور جہاد کے لئے نکلیں گے۔ اگر ہم سے کہا جائے تو ہم اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر اور اپنا سب کچھ لٹا کر جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں گے۔ (ابن کثیر، قرطبی)

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا
تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم پھر جاؤ
فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ
تو اس پر وہی ہے جو اس پر لادا گیا اور تم پر وہی ہے جو تم پر لادا گیا اور اگر
تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝
تم حکم مانو رسول کا تو راہ پر آ جاؤ گے اور رسول پر نہیں مگر پہنچا دینا کھول کر

اطاعت وتصدیق کی ذمہ داری پوری کرو:

یعنی پیغمبر پر جو ذمہ داری تبلیغ کا بوجھ رکھا گیا ہے۔ اس سے وہ پوری طرح سبکدوش ہو چکا ہے اور تم پر جو ذمہ داری اطاعت و تصدیق کا بوجھ ڈالا گیا ہے اس کے ارشاد کے مطابق پورا کرنا تمہارا کام ہے۔ اگر تم اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھتے اور اس کے احکام کی تعمیل نہیں کرو گے تو خود اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اللہ اور رسول کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ کے رسول کا کوئی نقصان نہیں۔ تمہاری شرارت و سرکشی کا خمیازہ تم کو ہی بھگتنا پڑے گا۔ پیغمبر تو اپنا فرض ادا کر کے اللہ کے حضور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے۔ آگے اطاعت کرنے والوں کے لئے انعامات کا بیان فرماتے ہیں جن کا سلسلہ دنیا ہی میں شروع ہو جائے گا۔ (تنبیہ الغافلین)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وعدہ کر چکا اللہ ان کو جو تم میں ایمان لائے اور کئے اس نے کام اچھے
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
کہ ضرور ان کو پیچھے حاکم کرے گا ملک میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى
اگلوں کو اور ضرور جما دے گا ان کے واسطے ان کا دین جو ان کو پسند کیا
لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ
ان کے واسطے اور ضرور بدل دے گا ان کو بعد ان کے ڈر کے امن
لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا
میرا بندگی کریں میرے ساتھ کسی کو نہ شریک کریں

اطاعت رسول کے ثمرات:

یہ خطاب فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے لوگوں کو اور جتنے لوگ ان میں ملے رہے تھے اور رسول کے کمال تابع تھے۔ سب کے حق میں وعدہ ہے۔ یعنی قوت حکومت دے گا اور جو دین اسلام لے کر آئے ہیں اس کے دشمنوں سے نہ ہو سکے گا اس کو قائم کرے گا۔ تو یہ بھی کوئی مختلف الحال نہیں ہیں اور وہ جو کہ کمال درجہ کی بادشاہتوں کا حاصل کرنا ان کے حق میں وعدہ ہوا تھا۔ ان کے ملک فلسطین سے پہلی دفعہ آخری بادشاہت کا حاصل کرنا ان کے حق میں وعدہ ہوا۔ درمیان میں جتنی بادشاہتیں ان میں ہوئیں سب ضمنی تھیں۔ اس کا تعلق بعد میں کہیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کو خطاب ہے کہ تم عبادت کرتے رہو گے اور کسی کو میرا شریک نہ کرو گے۔ تو میری عبادت میں مشغول رہیں گے اور دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہوگا۔ ان معنوں میں

اختیار بندوں کی ممتاز نشان یہ ہوگی کہ وہ خاص خدا کے واسطے کی بندگی کریں گے جس میں دکھاوے اور شرک کی آمیزش نہ ہوگی۔ مشرب علمی خانوادہ وہاں ذکر کیا جائے گا جس میں کوئی بھی ان کو نہ پہنچے گی۔ صرف ایک ذات نے مقام ہوں گے، آئی ہے وہیں گئی کہ ان کے امید نہ ٹھہرے۔ کہ وہ ہی پھر دعا کریں گے ان کی رضامندی ان کو پہنچا اور مرا ہوگا۔ کسی دوسری شکل کا خوف وہاں ان کے پاس نہ پہنچے گا۔ نہ کسی دوسرے کی خوشی نہ خوشی کی پروا کریں گے۔ الحمد للہ کہ یہ وعدہ ابھی چاروں خلفاء راشدین اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں پورا ہوا اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشین گوئی کے ایک ایک حرف کا صدق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خلفائے اربعہ کے بعد بھی کچھ بادشاہان اسلام وقتاً فوقتاً ایسے ظہور کے آتے رہے اور جب اٹھ جائے گا آخر کار بھی آئیں گے۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخری خلیفہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے جن کے متعلق عجیب وغریب بشارات سنی گئیں ہیں۔ وہ دنیا کی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور تمام علامات جو دجالی تجلی اللہ کے ذریعہ اسلام کا کلمہ بلند کریں گے۔ اللّٰھم احشرنا فی زمرتہ و فی رفاقۃ شھدائہ فی سبیلک تحت رایۃ الحقارۃ و ذوالفضل العظیم۔

(حسن) اس آیت کے مخاطب سے خلفائے اربعہ کی بڑی بھاری فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ ابن کثیر نے اس کے تحت میں اس مضمون سے لے کر مہدی تک کی فتوحات کو مزید بیان کیا ہے آخر میں یہ افادہ لکھے ہیں۔ وکنی الخراج من الشارق و المغارب الی حضرۃ امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وذلک بمرکبۃ ناقۃ رسولہ وخطبہ الائمۃ علی حفظ القرآن و لھذا قصت ای فضحہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ اللہ یدوی لی الارض فرفیت مشارقھا و مغاربھا و سیبلغ ملک امتی ما زوی لی منھا فھا نحن نتقلب فیھا و عندنا اللہ و رسولہ فصدقہ اللہ و رسولہ فسبحان اللہ الایمان بہ و برسولہ والقیام بشکرہ علی الوجہ الذی یرضیہ عنا۔ (ابن جریر)

دورِ خلافت کی فتوحات:

حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اپنے بعد عمر بن خطاب کو خلیفہ بنانے کا الہام فرمایا۔ عمر بن الخطاب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے نظام خلافت ایسا سنبھالا کہ آسمان نے آج تک ویسا نظم اسلام کے بعد نہ دیکھا تھا۔ ان کے زمانے میں ملک شام پورا فتح ہو گیا، عراق فتح ہو گیا اور ملک فارس کا اکثر حصہ انہیں کے زمانے میں قیصر و کسریٰ کی قیصری اور کسروی کا خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد خلافت جمالی کا وقت آیا تو اسلامی فتوحات کا دائرہ مشارق و مغارب تک وسیع ہو گیا۔ ہارے مغرب، اندلس اور فرانس تک اور مشرق (اصلی) میں بلاد چین تک اور عراق، خراسان، ہوا اور سب آپ کے زمانے میں فتح ہوئے۔ ابن کثیر حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت کی زمین کے مشارق و مغارب اپنے لپیٹ لئے گئے ہیں اور میری امت کی حکومت وہاں تمام ملکوں تک پہنچے گی جو مجھ کو دکھائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ حیرت انگیز طور پر پورا فرمایا (یہ سب مضمون تفسیر ابن کثیر سے لیا گیا ہے)

اور ایک حدیث میں جو آیا ہے کہ خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی اس کی مراد خلافت راشدہ ہے جو بالکل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر قائم رہی اور حضرت علیؓ تک پہنچی۔ پھر ملوکیت میں بھی بہت سال کی مدت حضرت عمر بن عبدالعزیز تک پوری ہوئی۔

بارہ خلفاء:

ابن کثیر نے اس جگہ صحیح مسلم کی یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ بعد حضرت چاروں خلفاء کے بارہ خلیفہ اور ہوں گے جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا گیا کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کا کام چلتا رہے گا جب تک کہ بارہ خلیفہ ہیں گے۔ ابن کثیر نے اس کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث بارہ خلیفہ والی امت تک ہونے کی تعیین پر دلالت نہیں کرتی ہے اس کا وقوع ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ سب کے سب مسلسل اور متصل ہی ہوں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کچھ خلفاء کے بعد ہوں۔ ان میں سے چار تو ہو چکے جو خلفاء راشدین تھے اور بارہ میں سے بعض تو وہ ہیں جن کا خلافت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوا اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ان سب کے زمانہ خلافت اور ہوں اور سب کے زمانے میں امن و سکون دنیا کا کیساں ہو۔ بلکہ اس مدت کے اندر بہت سے فساد بھی ہوں گے استقامت اور مکمل اتباع پر ہے اس لئے درجات کے اختلاف سے تفاوت کی نوعیت ثابت میں بھی فرق و اختلاف لازمی ہے۔ اسلام کی پوری دو سو سال تاریخ اس پر شاہد ہے کہ مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں میں جب اور جہاں کوئی مسلمان خالص اور صالح بادشاہ ہوا ہے اس کو اپنے عمل و اصلاح کے پیچھے یہ اس وعدہ علیہ کا مصداق ملا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں وعدہ کی گئی فرمایا ہے ان حزب اللہ ھم الغالبون یعنی اللہ کی جماعت ہی غالب رہتی ہے۔

خلفائے راشدین کے حق ہونے کی دلیل:

یہ آیت حضرت خلفاء راشدین کی خلافت کے حق صحیح اور مقبول عنداللہ

ہونے کی بھی اس نے پیشگوئی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اس کی امت سے فرمایا تھا کہ اس وقت تک تمہیں اپنی حفاظت کے لئے تلوار اور اپنی حفاظت کی طاقت رکھنی چاہئے جب تک تمہارا دشمن تمہیں ہلاک کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ ہر ممکن ذریعہ سے اپنی حفاظت کرو۔ اور ہمارا ایک مشہور نبی حضرت داؤد علیہ السلام کا ہاتھ میں ہتھیار لئے ہوئے ہونا بھی ہمارے سامنے ہے۔ اور ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہتھیار لئے ہوئے ہونا ثابت ہے۔ اور ہمارے ہاں ان کی تصاویر بھی ہیں۔ اور ہم ان کو اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بھی ہتھیار بنائے گئے تھے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ساتھ بھی ہتھیار ہوں گے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ جو چیز دنیا میں ہوتی ہے اس کا نمونہ آسمان میں بھی ہوتا ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ آسمان پر بھی ہتھیار ہیں

ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ نے حضرت علی کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ اس کے برعکس حضرت علی نے خلافت کے بارے میں کوئی واضح بات نہیں کی۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ نے خلافت کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اس کے بعد حضرت علی نے خلافت کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اس کے بعد حضرت علی نے خلافت کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

خلفائے راشدین کا فتویٰ شرعی حجت ہے۔

فقہاء کرام کا فتویٰ ہے کہ جو فیصلہ خلفاء راشدین کے فتوے کے حجت نہ ہو تو وہ اہل حق و صداقت میں سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ اجماع کے خلاف ہے۔ اجماع امت کی طرف سے اس لئے اس کا فیصلہ یہ ہوگا کہ جو شخص عبداللہ کی ہر اطاعت کی اطاعت واجب ہوگی۔ اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ اجماع امت کی طرف سے ہے۔ اور یہ اجماع امت کی طرف سے ہے۔ اس کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ اجماع امت کی طرف سے ہے۔

قاضی شوشتری کی تحریر

قاضی نور اللہ شوستری اثنا عشری اہل حق میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کا سوال تھا تو حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کی خلافت کو برقرار رکھا۔ اور ان کے فیصلوں کو نافذ کیا۔ اور ان کے فیصلوں کو نافذ کیا۔ اور ان کے فیصلوں کو نافذ کیا۔

مثالی نظام حکومت:

خلفاء راشدین نے اپنے دور خلافت میں جو خوبیاں اور کمالات حاصل کیں، وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کسی کو حاصل نہیں ہوئی تھیں۔ اور وہ تالیف قلوب اور تمکین و قوت جو ان تین کو حاصل ہوئی، وہ انبیاء میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اور یہ تین خلفاء کی خلافت کے بعد ہی اسلام کا صحیح نظام قائم ہوا۔ اور یہ تین خلفاء کی خلافت کے بعد ہی اسلام کا صحیح نظام قائم ہوا۔

شیعوں کی کتاب سے ثبوت:

ابن بابویہ قمی نے اپنی کتاب (جو شیعوں کی اہل ترین کتاب ہے) میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر کا انتقال ہوا تو حضرت علی نے ان کی خلافت کو برقرار رکھا۔ اور ان کے فیصلوں کو نافذ کیا۔ اور ان کے فیصلوں کو نافذ کیا۔ اور ان کے فیصلوں کو نافذ کیا۔

سے مشورہ لیا تو حضرت عمر نے جواب میں یہ عبارت تحریر فرمائی۔

ان عمدالامر لم یکثر بصرته وعدلاله بکثره ولافقة وهو دین الله الذی اظهره رجله الذی اختاره واربده حتی بلغ مابلغ وطلع حیث طلع ومهما علی موعوه من الله تعالی ملکه و عملوا الصالحات ای اخر الآیة فالله صحر وعده وناصر جنده الخ.

(تاریخ الخلفاء باب عثمان رضی اللہ عنہ، جلد ۱، صفحہ ۱۰۱)

یہ فقرہ ہمیں دین کی جامع الکلمتی کی کشت سے بچیں لی اور شخصی تعلق سے اس کو نکست دینے کے بعد یہ دین خدا کا دین ہے جس نے خود مختار کی اور اس کو اختیار کیا اور جہاں تک خدا کا دین پہنچنا تھا پہنچا اور روشن ہو چکا کہ ظاہر اور روشن ہو گیا اور جہاں تک اس کا سورج چمکنا تھا چمکا اور جہاں تک اس کی روشنی کو پہنچنا تھا پہنچی

یہ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ قبول فرما لیا ہے اس لئے قیامت تک اس کو قائم رکھنے کی حفاظت بھی کرتا رہے گا اور اس کی ترقی کے سامان بھی پیدا فرماتا رہے گا۔ اسی لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوشخبری بھی دی ہے۔

فَلَا تَخَافُوهُمْ (یعنی خطاب کفار سے ہے) تم ان (کفار) سے مت ڈرو کیونکہ اللہ کی مدد اور حمایت ہوتا ہے تمہارا مددگار ہے تمہیں اس کے بعد اختیار اور اقتدار دیا جائے گا اگر تم اس کی نافرمانی کرو گے تو پھر تمہارا کوئی ساتھی نہیں ہوگا اور تم ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔

خلافت کے تیس سال

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی اور اس کے بعد ملوکیت ہوگی۔ اس حدیث میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خلافت راشدہ کا زمانہ تیس سال ہوگا۔ اس کے بعد ملوکیت کا زمانہ شروع ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خلافت راشدہ کی مدت تیس سال ہے۔ اس کے بعد ملوکیت کا زمانہ شروع ہو گیا۔

خلافت اور قیام امن کی نبوی پیش گوئی

حضرت عدی بن حاتم نے فرمایا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے فاقہ کی شکایت کی۔ پھر دوسرا آدمی آیا اور اس نے راستہ میں لوٹ لئے جانے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اے عدی! کیا تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے حیرہ کو نہیں دیکھا البتہ اس کے بارے میں مجھے معلومات ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ سے چل کر بغیر کسی کے ساتھ کے کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ قبیلہ طے کے ڈاکو جنہوں نے شہروں میں فساد برپا کر رکھا ہے کہاں جائیں گے۔ پھر فرمایا اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔ میں نے عرض کیا کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟ فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز کے خزانے۔ اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ آدمی مٹھی بھر جائیداد یا صدقہ تلاش کرے گا اسے کوئی نہیں ملے گا جو اسے قبول کرے۔ اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کے وقت ہر شخص کا اللہ کے ساتھ براہ راست معاملہ ہوگا۔ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا جو اس کی سفارش کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا میں نے تمہارے پاس رسول نہیں بھیجا تھا جو تمہیں تبلیغ کرتا۔ وہ کہے گا ہاں بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا میں نے تمہیں مال نہیں دیا تھا اور تم پر فضل نہیں کیا تھا۔ وہ کہے گا ہاں کیا تھا۔ پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو جہنم نظر آئے گا۔ پھر بائیں طرف دیکھے گا تو جہنم نظر آئے گا۔ پھر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ ہی سہی۔ اگر وہ بھی نہ ملے تو اچھی بات کہہ کر (سائل سے معذرت کر کے) اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حیرہ سے ایک عورت چل کر آئی اور اس نے بغیر کسی کے ساتھ کے کعبہ کا طواف کیا۔ اور میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے شہر میں فساد برپا کر رکھا تھا۔ اور میں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کئے۔ اور اگر میری زندگی لمبی ہوئی تو میں تم سے تیسری بات کا بھی مشاہدہ کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ آدمی مٹھی بھر جائیداد یا صدقہ تلاش کرے گا اسے کوئی نہیں ملے گا جو اسے قبول کرے۔ (بخاری)

پارہ خلافت قریشی ہوں گے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوگوں کا معاملہ ہمیشہ سے جاری رہے گا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلیفے ہوں گے۔ پھر آپ نے ایک بات آہستہ فرمائی جو میں نہ سن سکا۔ میرے والد نے بتایا کہ آپ نے فرمایا وہ سب کے سب قریش ہوں گے۔ (بخاری)

خلافت قریش کے ساتھ مخصوص ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ ہمیشہ اس معاملہ (خلافت) کے قریش کے ساتھ مخصوص ہونے کا انکار نہیں کریں گے جب تک ان میں دو شخص بھی باقی رہیں گے۔ (بخاری)

خلافت قریش کے ساتھ مخصوص ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ ہمیشہ اس معاملہ (خلافت) کے قریش کے ساتھ مخصوص ہونے کا انکار نہیں کریں گے جب تک ان میں دو شخص بھی باقی رہیں گے۔ (بخاری)

خلافت قریش کے ساتھ مخصوص ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ ہمیشہ اس معاملہ (خلافت) کے قریش کے ساتھ مخصوص ہونے کا انکار نہیں کریں گے جب تک ان میں دو شخص بھی باقی رہیں گے۔ (بخاری)

(باقی صفحہ پر ہے۔ ادارہ)

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(اور جو کوئی تم میں سے کافر بنے اس کے بعد تو وہ لوگ ہیں نافرمان)

۲ شکر کرنے والے

شکر کے معنی ہیں نعمت کو پہچان کر اس کا شکریہ ادا کرنا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہر نعمت کے ساتھ ایک خاص قسم کا شکر ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ اے میرے بیٹو! تم پر جو نعمت بھی ظاہر ہو اس کا شکر ادا کرو۔ اگر تم کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس نعمت کا شکر کیا ہے تو اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں اس کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قائلین علم (کلمہ گو) میں سے جو بھی (یہاں ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے) اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرے بعد جو بھی دجال کا انکار کرے گا وہ کافر ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرے بعد جو بھی دجال کا انکار کرے گا وہ کافر ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرے بعد جو بھی دجال کا انکار کرے گا وہ کافر ہوگا۔ (ابن ماجہ)

مقبول بندوں کا طریقہ

مسلمان قوم کی ہمت کے بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے سامنے ان مقبول بندوں کی زندگی پیش کی جائے جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ ان کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے۔ ان کے حالات پڑھے جائیں۔ ان کی قبروں پر جا کر ان کے لئے دعا کی جائے۔ ان کی قبروں پر جا کر ان کے لئے دعا کی جائے۔ ان کی قبروں پر جا کر ان کے لئے دعا کی جائے۔

صلی اللہ علیہ وسلم علیہ نور علیہ و لحفظنا بلفظہ آمین

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

(اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں)

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَهِيْدُ

(اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)

مرد و اولیاء کی شکست

یہ بات ہمارے لئے بڑی افسوسناک ہے کہ ہمارے ملک میں بعض لوگوں نے اللہ کے نیک بندوں کی عزت اور محبت کے دلوں میں پیدا ہونے کی بجائے ان کی بے عزتی کی ہے۔ ان کی قبروں کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی قبروں کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی قبروں کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔

(باقی صفحہ پر ہے۔ ادارہ)

مسئلہ استفیدان کا حکم

(باقی صفحہ پر ہے۔ ادارہ)

تھا۔ یہ اسی کا حصہ ہے۔ اور یہاں بھی خاص خاص احکام بتانے سے اس سورۃ میں آگے بڑھنا ہے۔

حضرت اسماءؓ کی ناگواری پر آیت کا نزول:

امام بغوی رحمہ اللہ نے مقاتل بن حیان کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت مرثد کا ایک غلام تھا جو کہ حضرت اسماء کے پاس اپنے وقت میں (بلا اجازت) آ جاتا تھا۔ اس وقت غلام نوآموز تھا حضرت اسماء کو ناگوار گزرتا تھا۔ حضرت اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! غلام اور خادم اپنے وقت (بے وقت) ہمارے پاس آ جاتے ہیں کیا اس وقت ان کا آنا ہمارے لئے ناگوار ہے۔ اس پر آیت نازل ہوئی (تفسیر مظہری)

وَلْيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

اور جو کہ نہیں پہنچے ہیں تم میں سے مثل کی سن کے تین بار تم کو

مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ

نماز سے پہلے اور جب کہ اتارتے ہو اپنے کپڑے دوپہر کے

وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ

اور نماز عشاء کے پیچھے یہ تین وقت ہیں چھپنے کے تمہارے

غلاموں اور نابالغوں کے گھر میں آنے کا ادب:

ان تین اوقات میں عموماً گھر پر آدمی کم ہوتے ہیں اور بے تکلفی کے ساتھ کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں اور بیوی کے ساتھ خلوت بھی بیشتر ان ہی اوقات میں ہوتی ہے بھی تھوڑے تکلیف دہ وقت کے عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہر شخص کو چاہئے کہ یہ تین وقت ہوں ان کے علاوہ ہوں ان میں غلام اور نابالغ لڑکوں اور لونڈی غلام کو بھی اجازت لے کر آنا چاہئے۔ باقی اوقات میں ان کو اجازت کی طرح اجازت طلب کرنے کی حاجت نہیں۔ (تفسیر کبیر) (تفسیر ابن کثیر)

یہ امر اور وقت میں بھی عمومی طور پر ان کی پابندی ضروری ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

شان نزول: ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری غلام کو دوپہر کے وقت حضرت عمر کو بلانے کے لئے بھیجا۔ غلام حضرت عمر کے پاس (گھر کے اندر) پہنچا اس حالت میں کہ حضرت عمر کو اس حالت میں دیکھنا ناگوار گزرا۔ اس پر آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ نازل ہوئی۔

جو لڑکے بلوغ کے قریب ہوں ان کو بھی بلوغ کے قریب والوں (مراہق) کی طرح (ان تین وقتوں میں) اجازت لے کر آنے کا حکم ہے۔ (تفسیر مظہری)

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اور جب کہ پہنچیں لڑکے تم میں سے مثل کی سن کے تو چاہئے کہ اجازت لیں جیسا کہ اجازت لیتے رہے ہیں وہ لوگ جو

لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ

نہیں تم پر اور نہ ان پر کچھ گناہ ان وقتوں کے بعد

طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ

پھرنا تم کو ایک دوسرے کے پاس

یعنی اوقات مذکورہ میں اجازت لینا ضروری ہے باقی ان اوقات میں جو کہ ایک دوسرے کے پاس بے روک ٹوک آتے جاتے ہیں ان میں نابالغ لڑکوں یا مملوک غلام کو ہر مرتبہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے بہت سی دقت ہوگی اور کام کاج میں حرج ہے جو شرعی حکمت کے خلاف ہے۔ (تفسیر جلالین)

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

یوں کھولتا ہے اللہ تمہارے آگے باتیں اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

حَكِيمٌ ۝ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ

حکمت والا ہے اور جب پہنچیں لڑکے تم میں سے عقل کی سن کے

فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

تو چاہئے کہ اجازت لیں جیسا کہ اجازت لیتے رہے ہیں وہ لوگ اگلے

نابالغ لڑکا جب تک نابالغ ہے تین وقتوں کے علاوہ اجازت لے کر آسکتا ہے۔ جس وقت حد بلوغ کو پہنچا پھر کسی وقت کسی بھی اجازت لینے کا حکم ہے جیسا کہ جو اس سے پہلے بالغ ہو چکے ہیں ان کا حکم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

[illegible] کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ اس سے مراد ہر قسم کی زینت ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ عورتوں کو پردہ کا حکم دیا جائے۔ اس حدیث کی سند میں کلام ہے لیکن اس کے مضمون کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ عورتیں اپنی زینت کا اظہار نہ کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنی زینت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے ان کا پردہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ عورت ستر ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔ اس سے بھی پردہ کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ (ابن کثیر)

[illegible] کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد عطاء سے پوچھا گیا کہ کیا عورت اپنے چہرہ کو ڈھانپ سکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے چہرہ کا پردہ ضروری نہیں ہے۔ (ابن کثیر)

[illegible] کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ اس سے مراد سرمہ، انگوٹھی اور مہندی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد عکرمہ سے پوچھا گیا کہ عورت کس حد تک اپنی زینت ظاہر کر سکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ چہرہ کا سرمہ، انگوٹھی اور مہندی تک۔ (ابن کثیر)

[illegible] کی تفسیر میں حضرت ابن مسعودؓ سے یہ منقول ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کے شاگرد ابراہیم نخعی سے پوچھا گیا کہ عورت کس حد تک اپنی زینت ظاہر کر سکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کپڑوں

اور ان سب کو ساتھ لے کر چلے گئے۔ وہ لوگ آپ کو پہچان نہ سکے۔ وہ لوگ آپ کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے تھے۔ آپ ان میں گھومتے رہے اور ان کے حالات دیکھتے رہے۔ پھر آپ کو ایک ایسا شخص ملا جس کو آپ پہچانتے تھے۔ اس نے آپ کو پہچان لیا۔ وہ آپ کے پاس آیا اور آپ سے لپٹ گیا۔ آپ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ سمجھے کہ یہ آپ کا کوئی رشتہ دار ہے۔ آپ اس سے لپٹ گئے۔ پھر آپ نے اس سے کہا: میرے ساتھ آؤ۔ وہ آپ کے ساتھ چلا گیا۔ آپ نے اس سے کہا: تم نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے دیکھا کہ وہ لوگ آپ کو پہچان نہ سکے۔ آپ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ وہ لوگ مجھے پہچان نہ سکے۔

اولاد کا گھر اپنے گھر ہوتا ہے

اپنے گھر سے مراد وہ گھر ہے جس میں بیوی بچے ہوں۔ اس میں اور اپنے گھر میں شامل ہیں۔ اپنی اولاد کا گھر اپنا ہی گھر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔ اپنی اولاد کے گھر میں رہنا اپنے گھر میں رہنا ہے۔

پاکیزہ ترین مال: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاکیزہ ترین مال وہ ہے جو آدمی اپنی کمائی سے کھائے اور آدمی کی اولاد بھی اسی کی کمائی سے ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ بچوں کا اور اپنی اولاد کا مال

کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت

أَوْ صَدِيقِكُمْ ۚ پر یہ اعتراض نہیں ہے۔

وہ گھر جن سے بلا اجازت کھانا جائز ہے

بلوی نے کہا: جن گھروں کا تذکرہ اس آیت میں ہے، ان گھروں سے مراد یہ ہے کہ ان گھروں میں داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اس لئے ان گھروں سے کھانا بھی جائز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جن گھروں کا بالخصوص ذکر کیا گیا ہے (یعنی اپنے گھر، باپ کے گھر، ماں کے گھر وغیرہ) ان گھروں میں جانا اور وہاں کی چیزوں کے بغیر پوچھے کھا جانا جائز ہے۔ کیا سمجھے ہو تم بلوی صاحب! تم نے قرآن کریم کا ارتھا تو کیا، ارتھ تک نہیں سمجھا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شروع اسلام میں جب خانہ جنگی کا زمانہ تھا اور لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں جاتے ہوئے ڈرتے تھے، تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ یہ خیال بھی اتنی ہی غلط ہے جتنی اس کی وجہ سے آیت کی غلط تفسیر ہے۔ اس وقت بھی اور اب بھی اور قیامت تک اس کی یہی تفسیر ہوگی۔ معلوم ہوا کہ یہ بھی جہالت ہے کہ آیت میں جن گھروں کا ذکر ہے، ان گھروں سے کھانا بھی بالعموم جائز ہے۔ (اور کوئی شخ کھانے پینے کا کوئی برتن یا ظرف نہیں ہوتا، ان لوگوں کا آیت میں ذکر نہیں، صرف سات گھروں کا ذکر ہے۔ ان کے ظرف کا ذکر نہیں ہے) کیا ہی اچھا ہو کہ ہم کہنے پینے کی بالکل انوکھی اور غیر روایتی سوچ کو چھوڑ کر اس بارے میں ہمیشہ سے جاری چلی آرہی عام روش کو اختیار کریں۔ جو خیالات بھی جائز ہیں، ان پر عمل کرنے والے کی نیت صحیح ہو تو اس کا کھانا بھی عبادت بن جاتا ہے۔ اور بلا نیت کھانے والے کی نیت صحیح نہ ہو تو اس کا کھانا بھی عبادت نہیں بن پاتا۔

مسئلہ: یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ عام طور پر قرابتی محرم رشتہ داروں میں چوک یا نکلی اور (کھانے پینے سے) ان کا دل خاطر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ محرم قرابت اور ان کے مکانوں کے اندر بے تکلفی ہوتی ہے اور اس قرابت اور رشتہ داری کی وجہ سے ان کا مال کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ سمجھ کر کھانے والے کے لئے یہ حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ حرام مال کھانے کا بہانہ نہیں بن سکتا۔ اور نہ ہی اس کی وجہ سے کھانا جائز ہوگا۔ کیونکہ اصل صورت میں ہی حرام تھا اور اجازتی صورت میں حرام تھا (حرام یعنی محظور یعنی اصل صورت میں مال والوں کی رضا نہیں تھا اور جو کھانے والے نے لئے تھا وہ مقام مقام کھا جانا ہے۔ اور اجازتی صورت میں اس پورے کے لئے نیز کھانا حرام ہی ہے۔ اور کھانا جائز ہے)

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا

تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ

فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً

پھر جب تم گھروں میں جایا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو

مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ

اللہ کی طرف سے مقرر کی ہوئی دعا جو بڑی برکت والی (اور) پاکیزہ ہے۔ اللہ

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ

تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین

یعنی اپنے اپنے عقیدوں میں کھانے کی چیز کو برداشت یا ہضم ضروری نہیں۔ نہ کھانے والا الجھ کر نے کھانے والے کو ہلاک کرے۔ قرآن نے کہا کہ اگر اس کے ذائقہ کا ذوق کسی کی مرضی حاصل کرنا ہے تو رکھا یہ الجھن اس کی فکر اور اس میں نہ رکھے کہ کس نے کھایا کس سے زیادہ۔ سب سے نازل کرایا۔ اور اگر ایک شخص کی مرضی نہ ہو تو پھر کسی کی چیز کھانی ہرگز درست نہیں اور عقیدہ فرمایا سلام کا آپس کی ملاقات میں کیونکہ اس سے بہتر دعا نہیں۔ جو لوگ اس کو چھوڑ کر اور اذان کرتے ہیں اللہ کی تجویز سے ان کی چیز نہیں ہو سکتی۔

(تیسری) آیت سے تبلیغ کھانے کا جواز بھی ملا۔ بعض حضرات دعوتوں میں جب تک کوئی مہمان نہ ہو کھانا نہیں کھاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ ظلم ہے۔ بہتر اکیلے کھانے سے دوں دو کا بیٹھ کر کھانا ہی فوقیت رکھتا ہے۔ (تفسیر حقانی)

شانِ نزول: بغوی نے لکھا ہے اس آیت کا نازل کرنا ابو جہل بن ہشام کے متعلق ہوا اس لئے کہ ایک شخص تمیم بھی مہمان کے لئے کھانا تیار کیا تھا۔ مہمان ساتھ کھانے کے لئے جانا تو گھر والوں کو ہدایت کر رہا تھا کہ میرا انتظار نہ کیا جائے کہ میں آ کر پہلے کھانا شروع کروں اور کھانا سامنے رکھ دیا تھا۔ اس شخص نے نہیں کھایا۔ وہ کھانے کے لئے بیٹھا تو ابو جہل نے کہا کہ تم بھوکے رہو گے۔ (اس لئے کہ اس نے کھانا نہیں کھایا) جب کوئی مہمان رات کو شراب پینے کے لئے آتا تو وہ آنے نہ دیتا۔ دن بھر مہمان کے انتظار میں بیٹھا رہتا۔ اگر مہمان کے آنے سے پہلے کھانا کھا لیتا تو کہتا کہ تم بھوکے رہو گے۔ یہ بیان تو دشمن کے دل میں جگہ کرنے کا ہے۔ (تفسیر حقانی)

ایک ساتھ کھانے سے برکت ہوتی ہے

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا یا رسول اللہ ہم کھانے تو پیتے ہیں لیکن آسودگی حاصل نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تم کھا کے الگ الگ ہو گے جمع ہو کر ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ تو تمہیں برکت دی جائے گی

غلام اپنے آقا کے گھر سے کھا سکتا ہے:

امام ابوحنیفہ کا اور امام احمد کے مذہب کا مشہور مقولہ ہے جس کی تکمیل حسب ذیل حکمت میں ہے اس سے عمر غلام اور اور نوکر چاکر ہیں کہ وہ اپنے آقا کے مال سے جب ضرورت ہو کچھ کھا سکتے ہیں۔ (تفسیر حقانی)

سلام کا طریقہ: نحیۃ بفتح راء تحیۃ کے معنی ہی سلام کرنا ہیں۔ اس نے لفظ تحیہ۔ سلموا کا مصدر مختلف ہے۔

نجاشی سے بھیجیں تھیں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے آج کیا (قرآن کریم) صورت میں پڑھا تو اس نے کہا کہ میں نے اپنی اسباق سے اچھا نہیں پڑھا تھا۔ (اور میں بھول گئی) کے بعد فرمایا کہ جبرائیل کی مشابہت جو مجھ میں ہوئی ہے اس کو سلام کرو۔ اور سنو وہ تم کو جواب دیتا ہے۔ وہ جواب دیں گے تو میں تمہارا جواب دیتا ہوں۔ (مسلم) ہوگا آدمی نے جا کر اسلام علیکم پڑھنے کے لئے سلام علیک پڑھنا چاہئے۔

حضرت ابو امامہ کی مرفوع روایت ہے کہ سب سے زیادہ بخل سے قریب رکھنے والا وہ شخص ہے جو سلام کی ابتداء نہ کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی مرفوع روایت ہے تو شخص کسی جلسہ میں پہنچے تو سلام کرے، پھر اس کا دل بیٹھنے کو چاہے تو بیٹھ جائے۔ پھر (واپسی کے وقت) جب اٹھے تو سلام کرے۔ پہلا سلام دوسرے سلام سے زیادہ حق (ثواب) نہیں ہے۔ (مؤطا امام مالک، ادب المفرد، ابوداؤد)

حضرت ابن عباس "وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ" سے مراد ہے کہ کوئی نوافل ہے۔

حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میرے پاس آئیں۔ سلام کرو اور جس گھر والوں سے تمہارا کبھی ہو کہ جب اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔ اس سے زیادہ برکت کی خیر بڑھے گی اور چاشت کی نماز پڑھا کرو۔ یہ صلوٰۃ الاوابین (اللہ کی طرف لوٹنے والوں کی نماز) ہے۔ اگرچہ لیٹھی مائی شعب الایمان والکبیر اور ابن یوسف الجرجانی تاریخ جرجان اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اسلام (میں) کون سا عمل (سب سے اچھا) ہے فرمایا یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور (ہر شخص کو) سلام کرو۔ خواہ اس کو جانو۔ خواہ نہ جانو۔ (بخاری و مسلم)

ابوداؤد نے کہا اگر تم اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو۔ ترمذی نے سلام کے زیادہ مستحق تین اور اس طرح فرمائے ہیں داخل ہو جبکہ کوئی نہ ہو تب (بھی سلام کرو) (یہ تینوں جملے علیہ و علیٰ عباد اللہ الصالحین) سلام سے بیان کیا گیا ہے۔ (ابن ماجہ سلام کا جواب دیتے ہیں۔

ثعلبی نے شعب الایمان میں ابن عباس کی مرفوع روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم باہر جاؤ تو اپنے گھر والوں کو سلام کے ساتھ رخصت کرو۔

ترمذی نے حضرت انس کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا۔ بیٹے جب تو گھر والوں کے پاس (گھر کے اندر) داخل ہو تو ان کو سلام کیا کرتے سے اور تیرے گھر والوں کے لئے برکت ہوگی۔ (مسند بزار)

خالی گھر پر سلام کا طریقہ:

حضرت ابن عباس نے فرمایا، اگر گھر کے صحن کی نہ ہو تو یوں کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَبِّنَا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ السَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ "سلام ہو ہم پر اور ہمارے رب کی طرف سے سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو اور گھر والوں پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔"

اس آیت کی توضیح میں عمرو بن دینار نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو یوں کہو: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔

مسلمان کے حقوق:

حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں اگر کوئی بندہ ان کی رعایت کرے۔ اگر وہ مریض ہو جائے تو اس کے بنانے میں جا حاضر ہو۔ اگر وہ دعوت کرے تو بیدعوت کو قبول کرے۔ ملاقات ہو تو سلام کرے۔ اس کو چھینک آئے تو یرحمک اللہ کہے جب وہ مر جائے تو جنازہ میں جائے، ہو سکے تو اس کی قبر خود بنائے کرے۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد کی اسی طرح کی حدیث نقل کی ہے۔

محبت کا ثمرہ:

حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم جب تک مؤمن نہ ہو گے جنت میں نہ جاؤ گے اور جب تک آپس میں محبت نہ کرو گے مومن نہ ہو گے، کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں کہ اگر تم اس کو کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ سلام (کے رواج) کو پھیلاؤ۔ (رواہ مسلم۔)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے ہیں اللہ پر اور اس کے رسول پر
وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا
اور جب ہوتے ہیں اس کے ساتھ کسی جمع ہونے کے کام پر تو نہیں جاتے
حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ
جب تک آپ سے اجازت نہ لے لیں جو لوگ تجھ سے اجازت لیتے ہیں
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وہ ہی ہیں جو مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو

اور پچھلی آیتوں میں آنے کے وقت استیذان (اجازت طلب کرنے) کا ذکر تھا۔ یہاں جانے کے وقت استیذان کی ضرورت بتلائی ہے یعنی پورے ایمان والے وہ ہیں جو رسول کے کاموں پر حاضر ہوتے ہیں اور جب کسی اجتماعی کام میں شریک ہوں مثلاً جمعہ، عیدین، جہاد اور مجلس مشاورت وغیرہ میں تو بدون اجازت کے الگ نہیں جاتے۔ یہی لوگ ہیں جو کامل اور صحیح معنی میں اللہ اور رسول کو ماننے والے ہیں۔ (تفسیر حقانی)

شان نزول: ابوداؤد میں بسند صحیح نے عمرو اور ابن اسحاق نے عمرو اور محمد بن کعب قرظی کے حوالہ سے بیان کیا ہے جنگ احزاب کے سال (جب قریش اور غطفان کے قبائل وغیرہ مدینہ پر چڑھ آئے تھے) قریش نے مدینہ میں چودہ راتوں کے بعد ۱۵ ویں کے مقام پر پڑاؤ کیا جس کا نگاہ ابوسفیان تھا اور غطفان (کے قبائل) نے آ کر احد کے ایک طرف نشیب میں قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع مل چکی تھی آپ نے مدینہ کے گرد خندق کھدوائی تھی خود بھی حضور خندق کھودنے میں مصروف عمل تھے اور مسلمان بھی کام میں لگے ہوئے تھے، لیکن منافقوں میں سے کچھ لوگ سستی کر رہے تھے چھپ چھپ کر کام میں شریک تھے اور موقع پاتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و اجازت کے بغیر گھروں کو پہنچنے سے سرک جاتے تھے پھر کسی مسلمان کو کوئی حاجت پیش ہو جاتی جس سے وہ مجبور ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کر جاتا اور اجازت لے کر جاتا۔ اجازت دینے پر ضرورت پوری کر کے واپس نہ جاتا تو اس پر یہ آیت (یا آئندہ آیت) نازل ہوئیں۔ (تفسیر مظہری)

فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ
پھر جب اجازت مانگیں تجھ سے بعض کسی کام کے لئے تو اجازت دے تو جس کو
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ
اور بخشش مانگ ان کے واسطے اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسے چاہیں اجازت دیں:

یعنی خود فکر کے بعد جس کو مناسب سمجھیں اجازت دے دیں۔ اور چونکہ اس اجازت پر عمل کرنا بھی فی الجملہ حیثیت نبوی سے تھا۔ من و عن اور صورۃً تقدیم اہم بالہام الدین کا شائبہ پائے جانے کی وجہ سے ہی ہے کہ ان مخلصین کے حق میں استغفار کریں تا آپ کے استغفار کی برکت سے اس تقص کا تدارک ہو سکے۔ (تفسیر قاسمی)

بعض جمعیت یعنی ہر طالب کو زمانہ کو اجازت دے دیا رسول پر لازم نہیں اور نہ اجازت طلب کرنے کا کہہ دینا کہ جو اجازت کی درخواست تو ہر ایک کر سکتا تھا۔ بعض جمعیت کی نوبت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض احکام امت کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر موقوف ہیں ہوا اسی طرح خلیفہ وقت (کے خیار ذی اختیار) کو ان میں دخل ہے۔ (تفسیر عثمانی)

اجتماعی کاموں سے رخصت کا طریقہ:

مجاہد نے کہا جمعہ کے دن (خطبہ کے وقت) امام کی طرف سے ہاتھ سے اشارہ کر دینا اذن ہے قابل علم کہتے ہیں مسلمانوں کے ہر اجتماعی کام کا یہی

علم ہے۔ اب اس کے ساتھ کسی خیال کام کے لئے آواز دینا یا اپنے ادارے کے ساتھ کسی کو بلانے کا حکم دینا جائز نہیں ہے۔ جب کوئی جواب کے لئے اجازت مانگے تو اس کو چاہیے جانے دے۔ اجازت طلب کرنے اور اجازت دینے کی تعلیم اس وقت دی گئی تھی جب گھروں میں بے روک ٹوک آنا جانا تھا اور اس اختلاط کی وجہ سے اجازت طلب کرنے کی ضرورت تھی۔ اب تو ہر شخص اپنے مکان میں بھی اجازت لے کر یا کوئی خاص طریقہ اختیار کر کے داخل ہوتا ہے۔ اپنے علاقہ میں اجازت طلب کرنا ضروری نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

(۱۱) اور جب تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جانا تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے اور جب وہاں سے آواز ہو تو تم بھی سلام کر لیا کرو۔ اور آواز کا سلام بھی جواب سلام سے کم نہ ہونا چاہیے۔ یہ ہدایت تو شروع میں تھی اب اجازت طلب کرنے کے وقت فرمایا۔

مقاتل بن حیان کہتے ہیں: جو شخص اپنے بھائی کے پاس جائے اور اس کے گھر میں داخل ہونا چاہے تو اجازت طلب کرے اور جب وہاں سے آواز ہو تو تم بھی سلام کرو۔ اس کے بعد کوئی شخص بغیر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے نہیں جا سکتا خواہ کسی کو کوئی ضروری کام ہو یا نہ ہو تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دینے میں بے کہ خلیفہ کی حالت میں بھی ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب فرمانے پر حاضر ہونا فرض ہو جاتا ہے

یعنی حضرت کے بلانے پر حاضر ہونا فرض ہو جاتا ہے۔ آپ دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں کہ جو بے ادب چاہے پاس بٹھا لے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانے کی جو حد مقرر کر دی ہو آپ اس سے آگے نہ بڑھنا چاہئے۔ آپ کی مجلس عام مجلسوں کا سا نہیں ہوتی۔ یہاں کی ہر بات میں ادب کا پہلو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ عام مجلسوں کی طرح "یا محمد" کہہ کر آواز دینا ہرگز درست نہیں بلکہ یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ جیسے منصفانہ القاب سے پکارنا چاہیے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: "حضرت کے بلانے سے فرض ہو جاتا حاضر ہونا جس کا حکم فرمائیں۔ پھر یہی قدر کہ دروازے سے اجازت لے کر جائیں۔ اب بھی جب مسئلہ قرآن کے دو اوراق کے ساتھ یہ برتاؤ ہونا چاہیے تو حدیث

بیماتیوں کی اصلاح:

اور یہ حکم نے نادان لوگوں کی اس عادت کی اصلاح فرمائی ہے کہ (پرانی اجڑی ہوئی) بستیوں میں جانے سے تو ان کا دل نہیں گھبراتا لیکن جب کسی آباد گھر میں جانے کا حکم ہوتا ہے تو ان کا دل گھبراتا ہے اور اس کو اپنے اوپر بوجھ سمجھتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ڈرتے رہو!

بخاری نے بھی یہ حدیث ان جوان کے آنے کا ذکر کرنے کے بعد بیان کی ہے (تم اللہ کے رسول کو دیکھ نہ سکو) تم ان کی بددعا سے ڈرتے رہنا چاہیے (ان کی بددعا سے ڈرنا چاہیے خاص) بدعتیوں کی بددعا سے ڈرنا چاہیے۔

بیہودگیوں کی سزا تاخیاں:

بخاری نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آیا اور کہا کہ فلاں (شخص) مر گیا (تم کو) موت آ جائے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو (اور تم پر بھی) حضرت عمر نے فرمایا السام علیکم و لعنۃ اللہ و غضب علیکم (تم کو موت آئے تم پر اللہ کی لعنت ہو اور غضب ہو تم پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر! ٹھہر جاؤ (ایسا نہ کہو) کہ تم کو موت کا ڈر اور ہیبت ہے۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا وہ آپ کے مخلص نہ تھے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں (مخلص تھے) حضرت عمر نے عرض کیا کہ پھر ان کو کیا ہوا (کہ آپ نے ان کو ایسا فرمایا) آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے بارے میں فضول سوچ بچار کرتے تھے۔ (یعنی ایسی باتوں کے بارے میں قیاس نہ کرتے تھے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے خصوصی اور عام معاشرت کے بعض آداب واحکام

آیات مذکورہ میں دو حکم دیئے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کسی (دینی) بات کے لئے جمع کریں تو متفرق طور پر نہ چلے جائیں بلکہ سب جمع ہو جائیں اور پھر آپ کی مجلس سے بغیر آپ کی اجازت کے نہ

پر کہیں۔ کوئی شرعی دشواری پیش آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ہدایت حاصل کریں اس پر عمل کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت ہے کہ ان کی خاص توجہ اور ضرورت ہو تو اجازت دے دیا کریں۔ نبی محترم کی اجازت کی بھی ضرورت ہے اور اس خلاف ایمان نے خلاف جماعتی سے بچنے کے لئے حاصل تو ہوتے ہیں مگر کچھ کمی کی آڑ لے کر پیچھے سے کھسک جاتے ہیں۔ (مصداق سفلی العلم)

مفسدہ اس حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی جب وہ روشن ہوئی تو پتنگوں اور کیڑوں کا اجتماع ہو گیا اور وہ حضرات اس میں گرنے لگے اب یہ شخص ان پتنگوں کو آگ میں گرنے سے روک رہا ہے لیکن وہ اس کی خوشی سے نہیں مانتے اور گر جاتے ہیں اسی طرح میں تمہیں دوزخ سے روک رہا ہوں لیکن تم ہو کہ میری اور تمہاری مثال یہ ہے کہ تم آگ میں گرنا چاہتے ہو اور میں تمہاری کمریں پکڑ پکڑ کر تمہیں آگ سے روک رہا ہوں لیکن تم ہو کہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر آگ میں گرے جا رہے ہو۔ (یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے مترجم)

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا

اللہ جانتا ہے ان کو جو تم میں سے چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔

منافقین کی گستاخیاں: یہ منافقین تھے جن کو محفل رسول میں بیٹھنا اور بیٹھ کر نصیحت سننا شاق گزرتا تھا۔ وہ آنکھ بچا کر اور آنکھ چرا کر محفل سے باہر جانے کی جرأت نہ کر سکتے تھے بھی ان کی آڑ میں ہو کر ساتھ ساتھ چل دیتے اس کو فرمایا کہ تم پیغمبر کے ساتھ ایسا چھپ کر جانا اللہ تعالیٰ کی نظر سے اوجھل نہیں ہے۔ (تفسیر عثمانی)

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ

جو لوگ مخالفت کرتے ہیں حکم کی اس سے کہ پہنچے ان کو

فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

کوئی آفت یا پہنچے ان کو عذاب

نافرمانوں کو عذاب سے ڈرنا چاہئے: یعنی اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان کے دلوں میں کفر و نفاق وغیرہ کا فتنہ پیدا ہونے کے بعد ترقی کر جائے۔ اور اس طرح وہ اپنی کی گئی سخت آفت یا آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو جائیں۔ (احیاء العلوم)

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ

سنتے ہو اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں اس کو اللہ جانتا ہے

مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا

جس حال پر تم ہو اور جس دن پھیرے جائیں گے اس کی طرف تو بتا دے گا

عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

ان کو جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

اللہ تعالیٰ سے کوئی کام چھپ نہیں سکتا: یعنی مخلوق سے تو تم چھپ کر کوئی کام کر لو گے لیکن خالق حقیقی سے تمہارا کوئی حال پوشیدہ نہیں، وہ ملک جس کی زمین و آسمان میں سے کہیں بھاگ نہیں سکتے ہو۔ وہ جس طرح تمہارے افعال سے باخبر ہے اپنے ہی اس زمین کی کیفیت سے بھی باخبر ہے جب تم مخلوق سے چھپ کر کام کرتے ہو تو مخلوق سے چھپنے کے لئے اس کی طرف کوئی جگہ ہے اور ہر ایک کے ہونے کا زمانہ اور محل معلوم ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے گا۔ اپنے علیم، کل اور بالکل کی سزا کے مجرم کس طرح اپنے کو بچا سکتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ:

جذامی نے حضرت عائشہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو اور ان کو لکھنا نہ سکھاؤ (یعنی ان کو پڑھنا سکھاؤ) ان کو چرخہ کی اور سورت نور کی تعلیم دو۔ اسی سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھلا یہ دونوں نے فرمایا (تفسیر حقانی)

ثم سورة النور بفضل الله ونزفيقه، اللهم نور قلوبنا بالايمان والاحسان ونور قبورنا واعظم لنا نورنا واغفرلنا انك على كل شئ قدير وبالاجابة جدير

الحمد للہ سورۃ النور ختم ہوئی

سورۃ الفرقان

(جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ حق کو پسند کرے گا اور اس پر عمل اس کو آسان ہوگا۔ ابن سیرین)

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ

وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے اتارا فرقان اپنے بندے پر تاکہ ہو وہ سارے جہان والوں کو ڈر سنانے والا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ

بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتارا یہ فیصلہ کی کتاب

حق و باطل کا فیصلہ کرنے والی کتاب:

"فرقان" کا لفظی معنی "کتاب قرآن کریم کو فرمایا ہے کہ یہ حق و باطل کا فیصلہ کرنے والی کتاب ہے اور ہر معاملے کو کھول کر ایک ایک کر کے بیان کرنے والی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب اپنے بندے اور رسول کے اوپر نازل فرمائی جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کی ہدایت کے لئے مکمل اور آخری کتاب بنا کر بھیجا ہے۔ اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

قرآن کی قرأتیں:

امام مالک، امام بخاری، امام مسلم نے حضرت عمر بن خطاب کا بیان نقل کیا ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں میں نے ہشام بن حکیم کو سورۃ فرقان پڑھتے سنا اور ان کی قرأت کو مختلف پایا کہ شام ان کے بیشمار الفاظ پر سورۃ فرقان پڑھ رہے ہیں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھایا تھا کہ میں ان سے الجھ پڑوں مگر نماز کے بعد میں نے ان کی گریبان سے پکڑا اور کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے اس شخص کو سورۃ فرقان پڑھتے سنا ہے اور آپ نے مجھے نہیں پڑھایا تھا۔ میں نے اس کو پکڑ کر آپ کے پاس لانا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور ہشام سے کہا کہ پڑھو۔ ہشام نے پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر مجھ سے فرمایا کہ پڑھو۔ میں نے پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ قرآن سات قرأتوں پر نازل ہوا ہے جس طریقہ سے تمہارا دل چاہے اس طریقہ سے پڑھو۔ (مؤلف غفرلہ)

تبارک کا استعمال صرف اللہ کے لئے:

اس مخصوص صیغہ کے لفظ برکت سے بنایا گیا ہے۔ برکت کا معنی ہے کثرت خیر، ثابت خیر، خیر جاری۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا بلندی کی طرف۔ (ابن کثیر)

برکت کا مطلب:

تبارک، برکت سے مشتق ہے۔ برکت کے معنی خیر کی کثرت کے ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ وہ خیر و برکت اللہ سبحانہ کی طرف سے ہے۔

قرآن کو فرقان کیوں فرمایا:

فرقان، قرآن کریم کا لقب ہے اس واسطے کہ یہ حق و باطل میں تمیز اور فرق کرتا ہے۔ قرآن چونکہ اپنے واضح اشارات کے ذریعہ حق و باطل میں تمیز اور فرق کرتا ہے اور مجموعہ کے ذریعہ اہل حق و باطل میں امتیاز کرتا ہے اس لئے اس کا نام فرقان کیا گیا ہے۔ (اعلاء السنن)

عَلٰى عَبْدِهٖ

اپنے بندے پر

کامل و اکمل بندہ: یعنی اپنے اوصاف کاملہ اور اخلاق فاضلہ کے ساتھ سارے انسانوں میں ممتاز و منفرد ہیں جن کی کمال محبوبیت کی وجہ سے آپ کو "حبیب اللہ" کا لقب عطا فرمایا گیا۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ

تاکہ وہ سارے جہان والوں کو ڈر سنانے والا ہو

قرآن کا پیغام عالمگیر ہے:

یعنی قرآن کریم کا ہر ہر جملہ اور ہر ہر مضمون اس انجام سے آگاہ کرنے والا ہے۔ چونکہ سورت ہذا میں یہ بیان ہوا ہے کہ یہ قرآن حق و باطل میں فرق کرتا ہے اس لئے یہاں صفت "فارق" کو بیان فرمایا۔ "مفسر" کا ذکر نہیں کیا۔ اور عرض ہے کہ ہم نے سنا ہوا ہے کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ میں نے ان طریقوں سے پڑھتے نہیں سنا جس سے صدیق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ہے پھر جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ ہر پہلا پڑھنا خواہ جس طریقے سے پڑھا کرو سنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پر کئی نازلیں کی گئی ہیں پھر مجھ سے فرمایا قریب ہو۔ سب الفاظ میں نے ان طریقے سے سورت بڑھی جس طریقے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھائی تھی فرمایا۔ یہاں طرح نازل ہوئی یہ قرآن سات قرأتوں (لہجوں یا طرق ادا) پر نازل ہوا ہے۔ تم کو جو طریقہ سہل معلوم ہو اس طریقہ سے پڑھو۔ (مؤلف غفرلہ)

تعالیٰ نے اس کا خلاصہ بیان فرمایا۔ یہ آیت اس صورت میں ہے کہ تمہیں کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام جہان والوں کے لئے ہے۔ اور اسلام کے علاوہ کوئی دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔

لفظ عالمین میں تمام مخلوقات داخل ہیں۔ حال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام جہان والوں کے لئے ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ آپ کی رسالت تمام انسانوں کی طرف ہے۔ آپ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کی امت سے جہاد کے لئے قیام ہے۔ (مسند احمد)

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وہ کہ جس کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی
وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ
اور نہیں کیا اس نے کوئی بیٹا اور نہیں کوئی اس کا شریک
فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا
سلطنت میں اور پیدا کیا ہر چیز کو پھر اندازہ رکھا اس کا ٹھیک اندازہ

تخلیق و تدبیر کا اکیلا مالک

کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کے اندازہ میں نہ رکھا گیا ہو۔ اس نے ہر ذی شعور مخلوق کے لئے ضروریات مہیا فرمائی ہیں جن کے لئے یہ اپنی بقاء کی حد تک اپنے دائرہ سے باہر قدم نہیں نکال سکتی۔ ہر ایک مخلوق اپنی اپنی جگہ پر مطمئن ہے۔ کسی کو کسی سے شکایت نہیں ہے۔ ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک ہے۔ اس کی تدبیر اور گرانی کی نظری صورت ہے کہ ہر چیز کی بقاء کی ضرورت کے لئے جو کچھ درکار ہے وہ اس کو عطا فرما دیا ہے۔ کوئی چیز اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتی۔ ہر چیز کا ایک خاص اندازہ ہے جو اس کے لئے مقرر ہے۔ اس کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں ہے۔ ہر چیز اپنی جگہ پر مکمل ہے۔ اس کی تخلیق میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اس کی تدبیر اور گرانی میں کوئی خلل نہیں ہے۔ اس کی تخلیق اور تدبیر کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس کی تخلیق اور تدبیر کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس کی تخلیق اور تدبیر کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس کی تخلیق اور تدبیر کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

حکومت میں کوئی اللہ کا شریک نہیں ہے

وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا اور اس نے (اپنے لئے) کوئی بیٹا نہیں اختیار کیا (جیسا کہ عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ مسیح ابن اللہ یا اللہ کا بیٹا ہے تھا)

وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ اور اس نے ہر چیز پیدا کی۔ یعنی ایک نہ ہونے کے اندر سے ہر چیز کو (اپنی اپنی جگہ) اس نے مالکیت اور ملکیت کے حق میں لایا۔ انتظام انسان کو خاص طور سے مخلوقات میں شامل کر کے پیدا کیا

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا۔ پھر سب کا الگ الگ اندازہ رکھا۔

یعنی اس کو ٹھیک بنایا، خوش اسلوبی اور اعتدال اس میں پیدا کیا، مقصود تھا اس نے اس کو جس چیز میں تخلیقی صلاحیت پیدا کر دی۔ جیسے انسان میں فہم اور ادراک

وہ ایک قدیم زمانہ کی بات ہے اور اس کے بعد ان کے اپنے ہی ہاتھوں اس کا مٹ جانا بھی ایک معلوم و معروف واقعہ ہے۔ اس لیے ان کے متعلق فرمایا گیا کہ ہم نے ان کی جو خبر دی ہے وہ ٹھیک ٹھیک حقیقت پر مبنی ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ

(ہم تمہارے سامنے ان کا قصہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں)

إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى

(وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی دی تھی)

وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا

(اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے تھے جب وہ اٹھے تھے اور انہوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہمارا رب تو بس آسمان و زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو نہ پکاریں گے، اگر ہم ایسا کریں تو بالکل بے جا بات کریں گے)

فہم و حکمت کی انتہا

یہ تھی اس قدر مختصر اور قطعی طور پر واقعہ کی تلخیص جو قرآن میں نقل ہوا ہے۔ اس کے بعد اس کی تفصیلات کی طرف جانا قرآن کے مقصد سے بالکل غیر متعلق تھا۔ اس لیے اس کو چھیڑنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ مگر بعد کے لوگوں کو اس سے کہاں صبر ہو سکتا تھا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کی تفصیلات بنانی شروع کر دیں۔ ان تفصیلات کے بیان میں بھی ہر ایک نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کیا۔ کسی نے اس کے اصحاب کی تعداد پر زور دیا۔ کسی نے ان کے نام اور ان کے کتے کے نام بتانے پر اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیں۔ کسی نے ان کے غار کی سمت اور اس کے محل وقوع کی تحقیق کو اپنا مقصد بنا لیا۔ کسی نے ان کے سونے کی مدت کا حساب لگانے میں اپنی ساری ذہانت خرچ کر ڈالی۔ کسی نے ان کے سونے کی کیفیت بیان کرنے میں اپنی ساری قوت بیان صرف کر دی۔ کسی نے ان کے کتے کی نسل اور رنگ کی تحقیق کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ کسی نے ان کے غار کے دروازے کی سمت کا پتہ لگانے میں اپنی ساری عقل لڑا دی۔ کسی نے ان کے غار کے اندر کی کیفیت بیان کرنے میں اپنی ساری فصاحت و بلاغت ختم کر دی۔ کسی نے ان کے غار کے اندر کی روشنی کا سبب بیان کرنے میں اپنی ساری سائنس بگھار دی۔ کسی نے ان کے غار کے اندر کی ہوا کا مسئلہ حل کرنے میں اپنی ساری طبی معلومات صرف کر دیں۔ کسی نے ان کے غار کے اندر کی آواز کا راز معلوم کرنے میں اپنی ساری ذہانت خرچ کر ڈالی۔ کسی نے ان کے غار کے اندر کی زمین کی ساخت پر اپنی ساری جغرافیہ دانی کا زور لگا دیا۔ کسی نے ان کے غار کے اندر کی چٹانوں کی ساخت پر اپنی ساری ارضیات

قرآن کی صداقت کو سمجھنا سب سے بڑا علم ہے:

مشرکین نے یہ بات بطور طعنہ کہی تھی کہ ہمارے پاس کافی علم اور کتاب موجود ہے اس کی حقانیت و صداقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کتاب و علم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ ہدایت حاصل کی جائے یہ مقصد جب حاصل ہو گیا تو کتاب و علم کا مقصد پورا ہو گیا اب اس کتاب کو پڑھنا اور اس کی تلاوت کرنا ایک فضول عمل ہے جس کے ذریعہ کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی ڈاکٹر کے پاس جائے اور وہ اس کو دوا دے دے اور وہ دوا کھا کر وہ تندرست ہو جائے اب اس کا یہ کہنا کہ ڈاکٹر نے دوا دی ہے اور میں اس کو کھا رہا ہوں یہ بات بے معنی ہے اس کا مقصد تو اس دوا کے ذریعہ حاصل ہو گیا اب اس کا دوا کھانا بے معنی ہے۔ اسی طرح قرآن کا علم ہدایت حاصل کرنے کے لئے ہے جب ہدایت حاصل ہو گئی تو اب قرآن کا پڑھنا بے معنی ہے۔ اسی کو قرآن میں دوسری جگہ اس طرح فرمایا گیا ہے:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا

اور کہتے ہیں یہ پہلوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھوا رکھی ہیں

فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

سو وہی اس پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں (یعنی آپ کے پاس کوئی علم نہیں ہے)

کافروں کی عجیب منطق:

نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کتاب سے جو تعلیمات سنائیں ان کو سن کر کافروں نے کہا کہ یہ تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں ہم بھی ایسی باتیں کر سکتے ہیں۔ ان کے اس اعتراض کا جواب بھیجا گیا کہ اگر واقعی تم کو ایسا کلام بنانا آتا ہے تو پھر تم اس میں فرق کیوں کرتے ہو تم کو چاہئے کہ تم بھی ایسا کلام بنا کر لے آؤ اور اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کو غلط ثابت کر دو۔ آپ کھانا کھاتے ہیں تو تم بھی ویسا ہی کھانا کھاؤ۔ آپ بازار میں چلتے ہیں تو تم بھی بازار میں چلو۔ آپ کی بیوی ہے تو تم بھی بیوی رکھو۔ آپ کے بچے ہیں تو تم بھی بچے پیدا کرو۔ آپ کی طرح تم بھی کھاؤ پیو اور بازار میں چلو پھرو۔ اس طرح تم کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی باتوں میں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ مگر کافروں کی یہ منطق بالکل بے بنیاد تھی۔ اس لئے کسی نے بھی اس کو قبول نہیں کیا۔ کافروں کی یہ منطق ایسی ہی تھی جیسے کوئی شخص کسی ڈاکٹر کے پاس جائے اور ڈاکٹر اس کو دوا دے دے اور وہ دوا کھا کر وہ تندرست ہو جائے اب اس کا یہ کہنا کہ ڈاکٹر نے دوا دی ہے اور میں اس کو کھا رہا ہوں یہ بات بے معنی ہے اس کا مقصد تو اس دوا کے ذریعہ حاصل ہو گیا اب اس کا دوا کھانا بے معنی ہے۔ اسی طرح قرآن کا علم ہدایت حاصل کرنے کے لئے ہے جب ہدایت حاصل ہو گئی تو اب قرآن کا پڑھنا بے معنی ہے۔ اسی کو قرآن میں دوسری جگہ اس طرح فرمایا گیا ہے:

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(اے محمد) کہہ دو کہ اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمان اور زمین کے بھید جانتا ہے

قرآن تو عظیم و بیمثل کتاب ہے:

یہ کتاب خدا کی ہے۔ یہ کتاب کسی انسان یا مخلوق کی بنائی ہوئی نہیں۔ یہ کتاب خدا کی اپنی مخلوق کے لئے ہدایت ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان اس کی روشنی میں اپنی زندگی بنائے اور سنوارے۔ اس کتاب میں انسان کی فلاح و کامیابی کے اصول بتائے گئے ہیں۔ اس کتاب میں انسان کی دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام مسائل کا حل بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام مشکلات کا حل بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام خطرات سے بچنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام فتنوں سے بچنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام گناہوں سے بچنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام نیکیوں کو اختیار کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام اچھے کاموں کو کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام برے کاموں سے بچنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام گناہوں سے توبہ کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام نیکیوں کو اختیار کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام اچھے کاموں کو کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام برے کاموں سے بچنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے تمام گناہوں سے توبہ کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا

بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے

اللہ کی بخشش و مہربانی:

اللہ کی بخشش و مہربانی کا یہ حیرت انگیز پہلو قرآن میں بار بار بیان کیا گیا ہے۔ اللہ کی بخشش و مہربانی کی وجہ سے ہی قرآن میں بار بار یہ کہا گیا ہے کہ اللہ سے توبہ کرو۔ اللہ سے مغفرت طلب کرو۔ اللہ سے بخشش مانگو۔ اللہ سے رحم کی درخواست کرو۔ اللہ سے مہربانی کی درخواست کرو۔ اللہ سے بخشش و مہربانی کی درخواست کرو۔ اللہ سے بخشش و مہربانی کی درخواست کرو۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ

اور کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور

وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ

بازاروں میں چلتا پھرتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں کی چہ میگوئیاں:

نبی جب اپنی طرح کھانا کھاتے اور اپنی طرح بازار میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں تو کافر کہتے ہیں کہ اگر یہ نبی ہیں تو ان میں فرق کیا ہے۔ اگر واقعی یہ نبی ہوتے تو چاہئے تھا کہ ان کو کھانے پینے اور بازار میں چلنے پھرنے سے بالاتر ہونا چاہئے تھا۔ (آسمان)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہم کو کیوں نہیں دکھاتے اور ہم کھاتے پیتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں تو آپ کو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے۔ یہ لوگ نبی کو اپنے جیسا دیکھ کر ان کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں

کافروں کا ایک بیہودہ خیال۔

یعنی مرنے کے بعد جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا معبود بنا رہے ہو وہ تمہاری عبادت کرنے اور عذاب بھگتنے کے لئے تمہارے ساتھ نہ جائیں گے بلکہ خود تمہارے ہاتھوں کو نکلنے پڑے گا۔ جیسا کہ کھیتی کی حالت میں دیکھتے ہو کہ کاشتکار کھیت کو بھر رہے ہیں۔ یا اگر قرینے کا معبود ہوں تو اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ تم نے جن کو اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے وہ تمہارے ساتھ نہ جائیں گے بلکہ تم کو اکیلے ہی جانا پڑے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ معبود ان سے بیزار ہو جائیں گے اور ان کی طرف توجہ بھی نہ کریں گے۔ اور اگر بالفرض یہ معبود ان کی طرف توجہ کریں بھی تو ان کی کیا مجال ہے کہ ان کو عذاب سے بچا لیں۔ اور اگر قرینے کا معبود ہونا مراد لیا جائے تو

روں اور انہیں بھی (جنت میں) اپنے ساتھ لے جاؤں تو تم میرے ساتھ تمام زندگی گزارو اور میرے ساتھ تم کو تبلیغی سفر بھی کرنا پڑے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت کے لئے تیار ہوں۔ آپ فرمائیں کہ میں آپ کے ساتھ کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ رہو گے اور میرے ساتھ ہی مرو گے اور میرے ساتھ ہی اٹھو گے (یعنی قیامت کے دن)۔ میں اور کیا چاہتی تھی (یعنی اللہ کا شکر ہے کہ مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی)۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے (یعنی میں آپ کے ساتھ ہوں)۔ (مسند احمد، ج ۲، ص ۱۷۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کھانا تناول فرماتے تھے تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم میں سے کسی کو جب کوئی لقمہ گر جائے تو اس کو چاہئے کہ اس لقمہ کو اٹھا کر کھا لے اور شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ (مسلم، ج ۲، ص ۱۷۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کھانا تناول فرماتے تھے تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم میں سے کسی کو جب کوئی لقمہ گر جائے تو اس کو چاہئے کہ اس لقمہ کو اٹھا کر کھا لے اور شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ (مسلم، ج ۲، ص ۱۷۶)

کافروں کا اصل مقصد شہرت ہے:

مشرکین مکہ کی زبانوں سے ادا کرائے جا رہے ہیں۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہیں مکہ شرافت اور بڑائی کا اصل معیار دولت کا ہونا ہے۔ یہ کہنا کہ اگر دولت اور مال ہی بڑائی کا معیار ہوتا تو اللہ تعالیٰ کسی غریب کو نبی نہ بناتا۔ یہ بات بھی ان کی جہالت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑائی کا معیار تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو متقی ہے وہی بڑا ہے۔ خواہ وہ غریب ہو یا امیر۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑائی کا معیار دولت نہیں ہے۔

شرارت پسندوں کا عذاب:

یعنی ان لوگوں نے جو شرارتیں کی ہیں ان کو وہ ان کے اعمال نامے میں لکھی ہوئی ملیں گی۔ ان کی ان شرارتوں کی وجہ سے ان کو سزا ملے گی۔ اور ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

ان اہل مکہ میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر کہا کہ تم نے جو دعوت دی ہے اس میں تم نے کیا کہا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ اس کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں

وہاں وہ ہمیشہ (یعنی مدت تک) کھڑے رہیں گے۔

ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم کی عرفی جو کیفیت ہے اس کی تصویر اس سے بہتر نہیں کھینچی جا سکتی۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس کی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان کو موت کے بعد ان میں ایسی خرخراہٹ پیدا کر دی جائے گی جسے زندہ لوگ سنیں گے۔

حضرت ابن عمر کی روایت میں آیت کے یہ الفاظ بھی ہیں۔

ابن مردویہ نے بطریق قتادہ بیان کیا کہ حضرت عبداللہ (ابن عمر) فرماتے تھے کافروں پر موت کی ایسی سختی ہو گی جیسے کانٹے دار جھاڑ۔

لوہے کے مندوقوں میں بند ہوں گے

ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت ابن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے کہ جب ان لوگوں کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا تو ان کی روحیں ان کے جسموں سے نکال لی جائیں گی (یعنی ان کو مرنے کے بعد کی زندگی نہ دی جائے گی) تاکہ ان کو لوہے کے صندوقوں میں بند کرنے کے لیے کھینچا جا سکے۔ پھر ان صندوقوں کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ پھر کوئی بھی ہمیشہ کے لیے نہ نکلے گا۔ یہ ہے وہ سخت سزا جو ان کو پیش آنے والی ہے۔

سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد، بیہقی نے ابی خرج کی حدیث نقل کی ہے۔

فَفَتَحَ بَيْنَهُمْ یعنی ان کے درمیان سے پانی بند کھلے ہوئے (یعنی ان سے چھٹکارے ہوئے) تھے نے کہا کہ شیطانوں کے ساتھ باندھے گئے۔ شیطانوں کی بہت میں ہوئے۔ (تفہیم بصری)

یہ لوگ جہنم سے نکلنے کی ایک تدبیر یہ بھی کریں گے کہ اپنے ساتھیوں کو بھی جہنم میں لے جائیں گے۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ ان کو بھی موت آ جائے۔ اس کے بعد ان کو بھی جہنم میں لے جایا جائے گا۔ اس طرح ایک ایک کر کے سب کو موت آ جائے گی

دوسرے کو پورا کرنا۔ بندوں پر لازم ہے۔ پس یہ مذہب اضافی ہے خود اسی کو اختیار کرلیا ہے پہلے ارادے کے ساتھ اس نے وعدہ کیا پھر وعدے کے مطابق ایفاء کو اس نے اپنے اوپر واجب کیا (اس لئے اگر اچھا وعدہ کرلیا ہے تو واجب ہوا اس کے اختیار کے باوجود ہوا) (تفسیر عثمانی)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور جس دن ان کو جمع کرے گا ان کو اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوائے

فَيَقُولُ ءَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰؤُلَاءِ

پھر ان سے کہے گا کیا تم نے بہکایا میرے ان بندوں کو

أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ﴿١٧﴾

وہ آپ بھٹک رہے

میدان حشر میں جھوٹے معبودوں سے سوال:

یعنی جاہلین کو تو کل کر معبودوں سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم نے ان کو شرک کی اور اپنی پرستش کرانے کی ترغیب دی تھی یا یہ خود اپنی حماقت و جہالت اور غلطکاری سے گمراہ ہوئے۔ (تفسیر عثمانی)

وَمَا يَعْبُدُونَ سے مراد ہیں تمام باطل معبود خواہ عقل والے ہوں یا بے عقل سے محروم کیونکہ وہ سب قولی یعنی کے لحاظ سے کہ لفظ ما ان کو شامل ہوتا ہے باطل عقل کو اور بے عقل چیزوں کو جواب کے سوال و جواب کے قرینہ کا لحاظ کرتے ہوئے کیا کہ اس جملہ ملائکہ، جنات، حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر پر نہیں۔ بلکہ صرف ان اور کلبی کے نزدیک یہ صرف عقلاء (بنات) مراد ہیں کیونکہ اہل لغت کا مشہور قول یہ ہے کہ ما کا استعمال بے عقل چیزوں کے لئے ہوتا ہے اس قول کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن انسان بتوں کو خود کرے گا اور بولنے پر قدرت عطا کرے گا جس طرح انسان کے ہاتھ پاؤں اور جلد گناہ کی گواہی دیں گے۔

أَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ "کیا تم نے ان کو گمراہ کیا تھا" یعنی تم نے ان کو اپنی پوجا کی دعوت دی تھی۔

أَوْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ "یا وہ خود معرفت حق کا راستہ گم کئے تھے"۔ انہوں نے خود صحیح غور و فکر نہیں کیا اور باپ دادا پر جو کی نصیحت سے گریز کیا۔ اس سوال کی غرض معبودان باطل کے پرستاروں کو سرزنش اور زجر ہوگی۔ (تفسیر عثمانی)

قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنبَغِي لَنَا أَن نَّتَّخِذَ

وہ بولیں تو پاک ہے ہم نہ تھا ہمارا کہ پکڑ لیں

مِن دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ

کسی کو تیرے سوا رفیق

معبودوں کا عابدوں سے اظہار براءت:

یعنی ہماری کیا مجال تھی کہ تجھ سے بڑھ کر کسی دوسرے کو اپنا رفیق و مددگار سمجھتے۔ پھر جب ہم اپنے نفس کے لئے تیرے سوا کوئی سہارا نہیں رکھتے تھے تو دوسروں کو کیسے حکم دیتے کہ ہمکو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں۔ (تفسیر عثمانی)

نقلی معبودوں کو سوال پر تعجب ہوگا:

تب جنکے بعض بطور تعجب و بے ساختہ کہیں گے کیونکہ معبودین باطل کرملائکہ یا انبیاء ہوں گے تو اس سوال پر ان کا تعجب ظاہری ہے۔ اللہ نے ان کو معصوم بنایا تھا ان سے ایسے جرم کیسے سرزد ہوسکتا تھا اور کرکتا ہے۔ بڑے بڑے اور چھوٹے وغیرہ کو مانا جائے تب بھی وہ تو تعجب کریں گے ان کو اللہ کی طرف سے تحقیق قدرت ہی نہیں دی گئی پھر وہ کیسے گمراہ کرسکتے تھے ان سے یہ سوال تعجب انگیز تھا۔

یا ان کو اس وقت پر تعجب اس بہتان سے ہوگا کہ ہمارے متعلق تو فرمایا گیا کہ ہم اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے وَهُمْ يُسَبِّحُونَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ پھر ہم کس طرح گمراہ کرسکتے ہیں اور کیونکر شرک کی تعلیم دے سکتے ہیں۔

مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا "ہمارے لئے تو یہ بھی جائز نہیں، جتنی اللہ نے ہم کو معصوم بنایا ہے یا قدرت ہی نہیں دی، اس لئے کسی دوسرے کو اللہ کے سوا اپنا کارساز تو درکنار اپنے ہمارے لئے درست بھی نہیں" بعد دوسروں کو بہکانے یا گمراہ کرنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جو معبودیت کا دعویٰ کرتے تھے ان کا جواب:

یہ جواب انبیاء، ملائکہ اور صالحین کی طرف سے ہوگا۔ لیکن جو لوگ خود معبود ہونے کے مدعی بن بیٹھے ہیں خواہ وہ انسان ہوں یا جنات، ان کی طرف سے یہ جواب نہ ہوگا بلکہ وہ اس طرح کے جواب دیں گے

قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴿١٨﴾

تجھی تو ان کو اور ان کے باپ دادا کو یہاں تک کہ بھول گئے یاد اپنے تیری اور وہ تھے لوگ تباہ ہونے والے

حقیقت دل میں ہے جو یہ بات اپنی زبان سے نہیں کہتے ہیں۔ ان کے اعمال ہی سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ رہے ہیں۔ اس لیے ان کے اعمال ہی کو ان کی زبان قرار دے کر فرمایا گیا ہے کہ ان کی زبان سے یہ دعوے سن کر تم دھوکا نہ کھانا۔ ان کی زبان جھوٹی ہے۔ ان کے دل کی گواہی یہ ہے کہ ی

...ہوتے ہیں پادری نے یہ بیان سنے رہے اور صحیح حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ بات بھی میں اختیار سے نہیں کہتا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی (ترمذی ص ۲۰۱ ج ۲)

مسند احمد و ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار میری امت کو اور زیادہ کیجئے فرمایا کہ ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہیں پھر میں اپنے رب کے تین لپ بھروں گا (یعنی بے حساب لوگوں کو جنت میں داخل فرماؤں گا) (ابن کثیر ص ۱۹۲ ج ۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ سے فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے ان کے ساتھ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے اور میرا رب اپنے تین لپ بھروں گا (یعنی بے حساب لوگوں کو جنت میں داخل فرمائے گا) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کے لوگوں کو جنت میں داخل کرو میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار میری امت کے لوگ بہت زیادہ ہیں اور جنت بہت بڑی ہے

ہے اور کہتی ہے ثبورا ہم میں مبتلا ہوتے ہیں تو حجر محجورا کہتے ہیں چنانچہ ہر ملائکہ کو دیکھنے کے بعد یہی الفاظ کہیں گے۔ (تفسیر طبری)

مؤمنین کی روح کا اعزاز:

مجاہد سے مروی ہے کہ فرشتے مؤمن کی روح سے کہتے ہیں وہ پاک روح جو پاک جسم میں تھی تو اللہ تعالیٰ کے رحم اور رحمت کی طرف چل، تجھ سے راضی ہیں، تجھ پر رحمتیں نازل ہیں، تو ان میں سے چار کی نیچ قریب ہوئی۔ سبحانک اللھم وبحمدک لک الحمد علی حلمک بعد علمک سبحانک اللھم وبحمدک لک الحمد علی عفوک بعد قدرتک عبد پاک کی تعریف ہے تو قابل ستائش و تعریف ہے باوجود علم کے بردباری کرنا تیری بڑی خوبی ہے جس پر تو ہی قابل تعریف ہے۔ بیان کرتے ہیں وہ چار کنجی بے ہوئی۔ سبحانک اللھم وبحمدک لک الحمد علی عفوک بعد قدرتک عبد پاک کی تعریف ہے اور اپنی قدرتوں کے باوجود تیری ہی لئے سب تعریف ہے کہ تو باوجود قدرت کے معاف فرما دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا ﴿٢٣﴾

اور پہنچے ہم قصد کئے ہوئے ان کے کام پر سو کر دیا ہم نے اس کو اڑتی خاک

غرور خاک ہو جائے گا:

جن کاموں پر بڑا ناز تھا جو ہم بھی آگے بھیجتے مگر ان کی حیثیت کچھ نہ نکلی۔ ہم نے انہیں نیکیوں کے وہ وسائل جو تجھے کام کے تھے جن پر بڑا غرور تھا نیست و نابود کر دیئے اور اس طرح پر ان کی محنت اکارت کر دی جیسے خاک کے حقیر ذرات ہوا میں اڑھر ادھر اڑا دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اعمال (رح) اخلاص اور ایمان سے بھرے خالی و طریق حق کے بالکل مخالف واقع ہوئے ہیں۔ قال تعالیٰ مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَّا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ (ابراہیم ع ۲) (اور فرمایا تم نے) یہ ہیں جو منکر ہوئے اپنے رب کی آیتوں سے (ابراہیم ع ۲)

یعنی ان کے کارنامے بیکار اور بیکار جس کا آخرت میں کوئی ثواب نہ ہوگا۔ کیونکہ ثواب کی شرط ہے ایمان اور محض اللہ کے لئے عمل کرنا اور یہ دونوں شرطیں کافروں کے اعمال میں مفقود ہیں۔

ہبآء کا معنی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہبآء ان ذروں کو کہتے ہیں جو روشنی میں (یعنی روزن وغیرہ) سے کھڑکی سے سورج کی روشنی پر غبار کی طرح نظر آتے ہیں اگر ہاتھ سے ان کو چھونا چاہو تو نہیں چھو سکتا اور نہ وہ ہاتھ میں نظر آتے ہیں حسن، مجاہد اور ضحاک نے بھی اس کی یہی تشریح کی ہے۔ منثورا کا معنی ہے پراگندہ۔ (تفسیر طبری)

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا ﴿٢٤﴾

جنت کے لوگ اس دن بہتر ہیں ٹھکانے میں اور خوب ہے چلنے پھرنے کی جگہ

اہل جنت کے مزے:

یعنی یہ گروہ تو اس روز اس مصیبت میں گرفتار ہوں گے اور دنیا میں عیش کرتے تھے، جنت میں خوب آرام سے ہوں گے۔ (تفسیر حسینی)

جنت و دوزخ میں داخلہ کا وقت:

بخاری کی روایت میں حضرت ابن مسعود کا بیان ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے۔ قیامت کا دن آدھا ہونے پائے گا۔ اہل جنت جنت میں اور اہل نار دوزخ میں جا کر ٹھہر جائیں گے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا حضرت ابن مسعود کی قرأت میں یہ آیت اس طرح آئی ہے ماشط عمر بن الخطاب اور ابو ہیثم نے اکیلے میں ابی بن کعب کی قرأت نقل کر کے بیان کیا کرتے تھے کہ قیامت کے دن آدھے دن میں لوگوں کا حساب ختم ہو جائے گا پھر جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں قیلولہ کریں گے (دوپہر کو آرام کریں گے) الغوی نے کعب احبار سے حضرت ابن عباس فرماتے تھے اس روز سب شریف لوگ دن میں ہی سو جائیں گے۔ (تفسیر بغوی)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس امت کے جنتی جنت میں ہوں گے اور جہنمی جہنم میں بے وقت کے وہ بھی یہاں (دنیا میں) دوپہر کا وقت ہوتا ہے کہ لوگ اپنے گھروں کو دوپہر کی آرام حاصل کرنے کے لئے لوٹتے ہیں۔ انہیں وہ قیلولہ جنت میں ہوگا۔ مجھلی کی طرح انہیں پانی میں تر کر کے نکالی جائے گی۔ (تفسیر طبری)

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنزِيلًا ﴿٢٥﴾

اور جس دن پھٹ جائے آسمان بادل سے اور اتارے جائیں فرشتے بہ کثرت اتارنا

اللہ تعالیٰ کا نزول اجلال:

قیامت کے ان آسمانوں کے پھٹنے کے ساتھ ہیبت ناک طریق پر اللہ تعالیٰ کی ایک چیز اترتی نظر آئے گی جس میں حق تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہوگی۔ اسے ہم چیز شادی سے تعبیر کرتے ہیں۔ شاید وہ ہی چیز ہو جسے البرزخ کی حدیث میں غمامہ سے اور منافق کی ایک روایت میں جو معراج سے متعلق ہے ظلہ سے تعبیر کیا ہے۔ بہرحال اس کے ساتھ بیشمار فرشتوں کا جم غفیر ہوگا۔ زمانہ کے فرشتے اس روز نکالے جائیں گے۔ مقام حشر کی طرف نزول فرما ہوں گے۔ (ابن جریر) یہاں سے یہ آیت هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ تک ہے اس میں بھی اسی امر کا مضمون کہا گیا ہے۔ (ابن جریر)

بن عمر و بن العاص رضی اللہ عنہ کے نے نبی کریم ﷺ کا قول نقل کیا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ کے علم سے آسمان اپنے باشندوں سمیت پھٹ پڑے گا اس طرح سے اللہ تعالیٰ ان کے کانوں پر ہوں گے اور پھر اترے گا سارا زمین اور زمین والوں کو دیکھیں گے، پھر دوسری سے تیسرے پر آئے گا پھر پہلے اور ساتویں آسمان کا کچھ یہی حال ہوگا۔ پھر سب فرشتے صف بستہ ہو جائیں گے ایک قطار کے بعد دوسری قطار (ترتیب وار) ہو جائے گی پھر ایک فرشتہ اترے گا جس کے بائیں طرف جہنم ہوگا۔ زمین والے جہنم کو دیکھ کر اور اس کی ہیبت کھا کر پیٹھ پھیر لیں گے مگر زمین کے جن نہ ہٹ سکیں گے۔ پھر پہچانیں گے وہاں والے کہ ہمارے معبود کو لایا گیا ہے۔ اور یہ ہے وہ اٹل قیامت جس کا ہونا یقینی ہے۔ اور جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیت ذیل میں اس کا بیان کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔

وَنَفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ ﴿٦٨﴾ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٧٠﴾

(سورۃ الزمر)

اور پھونکا جائے گا صور پس بیہوش ہو جائیں گے جو کوئی کہ آسمانوں میں ہیں اور جو کوئی کہ زمین میں ہیں مگر جس کو چاہے اللہ پھر پھونکا جائے گا صور دوسری بار پس ناگہاں وہ کھڑے ہوں گے دیکھتے ہوں گے اور روشن ہو جائے گی زمین نور سے رب اپنے کے اور رکھی جائے گی کتاب اور لائے جائیں گے پیغمبر اور گواہ اور فیصلہ کیا جائے گا درمیان ان کے ساتھ انصاف کے اور وہ نہ ظلم کیے جائیں گے اور پوری دی جائے گی ہر جان کو جو کچھ کہ عمل کیا اس نے اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ کہ کرتے ہیں لوگ۔

علی المنکرین حدیثؔ

شکر حق پر شکر

نقطۃ اللہ کی پیدائش ہوگی:

یعنی ظاہر ہوگا مضمون وہ نقطہ جو کل اور دوسرا کیونکہ رحمان کی پیدائش ہو گی اور صرف اسی کا حکم چلے گا۔ یعنی حدیث یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین (مسلم، کنز ۳) یعنی جب رحمان کی حکومت دنیا پر ہوگی تو حضرت عیسیٰ کے لئے جگہ خالی کی جائے گی۔ جب اصحاب حقوق سے لے لیے جائیں گے تو اس وقت ان کے ظہور کے لئے دنیا میں ایک مختصر سا وقفہ ہوگا۔

کہ بازار چنداں کہ آشفتہ نیست　　تہیدست رفتن پر آشفتہ نیست

(سعدی)

قیامت کے دن کی تختی:

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ﴿١٣﴾ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿١٤﴾

(سورۃ بنی اسرائیل)

اور ہر آدمی کا عمل ہم نے لازم کر دیا ہے اس کے گلے میں اور نکالیں گے ہم واسطے اس کے دن قیامت کے ایک کتاب کہ پاوے اس کو کھلی پڑھ لے اپنی کتاب آج تو خود ہی کافی ہے اپنا حساب لینے والا۔

حضرت ابو سعید خدری راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کے متعلق دریافت کیا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے (اور وہ کل (اور عرض کیا گیا) کیسا ہوگا (اور تعالیٰ اللہ کیسے لمبے کا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مومن کے لئے وہ بہت ہلکا ہوگا یہاں تک کہ فرض نماز کے (ایک) وقت سے بھی اس کے لئے وہ آسان (اور مختصر) ہوگا۔

آئندہ آیت کا شان نزول:

بخاری نے لکھا ہے۔ عقبہ بن ابی معیط کا قاعدہ تھا کہ جب سفر سے واپس آتا تھا تو کھانا تیار کراتا اور اپنی قوم کے بڑے بڑے لوگوں کی دعوت کرتا تھا ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ پختہ تھا آپ نے فرمایا جب تک تو اپنا دین نہ چھوڑے میں تیرا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ عقبہ نے کہا میں اس وقت تک تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت نہ دو۔ عقبہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کھانا کھایا مقابلہ میں عقبہ کا دوست تھا اور اہل مکہ کا فر تھا۔ اپنی کو عقبہ کے کلمہ شہادت سے بھیجی اطلاع دی تو اس نے عقبہ سے کہا عقبہ تم بے دین ہو گئے عقبہ نے کہا نہیں میں تو بے دین نہیں ہوا۔ میں تو صرف اس بات سے شرما گیا کہ میرے گھر ایک آدمی آیا اور میرے گھر کی شہادت پڑھ کر چلا گیا حالانکہ میں نے اس کو نہ کھانا کھلایا تھا نہ کچھ اور۔ اس نے کہا کہ تم نے بڑا برا کام کیا جاؤ اس سے تبادلہ دے آؤ۔ عقبہ نے کہا میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے۔ اس نے کہا اپنا مکان بیچ دو۔ عقبہ نے کہا میں مکان بیچ دوں گا۔ اس نے کہا اپنا باغ بیچ دو۔ عقبہ نے کہا میں باغ بیچ دوں گا۔ اس نے کہا اپنا غلام بیچ دو۔ عقبہ نے کہا میں غلام بیچ دوں گا۔ اس نے کہا اپنا اونٹ بیچ دو۔ عقبہ نے کہا میں اونٹ بیچ دوں گا۔ اس نے کہا اپنا جوتا بیچ دو۔ عقبہ نے کہا میں جوتا بیچ دوں گا۔ اس نے کہا اپنا ستر بیچ دو۔ عقبہ نے کہا میں ستر بیچ دوں گا۔ اس نے کہا اپنا منہ بیچ دو۔ عقبہ نے کہا میں منہ بیچ دوں گا۔ اس نے کہا اپنا دین بیچ دو۔ عقبہ نے کہا میں دین

اور اس نے کہا: خدا کی قسم میں نے تیرا دین نہیں چھوڑا جب تک تو مر نہ جائے اور تو بھی میرا دین نہ چھوڑے، مگر عقبہ نے کہا: میں تیرا دین نہیں چھوڑتا جب تک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گردن پر تلوار نہ مار دے یا میرے لیے منہ کے بل نہ گر پڑے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عثمان نے اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔ ابی بن خلف کے بارے میں یہ روایت مرسل بھی نقل کی ہے اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: اس نے عقبہ سے کہا میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک تم اس کی گردن کو پاؤں سے روند نہ دو گے، اور اس کے منہ پر تھوک نہ دو۔ چنانچہ عقبہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدے کی حالت میں پایا تو وہ پہنچ کر گزرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارا کام تمام کر دوں گا۔ تم نے میرے سر پر تلوار ماری تھی۔ اس عقبہ نے کہا: ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي

اور جس دن کاٹ کھائے گا ظالم اپنے ہاتھوں کو آگے تک

اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا

کہ کاش میں لیتا راہ رسول کے ساتھ

کافروں کی بے بسی پر حسرت:

ظالم سے مراد عقبہ ہے حسرت کرے گا اپنے ہاتھوں کو اور افسوس کرے گا کہ کاش میں نے بھی رسول خدا کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔ کاش میں ایمان لاتا اور ان کا ساتھ دیتا۔ (ابن کثیر)

الظالم سے مراد ہے عقبہ بن ابی معیط۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ابی بن خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ عقبہ بن ابی معیط نے اس کی سرزنش کی اس پر یہ آیت وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ نازل ہوئی۔ (مظہری) یہی ابن زید کی روایت آئی ہے۔

بغوی نے کہا: یہ الفاظ ہیں ہاتھ کو کاٹنا انگلیوں کے پورے کھانا۔ انتہا پہنچنا سب کنایہ ہے ندامت میں سے مراد ہوتا ہے انتہائی غصہ اور حسرت۔

عقبہ کا انجام بد:

صحاک نے کہا جب عقبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر تھوک پھینکا تو اس کا تھوک حضرت کرامی کے رخساروں پر آپڑا جس سے داغ بن جانے سے جل گئے اور مرتے دم تک بطور نشان کے یہ نشان رہا۔ عقبہ کا انجام بد کے متعلق ابن ابی حاتم نے بسند صحیح ابو اسحاق سے نقل کیا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط اسیر ہو کر مدینہ آیا تو رسول خدا کا دوست تھا۔ عقبہ اسلام نہ لایا اسیر ہونے کی وجہ سے کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ حضور نے اس کی یہ درخواست نہیں قبول کی اس لئے بدر کے دن عقبہ کو قید کر کے اور ہاتھ پیر باندھ کے لائے اور بحکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم (بعد ظلم و ستم کے) اس کو قتل کر دیا گیا۔ اس پر اللہ نے اس کے بارے میں آیت وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ نازل فرمائی۔ الظالم سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے اور اسی طرح ابی بن خلف ہے۔ ابن عبد شمس ابن عبد مناف۔ وہ تھوکنے سے مراد ہے اور اسی طرح قرآن کریم کی دوسری آیت میں ہے کہ وہ دوست جس نے مجھ کو اللہ کے راستہ سے روکا اس نے مجھ کو گمراہ کیا۔ گناہ کر کے اپنے آپ کو خوار و ذلیل بنایا۔ نہ وہ (قیامت کے دن) اپنے دوستوں کو کچھ نفع پہنچا سکے گا نہ کچھ فائدہ کر سکے گا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ہمارے محفل دوستوں میں کون لوگ بہتر ہیں تو آپ نے فرمایا:

يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا

اے خرابی ہو میری کاش کہ نہ بناتا میں فلاں کو دوست

گمراہوں کی دوستی کا انجام:

یعنی انسان کی دنیاوی اور اخروی گمراہی میں ترقی کی انتہا اس وقت ہوتی ہے کہ انسان ایسوں کو اپنا دوست بنا لیتا ہے جو اس کو گمراہ کرتے ہیں۔ کاش میں ایسوں کو اپنا دوست نہ بناتا۔ کاش میرے اور ان کے درمیان کبھی دوستی اور رفاقت نہ ہوئی ہوتی۔ (مظہری) مفسرین نے یہاں عقبہ بن ابی معیط اور ابی بن خلف کا حوالہ نقل کیا ہے، تاہم ضرورت نہیں کہ آیت کے الفاظ کو اُن پر منحصر کیا جائے۔ ہاں جو شخص ہم نوائی جہاں میں دوسروں کو داخل ہے۔

صرف مؤمن کو اپنا ساتھی بناؤ:

مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی (بحوالہ مشکوٰۃ) حضرت ابوسعید خدری سے بروایت ابی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تصحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامک الا تقی (طبرانی) کسی غیر مسلم کو اپنا ساتھی نہ بنا اور تیرا کھانا کھائے (بجز دوستی کے) صرف تقی (پرہیزگار) کھائے۔ یعنی غیر تقی سے دوستی اور ہمراہی پرہیز کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المرء علی دین خلیله فلینظر من یخالل (ترمذی، ابوداؤد)

(ترجمہ) انسان (اپنے دوست کے دین اور طریقہ پر چلتا ہے) اس لئے دوست بنانے سے پہلے خوب غور کر لے کہ کس کو دوست بنا رہے ہو۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ہمارے محفل دوستوں میں کون لوگ بہتر ہیں تو آپ نے فرمایا:

من ذکر کو بالتلہ ربہ وزاد فی علمکم منطقہ وہ کر کم یا ۲ حرفۃ عملہ (زاد المنار (فرطبی)

ترجمہ: وہ شخص جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارا علم بڑھے اور جس کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو۔

لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ

اس نے تو بہکا ہی دیا تھا نصیحت سے میرے پاس آچکنے کے پیچھے

وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا ﴿٢٩﴾

اور ہے شیطان (ہی) وقت پر ساتھ چھوڑنے والا

یعنی پیغمبر کی نصیحت مجھ کو پہنچ چکی تھی۔ ہر ہدایت کے لئے کافی تھی اور امکان تھا کہ میرے دل میں گھر کرے۔ مگر اس گمراہ کی دوستی نے تباہ کیا اور دل کو اور زیادہ مجنوب دیا۔ بلکہ شیطان بڑا دغاباز ہے آدمی کو عین اقتضاء ہوگا، پھر ایسی طرح زمین کر دیتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

نیک و بد ساتھی کی مثال:

حضرت ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک اور بدہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے پاس تو مشک ہے اور دوسرا بھاری بھٹی، جھونک رہا ہے۔ مشک اپنے پاس رکھنے والا یا تو تم کو (کچھ مشک مفت) ہدیہ دے گا یا تم اس سے خرید لو گے یا (کم از کم) اس کی خوشبو ہی تم کو (اس کی طرف سے) مل جائے گی۔ اور بھٹی والا جھونکے (دھواں) تمہارے کپڑوں کو جلا دے گا یا (کم از کم) بدبو تم کو اس کی طرف سے پہنچے گی (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (عام طور پر) آدمی اپنے دوست کے مسلک پر ہوتا ہے اس لئے اس کو (پہلے سے) دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

امام احمد اور اصحاب سنن نے اور شیخین نے صحیحین میں حضرت انس کی روایت سے بیان کیا ہے نیز صحیحین میں حضرت ابن مسعود کی روایت سے بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) آدمی اسی کے ساتھ ہوگا (یا ہوتا ہے) جس سے اس کو محبت ہوگی۔ (یا محبت ہے) (تفسیر عثمانی)

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا

اور کہا رسول نے اے میرے رب میری قوم نے ٹھہرایا ہے

هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ﴿٣٠﴾

اس قرآن کو (بالکل) شک

بدبخت قوم:

یعنی مشرکین مکہ جب کسی طرح پیغمبر کا کہنا نہ مانتے تب پیغمبر نے بارگاہ الٰہی میں شکایت کی کہ خدایا میری قوم نہیں سنتی، انہوں نے قرآن جیسی عظیم نعمت (یعنی کتاب کو (العیاذ باللہ) بکواس قرار دیا ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو شور مچاتے اور ایک ٹھٹھک کر تو میں عمداً کوئی شخص سن اور سمجھ نہ سکے۔ اس طرح ان شقی نے قرآن جیسی قابل قدر کتاب کو بالکل متروک سمجھ کر چھوڑا ہے۔ (منہ) آیت میں اگرچہ مذکور صرف کافروں کا ہے تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا، اس میں تدبر نہ کرنا، اس پر عمل نہ کرنا۔

قرآن کے ترک کی صورتیں:

اس کی تلاوت نہ کرنا، اس کی تعلیم قرأت کی طرف توجہ نہ کرنا، اس سے اعراض کرکے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا، یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں۔ (فصل اللہ الکریم البیان لمقادیر علی مایشاء ان یجعلہا مما یستغفلہ ویستعطفنا لیما یرضیہ من حفظ کتابہ رعیہ والقیام بمقتضاہ آناء اللیل واطراف النہار علی انوعہ الذی یحبہ ویرضاہ انہ کریم وہاب"۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اور پھر اس کو یاد کر کے گھر میں معلق کر دیا، اس کی تلاوت کی پابندی کی نہ اس کے احکام میں غور کیا، قیامت کے روز قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ اے میرے رب نے مجھے چھوڑ دیا تھا اب آپ میرے اور اس کے معاملہ کا فیصلہ فرما دیں۔ (ترغیب) (تفسیر عثمانی)

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ

اور اسی طرح ٹھہرایا ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن گنہگاروں میں سے

ہر نبی کے دشمن ہوئے ہیں:

جو نبی کی بات نہ مانے ہیں وہ گناہ ہیں ڈالتے ہیں اور لوگوں کو قبول حق سے روکتے ہیں (تفسیر عثمانی)

وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ﴿٣١﴾

اور کافی ہے تیرا رب راہ دکھانے کو اور مدد کرنے کو

اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرے گا:

یعنی کافر جو آپ کو ہٹایا کریں، جس کو اللہ چاہے گا راہ پر لے آئے گا یا یہ

مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو پالیا ہے گا ہدایت کرنا ہے کا اور اس کو ہدایت نصیب ہو جائے گی اس سبب سے مقابلہ میں نبی کی مدد کرے گا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نبی کی مدد کرے گا اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے لکھ رکھا ہے کہ کون کون سے لوگ ہدایت پائیں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ

اور کہا کافروں نے کیوں نہ اترا

عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً

اس پر قرآن ایک بار

دشمنوں کا اعتراض:

یعنی نبی کے دشمنوں نے اور کافروں نے کہا ہے کہ یہ اعتراض چلتے ہیں کہ محمد صاحب اور ان کتابوں کی طرح جو قرآن ایسی ہی دوسری کتابیں نہ نازل کیا جائے ہوں میں جو تھوڑا تھوڑا کر کے آتا ہے کہ اگر یہ اللہ میاں کو محمد صاحب پر اتنا خطاب ہے تو ضرور چاہئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوچ سوچ کر بولتے ہیں پر وقت میں جب کہ تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں۔ (ترجمہ از مولوی)

قرآن پاک کی فضیلت

اللہ پاک نے قرآن کی دو قسمیں بھی کر دیں ہیں۔ ایک تو وہ جو محفوظ ہے لوح محفوظ میں اور دوسرا وہ جو کاپی اور کتابوں کی شکل میں ہے۔ جب ضرورت ہوتی تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ اس میں حکمتیں ہوتی ہیں کہ ۔۔۔ قرآن ایک دفعہ نازل ہوتا تو اس کا یاد رکھنا بہت مشکل ہوتا۔ اس میں ہزاروں نکتے ہیں جن کے سمجھنے میں آپ سنو لاکھوں لوگ اس سے فوائد حاصل کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا

یہ تو ہے کہ ہم اس سے تیرا دل مضبوط رکھیں اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر سنایا

قرآن تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی حکمتیں

یعنی یہ کیا ضرورت ہے کہ تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا جائے جب سے ہوا تو ہے کہ ہمارا قرآن کرنے کے اس میں بہت سے فائدے ہیں جو دوسرا ۔۔۔ نازل کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتے ہیں پہلی حکمت تو یہ ہے کہ قرآن کا حفظ کرنا بہت آسان ہو جائے۔ کلام پاک کی عربی زبان ہے اور اس کے معنی سمجھنے میں بہت آسانی ہو جائے۔ اس میں کئی قسم کی ۔۔۔ ہوتی ہیں کہ کلام پاک کی تفاسیر پڑھتے رہے۔ حدیث کی شرح پڑھتے رہے۔ حدیث کی شرح پڑھتے رہے۔ حدیث کی شرح

بنا لیں۔ پھر جب وہ ہلاک ہو جائیں تو ان کی جگہ ہم تمہیں زمین میں آباد کریں گے تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ تم سے پہلے ہم نے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا تو وہ ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے۔ پھر بھی وہ ایسے نہ تھے کہ جس بات کو پہلے جھٹلا چکے ہوں اس پر ایمان لے آتے۔ اسی طرح ہم کافروں کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں۔ ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان نشانیوں کے ساتھ ظلم کیا۔ پس دیکھ لو کہ مفسدوں کا انجام کیا ہوا۔ موسیٰ نے کہا اے فرعون! میں رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں۔ میرا منصب یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر سچ کے سوا کچھ نہ کہوں۔ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی نشانی لے کر آیا ہوں۔ پس بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔

قوم فرعون کا حق سے انکار:

فرعون کی بات تو یہ ہے کہ وہ اللہ کی توحید اور اپنی بندگی کی دعوت میں اور اپنے سامنے معجزات کے مظاہرہ میں ناکام ہو کر بالآخر اپنی قوم کو بھی اسی راہ پر لے جاتا ہے جو خود اختیار کر رکھی تھی۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ
اور ہم نے فرعون کی قوم کو آزمایا اور ان کے پاس ایک معزز رسول آیا
أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ
کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو۔ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں

قوم نوح کی تکذیب:

ایک جگہ پر یہ بھی ارشاد ہوا کہ ان لوگوں سے پہلے نوح کی قوم نے بھی جھٹلایا تھا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ
ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تھا۔ انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے اور وہ دھمکایا گیا
فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ
تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہو گیا ہوں پس تو میرا بدلہ لے۔ پس ہم نے آسمان کے دروازے موسلا دھار پانی کے ساتھ کھول دیے

کنوئیں والی قوم

اصحاب الرس (کنوئیں والے) کون تھے؟ اس میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ ابن اسحاق نے ان کو قوم ثمود میں سے قوم حنظلہ بن صفوان کے لکھا ہے۔ وَمُصْعَبٌ الا قول انهم قوم اصحابهم اصحاب الرس كذلك من نسل اليهم (ابن جریر) یہ ہے کہ یہ کوئی قوم تھی جو اپنے پیغمبر کی تکذیب کی وجہ سے کنوئیں میں ہلاک کر دی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ یہ لوگ اپنے پیغمبر کو زندہ کنوئیں میں پھینک کر ہلاک کر دیا تھا۔ (ابن جریر)

اس قصہ کی تفصیلات قرآن میں نہیں دی گئیں۔ صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ ان کی طرف ایک پیغمبر بھیجا گیا جس کو انہوں نے جھٹلا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہلاک ہو گئے اور ان کی بستی اجڑ گئی۔ یہ لوگ اپنے زمانہ میں بڑی خوشحال زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک وقت جب وہ اپنے کنوئیں کے گرد اکٹھے اپنے مویشیوں میں مصروف تھے یہاں کی زمین دھنس گئی۔ سب کنوئیں اور کنوئیں والے اور ان کی ساری آبادی زمین کے اندر دھنس گئی۔ اب وہاں کنوئیں ہی کنوئیں ہیں اور ان کے پاس ہی ایک بستی ہے جو بالکل ویران پڑی ہے۔ کوئی انسان وہاں نہیں بستا۔ اللہ کے ایک نبی حنظلہ بن صفوان کو ان کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا۔ انہوں نے ان کو اللہ کی توحید کی دعوت دی۔ انہوں نے ان کی دعوت کو جھٹلا دیا۔ اس پر ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ ان کی بستی اجڑ گئی۔ اب وہاں کنوئیں ہی کنوئیں ہیں۔

...ایک بستی میں رہتے تھے۔ وہ بستی ان کے نام پر ہی آباد تھی۔ ان کی بستی کا نام ثمود تھا۔ ان کی بستی کا نام ثمود تھا۔ ان کی بستی کا نام ثمود تھا۔

عجیب نظارہ

...نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک عورت ایک بچے کو لے کر آئی۔ اس عورت نے بچے کو زمین پر لٹا دیا۔ پھر اس عورت نے بچے کے سر پر ایک بڑا پتھر مارا۔ بچہ وہیں مر گیا۔ عورت نے بچے کی لاش کو وہیں چھوڑ دیا اور چلی گئی۔

...نے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ ایک عورت ایک بچے کو لے کر آئی۔ اس عورت نے بچے کو زمین پر لٹا دیا۔ پھر اس عورت نے بچے کے سر پر ایک بڑا پتھر مارا۔ بچہ وہیں مر گیا۔ عورت نے بچے کی لاش کو وہیں چھوڑ دیا اور چلی گئی۔

اور جنت میں جائے والا انعام

...نے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ ایک عورت ایک بچے کو لے کر آئی۔ اس عورت نے بچے کو زمین پر لٹا دیا۔ پھر اس عورت نے بچے کے سر پر ایک بڑا پتھر مارا۔ بچہ وہیں مر گیا۔ عورت نے بچے کی لاش کو وہیں چھوڑ دیا اور چلی گئی۔

...نے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ ایک عورت ایک بچے کو لے کر آئی۔ اس عورت نے بچے کو زمین پر لٹا دیا۔ پھر اس عورت نے بچے کے سر پر ایک بڑا پتھر مارا۔ بچہ وہیں مر گیا۔ عورت نے بچے کی لاش کو وہیں چھوڑ دیا اور چلی گئی۔

قرآن کا مطلب

...نے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ ایک عورت ایک بچے کو لے کر آئی۔ اس عورت نے بچے کو زمین پر لٹا دیا۔ پھر اس عورت نے بچے کے سر پر ایک بڑا پتھر مارا۔ بچہ وہیں مر گیا۔ عورت نے بچے کی لاش کو وہیں چھوڑ دیا اور چلی گئی۔

...نے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ ایک عورت ایک بچے کو لے کر آئی۔ اس عورت نے بچے کو زمین پر لٹا دیا۔ پھر اس عورت نے بچے کے سر پر ایک بڑا پتھر مارا۔ بچہ وہیں مر گیا۔ عورت نے بچے کی لاش کو وہیں چھوڑ دیا اور چلی گئی۔

قوم لوط کی بستیاں

...نے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ ایک عورت ایک بچے کو لے کر آئی۔ اس عورت نے بچے کو زمین پر لٹا دیا۔ پھر اس عورت نے بچے کے سر پر ایک بڑا پتھر مارا۔ بچہ وہیں مر گیا۔ عورت نے بچے کی لاش کو وہیں چھوڑ دیا اور چلی گئی۔

...نے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ ایک عورت ایک بچے کو لے کر آئی۔ اس عورت نے بچے کو زمین پر لٹا دیا۔ پھر اس عورت نے بچے کے سر پر ایک بڑا پتھر مارا۔ بچہ وہیں مر گیا۔ عورت نے بچے کی لاش کو وہیں چھوڑ دیا اور چلی گئی۔

عبرت آموزی میں رکاوٹ:

کئی دفعہ ماں باپ کی وفات کے بعد ان کے ترکہ پر جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ ہر ایک وارث کو اپنا حصہ لینے کی فکر ہوتی ہے۔ اس کشمکش میں عبرت آموزی کا پہلو بالکل نظر انداز ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (اگر تم میں سے کوئی شخص) وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا

(یعنی جب ترکہ کی تقسیم کے وقت رشتہ دار یتیم اور مسکین آ جائیں تو ان کو ترکہ میں سے کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کہو)

أَنْ صَبَرْتَ عَلَيْهَا

سے بچ جائے۔

استعمار اور بدامنی:

کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ کسی ملک پر کوئی ظالم قوم قبضہ کر لیتی ہے۔ پھر وہ اس ملک کی دولت لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ کبھی اس ملک کے باشندوں کو غلام بنا کر ان سے کام لیتے ہیں۔ کبھی ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنا لیتے ہیں۔ اس طرح ان کی معیشت تباہ ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی تہذیب اور ان کی اقدار کو بھی بدل دیتے ہیں۔ اس طرح ان کی قومی زندگی کا ڈھانچہ ہی بدل جاتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں ان کی قومی زندگی میں بدامنی اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

نے اس کے اختیار کو سمجھا نہ سمجھنے پر کیا تبدیلی۔ دست و دامن میں فرق کیا، دماغ و روحانی اور چشم بصیرت کی طرف قدم اٹھایا۔ بلکہ اس سے کوسوں آگے بھاگے، اور جو تجلی خدا تعالیٰ نے عطا کی تھیں ان کو محض لغو رکھا بلکہ بے موقع صرف کیا۔ اگر ذرا بھی عقل سے کام چلتے تو اس کارخانہ قدرت میں جو عجائب نشانیاں موجود تھیں جو نہایت واضح علوم پر اللہ تعالیٰ کی توحید و تمجید اور اصول دین کی صداقت و حقانیت کی طرف رہبری کر رہی ہیں ان میں سے بعض نشانوں کو اگر آئندہ آیت میں کیا جاتا ہے۔

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ تو اپنے خالق کو جانتے اور اس کے حکم کی اطاعت کرتے اور تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہر چیز کی قوت فہم کو عام لوگ نہیں سمجھتے۔

چوپایوں کا بولنا:

تیسری — تیسرین میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص عمدہ بیل اپنا کر (لادے ہوئے) چلے جا رہے تھے (تھک کر) اس بیل پر سوار ہو گیا۔ بیل نے کہا ہم کو اس کام کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے (لوگوں نے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر کہا سبحان اللہ (بیل بھی کہیں بولتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اس پر ایمان لائے ہیں (حالانکہ) وہ وقت ہم دونوں حضرات وہاں موجود بھی نہیں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص اپنی بکریوں کے ساتھ تھا کہ ایک بھیڑیا ان میں سے ایک بکری پر حملہ کر دیا اور بکری کو پکڑ کر لے گیا۔ اس شخص نے بھیڑیا کو بکری کو چھڑا دیا۔ بھیڑیا نے کہا تم قیامت کے دن اس کی حمایت کون کرے گا جب کہ سوائے میرے وہاں اس کی نگرانی کرنے والا کوئی نہیں ہوگا (لوگوں نے) سبحان اللہ (کیا بھیڑیا بھی بولتا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اس پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ دونوں حضرات وہاں موجود بھی نہیں تھے۔

ظاہر ہے کہ عالم کا ہر ذرہ ناطق اور عقل رکھتا ہے۔ اور چوپایوں میں عقل و خواہشات۔ آدمی سب کا مجموعہ ہے۔ اس لئے آدمی کی انسانیت اور خواہشات کا (انسانیت (عقل پر غلبہ پا جائے تو آدمی چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ہو جاتا ہے اور گمراہ انسانیت کا عقل خواہشات پر غلبہ پا جائے تو آدمی فرشتہ سے افضل ہو جاتا ہے۔ (خیر بشری)

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ
ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۪ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ

ترجمہ: کیا تم نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا کہ وہ سایہ کو کس طرح پھیلاتا ہے اور اگر چاہتا تو اس کو ٹھہرا ہوا بنا دیتا پھر ہم نے سورج کو اس سایہ پر دلیل بنایا پھر ہم اس سایہ کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ

نے اس کو کوئی خاص کی کیا ہے اور

وجوب اور سائے کا نظام:

صبح سے طلوع شمس تک سب چیز سایہ پر ہوتا ہے اگر حق تعالیٰ سورج کو طلوع نہ ہونے دیتا تو یہی سایہ کا فرش بنا رہتا۔ اس نے اپنی قدرت سے سورج کا ایسا نظام بنا دیا ہے کہ سایہ تدریج ایک طرف کو سمٹتے چلے۔ اگر وجوب تدریجی نہ ہوتا تو یہ کوئم سمجھ بھی نہ سکتے۔ کیونکہ ایک ضد کے آنے سے ہی دوسری ضد پہچانی جاتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً (پ ۱۵ ع ۱۰) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "اول چیز کا سایہ لمبا پڑتا ہے۔ پھر کم طرف سورج چلتا ہے اس کے مقابل سایہ چھوٹا ہوتا ہے جب تک کہ بڑھتا ہوا آ لگے۔ اپنی طرف کھینچ لیتا کا یہ مطلب ہے کہ پھر اصل کو جا ملتے ہے جب کہ اصل اللہ ہے (یعنی قدرت اور اختیار والے کے بغیر ایک طرف سایہ کا حرکت شروع ہوں ہے اور دوسری طرف سایہ پایا جانا۔ جس کی آخر بہار میں وجوب غائب ہو جاتی ہے۔ یہ ہیں مثال دنیا کی کہ ہمیں کی ہوئی۔ اول عدم تھا۔ پھر وجود ہوا۔ پھر آیا، پھر فنا کر کے عدم میں چلی جائے گی۔ اور اس نے اسمائی نور اکمل کے سلسلہ پر روحانی نور ظلمت کو قیاس کرنا چاہیے۔ یہ ہیں اور اصل اعیان کی ظلمات ہیں آفتاب ہوا کی روشنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت کی کس کو صرف سمجھنے کا راستہ بتا دیا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت قاضی ثناء اللہ کی تحقیق:

میرے نزدیک ان آیات کی ثانی اور سے ظلمت سے بھی کی جا سکتی ہے علی سے مراد عالم امکان ہے عالم، کائنات وجود اور نور علمی ہے انسان مرتبہ وجوب کا ظل ہے شمس سے مراد میں اللہ کی صفات ہیں اس لئے مراد اس صورت میں طلب یہ ہوگا کہ آپ نہیں دیکھتا اے مخاطب کس طرح عالم امکان کو ایجاد کیا اور اس کے وجود کو مرتبہ وجوب کا ظل سے کس طرح مناسبات ممکن کی مختلف صورتوں پر بچھایا یا گرفتہ چاہتا تو سارے عالم امکان کے ذرہ ذرہ کو ساکن متحرک اور ایک ہی حالت پر کر دیتا۔ اس نے ایسا نہیں چاہا بلکہ اس کو کمال حوادث اور تغیرات دنیا کی دیکھا دیا تاکہ وہ ثابت ہو جائے کہ وجوب الوجود تحقیق کا محتاج ہے اور اس کی اکمال اتم ہے کہ ظہور کے آفتاب اس کے ذریعہ طلوع ہوتا ہے۔ تحقیق جب اختلاف اوقات کا مقابلہ ہوا تو اول پھر آخر میں تبدیلی کے ذریعہ کی کو وجود حقانی کا مشاہدہ ہوا۔ اس طرح ہمیشہ اس نے حقیقت کمل جلی ہے کہ ذرہ عالم امکان ہو جاتا ہے تو اپنی کاملہ سے تجلیات

مطابقت سے پہلے وہ خیال کرتا ہے کہ عالم امکان کا بجائے خود فنا ہو رہے لیکن صفاتی اور ذاتی تجلی و بیخودی کے بعد اس کا یہ خیال دور ہو جاتا ہے۔

پھر جب اُس کو بھیر، دھیر، سمیٹ، یعنی ہیں لیتی صفاتی کو فنا و بقا میں اپنا مشرب بنا لیتے ہیں اور بشری صفات و ذات کی سے کیف قربت اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا فرمان نقل کیا تھا کہ بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ الحدیث

مصنف کا قول ہے جس کے دو اجزاء ہیں اور (ایک جیسے) ہوں وہ کہلاتے ہیں دیتا ہے (یعنی) دوسرے دن پہلے دن سے زیادہ نہ ہو۔ (مترجم)

ذکر ہے دلیل سے ہیں ہے (آیت مطلق)

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝
اور وہی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے رات کو لباس اور نیند کو آرام اور بنایا دن
(۱۰) اور اُسی کی طرف ہے اٹھ کھڑے ہونا

رات دن کا خلق:

جس وقت کی تاریکی چاروں طرف سب پر محیط ہو جاتی ہے جس میں لوگ آرام کرتے ہیں۔ مجنوں کا ایام ہوتے ہیں تو نیند سے آنکھ کھلتی ہے اور ادھر اُدھر چلنے پھرنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح موت کی نیند کے بعد قیامت کی صبح ہوگی جس میں سب انسان دوبارہ زندہ کھڑے ہوں گے۔ ایسی حالت اس وقت پیش آتی ہے جب انبیاء علیہم السلام وحی و الہام کی روشنی سے تاریکی میں چراغ کرتے ہیں۔ تو جہل و غفلت کی نیند سے سوئی ہوئی مخلوق ایک دم کھیں مل کر اٹھ بیٹھتی ہے۔ (تفسیر رحمانی)

حسن تخلیق:

یہاں کئی چیزیں قابل غور ہیں۔ اول یہ کہ نیند کا راحت ہونا بلکہ راحت کی جان ہونا تو ہر شخص جانتا ہے مگر انسانی نظر سے یہ کہ رات کی سیاہی میں نیند آنا مشکل ہوتا ہے اور آ بھی جائے تو جلد ٹوٹ جاتی ہے۔ حق تعالیٰ نے نیند کے مناسب رات کو تاریک بھی بنایا اور ٹھنڈا بھی۔ اسی طرح رات کو ایک نعمت ہے اور نیند کو بڑی نعمت، اور تیسری نعمت یہ ہے کہ سارے جہان کے انسانوں جانوروں کی نیند ایک ہی وقت رات میں جبری کر دی۔ ورنہ اگر جانوں کی نیند کے اوقات دوسرے انسان سے مختلف ہوتے تو اس وقت کچھ لوگ سونا چاہتے

دوسرے لوگ کاموں میں مصروف اور شور شغب کا سبب بنے رہتے۔ اسی طرح جب وہ سو کر اٹھے تو اس وقت بھی دوسرے کام کرنے والے اپنے پھرنے والے انسان کی نیند میں مخل نہ ہوتے۔ اس کے علاوہ جانوروں کی بولیاں دوسرے انسانوں سے وابستہ ہوتی ہیں یا سی تعاون و تعاون کاموں میں بھی خلل واقع ہوتا کہ جس سے آپ کو کام ہے اس کے سونے کا وقت ہے اور جب اس کے جاگنے کا وقت آئے گا تو آپ کے سونے کا وقت ہوگا۔

اُن دن مقاصد کی تکمیل کے لئے کسی میں الاقوامی سمجھوتہ کا ہو گیا جانا کہ سب تو اپنے سونے کا وقت ایک ہی مقرر کر لیں۔ ان کو اپنا سایہ دیں گے دوسرے انسانوں میں ہوتا آسان نہ تھا پھر اس پر کاربند رکھنے کے لئے ہزاروں محکمے کھولنے پڑتے اس کے باوجود عام تو قوی اور معاہدات خلاف ورزیوں سے لے کر دنیا کی چیزوں میں بوجھل ہو جاتے وہ شرکت و معاہدہ کرنے والے کے سپرد کئے جاتے ہیں وہ پھر بھی ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے نیند کا ایک وقت جبراً طور پر مقرر کر دیا ہے کہ ہر انسان اور ہر جانور کو اسی وقت نیند آتی ہے کسی کی مجال نہیں ہے جو کہ اس میں کمی بیشی کر سکے۔ اس کے لئے کسی محکمہ کی ضرورت ہے نہ کسی معاہدہ کی۔ اس کیلئے مشکل سے انتظام کرنا پڑتا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ
اور وہی ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری دینے والیاں اپنی رحمت سے آگے
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۝ لِّنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً
اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی پاک کرنے والا تاکہ زندہ کریں اس سے شہر
مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝
مردہ اور پلائیں اس کو ہمارے پیدا کئے ہوئے چوپائے اور آدمی بہت سے

مردہ زمینوں کی زندگی کا نقطہ:

جنتی اہل پر سوتی ہوائیں چلتی ہیں تو ابر لاتی ہیں، پھر آسمان کی طرف سے پانی برستا ہے جو طہور پاک ہے، دوسروں کو پاک کرنے والا ہے۔ پرانے پرانے سوکھی مُردہ زمینوں میں جان پڑ جاتی ہے کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں، یہاں تک کہ آدمی بھی وہ سبزہ زار دیکھ جاتے ہیں اور لگتے جانور اور دوسری چیزوں کا پانی پی پی کر سیراب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن ایک بھی بارش کے ذریعہ مردہ جسموں کو جو خاک میں مل چکے تھے زندہ کر دیا جائے گا اور اس میں بھی اسی طرح جو دل، عقل و بصیرت کی صورت ہے ہر چیز مخلوق اسی الٰہی آسمانی بارش ان کو زندہ کر دیتی ہے جو اس جہنم میں پہنچ گئے۔

پانی سے پانی تک ہے جس کو یہ صاف ہو جاتی ہے اور صفت ہو جاتی ہے اور مسئلہ ان اشیاء کی جانب رکھنے والے کی دلیل کو مرجوح بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

طہور کا معنی:

مصنف رحمہ اللہ سے پانی حاصل ہوتی ہے جیسے کہ ابوداؤد کی روایت ہے حضور انظار کی جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاک معنی مسلمان کو ناپاک بنانے کی چیز ہے، جب تک پانی نہ بدلے خود اس سوال کر رہا ہے کہ میں وضو اور غسل جنابت کی چیز ہے، جب تک پانی نہ بدلے خود اس سوال کر رہا ہے کہ میں وضو اور غسل جنابت کی (ابوداؤد) اور ترمذی کی روایت نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ ساری زمین ہمارے لئے سجدہ گاہ بنائی گئی ہے اور ہمیں پانی کی طہور کی حاصل کرنے والا حدیث ہے۔

یا طہور قبول کی طرح مصدر ہے، مبالغہ کا ہو اور اس سے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی نے پوچھا کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ نے کہا کہ نہیں، آپ نے فرمایا پانچ وقت کی نمازیں اسی طرح ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

کثیر پانی:

امام ابو حنیفہ نے کہا جو شخص آپ پانی استعمال کر رہا ہے اگر اس کو غالب خیال میں پانی اتنا ہے کہ اس کے اعضاء تک نہ پہنچے گا تو اعضاء کا دھونا کافی نہیں ہوگا۔ یہ قاسم ہے تو پانی کثیر ہے وہ قلیل ہے۔

اللہ نے فرمایا ہے: وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد گرامی ہے کہ یا کیں نہ ازیں (اور پانی وقت کے گناہوں کے لئے) اور جس کی نہ آنا (اور جھگی تک (کے گناہوں) کے لئے) اور مضان (آخر دو) رمضان تک (کے گناہوں) کے لئے کفارہ ہیں (پانی) (اوقات نماز کے) گناہوں کو اور دوسرے ہوئے ہیں، بشرطیکہ ان کی جبر کبائر سے بچا رہے (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

حضرت ابن مسعود کی روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی انصاری عورت کا بوسہ لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے آپ کو اطلاع کر دیا اس پر یہ آیت وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ الخ نازل ہوئی۔ (متفق علیہ)

استعمال شدہ پانی:

آپ مستعمل کو بوجوہ پاک کہتے ہیں ان کا قول ان کا مقصد احادیث سے ہوتی ہے۔ حضرت جابر کا بیان ہے میں بیمار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے آپ نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈالا۔ مجھے فرزند ملا کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے وارث تو صرف میرے ماں باپ ہیں تو اس پر آیت فرائض نازل ہوئی۔ (متفق علیہ)

حضرت سائب بن یزید کا بیان ہے مجھے میری خالہ رسول اللہ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا یہ میرا بیٹا ہے اس کا سر لگا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا دی، پھر وضو کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی میں نے پیا۔ (متفق علیہ)

حضرت مسور بن مخرمہ کی حدیث صحیح حدیبیہ کے تذکرہ میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی تصرف فرمایا تو صحابہ (تبرکاً) آپ کے وضو (کے پانی) پر گرے کے لئے آپس میں لڑنے لگے، جب یہ اپنے وطن واپس پہنچے تو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تھوکتے تو صحابہ کرام پانی پینے کے لئے ٹوٹ پڑتے تھے اور بال (اگر) وضو کے پانی پر گر پڑیں گے (رواہ البخاری)

رکا ہوا پانی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہ کرے کہ کھڑے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو پیشاب کرے پھر اسی سے وضو کرے۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی نہ نہائے ٹھہرے ہوئے پانی میں جس میں وہ غسل جنابت کرتا ہو۔ اس حدیث میں ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں جس سے وضو کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے یا پانی ہے کہ مطلق نہیں رہتا۔ استعمال کے بعد پانی کا کیا ہوا حکم ہے اس کے متعلق دوسری بحث آتی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ طاہر ہے مگر نہیں ہم کہتے ہیں ممانعت تحریمی نہیں تنزیہی ہے۔

امام ابو حنیفہ نے فرمایا جس سے وضو کیا ہو اس کو کوئی حدیث نہیں پہنچی جس سے ٹھہرے ہوئے پانی میں کراہت ثابت ہو۔ ہاں پانی میں کراہت ثابت ہوئی ہے جو بہتا ہوا نہ ہو جیسے تھوڑی حالت پانی نے تھوڑا پانی میں کوئی چیز ڈالنی ہو یا جو خاص تھے پانی ہو یا کوئی ایسی چیز جو زیادہ مقدار میں پانی میں مل کر پانی کی اس کی مقدار کے حق سے پانی نہ رہے۔ حکم ہوں پانی نے اس صاحب جن کے ہوں اس نے پانی میں پیشاب کیا ہو یا جس کی حیوان کی طہارت کی بدل گئی ہو جیسے شوربا یا آب بقلی تو ان سے وضو جائز نہیں لیکن اگر تغیر ہو

سے پانی بھی تھوڑا تھا فرمایا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت ام سلمہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ نے ایک برتن سے غسل جنابت کیا جس میں کچھ آٹے کے نشان باقی تھے۔ (فتح البیان)

میت کا غسل:

بخاری نے حضرت ام عطیہ انصاریہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی وفات ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس تشریف لا کر فرمایا اس کو تین یا پانچ بار سے زیادہ بار بیر کنار سے ملا ہوا پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخر میں کافور یا کچھ کافور شامل کر دینا۔ جب ہم غسل دے چکے تو حضور نے اپنا تہبند ہمارے پاس بھیج دیا اور فرمایا کہ اس کو کفن میں لپیٹ دو۔ (فتح البیان)

ابن ابی شیبہ نے حضرت ام سرو قہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ام سرو قہ اور ان کی دو بیٹیاں مسلمان ہونے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو حضور نے ان کو حکم دیا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل کریں تین یا پانچ یا سات کی حدیث میں بھی ہے آپ نے فرمایا کہ مسلمان ہونے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل کرنے کا حکم دیا۔

ناپاک زمین کو پاک کرنا:

ابو قلابہ نے سعید بن عمرو کے طریق سے روایت ابن حنیفہ از یحییٰ بن سعید بیان کیا کہ حضرت انس نے فرمایا کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ حضور نے حکم دیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پیشاب کے اوپر ڈول (یا مشکیزہ) پانی کا بھر اس جگہ پر ڈال دیا جائے۔ اور فرمایا کہ تم لوگ آسانی کرنے والے بنائے گئے ہو سختی کرنے والے نہیں بنائے گئے۔ اس حدیث کے راوی ثابت ہیں۔ (فتح البیان)

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا

اور ہم نے تحقیق پھیرا ہے قرآن کو ان کے لئے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں

فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا

پھر نہیں مانتے بہت سے لوگ مگر ناشکری

آب پاشی کا انتظام:

کبھی بارش کا پانی ضرورتوں اور آدمیوں کو کہاں کبھی پہنچتا۔ بلکہ کبھی کم کبھی زیادہ کبھی بعد کبھی بے موقع جس سے انتظام کی صورت مختلف ہو جاتی ہے۔ تاکہ لوگ سمجھیں کہ ان کی تدبیر کے قابو اختیار سے باہر ہے۔ لیکن بہت لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے اور نعمت الٰہی کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اسی لئے کفر ان نعمت کرنے والے کفران کا شکری پر تعریف نہیں۔ یہی حال رد حالی بارش کا ہے کہ جس کو اپنی ضرورت اور حرف کے موافق جتنا حصہ ملتا ہے اس پر قناعت سے اس سخت تنگی کا گمان ہی نہیں کرتے۔ (الفرقان)

وَلَقَدْ جَعَلْنٰ فِيْهَا نُذُرًا اور ہم نے پانی کو اخباروں میں تھما پھرا کر بھی ایک شہر میں اکٹھا دوسری بستی میں برسایا کی۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ کوئی سال ایسا نہیں ہوتا کہ جس سال میں بارش زیادہ ہو اور کوئی سال ایسا نہیں ہوتا کہ جس میں بارش کم ہو بلکہ بارش تو زمین پر تھما تا رہتا ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی ایک مرفوع روایت میں آیا ہے کہ کوئی ساعت ایسی نہیں ہوتی نہ رات میں نہ دن میں کہ ابر سے بارش نہ ہوتی ہو بلکہ بارش فارغ نہیں ہوتی صرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے ابر کو حکم دیا ہے کہ وہ بارش کو ادھر ادھر پھیرتا رہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ جس قوم کو پہنچا ہے اور حضرت ابن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی سال دوسرے سال سے زیادہ بارش نہیں ہوتی لیکن اللہ نے بارش کو تقسیم کر دیا ہے آسمان (یعنی بادلوں میں جتنا کہ اراد) رکھ دیا ہے اور مخصوص ابر قوموں کے ساتھ بھیجا ہے جب کوئی قوم نافرمانی کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے بارش کا رخ موڑ کر دوسروں کی طرف کر دیتا ہے۔ اب سب بارش والے ہو جاتے ہیں کہ پانیوں اور پانی کی طرف بارش کو موڑ دیا جاتا ہے۔

ناشکرے لوگ:

وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا لیکن اکثر لوگ بے شکری کئے بغیر نہیں رہتے جتنی دیر اللہ نے بارش کی تو اکثر لوگوں نے بے شکری کی اور کہنے لگے یہ بارش تو فلاں ستارہ کی تاثیر سے ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو ایک اعرابی نے حضور سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بارش کے فضل و رحمت سے بارش برستی دیکھ کر ایمان رکھنے والے ہیں اور ستاروں کے منکر اور جن لوگوں نے کہا فلاں ستارہ (کی تاثیر) سے ہمیں بارش ہوئی وہ ہمارے منکر ہو گئے اور ستاروں (کی تاثیر) پر یقین رکھنے والے۔ (فتح البیان)

یادگار کے فرشتے:

ایک مرسل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ میرے پاس کم آیا کرتے ہیں جواب دیا کہ ہم جو فرشتے ہیں ہمارے ذمہ یادگار کے فرشتے مقرر ہیں ایسے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوچھا ہوں دریافت فرمایا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے باپ قتادہ بن نعمان کا انتقال ہوگیا ہے۔ ان کی آنکھ میں تکلیف تھی اس لئے ان کے چہرے پر بہہ آئی ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس کو پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اچھا میرے پاس لاؤ۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اس کو زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہم سے ہدایت چاہے ہم اس کو ہدایت سے کام لیتے ہیں۔

جنگ بدر کے بعد آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تشفی کے لئے ان سے بدر کی لڑائی کے بارے میں دریافت فرمایا تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا تھا کہ ہم نے دشمن کے مقابلہ کے لئے جو تیاری کی تھی اس کے مطابق ہم کو دشمن سے مقابلہ کرنے کی توقع نہیں تھی۔ ہم کو تو صرف قافلہ کی تلاش تھی۔ اچانک دشمن سے مقابلہ ہوگیا۔ اس لئے ہم کو اس کی تیاری نہیں تھی۔ اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ تم نے سچ کہا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا تھا کہ میں جانتا ہوں کہ بنی ہاشم کے کچھ لوگ ہیں جو مجبوراً ہمارے مقابلہ کے لئے آگئے ہیں۔ ان کو ہمارے مقابلہ کا کوئی شوق نہیں تھا۔ ان کو بھی ہمارے مقابلہ کا کوئی شوق نہیں تھا۔ ان کو بھی ہمارے مقابلہ کا کوئی شوق نہیں تھا۔ ان کو بھی ہمارے مقابلہ کا کوئی شوق نہیں تھا۔

ختم نبوت کی حکمت:

بعض اس علت کی وجہ سے آپ کے بعد کسی نبی کا آنا ضروری نہیں سمجھتے۔ آپ کی عمر ساٹھ برس کی ہوئی تھی۔ اس عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

کافروں کی طرف نہ دیکھیں

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ کافروں کی بات نہ مانیں اور قرآن کے ذریعہ ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں۔

یعنی کافروں کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتے ہیں۔ آپ ان کی بات نہ مانیں ان کی مخالفت کریں۔ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔ ان کی دعوت کو قبول نہ کریں بلکہ ان کی مخالفت کریں۔ ان کی باتوں کو رد کریں۔ ان کی دعوت کو رد کریں۔ ان کی باتوں کو رد کریں۔ ان کی دعوت کو رد کریں۔ ان کی باتوں کو رد کریں۔ ان کی دعوت کو رد کریں۔

مکہ والوں کا مقابلہ کرتے رہیں

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ

وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا

وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝

میٹھا و کڑوا پانی ایک ساتھ:

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے یہ بات ممکن ہے کہ دو سمندر ایک ساتھ ہوں اور ان کا پانی ایک دوسرے سے نہ ملے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے درمیان ایک پردہ ہے جو ان کو ملنے نہیں دیتا۔ اس پردہ کی وجہ سے ایک سمندر کا پانی میٹھا ہے اور دوسرے کا کھارا۔ اس پردہ کی وجہ سے ایک سمندر کا پانی میٹھا ہے اور دوسرے کا کھارا۔ اس پردہ کی وجہ سے ایک سمندر کا پانی میٹھا ہے اور دوسرے کا کھارا۔ اس پردہ کی وجہ سے ایک سمندر کا پانی میٹھا ہے اور دوسرے کا کھارا۔

نے ۱۱ر یا نظر آتے ہیں ایک کا پانی سفید ہے، ایک کا سیاہ، سیاہ میں سمندر کی موج طغیانی کی طرح اور شور ہوتا ہے اور سفید پانی کم ساکن رہتا ہے کشتی سفید میں چلتی ہے دونوں کے بیچ میں ایک حدفاصل ہے جو نظر نہیں آتی ہے نہ دیوار کا حائل ہے نہ کٹ کہتے ہیں کہ سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ کڑوا اور کھارا ہے۔ یہاں تک کہتے ہیں کہ سفید پانی کے پرنالہ میں وہ مینڈھیاں ہیں جو بیل کی ہوتی ہیں۔ ایک کا پانی کھاری بالکل نہ اور ایک کا تلخ بدمزہ تیسرا بیان یہ کہ ایک کا پانی میٹھا

گھاری رہتا ہے نیچے منہ جزر کے وقت اوپر سے کھاری پانی آتا جاتا ہے اور میٹھا پانی کا تار بہتا رہتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (ان شاء اللہ کو دیکھتے ہوئے آیت کا مطلب بالکل واضح ہے یعنی خدا کی قدرت دیکھو کہ کھاری اور میٹھے دونوں دریاؤں کے پانی کہیں منہ کہیں مل جانے کے باوجود بھی کس طرح ایک دوسرے سے ممتاز رہتے ہیں۔ اصدارف علی القلم)

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا

اور وہی ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا، پھر انسانی نسب اور سسرال کے جدا جدا دو سلسلے چلائے

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ

اور تیرا رب بڑا ہی قدرت رکھنے والا ہے۔ اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر

مَا لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ

ان کی بندگی کر رہے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ بنا سکتے ہیں اور کافر

عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ۝

اپنے رب کے مقابلہ میں شیطان کا پشتیبان بنا ہوا ہے

ایک قطرۂ آب سے انسان کی پیدائش:

وہی تو ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک قطرۂ آب کو عاقل و کامل آدمی بنا دیا۔ پھر آگے اس سے نسلیں چلیں اور ماؤں اور سسرال کے قرابت قائم کیے۔ ایک ذلیل قطرہ کو کیا سے کیا کر دیا اور کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تمہارے نبی کی دعوت پر تمہارے اندر بھی اپنی اصل کو بھول جانے اور اس سے بہت دور ہو جانے کی وجہ سے جو بڑائی کا زعم اور تکبر کا خبط تم لوگوں پر سوار ہو گیا ہے اور جس کی بدولت تم اپنے آپ کو کچھ سے کچھ سمجھنے لگے ہو، اس کا علاج ہو جائے؟ تم اپنی اصلیت پر غور کرو، اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانو، اپنے اس خالق و مالک کے آگے جھکو جس نے تمہیں ایک حقیر پانی کی بوند سے پیدا کیا ہے، اور اس کی بندگی و عبادت کرو جس کے سوا کوئی تمہارا حقیقی سرپرست نہیں ہے۔ (اس آیت کی تفسیر کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد سوم، صفحہ ۱۰۲، حاشیہ ۱۰۲)

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا

اور وہی ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا، پھر انسانی نسب اور سسرال کے جدا جدا دو سلسلے چلائے

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ

اور تیرا رب بڑا ہی قدرت رکھنے والا ہے۔ اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر

مَا لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ

ان کی بندگی کر رہے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ بنا سکتے ہیں اور کافر

عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ۝

اپنے رب کے مقابلہ میں شیطان کا پشتیبان بنا ہوا ہے

پیغمبر کا کام:

یعنی آپ کا کام خدا فراموشی کی غداری پر بیٹا رہنے سنانا اور غداروں کو خراب نتائج سے خبردار کر دینا ہے۔ آگے کوئی مانے یا نہ مانے آپ کو کچھ نقصان نہیں۔ آپ ان سے کچھ فیس یا مزدوری تو نہیں طلب کر رہے ہیں کہ گمان کریں کہ نہ ملنے سے ان کی قوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ آپ تو ان سے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی توفیق بھر اپنے رب کا راستہ پکڑ لے۔ اسی کو چاہو جیسی کہہ لو یا مزدوری۔ (انتہی خلق)

رسالت کا اجر: اللہ کے اس رسول نے دین کی تبلیغ کے لئے اللہ کے رسول کی اطاعت کو اجر رسالت قرار دیا کیونکہ رسالت کا اصل مقصد ہی یہ ہے اس کے علاوہ ہر اجر تبلیغ کالعدم کر دی تاکہ کسی کو غلط سمجھنے کا موقع ہی باقی نہ رہے۔ شاید کوئی سر پھرا یہ خیال کرنے لگتا کہ اللہ کی طرف سے مامور کر کے یہ اپنی اطاعت تسلیم و فرمانبرداری کے لئے کہلوا چاہتے ہیں اور جس سے معاوضہ مالی کے طلبگار ہیں، ہر قسم کے معاوضہ مالی کی طلب کی صاف نفی کر کے اس وہم کی بیخ کنی کر دی۔ پھر اس طرز ادا میں انتہائی شفقت کا اظہار بھی ہے کافروں کے لئے جو بات فائدہ رساں تھی اس کو اپنے لئے سود مند ظاہر کیا اور بتلا دیا کہ تم لوگوں کا اس راستہ پر چلنا خود میری خدمت رسالت کا پورا معاوضہ ہے اس طریق بیان سے اس امر پر تنبیہ بھی ہو گئی کہ امت کی اطاعت کا فائدہ رسول کے اعتبار سے رسول کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ رسول کی بدولت امت کو ہدایت یاب ہونے کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکی کا راستہ بتانے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔ صحیح حدیث ہے۔ ابو مسعود انصاری کی روایت سے اور طبرانی نے حضرت سہل بن سعد اور حضرت ابو مسعود کی روایت سے اور امام احمد نیز صحیحین سے کعب بن عجرہ اور ضیاء نے کچھ اور راویوں سے۔ الفاظ حضرت بریدہ کی روایت سے اور ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں حضرت فتح کی روایت سے یہ ہیں کہ نبی ضیاء نے اتنا اور زائد حدیث کا اور نقل کیا ہے کہ اللہ صلیہ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے زندگی کی فریاد رسی فرمائی تو یہ فرماتا ہے۔ مسلم نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ قائم کیا اس کو اس طریقے پر چلنے والوں کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس طریقہ پر چلیں گے کہ اس سے ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ (انتہی طبرانی)

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ

اور بھروسہ کر اس ذات کے جو کبھی نہ مرے گی

وَمَا أَسْأَلُكَ أَجْرًا مِّنْ شَيْءٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ

اور گواہ رہ کہ میں نے بھیجا ہوا کوئی اجر تم سے اس کام کے لئے نہیں مانگتا

عَلَيْهِ مَنْ أَجْرٍ إِلَّا مَن شَاءَ أَن يَتَّخِذَ

تم سے میرا اجر اگر کوئی ہے تو یہ کہ جو چاہے

إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝

اپنے رب کی طرف راہ

اللہ کے سوا کسی کے بھروسہ کی ضرورت نہیں:

یعنی آپ تنہا اپنا بھروسہ کر کے اپنا فرض (تبلیغ و دعوت وغیرہ) ادا کیے جائیے۔ کسی کی حمایت و مدافعت کی پروا نہ کریں۔ مخالفتوں کا مقابلہ کیا جائے۔ مدد تو اسی کی چاہیے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے کبھی نہ مرے (فتح ۲۲)

وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَۨا ۝

اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار

یعنی اسی پر توکل کیجیے ادائی عبادت اور حمد و ثنا کرتے رہیے۔ ان خوبیوں سے وہ خود آگاہ ہے۔

اور جب تیرا پروردگار ہی معبود ہے تو بھروسے کے لیے اس کی مدد بھی کافی ہو گی جس پر کبھی موت نہیں آئے گی جس کی مدد پر کبھی کمزوری لاحق نہیں ہو سکتی اور جس کے خزانے بھی ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ اس کے سوا جو بھی معبود ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ، بہرحال وہ ایسی صفات سے محروم ہے جو الٰہ کے لیے ضروری ہیں۔ اس لیے اس کا بھروسہ کرنا اور اس کی مدد پر بھروسہ کرنا سراسر حماقت ہے۔

سجدہ و تقرب الٰہی کا ذریعہ:

ایک مرسل حدیث میں ہے کہ سورہ حٰمٓ سجدہ کی تلاوت کی تھی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا جب آپ نے سجدہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! سجدہ کیا تو نے؟ کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب تو سجدہ کرے تو اس کے بعد جو چاہے تو مانگ لے (ابن ابی حاتم) کچھ اور روایتوں میں تسبیح کا ذکر بھی ہے۔ (ابن کثیر)

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاۗءِ بُرُوْجًا

بڑی برکت ہے وہ جس نے آسمان میں بڑے بڑے برج بنائے

آسمان کے بُرج:

یعنی بڑے بڑے ستارے یا وہ خاص قلعے جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں۔ یہ بحث ہے کہ سورج کی رہ گزر کے بارہ برج مراد ہیں یا منازل قمر مراد ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شداد نے بہشت بنایا تھا تو اس کے بارہ قصر تھے، انہی کا نام برج ہے۔ (ابن کثیر) بہرحال ہر ستاروں کا پتہ یہ صدیوں سے لگا رہی ہیں حساب کر (فتح علی گیلانی)

حضرت علی اور ابن عباس اور محمد بن کعب اور ابو العالیہ کہتے ہیں کہ یہ وہ بڑے بڑے ستارے ہیں جن کو عرب منازل القمر کہتے ہیں۔ یہ چوبیس ہیں اور ان کے نام یہ ہیں: شرطین، بطین، ثریا، دبران، ہقعہ، ہنعہ، ذراع، نثرہ، طرف، جبہہ، زبرہ، صرفہ، عوا، سماک، غفر، زبانا، اکلیل، قلب، شولہ، نعائم، بلدہ، سعد الذابح، سعد بلع، سعد السعود، سعد الاخبیہ، فرغ مقدم، فرغ موخر، رشا۔ (ابن کثیر)

بعض کہتے ہیں کہ وہ بڑے بڑے آسمان کی وہ بارہ عظیم مراد ہیں جو اطراف عالم پر محیط ہیں جن کے نام یہ ہیں: حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

نہ ہونے کے سبب سے ہوا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے اندر ایک مخصوص قسم کی ذہنیت پیدا ہو گئی۔ ان کی نظر میں ہر وہ چیز جو ان کے ماحول میں نہ پائی جاتی ہو، ناقابلِ یقین ہو جاتی ہے۔ یہ ذہنیت آج بھی ہمارے اندر موجود ہے۔ ہم میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ہر اس چیز کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جو ان کے اپنے ماحول میں نہ پائی جاتی ہو۔ مثلاً ہم میں سے بہت سے لوگ جن کے ماحول میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو بغیر کسی ظاہری سبب کے ہوا میں اڑ جاتا ہو، یا ایک جگہ سے غائب ہو کر دوسری جگہ پر ظاہر ہو جاتا ہو، وہ ایسے لوگوں کے بارے میں جو ایسی باتیں بیان کرتے ہیں، یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ حالانکہ ان کا یہ کہنا کسی علمی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ صرف اس بنیاد پر ہوتا ہے کہ ان کے ماحول میں ایسی باتیں نہیں پائی جاتیں۔ اسی ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ان تمام باتوں کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جو ان کے اپنے ماحول میں نہ پائی جاتی ہوں۔ مثلاً ہم میں سے بہت سے لوگ جن کے ماحول میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو بغیر کسی ظاہری سبب کے ہوا میں اڑ جاتا ہو، یا ایک جگہ سے غائب ہو کر دوسری جگہ پر ظاہر ہو جاتا ہو، وہ ایسے لوگوں کے بارے میں جو ایسی باتیں بیان کرتے ہیں، یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ حالانکہ ان کا یہ کہنا کسی علمی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ صرف اس بنیاد پر ہوتا ہے کہ ان کے ماحول میں ایسی باتیں نہیں پائی جاتیں۔ اسی ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ان تمام باتوں کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جو ان کے اپنے ماحول میں نہ پائی جاتی ہوں۔

موسموں کی تبدیلی کا نظام:

ہر شخص مشاہدہ سے دیکھتا اور سمجھتا ہے کہ شمس و قمر اور دوسرے ستاروں کے بھی ساعت آنے اور کبھی غائب ہو جانے سے نیز دن کے گھٹنے بڑھنے سے اور رات دن کے اختلاف سے، مختلف موسموں اور مختلف خطوں میں دن رات کے گھٹنے بڑھنے کے عجیب و غریب نظام سے جس میں ہزاروں سال سے بھی ایک منٹ ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آتا، ان سب امور سے ایک ذی عقل و بصیرت رکھنے والا انسان یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ بطور خود نہیں ہو گیا ہے اور نہ خود بخود چل رہا ہے بلکہ کوئی اس کو چلانے والا اور باقی رکھنے والا ہے اور اس کا سمجھنے کے لئے ان کو کسی فلسفی تحقیق اور نظامِ شمسی و غیرہ کی علمی بحث پڑھنے کی حاجت نہیں ہے۔ قرآن نے اس کی طرف دعوت دی ہے۔ قرآن کی دعوت صرف اسی عقلِ عام کی چیزوں میں غور و فکر کی ہے جو ہر مشاہدے اور تجربے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اختلافات میں کی وجوہ و علل ہیں کہ کسی نظریہ اور تحقیق و کشفی امر کو آخری نہیں کہہ سکتے۔ انسانی ضرورت سے متعلق تمام قوانین، مکلیات، کائنات فضاء اور ہوا، سات طبقات الارض، پہاڑ، دریا، پیدا ہونے والی مخلوقات، جمادات، نباتات، حیوانات سے اور خود انسان کی اور انسانی ہر قوم و ملک کی تاریخ اور تجارت، زراعت، صنعت وغیرہ ان سب میں سے قرآن حکیم صرف ان کی دینی اور مشاہداتی حصہ کو استعمال کرتا ہے جس سے انسان کی دینی یا دنیاوی ضرورت متعلق ہے، باقی کا تفصیلات کی دلدل میں انسان کو نہیں پھنسنا چاہئے۔ کبھی کسی خاص مسئلے کی طرف اشارہ یا صراحت بھی پائی جاتی ہے۔

تفسیر قرآن میں سائنسی نظریات کی موافقت یا مخالفت کا صحیح معیار

علماء اہل حق قدیم و جدید ان پر متفق ہیں کہ ان مسائل کے متعلق جو بات قرآن کریم سے قطعی طور پر ثابت ہو جائے۔ اگر کوئی قدیم یا جدید نظریہ اس سے مختلف ہو تو اس کی وجہ سے قرآنی آیات میں کھینچ تان اور تاویل جائز نہیں، اس نظریہ کی کوئی خاطر نہ کی جائے گی، البتہ جن مسائل میں قرآن کریم کی کوئی تصریح موجود نہیں، خلاف قرآن کسی میں رکاوٹیں سننے کی گنجائش ہے وہاں اگر سنجیدہ اور مخلص کسی ایک نظریہ کو قوت حاصل ہو جائے تو بعید نہیں کہ کبھی اسی معنی پر کوئی نہ کوئی صحیح آیت حمل فی الشمس ہو جائے۔ جیسے کہ قرآن کریم نے اس امر کی کوئی واضح فیصلہ نہیں دیا کہ چند سال سے زمین کے اندر ہی پانی برف سے آسمانی ہیں۔

فیثا غورس کی تحقیق کی تائید:

آج کل جبکہ علمی تجربات نے یہ ثابت کر دیا کہ ان سیارات تک پہنچ جا سکتا ہے تو اس سے فیثا غورسی نظریہ کی تائید ہوگئی کہ سیارے آسمانوں میں پیوست نہیں کیونکہ قرآن کریم اور احادیث صریحہ کی تصریحات کی رو سے آسمان ایک ابدی حصار ہے جس میں راستے ہیں اور دروازوں پر فرشتوں کا پہرہ ہے ان میں ہر شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ اس مشاہدے اور تجربے کی بنا پر آیت مذکورہ کا یہ مفہوم قرار دیا جائے گا کہ اگر آپ کو آسمان کے اندر جانے کا موقع بھی مل گیا تو بھی آپ کو کچھ نہ دکھائی دے گا اور یہ کوئی تاویل نہیں بلکہ مفہوم میں سے ایک قید کی تعیین ہے۔

غلط یا بعید تاویلیں کرنے کی ضرورت صرف ہمارے آسمانوں کے بارے میں پیش آتی ہے جیسے بعض جدید والے کہتے ہیں کہ کوئی یہ دعویٰ کرے کہ ہوائی جہازوں کے ذریعہ آسمانوں کے اندر داخل ہو سکتے ہیں تو اندریں صورت قرآنی اس دعوے کو غلط قرار دیا جائے گا کیونکہ قرآن کریم نے متعدد آیات میں یہ بات واضح صورت میں بتلائی ہے کہ آسمانوں میں دروازے ہیں اور دروازے خاص خاص حالات میں کھولے جاتے ہیں اور دروازوں پر فرشتوں کا پہرہ مسلط ہے۔ آسمانوں میں داخلہ ہر شخص کا جب چاہے نہیں ہو سکتا، اس دعوے کی وجہ سے ان آیات میں کوئی تاویل نہیں کی جائے گی اور اس دعوے کو غلط قرار دیا جائے گا۔

اسی طرح ہیئۃ قرآن کریم کی آیت ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ سے زمین کا حرکت کرنا ثابت ہے۔

علامہ آلوسی کا تجزیہ:

زمانۂ حال کے سب سے بڑے مفسر قرآن سید محمود آلوسی بغدادی جن کی تفسیر روح المعانی علماء سلف کی تفاسیر کا بہترین خلاصہ اور عرب و عجم مشرق و مغرب میں مقبول و مستند تفسیر ہے۔

ان کے پوتے علامہ سید محمود شکری آلوسی نے ان مسائل پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام علیہ القرآن هما بعضه الهيئة الجديدة القديمة الفريضة الغراء ہے جس میں جدید و قدیم نظریات کی تائید قرآن کریم کی روشنی میں کی گئی ہے مگر دوسرے متعدد پسند علماء کی طرح قرآنی آیات میں کسی قسم کی تاویل کو روا نہیں رکھا۔ ان کے چند جملے اس جگہ نقل کر دینا کافی ہوگا جو جدید ہیئت کی تائید میں لکھے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

میں نے بہت جدید دور کے بہت سے افراد کو دیکھا ہے وہ قرآن و سنت کی نصوص کے خلاف نہیں۔ اور اس کے باوجود وہ قرآن و سنت کی کسی نص کے خلاف ہو تو ہم اس کی طرف رخ کریں گے اور قرآن و سنت کی نصوص میں اس کی وجہ سے تاویل نہ کریں گے کیونکہ ایسی تاویل سلف صالحین کے مذہب مقبول میں نہیں ہے بلکہ ہم آپ وقت یہ کہیں گے کہ جو نظریہ قرآن و سنت کے خلاف ہے اس میں ہی کوئی خلل ہے کیونکہ نقل صحیح اور عقل صریح میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا بلکہ ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

علم فلکیات کی تاریخ:

فلکیات دو ستاروں، سیاروں کی حرکات اور ہیات کے متعلق بحث و تمحیص کوئی نیا فن نہیں، ہزاروں سال پہلے سے ان مسائل پر تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے۔ مصر، بنام، ہند، یونان وغیرہ میں ان فنون کا چرچا قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے پانسو سال پہلے اس فن کا بڑا معلم یونان میں گزرا ہے جو اطالیہ کے مدرسہ فیثا غورس کا بانی تھا اس کی تعلیم اپنے شاگرد اس کے بعد میلاد مسیح علیہ السلام سے تقریباً دیڑھ سو چالیس سال پہلے اس فن کا دوسرا محقق جلیوس رومی آیا اور اسی زمانے میں ایک دوسرے فلاسفر ہپر خوس کی شہرت ہوئی جس نے زمین کے آلات بنانے کے ایجاد کئے۔

نیچے تموں اور بطلیموس کے نظریات ہیئت افلاک کے متعلق بالکل ایک دوسرے سے متضاد تھے۔ بطلیموس کو اپنے زمانے کی حکومت اور عوام کا تعاون حاصل ہوا اس کا نظریہ اتنا پھیلا کہ یونانیوں کا نظریہ گمنامی کی نذر ہو گیا، جب عباسی دور میں یونانی فلسفہ کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا تو بھی بطلیموس کا نظریہ یونان کتابوں میں منتقل ہوا اور اہل علم میں عام طور سے یہی نظریہ جاری و چالو رہا۔ بہت سے مفسرین نے آیات قرآنیہ کی تفسیر میں بھی یہ نظریہ سامنے رکھ کر کلام کیا۔

تیرہویں صدی عیسوی عیسوی اور پندرہویں صدی عیسوی جس میں اقوام یورپ کی ترقی کا آغاز ہوا اور یورپین محققین نے ان مسائل پر کام کرنا شروع کیا تو ان میں سب سے پہلے کوپرنیک پھر جرمنی میں کیلر اور اطالیہ میں گلیلیو وغیرہ کے نام آتے ہیں انہوں نے از سر نو ان موضوعات کا جائزہ لیا، یہ سب اس پر متفق ہو گئے کہ بیت افلاک کے متعلق بطلیموسی نظریہ غلط اور فیثا غورس کا نظریہ صحیح ہے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی اور تیرہویں صدی ہجری میں آلات خلائی کی شہرت ہوئی، ان کی تحقیقات و ایجادات نے اس کو مزید تقویت پہنچائی، اس نے یہ تحقیق کی کہ زمین چیزیں اگر رہا ہیں چھوڑی جائیں تو ان کے نہ گرنے کا سبب وہ نہیں جو بطلیموسی نظریہ میں بتلایا گیا ہے کہ زمین کے وسط میں مرکز عالم ہے اور تمام بھاری چیزیں مرکز کی طرف غیر ارادی طور پر گرتی ہیں بلکہ اس نے بتلایا کہ جتنے ستارے اور سیارات ہیں سب میں ایک جذبہ و کشش کا مادہ ہے، جس کی وجہ سے ایک سیارہ ہے اس میں بھی کشش ہے۔ جس حد تک زمین کی کشش کا اثر بڑھ سکے وہاں سے ہر وہ بھاری چیز زمین پر آئے گی لیکن اگر کوئی چیز اس کی کشش کے دائرہ سے باہر نکل جائے تو وہ پھر نیچے نہیں آئے گی۔

البرٹ بیرونی کی تحقیقات پر راکٹ کی ایجاد:

حال میں روسی اور امریکی ماہرین نے قدیم اسلامی فلاسفر ابوریحان محمد البیرونی کی تحقیقات کی مدد سے سائنٹ غیر سیارہ کرہ کے اس نامکمل تجربہ اور مشاہدہ کو پورا کیا کہ راکٹ جب اپنی شدید قوت اور تیز رفتاری کے سبب زمین کی کشش کو توڑ کر اس کے دائرہ سے باہر نکل گیا تو پھر یہ نیچے نہیں آتا بلکہ ایک مصنوعی سیارے کی صورت اختیار کر لیتا اور اپنے مدار پر چکر لگاتا ہے۔ پھر ان مصنوعی سیاروں کا تجربہ کرتے کرتے اس کے ماہرین نے سیارات تک پہنچنے کی تدبیریں شروع کیں اور بالآخر چاند پر پہنچ گئے جس کی تصدیق اس زمانے کے تمام ماہرین فن موافق و مخالف نے کی اور اب تک چاند پر پانچ چکر لگانے والے راہی کے پتھر، خاکہ وغیرہ لانے جو اس کے فوٹو مہیا کرنے کے سلسلہ جاری ہے۔ دوسرے سیارات تک پہنچنے کی بھی کوششیں ہو رہی ہیں اور فلاں فلاں ممالک اس کی مشقیں جاری کیا ہیں۔

خلائی سفر:

ان میں سے امریکن خلانورد جان گلین جو کامیابی کے ساتھ خلا کا سفر کر کے واپس آیا اور اس کی کامیابی پر اس کے موافق و مخالف سبھی نے اعتراف کیا، اس کا ایک بیان امریکہ کے مشہور ماہنامہ ریڈرز ڈائجسٹ میں اور اس کا اردو ترجمہ امریکہ کے اردو ماہنامہ سیر بین میں مفصل شائع ہوا ہے یہاں اس کے اہم اقتباسات ماہنامہ سیر بین سے نقل کئے جاتے ہیں جن سے ہمارے زیر بحث مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے جان گلین نے اپنے طیارہ مقناطیس خلاء کے بجائے کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''کبھی وہ ایک واضح شے ہو جو خلاء میں خدا کے وجود پر دلالت کرتی ہے، اور یہ کہ کوئی طاقت ہے جو ان سب کو سمجھ کر وجود سے ہدایت رکھتی ہے۔'' آگے لکھا ہے کہ ''اس کے باوجود خلا میں پہلے ہی سے جو عمل جاری ہے اس کو دیکھتے ہوئے ہماری کوششیں ابتدائی تعبیریں۔ سائنسی اصطلاحات دینا فنون میں طلائی پیمائش ناممکن ہے۔''

قطب نما کے پس پردہ قوت:

آگے ہوائی جہاز کی سمتی قوت کا تذکرہ کر کے لکھا ہے کہ:

''لیکن ایک مقیاسی اور غیر محسوس قوت کے بغیر اس کا استعمال بھی بے سود اور بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اسی لئے کہ جہاز کو اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے تعین سمت کی حاجت ہوتی ہے اور یہ کام قطب نما سے لیا جاتا ہے۔ وہ قوت جو

قلب فنا کو تحرک کرتی ہے اور سے تمام جہاں خدمت کے لئے ایک نیا چیلنج ہے اسے نہ تو دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ چھو سکتے ہیں نہ پکڑ سکتے ہیں نہ سونگھ سکتے ہیں حالانکہ نتائج کا ظہور اس پروسیع واقعیت کر رہا ہوتا ہے کہ یہاں کوئی پوشیدہ قوت ضرور موجود ہے۔"

آگے سب پیرا سٹرکے تجربے کے طور پر لکھتا ہے

"جب میت کے اعضاء اور اجزاء کی حقیقت بھی ٹھیک نہیں کہہ سکتے اگر ہم ان کو اپنا ہمنوا نہیں بنا سکتے تو باوجود یہ کہ ہمارے حواس ان کے ادراک سے عاجز ہوتے ہیں لیکن اس رہنما قوت کے نتائج و تاثرات اپنے اور اپنے دوسرے بھائیوں کی ذہن کریں میں کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم جانتے ہیں اور اس پر کہتے ہیں کہ اس کائنات میں ایک رہنما قوت موجود ہے۔"

یہ ہیں خدا کے وہ سائنسدان اور سیادت پر گہرے چھپے ہوئے انوں کی کمائی کے حاصلات۔

نظام کائنات کا پیغام:

اس خاص اہل کی بات ہوئی کہ یہ سب نظام کائنات اور نجم سیارات خود بخود نہیں بلکہ کسی عظیم اور غیر محسوس طاقت کے زیر فرمان چل رہے ہیں یہی وہ بات ہے جس کو انبیاء علیہم السلام نے پہلے قدم پر تمام انسانوں کو بتلانا تھا اور قرآن کریم کی بیشتر آیات میں اسی حقیقت کو جاننے والوں کے لئے آسمان زمین، لیل و نہار، سیارات وغیرہ کے حالات پر غور و تفکر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

آپ نے دیکھا کہ کس طرح زمین میں ودیعت کردہ انسانی ذہانتوں اور علوم و سیارات کی تحقیقات و نظریات پر فلسفیانہ تشکیک کرنے والے ان چیزوں کی حقیقت تک نہ پہنچ سکے اور بالآخر انہیں کو ان کا خالق قرار دینے پر مجبور ہوئے جس کا انہوں نے انکار کیا۔ اسی طرح چند منٹ سے لاکھوں میل اوپر کا سفر کرنے والے اور چاند کے پتھر لانے والے بھی زمین کے فوٹو دینے سے اسی حقیقت شناسی کے میدان میں کچھ اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔

بزرگان سلف نے یہ نصیحت فرمائی ؎

زبان تازہ کردن باقرار تو ۔۔۔ نیندگم معنی ملت افگار تو

منہ سے جب جو بولو ذرہ سوچ لو ۔۔۔ خدا نہ کرے پھر کرنی آناشان

مولانا نے کس اہم جوخطرہ کشتی سے ان چیزوں کو دیکھتے ہیں ان کا فیصلہ بھی تو ہمکا دہی سے جو شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

چہ غم بیشتم دریں بحر کہ ۔۔۔ کہ گیرت گرفت آنکہ عالم گرفت

عارف شیراز نے اپنے انداز میں فرمایا ہے۔

کشتی ز سر بدی گہی ورنہ دہر کشتہ جو

کس کس فلک بکشتہ یہ تفکک ایں بحار

اس تمام تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ کائنات، افلاک، انفاذ اور کائنات ارض میں غور و فکر اس حیثیت سے کہ ان کے پیدا کرنے والے کی جو اہر تو حید ہو اس کی۔ یہ وہ علم و قدرت پر استدلال کیا جائے جس میں تصور خدا کی ہے اور قرآن یہ عجائب کی دعوت دے رہا ہے۔

تجربات و مشاہدات سے کوئی چیز ثابت ہو جائے تو اس کو قرآن کے سائنسی معجزہ بھی نہیں۔ چاند کے دو ٹکڑے ہونے، بڑ بسنا اور ہوا کی حرکت وغیرہ سے نتائج اخذ وغیرہ سب امور دلائل ہیں ان میں سے کوئی چیز مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہو جائے تو اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں اور جب تک ثابت نہ ہو تب تک اس کو خلاف قرآن کہنے کی بھی کوئی وجہ نہیں۔ ہر زمانہ کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں کسی زمانہ میں کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے کسی زمانہ میں کسی کی۔ ہر زمانہ کے مسلمان کو اپنے زمانہ کے تقاضوں کو سمجھنا اور ان کو پورا کرنا چاہئے۔

آسمان کا چراغ:

"اور سورج کو روشن چراغ بنایا" کے بیچ ہونے اور صفت ذاتی رکھنے کی وجہ سے سورج کو چراغ فرمایا وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح ع ۱)

وَاللّٰهُ قَيِّمٌ لَّهُمْ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً

اور وہ اللہ (ہی) ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا

رات دن کا نظام:

گھٹنے بڑھنے یا آنے جانے کے بجائے سدا ظاہر فرمایا یہ مطلب ہے کہ ایک کے دوسرے کا بدل بنانے سے مشکل دن کا کام رہ گیا رات کو کر لیا اور رات کا وظیفہ رہ گیا دن میں پورا کر لیا۔ (تنبیہ حالی)

خلفۃً یعنی رات دن میں ۔ ہر ایک دوسرے کا قائم مقام ہو جاتا ہے مثلاً کسی نے اگر کسی دن عبادت کا کوئی معمول نوٹ ہو گیا تو دن کے معمول کو رات میں اور رات کے معمول کو دن میں ادا کر سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ کی فراست:

بغوی نے لکھا ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا آج میری رات کی نماز فوت ہو گئی حضرت عمرؓ نے فرمایا رات کو جو نماز فوت ہو گئی اس کو دن میں (پورا) کر لو۔ اللہ نے فرمایا ہے

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ

حسن راوی ہیں کہ ایک بار حضرت عمرؓ چاشت کی نماز بہت طویل پڑھ رہے تھے کسی نے دریافت کیا آج آپ نے دیر سے نماز کی وجہ سے پہلے تو آپ نہیں کرتے تھے فرمایا میرا رات کا کچھ وظیفہ رہ گیا تھا میں اس کو پورا کرنا چاہتا

فرمایا۔ فرمایا۔ میں نے اس کو اکرکر بتایا، اس کے بعد آپ نے آیت مذکورہ تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ)

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ

اس کے لئے جسے چاہے روزی میں کشادگی دیتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔

بدلتے حالات کا سبق:

تمام چاند سورج وغیرہ کا اُلٹ پھیر اور رات دن کا ادل بدل اس لئے ہے کہ ہم میں سوچ کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا فراغ کما کیں کہ یہ سب تصرفات و مخلوقات عظیمہ اسی کے ہیں۔ قدرت کی کرشمہ سازیوں میں۔ اور رات دن کے نوادر واقعات میں کہ کس کی شکار کرتی کی طرف توجہ ہوں۔ چنانچہ جس نے مخلص بندے بنکر کاوش کی تائید و امداد کرتے ہیں۔

صحیح حدیث شریف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ رات کو اپنے ہاتھ پھیر تا ہے تاکہ دن کا گناہ گار توبہ کرلے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے رات کا گناہ گار توبہ کرلے۔

حافظ کا ایک مطلع یہ بھی ہے کہ مخالف یعنی دن رات ان سے ہیں جن میں اس نے خوبیاں رکھی ہیں۔ (ترجمہ)

وَيَبْسُطُ مِنْ خَيْرِ الَّذِي هُوَ مَالِكٌ وَيَقْبِضُ عَنْ أَهْلِ الْمَعَاصِي وَيَقْتُرُ

اللہ کے بندے ہے جو کہ اس کی بخشش سے نہیں محروم ہوتے ہیں

اللہ کے سچے بندے۔

نبی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کافر لوگ بھی نہیں پہنچ سکتے بلکہ جن میں وہ سچے بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی چال و حال میں، نشست و برخاست، خاکساری اور بے تکلفی جھلکتی ہے مغروروں کی صحبت میں ہر اکڑ کر نہیں چلتے یہ مطلب نہیں کہ وہ تکبر سے بیزاری کی طرف قدم اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو فرمانبرداری حدیث میں منقول ہے اس کی تائید نہیں کرتی۔ (مظہری)

یہ تصور ہے کہ جن کی دولت ہیں جو نعمتوں کی عبادت میں زیادہ پڑھے ہوئے ہیں (گویا حقیقت میں یہی اللہ کی بندگی کرنے والے ہیں) اس صورت میں عبادت کی جمع بجائے نعمتوں کی جمع ہے۔ خدا کے دربار سے عام دن تجلی ڈالتے ہیں کہ صرف جن میں اکڑ کر چلنا ہوتا ہے کہ اللہ کے بندے بن کر اپنی رسد کا لدا ہوا گدھا بنا ہے اور یہ بھی خلوتی خدا پر کامل طور پر ہویدا ہیں (جب جن نے پہچانا ہیں تو نور کی ان کا رحیم ہوا ہو ضروری ہے)

بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ (جیسی ہوئی یعنی تولنا ضابطہ اور ٹھکانے کے ساتھ پورا اور سکون چال سے چلتے ہیں جان کی پہچان میں ضرورت سے زیادہ نہ اتنا۔ نعمت میں دن

کا تھی جیسے ہر ایک مصلحت میں قائم ہیں اور کوئی نقصان نہ ہو اور کوئی نقصان نہ ہو اور کوئی نقصان نہ ہو

نیند ہی ہے۔ اگر سلف صالحین سے تہجد کے متعلق مذکورہ بالا طرح آپ تہجد چلنے کو ساتھ نہیں ہوتے کے سبب کمزور قرار دیں گے۔ تو بعض محققین نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ بہت آہستہ چل رہا ہے، پوچھا کیا تکلیف ہے اس نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا واللہ علیہ کی قوت کو ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

حضرت حسن بصری ﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ مومنین مخلصین کے تمام اعضاء و جوارح آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سب اللہ کے لئے زمین پر ہوتے ہیں۔ (ابن کثیر)

مقاتل نے فرمایا یہ آیت ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ مومنین مخلصین کے تمام اعضاء و جوارح آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سب اللہ کے لئے زمین پر ہوتے ہیں۔ (ابن کثیر)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ

اور وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم سے پھیر دے جہنم کا عذاب

جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا اِنَّهَا سَآءَتْ

بیشک اس کا عذاب چمٹنے والا ہے وہ بری جگہ ہے

مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾

ٹھہرنے کی اور رہنے کی

خوفِ آخرت:

یعنی اتنی عبادت پر اتنا خوف بھی ہے۔ یہ نہیں کہ تجھ کی تو خدا کو بھول جائے اور خدا سے بے خوف و خطر ہو جائے۔ (تفسیر جلالین)

اپنے عملوں پر بھروسہ نہ کر بیٹھو:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے انبیاء کی امہر جبل میں سے ایک نبی (یعنی حضرت داؤد) کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی امت سے خطاب گزار بندوں سے کہدو کہ اپنے عمل پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں کیونکہ قیامت کے دن حساب نہیں کے وقت میں جس بندے کو میں عذاب کروں گا اور اس کو معاف کر دینا چاہوں گا تو (بیشک عدل) اس کو عذاب دوں گا اور تیرے سے فرمان بندوں سے کہدو کہ وہ خود اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالیں (یعنی سخت سے ناامید نہ ہوں) کیونکہ میں بڑے بڑے گناہ (اگر چاہوں گا تو اپنی رحمت سے) بخش دوں گا اور مجھے پروا نہیں ہے (نہ کسی کو عذاب دینے سے بخشش دینے کی) (واہ ابو نعیم، نحو مغیرہ)

جہنم کے گڑھے:

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جہنم میں گڑھے ہیں گڑھوں میں سانپ ہیں جیسے گردن اونٹ کی اور بچھو ہیں جیسے خچر جب کسی جہنمی کو جہنم میں ڈالا جاتا ہے تو وہاں سے نکل کر آتے اور جہنمی پھٹ جاتے ہیں ہونٹوں پر سوراخ ہو جاتے ہیں اور ہونٹوں پر ڈستے اور ڈنک مارتے ہیں جس سے ان کے سامنے بدن میں زہر پھیل جاتا ہے اور پٹھے گلنے لگتے ہیں۔ سورے سر کی کھال جھلس کر گر پڑتی ہے پھر وہ سانپ چھپے جاتے ہیں۔

جہنمیوں کی آہ و زاری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہنمی ایک ہزار برس تک جہنم میں چلاتا رہے گا۔ یا حنان یا منان تب اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل سے فرمائے گا جاؤ دیکھو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ حضرت جبرئیل آئیں گے اور جہنمی نے جو سر جھکائے آہ و زاری کر رہے ہیں جا کر جناب باری تعالیٰ میں خبر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ فلاں فلاں جگہ یہ شخص ہے جاؤ اور اسے تو لے آؤ۔ آپ فہم خدا تعالیٰ جائیں گے اور اسے لا کر خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو کیسی جگہ ہے؟ یہ جواب دے گا کہ خدایا بہت برے کی بھی بری جگہ اور ہونے چلنے کی بھی بدترین جگہ ہے۔

خدا تعالیٰ فرمائے گا اچھا اب اسے اس کی جگہ واپس کر دو۔ تو یہ گڑگڑائے گا عرض کرے گا کہ اے میرے ارحم الراحمین خدا! جب تو نے مجھے اس سے باہر نکالا تو میری نیت نہیں کہ پھر مجھے اس میں داخل کرے مجھے تجھ سے رحم و کرم کی ہی امید ہے۔ خدایا اس وقت مجھ پر کرم فرما۔ جب تو نے مجھے جہنم سے نکالا تو میں خوش ہو گیا تھا کہ اب تو اس میں نہ ڈالے گا۔ اس مالک رحمن و رحیم خدا کو شرم آ جائے گا اور فرمائے گا جاؤ میرے بندے کو چھوڑ دو۔

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ بے جا اڑاتے ہیں نہ تنگی کریں

وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

اور ہے اس کے بیچ میں سیدھی راہ پر

خرچ میں میانہ روی:

یعنی موقع دیکھ کر کھانا کہ میانہ روی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔ نہ بخل کی طرف اس کی اضافت ہے۔ کما قال تعالیٰ وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ (اور اپنا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دے۔ ت)

مشکوٰۃ میں بفرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اپنی گزران میں میانہ روی آدھا انسان کی سمجھداری کی دلیل ہے اور حدیث میں ہے جو اعتدال فقیر نہ ہونے کا ضامن ہے۔ یہ بھی ہے کہ اعمال فقیہ بخل نہیں۔ بلکہ ہر کام کی حد بندی میں ہے کہ اسراف کی تعریف میں عبادت میں بھی میانہ روی بڑی ہی بہتر اور حسن چیز ہے۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ ریا خدا میں تلاش کیا جاوے اس کا نام سرف نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جہاں کہیں تو حکم خدا تعالیٰ سے آگے بڑھ جائے وہی اسراف ہے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ اسراف ہے۔

صحابہ کرام کے کھانے پینے کا مقصد:

صحابہ کرام نہ مزے اور لذت کے لئے کھانا کھاتے تھے نہ آرائش و زیبائش کے لئے لباس پہنتے تھے بلکہ کھانا کھانے سے ان کا مقصد قوت بھوک کا دور کرنا اور عبادت رب کے لئے قوت حاصل کرنا تھا اسی طرح لباس سے ان کی

فوت کی جو حال ہے مصیبت کو دیکھ کر ... کی کمی سے تحمل کی طاقت نہیں ... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ... فرمایا ... (ابن ماجہ)

مختاجی سے تحفظ:

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ... جس شخص نے ... اور اس کی اولاد ... (ابن ماجہ)

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ

اور جو لوگ ... نہیں پکارتے ...

وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ

اور جن کو اللہ نے حرام کیا ہے ... مگر حق پر ...

مثلاً قتل کے بدلے قتل کرنا یا دین کی حفاظت کی خاطر ... کرنا ... شامل ہے ... جو شخص ... چھوڑ کر حضرت ... ہو جائے ... اور ... کرنا ... ہے ... قتل ... شامل ہیں ... اور ... حکم ہے ...

وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا

اور ... نہیں کرتے ... جو ایسا کرے ...

اثام ... کا ... ہے ... بعض ... نے ... کیا ہے ... اس ... کا ... ہے ... اور ... کا ... ہے ... (ابن ماجہ) ... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ... کی ... سے ... کہ ... کا ... ہے ... (ابن ماجہ) ... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ... کی ... سے ... کہ ... کا ... ہے ... (ابن ماجہ)

فنائے قلب کا مقام:

... آیت ... وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ... سے شروع ہوئی ہے ... اس ... کے ... کا ... ہے ... اس ... کا ... ہے ... اس ... کا ... ہے ... اس

یہاں رکھا جائے گا۔ روایتوں کا بیان ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی یہ اعلان کرے گا کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ اس کے بعد وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس وقت میں ایک شخص کو اس کا گھر عطا کروں گا۔ اس کے بعد وہ شخص اپنے گھر کی طرف چلا جائے

سوا نے توفیق شیطان ۔ یہ کہتا ہے مجھے اپنا مجید جس میں اس کے گناہ لکھے جاتے ہیں دے دو اور پڑھتا ہے تو ایک ایک نیکی کے بدلے اس روس گناہ دور کر دیتا ہے۔ یہ ہے بندہ جانا ہے اور اس کی نیکیاں محمد جانا ہے جس نے ہر جگہ سے کا ارادہ کرنے پر چھتیس دفعہ اللہ اکبر اور چوالیس دفعہ الحمد للہ کہے اور چھتیس دفعہ سبحان اللہ کہے پیل اکبر ۱۰۰ اعمر ہو گئے۔

برائیاں نیکیوں میں بدل جائیں گی:

حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ ان سے قیامت کے دن نامہ کا سوال دیا جائے گا وہ پڑھنا شروع کرے گا تو برائیوں کی برائیاں رونما ہوں گی چھپیں پڑھ کر یہ کہے گا میرا حساب ہونے لگے گا اسی وقت اس کی نظر نیچے کی طرف پڑے گی تو اپنی نیکیاں لکھی ہوئی پائے گا جس سے یہ کہے گا حاضر بندہ گے۔ اب دوبارہ اوپر کی طرف دیکھے گا تو برائیوں کی برائیاں بھلائیوں سے بدلہ ہوا پائے گا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے ان کے نامہ اعمال کھولے جائیں گے پوچھا جائے گا کہ ان لوگوں سے کوئی ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا۔

چار قسم کے جنتی:

حضرت جابرؓ بیان فرماتے ہیں کہ مختلف جنت میں چار قسم کے لوگ کے۔ مختلف جنتی ہر ایک قادر کرنے والے بھرتا کہ ہر جنتی شکر کرنے والے پھر فائیس جنتی خدا تعالیٰ کے بھی ہیں لیکن جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ہے ہوں گے۔ پوچھ گیا کہ انہیں اصحاب الیمین کیوں کہا جاتا ہے؟ فرمایا اس لئے کہ انہوں نے نیکیاں ہر یاں سب کچھ کی تھیں ان کے کھل نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ملے اور یہ دیں گا ایک ایک فرشتہ پڑھ کر یہ کہے گا کہ خدا تو ہماری نیکیاں کہاں ہیں؟ ہر یوں کہ تو سے ہر یاں کسی دوں میں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان ہر یوں کو اور دے گا اور ان کے بدلے نیکیاں لکھ دے گا انہیں پڑھ کر خوش ہو گا کہ اب تو زیادہ ہوں سے کہیں گے کہ آؤ ہمارے ساتھ ہو۔ یہ جنتیوں کے اکثر نیکی ہوں گے۔ حضرت حسین زین عابدینؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا یوں کو بھلائیوں سے بدلا قیامت میں ہو گا لیکن فرمانے میں کہ خدا تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخشے گا اور انہیں نیکیوں کر دے گا۔

ایک بوڑھے گناہ گار کا واقعہ:

حضرت کامل نے ایک مرتبہ حدیث بیان کی کہ ایک بہت بڑے ضعیف دن جن کی بھویں آنکھوں پر آ گئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ میں ایک ایسا شخص ہوں جس نے کوئی ندی کوئی گناہ کوئی بدکاری نہیں چھوڑی میرے گناہ اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اگر قسم اٹھا کر کہوں کہ میری توبہ قبول ہو گئی ہے تو یہ بھی سچ ہو گی اگر میں توبہ کروں تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اس نے کہا میں کلمہ پڑھتا ہوں کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں گناہ بڑے بڑے سب کے سب معاف فرما دے گا بشرطیکہ تیرا دم نکلنے تک تو اس پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر تیرے گناہ زمین سے بڑھ کر ہوں گے اور اس سے بھر پور ہوں گے تو میں ان کو بھی بخش دوں گا۔ اس نے پھر پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچ مچ فرماتے ہیں کہ اگر میں توبہ کروں تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے جس سے بہت بڑی بات کہی کیا تو ان آیتوں کو قرآن میں نہیں پڑھتا والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا آخر تک۔ مجھے بڑا ہی رنج ہوا اور میں خوف اس کو سنتے سے باز آ چکا۔ اس نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں میں بہت خوش ہو گئی اور اس وقت کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے بھلائے کی صورت پیدا فرما دی (طبرانی) اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا پہلا فتویٰ یہی کہ وہ حضرت داؤد کے ساتھ یہ کہتی ہوئی دائیں چلی گئی ہے یا تمہیں صورت کیا جہنم کے لئے بنائی گئی تھی؟ میں یہ کہتی ہوں کہ اے صاحب حضرت ابو ہریرہؓ اپنی لغزش پر نادم ہوا تو اس صورت کو داغ ہونے کے لئے لکھے تمام پسندیدہ ایک گئی چھان مارا لیکن کہیں نہ ملا۔ تلاش سے مایوس ہو کر حضرت پھر آئی تب حضرت ابو ہریرہؓ نے انہیں کچھ مسئلہ بتلایا اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس نے میرے قبیح کو حسن کی صورت بنا دی اور میری توبہ کی توفیق دی۔ یہ سن کر اس کے ساتھ جو لونڈی تھی اسے آزاد کر دیا اس لونڈی نے ایک لڑکی بھی اور چھوڑی تھی اس کو بھی آزاد کر دیا۔ (اتحاف ۲۰۱)

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا

جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے جیسا رجوع کرنا چاہئے۔

مسلمان گناہ گار کی توبہ:

پہلے ذکر تھا کافر کے گناہوں کا جو پہلے ایمان لائے یہ ایمان اسلام

میں گناہ کر لیا کرو۔ اور بھی جب تو بہ کر لے یعنی پھر نہ کرے گا وہ سچے تو بہ کے نہ یہاں تک پائے معلوم ہوا کہ سود کھانا بھی جوا اور وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا کا حکم ہے (روح ۳ ۔ اور خلاصہ تفسیر کے قول میں ہے۔ (اقرب)

وَمَنْ تَابَ اور جس نے توبہ کی۔ یعنی شرک وسحر سے توبہ کی۔ شرک اور گناہ کو چھوڑ دیا (درمختار) کے ساتھ معافی کا طلبگار ہوا۔

مذکورہ تین تعزیروں میں تخییر کے ایک تنقیح یہ ہے کہ ان تینوں تعزیروں کے بارے میں یہ ہے کہ ان کی نظر میں پسندیدہ اور مناسب کونسا ہے اور ہر مجرم کی نوعیت کیا ہے بعض علماء نے کہا بعض مجرموں کے حق میں ایک سزا ہے اور بعض کے حق میں دوسری سزا ہے اللہ کے ثواب کی طرف دعا اور یہ تفصیل کے بعد تعمیم ہے۔ بعض کے نزدیک بعض اہل علم کا قول ہے کہ جن مقاموں سے اجتناب کرنے کی سابق آیت میں ہدایت کی گئی ہے ان آیت میں ان گناہوں سے توبہ مقصود نہیں ہے دوسری قسم کی توبہ اور رجوع مقصود ہے یعنی جن لوگوں نے شرک سے توبہ کی اور فرائض کو ادا کیا اور قتل ناحق، زنا، شراب نہیں کیا اس کا رجوع کرنے کے اللہ کی طرف حسن وخوبی ہوگا۔ قتل ناحق، زنا، ارتکاب کرنے والوں سے قتل وغارت کرنے والوں کا رجوع اچھا نہیں ہوگا، اس صورت میں پہلی توبہ جس کا ذکر وَمَنْ تَابَ میں کیا گیا ہے زائد ہوگی۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ آیت تمام گناہوں سے توبہ کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص توبہ کرے کفار سے اور ہر برا کام چھوڑ دے اور اچھا کام کرنے لگے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے (روح) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس شخص کے حق میں ہے جو توبہ کرنے کے بعد اپنے اعمال کی اصلاح کرے۔ (اقرب)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی صوفیانہ توجیہ:

میں کہتا ہوں کہ اگر آیت کریمہ کے ظاہر پر عمل کیا جائے تو مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے غصہ ٹل جائے اور محبت کے ذریعہ ہر کچھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہوں اور غیر شرعی ہوں معاویہ شرع پر لے آئی ہوں پھر اس محبت کے غصہ کی جگہ اللہ ان کی افسوسوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے تو اس آیت میں وہ نیک بندے مراد ہو سکتے ہیں جن سے کوئی غیر شرعی حرکت سرزد نہیں ہوئی ہے مگر اور غصہ عام کی وجہ سے نہ حالت غصہ میں بلکہ ان بندوں نے توبہ کر لی ہے اور معصوم بن شریعہ سے رجوع کر لیا اور کبھی کوئی گناہ کا کام نہیں کیا۔ ان جیسے گناہ کرنے والوں کی طرف اصحاب سلوک بہتر ہوا کہ ہے مخلصانہ پر توجہ پورا بالکل ہو جائے کہ گناہ کرنے والے ہیں اور جیسی طرح راحت کے ہیں (اقرب طبری)

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ

جھوٹ سے پرہیز:

یعنی نہ جھوٹے گواہوں کے مجلسوں میں شہادت دیں، نہ باطل کاموں اور ناجائز مجلسوں میں حاضر ہوں۔ (موضح)

جھوٹے گواہ کی سزا:

بغوی نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا جھوٹے گواہ کے چالیس تک کوڑے مارے جائیں اور منہ کالا کر کے بازار میں گھمایا جائے۔

حضرت عمرؓ نے اپنی اجتہاد رائے سے یہ حکم دیا تھا۔ امام مالکی امام یوسف اور امام احمد نے فرمایا جھوٹے گواہ کو اسی (۸۰) کوڑے مارنے کی تعزیری سزا دی جائے اور اس کی قوم کے سامنے رسوا کیا جائے یہ کہا گیا ہے کہ اس کی پیشانی داغی جائے۔ (اقرب)

امام ابو حنیفہ نے اتفاق امت کو پیش نظر رکھ کر مسجدوں اور بازاروں میں اس کو حاضر نہیں کیا۔

گناہ کبیرہ کو ذکر فرما کر بالا اعم نے فرمایا کہ جھوٹی شہادت کو بھی ایسے طریقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حضرت انس کی روایت سے شیخین نے صحیحین میں نقل کیا ہے بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو بڑے گناہ کی خبر نہ دوں کہ سب سے بڑے گناہ کون سے ہیں صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ضرور فرمایئے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ ماں باپ سے سرکشی کرنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے، اٹھ بیٹھے اور فرمایا سنو اور جھوٹی بات کہنی جھوٹی شہادت دینی۔ حضہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ کو اس قدر تکرار فرمایا کہ ہم نے (اپنے دل میں) کہا کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جائیں تو بہتر ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تعزیری سزا کے لئے صرف تشہیر کافی ہے۔ مارنا اور قید کرنا جائز نہیں کیونکہ تعزیر کا مستحق ہے (گو مرتکب) بازاروں میں رسوا کرنا تشہیر سے حاصل ہو جاتی ہے۔ مارنے اور قید کرنے میں زجر و بازداشت کی زیادتی ہے لیکن ایسی سخت سزا کا تصور کر کے کوئی شہادت کے جھوٹے ہونے سے اقرار اور شہادت سے توبہ جائے ہے اور اس شہادت و عقوبت کا تعلق اس کے ثابت نہیں ہوتا کہ مجرم خود ہی اپنی شہادت کے کاذب ہونے کا اقرار کرے اور اپنی ہوئی شہادت سے توبہ جائے جیسا جھوٹی شہادت کی سزا میں تخفیف ہونی چاہئے تاکہ مجرم اپنی شہادت کے جھوٹے ہونے کا اقرار کرنے کی جرأت کر سکے (اور ثابت ہو جائے) حضرت عمرؓ کا فیصلہ تو وہ محض سیاسی تھا۔ (فتح القدیر ج ۴ ص ۴۰۰ جس کا اصرار اشت کو اختیار ہے)۔

قاضی شریحؒ رحمہ اللہ کا عمل۔

امام ابو حنیفہ نے قرآن کی صریح آیت قاضی شریح کا قول بھی، واپس ہو گیا ہے

قوم محمد نے تو آپ کا مذاق اڑایا کہ شریعت کا یہ کیسا سوداگر ہے کہ کھانا بھی لیتا ہے، بازار میں پھرتا ہے، تو شریعت کا یہ قاصد اور مبلغ کیسا ہے کہ بیوی اور بچوں والا ہے، تو شریعت تم کو ساری دنیا کے بھوکوں اور ننگوں کے لئے کیا دے گی، تم نے تو اپنا ٹھاٹھ پورا کر لیا ہے، بھوکا اور ننگا رہنا تو ہمارا کام ہے، تو عرب کے قبیلہ بنی تمیم کے لوگ آپ کی مسجد میں حاضر ہوئے، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا تھا، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ کی شریعت کا مذاق اڑایا تھا، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ کی نبوت کو ماننے سے انکار کر دیا تھا، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ کی شریع

ہوئے۔ دوسری سب نعمتیں اور سرتیں اس کے بعد ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

قرطبی نے لکھا ہے متقین کی آنکھ کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی ٹھنڈک نہیں کہ ان کی بیوی اور اولاد ان کو اللہ کا فرمانبردار دیکھے۔ (تفسیر مظہری)

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾

[illegible] کی امامت:

یعنی دعا یہ ہے کہ لوگ دینداری اقتدا کر کے متقی بن جایا کریں۔ ہم اصل یہ کہ ہم بھی بڑے خوشحال و مالدار بن جائیں بلکہ دوسروں کے لئے ہادی بنیں۔ اور ہمارا خاندان تقویٰ و طہارت میں سب سے بڑھ کر ہو۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا ہے کہ مقصود اپنے لئے متقی ہونا ایسا اعلیٰ مقام حاصل کرنا ہے کہ دنیا کے متقی لوگ بھی وہاں تک نہ پہنچے۔ قرطبی نے یہ دونوں قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان دونوں مطلوب حاصل ایک ہی ہے کہ ریاست و امامت کی طلب جو نیز کے لئے ہو اور آخرت کے فائدہ کے لئے ہو دونوں مختلف نہیں بلکہ متلازم ہیں۔ آیت یہ لایبلون علوا فی الارض ولا فسادا میں دنیا کی خواہش کی مذمت ہے جو دنیوی عزت و جاہ کے لئے ہو۔ واللہ اعلم۔ یہاں تک عباد الرحمٰن یعنی مومنین کاملین کی اہم صفات کا بیان پورا ہو گیا۔ آگے ان کی جزاء اور آخرت کے درجات کا ذکر ہے۔ (معارف ملخصاً)

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ

یہ وہ لوگ ہیں جن کو بدلہ دیا جائے گا بالا خانہ اس واسطے کہ وہ صبر کرتے رہے

فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿٧٥﴾

اس میں دعا اور سلام کیے جاتے ہوئے

مومنین کا انعام:

یعنی جنت میں اونچے درجے ملیں گے اور فرشتے دعاء و سلام کرتے ہوئے ان کا استقبال کریں گے اور آپس کی ملاقاتوں میں یہی کلمات سلام و دعا ان کی تکریم و عزت افزائی کے لئے استعمال ہوں گے۔ (تفسیر جلالین)

جنت کے درجات:

متقین نے صحیحین میں اور امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری کی روایت سے اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ کے واسطہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اپنے سے اعلیٰ بالائی خانوں والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم لوگ آسمان میں چمکتی ہوئی دور کی روشن چیز کو دیکھتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بالا خانے کی منزلیں وہی ہیں جو ہم سے بہت دور ہیں۔ فرمایا نہیں بلکہ وہ انسان ان مراتب تک پہنچ سکتے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے اور پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت سے بھی ایسی ہی حدیث آئی ہے۔

جنت کے بالا خانے: احمد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر کی روایت سے اور ترمذی بیہقی نے حضرت علی کی روایت سے اور امام احمد نے حضرت ابو مالک اشعری کی روایت سے بیان کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے کچھ کوٹھے یا بالا خانے ایسے ہیں جن کے اندر کی حالت باہر سے اور باہر کی حالت اندر سے دکھائی دیتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بالا خانے کن لوگوں کے ہوں گے فرمایا ان لوگوں کے لئے جنہوں نے سلام کو پھیلایا کھانا کھلایا ہمیشہ روزے رکھے اور رات کے ایسے وقت نماز پڑھی جبکہ (عام) لوگ سوتے ہوں۔ ہم نے عرض کیا یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام کس میں طاقت ہے فرمایا میری امت اس کی طاقت رکھتی ہے میں اس کی تفصیل تم کو بتاتا ہوں۔ پورے بھائی (مسلمان) سے ملاقات کی تو سلام کیا اور سلام کا جواب دیا۔ اس نے سلام کو پھیلایا اور جس نے اپنے اہل و عیال کو پیٹ بھر کھانا کھلایا تو اس نے کھانا کھلایا اور جس نے رمضان میں شروع رات میں عشاء کی نماز پڑھی اس سے ستاروں کو دیکھتے ہوئے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا تو انبیاء کے مکان ہوں گے اور کوئی وہاں کیسے پہنچ سکتا ہے فرمایا کیوں نہیں قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے لوگ اللہ پر ایمان رکھتے اور پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں وہ انسان ان مراتب تک پہنچ سکتے ہیں۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت سے بھی ایسی ہی حدیث آئی ہے۔

سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کا خلاصہ

از قلم: مولانا ابوالعطاء جالندھری

اس رکوع کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ ایک جگہ ایک چیز کا ذکر ہو اور دوسری جگہ اس کے مقابل پر دوسری چیز کا ذکر ہو تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ پہلی جگہ پر جس چیز کا ذکر ہے اس سے مراد اچھی چیز ہے اور دوسری جگہ پر جس چیز کا ذکر ہے اس سے مراد بری چیز ہے۔ اس اصول کے ماتحت اس رکوع کی ابتداء میں جو فرمایا گیا ہے کہ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (الفرقان: ۶۴) اس سے مراد یہ ہے کہ رحمان خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں۔ اس کے مقابل

اپنی بیان میں اعمال اور نیت کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ ان کے مطابق ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور اچھی نیت سے کیا گیا عمل ہی اللہ کے ہاں قبول ہوتا ہے۔

ایک اور مثال میں ایک شخص کا ذکر ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نماز پڑھتا ہے۔ ایسا شخص اللہ کے ہاں اجر کا مستحق نہیں ہوتا۔ اس لیے ہمیں اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرنا چاہیے۔

آخر میں انہوں نے نصیحت کی کہ ہمیں اپنی چال درست کرنی چاہیے۔ ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے اور اللہ سے ہدایت مانگنی چاہیے۔ ہمیں اپنے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرنا چاہیے۔

یہ ہے ہماری آج کی گفتگو کا خلاصہ۔ ہم نے دیکھا کہ کس طرح ہماری چال ہمارے اعمال کی عکاسی کرتی ہے۔ ہمیں اپنی چال کو درست کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمیں اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرنا چاہیے۔ ہمیں اللہ سے ہدایت مانگنی چاہیے۔ ہمیں اپنے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی چال درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دشمن کے ہتھکنڈوں کا مقابلہ

اس کے بعد کے خطبے میں ہم دیکھیں گے کہ دشمن کی چالوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔

میں اسلام کیا ہوا ہے۔

(۲) اخلاق کی اس سے اصل ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں جب دونوں کے اندر ایک مشترک ہے۔ کچھ تعصب کی ضرورت نہیں رہتی کہ ہم

[illegible] کی تفسیر میں [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہے [illegible] ہے

خوف میں کمی آجاتی ہے اور ایک ذرہ بھی نہیں کر سکتے سوائے اپنے کفار ساتھ ہو جائیں اور ان کی بات نہیں مان سکتے اور اللہ نے فرمایا علیہ ہو اس جیسا قول نہیں کر سکتا۔

آیات بینات اور اعمال ہے کہ کیا وہ ہے مثل ہے اس لیے جب بھلیں کے تو اس کے آگے بھلیں نے اگر اس کا ساتھ شریک اور ساجھی ٹھہرا اس تو بے کیے وہ ہوگا کچھ نہیں کہ جب اس کی ذات اصلت اور اعمال میں دوئی شریک نہیں تو عبادت میں کون شریک ہو سکتا ہے اسب عبادتیں ہی ہے ہوں کی نیت کرکوں اور ریاء کی کے ساتھ کریں کے رزق داد اور نی سے مانگیں گے اس کی ذات کے سوا ہے اور کوئی نہیں ہے

اجر عظیم کے انعام سے مقدس بنے ہیں اور ان تمام سے سب سے زیادہ افضل نبی کریم صلی اللہ علیہ اسم ہیں سارے کائنات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہیں جبریت کا یعنی جبرئیل اللہ علیہ اسم سے فرمایا کہ تم خود اپنی زبان سے کہو۔

قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ۝

اے محمد اصلی اللہ علیہ وسلم تم کہہ دو مجھ کو حکم کیا گیا ہے نہ فرمان کا۔

حضرت ذوالجلال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا

یا فاطمۃ بنت محمد لا اغنی عنک من اللہ شیئا۔

اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعے میں چاہیں تجھے اللہ سے بچانے میں کچھ نہ کام آؤں گا۔ نہ تجھ کو نجات دلوا سکتا ہوں نہ تجھ کو نجات دلوا سکتا ہوں کہ تو میرے قطعے میں ہے تو آخرت ہے جب میدان میں دوڑ خریں پڑیں گی کہ میرے ساتھ میں کون ہے تو میں اور آپ کی چیز ہیں؟ پوری مخلوق کو جمع ہے تو جو اس سے نسبت ہے وہ قائل کسی کے ہیں ہیں کچھ نہیں ہوتی تو اس کی ساتھ نہیں سب سے بڑھ ہے وہ اللہ کی ذات ہے۔

ہارون رشید نے بادشاہت کا زمانہ خواص رشتہ قطع پڑا ایک دیہاتی آیا اس میں بھی جا کر بڑھ سے رکھ لگوں تاکہ میری اصلاح ہو جائے جو کے عرب ہے ہیں میں جا کر بادشاہ سے کہوں کہ اپنے قرابتے سے مجھے کچھ دے جب "یا وہ بھی کہ ہارون رشید نہ زمین تھا اس تو اس نے کہا کہ ہارون رشید جا رہا ہے۔ یہ بھی کہ ہارون رشید سے چوچھ کہ چودھری صاحب کیوں آئے؟ چودھری صاحب نے کہا کہ میں بھی تاکہ میرا بھی کچھ ہو جائے تو ہارون رشید نے کہا کہ اچھا تم بھی جاؤ۔ جب وہ دیہاتی گیا تو ہارون رشید نے کہا

ہو جانے پر بھی کہا جاتا ہے کہ آدمی مسلمان ہے۔

بعض مفسرین کا بیان ہے لفظ اسلام سے مراد ہے کہ لوگ مطمئن ہوں خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ہوں، ہر ایک کو اطمینان ہو جائے کہ مجھ سے یا میرے مؤمن ہونے سے اس کا کام نہیں کہ مار دھاڑ کرتا پھرے یا آبرو ریزیاں کرتا پھرے، دنیا اس سے مطمئن رہے کہ یہ صالح آدمی ہے اس سے کسی قسم کی نقصانی کا اندیشہ نہیں ہے۔

اور اگر آپ کسی سے لکھتے رہیں کہ بھئی کہیں پر تھرکی نہ مارے یہ مؤمن کیا اچھا معاملہ ہے، نکل جب سڑک پر چلتا ہے تو آپ حامی بھرا چلتے ہیں کہ کہیں وہ شتاب نہ مرے سے کوئی چھیڑ خدا جانے کیسی سینگ مارے، اگر مؤمن سے بھی کہیں بچ کے رہنا پڑے کہ یہ بھی عجیب چیتا کھنچا ہوا ہے کسی کو کھا جائے گا تو یہ مؤمن کیا ہوا مؤمن کامل نہیں ہے۔

اس لیے فرمایا کہ خدا نے بندے وہ ہیں جو خلق انسانی کے درپے نہیں ہوتے قتل و غارت کرتے نہیں پھرتے ہاں خدا کا حکم آ جائے علم آ جائے قصاص لے لیں تو قتل کر دیں وہ اپنے ان کاموں کا کام نہیں ہے۔

وَلَا يَزْنُونَ آبرو ریزی نہیں کرتے۔

سب سے بڑی آبرو ریزی زنا کاری ہے، کہ ایک عورت کی آبرو ختم کر دی اور دن رہے ختم کر دی کہ پھر خبر لینے والے بیٹا ہو گا تو ہو گا نہیں اس سے آگے پیچھا ہو جاتا ہے ہو گا تو ہو گا، ورنہ کچھ بھی نہیں ہے کھلی کھیلی کہ یہ چھیڑ ہے اس کو دنیا میں مت مٹاؤ اس سے معاملہ مت کرو تو کتنا عظیم اس نے گویا کہا کہ آپ عورت کی پوری زندگی پر بازاری سوسائٹی میں اس کی کوئی عصمت نہیں رہنے دیتا باقی زندگی بھی ایک قسم کا قید ہی ہے۔

پھر آبرو ریزی ایک کی ہے اور دشمن ساری سوسائٹی سے الفاظ یاد ہیں دل کو جرأت ہو گئی کہ دنیا کے خلاف جہاد کی کھل گئی آبرو باقی نہ رہی تو ایک قوم کی آبرو جائے گی اور دوسرے کو اس نے آبرو ریزی کرنے کی جرأت دلائی اس واسطے فرمایا گیا کہ زنا کی سزا شدید کر دی ہے تو قتل تو نہیں ہے کہ قتل کیا جائے بلکہ اس کا نصف حصہ زمین میں گاڑ کر پبلک کا تھپڑ اور پھر مار مار کر شدید سزا دینا جائے ظاہر ہے کہ یہ سزا بڑی سخت معلوم ہوتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ دہشت والی سزا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جرم کی نوعیت کو دیکھو کہ ایک شخص کی آبرو ضائع کی سوسائٹی کو برباد کر دیا ہے اس نے امن افراد یا ایسے شخص کو تو اس سے زیادہ سزا ملنی چاہئے۔

اس لیے فرمایا گیا کہ ان کے امن کے بندوں کی شان یہ ہے کہ وہ کسی کی جان نہیں لیتے ہیں، کسی کی آبرو کو لوٹتے ہیں اور دوسروں کی حفاظت کرتے ہیں۔

وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا

پھر بھی اگر کوئی یہ حرکت کرے گا اسے انام میں ڈالا جائے گا۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اس نام ایک وادی اور جہنم میں ڈھکیل دیا ہے جس شدید عذاب ہے زمہریر بھی اس سے پناہ مانگتی ہے اس میں سانپ کھلا چھوڑ دیا جائے گا۔

يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ دوگنا نہیں بلکہ عذاب اس کے لئے بڑھتا ہوا ہو گا، اس لیے کہ جیسے اس نے دنیا میں آبرو ریزی ترک کی آبرو کو تہ و بالا کیا کہ پھر آبرو

اجڑی ہی نہیں اس طرح عذاب بھی تہ بہ تہ ڈالا جائے گا تاکہ وہ ابھر ہی نہ سکے اسے کبھی وہاں امن نہیں ہو گا، وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا اور ایک لمبی مدت تک ذلت اور رسوائی کے ساتھ یہ عذاب بھگتے گا۔

توبہ کرنے والوں سے حق تعالیٰ کا معاملہ

اِلَّا مَنْ تَابَ سوائے اس کے کہ کوئی توبہ کرے اس سے آفت کا عذاب ٹل جائے گا دنیا میں تو عذاب آ گیا کہ اسے مستقام کر دیں گے لیکن اگلی آخرت کی تو بات ہی ہے اگر توبہ کر لی وہاں کا عذاب ختم ہو جائے گا۔

وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ جو توبہ کرے اور توبہ کے بعد نیک راستے پر چلنے لگے مقبول طرز کی زندگی بسر کرنے لگے اور گناہ معاف ہی نہیں ہوں گے بلکہ اس کی نیکیاں پہلوں کو بھی مٹا دیں گی اس کی نیکیاں غالب آ جائیں گی اس کی برائیاں نیکیوں سے بدل دے گا اور اس قدر نیکی کا ظہور آخرت میں ہو گا۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص میدان محشر میں حاضر ہو گا حق تعالیٰ اسے بلائیں گے وہ بے خوف ہو کر آئے گا، وہ یا تو توبہ کر کے گیا ہو گا یا توبہ نہیں ہو گی تو حق تعالیٰ کا فضل متوقع ہو گا۔ اسے فرمائیں گے قریب جاؤ، قریب جاؤ، قریب ہو گا فرمائیں گے اور قریب ہو جاؤ، یہ پوچھ رہا ہے کہ کیا پوچھ رہا ہے؟ بیت خدا دیکھ رہا ہے، دوزخ دیکھ رہا ہے اس کے کانوں میں آہستہ آہستہ بات چیت ہو گی حق تعالیٰ اس کو اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ یاد دلائیں گے، فرمائیں گے پوچھ کر تم نے کسی کی؟ اور اس کا دل ہاں کہنے کی جرأت نہیں کرے گا، ہو گا کہ اب میری نجات کی کوئی صورت نہیں اور حکم ہو گا کہ جہنم میں اس لئے کہ ابھی تو چھوٹی چھوٹی برائیاں یاد پڑ رہی ہیں جو میں نے بڑی بڑی حرکتیں کی ہیں ان کی طرف تو گئی ہی نہیں، ہو گی تو یہ معمولی باتیں لیکن ان کو پوچھ لیا ہے۔

خدا کی کوئی بھی عدالت نہیں ہو گی جو عرض کرے گا اللہ یہاں میں نے اپنی بدبختی سے اپنی حرکتیں کیں بہت سے بیاہ لائے ہے بے بیاہوں کو اٹھانے کے بعد حق تعالیٰ فرمائیں گے جان سب کے بدلے تم تجھے نیکیاں دیتے ہیں اور تیرے نامۂ اعمال میں دو لکھی جاتی ہیں اب وہ حیران ہو گا کہ یہ تو وہ ہو گیا جسے میں نے ڈرا رہا تھا کہ میرے لیے ہلاکت ہے یہاں تو نیکیوں کی نیکیوں سے بدلا جا رہا ہے اب خود ہی کہے گا اللہ میں، وہ جو بہت بڑی بڑی میں نے کی تھی وہ تو آپ نے یہ بھی نہیں فرمائیں گے حق تعالیٰ وہ گنوا تھی؟ بندہ عرض کرے گا وہ یہ تھی فرمائیں گے اس کے بدلہ میں اتنی نیکیاں دیں پھر کہے گا ایک تو اس سے بھی بڑی کی تھی وہ آپ نے پوچھی ہی نہیں فرمائیں گے وہ کیا تھی؟ عرض کرے گا وہ یہ تھی فرمائیں گے حق تعالیٰ اسکے بدلے میں اتنی نیکیاں دیں تو رحمت متوقعہ ہو جائے تو ہلاکت کی کوئی صورت نہیں اور غضب خدا کا متوقعہ ہو جائے تو نجات کی کوئی صورت نہیں۔

آگے فرمایا وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا اس سے پہلے تو وہ توبہ کرنے والوں سے معاملہ تھا اب آگے اصول بیان کیا جس سے توبہ بھی فسوں ہو رہا ہے

رحمن کے بندوں کی صفات

سورة الشعراء

[illegible]

[illegible]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ

[illegible]

طٰسٓمٓ کا معنی

طٰسٓمٓ [illegible]

[illegible]

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ

امت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نزولِ آیت کا زمانہ

[illegible]

آیت سے معلوم شدہ احکام

[illegible]

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ

اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ

خشیتِ الٰہی

[illegible]

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

فَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ

[illegible]

محرومِ ہدایت لوگ:

یعنی آپ ان کے لئے جس چیز کی بھی درخواست پیش کریں گے، وہ ان کی بھلائی اور ہدایت کے لئے ہوگی، اس لئے کہ آپ ان کی بھلائی کے لئے کوشاں ہیں، لیکن یہ لوگ ہدایت کو قبول نہیں کرتے بلکہ اندھے بن کر بھاگتے ہیں تو ایسی ہدایت کا کیا فائدہ جو ان کے لئے مفید نہ ہو؟

مطلب یہ ہے کہ جب یہ اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے ہدایت کو دیکھ کر بھی نہیں دیکھتے اور قوتِ سماعت کے ہوتے ہوئے بھی نشانیاں ان کو سنا نہیں جاتیں تو ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کی طلب ہی نہیں ہے۔ (تفسیر عثمانی)

فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ

[illegible]

تکذیب و انکار کی سزا ملنے والی ہے:

یعنی صرف معمولی عوارض ہی نہیں بلکہ عذاب و ہلاکت بھی ہے جو عنقریب ان کو آ لے گی، جس سے کوئی بچا نہیں سکے گا۔ تب اس چیز کی حقیقت کھلے گی جس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ

[illegible]

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

[illegible]

تھوڑا سا غور کرنے کی بات ہے:

یعنی یہ لوگ اگر اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے نہ مانیں تو اور بات ہے ورنہ عقل و فکر سے کام لیں تو ان کو بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ [illegible] کی ہر حرکت و سکون اور ہر ذرہ کی ہر ہر حالت میں کیسی کیسی عجیب و غریب حکمتیں کام کر رہی ہیں۔ ایک ایک چیونٹی اور ایک ایک مکھی کی ساخت پر غور کیا جائے تو عقل حیران رہ جاتی ہے۔ [illegible] کی تعداد کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ [illegible] کی ہر ہر قسم کی ایک مستقل دنی

حضرت موسیٰ کے اسلام کا اندیشہ

جس وقت حضرت موسیٰ جانے لگے تو فرعون کے درباریوں نے کہا کہ آپ نے ان کو قتل کیا تھا، وہ آپ کو قتل کر دیں گے، اس وقت حضرت موسیٰ کو یاد آیا کہ ہم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا، اس کا ذکر کیا ہوگا، اس وقت حضرت موسیٰ کو خوف ہوا کہ کہیں ہم پکڑے جائیں، اس لئے ان کو تکلیف ہوئی، اس کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے کہ

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ

اس آیت کے ترجمہ میں مفسرین کے تین قول ہیں، ان کی تفصیل سے ہم نے اختیار کیا ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے

فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ

اس کے بعد حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کی پردہ پوشی فرمائے، اس دعا کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا ہے

قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا إِنَّا مَعَكُم مُّسْتَمِعُونَ

حضرت موسیٰ کا مصر سے مدین کی طرف سفر

اس واقعہ کے بعد حضرت موسیٰ مصر سے مدین کی طرف روانہ ہوئے، مدین کا راستہ آٹھ دن کا تھا، حضرت موسیٰ کو راستہ کا علم نہیں تھا، اس لئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے رب مجھے سیدھا راستہ بتا دیجئے، اس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا ہے

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ

آزادی فی امر کیل کا پہلا انعام

اس واقعہ سے حضرت

سے نہ بچا جائے گا۔ (موضح القرآن مع حواشی)

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا

فرمایا کیا نہیں پالا ہم نے تجھ کو اپنے گھر میں

فرعون کا جواب:

موسیٰ تو وہی نہیں جس کو ہم نے اپنے گھر میں پرورش کیا تھا اور تم سے بالکل الگ ہو کر اور پرورش کر کے تیار کیا تھا۔ اب تیرا یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم ہی سے خطاب کرتا اور اپنی ربوبیت کی دعوت دیتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

وَلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝

اور رہا تو ہم میں اپنی عمر سے کئی برس

اتنے برس تجھ کو ہی پوری عمر کے برابر ہیں۔ اب یہاں سے نکلنے کی روداد بیان کی جا رہی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ

اور تو کر گیا اپنی کرتوت جو تو نے کی

جس جرم کو تو نے بھلا کا خطا (غلطی یا قصور) سے ہم بھولے کہتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور تو ہے حق سے منکر احسان کا

یعنی تو نے میرے ساتھ احسان کیا کہ مجھ کو پرورش کیا تو بھی تو بنی اسرائیل کو غلام بنا کر ان پر ظلم کر رہا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝

بولا کیا تھا میں نے وہ کام اس وقت اور میں تھا بے خبر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عذر:

یعنی قبطی کا قتل جس کا تو نے ذکر کیا وہ تو میں نے غلطی سے کیا تھا۔ مجھے اس کا علم نہیں تھا کہ یہ مکہ مارنے سے وہ مر جائے گا۔ ورنہ میں ہرگز ایسا نہ کرتا۔ (تفسیر عثمانی)

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا

پھر بھاگا میں تم سے جب تمہارا ڈر تھا پھر بخشی مجھ کو میرے رب نے سمجھ

وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اور ٹھہرایا مجھ کو پیغامبر

دعوائے نبوت:

یعنی پہلے تمہارے خوف کی وجہ سے بھاگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ مجھے نبوت و حکمت عطا فرمائے۔ اس نے اپنے فضل سے مجھے مرفراز کیا اور رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا۔ یہ بجائے خود میری سداقت کی دلیل ہے کہ جو شخص تم سے خوف کھا کر بھاگا اور پھر اس طرح سے خوف و خطرہ کا سامنا کرتا ہوا آگ پڑا۔ (تفسیر عثمانی)

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝

اور یہ احسان جو جتاتا ہے مجھ پر کہ غلام بنا رکھے تو نے بنی اسرائیل

فرعون کے احسان کا تجزیہ:

فرعون یہاں میں یہ کہتا ہے کہ میں نے تو تجھ پر احسان جتلانے کے لیے تجھ کو پرورش کیا تھا لیکن تو نے میرا احسان یہ بدلا دیا کہ بنی اسرائیل کی تربیت سے اس کا جواب ہو سکتا ہے کہ تو نے ان کی جس قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ بالخصوص جبکہ ان کی تربیت ہی کی خاطر میں یہ ہوا ہو۔ مظالم کے سلسلہ میں جس کو تو پیش کر رہا ہے۔ حقیقی بنی اسرائیل کی پرورش کرنے سے تو نے ان کو خوف کی وجہ سے بری طرح ناکام بنا رکھا ہے۔ تو نے تجھ کو بھی ان کی بجائے میرے گھر میں پرورش پانے کا موقع دیا۔ ان حالات کا تصور کر کے تجھ کو یہ احسان جتلاتے ہوئے شرمانا چاہیئے اور صاف بات یہ ہے کہ جس پروردگار نے تجھ جیسے دشمن کے گھر میں میری پرورش کروائی اسی نے آج تیری بنی نوع انسان کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت موسیٰ کی طرف سے یہ اقرار احسان نے نہ تو ان کی گذشتہ زندگی پر کوئی دھبہ لگایا اور نہ ہی دوسرے بنی اسرائیل پر کسی طرح کی تہمت لگائی۔ [illegible] حضرت موسیٰ نے فرمایا، بلکہ یہ تو احسان ہے جو [illegible]

تو نے غلام بنا کر رکھا، حالانکہ تجھے بھیجو دیا۔ خاموش نہیں ہوا۔

جواب: یہ اقرار تو ہے اور حقیقت میں انکار ہے، حضرت موسیٰ نے اول فرعون کی فرمایش پوری کی اور پھر اسے تحمید تربیت کی طرف کلام کا رخ کیا جس کا فرعون نے ذکر کیا تھا لیکن اس کا صراحۃً انکار نہیں کیا۔ گویا کہ فرعون نے واضح طور پر یہ تو کہا کہ اس بات پر تیرے کہ یہ تو حقیقت میں احسان نہیں لیکن ظلم کے مقابلے میں یا ظلم کے نتیجہ میں پہنچ تھی تو یہ احسان نہیں تھا اس بات کا کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا ان کے لڑکوں کو قتل کرانا خاص وجہ سے میں تیرے پاس بھاگا اور تیرے پاس مجھے پہنچ گیا، اور تو نے میری پرورش کا احسان کیا۔ اگر تو بنی اسرائیل کو غلام سے نہ بناتا میں نہ کرتا اور ان کے لڑکوں کو قتل نہ کراتا تو میرے ماں باپ میری پرورش کرتے اور میں گھر پر ہی رہتا، مجھے بھیجنے اور میں تیرے مکان میں پلا یا جاتا۔ (ضیاء القرآن)

فرعون کا جواب:

تو نے مجھے پالا پوسا کر میری پرورش کی۔ مجھے تو تو نے بھلا دیا اور میرے سوا ساری قوم کو غلام بنا لیا تو کیا اسی طرح کی اس چند روزہ پرورش سے میری تربیت کا احسان واضح کرنا چاہتا ہے جس نے آخر میں ان چند روزہ نعمت تربیت کا کفران کیا ہے؟ تو رب العالمین کی سب نعمتوں کے کفران میں مبتلا ہے اور جس رب العالمین نے تجھ کو اور تیرے آبا و اجداد کو پیدا کیا ہے تو اس رب العالمین کا کافر اور منکر بنا ہوا ہے اور جس رب العالمین نے تیری تربیت اور ہدایت کے لئے رسول بھیجا ہے تو اس کی بھی تکذیب اور تنقید کرتا ہے۔ (ضیاء القرآن)

رب العالمین کے متعلق فرعون کا سوال:

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے قُلْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ (رب المشرقین) کے امثال میں رب العالمین کا تعارف کرایا، اس پر فرعون خود تعارف اور بحث دیکھی کی بنا سے بولا۔ (العیاذ باللہ) رب العالمین کیا چیز ہوتی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا، رب کا کام کیا ہوتا ہے؟ یہ کہنا اس شقی (ازلی) کا بھی تو اپنی قسم کے دوسرے بے تحاشا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (میں اپنے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں سمجھتا) اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں) کہنا اس کی قوم کے کوتاہ بعض قوم جہال بعض جہلاء سے اور بعض خوف باطل سے اس کی پرستش کرتے تھے، گویا میں اس معبود کی نفی نہیں کرتا تھا یقین تھا جیسا کہ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ (بنی اسرائیل، رکوع ۱۲) سے ظاہر ہوتا ہے۔ (ضیاء القرآن)

قَدْ فِرْعَوْنُ مَا مَعْرِفَةُ الْعَلِيْنَ (بطور تحقیق) کہنے کا سبب یہ ہوئی ہے یعنی فرعون نے رب العالمین کی حقیقت و ذات کی دریافت کی اور ظاہر ہے کہ ذات کی نسبت مرکب نہیں ہو سکتی اس کے لئے ذات و صفات دونوں کی پہچان ضروری ہے اور فرد کے بجائے شخصیات ہی بتائے جاتے ہیں (یعنی صرف تعریف بالوصف ہی ہو سکتی ہے) اس لئے حضرت موسیٰ نے رب میں اللہ کے خصوصی اوصاف ورآثار کا ذکر کیا۔ (ضیاء القرآن)

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
کہا پروردگار آسمان اور زمین کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے
اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝
اگر تم یقین رکھتے ہو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب

یعنی آسمان و زمین کی تمام چیزیں جس کے زیر تربیت ہیں وہی رب العالمین ہے۔ فرشتے، نجوم، سیارے، کواکب بھی اسی

...ہے۔

قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ

...

فرعون کا دوسرا پینترا

...(اعتراض) کہ اس آیت کو سوال کا جواب کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کو سوال کا جواب اس لئے کہا گیا ہے کہ فرعون کا یہ مقصد تھا کہ اس کی اس حرکت سے لوگ اس کو عقل سے خالی سمجھنے لگیں۔ (ابن جریر)

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ

...

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک اور تاویل کا رد عمل:

...حضرت موسیٰ نے جو کچھ بات کہی اس کو سن کر فرعون کی عقل نے اس کو یہ سمجھا دیا کہ اس کی حکومت کی جڑ ہی کٹی جا رہی ہے۔ اس لئے اس نے حضرت موسیٰ کی بات کو ٹالنے کے لئے ایک اور حربہ استعمال کیا۔ اس نے کہا کہ یہ شخص جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا کوئی تعلق ہماری دنیا سے نہیں ہے۔ یہ کوئی اور ہی دنیا کی باتیں کر رہا ہے۔ اس لئے ہمارے لئے اس کی باتیں بالکل ناقابل فہم ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ شخص جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا کوئی سر پیر ہمیں نظر نہیں آتا۔ یہ کوئی ایسی بات کہہ رہا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ کوئی ایسی بات کہہ رہا ہے جو ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کی یہ بات سن کر فرعون کے درباری قہقہہ مار کر ہنسنے لگے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے فرعون تیرے ساتھ تو اپنے دیوانوں کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔ (ابن جریر)

یعنی روزانہ یہ دیکھتے ہو کہ سورج مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں غروب ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے۔ یہ بات ہر شخص کے مشاہدہ میں ہے۔ اس لئے فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے اس دعوے کی کوئی دلیل پیش کرو۔ (ابن جریر)

حضرت موسیٰ نے پہلے تو اس کی عقل کی کمزوری کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی طرف توجہ دلائی کہ اس کی عقل کی کمزوری اپنے آپ کو بھی ظاہر کر رہی ہے۔ (ابن جریر)

مخاطب کی عقل کی کمزوری کی طرف توجہ دلانا بھی کبھی کبھی بہت کارگر ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت موسیٰ نے بھی اس کو اپنا لیا۔ (ابن جریر)

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ

...

فرعون کی دھمکی:

...حضرت موسیٰ نے اپنا مطلب صاف کر دیا کہ یہاں اس کا کوئی زور نہیں چلے گا۔ اس لئے اس نے دھمکی دی کہ اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کو اپنا معبود بنانے کی کوشش کی تو تم کو قید کر دوں گا۔ (ابن جریر)

قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ

...

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک اور جواب:

...حضرت موسیٰ نے کہا کہ اگر میں تیرے سامنے کوئی ایسا جواب پیش کر دوں جو کھلا ہوا نشان ہو تو کیا تب بھی تو مجھ کو قید کرے گا؟ (ابن جریر)

قَالَ فَأْتِ بِهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ

...

فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۝ وَنَزَعَ يَدَهُ

...

فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ۝ قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُ

إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ﴿٣٧﴾ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم

یہ تو کوئی جادوگر ہے بڑا ماہر ہے۔ نکال دینا تم کو

مِّنْ أَرْضِكُم بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ﴿٣٨﴾

تمہارے ملک میں سے اپنے جادو کے زور سے سوچو اب کیا حکم دیتے ہو

فرعون کی بدحواسی:

یہ تو قدرتی کے دعوے تھے، یہ اتنی جلد اپنے حواس باختہ ہو گیا کہ اپنے خاص الخاص درباریوں سے مشورہ کرنے لگا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ان کے احکام پر چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔

قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿٣٦﴾

کہنے لگے ٹال دو اس کو اور اس کے بھائی کو اور بھیج دو شہروں میں جمع کرنے والے

يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ ﴿٣٧﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ

کہ آ جائیں تیرے پاس ہر جادوگر بڑا ماہر جادو کے فن میں

يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٣٨﴾

ایک مقرر دن کے

یعنی عید کے دن چاشت کے وقت۔

وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ﴿٣٩﴾

اور لوگوں کو کہا گیا تم بھی اکٹھے ہو جاؤ

لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿٤٠﴾

شاید ہم ان جادوگروں کی پیروی کریں اگر وہ ان غالب

فرعون جادوگروں کا مہورا لینے لگا۔

یعنی سب کو اکٹھا ہونا چاہئے۔ امید تو کی ہے کہ ہمارے جادوگر غالب آئیں گے۔ اس وقت ہم ان کی شکست اور مظلومیت دکھلانے کے لئے سچے ساحرین ہی کی راہ پر چلیں گے۔ گویا یہ ظاہر کرنا تھا کہ اس میں ہماری کوئی غرض نفسی نہیں۔ جب مقابلہ میں ہمارا ہی جادو رہے گا تو آسمانی کسی کو ہمارے طریقہ سے انحراف ہونے کی کچھ گنجائش نہیں رہ سکتی۔ (از ظاہر)

جادوگروں سے مراد یہی جادوگر ہیں فرعون نے موسیٰ کے مقابلے کے لئے بلوایا تھا۔ اصل امید ظاہر کرنے کے لئے آئے ہیں امید کا ظاہر کرنا ہی ان کا مقصد ہے۔ (از ظاہر)

آگے ہے کہ جادوگروں سے مراد وہی فرعون کے بلائے ہوئے جادوگر (حضرت خضر نے کہا) جادوگروں سے مراد ہیں موسیٰ وہارون اور ان کی قوم

فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا

پھر جب آ موجود ہوئے جادوگر کہنے لگے فرعون سے کیا ہمارے واسطے انعام ہے

إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ

اگر ہم غالب رہے فرعون نے کہا ہاں اور بیشک تم

إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٢﴾

اس وقت مقربوں میں ہو گے

فرعون کے جادوگر کرائے کے مزدور۔

یعنی نہ صرف مالی انعام اکرام بلکہ تم میرے خاص مصاحبوں میں ہو گے۔ ان آیات کا مفصل بیان "اعراف" اور "طٰہٰ" میں گزر چکا ہے۔

قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٤٣﴾

کہا ان کو موسیٰ تم کو جو ڈالنا ہے ڈالو

جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چیلنج:

یعنی جب ساحرین نے کہا کہ ہم اس قسم پہلے اپنی فن دانی کا اظہار ہو جائے اس کے جواب میں فرمایا "تم بھی اپنی قوت خرچ کر دیکھو" (از موضح)

فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ یعنی حضرت موسیٰ سے اطمینان ہو کر انہوں نے کہا کہ آپ جو کچھ جادو دکھانا چاہتے ہیں دکھا دیجئے۔ ہم پر برتری حاصل کرنے کے لئے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو جادو کا حکم دے رہے ہیں لیکن ذرا سے غور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے جادو کرنے کا حکم نہیں تھا بلکہ جو کچھ وہ کرنے والے تھے اس کا ابطال مقصود تھا لیکن ان کی باطل پر بغیر اس کے چارہ نہ تھا کہ وہ کرتے۔ کہتے تھے اس نے آپ نے ان کو اظہار جادو کا حکم دیا ہے کہ ایک زبردست کو جادو کے زور سے اپنے زعم باطل میں وہ دبانے کے لئے پیش کرتے تھے کہ ہمیں ان کو باطل ثابت کرنا محسوس ظاہر ہو گیا کہ اسے کسی پر رضامندی نہیں کہہ جاتا (از ماجدی)

فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ

پھر انہوں نے ڈالی رسیاں اپنی اور لاٹھیاں اپنی اور بولے فرعون کے اقبال

إِنَّا لَهُمَا لَعَابِدُونَ

جادوگروں نے فرعون کی قوت کا سہارا لیا

اس نے سوچا تھا کہ ان میں ایک آدمی اس کی قوت کا سہارا لے گا

فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ

حضرت موسیٰ کی فتح

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ

رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ قَالَ آمَنتُمْ لَهُ قَبْلَ

أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ

فرعون کی چار بازیاں

جادوگروں کے ایمان کی پختگی

إِنَّا نَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطَايَانَا أَنْ كُنَّا

أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ

حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کا مجمع

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ

مِنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ وَلَوْ أَلْقَىٰ

إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو تبلیغ کے بعد بھی بہت سے معجزے دکھائے مگر فرعون اور اس کے درباری سب سے پہلے ہم نے قبول حق کا اعلان کیا۔ اس سے اسے ہوتی ہے کہ ہماری گرفت سے بچ کر نہیں جا سکتے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ

ہجرت کا حکم:

یعنی ہم نے ایک نعمت سے بدلک سمجھانے اور آیات دکھانے کے بعد بھی فرعون سے قبل فرعون نے کہا اور "بنی اسرائیل" کا سامان تیار ہو تو ہم نے وحی کی تم رات کی رات اپنی قوم کو لے کر رات ہی رات یہاں سے ہجرت کر جانا۔ اور یقین رکھو فرعونی ضرور تمہارا پیچھا کریں گے (تفسیر ابن کثیر)

فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ

تعاقب کی تیاری:

فرعون نے شہروں میں کہلا بھیجا کہ بنی اسرائیل کا تعاقب کرے۔

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ

یہ لوگ تو بہت تھوڑی سی ایک جماعت ہے تمہاری

فرعون کے دعوے:

یعنی ان تھوڑے سے آدمیوں نے ہمارے ملک کو غصہ کیا ہے۔ حالانکہ ان کی تعداد کی بات جو تمہارے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ یہ ہمیں قوم کو غیرت اور جوش دلانے کے لئے کہا۔

وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ

اور یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں

یا تم کو غصہ دلا رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کی گستاخی نے ہمارا جی جلا دیا ہے۔

وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَاذِرُونَ

اور ہم سب ہتھیار بند رہنے والے ہیں

غرض یہ روایات کے خلاف وہ قبیح ہی ہے۔ بعض مفسرین نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ہم روزی کی جمعیت ہے جو کہ ہمارا طریقہ ہے تو یہ احتیاط کی رعایت کے لئے ہیں گے۔ واللہ اعلم

فَأَخْرَجْنَاهُم مِّن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ

وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ

اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے بھی نکال

فرعونیوں کی بدبختی:

یعنی ان کو طرح طرح کی نعمت و مال و دولت، باغات اور چشمیں عطا کر رکھی تھیں سب کو چھوڑ کر بنی اسرائیل نے فوراً تعاقب شروع کر دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس کا گویا پہلے سے علم تھا کہ فرعونی ان کا پیچھا کریں گے۔ (خلاصہ ابن کثیر)

كَذَٰلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ

اسی طرح ہوا اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا

بنی اسرائیل کو مصر کا وارث بنا دیا:

یعنی فرعون اور اس کی قوم کی بنی اسرائیل کے ہاتھوں ہلاکت کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں جب ملک مصر کبھی آن کی حکومت میں شامل ہو جانے جہاں پہلے ہی سے متعلق افراد پائے جاتے تھے۔ (ابن کثیر)

فَأَتْبَعُوهُم مُّشْرِقِينَ فَلَمَّا تَرَاءَى الْجَمْعَانِ

پھر پیچھے پڑے سورج نکلتے ہی جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے سامنے

قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ

موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے ہم تو پکڑے گئے

دریائے قلزم کے کنارے پر:

یعنی فرعون کے لشکر نے بنی اسرائیل کو دریا کے کنارے پر جا لیا پیچھے سے فرعونی لشکر آ رہا تھا اور سامنے دریا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے ساتھی گھبرا گئے کہ اب کیا ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا۔

قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ

ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے ابھی راہ نکالتا ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اطمینان علی اللہ:

یعنی گھبراؤ نہیں اللہ کے وعدوں پر اطمینان رکھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ وہ یقیناً ہمارے لئے کوئی راستہ نکال دے گا۔ انشاء اللہ

فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ

وَأَغْرَقْنَا فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ أَجْمَعِينَ

عصائے موسیٰ سے پانی میں راستے بن گئے:

پانی بہت تھا مگر موسیٰ سے بچ کر نکل جانے میں بنی اسرائیل کی بڑی فتح تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو پار اتارنے کے لئے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنا عصا سمندر پر مارو۔ عصا مارتے ہی پانی کے بارہ راستے بن گئے۔ (قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے)

وَأَنجَيْنَا الْآخَرِينَ ۝ وَأَنجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ

ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ

فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی:

جب فرعون اور اس کی قوم سمندر میں داخل ہو گئی تو بنی اسرائیل کے پار ہو جانے کے بعد موسیٰ کے حکم سے پانی کا پہاڑ ایک دوسرے سے مل گیا۔ یہ قصہ بیان کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (ترجمہ)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ

اس میں بڑی نشانی ہے اور ان کے بہت سے لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں

حق کی کامیابی کی دلیل:

یہ ہے وہ قصہ جس نے آج الحمد للہ دنیا کا آخر میں فتح نے یہ بتلا دیا کہ حق اور باطل کی لڑائی میں (جس کا ذکر قرآن مجید نے بار بار کیا ہے) حق کی کامیابی اور فتح یقینی ہے۔ (ترجمہ)

بلاشبہ اس میں (یعنی موسیٰ کو ساتھیوں سمیت بچا لینے اور فرعون کو ساتھیوں سمیت غرق کر دینے میں) اہل ہوش (یعنی سچی بات کو پہچاننے والوں) کے لئے بڑی نشانی ہے (مگر) ان میں (یعنی) لوگوں کے ساتھیوں میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔ (روایت میں آتا ہے کہ فرعون کے ساتھیوں میں سے صرف یہ چوکیدار ایمان لائے تھے جو اس کی پہلی اینٹ رکھنے کے وقت سے اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا یعنی فرعون

وہ اس کی پہلی اور بڑی کامیابی ہے جو اس کے ہوتے ہوئے ہوئی تھی جس کا حضرت یوسف علیہ السلام کو اس قرآن نے بشارت دی تھی۔ (ترجمہ)

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی:

یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ کی قوم بھی مسلمانوں کے پیچھے لگی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بڑا انتقام لینے والا ہے۔ پھر ان سے بڑا انتقام لینے والا ہے جو ان کے بعد آئیں گے۔ (ترجمہ)

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ۝ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ

وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ

(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم سے پوچھا)

قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ

(وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں پھر ہم ان کے پاس بیٹھے رہتے ہیں)

قوم کا جواب:

جس قوم کو اپنے معبودوں کو چھونے نہیں جواب بھی تحقیر سے سوال کرنے والے کو ہوتے ہیں اور اس قدر واقعات و تجربات سے ثابت ہے کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو اس کو مار بھی بیٹھتے ہیں۔ (ترجمہ)

کہنے لگے ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ہمیشہ ان ہی پر لگے رہتے ہیں (حضرت ابراہیم کا سوال سمجھ تھا لیکن) قوم کے ظالم لوگوں نے جواب دیا (جو ظالم ہوتے ہیں وہ جاہل بھی ہوتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے اس لئے اس قصہ کی لائن ہے ہر جگہ لکھا ہے کہ ظالم ہوتے ہیں جاہل نہیں لکھا۔ یہ لوگ ان میں شامل ہیں یا ہوتے تھے۔ (ترجمہ)

قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ

(آپ نے فرمایا) کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارتے ہو (ترجمہ)

حضرت ابراہیم کا سوال:

جن اندھے پجاریوں کی کبھی تمہاری بات سنتے ہیں؟ (نہیں سنتے (جیسا کہ

فائدہ کے بجائے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔

أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ

یا تمہیں نفع پہنچا سکتے ہیں یا نقصان

یعنی کیا یہ تمہیں نفع پہنچانے یا نقصان پہنچانے کی صورت میں کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ ظاہر ہے جو اپنے اوپر سے مکھی تک نہیں اڑا سکتے وہ دوسروں کو کیا نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ پھر ان کا ایسا بے بنیاد اور بے دلیل جھوٹا دعویٰ کہاں کی عقلمندی ہے۔

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ

وہ کہنے لگے نہیں ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو کہ یہی کام وہ کرتے تھے

قوم کا جواب:

یعنی ان معقول دلائل اور سچی حقیقتوں کو ہم نہیں جانتے، نہ ہمارے عقیدت اور پختہ عقائد ان باتوں پر مبنی ہیں۔ ہمارے بڑوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ ہمارے بڑے اسی طریقہ پر چلتے آئے۔ کیا ہم اتنا سب کو غلط سمجھ لیں۔

قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ

کہا بھلا دیکھتے ہو تم جن کو تم پوجتے ہو

أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ

تم اور تمہارے پہلے اگلے

یعنی کچھ سوچا بھی ہے کہ یہ کیا حماقت ہے۔ وہ بت جس کے اختیار اور قبضہ میں ذرہ برابر بھی نفع نقصان نہ ہو تو کیا وہ عبادت کے لائق ہیں؟

فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي

سو وہ میرے دشمن ہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلان جنگ:

یعنی تو میں بے خوف و خطر اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے ان معبودوں سے میری لڑائی ہے میں ان کی مخالفت بنا کر رہوں گا وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ (عنکبوت، رکوع ۲) اور ابراہیم نے کہا تم نے اللہ کے سوا بتوں کو پوجنا شروع کیا ہے تو آپس کی محبت کے لئے وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ ۚ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ۚ (انعام، رکوع ۹) اور ان سے ان کی قوم نے حجت کی تو کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو راہ سمجھائی ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے بعض سمجھدار لوگوں نے کہا کہ یہ بہت سوچا سمجھا طریقہ ہے جس پر تمہیں عمل کرنا چاہیے۔ یعنی جن کی تم عبادت کرتے ہو ان کو ہمارے دشمن سمجھتا ہوں۔ اگر خود بالذات ان کی پرستش کریں تو سراسر نقصان ہے۔ اسی سے سمجھ لو کہ تم بھی ان کی عبادت کر کے نقصان اٹھا رہے ہو۔ (تحریر حاشیہ)

اپنے دشمن کہنے سے اور پروردہ ہونے سے کہ تمہارے دشمن ہیں تم کو ان کی پوجا کرنے سے ایسا ضرر پہنچے گا جو کسی شخص کو اپنے دشمن سے نہیں پہنچتا۔ تمہارے دعوٰی کی تردید کرنے کا یہ بہتر طریقہ ہے کہ پہلے وہ اپنی ذات کو مخاطب کرے اور مقصد ہوتا ہے دوسروں کو نصیحت کرنا۔ اسی قسم کا استعمال دوسری آیت میں آیا ہے فرمایا ہے وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي (یٰسین) یعنی کیا وجہ کہ میں اپنے خالق کی عبادت نہ کروں۔

بتوں کی طرف دشمن ہونے کی نسبت مجازی ہے یا تو اس وجہ سے کہ وہ ضرر پہنچانے کا ذریعہ ہیں یا اس وجہ سے کہ قیامت کے دن وہ دشمن بن جائیں گے۔ (تحریر ضروری)

إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ

مگر پروردگار سارے جہان کا

کہ اللہ ہی ہے معبود اور مالک سارے جہان کا۔ (تحریر ضروری)

بعض اہل علم نے کہا کہ قوم ابراہیم علیہ السلام نے تو اللہ کی بھی عبادت کرتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تمہارے سارے معبود سوائے رب العالمین کے میرے دشمن ہیں یا یوں کہا جائے کہ ان کے آباء اجداد میں سے پہلوگ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور اس کی عبادت کرتے تھے اور ان روایات سورتوں میں استثناء متصل ہوگا۔ (تحریر ضروری)

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ

جس نے مجھ کو بنایا سو وہی مجھ کو راہ بتلاتا ہے

اللہ تعالیٰ ہی خالق و راہنما ہے:

یعنی خالق و مالک اور رازق اور اعلیٰ درجہ کے فوائد و منافع کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ (تحریر حاشیہ)

ہر مخلوق کو زندگی کا، نیکی و اخروی راہ کا، دنیوی تائید کا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہر شخص کو اپنے اپنے اعتبار سے ہدایت ملی۔ پوری زندگی اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے، رہنمائی فرماتا رہتا ہے تاکہ انسان مفید حیات چیزوں کو حاصل کرتا اور ضرر رساں چیزوں سے بچتا رہے۔ ہر کام کے اندر بے شمار کامیابی خون ناحق کے ذریعہ سے چوٹا شروع کرتا ہے اور اس سفر کی انتہا بالآخر جنت ہے یہ سارا رہنمائی اللہ ہی کرتا ہے۔ (تحریر حاشیہ)

وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ

اور جو مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے　　اور جب میں بیمار ہوتا

فَهُوَ يَشْفِينِ ۝ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ

زندگی اور زندگی موت کا مالک اللہ ہی ہے

شفی کا لفظ (یا) کا صیغہ اور ہدایت کا لفظ (یا) کا صیغہ اس کے قریب ہے۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اس بات کو سوچا کہ وہ کون سی شے ہے جو حقیقت میں نفع و نقصان کا مالک ہے۔

تو آپ کا ذہن خالق، رازق اور شفا دینے والے کی طرف گیا۔ یہ بھی ہے کہ بعض لوگ طبیب کو شفا دینے والا سمجھتے ہیں اور بعض دوا کو۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ شفا دینے والا اللہ ہے۔ طبیب اور دوا تو ذریعہ ہیں۔ اللہ ہی ہے جو ان ذریعوں کو شفا دینے والا بناتا ہے۔

(۳) آپ کا فرمانا کہ اللہ ہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ ہی ہے جو ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کو مار رہا ہے اور زندہ کر رہا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو ہر ایک کو مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو ایسا کر سکے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو ہر ایک کو مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو ایسا کر سکے۔

(۴) آپ کا فرمانا کہ اللہ ہی ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ ہی ہے جو ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کو مار رہا ہے اور زندہ کر رہا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو ہر ایک کو مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو ایسا کر سکے۔

(۵) آپ کا فرمانا کہ اللہ ہی ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ ہی ہے جو ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کو مار رہا ہے اور زندہ کر رہا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو ہر ایک کو مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو ایسا کر سکے۔

وَالَّذِي أَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ

(۶) آپ کا فرمانا کہ اللہ ہی ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ ہی ہے جو ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کو مار رہا ہے اور زندہ کر رہا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو ہر ایک کو مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو ایسا کر سکے۔

(۷) آپ کا فرمانا کہ اللہ ہی ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ ہی ہے جو ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کو مار رہا ہے اور زندہ کر رہا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو ہر ایک کو مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو ایسا کر سکے۔

(۸) آپ کا فرمانا کہ اللہ ہی ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ ہی ہے جو ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کو مار رہا ہے اور زندہ کر رہا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو ہر ایک کو مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو ایسا کر سکے۔

(۹) آپ کا فرمانا کہ اللہ ہی ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ ہی ہے جو ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کو مار رہا ہے اور زندہ کر رہا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو ہر ایک کو مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو ایسا کر سکے۔

(۱۰) آپ کا فرمانا کہ اللہ ہی ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ ہی ہے جو ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کو مار رہا ہے اور زندہ کر رہا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو ہر ایک کو مارنے اور زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو ایسا کر سکے۔

موت اور بیماری کا فرق

اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ بیماری اور موت میں فرق ہے۔ بیماری کا تعلق اللہ کی طرف نہیں ہے۔ بیماری کا تعلق انسان کی اپنی غلطی سے

ان تمہید کے بعد اب اس میں کذب کا احتمال بھی نہیں ہے۔ (تفسیر عثمانی)

بند دعا میں ہے کہ تفہیم علوم دین خلد بدرگاہ خدا آورد ورد سجود خداوند یقین کس خزانہ کہ بجا آورد

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَّأَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

اے میرے رب دے مجھ کو حکم اور ملا مجھ کو نیکوں میں

حضرت ابراہیمؑ کی دعاء:

یعنی مزید علم و حکمت اور درجات قرب و قبول مرحمت فرما اور اپنی صحبت کے نیکوں کے زمرہ میں (جو انبیاء علیہم السلام ہیں) شامل رکھ۔ کما قال ربنا عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا۔ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ "اس دعاء سے اپنی کامل وعظیم اور حقیقی تعالیٰ کی عزت کا اظہار مقصود ہے یعنی جس طرح دنیا میں ہمیشہ کسی کے معاملہ میں مشہور و معتبر ہیں بعد وفات بھی اسی طرح رہے۔ (تفسیر عثمانی)

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝

مدد کر مجھ اور والوں پیچھلوں میں

یعنی ایسے اقوال موعظت آمیز مستمر کی توفیق دے کہ پیچھے آنے والی نسلیں ہمیشہ میرا ذکر خیر کریں اور میرے راستہ پر چلنے کی طرف راغب ہوں۔ (وحیدی) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخر زمانہ میں میرے گھرانے سے نبی اور امت ہو اور ہمیشہ ان کا ذکر خیر کریں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ حق تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو دنیا میں قبول عام عطا فرمایا اور ان کی نسل سے خاتم النبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا جنہوں نے ملت ابراہیمی کی تجدید کی اور یہ فرمایا کہ نہیں ابراہیمؑ کی دعاء ہوں اور آج بھی ابراہیمؑ کا ذکر خیر ہر حال جلسی کی زبانوں پر جاری ہے اور امت محمدیہ تو ہر نماز میں "کما صلیت علی ابراھیم" اور "کما بارکت علی ابراھیم" پڑھتی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

یعنی میری اچھی تعریف اور بھلائی کا ذکر اور جو عام آئندہ لوگوں کی زبانوں پر آوے (کہ سب مجھے اچھا کہیں کوئی برائی کے ساتھ میرا ذکر نہ کرے) یا یہ مطلب ہے کہ آنے والی امتیں اور میری ثناء کریں تو وہ بھی ہو (میری تعریف واقعی اور غلط تعریف نہ کریں کہ (تفسیر عثمانی)

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۝

اور کر مجھ کو وارثوں میں نعمت کے باغ کے

یعنی جنت کا جو آدم کی میراث ہے۔ (تفسیر عثمانی)

وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝

اور معاف کر میرے باپ کو وہ تھا راہ بھولے لوگوں میں

ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعاء باپ کی موت کے بعد کی تھی اور اس آیت قَوْلِهٖ لِاَبِيْهِ الخ کی تفسیر اس سے ہوتی ہے جو سورۂ توبہ میں گزری کہ جب اس کا دشمن خدا ہونا ظاہر ہو گیا تو برأت اور بیزاری کا اظہار فرمایا۔ کما قال تعالیٰ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔ الآیۃ۔ یہ دعاء ہو سکتا ہے کہ ابراہیمؑ نے اس وقت کی ہو جب ان کو اس کے کفر کا علم نہ ہوا ہو۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت ابراہیمؑ کا والد کیلئے استغفار:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے اس کی زندگی میں استغفار اس نیت اور خیال سے کی تھی کہ شاید سب حضرات ان کو ایمان لانے کی توفیق دے جس کے بعد مغفرت یقینی ہے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ خیال تھا کہ میرے باپ کو بظاہر علوم و ایمان کے آثار پیدا نہیں ہوئے مگر ممکن ہے کہ آخر وقت میں ایمان نصیب ہو جائے لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ میرے باپ تو کفر پر مرا ہے تو انہوں نے اپنی پوری بیزاری اور برأت کا اظہار فرمایا۔

(فائدہ) اس آیت کی تحقیق کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باپ کا کفر اور شرک اپنے باپ کی زندگی میں معلوم ہو گیا تھا یا مرنے کے بعد یا قیامت کے روز ہوگا جس کی پوری تفصیل سورۂ توبہ میں ہو گزری ہے۔ (معارف حق عثمانی)

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ

اور رسوا نہ کر مجھ کو جس دن سب اٹھائے جائیں جس دن نہ کام آوے مال

وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝

اور نہ بیٹے مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر دل پاک

پاک دل:

یعنی بچا رہا ہے وہ دل جو کفر و نفاق اور ہر قسم عقیدہ اور عمل سے پاک ہو گا وہی وہاں کام دے گا۔ تیرے مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں گے۔ اگر کوئی چاہے کہ قیامت میں مال و اولاد دے دے کر جان چھڑا لے، تو ممکن نہیں۔ یہاں کے صدقات و خیرات اور نیک اولاد سے بھی کچھ نفع کی توقع اسی وقت ہے جب اپنا دل کفر کی پلیدی سے پاک ہو۔ (تفسیر عثمانی)

کافروں اور منافقوں کی رسوائی:

شیخین نے صحیحین میں خود حضرت ابن عمرؓ کا بیان نقل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے دریافت کیا گیا کہ (قیامت کے دن اللہ جو بعض بندوں سے

کو پیچھے چھوڑ آئے گا۔ اس کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کی اس دنیا میں کوئی اولاد نہ ہو گی جس کی محبت اس کے دل میں ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کی اولاد اس کے ساتھ نہ ہو گی۔ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی جس سے محبت رکھتا ہے اپنے رب کے قریب ہو جائے گا۔ کچھ دیر تک کے لیے وہ ان پر اپنی ذمہ داری ڈالے گا اور خود ان سے الگ ہو جائے گا کیا تو نے ایسا نہیں دیکھا۔ بندہ عرض کرتا ہے کہ ہاں ہی ہاں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ تو نے ہمیں تیرے اس عمل پر پرواہ نہ کی کہ اقارب اور تیرے موانع کو جو ہمیں جو اس کی نیکیوں کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ ہٹا دی جائے گی۔ اور تو ہمارے ثواب کو پہنچ جائے گا۔ اور ان کو ان کے گناہوں پر پکڑا جائے گا۔ [illegible] حلیہ [illegible] ہیں جنہوں نے اپنے رب پر روح تازہ کی تھی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ان خالص بندوں پر اضافی عنایت ہے۔

شرک اور شک سے پاک دل:

سلامت سے مراد شرک اور شک سے پاک دل ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ وہ دل ہے جو اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں بناتا اور اس کے ساتھ کسی شخص کی محبت بھی (خواہش یا لگاؤ) نہیں رکھتا۔ ہر قسم کے گناہ سے پاک ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ قول آخر دل نصیحہ کا ہے۔

بدعت سے پاک دل:

سعید بن جبیر نے کہا سلیم (تندرست) دل وہ ہے جو اہل سنت کا ہے اور ہر بدعت کا منکر ہے اور ہر اس حق کا اقرار کرتا ہے جو اس قرآن پر آیت میں یہ موسیٰ علیہ السلام کی عمر ہو گی) اور طوفان نوح علیہ السلام کے زمانہ تک ہوا۔ الم۔ خالی دل اس کا ہے جو ہر بدعت سے خالی ہو۔ ملت پر قائم ہو جیسی (سیدھی) اہل سنت والجماعت (مراد ہیں)

کافر کو کوئی چیز فائدہ نہ دے گی:

آیت کا مفہوم مطلب یہ ہے کہ اس روز مال اور اولاد کسی کو فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ ہاں جو شخص کو فائدہ پہنچا سکتی ہے اس صورت میں مستثنیٰ منقطع ہو گا۔ یہ مطلب ہے کہ کسی کا مال اور اولاد قیامت میں کسی کے کام نہ آئے گی۔ ہاں جو شخص کامل اور سلامت دل لے کر آئے گی۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ کافر خود اپنے تئیں اور اپنے اہل و مال کے لئے کتنا ہی دل صرف کرے اور کتنے ہی حیلے بہانے کرے لیکن بھی اس کے کام نہ آئے گا نہ اس کا مال اس کے کام آئے گا خواہ وہ اس مال کو صدقہ کرے یا اپنی ہی ذات پر خرچ کرے۔ کافر کی کوئی عبادت نہیں کرتے آقا اس کے لئے سفارش کا اہل نہ ہو گا۔ (منہ سلمہ)

تندرست دل:

اور کہتے ہیں کہ قلب سلیم کے وقتی معنے تندرست دل کے ہیں جس نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ قلب ہے جو قرآن کو حیوان کو اللہ کے اور شرک سے پاک بتلاتا ہے۔ یہ معنے مجاہد سعید بن جبیر سعید بن مسیب سے بہت سے تابعین سے منقول ہے۔ سعید بن مسیب نے فرمایا کہ تندرست دل صرف مومن کا ہو سکتا ہے کافر کا دل بیمار ہوتا ہے۔ (منہ)

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾

[illegible] جنت و دوزخ کا نظارہ: کافی کلام میں جنت کی سجاوٹ کا بیان ہو چکا ہے۔ [illegible] جہنم کے تختیں تڑپ طرح کے [illegible] کے [illegible] کے [illegible]

تھی ہوئی کہ تم (یعنی بتوں کو یا دوسری چیزوں کو) تمہیں خدائی کے حقوق و اختیارات دے رکھے تھے اور الٰہ العٰلمین کے ہمراہ کر دیا۔ یہ کہیں سے تھی اور سے ان کو شیطانوں نے سنا اور اب ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں کہ کوئی بات کام کی پتہ سے شیطان مار کر لاتا ہے۔ دونوں ہی وہ زنی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کوئی زنا بھی نہیں کہ خدا کے یہاں توبہ استغفار کر دے یا اگر آخر وقت میں کوئی دوست دوستوں و رشتہ داری میں کا اظہار کرے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا (تفسیر عثمانی)

کفار جنت میں کیوں نہ جائیں گے اور مسلمان کیونکر ان کے ساتھ جا سکتے ہیں۔

(۱) عام طور پر دنیا میں دشمنی دوستی ہو جاتی ہے اور دوست دشمنی بن جاتے ہیں۔

(۲) اہل دوزخ متحد ہو کر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ان سب سے زیادہ گمراہ کرنے والے دوست کوشش کرتا ہے۔

(۳) صدیق کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اور جمع پر بھی۔

کافر کو گہری دوستی بھی کام نہ آئے گی:

یعنی اور کسی کے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے ہاں متقی (باہم دشمن نہ ہوں گے) بعض نے حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت سے بیان کیا۔ حضرت جابر نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آدمی جنت کے اندر کہے گا میرے فلاں دوست کیا ہوا (کہاں گیا) اس وقت جنتی دوست جہنم میں ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

سو کسی طرح ہم کو پھر جانا ہو تو ہم ہوں ایمان لانے والوں میں

کافروں کی ناکام حسرت:

یعنی کوئی طریقہ ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس جانے کا مل جاتا (یا ہو جاتا) تو اب وہاں سے سیکھے ایماندار بن کر آتے لیکن یہ کہنا بھی جھوٹ ہے۔ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ (انعام رکوع ۳)

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اس بات میں نشان ہے اور بہت لوگ ان میں نہیں ماننے والے

قصہ ابراہیمؑ کا سبق:

یعنی ابراہیمؑ کے اس قصہ میں توحید وغیرہ کے دلائل اور مشرکین کا عبرتناک انجام بتلایا گیا ہے مگر لوگ کہاں مانتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت ابراہیم اپنی قوم پر کس قدر مہربان تھے۔ بیان قرآن میں اس کی کیسی اعلیٰ تصویر پیش کی ہے۔ ارشاد واقعی کیسی تصویر کھینچی کہ ہدایت و نصیحت بھرپور نقشہ بیان کیا ہے لیکن درپردہ سننے والے کو یہ قول سے اس کو نہیں اور نفرت نہ کریں ہمارے بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی بھی واضح دلیل اور کھلا ہوا ثبوت موجود ہے (کہ آپ بلا واسطہ کسی سے نہ پڑھے ہزاروں سال پرانے واقعہ کی قدر تفصیل اور صداقت کے ساتھ یوں کہہ رہے ہیں گویا کہ یہ واقعہ آپ کی آنکھوں کے سامنے پیش آ رہا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ اِذْ جِئْتَ قَوْمَهٗ

اور تیرا رب وہی ہے زبردست مہربان۔ جب تو آیا اپنی قوم کے

بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۝ اَئِفْكًا

پاس لایا دل کو جب کہ بولا اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو کہ کیا تم پوجتے ہو

اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

جھوٹ موٹ خدا کے سوا کیا چاہتے ہو تم پھر کیا سمجھتے ہو رب سارے جہان کا

حضرت نوحؑ کی دعوت:

یعنی نہایت صدق و اخلاص کے ساتھ خدا کا پیغام پہنچا کر اس کو سمجھایا اور ہوں جب یہ کہ پیغام الٰہی ان کو خدا سے اور پھر کیا ہوا۔ (تفسیر عثمانی)

ایک پیغمبر کا انکار سب کا انکار ہے:

روایات میں آیا ہے کہ حسن بصری سے دریافت کیا گیا۔ ابو سعید یہ تو بتایئے کہ اللہ نے لَمْ يُكَذِّبْ قَوْمُ نُوْحٍ الْمُرْسَلِيْنَ کہا حالانکہ ان کی طرف ایک ہی رسول بھیجا گیا تھا۔ حسن بصری نے فرمایا ہے اور بھی کہ جس نے ان میں سے ہر ایک نے صرف اپنے ہی ایک پیغمبر کی تکذیب کی کیونکہ ان کی ہدایت کے لئے ایک ہی پیغمبر کو بھیجا گیا تھا۔ حسن بصری نے فرمایا ہر دوسرا پیغمبر بھی (عقائد و اصول) کی تعلیم لے کر آیا تھا اس کے لئے پہلا پیغمبر آیا اور جب انہوں نے ایک پیغمبر کی تکذیب کی تو حقیقت میں سب کی تکذیب کی۔ (تفسیر عثمانی)

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ

اور مانگتا نہیں میں تم سے اس پر کچھ بدلہ میرا

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝

اللہ پر جو مالک ہے سارے جہان کا ڈرو اللہ سے اور حکم مانو میرا

پیغمبر بے لوث ہوتا ہے:

یعنی ایک بے غرض اور بے لوث ناصح کی بات ماننی چاہیے۔ (تفسیر عثمانی)

طاعات پر اجرت لینے کا حکم

[illegible] قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۔

قوم کے سرداروں کا اعتراض

[illegible]

قومِ نوح کا انجام

[illegible] فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۔

قوموں کو مٹھی میں دے جاتے

[illegible] اِنَّ اَنَا اِلَّا كَرِيْمٌ قَوْمِيْنَ ۔

قوم والوں کی رحمت

[illegible] قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ۔ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا

[illegible] وَنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ۔

[illegible] اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۔ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ

الْمُرْسَلِيْنَ ۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ

رَبِّ الْعَالَمِينَ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ

وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ

قوم عاد کی عمارت پرستی:

ان آیتوں کو پڑھ کر ہر شخص اپنے مشاہدہ سے یہ بات کہہ سکتا ہے کہ ہم کو اپنے گھر بنانے کی ضرورت ہے اور بنانے کی عمارتیں بھی ہم کو اپنے مقدور کے موافق بنانی چاہئیں۔ ان میں بھی بڑی بڑی عمارتیں بنانا کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ جائیں یہ بیکار ہے۔ بنانا ہے تو پائدار بنائیں اور اس طرح بنائیں جس سے لوگوں کو آرام پہنچے۔ قوم عاد کی یہی بات تھی۔ (تسہیل)

کبوتر بازی:

حضرت ابن عباسؓ سے ہے کہ قوم عاد نے کبوتر پال رکھے تھے جو ان کے پاس خبر لاتے تھے۔ حضرت ہود نے ان کے پاس نہ پھٹکنے کی ہدایت کی۔ انہوں نے نہ مانا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کبوتروں کو ان پر مسلط کر دیا۔ انہوں نے ان کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ (ابن کثیر)

فرعونیوں کا کام:

ان آیتوں میں اللہ جل جلالہ مخاطب ہے قوم عاد کا۔ یا ہمارا قوم رکھنے کے لئے ہے اور ان کی عمارتیں وہ تھیں جو کہ ان کے پاس تھیں۔ یا ان سے مقصود ان کا نمونہ ہے۔ جیسے فرعونیوں کی عمارتیں جو کہ ان کے پاس تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ (تسہیل)

بلاضرورت عمارت بنانا مذموم ہے۔

اس آیت سے عمارت بنانا بغیر ضرورت کے مذموم ہونا ثابت کرنا ٹھیک نہیں ہے اور جس حدیث سے اس مضمون کا استدلال کیا گیا ہے اس کا بھی یہ مطلب نہیں ہے۔ حدیث یہ ہے انفقہ کلها فی سبیل اللہ لا اجد علیہ اس حدیث سے عمارت کا مطلقاً ناجائز ہونا نہیں نکلتا۔ اس میں تو یہ تعلیم ہے کہ اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دینا اچھا نہیں ہے۔ اس کو بھی خرچ کرو اور اپنے لئے بھی رکھو۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنا سارا مال

(۱) ابوحمزہ اور ابن ماجہ نے حضرت انس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قیامت کے دن اپنے مالک کے پاس اس وقت تک سے نہیں ہٹ سکتا جب تک اس سے پانچ سوالوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کر لی جائے۔

۱۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں گزاری۔

۲۔ اس کی جوانی کے بارے میں کہ کس کام میں صرف کی۔

۳۔ اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا۔

۴۔ اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں خرچ کیا۔

۵۔ اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کیا عمل کیا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اس کی مخلوق کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اپنے بارے میں اور اپنے اہل و عیال کے بارے میں اس طرح ڈرتے رہا کرو جیسا کہ تم اپنے دشمن سے ڈرتے ہو۔ کیونکہ مومن کی سب سے بڑی دولت اس کا دین ہے اور اس کی آخرت اس کی سب سے بڑی مصیبت ہے۔ اور اس کا مال اس کے لئے فتنہ ہے۔ اور اس کی اولاد اس کے لئے کمزوری ہے۔

موت سر پر کھڑی ہے

یہ بھی حضرت عمر کی روایت ہے کہ ایک بار ہماری صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ دو عورتیں دو چھریوں کے ساتھ آئیں اور کہنے لگیں کہ ہم کو ذبح کرنے کا طریقہ بتائیں۔ آپ نے فرمایا: (یعنی تمہیں کیا معلوم) موت سر پر کھڑی ہے۔ (یعنی تمہیں ذبح کرنے کا طریقہ بتانے سے پہلے موت آ جائے گی) پھر فرمایا: (یعنی تمہیں کیا معلوم) ان میں سے بھی پہلے کون مرے گا۔ (یعنی موت سر پر کھڑی ہے معصوم نہیں ان کی ذبح سے پہلے موت آ جائے گی) اور فرمایا: تم کو کیا معلوم کہ تم میں سے کون پہلے مرے گا۔ (یعنی موت سر پر کھڑی ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

حضرت ابن عباس نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی کی ضرورت ہوتی اور پانی موجود نہ ہوتا تو تیمم فرماتے تھے۔ میں عرض کرتا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی قریب ہے۔ تو فرماتے: مجھے معلوم نہیں شاید پانی تک پہنچنے سے پہلے ہی موت آ جائے۔ (اس لئے تیمم کر لیتے تھے)

(۲) ابن ابی حاتم نے ابن ابی الدنیا کی کتاب الاخوان کی سند سے (تفسیر قرطبی)

وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾

اور جب پکڑتے ہو تو پکڑتے ہو جبار بن کر

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٣١﴾

پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

گزرے ہوؤں پر ظلم سے باز آؤ!

جن ظالموں نے ان سے پہلے ان کی قوم کے لوگوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا تھا ان کی داستان سنا کر ان کو عبرت دلائی گئی ہے۔ اور ان کو ان کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ اور ان کو ان کے ظلم و ستم سے باز آنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور ان کو ان کی ہلاکت کی یاد دلائی گئی ہے۔

جبار کون؟

جو اپنی طاقت کے بل بوتے پر دوسروں کو اپنے تابع فرمان بنانے کی کوشش کرے اور اپنی قوت کے زور پر دوسروں کو اپنی خواہشات کے مطابق چلانے کی کوشش کرے اس کو جبار کہتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُم بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿١٣٢﴾

اور ڈرو اس سے جس نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے جن کو تم جانتے ہو

أَمَدَّكُم بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٣٤﴾

تمہاری مدد کی چوپایوں اور بیٹوں سے اور باغوں اور چشموں سے

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣٥﴾

بے شک میں تمہارے لئے ڈرتا ہوں ایک بڑے دن کے عذاب سے

اپنے انجام کو سوچو!

یعنی اتنا تو سوچو کہ آخر یہ سامان تم کو کس نے دیئے ہیں۔ کیا اس عظیم حقیقی کا شکر ادا کرنا تم پر لازم نہیں ہے۔ کیا تم کو یہ خواہش اور تمنا نہیں ہے کہ تم کو ابدی زندگی ملے۔ کیا تم کو یہ بھی خواہش نہیں ہے کہ پہلی قوموں کی طرح کسی سخت آفت میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ اگر تمہیں یہ تمنا ہے تو پھر اپنے انجام کو سوچو۔

وَالَّوْا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُن مِّنَ الْوَاعِظِينَ ﴿١٣٦﴾

وہ کہنے لگے ہمارے لئے برابر ہے خواہ تو نصیحت کرے یا نہ کرے نصیحت کرنے والوں میں سے

إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿١٣٨﴾

یہ تو اگلوں کا ہی طریقہ ہے جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ اگلوں کی ہی عادت ہے اور ہم عذاب میں گرفتار نہیں کئے جائیں گے

تو مردوں کو کون زندہ کرے گا؟

یعنی تمہاری نصیحت بیکار ہے۔ ہم پر تم سے پہلے بھی تو نہیں آئی۔ تم یہ عادت پرانی آئی ہے کہ ڈراتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) کفار و مشرکین کہا کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے بڑوں سے یہی سنا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔ ہم کو مرنے کے بعد زندہ نہیں کیا جائے گا۔ ہم نے اپنے بڑوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ ہم ان کی طرح چلتے رہے ہیں۔ ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔ (تفسیر قرطبی)

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿١٣٨﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔ (تفسیر قرطبی)

(۳) ابن ابی حاتم نے ابن ابی الدنیا کی کتاب الاخوان کی سند سے (تفسیر قرطبی)

فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾

پس انہوں نے اس کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا بے شک اس میں ایک نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٤٠﴾

اور بے شک تیرا رب ہی زبردست ہے رحم کرنے والا ہے

ہلاکت کی وجہ

یعنی ان کی ہلاکت کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ہود کو جھٹلایا تھا۔ (تفسیر قرطبی)

(۴) ابن ابی حاتم نے ابن ابی الدنیا کی کتاب الاخوان کی سند سے (تفسیر قرطبی)

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾

جھٹلایا ثمود نے رسولوں کو

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾

جب کہا ان سے ان کے بھائی صالح نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾

بے شک میں تمہارے لئے امانتدار رسول ہوں

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾

پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

ثمود کی ہلاکت

ثمود کی ہلاکت کا واقعہ سورۂ اعراف آیت ۷۳ تا ۷۹ میں گزر چکا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

بے سب کو جھٹلا دیا اور سرکش ہو گئے۔ (کلمہ مختصر)

فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ

پھر ان مجرموں کو ہم نے ہلاک کر دیا

یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی قصہ کہانی پہلے اعراف وغیرہ میں مفصل تشریح کا ہے۔ (قصہ ملاحظہ ہو)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ

بے شک اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُودُ

اور بے شک تیرا رب ہی زبردست ہے مہربان ہے۔ جھٹلایا ثمود

الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ

رسولوں کو۔ جب کہا ان سے ان کے بھائی صالح نے کیا تم ڈرتے نہیں

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ

میں تمہارے لئے رسول ہوں امانتدار۔ سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ

اور میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ بدلہ میرا بدلہ

إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ

نہیں مگر اللہ پر جو مالک ہے سارے جہان کا۔ کیا تم چھوڑے جاؤ گے جو کچھ یہاں ہے امن میں

فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ

باغوں میں اور چشموں میں۔ اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم ہیں

وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ

اور تراشتے ہو پہاڑوں سے گھر اترا کر

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ

سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو

حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ:

یعنی ایسا نہیں ہے کہ جس چیز کا ہم تمہیں حکم دیتے ہیں اور جس سے روکتے ہیں اس سے ہمارا کوئی ذاتی فائدہ ہے اور یہ بھی نہیں ہے کہ ہم تمہارے کفر کے سبب تمہارے مکان اور باغ کے چھن جانے سے ڈرتے ہیں۔

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ۝ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ

اور نہ کہا مانو حکم حد سے نکل جانے والوں کا۔ جو خرابی کرتے ہیں

فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ

ملک میں اور اصلاح نہیں کرتے

عوام سے خطاب:

یہ عام طور پر ہے کہ قوم کے ہر عہد میں پیغمبروں کے پیچھے چلنے والے جاہل ہوتے ہیں۔ قوم میں فرعون پیدا ہوتے ہیں۔ اصلاح کرنے والے اور فساد پھیلانے والے نہیں۔

قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۝

بولے تجھ پر کسی نے جادو کیا ہے

مَا أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

تو ہمارے ہی جیسا آدمی ہے

سرداروں کی بے پروائی:

یعنی ہم سے کہیں بڑی بات تجھ میں زائد ہے جو کہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے جس سے تیری عقل ماری گئی (واضح باشد)

فَأْتِ بِآيَةٍ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ

تو لے آ کوئی نشانی اگر تو سچا ہے

یعنی اگر تو نبی ہے اور ہم سے مقابلہ رکھتا ہے تو اللہ سے تو کر کوئی ایسی نشانی دکھا جسے ہم بھی تسلیم کریں۔ پھر فرمائش کی کیا اچھا تھرکل اس چٹان سے ایک اونٹنی نکال دے جو اونٹنی اور اونٹنی ہو۔ حضرت صالح نے دعا فرمائی، حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ نشان دکھلا دیا۔

قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ

کہا یہ اونٹنی ہے اس کو پانی پینے کی باری ہے اور تم کو پانی پینے کی باری ہے ایک دن مقرر

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی:

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ اونٹنی پیدا ہوئی پتھر میں سے معجزہ تھا۔

سکھ گئے یا یہ مضبوط اور عظیم الجثہ تھیں تم کو خدا کے عذاب سے بچانے کی کوشش سوائے خام خیال کے اور کچھ نہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر میرا کہا مانو۔ میں تمہارے بھلائی چاہتا ہوں۔

...

فَأَخَذَهُمُ الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا جٰثِمِينَ

...

قوم لوط کی بدکاری

...

حضرت کی خلاف ورزی

...

[illegible] بلکہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو۔ یعنی شہوت رانی میں عدل سے حرص عرف آدمی کو شہوت کو پورا کرنے میں تم تمام لوگوں کی حد بندیوں سے آگے بڑھنے والے بلکہ جانوروں سے بھی اس معاملہ میں بڑھ کر ہو۔ یہ مطلب ہے کہ تم عورتوں میں حد سے بڑھے ہوئے مرد ہو یہ مطلب ہے کہ اس ناپاک حرکت کرنے کی وجہ سے تم اس بات کے مستحق ہو کہ تم کو حد سے تجاوز کرنے والا کہا جائے۔ (منہ طبری)

غیر فطری فعل اپنی بیوی سے بھی حرام ہے:

اس آیت سے ان لوگوں کی بھی اچھی طرح اصلاح ہو جاتی ہے جو اپنی بیویوں سے بھی اس گندے فعل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور اس کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اور اس کی خواہش کرنے پر بیویوں کو طعنے دیتے ہیں۔ اور ان کو بے شرم کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ بیوی کی شرمگاہ کو اس کام کے لئے بنایا ہی نہیں گیا۔ اور یہ فطرت کے خلاف ہے۔ اور اس کی وجہ سے بیوی کو بے شرم کہنا بھی ظلم

ہوا کی وجہ سے ان کے مکانات ان کے اوپر گر پڑے اور وہ سب ہلاک ہو گئے۔ اس طرح ان کی ساری شان و شوکت اور ان کی تمام تعمیرات ان کے کچھ کام نہ آئیں۔ اس واقعہ میں بھی عبرت کے بہت سے سامان ہیں۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ
بیشک اس میں البتہ نشانی ہے اور نہیں تھے اکثر ان کے ایمان لانے والے
وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ كَذَّبَ أَصْحَابُ
اور بیشک تیرا رب البتہ وہی ہے زبردست مہربان جھٹلایا ہے
لْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ
جنگل والوں نے رسولوں کو

مدین والے

اس رکوع میں جن تین قوموں کا ذکر ہے ان میں سے پہلی قوم مدین تھی۔ یہ بھی ایک دولت مند قوم تھی۔ یہ لوگ قبیلہ بنی قنطورا سے تھے۔ ان کی نسبت سے ان کو اصحاب الایکہ کہا گیا ہے۔ ایکہ ان کے علاقہ کے ایک جنگل کا نام تھا۔ ان کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ ان کی نسبت سے ان کو اصحاب مدین بھی کہا گیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے متعلق ہم سورۂ اعراف میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ یہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اس سے منع کیا۔ ان کے نہ ماننے پر ان پر عذاب آیا۔ ان کا علاقہ بھی ایک زلزلہ سے تباہ ہو گیا۔

وَإِن كَانَ أَصْحَابُ لْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ فَٱنتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۖ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ
اور بیشک تھے البتہ اصحاب ایکہ ظالم پس بدلہ لیا ہم نے ان سے اور بیشک وہ دونوں البتہ راستہ پر ہیں
وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ لْحِجْرِ لْمُرْسَلِينَ وَءَاتَيْنَٰهُمْ ءَايَٰتِنَا فَكَانُوا۟ عَنْهَا مُعْرِضِينَ
اور البتہ تحقیق جھٹلایا ہے اصحاب حجر نے رسولوں کو اور دیں ہم نے ان کو نشانیاں اپنی پس تھے وہ ان سے منہ پھیرنے والے

حجر والے

اس رکوع میں جن تین قوموں کا ذکر ہے ان میں سے دوسری قوم حجر والوں کی تھی۔ یہ لوگ قبیلہ ثمود سے تھے۔ ان کے نبی حضرت صالح علیہ السلام تھے۔ ان کی نسبت سے ان کو اصحاب حجر کہا گیا ہے۔ حجر ان کے علاقہ کا نام تھا۔ یہ علاقہ وادی القریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر ان میں مکانات بناتے تھے۔ ان کی تفصیل ہم سورۂ اعراف میں لکھ چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ یہ لوگ بھی ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو اس سے منع کیا۔ ان کے نہ ماننے پر ان پر عذاب آیا۔ ان کا علاقہ بھی ایک زلزلہ سے تباہ ہو گیا۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ لْحِجْرِ لْمُرْسَلِينَ وَءَاتَيْنَٰهُمْ ءَايَٰتِنَا فَكَانُوا۟ عَنْهَا مُعْرِضِينَ
اور البتہ تحقیق جھٹلایا ہے اصحاب حجر نے رسولوں کو اور دیں ہم نے ان کو نشانیاں اپنی پس تھے وہ ان سے منہ پھیرنے والے
وَكَانُوا۟ يَنْحِتُونَ مِنَ ٱلْجِبَالِ بُيُوتًا ءَامِنِينَ فَأَخَذَتْهُمُ ٱلصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ
اور تھے وہ تراشتے پہاڑوں سے گھر امن والے پس پکڑا ان کو چیخ نے صبح کے وقت
فَمَآ أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ وَمَا خَلَقْنَا ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِٱلْحَقِّ
پس نہ کام آیا ان کے وہ جو تھے وہ کماتے اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے مگر ساتھ حق کے

قیامت کے حق ہونے کا بیان

وَإِنَّ ٱلسَّاعَةَ لَءَاتِيَةٌ ۖ فَٱصْفَحِ ٱلصَّفْحَ ٱلْجَمِيلَ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ ٱلْخَلَّٰقُ ٱلْعَلِيمُ
اور بیشک قیامت البتہ آنے والی ہے پس درگزر کر درگزر کرنا اچھا بیشک تیرا رب وہی ہے پیدا کرنے والا جاننے والا

قیامت کے حق ہونے کا بیان

اس رکوع میں قیامت کے حق ہونے کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں ہر ایک سے یہ کہہ دینے کے مطابق بنا دیا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ بھی اس کی قدرت کی ایک نشانی ہے کہ وہ اپنے کہنے کے مطابق ہر چیز کو بنا دیتا ہے۔ اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی دقت نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی محنت نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی وقت نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی سامان نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی طاقت نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی قوت نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی زور نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی زبردستی

ہیں تو ان کو ہلاک کرنے کی صورت سے زیادہ تکلیف میں ظلم سے جس کا حرام ہونا دین کا قطعی مسئلہ ہے میں پڑنا گوارا کیا ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

اور ہم نے ان کے پاس ایک کتاب پہنچائی ہے جس کو ہم نے علم سے تفصیل کر دیا ہے ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے

اَنْتَ مِنَ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۚ وَمَا كَانَتْ اِلَّا بَغْيَةً

تو ہی ہے بڑائی کرنے والوں میں اور وہ کچھ نہیں کرتی تھی مگر

وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

اور ہم تو تجھ کو جھوٹوں میں سمجھتے ہیں

قوم کا جواب۔ یعنی ہمارے ثبوت میں اور جانب کی دلیلوں میں۔

فَاَتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

پس لا اس کو اگر تو ہے سچوں میں

ابراہیم علیہ السلام کی دلیل کا کوئی جواب نہ دے سکے اور ہمارے ہی معبودوں کی نسبت ہمیں تہدید کرنے لگے۔

قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

کہا میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو

حضرت شعیبؑ کی نصائح

اللہ کی بندگی جتانے سے قوم کی عام بدکاری سے روکنے کی سزا مل چکی ہے۔ عذاب بیان فرمانے سے پہلے ان کو ایک اور طریقہ پر نصیحت فرماتے ہیں۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝

پھر جھٹلایا انہوں نے اس کو پھر پکڑا ان کو زلزلہ نے پھر رہ گئے اپنے گھروں میں

عذاب کی تفصیل۔

زلزلے اور آگ کا عذاب:

یہ عذاب کی بھی اور آیتوں میں سے آگ برسنے سے پہلے زلزلہ کا ذکر ہے اور بھی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب آنے سے پہلے ہر قوم پر جو عذاب ہوئے ان کا قصہ کئی پہلے حصہ میں گزر چکا ہے۔ اب اخیر میں ہمارے نبی کی قوم پر ان کی بدکاری کے سبب سے جو عذاب نازل ہوا اس کا بیان ہے۔ (موضح)

خدا کا عذاب اپنے پاؤں چل کر آتا ہے:

مطلب یہ ہم نے اوپر کی آیت میں آپ سے اس کا وعدہ کیا ہے کہ ان

تھا۔ اس نے ان کی قوم پر سخت گرمی مسلط فرمائی کہ سات دن تک نہ سایہ میں آرام ملا نہ پانی میں۔ آخر بادل میں سے آگ برسی اور سب ہلاک ہو گئے۔ (خلاصہ از موضح)

وَاِنَّهٗ لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝

اور وہ راہ پر ہے جو چلتی ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

البتہ اس میں نشانی ہے ایمان والوں کے لیے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

اور تیرا رب وہی ہے زبردست مہربان

اَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝

جنگل کے رہنے والے البتہ ظالم تھے پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا اور وہ دونوں بستیاں البتہ کھلی راہ پر ہیں

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اور جھٹلایا حجر والوں نے رسولوں کو

نزول قرآن

آغاز سورت میں قرآن کریم کا اور خود اپنی نبوت کا انکار کفار اور ان کی تکذیب پر عقلی و نقلی دلائل و براہین سے تمام تر حق کے واقعات بیان ہوئے۔ یہاں سے پھر انہی مضامین کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی قرآن کریم اور حضرت محمد ﷺ اور علم و عمل کے اعتبار سے کتاب ہے نقص سے اعلیٰ ہیں۔ اگر ہمارے نبی نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے کوئی معجزہ طلب کیا ہوتا تو ہم ضرور اس کو پورا کر دیتے۔ مگر ہم نے آپ کو ایسا معجزہ عطا فرمایا ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا۔ اور ہر زمانہ کے لوگ اس کو دیکھ سکیں گے۔ اور ہر عقلمند سمجھ سکے گا کہ یہ کلام بشر کا نہیں ہو سکتا۔ اور ہر منصف اس کو خدا کا کلام مانے گا۔ اس لیے آپ کی نبوت کا ثبوت بھی ہمیشہ کے لیے ہو گیا۔ (موضح)

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝

اور البتہ دیے ہم نے تجھ کو سات آیتیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن بڑا

سات آیتوں سے سورۃ فاتحہ مراد ہے۔ (موضح)

دوسری صورتیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز

قرآن پاک کے متعلق تفصیل

نزول قرآن عربی میں (۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت

نماز میں ترجمہ قرآن پڑھنا چاہیے

قرآن کے اردو ترجمہ کو قرآن کہنا جائز نہیں

مضامین قرآن کا تسلسل

ماہنامہ کتب کو قرآن نہ کہا جائے

ہم کو ہدایت ملتی ہے۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ

اور اگر تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے

أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾

(کہتے ہیں) نکالو اپنی جانیں آج تم کو بدلہ ملے گا ذلت کی مار کا بدلہ اس کا جو تم کہتے تھے اللہ پر جھوٹ اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٩٤﴾

اور تم آئے ہمارے پاس اکیلے اکیلے جیسا ہم نے تم کو پیدا کیا پہلی بار اور چھوڑ آئے جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اپنے پیچھے اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ تمہارے سفارشیوں کو جن کو تم کہتے تھے کہ وہ تمہارے کام میں شریک ہیں۔ تمہارا آپس کا ملاپ ٹوٹ گیا اور گم ہو گئے تم سے جو تم دعوے کرتے تھے۔

مشرکین کے بہانے کبھی ختم نہ ہوں گے۔

یہاں آپ دیکھتے ہیں کہ مشرکین کے طرح طرح کے بہانوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کر دیا ہے تاکہ قرآن کو پڑھنے والا (خواہ وہ قرآن اس وقت نازل ہو رہا ہو یا بعد میں) ان بہانوں سے واقف ہو جائے اور ان کا توڑ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ہر زمانہ میں نئے نئے بہانے پیدا ہوں گے لیکن ان کی بنیاد وہی حقیقت ہوگی جو پہلے بیان کر دی گئی ہے۔ اور قرآن کریم کے علوم کی یہ خصوصیت ہے کہ ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے ان کے مناسب حال ہدایت موجود ہے۔ ایک عربی عالم کا بیان ہے کہ جب بھی میں قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ آیت میرے ہی لئے نازل ہوئی ہے۔ اس وقت مجھے جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کا حل اس آیت میں موجود ہوتا ہے۔ اور یہ بات ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے صحیح ہے۔ (مقدمہ تفسیر ابن کثیر)

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾

پھر چاہئے کہ لائیں بات اس کی مانند اگر وہ سچے ہیں۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾

کیا وہ بنائے گئے بغیر کسی بنانے والے کے یا وہ خود بنانے والے ہیں۔

أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾

کیا انہوں نے بنائے آسمان اور زمین یہ بات نہیں بلکہ یقین نہیں لاتے۔

جب تک کھلی مہلت نہیں ملتی

یعنی جب عذاب کی ایک قسم آ پہنچتی ہے تو اس وقت کفر کرنے والے کچھ تھوڑی سی مہلت مانگتے ہیں کہ اب آپ کے کہنے کے مطابق ایمان لے آتے ہیں اور فرشتوں کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ اور جب عذاب ٹل جاتا ہے تو پھر اپنے کفر پر اڑ جاتے ہیں۔ اور عذاب کے آنے سے پہلے مہلت طلب کرتے رہتے ہیں۔

فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿٨٤﴾

پھر جب دیکھ چکے ہمارا عذاب کہنے لگے ہم یقین لائے اللہ پر اکیلے اور چھوڑ دیا ہم نے جو شریک ٹھہراتے تھے اس کے ساتھ۔

فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۖ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿٨٥﴾

پھر کام نہ آیا ان کو ایمان ان کا جب دیکھ چکے ہمارا عذاب یہ دستور ہے اللہ کا جو چلا آیا ہے اس کے بندوں میں اور وہاں نقصان میں رہے منکر۔

مہلت کی زندگی کی مہلت گنوا دی۔

یعنی جب ان لوگوں پر عذاب آ گیا تو اس وقت ان کا ایمان لانا بے کار ہے۔ اس وقت یہ لوگ اللہ کی طرف سے مہلت کی جو زندگی ملی ہوئی تھی اس کو گنوا چکے ہیں۔ اب ان کا ایمان لانا بے کار ہے۔ (ابن کثیر، روح المعانی)

یہی عمر نعمت ہے:

فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ

شرارت اور سرکشی میں انسان سے آگے نکل جاتا ہے اور اس کو اپنی ہلاکت کا بھی احساس نہیں رہتا ہے اور اس کے اندر میں انکار و تکذیب سے آگے بڑھ کر اپنے ہلاکت پر تل جاتا ہے۔

حقانیت قرآن

یہاں سے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی تغلیط قرآن کی طرف پھیر دی ہے جس کو قرآن کو جھٹلانے کی عمر بھر کوشش کی۔ کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) نے خود اپنی دل میں خوب سوچ بچار کر کے یہ قرآن بنا لیا ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ کسی اور سے سیکھ کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کی مثال کوئی نہیں لا سکتا۔ اور نہ کوئی اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کی پیشگوئیوں کو جھٹلا سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے علوم و معارف کا احاطہ کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے احکام میں کوئی کمی بیشی کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے قصص کو غلط ثابت کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے اخبار غیبیہ کو جھٹلا سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے بیان کردہ حقائق کو غلط ثابت کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے بیان کردہ حقائق کو غلط ثابت کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے بیان کردہ حقائق کو غلط ثابت کر سکتا ہے۔

قرآن کی حقانیت کی دلیل:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حقانیت کی دلیل بیان فرمائی ہے کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کی دلیل اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے کی آسمانی کتابوں نے کی ہے۔ اور

ر ملائکہ کی آیۃ تعالیٰ کی بڑی عظمت ہے لیکن بندوں کو اس قوت کی شاخری کریں اپنی ذات میں ان کو ہر وقت کی بافیت بہت کچھ کام آنے کی۔ امام زہری نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جب کوئی بات بھی کہتے تو اپنے نفس کو خطاب کرتے یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ يُوْسُفَ الآیۃ اس کے بعد ان پر گریہ طاری ہو جاتا اور یہ اشعار پڑھتے تھے۔

بھارک یا عمر فی الموت غفلۃ ۔۔۔ وضنک موم والمرء فی لک لاہیہ
یلاحظ لی الانفاظ فطان عجرہ ۔۔۔ ولا تنفی الموت ما یہ وساکو
وتنسی الذی موصوف ذکرہ غدا ۔۔۔ کذلک فی الدنیا تعیش الجاہلہ

(ترجمہ) اے عمر خود تیرا عاداون غفلت میں اور موت تیرے تعاقب میں مصروف ہوئی ہے حالانکہ موت تیرے ۔۔۔ منتظر ہے تو بیدار لوگوں میں سے ہو یا غافل بیدار ہے۔ ۔۔۔ اعمال میں اپنی نجات پر مطمئن ہے حیرت و شک ایسے کاموں میں رہتی ہے جس کا انجام فکر نہ کیا ہو موت میں سے آئے گا وہ تجھ سے چھوٹ نہیں سکتا۔ ایسا ہی دنیا میں جاہل لوگ رہتے ہیں۔ (معارف القرآن ۶ ص)

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝
اور ہلاک نہیں کیا ہم نے کسی بستی کو مگر اس کے لئے ڈرانے والے تھے
ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝
یاد دلانے کو اور ہم نہیں ہیں ظلم کرنے والے

مہلت کے بعد عذاب آتا ہے:

یعنی کسی قوم کو تختہ ہستی سے ایک دم نیست و نابود نہیں کیا۔ عذاب بھیجنے سے پہلے کافی مہلت دی گئی اور ہشیار کرنے والے پیغمبر بھیجے گئے کہ وہ غفلت میں نہ رہیں جب کسی طرح نہ مانے تو آخر عذاب کئے گئے۔ (الصاوی بالفاظہ)

وَاِذْ قَالَتْ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ
اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب کہا انہوں نے کیا بنائے گا تو اس میں جو فساد کرے گا اس میں اور خون بہائے گا اور ہم تسبیح کرتے ہیں ساتھ تیری تعریف کے اور پاکی بیان کرتے ہیں تیری

قرآن کریم شیطان کے دخل سے پاک ہے:

درمیان میں قدرتی طور پر احوال جان آدم کا ذکر فرما کر پھر اصل مضمون وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ کی تکمیل فرماتے ہیں یعنی یہ ترتیب خدا تعالیٰ کے ہاں سے جبرئیل امین لائے ہیں۔ شیطان کی شکستائی ہوئی چیز بھلا شیطان سے کہاں ممکن ہے کہ اس کتاب میں آمیزش کر سکے۔ ان کی حیات کا خاتمہ تو گمراہی و فساد اور ظلمت پھیلانے پر ہے۔ اور یہ کتاب اول سے تا آخر نشر و اصلاح اور ہدایت سے بھری ہوئی ہے جس کی تعلیم ۔۔۔ اور مصالحت تباہ ہوں جس سے ۔۔۔ ان کے پیچھے کر انبیاء نے کوئی پروا نہ کی صادق و مخلص تھے اور خدا ہی سے ۔۔۔ صحت نہیں تو اس غائب کے علوم اور شیاطین کی دسترس سے ۔۔۔ کوئی مخالفت نہیں۔ خدا ہی اس کا حق ہے کہ اس تعلیم کا ۔۔۔ جس کی ہدایت فرمائے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ (مکرر) روایت ہے کہ بعض مشرکین کا خیال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز قرآن سیکھنا جاتا ہے۔ بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ وحی ۔۔۔ نے میں تکلیف ہوئی تو ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ۔۔۔ شیطان سے تھوڑی پھونک دیا خود اللہ۔ ان آیات میں اسی خیال کی تردید ہے

اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝
ان کا ۔۔۔ کی بات ہے ۔۔۔ رہا ہے

شیاطین کی ناکہ بندی:

یعنی نزول قرآن کے زمانہ میں آسمان کی حفاظت کے لئے پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں کہ شیاطین ہاں کی تمیں پھٹک نہ سکیں۔ ۔۔۔ حرف و نقطہ تک ۔۔۔ کو قال تعالیٰ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر۔ رکوع ۱) و قال تعالیٰ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (حم۔ رکوع ۱) و قال تعالیٰ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔۔۔ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (شعراء۔ رکوع ۱۲) و قال تعالیٰ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۔۔۔ لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۔۔۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (واقعہ۔ رکوع ۳)

(صحیح) شیاطین کے غیبی خبریں سننے کی کوشش کرنے اور راہ سے ۔۔۔ متعلق سورۂ جن کے شروع میں مفصل کلام کیا ہے وہاں مطالعہ کر لیا جائے۔

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝
پھر اگر نافرمانی کریں تیری تو کہہ دے میں بیزار ہوں تمہارے کام سے

قرآن کو چھوڑنا عذاب کو دعوت دینا ہے:

پھر فرمایا رسول اور کتاب اور اس کو لانے والے سب کتاب ۱۰ تک و شب خدا کی اتاری ہوئی ہے۔ شیطان کا اس میں ذرہ بھر دخل نہیں تو چاہیے کہ اس کی تعلیم پر چلیں۔ میں اصل اصول تو حید ہے۔ شرک و کفر اور تخلیب کی شیطانی رسوم اختیار ۔۔۔ سزا و عذاب ابھی سے شروع کی کوئی تعیین نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت ابن عباس نے فرمایا (بقام عرفہ ۔۔۔ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۔۔۔ دیے لیکن حقیقت میں) اس ۔۔۔ صدہا برسوں کو زمانہ محشور ہے تو یوں فرمایا کہ آپ تمام مخلوق میں میرے نزدیک زیادہ محترم ہیں۔ میرے سوا کسی دوسرے کو معبود بنائیں گے تو آپ کو بھی عذاب دوں گا۔ (تفسیر عثمانی)

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

قریبی رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم:

پچھلی سورت سے پہلے اپنے اقارب و عزیز کنبہ کی نیز قوم میں ان کو جو مقام حاصل ہے اور اپنے چچا ابولہب کی عداوت و مخالفت کا ذکر ہے۔ اس کو پڑھ کر بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ یہ سورت پہلی سورت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے قبائل کو بلایا اور اپنی چچی تک اور اپنی بیٹی تک کو پکارا (بخاری) اور اپنے چچا ابولہب کی عداوت کا ذکر کیا۔ اس پر یہ سورت اتری۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے قرابتداروں کو دعوت دینا

بخاری نے صحیح کی حدیث سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ اتری تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ حال کیا اور پکارا اے قریش کے لوگو! (یا اس کے قریب کے الفاظ) یا اے بنی کعب کے لوگو! (یا اس کے قریب کے الفاظ) یا اے بنی عبد مناف کے لوگو! (یا اس کے قریب کے الفاظ) یا اے بنی عبد المطلب کے لوگو! (یا اس کے قریب کے الفاظ) یا اے بنی فلاں

ہو رہا ہے کہ وہ قرآن (اور اسی قانون) کے مطابق فیصلہ کریں اپنی طرح کا قانون (اور اقتدار) اپنی چاروں کو فوجی برابر کر لیں۔ اگر وہ ایسے عذاب سے پہلے اس (اللہ) کے عذاب سے تمہارے کسی کام نہیں آ سکتے۔ اور اس (عذاب) سے بچنے کے لئے بالکل تمہارے کام نہیں آ سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی صفت قرآن میں اللہ نے نہیں دیا سکتا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نہیں۔ رسول بھی وہ جو کچھ مانتا چاہتی ہے مانے سے اللہ کے عذاب کے مقابلے میں تمہارے کوئی کام نہیں آ سکتا۔

ابولہب کی ہلاکت:

امام نے حضرت ابن عباس کی روایت سے ان الفاظ کے ساتھ یہ بات نقل کی ہے کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بستی سے) نکل کر وہ صفا پر چڑھ گئے اور وہاں سے لوگی آواز سے پکارنا شروع کیا (اے قریش کے لوگو! اے بنی کعب کے لوگو! اے بنی عبد مناف کے لوگو! اے بنی عبد المطلب کے لوگو! یہ کون ہے جو آپ کے پاس جمع ہو گئے حضور نے فرمایا بھائیو! اگر میں تم کو اطلاع دوں کہ سامنے دشمن کا لشکر ہے تم پر حملہ کرنے کے لئے آ رہا ہے (تو کیا تم مجھے سچا مانو گے) سب نے کہا ہاں ہم نے آپ کی کوئی بات جھوٹی نہیں پائی فرمایا تو میں عذاب سخت سے پہلے تم کو (اس کی) آمد سے ڈراتا ہوں (عذاب شدید سے ڈرانے لگے) ابولہب یہ سنتے ہی کہنے لگا تو نے ہم کو اکٹھا کیا تباہ ہو تو (اس پر) اسی روز یہ آیت نازل ہوئی تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (آخر تک) (اس کی قراءت میں اختلاف ہے)

بغوی نے حضرت عبداللہ بن مسور مخرمہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو حکم اس نے مجھے دیا ہے وہ تم کو اس سے واقف کر دوں (اور) تم اس سے واقف نہیں آخر تم کو اس کے بارے سے واقف کر دوں اس نے فرمایا کہ میں نے اپنے بندوں کو (طیار کیا) جو کچھ دیا وہ ان کے لئے حلال کیا ہے میں نے اپنے بندوں کو حنیف پیدا کیا پھر شیطانوں نے آ کر ان کو ان کے دین سے بہکا دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کر دی تھی شیطانوں نے وہ چیزیں ان کے لئے حرام کر دیں اور میں نے ان کو حکم دیا تھا کہ جس چیز کی معبودیت کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری اس کو میرا ساتھی نہ ٹھہرائیں۔ اللہ نے فرمایا میں اہل زمین کو دیکھا اور سب سے تعرض کیا عرب ہوں یا کوئی ہوں۔ سوائے اہل کتاب میں سے جو (اصل دین پر) باقی رہ گئے تھے (ان سے تعرض نہیں کی) اللہ نے کہا میں نے تم کو نافرمانی اور عذاب نہ آزمایا (لیکن) اور اوں میں نے تعرض کیا ہے اور یہ تو میرا ستوا (امین) تھے اور میرے رسول (بھیجے ہوئے) والی بلاؤں کے اللہ نے

فرمایا میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تیرا بھی امتحان کروں اور میں نے دوسروں کی بھی تیرے ذریعہ ایک کتاب اتاری ہے جس کو پانی نہیں دھو سکتا تو اس کو سوتے جاگتے پڑھا کرے تو ان کو برابر آزمائے جا۔ تو تم (اللہ کے بندوں پر) فوج بھیجو (اللہ کی طرف سے) تم کو پانچ گنا بڑھایا جائے گا تو ایک لشکر (کافروں سے مقابلے کے لئے) تیار کرنا میں اس میں سے پانچ گنا لشکر تیار کر دوں گا۔ اس کو بھیجوں گا۔ اور اپنے فرمانبرداروں کو ساتھ لے کر نافرمانوں سے جنگ کرو فرمایا بھی جہاد کرنے والوں کی طرح تمہیں ہیں۔

(۱) مخلص عالم (۲) ہمدرد قرآن۔ (۳) مسلم پر مہربانی کرنے والا (۴) اور قرآن والا (۵) اور ایمان والا جو خود پاکباز اور متقی ہو اور دوسروں کو بھی نیکیوں کی طرف بلاتا ہے۔

اور دوسری پانچ قسم کے وہ لوگ ہیں جن میں برائی سے روکنے والی مجلس ہو مخلص دوستوں کے پیچھے چلنے والے ہوں اور ان مخلص کی بات صحیح حافظہ سے یاد کرتے ہوں اور ہمیشہ اللہ کی حمد میں مشغول رہتے ہوں اور وہ مخلص کی گواہی کو اپنی گواہی سے پہلے پیش کرتے ہوں (۱) روزہ رکھنے والے ہوں (۲) اور وہ مخلص جو عبادت میں خلاص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی غازیوں کی طرح ہیں۔

ایک ایک کو خطاب:

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جس آیت کے اترتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشیوں کو بلایا (انہیں ایک ایک کر کے) اور عام طور پر خطاب کر کے فرمایا کہ اپنے تئیں اپنی جانیں جہنم سے بچاؤ۔ اے بنی کعب کے خاندان والو اپنی جانیں آگ سے بچاؤ۔ اے بنی لوی (لوا) کے لوگو اپنے تئیں خدا کے عذابوں سے چھڑاؤ۔ اے عبدالمطلب کے لوگو! خدا کے عذابوں سے بچنے کی کوشش کرو۔ اے فاطمہ بنت محمد اپنی جان کو دوزخ سے بچا لے میں خدا کے ہاں تو کسی چیز کا مالک نہیں۔ بیشک تمہاری قرابت (داری) ہے جس کے ذریعہ حقوق میں برطرح (کا) تری کرتے چلا جاؤں۔ (مسند احمد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کی مثال:

مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پہاڑی پر چڑھ گئے جس کی چوٹی پر پتھر تھے وہاں اٹک گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خبردار کرنے میں تو صرف ہوشیار کرنے والا ہوں میری اور تمہاری مثال ایک ہے جیسے کسی شخص سے دشمن کو دیکھا اور ڈر کر اپنے اہل کو ہوشیار کرنے کے لئے آیا تاکہ وہ پناہ لے لیں وہ سب اس کے قابو چلا شروع کر دیا کہ پہلے ہی فرار ہو جائیں۔ (مسند احمد)

حضرت علیؓ کی فضیلت:

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ

علم نے اپنے اس رویہ کو جائز کیا ہے جس کی وجہ سے کہ ان کے نبی ان کو چھوڑ کر آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے۔ فرمایا "ہوں ہے جو میرا فرشتہ ہے جو آنے والے اور میرے عہد کے درمیان ہوتا ہے وہ جو کہ تم سے بھی میرا ساتھی ہے اور میرے قتل میں میرا حلیف ہوگا۔" تو ایک شخص نے کہا کہ آپ تو ایک صفور ہیں آپ کے ہاتھوں کفر ہوگا۔ تین دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی شے۔ نہ وہ ہمیں نے کہا ہوا ہوں خدا ہمیں اس کے لئے تیار ہوں۔ (تفسیر کبیر)

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٥﴾

اور نیچا رکھ اپنا کندھا واسطے جو تیرے ساتھ ہو چکے ایمان والوں سے

یعنی شفقت سے کام لو ایمان والوں کے اپنے ہوں یا پرائے۔

فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢١٦﴾

پھر اگر نافرمانی کریں تیرا تو کہہ میں بیزار ہوں تمہارے کام سے

یعنی خلاف حکم خدا جو کوئی کرے اس سے تو بیزار ہو جا۔ اپنا کام کر لیا۔ (موضح)　(تنبیہ بیان)

گناہوں سے بیزاری:

پھر اگر وہ مومنین (یعنی اہل مکہ میں) تمہاری نافرمانی کریں تو آپ ان کو کہہ دیں میں تمہارے ان (گناہوں کے) اعمال سے بری ہوں۔ اس آیت میں گناہوں سے الگ ہونے کے اظہار کا حکم دیا گیا ہے گناہگاروں سے الگ ہونے کے اظہار کا حکم نہیں دیا گیا۔　(تفسیر طبری)

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾

اور بھروسہ کر اس زبردست مہربان پر

اللہ پر بھروسہ رکھو:

جتنی نافرمانی کرنے والے کی ہوں اور ستتے ہی ہوں تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ سب سے بیزار ہو کر ایک خدا پر بھروسہ کر جو زبردست بھی ہے کہ کسی کی اس کے مقابلہ میں چل نہیں سکتی۔ اور مہربانی فرمانے والا بھی۔ پھر تجھ اپنی مہربانی سے تیرے جان پر بلاؤں کو دفع کرتا رہے گا۔　(تفسیر حقانی)

توکل کا معنی یہ ہوا کہ اعمال ظاہر پر بھروسہ کرنے کے پیرو نہ رہے اور ایسا کرنا عقلا جائز ہے نہ نقلا صحیح۔ ہاں اگر کسی کی پیروی میں کامیابی ہو تو مانع پہنچانے والے امور ضروریہ کو دفع کرنے پر کامل قدرت رکھتا ہو بھروسہ کرنے والے کے اقوال کو سنتا ہو تمام احوال کو جانتا ہو اپنے ہر ارادے اور تدبیر کرنے والے کا بہر وقت نگران ہو تو اس کی پیروی میں اپنے کام دیئے جا سکتے ہیں اسی لئے فرمایا یعنی العزیز یعنی اس اندیشہ رکھو جو اپنے دشمنوں پر اب ان تو مقہور کرتے ہیں اور پیچھے دشمنوں کی مدد کرنے والا ہے العزیز جو رحیم ہے تمہارے اوپر بھی اور تمہیں اور توفیق دیتا ہے کہ اس پر بھروسہ کرو۔　(تفسیر حقانی)

الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ﴿٢١٩﴾

جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے اور پھرنا تیرا سجدہ کرنے والوں میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساجدین میں تقلب:

نفل جب تہجد کا ہو تو اختیار ہے خواہ بیٹھ کر پڑھ لیتا ہے۔ نفلی روزہ میں چاہے کھا لے (موقع) چاہے تو جب آدمی کے لئے کھڑا ہونا ہے۔ نماز جماعت کی نماز میں نفل حرکت (رکوع، سجود، قیام) کرتا ہے اور سنتوں میں کی۔ کچھ حال رکھتا ہے بعض سلف نے کہا کہ ساجدین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ مراد ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب میں منتقل ہونا اور نور نبوی کی تعریف۔ نہ اس لائق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے۔ واللہ اعلم (تفسیر حقانی)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تم کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب تم تنہا نماز پڑھتے ہو اور اس وقت بھی دیکھتا ہے جب تم نمازیوں کے ساتھ جماعت کی نماز پڑھتے ہو۔ جو نے کہا مطلب یہ ہے کہ تم نمازیوں کی طرف نظر کرتے ہو اور یہ نظر کرنا ہے کہ اس اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح سامنے دیکھتے تھے اسی طرح پشت کے پیچھے کی چیز کو بھی دیکھتے تھے (تو آنحضرت اور نظر نبوت سے مقتدیوں کے حال کا بھی مشاہدہ فرماتے تھے حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرا رخ یہاں (نماز سامنے کی طرف) کر لیتے ہو واللہ تمہارے خضوع کی حالت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہوتی میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (رواہ البغوی)

علامہ آلوسی روایت میں حضرت ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تقلب سے مراد ہے آباء و اجداد کی پشتوں میں منتقل ہونا یعنی ایک نبی سے دوسرے نبی کی پشت میں منتقل ہوتا رہا۔ لیکن اس تفسیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تولی خاص مدح نہ ہوگی کیونکہ آباء و اجداد میں ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا تو صرف رسول اللہ ہی کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ مذکورہ بالا تمام انسان یونہی پشت در پشت منتقل ہوتے چلے آئے ہیں۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ تقلب سے مراد ہو پاکیزہ آباء کا مردوں کی پشت سے مقدس ماؤں کے رحموں کے بعد دوسری پاکیزہ ماؤں کے رحموں سے مومن مردوں کی پشتوں سے مومن عورتوں کے رحموں کی طرف انتقال۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کا مؤمن ہونا:

اس تفسیر سے آیت پر یہ استدلال کیا جائے گا کہ اس امر پر کہ

حضور کے ساتھ یا دوسرے صحابہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہوتا۔

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ویقبل احمد بیو عظیما ولا یقبل الا بحمد الله

لقد شهد الله قرءا فخرا انی لی حبذا هذا الفخر

ہر ایک اپنے لئے فخر تلاش کرتا ہے اور صحابہ نے بدر میں جو شہادت پائی ہے اس سے بڑھ کر فخر کیا ہوگا۔

اس تفصیل کی روشنی میں ذہن کی اس روایت سے بھی اوٹی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو قرآن (حفظ کرنے) کی اجرت کے بجائے قرآن میں بیچ دیا گیا ہے کہ میری طاقت ان سے زیادہ ہوگی (یہ بھی ان میں سے ہے) حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے اللہ کی کتاب میں سے اس میں کیا انتخاب کیا ہوا اور اس کامل میں سے بغیر کسی کتاب کے اپنی کتاب میں سے فرشتے کی تلاوت میں اپنی ہاتھ کا لکھا ہوا تم میں سے پہلے جن لوگوں نے اللہ علم حاصل کیا ہے حضرت آدم کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے خصوصاً فرمایا ہے میں اس نے ان دونوں روایتوں میں تطبیق پیدا کی ہے بہترین طریقہ ہے اور آخر میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے اور جاہلیت کی کوئی خرابی مجھے نہیں پہنچی آج سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نبی بنایا ہے اور اسلام سے پہلے جاہلیت کی کوئی خرابی مجھ تک نہیں پہنچی اس لئے میں تم سے بہتر ہوں اور اسی اعتبار سے بھی افضل ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ جہاد کے آس پاس ہونے کے موضوع پر بحث اور تفصیل کے لئے کتاب تصنیف کی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ ہر طریق کی ہٹ کی ہے میں نے اس کو خلاصہ ایک رسالہ کی شکل میں لکھ دیا ہے جس موضوع کی تشفی کے لئے اس رسالہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ (مدیر)

إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

بیشک اس کے لئے (اغوا کرنے) میں ان لوگوں پر کوئی زور نہیں چلتا ہے

إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ

شیطان کا زور تو انہیں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا رفیق بناتے ہیں اور اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں

صداقت و عظمت قرآن و پیغمبر:

یہ ہیں چودہ قرآن کے صدق اور عظمت شان پر صریح فرمانی یعنی ایسے بدبخت جو قرآن کو اپنی خواہش کے مطابق نہ پاکر اس کے بارے میں یہ کہنے کی کوئی پروا نہ کرے کہ (معاذ اللہ) شیطان ان پر قابو پاکر کہتا ہے کہ آؤ اللہ تم کو بتاؤں کہ شیطانی وحی کس قسم کے لوگوں پر آتی ہے۔ وہ آتی ہے جھوٹوں پر بدعملوں پر۔ وہ ان پر شیطان ڈالتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ شیطان کے ساتھی ہیں اور شیطان کے ساتھی ہونے کی وجہ سے وہ شیطان کی باتوں کو سچ سمجھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ جو شیطان کی باتوں کو سچ سمجھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں وہ مومن نہیں ہو سکتے۔ جو شیطان کی باتوں کو سچ سمجھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں وہ شیطان کے ساتھی ہیں۔ جو شیطان کے ساتھی ہیں وہ مومن نہیں ہو سکتے۔ جو مومن نہیں ہو سکتے وہ قرآن کی تکذیب کرتے ہیں۔ جو قرآن کی تکذیب کرتے ہیں وہ جہنم میں جائیں گے۔ جہنم میں جانے والوں کی جو صفت قرآن نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہر جھوٹے بدعمل پر شیطان کو اترتے دیکھتے ہیں۔ یہ ہے قرآن کی تکذیب کرنے والوں کی صفت۔ اب ان کی صفت کے بعد قرآن کی صفت سنئے۔ قرآن کی صفت

شعر کی تعریف

کون سے اشعار بُرے ہیں

خدا و آخرت سے غافل کر دینے والا ہر علم اور فن مذموم ہے

آخرت پر یقین کی کمزوری اعتبار کی کمزوری کی علامت ہوتی ہے

شاعروں کی نیّوں کا ایک نمونہ لکھا جاتا ہے

اے بنی عبد مناف کیا ہوا تمہیں کہ تم ہماری ذمہ داری لے رہے ہو
حالانکہ ہم تمہارے ہاتھوں قتل کیے گئے ہیں اور تمہارے دین کو ہم نے
ترک کر دیا ہے۔

قرآن کریم کی آیات کے نازل ہونے کے بعد یہ آیات بھی اس سلسلہ میں نازل ہوئیں۔ اور اس سے پہلے مسلمان آپس کی محبت و مودت پر آمادہ کیے جاتے تھے کہ یہ چیز بھی ان کے کردار کے بنانے اور جاہلیت کے مٹانے میں بہت کچھ مدد دیتی تھی اور اس لئے اللہ نے ان کو یاد دلایا کہ وہ کیسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری نے ان کو کیا سے کیا بنا دیا۔

شعر گوئی کی مذمت۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ اس سے شعر بھرا ہو۔ (بخاری و مسلم) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اس سے بچو کہ اللہ کا ذکر اور علم اور اچھی باتوں کے سوا کچھ نہ ہو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ بھی فرمایا تھا کہ جب ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے ہوں تو شعر نہ پڑھیں۔ (ابوداؤد) اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا شیطان کو بازار و مجلس عام میں کسی کے ہونے کے اندر و باہر اور مسجد میں بیٹھنے سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہے۔ اس نے تمام شعر پڑھ لیے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں اچھا وہ ہے جو شعر کہنے میں سب سے اچھا ہو۔ (ابن ماجہ)

حضرت واثلہ بن اسقع کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ تم میں سے کوئی شخص شعر کہتا ہوا یا قرآن پڑھتا ہوا یا خطبہ دیتا ہوا سو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص شعر کہتا ہوا سو جائے اس سے بہتر ہے کہ وہ رات بھر قرآن پڑھتا ہوا سوئے۔ (بیہقی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ اس سے شعر بھرا ہو۔ (مسلم) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان کو تیر مارتے ہو گویا کہ تم ان کو بکھیر رہے ہو۔ اور میرا شعر تم پر ایسا ہے جیسا کہ تیر۔ (ابن ماجہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان کو تیر مارتے ہو گویا کہ تم ان کو بکھیر رہے ہو۔ اور میرا شعر تم پر ایسا ہے جیسا کہ تیر۔ (ابن ماجہ)

شان نزول:

ابن جریر نے ابن ابی حاتم کے روایت کردہ حضرت ابن عباس کی یہ بیان کی ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آ کر دیکھا کہ دو شخص (یعنی دو شاعروں نے) باہم ہجو کی ہے۔ ایک انصاری قوم کا اور دوسرا بنی ضبیلہ کا۔ ایک نے کہا کہ تم نے فلاں قوم سے بڑھ کر کوئی کام نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

غاوی کون ہیں:

اَلشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اور شاعروں کی، تو بہکے ہوئے لوگ پیروی کرتے ہیں

مجاہد نے عکرمہ کی روایت سے بھی ویسی ہی نقل کیا ہے۔ عطیہ کی روایت بھی ابن عباس سے ہے کہ حضرت ابن عباس کا قول عطیہ نے بھی یہی نقل کیا ہے اور عکرمہ ابی حاتم نے بھی یہ روایت کر کے اسی طرح بیان کیا ہے۔

قتادہ کہتا ہے کہ ہم سے کہا گیا ہے کہ یہ آیت میں دو شعراء کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان کا ذکر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تھا۔ ان میں سے ایک نے حضور کی ہجو کی تھی اور دوسرے نے اس کی ہجو کا جواب دیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اللہ نے ان کو یہ بتایا کہ وہ کیسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری نے ان کو کیا سے کیا بنا دیا۔

پھر فرمایا کہ وہ ہر وادی میں حیران پھرتے ہیں یعنی جس طرح یہ شاعر اپنے کلام میں ہر وادی میں حیران پھرتے ہیں اسی طرح ان کے پیرو بھی ہر وادی میں حیران پھرتے ہیں۔ یعنی جو شخص ان کی پیروی کرتا ہے وہ بھی ان کی طرح حیران پھرتا ہے۔ اور ان کی طرح وہ بھی ہر وادی میں بھٹکتا ہے۔ اور ان کی طرح وہ بھی ہر وادی میں حیران پھر

نے شعر کی نسبت مشہور ہے۔ کذب و افترا۔

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ

اور یہ کہ کہتے ہیں ۔۔۔ کرتے نہیں

زبانی دعوے باتیں۔

یعنی شعراء جو کچھ کہتے ہیں اس کے برعکس خود ان کا اپنا عمل ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ۔۔۔ کرتے نہیں۔ کہتے ہیں ۔۔۔ کرتے نہیں۔ کہتے ہیں ۔۔۔ کرتے نہیں

رافعہ کے رسول کی طرف سے دفاع کرے گا۔

حضرت عائشہ کا بیان ہے میں نے ٹوکا کہ رسول اللہ فرما رہے تھے حسان نے ان کی ایجا ہی کیس شقاوی اور شقاوے والی چیز بیان کر دی۔

بخاری نے حضرت عائشہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان کے لئے مسجد نے اندر منبر رکھوا دیتے تھے وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ کی طرف سے فخریہ یا جوابی کلام پڑھتے تھے اور رسول اللہ فرماتے تھے اللھم روح القدس سے حسان کی مدد کر تا رہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حسان دفاع کرتا ہے۔

بخاری نے حضرت عائشہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کی ہجو کرو یہ ان کے لئے تیر لگنے سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔ پھر ابن رواحہ کے پاس آدمی بھیجا وہ ان کو مخاطب دیا ان کی ہجا کر وا دو ان سے ہجو میں مقابلہ کرو (لیکن وہ) حضور کی خوشی کے مطابق (ہجو) نہ کر سکے پھر کعب بن مالک کو بلوایا پھر حسان بن ثابت کو بلوایا جب حسان نے تو فرمایا اب وقت آ گیا کہ تم اس شیر کی طرف تیر پھینکو جو دم پھٹکے ہاتھ (یعنی حملہ کے لئے تیار ہے) پھر حضرت حسان نے اپنی زبان منہ سے باہر نکالی اور ہلانے لگے بار بار کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اپنی زبان سے ان کو پیڑے کی طرح چیر ڈالوں گا حضور نے فرمایا جلدی نہ کر ابوبکر قریش کے نسبوں کو خوب جانتے ہیں میرا نسب بھی قریش کے اندر ہی ہے ابوبکر میرے نسب کو ان کے اندر سے الگ چھانٹ دیں گے حسان حضرت ابوبکر کے پاس گئے پھر لوٹ کر آتے اور عرض کیا یا رسول اللہ ابوبکر نے آپ کے نسب کو چھانٹ دیا قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آپ کو ان کے اندر سے اس طرح کھینچ نکالوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ حسان نے یہ شعر کہے۔

هجوت محمدا فاجبت عنه ... وعند الله فی ذاک الجزاء

تو نے محمد کی ہجو کی میں نے ان کی طرف سے جواب دیا اللہ کے ہاں اس کا بدلہ ہے۔

هجوت محمدا برا تقیا ... رسول الله شیمته الوفاء

تو نے مقدس پرہیزگار محمد کی ہجو کی جو اللہ کے رسول ہیں اور ان کی خصلت وفا عہد ہے۔

فان ابی ووالدتی وعرضی ... لعرض محمد منکم وقاء

میرے ماں باپ اور میری آبرو ... محمد کی آبرو تم سے بچانے والی ہے یعنی محمد کی آبرو پر سب قربان

امن یهجو رسول الله منکم ... ویمدحه وینصره سواء

تم میں سے جو رسول اللہ کی ہجو کرتا ہے اور جو رسول اللہ کی مدح اور مدد کرتا ہے دونوں برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔

وجبریل رسول الله فینا ... وروح القدس لیس له کفاء

اللہ کے رسول جبریل اور روح القدس ہمارے ساتھ ہیں جن کا کوئی ہمسر نہیں۔

ابن سیرین کی مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن مالک سے فرمایا یا حضرت کعب نے آپ کو (قصیدہ) سنایا حضور نے فرمایا پیکان (قریش) کے لئے تیر پڑنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر شعر حمد ہو اور دوسری نا جائز باتوں سے پاک ہو تو ایسی شاعری میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض نے حضرت عائشہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر (کے جواز و عدم جواز) کا ذکر کیا گیا فرمایا یہ بھی ایک کلام ہے اچھا بھی ہوتا ہے برا بھی ہوتا ہے جیسے کھانے کے اچھے برے کو جھوڑ دو۔

لبید کا کلام:

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اچھا کلام جو کسی شاعر نے کہا وہ وہ لبید کا یہ کلام ہے الا کل شئی ما خلا اللہ باطل خوب ابن الوالد کے سوا ہر چیز بے حقیقت ہے۔ متفق علیہ

لبید بن ربیعہ کے اشعار:

محمد بن شدید نے اپنے باپ کی روایت سے بیان کیا عمرو کے باپ نے کہا میں ایک روز رسول اللہ کے پیچھے حضور کے ساتھ سوار تھا فرمایا کہ امیہ بن ابی صلت کا کوئی شعر تمہیں یاد ہے میں نے عرض کیا ہاں فرمایا پڑھو میں نے ایک شعر سنا یا فرمایا اور لاؤ میں نے ایک شعر اور سنا یا فرمایا اور پڑھو یہاں تک کہ میں نے حضور کو سو شعر پڑھ کر سنائے۔ رواہ مسلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد:

حضرت جندب راوی ہیں کہ کسی سفر کے میں حضور کی ایک انگلی زخمی (یا خون آلود ہو گئی آپ نے فرمایا۔

هل انت الا اصبع دمیت ... وفی سبیل الله ما لقیت

تو صرف ایک انگلی ہے جو زخمی ہو گئی اور جو کچھ تو نے دکھ پایا اللہ کی راہ میں پایا۔ متفق علیہ۔

حضرت صدیق و فاروق و حیدر رضی اللہ عنہم:

شعبی کا بیان ہے کہ ابوبکر بھی شعر کہتے تھے اور عمر بھی شعر کہتے تھے اور علی بھی شعر کہتے تھے تینوں شعر کہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی شعر پسندیدگی:

روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس مسجد کے اندر خود بھی شعر

پڑھتے تھے اور پڑھوانے بھی تھے ایک بار عرفان حج کو طلب فرما کر اس سے اس کا قصیدہ دس جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

من آل سعدی انت غلام صدقٍ غداۃ غدانی رائح فمخبّر

ابن رہیعہ نے آپ کو پورا قصیدہ آخر تک سنا دیا جو تقریباً ستر شعر کا تھا۔ حضرت ابن عباس نے دو بار وہ لوٹ کر سنا دیا کیونکہ آپ پورا قصیدہ ایک بار میں کریاد نہ کر لیا کرتے تھے۔

فائدہ: آخر شعر میں اللہ کا ذکر ہو یا علم و دین ہو یا مسلمانوں کو دعا و نصیحت ہو تو ایسی شاعری عبادت ہے۔ حضرت بلی بن کعب نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ رواہ البخاری۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے بعض بیان جادو ہوتے ہیں اور بعض علم جہالت اور بعض شعر حکمت اور بعض قول جہال ہے۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے بعض بیان جادو ہوتے ہیں اور بعض شعر حکمتیں۔ رواہ ابوداؤد۔ واللہ اعلم۔

ایک حدیث اوپر درج کی جا چکی ہے کہ مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔ ابوداؤد طیالسی راوی نے حضرت انس کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں سے جہاد کرو اپنے مالوں سے اپنی جانوں سے۔ اور پہلی زبانوں سے۔

اور پہلی آیت میں جب اللہ نے مسلم شعراء اور مشرک شعراء کا ذکر کر دیا تو آئندہ آیت میں مشرک شعراء کو عبرتناک سزا کی خبر دے دی۔ (قرطبی)

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

اور عنقریب ظلم کرنے والے کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کروٹ لوٹتے ہیں

ظالموں کو دھمکی:

یہ جملہ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا کی مناسبت سے فرمایا کہ ظالموں کو عنقریب اپنا انجام معلوم ہو جائے گا کہ کس کروٹ اونٹ بیٹھتا ہے سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اللہ کی کتابوں اور پیغمبروں کو جھوٹا شاعر کہہ کر جھٹلائے۔ (ضیاء عن ابن جریر)

بیضاوی نے لکھا ہے یہ سخت تہدید ہے جملہ کے اندر وعید بھی ہے اور اَيَّ مُنْقَلَبٍ میں عموم و اطلاق ہے اور ای منقلب میں ابہام کے ساتھ تفخیم ہونا بھی اظہار ہے مطلب یہ ہے کہ عالم امید رکھتے ہیں کہ عذاب سے ان کو چھوٹ مل جائے گی اور وہ لوٹ جائیں گے مگر (مرنے کے بعد) ان کو تقریب معلوم ہو جائے گا کہ عذاب سے چھوٹنے کی کوئی جگہ نہیں ہوگی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصیت نامہ:

ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا میرے والد نے اپنا وصیت نامہ میں دو سطریں لکھیں (اور وصیت نامہ اس طرح تحریر کیا) بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وصیت وہ ہے جو ابوبکر بن ابوقحافہ نے دنیا سے جاتے وقت لکھی تھی (یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ) اس وقت کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور جھوٹا بھی سچ بولتا ہے اور فاجر بھی نیک بن جاتا ہے اور جھوٹ بھی سچ کہتا ہے میں نے عمر بن خطاب کو اپنا جانشین بنایا اگر وہ انصاف کریں تو ان کے متعلق میرا یہی خیال اور امید ہے اور اگر وہ ظلم کریں اور (خدانخواستہ) غیب دان (نہیں) غیب دان نہیں ہوں۔ (وَاِنْ تَعْدَا فَلَا عِلْمَ لِیْ الْغَیْبَ) وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ (ابن جریر)

اور صرف بنی انصاری شعراء رضی اللہ عنہم ہی نہیں بلکہ اگر کسی شاعر نے اپنی جاہلیت کے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں سے خلاف بھی اشعار کہے ہوں اور پھر وہ مسلمان ہو جائے تو پڑھ لے اور ان کے مقابلہ میں ڈٹ کر بیٹھ کر رہے وہ بیکار اس توانی سے اٹھ بیٹھے۔ حسان حیات و دار کہ وہ بتی ہیں جب کہ ان نے مسلمانوں کو اور دین خدا کو زیر آیا تھا وہ اتنا لیکن جب اس نے مدح کی وہ ثنائی و ایمانی سنتہ بدل گئی۔ جیسے حضرت عبداللہ بن زبعری نے اسلام سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں کی تھی لیکن اسلام کے بعد بڑی مدح بیان کی اور اپنے اشعار میں اس نازکا لفظ رکھی جان کر دیا کہ اس وقت میں شیطانی نیچ میں پھنسا ہوا تھا اسی طرح ابوسفیان بن حارث یا جو رؤ پہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچازاد بھائی ہوتے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا اور بہت غیظ دیا کرتا تھا جب مسلمان ہو گئے تو ایسے مسلمان ہوئے کہ دنیا بھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب انہیں کوئی نہ تھا۔ کفر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح نہ کرتے تھے اور بہت ہی عقیدت رکھتے تھے۔ (ضیاء عن ابن جریر)

سورۃ النمل

اس سے پہلے اس کی تفسیر ہو چکی ہے اس لئے یہاں اس کی تفسیر نہیں دی جا رہی۔ صرف اس کی ابتدائی آیات کا ترجمہ دیا جا رہا ہے۔

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ

طٰسٓ۔ یہ آیتیں ہیں قرآن اور کتاب روشن کی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ

طٰسٓ۔ یہ آیتیں ہیں قرآن اور کتاب روشن کی

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

راہ بتانے والی اور خوشخبری ایمان والوں کو جو قائم رکھتے ہیں

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ

جو لوگ نہیں یقین رکھتے آخرت پر ہم نے ان کے لئے

اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۔

ان کے کام سجھا دیئے ہیں سو وہ بہکتے پھرتے ہیں

دنیا پرستی کے مہلک نتائج

یہ تین آیات ہیں جن میں قرآن کریم کا تعارف کرانے کے بعد ان لوگوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان لوگوں کی بھی جو اس سے محروم رہتے ہیں۔ پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ یہ آیتیں قرآن کریم کی ہیں اور یہ کتاب روشن کی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن کریم ہدایت کا ذریعہ ہے اور خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔ ایمان کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ ایمان کی وہ علامتیں ہیں جو ہر شخص کو نظر آتی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے اعمال ان کی نظروں میں خوشنما بنا دیئے ہیں اس لئے وہ اپنی بداعمالیوں کو بھی اچھا سمجھتے ہیں اور اسی میں مگن رہتے ہیں۔ اس آیت کی تشریح میں بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد ایسے اعمال ہیں جو وہ بظاہر اچھے سمجھ کر کرتے ہیں، مثلاً کفار مکہ نے اپنی طرف سے بہت سی اچھی اچھی باتیں گھڑ رکھی تھیں، مثلاً وہ کہتے تھے کہ ہم بیت اللہ کی خدمت کرتے ہیں، حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں، قیدیوں کو چھڑاتے ہیں، یہ سب کام اچھے ہیں، ان کی وجہ سے ہم اللہ کے ہاں بخشے جائیں گے۔ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ان کے اعمال کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اس لئے ان کے سارے اعمال بیکار ہیں۔ (معارف القرآن ج ۶ ص ۱۰۱)

لوح محفوظ

لوح محفوظ سے مراد وہ تختی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے قلم کو ہر ہونے والی چیز کا تذکرہ لکھنے کا حکم فرمایا اور قلم نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اس کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات میں آیا ہے۔ اس کا مطلب قرآن سے ہی سمجھ میں آتا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے اس سے پہلے کوئی نہیں جانتا۔

قرآن کے احکام واضح ہیں

یہ بات یہاں سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کی جو آیات حلال و حرام یا اوامر و نواہی کے بارے میں آئی ہیں ان کے معنی سمجھنے کے لئے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر شخص ان کے معنی سمجھ سکتا ہے۔ (آسان ترجمہ)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ

یہی لوگ ہیں جن کے لئے

فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۔

آخرت میں

مثلی والی سب سے زیادہ خوش نصیب لوگ ہوں گے۔

وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ

اور تحقیق تو قرآن لیتا ہے حکمت والے جاننے والے سے

دنیا پرستوں کو چھوڑ کے آپ عظیم الشان کتاب کا شعار اختیار کرتے ہیں

شانی ان بدبختوں کو جو مخالفت میں حد سے بڑھ گئے، جب انہوں نے قرآن مجید کی قدر نہ پہچانی اور اس کی ہدایات، ارشادات سے فائدہ نہ اٹھایا تو یہی اشارہ ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو غار کا شکر کیجئے کہ اس علیم و خبیر کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی ہے جس میں دارین کی فلاح ہے۔ جس سے ہر وقت ہزاروں انوار حاصل ہو رہے ہیں جس میں دارین کے لئے بقدر تمنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو نبوت کے مقامات عطا کئے ہیں ان کا بیان اس مختصر عنوان میں ہو جائے گا۔ یہ صحبت آپ کی امت کے لئے بھی بے انتہا برکات کا مصدر ہو جائے گی۔ چنانچہ ان ہی انوار کے لئے آپ کی حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ (منہ)

علم و حکمت:

حضرت کے ارشاد میں ایک نکتہ علم عام علیہ السلام پر دلالت کرتا ہے اور حضرت کا لوگوں کے اجتماع پر دلالت کرنا ہے ابتداء ان اوصاف کو ظاہر کرنے کے بعد تعلیم کے ساتھ علم بھی فرمایا۔ پھر اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ کبھی موصوف حکمت ہوتے ہیں جیسے علوم عقلیہ کا علم شریعت غیر اور بعض علوم حکمت نہیں ہوتے جیسے قصص اور آئندہ چیزوں کا بیان۔ گو بالفاظ عمیم سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس قرآن میں کوئی چیز و قصہ کوئی بیان کیا گیا ہے پھر اس سے آگے حضرت موسیٰ کے قصہ کی تفصیل ہے۔ (منہ سلمہ)

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا

جب کہا موسیٰ نے اپنے گھر والوں کو میں نے دیکھی ہے ایک آگ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدین سے واپسی مصر کا بیان:

یہ مدین سے جاتے ہوئے وادی طویٰ کے قریب پہنچ کر کہا جبکہ حضرت موسیٰ کی اندھیری رات میں راستہ بھول گئے تھے مفصل واقعہ سورۂ طٰہٰ کے فوائد میں گزر چکا۔ حاجت کر لیا جائے۔ (منہ سلمہ)

روایت بالمعنی کی دلیل:

(اللہ نے فرمایا قول کیا جو موسیٰ نے اپنی بیوی سے کہا تھا اور ظاہر ہے کہ موسیٰ نے عربی میں نہیں کہا ہوگا بلکہ جس مفہوم کو اپنی زبان میں ادا کیا ہوگا جس سے زیادہ تر آپ نے اور دینی عبارت میں اللہ نے بیان فرمایا اس میں دلیل ہے اس امر کی کہ حدیث کے معنی کو روایت کے الفاظ میں نقل کرنا درست ہے اس سوال علیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے فرمایا جائز ہے اور نکاح بھی ایسے الفاظ سے جائز ہے جو ترجمہ نکاح کے مفہوم کو ظاہر کرتے ہوں۔ (محمد سلمہ)

سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ

اب لاتا ہوں تمہارے پاس اس سے کوئی خبر یا لاتا ہوں تمہارے پاس انگارہ

لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ

تاکہ تم سینکو

یعنی رستہ کی خبر جو ہمیں اور تم سب کو ضروری ہے یا کچھ آگ جو سردی میں کام آوے سینکنے تاپنے کے لئے کیونکہ بہت جاڑے کا وقت تھا۔ (منہ سلمہ)

حضرت موسیٰ کو امید تھی اس لئے لَعَلِّي آتِيكُم کہا اور یہ نہیں کہا کہ ضرور کوئی اطلاع خبر لے آؤں گا اس لئے ساتھ کہہ دیا۔

بعضوں کو ہدایت ہوئی ہے اور کسی کو اضافہ۔ حضرت موسیٰ راستہ بھٹکے ہوئے تھے اور سخت سردی کا وقت تھا۔ (منہ سلمہ)

جد و جہد توکل کے منافی نہیں ہے:

اس سے اور ایسے ہی دوسرے مواقع کے لئے جد و جہد توکل کے منافی نہیں۔ تمہیں پھر وہ سچی کوشش کیجائے اللہ پر ہو، ہو چکے اور آگ آپ کو دکھلائے جانے میں بھی بشارت ہے حضرت ہو گی اس سے آپ کے دونوں مقصود پورے ہو سکتے تھے، راج کامل بنانا اور گرمی سے گرمی دینا۔ (کمالین اردو)

ادب کا لحاظ:

اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اہل کو اور تصطلون جمع کے صیغے بولے حالانکہ آپ کے ساتھ صرف آپ کی بیوی تھیں حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھیں ان سے نے لفظ جمع استعمال فرمایا۔ اکابر کا ہر کام کے ہوا جیسے محترم لوگوں میں کسی کو بلے غرض بھی مخاطب بنانا ہے تو صیغہ جمع کا استعمال کیا جاتا ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے صیغہ جمع استعمال فرمایا ہے حدیث میں ہو رہا ہے۔ (حدیث حتی اتم)

فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ

پھر جب آیا اس پاس آواز دی گئی کہ برکت ہے

مَن فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا

اس پر جو کوئی کہ آگ میں ہے اور جو اس کے پاس ہے

نورِ الٰہی کا ظہور

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

[illegible] ہوا۔ [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] کی [illegible] ہے

یعنی جب یہ قریب پہنچا ہے اور میری بارگاہ میں پیشی آ جاتے ہیں تو (صورت قرب میں ابھی کسی کا اخلاق ۔۔۔ پہنچ نہیں رکھتا)۔ یہ وہ خوفناک جملہ ہے جس سے مطلب یہ ہے کہ جو پیغمبر میرا پیغام مخلوق کو پہنچاتے ہیں وہ صرف مجھ سے ڈرتے ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا انخشاکم باللہ (میں اللہ کا تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں)۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر سب سے زیادہ ڈرتے ہیں لیکن آیت کا جو مطلب ہم نے بیان کیا اس کی روشنی میں حدیث کا مطلب کچھ اور ہو گا یا وہ یہ کہ پیغمبروں کو اپنے کام کی انجام دہی میں رسائی کے بعد مخلوق میں سے کسی کا خوف نہیں رہتا وہ صرف خشیت رکھتے ہیں)

بایں مطلب ہے کہ پیغمبر ہی نہیں دنیا کی ہر مخلوق ذی شعور ہستی ہے جو اس وقت ہوا سے مستغرق رہتی ہے جب اس پر مطلقاً کوئی خوف نہیں رہتا۔ بایں مطلب ہے کہ ان کو اپنے انجام پر ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا کیونکہ ان کا انجام اور مآل کار یہاں ہوتا ہی نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا یہ جملہ بعض نے کہا ہے کہ طفل ہے جس طرح جہالت شان کے معنی لئے گئے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ چونکہ یہ مخلوق کی جانب سے تھا اس لئے اس کو بارگاہ جلال میں پہنچے اور اپنے آپ کو نہ دیکھنے پر محمول کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ جواب اس حالت میں دیا گیا جب کہ وہ فنا فی اللہ کی حالت سے گزر رہے تھے اور ہوش آنے پر جب انہوں نے اپنے کو دیکھا تو اس کو اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے سمجھا۔ لیکن یہ تمام توجیہات بے وزن ہیں۔ صحیح بات یہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔

پیغمبر گناہ سے پاک ہوتا ہے:

صحیح تر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے جو لغزشیں ہوئی ہیں وہ درحقیقت گناہ ہی نہ تھے نہ صغیرہ نہ کبیرہ، البتہ صورت گناہ کی تھی اور درحقیقت وہ اجتہادی خطائیں ہوئی ہیں۔ (مؤلف عفی عنہ)

بعض علماء کے نزدیک استثنائیہ جملے جو کہ پیغمبر والے سے ہم (آیاء) کا معدود محسن نہیں (اللہ ان کو معصوم بنایا ہے) اس وقت الا کا معنی ہو گا لیکن اندر گھسا ہوا بالکل علیحدہ ہو گا یا مطلب اس طرح ہو گا۔ لیکن پیغمبر اس کے علاوہ جس سے گناہ کیا ہو چکا تو بات دوسری ہے تو اللہ ضرور رحم جیسا اس کو معاف کر دے گا لیکن ایسے شخص کو اللہ دوسروں کا خوف دلوا دیتا ہے۔ (مؤلف عفی عنہ)

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ
اور لکھ دے ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی ہم رجوع کر چکے تیری طرف
قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ
فرمایا میرا عذاب میں گرفتار کرتا ہوں جس پر چاہوں اور میری رحمت گنجائش رکھتی ہے ہر چیز کی

توشتاؤں کا بیان سورہ بنی اسرائیل میں آیت ۱۰۱ کے تحت میں دیکھو۔

(مؤلف عفی عنہ)

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ
پھر جب پہنچیں ان کے پاس ہماری نشانیاں کھلتا تماشا بولے یہ جادو ہے صریح
وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا
اور انکار کیا ان سے اور دل ان کے یقین کر چکے تھے ان پر بے انصافی اور غرور سے
فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ
سو دیکھ لے کیسا ہوا انجام فساد کرنے والوں کا

قوم والوں کا انکار اور عذاب:

یعنی جب وہ نشانیاں ان کی آنکھیں کھولنے کیلئے اور نشانیاں دکھلائی گئیں تو کہنے لگے کہ یہ سب جادو ہے حالانکہ ان کے دلوں میں یقین تھا کہ موسیٰ علیہ

إِلَّا مَن ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ
مگر جس نے زیادتی کی پھر بدلی نیکی برائی کے پیچھے
فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ
تو میں بخشنے والا مہربان ہوں

کوتاہی کے بعد توبہ و اصلاح:

یہ استثناء منقطع ہے۔ یعنی خدا کے حضور میں پہنچ کر خوف و رجاء پیدا صرف ان کو

اسلام کے لیے ان کی خدمات ہیں جن کی بدولت ان کا نام آج تک روشن ہے اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کی اولاد کے لیے اللہ سے دعائیں کی جاتی رہیں۔ اپنے بعد انہوں نے جو علمی ورثہ چھوڑا اس کی بدولت بھی ان کا ذکر ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اس لیے یہ کہنا کہ ان کے بعد ان کی اولاد میں سے کسی کو علم نہیں دیا گیا، صریح غلط ہے۔ اور اس کی تردید کے لیے ہم کو کسی دوسرے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود قرآن ہی سے شہادت پیش کرنی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے علوم

حضرت سلیمان حضرت داؤد کے بیٹے تھے اور ان کے بعد تخت پر بیٹھے۔ ان کے لیے ایک تو ان کی اپنی ذاتی اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا، دوسرے وہ علم جو انہوں نے اپنے والد سے حاصل کیا، اور تیسرے وہ علم جو ان کے بعد ان کی اولاد میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔

[illegible] ان کے علم کی جو خصوصیت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ [illegible] وقت میں ان کے حکومت [illegible] ان کی [illegible] بھی [illegible] ان کے [illegible] ان کی [illegible] ان کی [illegible] ان کی

[illegible] ان کے ہاں کہیں یہ آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے بعض معاصر الانبیاء کا وارث (کتاب و سنت کی اصطلاح کے مطابق) بنایا ہو۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

انما ورثوا العلم ومن اخذ منه اخذ بحظ وافر۔ انبیاء نے علم ورثہ میں چھوڑا ہے اور جس نے علم کا کچھ حصہ لیا اس نے بڑا حصہ پایا۔

اس حدیث میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ انبیاء کے ورثہ میں علم کی دولت ہوتی ہے مال کی نہیں ہوتی۔ حضرت ابوالدرداء کی یہ حدیث ایک مسئلہ پر زبردست روشنی ڈالتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہونے کے دعوے میں جو علم کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم کے وارث ہونے کا دعویٰ مراد ہے۔ مال کا دعویٰ مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ انبیاء کے ورثہ میں مال کی کبھی نہیں ہوتی۔ حضرت ابوالدرداء کی یہ حدیث ایک مسئلہ پر زبردست روشنی ڈالتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہونے کے دعوے میں جو علم کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم کے وارث ہونے کا دعویٰ مراد ہے۔ مال کا دعویٰ مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ انبیاء کے ورثہ میں کبھی مال کی وراثت

تسبیح بھی کرتی ہے جسے تم سمجھتے نہیں اور ہر پرندہ اپنی صفوف و تسبیح سے واقف ہے احادیث مبارکہ میں حیوانات کا علم بلکہ ان کا علم عبادت و تسبیح ثابت ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر اپنے خالق کی اطاعت میں تسبیح حضرت ہدہد کی فطرت میں یہ نشو نما کر دی گئی ہے جس انہوں کی تسبیح و تمجید پر بعض روایات و خطابات پر بعض بندگان خدا کا نظر غرق ہو جاتا ہے۔ مگر یہ عقل کر دینا۔ ان قبیل روایات عقلیہ نہیں ہیں عام عبادت کے خلاف ضرور ہے۔ ۱۲ اجازہ و گواہ اگر جام عادت اور معمول کے موافق ہوا کرے تو اظہار کرامت ہی کیوں کہا جائے (تواضع و عادت پر ہمیں مشتمل مضمون تکمیل سے اسے مادہ تک کا لیا جائے) بعد ازاں ہم نے کوئی نئی کتابیں تھوڑے سے قدم کے ذکر ہیں۔ جن میں انھوں نے عجیب طرح کی ایک اور عجیب تحریفات شروع کر دی ہیں۔ کیونکہ بعض علیم کالا پتی بولی میں آدمیوں کے بعض علوم کو وہ کہا۔ یا پیغمبروں کو آپس میں ایک دوسرے کا مخاطب بنا۔ اور سلیمان پیغمبر کا ان کو بھگا لیا ہے۔ جس میں انھوں کے نزدیک انکی لغو اور مضحکہ خیز جنہیں پر ایک بچہ بھی یقین نہیں کر سکتا۔ لیکن بعض کچھ ہوں لوگ انہیں محققین اور علمائے سلف وقت کی تہمت خیال کر کے رد کر دیں گے۔ اور بعض جاہل ان کو تسلیم کر لیں گے۔ ایک اور کمزوری نہیں ہو سکتا خلاف فریب تکذیب ہو ان کرتے ہیں آتے۔ اور ان باسوء ذکر کے مضمون آیت کی صحیح حقیقت ہو تو مزاج مشکلات ہوتی ہے کسی سے بیان نہ کی جا خیال آتا ہے تو اس سے بھی بڑھ کر انعام اور احتمالات سے۔ جن کی ظرفیت کو تم تسلیم کرنا چاہتے ہو۔ علماء ست ہزار مانہ میں لفظ ابھی یا خطاء تقصیر ہو سکتی ہے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ شب و روز کی جس خوست اور پیش و آتی و مخالفت کا انسان کا پیچھا نہ چھوڑے وہ صدیوں تک بڑے بڑے نکتہ رس اور محقق علماء کو ایک ان بھی نظر نہ آئی ہوں۔ بلکہ ہمارے کہ ہم سر بفلک اوراقات کی تائید نہیں کرتے ہیں۔ ہاں جس حد تک الاعتراف سے بڑا انصاف کلام الٰہی کا مدلول بیان کیا ہے اس کو ضرور تسلیم کرتے ہیں خواہ وہ اسرائیلی روایت کے موافق ہو جائیں یا مخالف۔ (خیر اندیش)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانوروں کی بولیوں کا علم:

اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مختلف طیور کا علم عطا فرمایا۔ جانوروں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنا ثابت ہے۔ آپ سے بکریوں کا کلام کرنا اور ہرنیوں اور پتھروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنا اور آپ کی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچنا رسول اللہ کہنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

اور اس قسم کی کرامتوں کا ظہور حضرت فاروق اعظم کو بھی عطا ہوا۔ حضرت عمر کا مدینہ خطبہ میں پکارنا ساریہ الجبل الجبل کہنا۔ اور حضرت سعد کا میدان کارزار میں حضرت عمر کی آواز سننا روایات معتبرہ سے ثابت ہے۔

حضرت عمر کے زمانہ میں ایک بار زلزلہ آیا تو حضرت عمر نے زمین پر دُرّہ مار کر فرمایا کہ اے زمین کیا تجھ پر عدل و انصاف جاری نہیں ہوں تو تو حرکت کر رہی ہے زمین فوراً ساکن ہو گئی۔ (۱۲) روایات نقل کے نام حضرت عمر کے ایک یہ قصہ بھی کافی مشہور ہے روایت نہیں لطف ہو گیا تھا حضرت عمر کا یہ پڑھ لیتے ہی جاری ہو گیا۔ (ہدیہ ناظرین)

اپنے لئے جمع کا صیغہ بولنا جائز ہے بشرطیکہ تکبر آمیز نہ ہو:

(۱۲) [illegible] آپ نے اپنی ذات کے لئے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ جو خود آپ ہونے کے اپنے لئے جمع کا صیغہ شیطان کا اور کے طور پر استعمال کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہم نے یا حضرت خود انہی کی واسطہ صاحب تبیین صاحب اسلام میں تسلی نہ کریں۔ اس طرح امر ۱۲ اور اس طرح اعتراض کو اپنی رعایا کی سہولتوں میں اپنے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرنے میں مضائقہ نہیں جبکہ وہ سیادت اور اظہار نعمت کی غرض سے ہو تکبر تفوق کے لئے نہ ہو۔ (سامعہ مفتی عظم)

مختلف پرندوں کی نصیحتیں:

ہدہد نے قصہ ہے کہ حضرت کعب نے فرمایا حضرت سلیمان نے ہوا میں چڑیا کو بولتے آواز سنی تو آپ نے پوچھا کیا کہہ رہی ہے کہا کہہ رہا ہے کہ میں حاضر ہوں اے نبی اللہ کے لئے دعا فرمائیے کہ ہمیں بارش عطا فرمائے۔ فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ کے لئے دعا فرمائیے کہ ہمیں بارش عطا فرمائے۔ فاختہ بولی تو آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا کہہ رہی ہے حاضرین نے کہا نہیں فرمایا یہ کہہ رہی ہے کاش یہ مخلوق پیدا نہ کی جاتی۔ سو پوچھا تو آپ نے پوچھا جانتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے حاضرین نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ کہہ رہا ہے جیسا دوسروں سے معاملہ کرو گے ویسا ہی تم سے کیا جائے گا۔ یہ ہدہد تو آپ نے پوچھا یہ کیا کہہ رہا ہے کہا نہیں معلوم ہے حاضرین نے کہا نہیں فرمایا یہ کہہ رہا ہے ہر جھوٹا ہلاک ہو جائے گا۔ قمری (باز اور سنکھو کی طرح شکاری پرندہ) نے آواز دی تو آپ نے پوچھا تم جانتے ہو یہ کیا کہہ رہی ہے حاضرین نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ کہہ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ معافی کی درخواست کرو۔ ہدہد (ایک قسم کا سرخ) چڑیا تو آپ نے پوچھا تم کو معلوم ہے یہ کیا کہہ رہا ہے لوگوں نے کہا نہیں فرمایا یہ کہہ رہا ہے زندہ رہے گا اور مرنا ہے نہ فنا ہو گا۔ لقلق (ایک قسم کا پرندہ جس کے بازو بہت لمبے ہوتے ہیں اور بہت تیز اڑتا ہے) چڑیا تو پوچھا کیا جانتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے حاضرین نے کہا نہیں فرمایا یہ کہہ رہا ہے۔ بے شک بھیجو (اوامر) تو کوئی جانے گا۔ کوا تو آپ نے آواز دی تو فرمایا یہ کیا کہہ رہا ہے تم کو معلوم ہے حاضرین نے کہا نہیں فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ کوئی جان کر ہمارے رب پر تو کی اتنی کمی آسمانوں اور زمین کو بھر دے۔ قمری تو پوچھا جانتے ہو یہ کیا کہہ رہی ہے لوگوں نے کہا نہیں فرمایا یہ کہہ رہی ہے ہمارے رب عادل کی پاکی بیان کرو۔ فرمایا کوا مشرکوں کو کہنے والے (کفر ہے کا سوائے حصہ معصیت کیلئے دعا کرنے والے) کو جو وہ دیتا ہے اور قبیل مثنی ہے ہوا اللہ کے ہر چیز کو تا

حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے ان کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے ان کو دیکھا ہے اور ان کے پاس بیٹھا ہوں۔ وہ بہت بڑے عالم تھے۔ ان کے پاس بڑے بڑے لوگ آتے تھے۔ ان کی مجلس میں بڑے بڑے لوگ بیٹھتے تھے۔ ان کی بات بہت سنی جاتی تھی۔ ان کی رائے بہت مانی جاتی تھی۔

حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا کہ اے ابو محمد! آپ نے ان کو دیکھا ہے اور ان کے پاس بیٹھے ہیں۔ ان کی بات سنی ہے۔ ان کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ ان کی رائے کو مانا ہے۔ ان کی بات کو سنا

اشتق کے پاس ایک خبر لے آئے اور کہا ہے بابا! میں ایسی جگہ سے آیا ہوں جس سے آپ واقف نہیں ہیں۔ میں تمہیں یقین سے کہتا ہوں کہ اس جگہ کی خبر لے کر آیا ہوں جس کی خبر آپ کو نہیں ہے۔ میں سبا سے یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا ہے جو ان سب پر حکومت کرتی ہے اور اس کو ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے اس عورت اور اس کی قوم کو دیکھا ہے کہ وہ سورج کی پوجا کرتے ہیں اللہ کی نہیں۔ شیطان نے ان کے اعمال ان کو اچھے کر کے دکھائے ہیں اور ان کو سیدھے راستہ سے روک دیا ہے۔ اس لئے وہ ہدایت پر نہیں آتے۔ یہ سن کر یعقوب بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے تم نے اچھا کام کیا ہے۔ ہم تمہارے لئے ضرور دعا کریں گے۔ اس کے بعد یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم بھی جاؤ اور سبا کی ملکہ کے نام ایک خط لکھو۔ ہدہد نے وہ خط لیا اور اس کو لے کر سبا کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہدہد نے وہ خط ملکہ کے سامنے ڈال دیا۔ ملکہ نے اس خط کو پڑھا اور اپنے درباریوں کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کرنے لگی۔ ان سب نے کہا کہ ہم بہت طاقتور ہیں اور ہم بڑی بڑی جنگیں لڑ چکے ہیں۔ اس لئے آپ کو ہم سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جو حکم دیں ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ ملکہ نے کہا کہ بادشاہ جب کسی ملک پر حملہ کرتے ہیں تو وہاں کی ہر چیز برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ اس لئے میں ان کے پاس ایک تحفہ بھیجتی ہوں۔ اگر وہ بادشاہ ہیں تو تحفہ قبول کر لیں گے اور اگر وہ نبی ہیں تو تحفہ قبول نہیں کریں گے۔ چنانچہ ملکہ نے بہت سا مال و دولت اور بہت سے غلام اور لونڈیاں سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجیں۔ ہدہد نے یہ سارا واقعہ سلیمان علیہ السلام کو سنایا۔ سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے کہا کہ تم واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم تمہارے تحفے قبول نہیں کرتے۔ ہم تمہارے ملک پر حملہ کریں گے۔ ہدہد نے واپس جا کر ملکہ کو سلیمان علیہ السلام کا پیغام سنایا۔ ملکہ نے کہا کہ ہم ان سے جنگ نہیں کریں گے۔ ہم ان کے پاس تحفے بھیجتے ہیں۔ اگر وہ بادشاہ ہیں تو تحفے قبول کر لیں گے اور اگر وہ نبی ہیں تو تحفے قبول نہیں کریں گے۔

حضرت آدمؑ کا کعبہ کی بنیاد رکھنا

فرشتوں کی آمد اور تعمیر کا حکم

جس زمانہ میں آدم اپنے اور اللہ کے درمیان ہونے والی بات سے خوش ہوئے جبکہ انہوں نے اللہ کی توبہ قبول کی تھی (اور اللہ نے ان کو بتا دیا تھا کہ وہ کس طرح توبہ کریں گے اور اللہ ان کی توبہ کس طرح قبول کرے گا) اللہ نے ان کے لئے ایک گھر بنانے کا حکم دیا جس کے گرد وہ طواف کریں جیسا کہ وہ اپنے رب کے عرش کے گرد طواف کرتے تھے اور اللہ نے ان کو بتایا کہ اس کی جگہ کہاں ہے۔

حیوانوں میں بھی ایک دوسرے کی نقل موجود ہے

ذہانت کا اندازہ کیسے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق چینی کا حسن ظن

اہل معرفت کا قول

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا

حضرت سلیمان کا تعجب اور خوشی

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا: اس سلیمان مسکراتے ہوئے اس پر ہنسے۔ یہاں کلام کا مخاطب ہونا، ہدہد کے بارے میں مخاطب ہونے پر کلام اس طرح تھا سلیمان نے چیونٹی کی بات سن کر اس کا مطلب سمجھ لیا مطلب سمجھ کر خوش ہوئے اور اس بات سے بالکل ان کو مسرت ہوئی کہ چیونٹی نے آپ کو اور آپ کی فوج کو عادل سمجھا ہے تو ہم راضی ہو کر آپ خوش ہوئے اور مسکرا دیئے۔ یا ہی کہا جائے گا آپ کو چیونٹی کی دانش مندی اور اطاعت سے تعجب ہوا اور اس بات پر بھی اچنبھا ہوا کہ ایک ضعیف چیونٹی اپنی اور اپنی قوم کے بچاؤ کے راستے کیسے جانتی ہے اور یوں پر آپ تعجب ہوا اور آپ مسکرا دیئے۔

انبیاء کی ہنسی:

حدیثوں میں حضرت سلیمان کا تبسم تک کی حد تک تو ثابت ہے (گو یہ بھی اپنے اندر حرج سے کہ انبیاء کی ہنسی اکثر تعجب سے متعلق ہوتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شروع میں مسکرائے ہوں پھر ہنس دیئے ہوں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی پورے نہیں دیکھا کہ آپ اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہوئے کہ انظر نہ آئیں ہوں آپ صرف مسکرایا کرتے تھے۔ ابن ابی الحدید)

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا وہ اداتر دی سے فرماتے ہیں:

وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي
اور وہ اے میرے رب مجھے یہ توفیق دے کہ شکر ادا کروں تیرے
أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا
انعامات کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں اور یہ کہ میں نیک عمل
تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ
جو تو پسند کرے اور داخل کر مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں

توفیق شکر کی دعا:

یعنی میرا ان ہوں تیرے انعامات مختلف کا شکر کس طرح ادا کروں میں تو آپ ہی سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے توفیق عطا فرما دیجئے زبان سے بھی اور عمل سے بھی۔ دراصل وہ جذبہ کے نیک بندوں میں (جو انبیاء و مومنین ہیں) محشور فرمایئے۔ (تفسیر جوادی)

عمل صالح کیلئے قبولیت کی دعا:

وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ: یہاں سے معلوم ہوتا ہے قبول ہونے یہ ہیں کہ یا اللہ مجھے ایسے عمل صالح کی توفیق دیجئے جو آپ کے نزدیک قبول ہو۔ دعا

لمدانی میں اس سے اس پر استدلال کیا جاتا ہے کہ عمل صالح کے لئے قبولیت ضمیمہ ہے بلکہ قبولیت کی شرط پر موقوف ہوتی ہے، اور فرمایا کہ صالح اور مقبول ہونے میں متقاضوں کو جمع ہے بہتر شرط۔ اسی لئے اپنی عظیم سلطانی سنت سے کہا اپنے اہل صالحہ کے متعلق ہونے کی بھی دعا کرتے جیسے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت دعا فرمائی اور یہ نقل کیا جا چکا ہے معصوم کہ جو عمل تک ہے صرف ان کو کرتے ہے قبول ہونا نہیں چاہئے اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کرنے کہ اس کو قبول فرمائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ان کلمات میں رسول اللہ کے لئے فضل رہی کی دعا فرما رہے ہیں یعنی اے اللہ مجھے وہ فضل بھی عطا فرما جس سے جنت کا مستحق ہو جاؤں (معارف القرآن)

نکتہ: قرآنی آیات میں فہم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو آیتیں میں رکھ کر ایک ہی آیات دونوں کا اصل مادہ ایک ہے دونوں حفظ از ہی مستحق منع سے مشتق ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے اللہ مجھے اپنی شکر ادا کی سے روک دے اور تیرا شکر میرے پاس رکاوٹ ہے اور میں اس کو ایسا پائے ہو کر رکھوں کہ غیر شکر میرے پاس سے چھوٹ نہ جائے۔ کما فی الکشاف احصلنی اوزع شکر نعمتک عندی واکفه واحبسه لا یفلت عنی حتی لا انفک شاکرا لک ابدا۔ (تفسیر نمونہ)

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ
اور غیر حاضر ہوئے پرندوں کی تو کہا کیا ہے مجھ کو نہیں دیکھتا ہدہد
أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ
کیا ہے

ہدہد کی غیر حاضری:

کسی ضرورت سے سلیمان علیہ السلام نے اڑنے والی فوج کا جائزہ لیا۔ ہدہد ان میں نظر نہ پڑا۔ فرمایا کیا بات ہے ہدہد کو میں نہیں دیکھتا۔ آیا ہدہد ان کے حلقہ میں مجھ کو نظر نہیں آیا یا واقعیت میں غیر حاضر ہے؟ (تفسیر نمونہ) ہدہدوں سے حضرت سلیمان کا تعلق کام لینے کے متعلق ہونا کی سفر میں ان کا پانی کا پتہ دینا کرایا پر سایہ کرنے سے جانا پانی ضرورت کے وقت پانی وغیرہ کا کھوج لگانا بتایا گیا ہے کہ ان کو ہدہد سے کوئی خاص ضرورت پیش آئی ہو۔ مقصود ہے کہ جس جگہ زمین کے نیچے پانی قریب ہو ہدہد کو محسوس ہو جاتا ہے۔ اور یہ کچھ مستبعد نہیں کہ حق تعالیٰ کسی جانور کو کوئی خاص حاسہ دوسروں اور دوسرے جانوروں سے تیز عنایت فرما دے۔ اسی ہدہد کی نسبت بیان کیا ہے کہ زمین میں جس جگہ کی نیچے پانی ہو ہدہد اس

گھس کر اسے نکال لیتے ہیں تو کوئی بھی نہیں دیکھ رہا ہوتا، لیکن خدا دیکھ رہا ہے اب اس سے بچنا چاہتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ اے اللہ! میں نے دنیا میں حکومت عطا فرمائی تھی اور یہ بھی کہ مخلوق کا اصول ہے ہدایت دینا، ان کو اپنی رحمت سے نوازنا، ان کی حاجتوں کو پورا کرنا، ان کی تکلیفوں کو دور کرنا، ان کی مشکلات کو حل کرنا، یہ سب کام میں نے کیے ہیں اور ان کاموں کی وجہ سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں ان کاموں کی وجہ سے بڑا ہوں، میرا مرتبہ بلند ہے، میرا درجہ اونچا ہے، میں نے ان کاموں کی وجہ سے اپنے دل میں تکبر محسوس کیا، اے اللہ! میں تجھ سے اس تکبر کی معافی مانگتا ہوں، تو مجھے معاف فرما دے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حاکم کو اپنی رعیت کی درمیانی کے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی خبر گیری کی ضرورت ہے

آپ نے ہدہد سے غیر حاضری کی وجہ دریافت فرمائی، یہ اپنے طبقہ کا حکمران تھا، اس لیے اس کے لیے ضروری تھا کہ اپنے ماتحتوں کی خبر گیری کرتا رہے، اس لیے ہدہد کی غیر حاضری پر اس سے باز پرس کی، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کو اپنی رعیت کی اور درمیانی کے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی خبر گیری کی ضرورت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی غیر حاضری پر اس سے باز پرس کی، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کو اپنی رعیت کی اور درمیانی کے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی خبر گیری کی ضرورت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

ہدہد میں سے ہدہد کی تخصیص کی وجہ اور ایک اہم عبرت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی غیر حاضری پر اس سے باز پرس کی، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کو اپنی رعیت کی اور درمیانی کے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی خبر گیری کی ضرورت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی غیر حاضری پر اس سے باز پرس کی، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کو اپنی رعیت کی اور درمیانی کے اپنے شاگردوں اور مریدوں کی خبر گیری کی ضرورت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اپنے نفس کا محاسبہ

یہاں صحیح تو فرمانے کا تھا کہ یہ ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہے، صحیح میں عائشہ کہتی ہیں۔ خود ان کا بیان ہے ک

تھیں جیسے شیشہ کے مانند چیز بن وغیرہ۔ پانی جہاں نکلتا جاتا وہاں جا کر پوچھ سے زمین کو سرد کر دیتا تھا پھر جنات پتھر زمین کو کھود کر پانی نہ کر دیا کرتے تھے۔ کذا اخرج ابن ابی شیبۃ و عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و الحاکم۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس پر سوالی اور اس کا جواب:

سعید ابن جبیر نے کہا جب حضرت ابن عباس نے یہ فرمایا تو نافع بن ازرق نے کہا۔ اے بیان کرنے والے! کیا کہا تو نے؟ کہا میں نے کہا (سمجھ کے بات کر) ایک بچہ جب چاہے بچھڑا اس پر سے زال دیتا ہے (عباس پر وہاں ٹھہر رہتا ہے) تو جہ دلو اور نظر نہیں آتا اور اگر بیٹھ جاتا ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا تیرا برا ہو جب تقدیر کی تم ہو جاتا ہے تو کچھ کھانی نہیں رہتا دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں جب قضاء قدر آ جاتی ہے تو نظر جاتی ہے اور بچہ جاتا ہے۔

غرض حضرت سلیمان ایک منزل پر اترے وہاں پانی تلاش کیا کہیں نہیں ملا پانی کی ضرورت تھی حضرت سلیمان نے ہدہد کو تلاش کرایا تو آپ کو خیال تھا کہ وہ حاضر ہوگا لیکن وہ نہیں ملا۔

فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ (پھر ہدہد نے کہا) تو نے کہا میں نے (وہ خبر) ایک چیز کی کہ تو کو اس کی خبر نہیں اور میں آیا تیرے پاس جانے ایک خبر نے نر تحقیق

قوم سبا۔ حضرت سلیمان کو اس ملک کا حال معلوم نہ تھا۔ پھر؟ اب یہ پوچھا۔ یہ ایک قوم تھی جو ان کا باشندہ عرب میں شام کی طرف (مشرق جنوب) کو یمن کے دارالحکومت صنعا سے ۵۵ میل کے فاصلہ پر مآرب کے مقام پر آباد تھی۔ اس کے کھنڈر اب تک موجود ہیں۔ ان کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ (سبا ع ۱) ان کو ایک ہزار سال قبل مسیح سے پہلے کا بتاتے ہیں۔ (تفسیر جلالین)

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ۔ ہدہد نے اپنے عذر بیان کرتے ہوئے کہا کہ مجھے وہ چیز معلوم ہے جو آپ کو معلوم نہیں۔ یعنی میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جس کا آپ کو پہلے علم نہیں تھا۔

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ۔ سبا یمن کا ایک مشہور شہر جس کا ایک نام مآرب بھی ہے۔ اس کے بارے میں کہ وہ کس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان کا زمانہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ان سے بہت پہلے کی بات ہے۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر ابن کثیر)

انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے:

امام قرطبی نے فرمایا کہ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے جس سے ان کو ہر چیز کا علم ہو سکے۔

کیا چھوٹے آدمی کو یہ حق ہے کہ اپنے بڑوں سے
کہے کہ مجھے آپ سے زیادہ علم ہے

بلند کی بلندی وہ سمجھ سکے جس کو خود بلندی حاصل ہو۔ اس لیے کیا تعجب کہ میں اس کو اور ساتھیوں کو نہ صرف گاہ رہنے والوں کا۔ وہ اپنے ساتھ والوں کی خدمت کرتے ہے حضرت سلیمان کے لیے (تحفہ کو) (عذاب دہ) (ہلاک) (غضب شدید)

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا

ضرور اس کو عذاب دوں گا

یا ذبح کر ڈالوں گا یا لائے میرے پاس کوئی سند صریح

یعنی اپنی غیر حاضری کا واضح عذر پیش کر دے۔ (تیسیر جلالی)

مجرم کو عذر کا موقع دینا چاہیے:

ہدہد نے سلیمان کو اپنی غیر حاضری کا معقول عذر پیش کر دیا تو وہ اس سزا سے محفوظ رہے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ حاکم کو چاہیے کہ جن لوگوں سے کوئی قسم جرم سرزد ہو جائے ان کو عذر پیش کرنے کا موقع دے۔ علی وجہ غایت ہوتو سزا کو ملتوی کر دے۔ (روح المعانی جلد ۱۹)

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا

ضرور اس کو عذاب دوں گا سخت

یا ذبح کر ڈالوں گا یا لائے میرے پاس کوئی سند صریح

یعنی اپنی غیر حاضری کا واضح عذر پیش کر دے۔ (تیسیر جلالی)

کام میں سستی پر معتدل سزا دینا جائز ہے:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے حق تعالیٰ نے جانوروں کو ایسی سزا کیں دینا طلاق کر دیا تھا جیسا عام آدمیوں کے لئے جانوروں کو ذبح کر کے ان کے گوشت پوست زہر سے فائدہ اٹھانا اب بھی حلال ہے۔ اسی طرح باتوں جانوروں کے بیل، گدھا، گھوڑا وغیرہ اپنے کام میں سستی کرے تو ان کو تادیب کے لئے بقدر ضرورت مارنے کی سزا بھی دینا جائز ہے۔ دوسرے جانوروں کو مارنا بھی شریعت میں منع ہے۔ (ذکریا)

یا یہ عقوبت تہدید کی اس کے خلاف کے ساتھ سلوک نہ کروں گا۔ یا ذبح یعنی قتل

کی تعلیم نہ کرو اپنے اعتماد سے باقی عالم کو بے بہرہ نہ رکھو۔ اس مسئلہ کا علم کیسے ہو سکتا ہے جب تک اس مسئلہ کا وقتی ظہور محل عمل میں نہ آئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس مسئلہ کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص نہیں رکھا بلکہ اپنے مقرب بندوں کو بھی اس کا علم عطا فرمایا ہے۔ اس لئے یہ بات اپنے آپ میں غلط ہے کہ اس مسئلہ کا علم اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ اس کی تیسری حاضری کا مقدر ہونا بھی اسی طرح ثابت ہے جس طرح سلیمان کے سامنے آنا۔ اس کی ظہور میں آنے کی روایت

چار جانوروں کا قتل ممنوع ہے

(۱) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کا قتل ممنوع قرار دیا ہے۔ چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور لٹورا (ابن ماجہ)

ہدہد کا غیر حاضری کے سبب کا مفصل واقعہ

علامہ عبدہ علی یمانی نے لکھا ہے کہ ہدہد کی غیر حاضری کے سبب کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ حضرت سلیمان نے جب ہدہد کو طلب کیا تو ہدہد نے آکر عرض کیا کہ میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جس سے آپ کو واقفیت نہیں ہے۔ میں سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو ان پر حکومت کرتی ہے اور اس کو ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں اور اس کا تخت بڑا عظیم ہے۔ میں نے اس کی اور اس کی قوم کی حالت دیکھی کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ شیطان نے ان کے اعمال ان کی نظر میں مزین کر دیئے ہیں اور ان کو راہ سے روک دیا ہے۔ پس وہ ہدایت نہیں پاتے کہ اللہ کو سجدہ کریں جو آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اس کو جانتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ حضرت سلیمان نے فرمایا ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔ میرا یہ خط لے جا اور ان کی طرف ڈال دے پھر ان سے الگ ہو کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ ہدہد نے خط لے کر ملکہ کے سامنے ڈال دیا۔ ملکہ نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا ہم طاقتور اور جنگجو ہیں۔ آگے آپ کو اختیار ہے کہ کیا حکم دیتی ہیں ہم بجا لانے کو تیار ہیں۔ ملکہ نے کہا بادشاہ جب کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں۔ میں ان کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ ایلچی کیا جواب لے کر آتے ہیں۔ ہدہد نے آکر سلیمان کو خبر دی۔ سلیمان نے کہا کیا تم مجھ کو مال سے مدد دیتے ہو۔ جو کچھ اللہ نے مجھ کو دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تم کو دیا ہے۔ تم ہی ہدیہ پر خوش ہوتے ہو۔ ہدہد سے کہا واپس جا۔ ہم ان پر لشکر لے کر آئیں گے جس کا مقابلہ وہ نہ کر سکیں گے اور ہم ان کو ذلیل کر کے نکالیں گے اور وہ ذلیل ہوں گے۔ ہدہد نے آکر ملکہ سے کہا۔ ملکہ نے کہا میں سلیمان کی طاقت سے واقف ہوں۔ ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ میں ان کے پاس تحفہ بھیجتی ہوں۔ دیکھوں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ہدہد نے آکر سلیمان کو خبر دی۔ سلیمان نے کہا ہم تحفہ نہیں لیتے

سلیمان علیہ السلام نے کہا اے میرے سردارو، میرے درباریو، تم میں سے کون ہے جو اس کی ملکہ کا تخت میرے پاس لانے کا ذمہ لیتا ہے قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آئیں۔ ایک بڑا طاقتور جن بولا کہ میں اسے حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں، میں اس کے بارے میں قوی ہوں اور امین بھی۔ جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بولا کہ میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے حاضر کر دوں گا۔ جونہی کہ سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو بولا یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔ جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے نیاز اور کریم ہے۔ سلیمان نے کہا اس کا تخت اس کے پاس پہچان کے لیے بدل دو، دیکھیں وہ پہچانتی ہے یا ان میں سے ہے جو نہیں پہچانتے۔ جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا کہ کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ بولی کہ جیسے یہ ہے۔ ہمیں اس سے پہلے علم دیا گیا تھا اور ہم مطیع ہو چکے تھے۔ اور اس کو اس نے روکا تھا جو اللہ کے سوا پوجتی تھی، بے شک وہ کافر قوم میں سے تھی۔ اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جا۔ جب اس نے اسے دیکھا تو سمجھی کہ یہ پانی کا حوض ہے اور اپنی پنڈلیاں کھول لیں۔ سلیمان نے کہا یہ محل شیشے کا بنا ہوا ہے۔ وہ بولی اے میرے رب میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لائی۔

(تفہیم القرآن)

کسی کو اپنے علم پر ناز نہ کرنا چاہیے:

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ (کہ جو علم کتاب کا رکھتا تھا) اور اس نے کہا میں ایسی بات پوری پوری معلوم کر کے آپ کو دیتا ہوں جو آپ کے معلوم نہیں۔

واضح رہے کہ کسی چیز کا سرسری یا ادھورا علم رکھنے کے سو دعووں کے علم کے لئے جس کا استعمال یا اظہار کرنا ہو اس طریق سے بیان کیا ہے کہ مجھے ایک بات معلوم ہے جو آپ کو معلوم ہونی چاہئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایک جاہل کو ایک عالم سے کس قدر نرمی سے طریق خطاب کرنا چاہئے کہ اس کی جاہلانہ بھی بعض دفعہ ایسی معصومانہ ہوتی ہیں جو سلیمان کو بھی اس طرح سمجھانا پڑا کہ اے میرے پیارے اللہ کے نبی اللہ کا علم کو اپنے علم پر ناز کرنا نہیں چاہئے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے کوئی بات نہیں چھپی کہ جس کو تو نہ جانتا ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کو یہ بھی بتا دیا کہ تو بھی کوئی بات نہیں جانتا جو میں نہ جانتا ہوں۔

(تفہیم القرآن)

کیا انسان کا نکاح جنی عورت سے ہو سکتا ہے:

علامہ آلوسی نے جنات میں توالد تناسل اور ان میں مذکر و مؤنث کی تفاصیل بہت کچھ لکھی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا جنات سے کسی انسان کا نکاح ہو سکتا ہے۔

دوسرا سوال شرعی حیثیت سے یہ ہے کہ کیا جنات جنہیں کسی انسان عورت کے ساتھ نکاح کے حلال ہو سکتی ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل تو کتاب الحیوان فی احکام الجان میں مذکور ہے اس میں بعض ایسے واقعات بھی لکھے ہیں کہ کسی انسان عورت سے مصنوعی طریقہ کا نکاح ہوا اور اس سے اولاد بھی ہوئی یہاں پر مسئلہ اس لئے زیادہ قابل بحث نہیں کہ نکاح کرنے والے بعض کا واقعہ مسلمان ہی ہونا ثابت نہیں کے عمل سے کوئی استدلال ہو سکے یا ہم اس کو ثابت کر سکیں کہ اس کا نکاح صحیح ہوا تھا یا نہیں اور اس کی نسبت شیاطین کی طرف ہونی ہے اور بعض نے اس کو انسانوں کے لئے مخصوص سمجھا ہے۔ واللہ اعلم۔

عورت کی حکمرانی:

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس کی روایت سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب یہ خط پہنچا کہ اہل فارس نے اپنے ملک کا بادشاہ کسریٰ کی بیٹی کو بنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ (کبھی فلاح نہ پائے گی وہ قوم جس کی حکمران بادشاہ کی بیٹی ہے) اللہ کا مالک عورت کو بنا دینا اس لئے ملا، امارت میں شریک نہیں کیا کہ کسی عورت کو امامت، خلافت یا سلطنت و حکومت پر نہیں کی جا سکتی، بلکہ تمدنی خلافت کی طرح امامت نماز کی بھی صرف مردوں کو

ہدہد نے کہا: میں ایک خبر لایا ہوں جو تم نے نہیں سنی ہوگی، میں سبا سے یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا جو ان پر حکومت کرتی ہے اور اسے ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا۔ شیطان نے ان کے اعمال ان کو خوشنما بنا کر دکھائے ہیں اور انہیں راہ سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت نہیں پاتے۔ کیا اس بات پر سجدہ نہ کریں کہ اللہ جو آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزیں نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو سب جانتا ہے۔ اللہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

بلقیس... پیدائش سے حکمرانی تک:

علامہ سہیلی کا رجحان یہ ہے کہ بلقیس بنت شراحیل قدیم عرب کی قحطانی نسل سے تھی اس کا باپ بہت بڑا بادشاہ تھا جس نے ۴۰ قبائل پر حکومت کی تھی اور وہ بادشاہ کہلاتا تھا۔ اس کی ماں جنیہ نامی ایک جن زادی تھی۔ اس نے بلقیس کی پرورش کی تھی اور اس کی ماں کا نام فارعہ تھا۔ ان کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اس لئے اس نے اپنی بادشاہت کی بیل سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ آخر اس کا نکاح ذی اشرع کے خاندان ہمدان میں ایک بڑی سے مویشی کے مالک سے ہوا جس کا نام ہدہد بن شراحیل تھا۔ اس پوری کے پیٹ سے بلقیس پیدا ہوئی۔ سوا بلقیس کے شراحیل کی کوئی اور اولاد نہیں تھی۔ حدیث میں آیا ہے کہ بلقیس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک جنات میں سے تھا۔

باپ کے مرنے کے بعد بلقیس نے ملکہ بنتے ہی کوشش کی اور اپنی حکومت کا نظام درست کیا۔ اس سے پہلوں نے اپنی اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی تھی۔ ایک اور بلقیس نے اپنی ریاست کو تمام خطروں سے محفوظ کر لیا۔ اس کی حکومت کی حدود یمن سے شام تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنی ریاست کو ۳۶۰ صوبوں میں تقسیم کیا۔ ہر صوبے پر ایک گورنر مقرر کیا۔ ہر گورنر کے ماتحت ۱۰۰ افسر تھے۔ ہر افسر کے ماتحت ۱۰۰ سپاہی تھے۔ اس طرح اس کی فوج کی تعداد ۳۶۰۰۰۰ تھی۔ ہر صوبے کا گورنر اپنے صوبے کی آمدنی کا ۱/۳ حصہ بلقیس کو بھیجتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے تحفے تحائف بلقیس کے لئے آتے تھے۔ اس طرح بلقیس کا خزانہ بہت بھرا ہوا تھا۔ اس کے ہاں بہت سے غلام اور لونڈیاں تھیں۔ اس کے محل کے دروازے پر ۱۰۰ دربان مقرر تھے۔ ہر دربان کے ماتحت ۱۰۰ سپاہی تھے۔ اس طرح اس کے محل کی حفاظت پر ۱۰۰۰۰ سپاہی مقرر تھے۔ بلقیس کا محل بہت شاندار تھا۔ اس کی دیواروں پر سونے کی اینٹیں لگی ہوئی تھیں۔ اس کے محل کے صحن میں ایک بہت بڑا حوض تھا جس میں مچھلیاں تیرتی تھیں۔ اس کے محل کے صحن میں ایک بہت بڑا تخت تھا۔ اس تخت پر بلقیس بیٹھتی تھی۔ اس تخت کے ۱۲ ہزار پائے تھے۔ ہر پائے پر ۱۲ ہزار موتی جڑے ہوئے تھے

وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ اللَّهِ

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ

قوم سبا کا شرک

ملکہ اور قوم کا شرک آفتاب پرست ہے شیطان نے ان کی اعمال کو ان کی نظر میں مزین کر دیا ہے اور انہیں راہ حق سے روک دیا ہے اس لئے وہ ہدایت نہیں پاتے۔ جب سے ملکہ سبا نے سلیمان علیہ السلام کا گرامی نامہ پڑھا ہے اس نے غور و تدبر سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔

أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ

جانوروں کی فطری معرفت

ہدہد کا یہ جملہ سے کہ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر میں مزین کر دیا ہے اور انہیں راہ حق سے روک دیا ہے اس لئے وہ ہدایت نہیں پاتے۔ جب سے ملکہ سبا نے سلیمان علیہ السلام کا گرامی نامہ پڑھا ہے اس نے غور و تدبر سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔

اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ

حضرت سلیمان کا خط:

ملکہ کے جواب پر ہدہد نے ملکہ کو پوری دعوت سنا دی اور ملکہ نے اس پر غور کرنے کا وعدہ کیا اور ہدہد کو واپس بھیج دیا۔ حضرت سلیمان نے ایک خط اس طرح لکھا۔ خط لکھنے سے پہلے سلیمان نے ہدہد کی طرف سے تجسس کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ہدہد نے خط ملکہ کے سامنے ڈال دیا۔ ملکہ نے خط پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ ملکہ اور اس کی قوم کو سلیمان کی اطاعت کرنی چاہیے۔ ملکہ نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم جنگ کرنے کو تیار ہیں۔ ملکہ نے کہا کہ بادشاہ جب کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں۔ میں ہدیہ بھیجتی ہوں۔ دیکھتی ہوں کہ سلیمان کیا کرتے ہیں۔ ملکہ نے ہدیہ بھیجا۔ سلیمان نے ہدیہ واپس کر دیا۔ ملکہ سلیمان کے پاس آئی۔ سلیمان نے اس کا تخت منگوا لیا۔ ملکہ نے اسلام قبول کر لیا۔

اذْهَب بِّكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ

قاصد شاہی کے آداب

قاصد کو چاہیے کہ جس کے پاس بھیجا جائے اس کے پاس جا کر کچھ دیر ٹھہرے اور پھر واپس آئے۔ اس سے ایک حرف بھی زیادہ نہ بولے۔ جو کچھ اس نے سنا ہو وہی بیان کرے۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے۔ اگر کوئی بات پوچھی جائے تو صاف صاف جواب دے۔ اگر کوئی بات نہ پوچھی جائے تو خاموش رہے۔

تحریر امور خطیر عام حالات میں حجت شرعیہ ہے:

اگر کسی شخص کو کسی عام حالات میں حجت شرعیہ ہے

اس پر تم مجھ سے کچھ زائد نہیں ہو۔ اس پر تمہارا یہ کہنا کہ ہم نے فضیلت حاصل کی ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اپنے اوپر کچھ نہیں کیا۔ اس لیے تم کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے برعکس اگر تم نے کچھ کیا ہے تو اس کا ثبوت دو۔ یہ ثبوت کیسے دیا جا سکتا ہے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے کارنامے کے ساتھ اپنے کو پیش کرو۔ اپنے کارنامے میں اپنے کو شامل کرو۔ اس طرح سے تم اپنے کارنامے کی بنا پر فضیلت کے مستحق ہو جاؤ گے۔ اس کے بغیر تمہارا کوئی دعویٰ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

مشرکین کو خط لکھنا اور ان کے پاس بھیجنا جائز ہے

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو خط بلقیس کے پاس بھیجا تھا اس کا بھیجنا اور اس کا لکھنا دونوں جائز تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کو خط لکھنا اور ان کے پاس بھیجنا جائز ہے۔ اس طرح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کو خط لکھنے کی ممانعت جو بعض حدیثوں میں آئی ہے وہ ممانعت تحریمی نہیں ہے بلکہ تنزیہی ہے۔

دعوتی اخلاق کی رعایت ضروری ہے

(۳) اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے خط میں جو کچھ لکھا وہ دعوتی اخلاق کی پوری رعایت کرتے ہوئے لکھا۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اسلام کی دعوتی اخلاق کی روح کے خلاف ہو۔ اس میں صرف شرک کی تردید اور توحید کی دعوت ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو مخاطب کی دل آزاری کا سبب ہو۔ (مولانا اصلاحی)

خط بلقیس کے پاس

(۴) ظاہر ہے ہدہد نے ملکہ بلقیس کے پاس کیا پیغام دیا تھا اس کی تفصیل نہیں بتائی گئی ہے۔ صرف اتنا کہا گیا ہے کہ ہدہد نے آ کر کہا کہ میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جس کی خبر آپ کو نہیں ہے۔ میں سبا کے بارے میں یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت ان پر حکومت کر رہی ہے۔ اس کو ہر قسم کا سامان دیا گیا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتی ہے۔ (النمل ۲۲-۲۴)

اس کے بعد ہدہد نے ملکہ بلقیس کے پاس خط پہنچانے کی درخواست کی۔ ہدہد کی درخواست پر حضرت سلیمان نے خط لکھا اور اس کو ہدہد کے ہاتھ بھیجا۔ ہدہد نے خط پہنچا دیا۔ ملکہ بلقیس نے خط پڑھ کر اپنے درباریوں کو سنایا۔ اس کے بعد ملکہ بلقیس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا۔ اس کے بعد ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمان کے پاس ہدیہ بھیجا۔ ہدیہ لے کر جو لوگ گئے تھے ان کو حضرت سلیمان نے واپس کر دیا۔ اس کے بعد ملکہ بلقیس خود حضرت سلیمان کے پاس آئی۔ اس کے بعد ملکہ بلقیس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد ملکہ بلقیس اپنے ملک واپس چلی گئی۔ اس کے بعد ملکہ بلقیس کے ساتھ کیا ہوا اس کی تفصیل نہیں بتائی گئی ہے۔ (مولانا اصلاحی)

بلقیس کا اپنے وزیروں سے مشورہ

(۵) بلقیس نے خط پڑھ کر اپنے درباریوں سے مشورہ طلب کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلقیس ایک مشورہ کرنے والی حکمراں تھی۔ وہ بغیر مشورہ کے کوئی کام نہیں کرتی تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بلقیس ایک عقلمند حکمراں تھی۔ وہ اپنے درباریوں سے مشورہ کرتی تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بلقیس ایک ذہین حکمراں تھی۔ وہ اپنے درباریوں سے مشورہ کرتی تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بلقیس ایک ذہین حکمراں تھی۔ وہ اپنے درباریوں سے مشورہ کرتی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط کس زبان میں تھا

(۶) حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط کون سی زبان میں تھا اس کی تفصیل نہیں بتائی گئی ہے۔ صرف اتنا کہا گیا ہے کہ وہ خط بلقیس کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بلقیس ایک ذہین حکمراں تھی۔ وہ اپنے درباریوں سے مشورہ کرتی تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بلقیس ایک ذہین حکمراں تھی۔ وہ اپنے درباریوں سے مشورہ کرتی تھی۔

فرشتوں کے چند آداب

(۷) اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے بھی کچھ آداب ہیں۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔

(۸) اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے بھی کچھ آداب ہیں۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔

(۹) اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے بھی کچھ آداب ہیں۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔

(۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے بھی کچھ آداب ہیں۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔

(۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے بھی کچھ آداب ہیں۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔ وہ بغیر اجازت کے کسی کے پاس نہیں جاتے۔

کریم نے کیا ہے۔ کتاب کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ وہ ایسا مکتوب ہے جس پر مہر لگی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط پر اپنی مہر ضرور لگائی تھی۔ ہدہد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خط پہنچایا تو یہ علامت معلوم ہوئی کہ جس خط پر مہر نہ ہو اس کو کھولنا اور پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ناجائز رکھا ہے۔ ان کے خطوط کے لئے مہر بنوائی اور قیصر و کسریٰ وغیرہ کو جو خطوط تحریر فرمائے ان پر مہر ثبت فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ خط پر مہر لگانا مکتوب الیہ کا بھی اکرام ہے اور اپنے لئے بھی۔ آج کل عادت خط کو خالی لفافہ میں بند کر کے بھیجنے کی ہو گئی ہے یہ بھی مہر کے قائم مقام ہے جس چیز کو مکتوب الیہ کا اکرام مقصود ہو خطوط بھیجنے کے علاوہ دیگر اقسام میں بھی اس کا لحاظ رکھنا بہت ہی اچھا ہے۔

إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ قرآن کریم نے انسانی زندگی کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا جس پر ہدایات نہ دی ہوں۔ خط و کتابت اور عبارت کے ذریعہ باہمی گفت و شنید بھی انسان کی دو مختلف جہات میں داخل ہے اس سورت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب بنام ملکہ سبا (بلقیس) پورا نقل فرمایا گیا ہے۔ اس سے بہت سے ضروری رسول کا خط ہے اور قرآن کریم نے جس کو بطور قصص کے نقل کیا ہے اس کا شرعی حجت ہونا روایات کا اکثریت کے حد سلسلے میں پائی جاتی ہیں (مستفادات کے لئے بھی قابل اتباع ہیں۔ معارف القرآن)

حضرت سلیمانؑ کے خط کا اعزاز:

امام قشیری فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو کتاب تحریر میں لئے کیا کہ اس کی ابتداء بسم اللہ مضمون اللہ کے نام سے شروع ہوا ہے اور اس میں مالک الملک کی اطاعت اور فرمانبرداری کی دعوت دی گئی ہے اور اس میں اپنے ملک اور سلطنت کی طمع کا کوئی شائبہ اور اثر بھی نہیں۔

نظم

اے نام تو بہترین سر آغاز — بے نام تو نامہ کے نہ عنوان آغاز

آرائش خیالات ست آسایش سینہا کلمات

فرض یہ کہ علامہ بلقینی نے جب دیکھا کہ اس کتاب کریم کا ایک پرزہ کوڑے کرکٹ میں پڑا ہے جو بے حرمتی شائستہ اور ادب سے آراستہ ہے تو کھڑی کر دیا کہ جس نے صحیح اور فرمانبردار رہا، شاہان عالم کی تعظیم کا استحقاق وہ کوئی عاص پر تو یہ تو ثابت ہے اس لئے اس نے ارکان دولت کو ان کے سپہ سالار علیہ السلام کا یہ گرامی نامہ سنایا جس کو پڑھا، فرمایا۔

کاتب اپنا نام پہلے لکھے پھر مکتوب الیہ کا:

سب سے پہلی آیت ہدایت تو اس خط میں یہ ہے کہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے نام سے شروع کیا، مکتوب الیہ کا نام جس طرح لکھا قرآن

الرحمٰن الرحیم لکھا ہوتا ہے۔ یا کوئی رسالہ کسی اسم اللہ کو لیے ہوئے ہے پہلے لکھے یا بعد میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رکابی اس پر شاہد ہیں کہ ہر اسم اللہ لوٹ سے مقدم اس کے لحاظ سے کہ اللہ کا نام پھر اس کا ہوا جاتا ہے اور قرآن کریم میں یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام پہلے ہے۔ پھر اللہ بعد میں مذکور ہے اس نے خاتمہ پر جواب اس کا بھی مفہوم ہو جاتا ہے۔ کہ اللہ نے اپنے کے بعد لکھی جائے۔ لیکن ابن ابی حاتم نے یہ بیان روایت کیا ہے۔ کہ اصل حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے۔ اپنے خط میں اس طرح لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ اِلٰى بِلْقِيْسَ اِبْنَةِ ذِيْ شَرَحٍ وَقَوْمِهَا۔ اَنِ ارْتَفِعُوْا اَيُّهَا الْقَيْمُ فَاِنِّيْ جِئْتُ بِهٖ حَتّٰى يَاْتِيَنِيْ قَوْمٌ مُّسْلِمُوْنَ۔ تم میں کوئی کہتا ہے، بلقیس کا قول ہے قرآن کریم میں اس کے قصہ میں ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اصل خط میں اسم اللہ مقدم تھا یا سلیمان علیہ السلام کا، جواب یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا نام اللہ کے اسم کے ساتھ ہو اور ہر اسم اللہ سے شروع ہو بلقیس نے جب اپنی قوم کو خط بنایا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام پہلے ذکر کر دیا۔

مفسر: خط کو تہ کی اصل حکمت تو یہ ہے جو خلافت شروع میں اسم اللہ نہ لکھی جائے۔ لیکن قرآن حکمت کے اصول و اشارات سے حضرات فقہاء نے یہ فائدہ نکالا ہے کہ جس جگہ اسم اللہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھا جائے تو اس جگہ کو تہ کرنے سے اپنی سے کاغذ کا کوئی استعمال نہیں کیا جائے گا اور اس کو جلا دیا جائے یا ایسے خطوط ہوا کہ ایک چیز میں اسم اللہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھنا جائز نہیں کہ وہ اس طرح اس سے نیچے کے گرد شریک ہو جائے گا اور اس طرح ہر ایک دوسرے کو لکھا جائے ہیں ان کا حال سب جانتے ہیں کہ نامیں اور تاریخوں میں پڑھتے ہیں اس کے مناسب ہے کہ اوائل خط کے زبان سے اسم اللہ کہہ کر تحریر میں نہ لکھے

آیت قرآنی والی تحریر کسی کافر مشرک کے ہاتھ میں دینا جائز ہے

یہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اس وقت بھیجا ہے۔ وہ مسلمان نہیں تھی۔ اس خط میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط ملوک عجم کو لکھے ہیں اور وہ مشرک تھے، ان میں بھی بسم اللہ لکھا ہے۔ قرآن مجید ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا کسی کافر کے ہاتھ میں دینا تو جائز نہیں لیکن ایسی کوئی کتاب یا کاغذ جس میں کسی مضمون کے ضمن میں کوئی آیت آگئی ہے، وہ اس میں قرآن نہیں کہلاتا اس کے احکام بھی قرآن کے حکم نہیں ہوتا کافر کی کتاب ہاتھ میں بھی لے سکتے ہیں اور بے وضو کے بھی کہیں ہوتا کافر کی کتاب ہاتھ میں بھی لے سکتے ہیں اور بے وضو کے بھی کہیں ہوتا کافر کی کتاب ہاتھ میں بھی لے سکتے ہیں اور بے وضو کے بھی

خط مختصر، جامع، بلیغ اور مؤثر الفاظ پر مشتمل لکھنا چاہئے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس والا نامہ کو دیکھئے تو چند سطروں میں تمام امور ضروری مضامین بھی تبلیغ کر دیئے اور بلاغت کاملی جیسا کہ تم سے ہے۔ تو کہ مقتضیٰ میں اپنی نبوت و رسالت کا اظہار بھی ہے۔ اس نے ساتھ حق تعالیٰ کی صفات کمال و یکتائی اور اسلام کی طرف دعوت بھی، اور ترغیب و تحریص نبوت بھی۔ اور ہدایت یہ ہے کہ ابتدا میں ایجاز قرآنی کا ایک نمونہ ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ خط تمام خطوط سے اوجز تھا جو انبیاء علیہم السلام کی طرف سے ہیں وہ کوتاہ ترین خط تھا جو کسی نے لکھا ہے۔ (ابن کثیر)

اس خط میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ (ابن کثیر)

بعض نے کہا کہ اس کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے تو بلقیس اپنے مذہب کے مطابق سمجھ لے گی اور اس سے سب تحمل تھے ہم جو آتی ہیں سے آخر بلقیس کے دل پر یہ بات نہ چلا گئی ہو اس نے بھی اس کو ہم نہ سمجھا ہو۔ بعض نے کہا کہ رحمٰن الرحیم سے ابتدا کرنا ہی اس نے اس کو ہم نہیں سمجھا۔

اس کے بعد بلقیس نے بتایا کہ یہ خط سلیمان سے آیا اور وہ

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور یہ شروع ہوتا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے)

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ (تم میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور میرے پاس حاضر ہو جاؤ فرمانبردار بن کر)

خط کی جامعیت:

یہ مختصر جامع اور بلیغ خط ہے جو کسی نے لکھا ہو۔ مطلب یہ تھا کہ میرے مقابلہ میں زور آزمائی سے باز رہو گا۔ تم یہ ہے اس میں ہے کہ اسلام قبول کرو اور حکم بردار ہو کر تمہیں کی طرف سیدھی چلیں میرے سامنے حاضر ہو جاؤ۔ تمہاری تجی درگھر میرے آنے تک چلے گی۔ (ابن جریر)

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ (کہنے لگی اے ... مجھے میرے کام میں)

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّىٰ تَشْهَدُونِ

میں فیصلہ نہیں کرتی کوئی کام جب تک تم حاضر نہ ہو

یعنی مشورہ دینا تو درکنار جب تک میرے سامنے معاملہ پیش نہیں ہوتا میں کوئی رائے قائم نہیں کرتی۔ (تفہیم القرآن)

کفار اور فرعون کی مشکل یہ تھی کہ جب تک یہ جو سامنے ہے اس میں کچھ مشورہ دو۔

حَتَّىٰ تَشْهَدُونِ یہاں تک کہ تم میرے پاس موجود رہو مجھے مشورہ دو یا جب تک اس بات کے درست ہونے کی شہادت نہ دو۔ (تفہیم القرآن)

قَالُوا نَحْنُ أُولُو قُوَّةٍ وَأُولُو بَأْسٍ شَدِيدٍ

وہ بولے ہم لوگ زور آور ہیں اور سخت لڑائی والے ہیں

وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانْظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ

اور حکم تیرا اختیار میں ہے سوچ لے تجھ کو

دربار یوں کا مشورہ:

یعنی ہمارے پاس فوج، طاقت اور سامان حرب کی کمی نہیں، ملکی یا شاہ حبشہ کی ضرورت نہیں ہم تو بہ یکسان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں آگے تو فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ ہماری گردنیں اس کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ (تفہیم القرآن)

یہ ان درباریوں کی خوشامد تھی جو ملکہ کو خوش کرنے کی خاطر کہہ رہے تھے۔ ورنہ ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ہم سلیمان سے لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ (تفہیم القرآن)

قُوَّۃ یعنی ہمارے ملک کی قوت بڑی جدید یعنی لڑائی کے وقت سخت خاتمہ تھا۔ (تفہیم القرآن)

بلقیس نے اپنی درباریوں سے صلح یا جنگ دونوں کا مشورہ لینے کی بجائے صرف یہ کہا کہ بادشاہوں کا جب کسی ملک پر حملہ کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو وہ اس کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ اور یہ کہ ہم کو ڈرانے کی کوشش نہ کرو۔ ہم تو اپنی طرف سے صلح کا پیغام بھیجتے ہیں۔ اس کے بعد بلقیس نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ (تفہیم القرآن)

بلقیس نے اپنے درباریوں کو جنگ کی طرف نہ لگایا۔ بلکہ اپنے ملک میں تحقیق حالات کی مکمل تدبیر اختیار کی۔ (حاشیہ کاوندھلوی)

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا

بولی بادشاہ جب گھس جاتے ہیں کسی ملک میں تو خراب کر دیتے ہیں

وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۖ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ

اور کر دیتے ہیں عزت والوں کو ذلیل اور یہی کیا کرتے ہیں

إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ

اور میں بھیجتی ہوں ان کو کچھ نذر پھر دیکھتی ہوں کیا جواب لاتے ہیں بھیجے ہوئے

بلقیس کا فیصلہ:

معلوم ہوتا ہے کہ مضمون خط کی فطنت و شوکت عدد و مدد سے قرائن و آثار سے بلقیس کو یقین ہو گیا کہ اس بادشاہ کو ہم سب جیسا نہیں سمجھ سکتے اور نہ تو ہم کسی ناقابل تسخیر طاقت سے ٹکر لے سکتے ہیں۔ اس نے بتایا کہ ان بادشاہوں کا دستور ہے کہ جب کسی ملک پر حملہ کرتے ہیں تو وہاں کے عزت والے لوگوں کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں۔ اور یہ انتخاب ایسے سوگا جس میں بڑی عزت والے سرداروں کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں۔ بلقیس نے یہ بھی سوچا ہوگا کہ جب تک کسی حملہ کرنے میں جلدی نہ کریں بلکہ ان کی طاقت ظلی و مکانی اور ان کی روحانیت علوم کا مت اور ان کی بات کا پتہ لگا لیں کہ ان کی دشمنی کی پشت پر کون سی قوت کارفرما ہے۔ اور یہ کہ دشمنی ظاہر کر دینا ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ اگر کچھ مال و جواہرات کا ہم آنے اہل مصیبت کو اپنے سر سے ٹال سکیں تو زیادہ اچھا ہو اور نہ جو کچھ وہ ہمیں معلوم ہو جائے گا ہم اس کے مناسب کارروائی کریں گے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ بلقیس نے چاہا کہ اس بادشاہ کا شوق رد یا ثابت کرے۔ کس چیز سے ہے۔ ملک خوشحالی آدمی دیا اور سلطان سب تم کمی چیز تھی میں تھی۔ (تفہیم القرآن)

علمائے تمام بادشاہوں کا عمومی ضابطہ جان کر کے اول تو ہم ہر چیز جنگ سے ڈرتا یا گھبراتا ہوں کہ ہمیں صورت نہ دی آن لوگوں سے بھی سمجھے جیسا کہ بادشاہ ایسا ہی کرتے رہتے ہیں ان کا دستور کی تھی ہے۔ اس تدبیر پر اس فقرہ کا

ALL RIGHTS RESERVED

ہدہد نے آ کر سلیمان کو خبر دی کہ سبا کی ملکہ بلقیس اپنی قوم پر حکومت کرتی ہے اور اس کے پاس ہر قسم کا سامان اور بہت بڑا تخت ہے۔ وہ اور اس کی قوم سورج کو سجدہ کرتی ہے۔ شیطان نے ان کے اعمال ان کو اچھے کر دکھائے ہیں اور انہیں سیدھے راستے سے روک دیا ہے۔ اس لیے وہ ہدایت نہیں پاتے۔ سلیمان نے کہا کہ ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے۔ میرا خط لے جا اور ان کی طرف ڈال دے۔ پھر ان سے الگ ہو کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

بلقیس کے تحائف:

ملکہ نے خط پڑھا تو درباریوں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم بڑی طاقت ور قوم ہیں اور جنگ کے لیے تیار ہیں۔ آگے آپ کو اختیار ہے کہ جو مناسب سمجھیں حکم دیں۔ ملکہ نے کہا کہ بادشاہ جب کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں۔ میں ایلچی کے ہاتھ کچھ تحفے بھیجتی ہوں۔ پھر دیکھوں گی کہ ایلچی کا جواب کیا آتا ہے۔

چنانچہ ایلچی تحفے لے کر سلیمان کے پاس پہنچا۔ سلیمان نے کہا کہ کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ جو کچھ اللہ نے مجھے دے رکھا ہے وہ تمہارے مال سے بہتر ہے۔ تم ہی اپنے تحفوں پر خوش ہوا کرو۔ ایلچی سے کہا کہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جاؤ۔ ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور ہم انہیں ذلیل کر کے وہاں سے نکال دیں گے۔

حضرت سلیمان کے انتظامات:

اس کے بعد سلیمان نے درباریوں سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو بلقیس کا تخت اس کے آنے سے پہلے میرے پاس لے آئے۔ ایک بڑا طاقت ور جن بولا کہ میں اسے آپ کے دربار برخاست ہونے سے پہلے لا سکتا ہوں۔ ایک اور شخص جس کے پاس کتاب کا علم تھا، بولا کہ میں اسے آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہوں۔ سلیمان نے کہا کہ اچھا ایسا ہی کرو۔ جب تخت سامنے رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔ پھر حکم دیا کہ تخت کی شکل بدل دو۔ دیکھیں وہ اسے پہچانتی ہے یا نہیں۔

جب بلقیس آئی تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ تو ایسا ہی لگتا ہے۔ ہمیں پہلے ہی علم دیا گیا تھا اور ہم فرمانبردار ہو چکے ہیں۔ اس کو اللہ کے سوا جس کی وہ عبادت کرتی تھی، اس چیز نے روکے رکھا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جا۔ جب اس نے صحن دیکھا تو سمجھی کہ پانی ہے۔ اس لیے اپنی پنڈلیاں کھول لیں۔ سلیمان نے کہا کہ یہ تو شیشے کا فرش ہے۔ بلقیس نے کہا کہ اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا اور اب سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرمانبردار ہوتی ہوں۔

بلقیس کے قاصد اور اس کی ہدایات:

اور اپنی قوم کے پاس قاصد بھیجا کہ ہمارے لوگ کہتے ہیں کہ ہم ہدہد کے بھیجنے اور خط ڈالنے کی خبر سن کر ڈر گئے تھے اور ہمیں معلوم نہیں تھا کہ وہ نبی ہیں۔ ہم نے سوچا کہ ہدیہ بھیجیں۔ اگر وہ بادشاہ ہیں تو ہدیہ لے کر واپس آ جائیں گے۔ اگر نبی ہیں تو ہدیہ لینے سے انکار کر دیں گے۔ ہم ان کے پاس ہدیہ بھیجتے ہیں۔ پھر دیکھیں گے کہ ان کے ایلچی کیا جواب لے کر آتے ہیں۔

جب ایلچی ہدیہ لے کر سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا کہ کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ جو کچھ اللہ نے مجھے دے رکھا ہے وہ تمہارے مال سے بہتر ہے۔ تم ہی اپنے تحفوں پر خوش ہوا کرو۔ ایلچی سے کہا کہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جاؤ۔ ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور ہم انہیں ذلیل کر کے وہاں سے نکال دیں گے۔

بلقیس کے قاصدوں کا احساس کمتری:

جب قاصد تحفے لے کر ملکہ کے دربار میں پہنچے اور اپنے تحفے کھولے تو ملکہ نے کہا کہ ہم نے تو سوچا تھا کہ ہدیہ بھیجیں گے تو وہ ہم سے خوش ہو جائے گا۔ لیکن اس نے تو ہمارے تحفوں کو ٹھکرا دیا ہے۔ اب ہم اس کے پاس تحفے بھیجیں گے۔ پھر دیکھیں گے کہ اس کے ایلچی کیا جواب لے کر آتے ہیں۔

جب سلیمان نے سنا کہ ملکہ تحفے بھیج رہی ہے تو اس نے کہا کہ کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ جو کچھ اللہ نے مجھے دے رکھا ہے وہ تمہارے مال سے بہتر ہے۔ تم ہی اپنے تحفوں پر خوش ہوا کرو۔ ایلچی سے کہا کہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جاؤ۔ ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور ہم انہیں ذلیل کر کے وہاں سے نکال دیں گے۔

میں کی سند تمام جنوں، انسانوں اور جانوروں اور پرندوں کی حکومت سے گزر کر حضرت سلیمان کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ آپ نے ان کی طرف کچھ توجہ دلائی سے ساتھ اپنی کلغیوں سے سر کھجانے اور پر ہلانے لگے۔ ان کی روانی روح پر ہدہد کا خطاب ہوا۔

حضرت سلیمان نے بلقیس کے تمام سوالات حل کر دیئے

آپ نے خط طشتری سے پڑھا اور فرمایا کہ یہاں بے ادب لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ان کے پاس جو بھی آئے گے وہ اپنے ہدہد کو بھیجتے ہیں۔ حضرت سلیمان نے فرمایا اس کے اندر غیر معمولی کیا آپ قسمی ہوتی ہے۔ اور ایسا جاسوسی نیا ہدہد ہے تو حضرت سلیمان نے آپ سے پوچھا کہ اب جواب میں جاسوسی کرنے والے ہدہد کو بھیجتے ہیں وہ کیا کرتے ہیں؟ حضرت سلیمان نے ہدہد کو آدھیوں سے بے وقت فرمایا کوئی اس میں جاسوسی کرنا ملا ہے کہ تم جاسوسی کرنے کی تدبیر معلوم کرتے ہیں اس لئے خاموش رہے۔ پھر آپ نے شاہ یمن سے دریافت کیا ایک شہزادی نے تم لوگوں کے کچھ لوگ بھیجے ہیں حسب الحکم لوگ کیا آئے اور واپس آکر کہنے لگے ہم لوگ موصوفہ کی جاسوسی کرتے ہوئے اور ان جانب تھل سے حضرت سلیمان نے فرمایا تم ایسا جواب دیتے ہے نے عرض کیا ہم لوگ روزی دعوت کرنے کی اجازت کر دیں جائے۔ حضرت نے فرمایا تم نے ان کی دعوت کر دی۔ پھر آپ نے لوگوں اور لڑکیوں کو الگ الگ بٹھانے دعوت کی تدبیر بتائی کہ سب کو باتھ دھونے کا حکم دیا جائے۔ لڑکیوں کے ہاتھ میں سے پانی ایک برتن میں لیتی پھر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں ڈالتی جس سے پانی گرتا رہتا تھا اور دوسرے برتن سے پانی لے کر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر ڈالتی تھی اور لڑکا اس کے ہاتھ پر پانی ڈالتا تھا۔ اس طرح لڑکیوں کے ہاتھ دھلوانے کے بعد لڑکوں کے ہاتھ دھلوائے گئے۔ حالانکہ یہ آپ نے سب کو الگ الگ بٹھانے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ ان کے کھانے کے برتن واپس کر دیئے جائیں۔ قرآن پاک میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَآ ءَاتَىٰنِۦَ ٱللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّآ ءَاتَىٰكُم بَلْ أَنتُم بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ۝

پھر جب وہ سلیمان کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کیا تم مال سے میری مدد کرتے ہو؟ سو جو کچھ اللہ نے مجھ کو دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفہ سے خوش ہوتے ہو۔

حضرت سلیمان نے تحائف واپس کر دیئے:

بلقیس کو تحفہ بھیجنے پر ناز تھا۔ یہ تحفہ نے مجھے محض ایک دنیاوی بادشاہ سمجھا جو مال و متاع کا لالچی ہے۔ یہ جواب اس کو معلوم ہوا ہو جیسے کہ حق تعالیٰ نے

ہو جاتی ہے اور مجھے معاف فرما دی ہے اور تمہارے لئے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت عطا فرمائے۔ (ابن کثیر ج ۳ ص ۱۵۱)

کافر کا ہدیہ قبول کرنے کا حکم

کافر بادشاہ کا تحفہ قبول کرنے کے بارے میں فقہاء کی تین رائیں ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ اس کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس کا تحفہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ تیسری رائے یہ ہے کہ اگر تحفہ دینے والا مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتا ہو تو اس کا تحفہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کرتا ہو تو اس کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے۔ (روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۲۰)

حضرت سلیمان کا جواب:

حضرت سلیمان نے قاصد سے فرمایا کہ تم اپنے ہدیہ کو لے جاؤ ہم تمہارے ہدیہ کو قبول نہیں کرتے۔ ہم تو اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہیں۔ ہم کو دنیا کی دولت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو کچھ دیا ہے وہ تمہارے ہدیہ سے بہتر ہے۔ تم اپنے ہدیہ پر خوش ہوتے ہو۔ ہم تمہارے ہدیہ کو قبول نہیں کرتے۔ ہم تمہارے ہدیہ کو واپس کرتے ہیں۔ تم اپنے ہدیہ کو لے جاؤ

اس سے افضل و بہتر ہے جو تم کو دیا ہے (اس لئے اس دنیا کے مال و دولت سے خوش نہیں ہوتا) بلکہ تحفہ ہی اپنے ہدیہ سے خوش ہوتے ہو۔

کیونکہ خوش صرف ظاہری رونق کی وجہ سے ہوتا ہے کہ تمہاری فکروں کے سامنے سیماب لئے ہوئے نے مال میں اضافہ کرنا چاہتے ہو اور ہدیہ دے کر اپنے ہمسایہ میں فخر کرنا چاہتے ہو تم میری حالت کو اپنی حالت پر قیاس کرتے ہو حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ تم ہر مال دنیا سے خوش ہوتے ہو اور میں ہر مال کو ذلیل سمجھتا ہوں۔ (تفسیر حقانی)

يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا
پھر آئے گا ان کے پاس تب ہم پہنچیں گے ان پر لشکر کہ نہ طاقت ہو ان کو
وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ
اس ملک میں سے ذلیل کر کے اور وہ ہوں گے

حضرت کی اطاعت:

یعنی تابعدار بنیں گے۔ جلاوطن ہوں گے اور ذلت و خواری کے ساتھ دولت و سلطنت سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں اور کسی پیغمبر نے اس طرح کی بات نہیں فرمائی۔ سلیمان کو حق تعالیٰ نے سلطنت کا زور اور تھا جو پورا فرمایا۔ (تنبیہ جنی)

بعض علماء نے کہا ہے کہ آیات غزوہ کی ضد ہے آیا اور حکومت کا زوال دست ہے اور غارت مراد ہے تباہی ہو جائیں گے وہ مسلمان ہو کر نہیں آئیں گے تو ہم ان کو ان کی سرزمین سے نکال دیں گے اور ان کو ذلیل کیا جائے گا۔

بلقیس کی حضرت سلیمانؑ کے ہاں حاضری کی تیاری:

وہب بن منبہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب وفد یمن حضرت سلیمان کے پاس سے لوٹ کر بلقیس کے پاس پہنچا (اور واقعہ بیان کیا) تو بلقیس نے کہا واقعہ میں تو پہلے ہی پہچان چکی کہ وہ پیغمبر ہیں اور ان کے مقابلہ کی ہم میں سکت نہیں۔ اس کے بعد بلقیس نے حضرت سلیمان کے پاس پیام بھیجا جو قوی قاصد نے سرداروں کے ساتھ آپ کے پاس آ رہی ہوں اور دیکھوں کی کہ میں دین کی طرف آپ ہم کو بلا رہے ہیں وہ کیا ہے پھر بلقیس نے حکم دے کر اپنے تخت کو بہت سات کمروں میں بند کرا دیا اور دروازوں پر مقفل کر دیا سات محافظوں کے نگرانی کے بھلوا دار حفاظت کے لئے کچھ لوگوں کو مقرر کر دیئے اور اپنے نائب سے کہا تم یہاں کے حالات سے گھروں پر نہ بیٹھ تخت تک کوئی پہنچنے پائے اور کوئی اس کو خراب نہ کر سکے۔ پھر اطراف کی کو یہ ملک کرنے قائم ہو گیا کہ ہم کوچ کر رہے ہیں اس کے بعد یمن کے بارہ بزرگوں کو بھیجا اور ان کے ہمراہ خوفناک جانور و پرندے ہوئے تھے۔

حضرت سلیمان کا رعب:

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت سلیمان بڑے باوقار اور رعب داب کے آدمی تھے اگر کسی سے کچھ دریافت کرتے تھے تو (اس کی مجال نہ ہوتی کہ غلط بیانی کی طرف سے جواب دے سکے ملکہ) وہ حضرت پر بھی آپ سے سوال کا جواب کھول کر دیتا (اور یہ بچا کہ اللہ کے نبی زبان اس کا (تحقیق علم سے) ایک روز اپنے تخت حضرت پر باہر نکل کر شریف فرما تھے کہ ایک طیر قریب قریب تک اڑتا نظر آیا وہ بیٹھ فرمایا کہ یہ جانور نے عرض کیا بلقیس اس جگہ آ کر اترتی ہے یہ مقام حضرت سلیمان کی حکمرانی سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر تھا حضرت سلیمان نے یہ بات سن کر اپنے لشکر و اعوان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (تفسیر عزیزی)

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا
فرمایا اے سردارو تم میں کون لے آتا ہے میرے پاس اس کا تخت
قَبْلَ أَن يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ
پہلے اس سے کہ آویں میرے پاس حکمبردار ہو کر

بزرگوں نے کہا ہے کہ ہر زمانہ کی ہر قوم کے تخت ہزار ہیں سو تھے۔

حضرت سلیمانؑ کا تخت اٹھانے کا پروگرام:

قاصد نے واپس جا کر پیغام پہنچا دیا بلقیس کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی بادشاہ نہیں ان کی قوت خداداد زور سے ہے۔ جدال و قتال سے کام فائدہ نہ ہوگا۔ ان کو کوئی حیلہ اور تدبیر ان سے مدد ہو چل سکتے ہے آخر اظہار اطاعت و انقیاد کی غرض سے بڑے ساز و سامان کے ساتھ حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہوئی جب مکہ شرعہ کے قریب پہنچی حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے فرمایا کوئی ہے جو بلقیس کا تخت شاہی اس کے پہنچنے سے پیشتر میرے سامنے حاضر کرے۔ اس میں بھی حضرت سلیمان کو کوئی طرح بلقیس پر اپنی علو اور فوقیت و قوت کا اظہار مقصود تھا۔ تاوہ سمجھ لے کہ یہ بڑے بادشاہ ہیں اگر ان اور ان کی اطاعت بالفعل طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں (تنبیہ قَبْلَ أَن يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ) سے معلوم ہوا کہ اسلام و انقیاد سے پہلے حریل کا مال ہونا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

سلیمان کی غلبہ ظہر واقعہ کے لئے ہے کیونکہ وہ لوگ اسی قصد سے آ رہے تھے تخت کا مطالبہ تاکہ اس کو خوش سے ہے کہ اہل لوگ ہمارا تحفہ بھی دیکھ لیں کیونکہ تاہم اتنے اور پھر اس کا ایسے تخت بیرون میں اس عہد پرانا ہے آ جانا کہ اطلاع تک نہ ہو عادت بشریہ سے باہر ہے اگر جنوں کی تسخیر یعنی تابع ہونے سے ہو تب بھی جنوں کا خود خود لانا بعید ہے باقی ایک معجزہ ہی ہے اور

[illegible] کی حضرت سلیمان کو ہدایت کے لیے ان کی نبوت کا علم ہونا ضروری ہے۔ اس لیے ہم نے ترجمہ میں ان کا اضافہ کیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہدہد کو ان کی نبوت کا علم ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہدہد کو ان کی نبوت کا علم نہ ہو، اور اس نے محض ان کی بادشاہی دیکھ کر ان کو ہدایت کی ہو۔ واللہ اعلم۔

بلقیس کی حاضری دربارِ سلیمانی میں:

(نملی نے ہدہد کی بات سنتے ہی اندازہ لگا لیا کہ بلقیس سے ملاقات کی کوئی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ اس لیے اس نے ہدہد سے کہا کہ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط لے کر جا اور اسے بلقیس کے سامنے ڈال دے۔ پھر الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ اس کا کیا اثر لیتی ہے۔ ہدہد نے یہ خدمت انجام دی۔ بلقیس نے اپنی قوم کے اہل الرائے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم جنگ کے لیے تیار ہیں، آگے فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ اس پر بلقیس نے کہا کہ بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی ملک کو فتح کرتے ہیں تو وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ اس لیے پہلے میں ایک تحفہ بھیج کر دیکھتی ہوں کہ وہ کیا اثر لیتے ہیں۔ چنانچہ اس نے بہت سا مال و دولت اور بیش قیمت تحفے دے کر اپنے ایلچی روانہ کیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے یہ تحفے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان کو واپس کر دیا۔ اس پر بلقیس نے خود حاضر ہونے کا فیصلہ کیا۔ حضرت سلیمان نے اس کے پہنچنے سے پہلے اس کا تخت منگوا لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک یہ ایک معجزہ تھا کہ ملکہ سبا اتنی دور سے آ رہی ہے اور اس کا تخت اس کے پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ جائے۔ اس پر ایک جن نے کہا کہ میں اس کو آپ کے اٹھنے سے پہلے لا سکتا ہوں۔ ایک اور شخص نے کہا کہ میں آنکھ جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہوں۔ چنانچہ وہ تخت حاضر کر دیا گیا۔ بلقیس کے پہنچنے پر اس سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں یہ وہی ہے۔ اس کے بعد اس کو محل میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔ اس نے محل کے صحن میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس کو شیشہ کا فرش نظر آیا۔ اس نے سمجھا کہ پانی ہے۔ اس لیے اس نے اپنی پنڈلیاں کھول لیں۔ اس پر حضرت سلیمان نے فرمایا کہ یہ شیشہ کا فرش ہے۔ اس کے بعد بلقیس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کی تفصیل ہم سورۂ سبا میں بیان کر چکے ہیں۔)

ایک دیو کا دعویٰ:

حضرت سلیمان کو دیو اور جنات پر بھی حکومت عطا کی گئی تھی۔ ان کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ ان سے بڑے بڑے کام لیتے تھے۔ ان کے لیے بڑی بڑی عمارتیں بناتے تھے۔ سمندروں میں غوطے لگا کر موتی نکالتے تھے۔ ان کے لیے شیشہ کے کارخانے چلاتے تھے۔ ان کے لیے تانبے کی کانیں کھودتے تھے۔ ان کے لیے بڑے بڑے حوض اور دیگیں بناتے تھے۔ ان کے لیے بڑے بڑے پہاڑ جیسے لنگر بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے قالین بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے تخت بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے گھوڑے بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے شیر بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے ہاتھی بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے ہرن بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے بیل بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے بندر بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے سانپ بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے پرندے بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے کیڑے بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے مچھر بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے مکھی بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے چیونٹی بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے ٹڈی بناتے تھے۔ ان کے لیے ہوا میں اڑنے والے مکڑی

یٰۤاَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ

قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ

آصف بن برخیا:

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ شخص حضرت سلیمان کا وزیر اور درباری آصف بن برخیا ہے جو حضرت سلیمان کا خالہ زاد بھائی اور داماد بھی تھا۔ حضرت سلیمان نے جب دیکھا کہ ان کے درباری ان میں تخت کو حاضر نہیں کر سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں تم میں سے کسی ایسے شخص کو حاضر کرنا چاہتا ہوں جو آپ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو۔ اس نے آپ سے کہا کہ آپ آنکھ سے دیکھ سکیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا۔

مفسرین کا بیان ہے کہ آصف بن برخیا نے اسم اعظم کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ تخت بلقیس کو حضرت سلیمان کے سامنے حاضر کر دے۔ اس دعا کے ساتھ ہی تخت بلقیس کا زمین میں دھنسنا اور حضرت سلیمان کے سامنے ظاہر ہونا ایک ہی وقت میں ہوا۔ اسم اعظم کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ اسم اعظم یہ ہے: یَا اِلٰهَنَا وَاِلٰهَ کُلِّ شَیْءٍ اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ اسم اعظم یہ ہے: یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ اسم اعظم یہ ہے: یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ اسم اعظم یہ ہے: یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ اسم اعظم یہ ہے: یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ۔

حضرت سلیمان کا واقعہ کرامت تھی یا تصرف:

تصوف کے بعض مدعی حضرات نے اس واقعہ کو بنیاد بنا کر یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت آصف نے جو کچھ کیا وہ کرامت نہیں بلکہ تصرف تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ کرامت کا ظہور ولی کے اختیار میں نہیں ہوتا جبکہ تصرف ولی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اس لیے آصف نے جو کچھ کیا وہ تصرف تھا کرامت نہیں تھی۔

یہ بات بالکل غلط ہے۔ کرامت اور تصرف میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ کرامت کا ظہور ولی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اس کے بغیر کرامت کا ظہور ممکن نہیں ہے۔ اگر کرامت کا ظہور ولی کے اختیار میں نہیں ہوتا تو پھر نبی کی کرامت کیسے ثابت ہوگی اور ہمارے نبی کے معجزات کا انکار کرنے والے کافروں کے سامنے کیا دلیل ہوگی۔ اس لیے

فرمایا کہ اے لوگو! مجھے پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور مجھے ہر چیز میں سے کچھ نہ کچھ عطا کیا گیا ہے۔ یہ یقیناً اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

تخت والی آیت علامہ الجیلی میں ہے کہ جب ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب گرامی لے کر ملکہ سبا کے پاس گیا اور اس نے پڑھا تو اپنے درباریوں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم طاقتور اور جنگجو ہیں۔ ملکہ نے کہا کہ بادشاہ جب کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ میں تحفے بھیجتی ہوں دیکھتی ہوں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے تحفے بھیجے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تحفے واپس کر دیئے اور کہا کہ ہمیں مال کی حاجت نہیں۔ اللہ کا دیا ہوا بہت کچھ ہے۔ تم اپنے تحفے لے جاؤ۔ ہم تمہارے پاس ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا تم مقابلہ نہ کر سکو گی۔ ہم تمہیں ذلیل کر کے نکال دیں گے۔ ملکہ نے کہا کہ میں خود آ کر ملتی ہوں۔ چنانچہ وہ آئی۔ اس کا تخت اس کے آنے سے پہلے ہی منگوا لیا گیا۔ اس کے آنے پر اس سے پوچھا گیا کہ کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا کہ ہو بہو ایسا ہی ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو نے کیسے جانا؟ اس نے کہا کہ اس کی نقل ہو بہو

[illegible] حضرت سلیمان [illegible] کے ساتھ [illegible] سے یہ صورت ان علاقے کے ساتھ تعلق کی بنا کھانے والے [illegible] کے [illegible] کے لئے [illegible] کا [illegible] کا [illegible] کا

سورج کو سجدہ کرتے پائی اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی ان کی قوم کی طرح سورج کو پوجتی ہے۔

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِن دُونِ اللَّهِ

اور اس (سورج) کی پرستش نے اس کو روک رکھا تھا جسے وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی۔

إِنَّهَا كَانَتْ مِن قَوْمٍ كَافِرِينَ

(النمل، آیت ۲۳)

اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک کافر قوم میں سے تھی۔

حضرت سلیمان نے ملکہ سبا کو شرک سے منع کیا

ملکہ سبا کے جواب سے یہ بات صاف ظاہر ہو گئی کہ وہ ایک سمجھدار عورت ہے۔ اس نے ہدہد کی اطلاع کو جانچنے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک سوجھ بوجھ کی حکمران ہے۔ اس نے ہدہد کی خبر کو رد نہیں کیا، نہ اس کی بات کو بلا تحقیق مان لیا، نہ اس کو جھوٹا قرار دیا، نہ اس کو ڈانٹا۔ اس نے کہا کہ میں تحقیق کر کے دیکھوں گی کہ تیری بات صحیح ہے یا نہیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے ایلچی کو تحفے دے کر بھیجا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دانا عورت ہے۔ اس کی دانائی کا ایک اور ثبوت اس کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر سلیمان واقعی بادشاہ ہیں تو ان کے ساتھ ٹکر لینا ٹھیک نہیں ہے، اس لیے ان کو تحفے بھیجنا چاہیے۔ اس کے بعد اس نے جو کچھ کیا وہ بھی اس کی عقلمندی کا ثبوت ہے۔ اس نے اپنے ایلچی کو ہدایت کی کہ وہ تحفے دینے کے بعد وہیں ٹھہرا رہے اور دیکھے کہ سلیمان کا رویہ کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنے فیصلے کا انحصار سلیمان کے رویہ پر رکھا۔ اگر وہ تحفے لے کر خوش ہو جائیں تو پھر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ واقعی دنیا کے بادشاہوں کی طرح ایک بادشاہ ہیں، اور اگر وہ تحفے واپس کر دیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ کوئی اور ہی چیز ہیں۔ اس کے بعد اس نے جو کچھ کیا وہ بھی اس کی دانائی کا ثبوت ہے۔ اس نے اپنے تخت کو اپنے محل میں چھوڑا اور خود سفر کر کے سلیمان کے پاس پہنچی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک بہادر عورت بھی ہے۔ اس کے بعد اس نے جو کچھ کیا وہ بھی اس کی عقلمندی کا ثبوت ہے۔ اس نے اپنے تخت کو اپنے محل میں چھوڑا اور خود سفر کر کے سلیمان کے پاس پہنچی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک بہادر عورت بھی ہے۔

قَالَ إِنَّهَا صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ

کہا کہ یہ شیشے سے منڈھا ہوا محل ہے۔

(النمل، آیت ۴۴)

حضرت سلیمان نے ملکہ سبا کو حقیقت سمجھائی

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے تحفے واپس کر دیے تھے۔ اس کے بعد وہ خود ان کے پاس آئی تھی۔ اس نے آ کر دیکھا کہ وہ ایک بادشاہ ہیں۔ ان کے محل میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ محل کے صحن میں پانی بہہ رہا ہے۔ اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا۔ اس کو خیال ہوا کہ پانی ہے، اس لیے کپڑا اٹھانا ضروری ہے۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ پانی نہیں ہے، بلکہ شیشے کا فرش ہے۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ سلیمان نے اس کی طرف ایلچی بھیجے تھے، اس کو دعوت دی تھی، اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ سلیمان نے اس کو تحفے واپس کر دیے تھے۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ سلیمان نے اس کو دعوت دی تھی، اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ سلیمان نے اس کو تحفے واپس کر دیے تھے۔

قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَن سَاقَيْهَا

اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو۔ جب اس نے دیکھا تو سمجھی کہ پانی کا حوض ہے اور پنڈلیاں کھول دیں۔

(النمل، آیت ۴۴)

ملکہ حضرت سلیمان کے دربار کو کیسا سمجھی تھی

ملکہ نے جب دیکھا کہ اس کے سامنے پانی ہے تو اس نے سمجھا کہ یہ پانی ہے، اس لیے اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ پانی نہیں ہے، بلکہ شیشے کا فرش ہے۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ سلیمان نے اس کو تحفے واپس کر دیے تھے۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ سلیمان نے اس کو دعوت دی تھی، اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ سلیمان نے اس کو تحفے واپس کر دیے تھے۔

قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ

کہا کہ یہ شیشے سے منڈھا ہوا محل ہے۔

(النمل، آیت ۴۴)

حضرت سلیمان نے ملکہ سبا کو حقیقت سمجھائی

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے تحفے واپس کر دیے تھے۔ اس کے بعد وہ خود ان کے پاس آئی تھی۔ اس نے آ کر دیکھا کہ وہ ایک بادشاہ ہیں۔ ان کے محل میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ محل کے صحن میں پانی بہہ رہا ہے۔ اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا۔ اس کو خیال ہوا کہ پانی ہے، اس لیے کپڑا اٹھانا ضروری ہے۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ پانی نہیں ہے، بلکہ شیشے کا فرش ہے۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ سلیمان نے اس کو تحفے واپس کر دیے تھے۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ سلیمان نے اس کو دعوت دی تھی، اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ سلیمان نے اس کو تحفے واپس کر دیے تھے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ

(النمل، آیت ۴۴)

مہ سلیمان رب العالمین

بلقیس کے اسلام کا اعلان:

یعنی اے پروردگار! میں تیری حکمرداری کو تسلیم کرتی ہوں۔ اب تک میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا۔ شرک و کفر میں مبتلا رہی، اب اس سے تائب ہو کر تیری بارگاہ ربوبیت کی طرف رجوع کرتی ہوں۔ (خلاصہ وضیح)

حضرت سلیمان کا بلقیس سے نکاح:

ابن عساکر نے حضرت عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ اس کے بعد بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں آ گئی اور اس کو اس کے ملک پر برقرار رکھ کر یمن واپس بھیج دیا۔ ہر جمعے حضرت سلیمان علیہ السلام وہاں تشریف لے جاتے اور تین روز قیام فرماتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے لئے یمن میں تین محل تعمیر کرا دیئے تھے جس کی مثال و نظیر نہیں ملتی وسفہ بکتاب قال الہم۔ (معارف القرآن)

علامہ سہیلی میں یہ مشہور ہے کہ ملکہ سبا کے اسلام لانے کے بعد سلیمان علیہ السلام نے اس سے نکاح کر لیا تھا۔ مگر یہ بات درست نہیں ہے۔ والمشہور انہ علیہ السلام تزوجہا و الیہ ذہب جماعۃ من اہل الاخبار وتسمیہ روح المعانی ص ۱۸۹ ج ۱۹ (معارف القرآن)

حضرت سلیمانؑ نے جب بلقیس سے نکاح کر لیا تو آپ کو بلقیس سے بڑی محبت ہو گئی اور یمن کی سلطنت اس کو برقرار رکھا۔ اور حضرت سلیمان کے لشکر نے جنات نے یمن میں تین قلعے اسے لے کر بنائے کہ جیسے اونچے اور خوبصورت قلعے کسی نے نہ دیکھے ہوں گے ان کے نام تھے سون سنون اور قران جب حضرت سلیمان نے بلقیس کو ان کے ملک میں واپس کر دیا تو ہر مہینے مذکورات کے لئے ایک بار جایا کرتے تھے اور تین روز وہاں قیام فرماتے رہتے تھے جس کو شام سے یمن کو چلتے تھے اور پھر صبح کو ہی تین سے شام کو واپس ہو جاتے تھے بلقیس کے یمن سے حضرت سلیمان کا ایک لڑکا بھی ہوا۔

کہا گیا ہے کہ ۷۳ سال کی عمر میں حضرت سلیمان کو حکومت ملی تھی اور ۵۳ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی "سبحان اللہ من لا زوال لملکہ" پاک ہے وہ ذات جس کی حکومت کو کبھی زوال نہیں۔

ولقد ملک سلیمان ما بلقیس — والا بدان الکون والا بلیس

والکل فصیرۃ دانت لملکہ — یا تین عما للطلوب بتحریص

سلیمان کی حکومت (کوئی حقیقت رکھتی) ہے نہ بلقیس نہ آدم ابلیس کائنات میں وجود حقیقی کا رکھتے ہیں یہ ابلیس لے دو ذات جو دلوں کو اپنی طرف کھینچنے والی تھا بلقیس جیسے کی حقیقت ہے اور کل جہان صورت۔ (خلاصہ تفسیر)

بلقیس کی ایک عبدیہ قربانی:

آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب بلقیس محل پر پہنچی اور اس کو تخت بھی تو یاد آیا کہ سلیمان مجھے محرق کرنا چاہتے ہیں اس سے تو قتل ہونا آسان ہے پھر جب حقیقت ظاہر ہو گئی تو کہنے لگی میں نے سلیمان پر عبدیت کی نذر پیش کر دی ہے اور علم کیا اب میں نے توبہ کی اور اسلام لے آئی۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ
اور ہم نے بھیجا ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو۔ یہ کہ بندگی کرو اللہ کی
فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ
پھر وہ دو فرقے ہو کر جھگڑنے

قوم ثمود میں گروہ بندی:

کتنی ایک ایمان لائے اور ایک فریق کفر پر جمے رہے کہ لوگ پیغمبر کے آنے سے پہلے جھگڑنے لگے۔ قوم ثمود کے جھگڑنے کی قدرے تفصیل سورۂ اعراف کی ان آیات میں گزر چکی۔ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (اعراف، رکوع ۱۹، پارہ ۸ قصہ ۱۱)

قَالَ يَا قَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ
کہا اے میری قوم تم کیوں جلدی مچاتے ہو برائی کو پہلے بھلائی سے
لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ
کیوں نہیں تم توبہ کرتے اللہ سے شاید تم پر رحم کرے

حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم:

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بہت سمجھایا بہ طریق فہمائش کی اور آخرت میں عذاب کی دھمکی دی۔ جس پر وہ کہنے لگے صالح تم ہمارے نزدیک بڑے عقلمند تھے اور ہم تم سے بڑی امیدیں رکھتے تھے اب تم ایسی باتیں کرنے لگے ہو۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ تم مختار ہو ایمان قبول کرو یا نہ کرو۔ ہم کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے جو چاہو کرتے رہو۔ ہم اپنا کام کئے جائیں گے۔ تم نے نشانی طلب کرنے میں جلدی مچا رکھی ہے اور عذاب مانگ رہے ہو تو سمجھ لو کہ عذاب آیا ہی چاہتا ہے۔ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو سمجھ لو کہ تمہارا خاتمہ ہو جائے گا۔ یہی وقت ہے کہ گناہوں سے توبہ کر کے مغفرت حاصل کر لو۔ پھر تمہارے لئے توبہ کا موقع نہیں ملے گا۔ (خلاصہ تفسیر)

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ
بولے ہم نے تجھ کو اور جو تیرے ساتھ ہیں ان کو برا شگون سمجھا

قوم کا حضرت صالحؑ سے معجزہ طلب کرنا

یہی وہ سب سے پہلا سوال تھا جو ہر نبی کی دعوت کے آغاز پر اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کیا۔ اور یہی وہ سب سے پہلی چیز تھی جس کی وجہ سے ہر نبی کی قوم کے لوگ اس پر ایمان لانے سے محروم رہے۔ وہ ہر نبی سے کہتے تھے کہ ہم تمہاری بات کو اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک تم ہمارے سامنے اپنی نبوت کا کوئی ایسا ثبوت پیش نہ کرو جو ہماری تسلی کر دے۔ اور ہر نبی کا جواب یہ تھا کہ میرے پاس اپنی نبوت کا ثبوت دینے کے لیے کوئی معجزہ نہیں ہے، میرا معجزہ تو میری دعوت ہے جو تمہارے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ اس کو دیکھ کر اگر تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تو مان لو، ورنہ میرے پاس تمہارے لیے اور کچھ نہیں ہے۔

مطلب یہ تھا کہ تم جس چیز کو دلیل و برہان کے اندھے پن میں ان چیزوں کے معجزے پر پرکھنا چاہتے ہو جو تمہارے حواس کو اپیل کرتی ہیں، وہ ہمارے نزدیک اس لیے معجزہ نہیں ہے کہ وہ تمہارے حواس کی تسکین کا سامان کرتی ہے۔ ہمارے نزدیک تو معجزہ وہ ہے جو تمہاری عقل کو اپیل کرے۔ اور یہ بات ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کے سامنے صاف صاف کہہ دی تھی۔ مگر ہر قوم کے لوگ اس کے باوجود یہی مطالبہ کرتے رہے کہ ہمارے حواس کو اپیل کرنے والا معجزہ دکھاؤ تو ہم مانیں گے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی عقل اندھی ہو چکی تھی، اس لیے وہ اس کی روشنی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اور یہ بات ہر زمانے میں ہر قوم کے لوگوں نے کہی ہے، اور آج بھی کہی جا رہی ہے۔ (تفہیم القرآن ۱)

حضرت صالحؑ پر حملہ کا پروگرام

یعنی آپس میں حلف اٹھا کر ایک دوسرے کو پکا کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صالحؑ کے خلاف یہ سازش کچھ لوگوں نے چپکے چپکے نہیں کی تھی بلکہ قوم کے سرکردہ لوگ اس میں علانیہ شریک ہوئے تھے۔ (تفہیم القرآن ۱)

قوم ثمود کے سرداروں کی سازش

یہ تھے ثمود کے وہ لوگ جنہوں نے اپنے علاقہ میں حضرت صالحؑ کی دعوت کو روکنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ ہر شخص قتل اور خون کا بدلہ لینے کے لیے تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہو۔ اس طرح ان کے قبیلے کے ہر فرد پر خون کا دعویٰ کیا جا سکے گا اور بنی عبد مناف کے لیے یہ ممکن نہ ہوگا کہ سب سے لڑ سکیں۔ اس لیے وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ (تفہیم القرآن ۱)

قوم ثمود کی برائی

اس میں ایک نکتہ بات یہ قابل نظر ہے کہ یہ لوگ اور ان جیسے بہت سے لوگ پیشہ ور قاتل تھے۔ یہ لوگ اس سوچے سمجھے ارادے کے ساتھ کسی کا خون نہیں کرتے تھے کہ مقتول سے ان کی کوئی ذاتی دشمنی ہے۔ بلکہ یہ کام وہ اس لیے کرتے تھے کہ کوئی دوسرا شخص ان کو اس کام کی اجرت دے کر ہائر کرے۔ اس لیے ان کے ہاں قتل کی ایک قسم تو وہ تھی جو ذاتی دشمنی کی بنا پر کیا جاتا تھا۔ اور دوسری قسم وہ تھی جو کرائے کے قاتل کیا کرتے تھے۔ یہ دوسری قسم کا قتل ہی ان کے ہاں پیشہ ورانہ قتل کہلاتا تھا۔ اور یہ لوگ اسی کے عادی تھے۔ (تفہیم القرآن ۱)

حضرت صالحؑ پر حملہ کا پروگرام

یہ تھا وہ پروگرام جو ان لوگوں نے حضرت صالحؑ کے خلاف بنایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی دشمنی صرف دعوت سے نہیں تھی بلکہ خود داعی سے بھی تھی۔ وہ صرف یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی دعوت کو رد کر دیں، بلکہ یہ بھی چاہتے تھے کہ داعی کو بھی ختم کر دیں۔ اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہر زمانہ میں ہر نبی کی دعوت کے ساتھ ساتھ اس کی ذات کے خلاف بھی سازشیں ہوتی رہی ہیں۔ ہر نبی کے مخالفین نے اس کی دعوت کو روکنے کے لیے اس کی جان لینے کی تدبیریں بھی کی ہیں۔ (تفہیم القرآن ۱)

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ

اور شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد برپا کرتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے

وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ

اور انہوں نے ایک چال چلی اور ہم نے ایک چال چلی جس کی انہیں خبر نہ تھی

ان کا طریقہ واردات یہ تھا کہ جس شخص کو بھی اپنا شکار بنانا ہوتا اس کے گھر کے آس پاس کہیں چھپ کر بیٹھ جاتے تھے۔ جونہی وہ شخص گھر سے نکلتا یہ اس پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ اس قتل کے بعد یہ بھاگ کر اپنے قبیلے میں پناہ لیتے تھے۔ اور ان کا قبیلہ ان کو بچانے کی کوشش کرتا تھا۔ (تفہیم القرآن ۱)

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۚ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو۔ چنانچہ اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔ (کہا گیا) کہ خدا کا دیا ہوا رزق کھاؤ پیو اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ تو اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ہمارے لیے زمین کی ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز پیدا کرے۔ انہوں نے کہا کہ بھلا عمدہ چیز کے بدلے ادنیٰ چیز کیوں مانگتے ہو۔ اچھا شہر میں جاؤ وہاں تمہاری مانگی ہوئی چیزیں ملیں گی۔ اور ذلت اور محتاجی ان سے چمٹا دی گئی اور وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔ یہ اس لیے کہ وہ خدا کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ اس لیے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے

ہیں پڑھ لیتی کہ اندر کون ہے اور ان میں کی جگہ سے ہے اور ان میں کا قصہ ختم ہو رہا ہے تو حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ان کی ہدایت کے مطابق بڑے ہوئے تھے تو ان کو ہدایت نہیں آئی۔ (ذکر حبیب)

ان کا فساد اور ہلاکت:

یہی وہ بات تھی جو ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہی تھی۔ اور ان کی قوم نے بھی ایسا ہی جواب دیا تھا جیسا کہ ان کی قوم نے دیا تھا۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے ایک عرب کی کہاوت ہے پرانے زمانہ کی اور غیر عرب میں بھی ملتی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اس کو بیان کریں۔ جو مسلمانوں میں رائج ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد فرمایا ہے اور فرمایا کہ جس کا پیشہ دھی تھا وہ بیٹھ کر بھی بہت سوتے تھے اور جس کا پیشہ دودھ بیچنا تھا وہ بھی بہت سوتے تھے اور جس کا پیشہ کپڑا بیچنا تھا وہ بھی بہت سوتے تھے اور جس کا پیشہ کپڑے بیچنا تھا وہ بھی بہت سوتے تھے اور جس کا پیشہ کپڑا

اپنا ساتھ دینے کے لیے پورا زور لگا دیتے ہیں۔ یہ ان کے دین کی صداقت کی واضح دلیل ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اللہ کے دین کی مخالفت کرتے ہیں وہ اپنی قوم کے بہترین دماغوں کو اپنا دشمن بنا لیتے ہیں۔ یہ بھی ان کے دین کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا

یہ ہیں ان کے گھر جو پڑے ہیں ان کے ظلم کی وجہ سے ویران

قوم ثمود کی بستیوں سے گذر:

یہ لوگ شام کا سفر کرتے تو راستہ پر وادی القریٰ میں ثمودی بستیوں سے گذرتے تھے۔ یہ بستی صحیح ہیں لیکن اب ان کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ویران ہیں۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

بے شک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں

یعنی جو لوگ اللہ کے دین کو پہچانتے ہیں وہ ان واقعات سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ (احسن البیان)

وَأَنجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ

اور ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو ایمان لائے تھے اور پرہیز کرتے تھے

ایمان والے کامیاب ہوئے:

جن حضرات صالح علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے اور کفر و طغیان سے بچتے رہے ان کو اللہ نے ہر قسم کی آفت سے بچا لیا۔ یہ اللہ کی قدرت کا ملہ کی ایک دلیل ہے۔ اب آگے اس قصہ کا ایک اور حصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ ان لوگوں کی ہلاکت کا ذکر ہے جو ایمان نہ لائے اور اپنے ظلم و فساد پر جمے رہے۔

أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ

کیا تم آتے ہو مردوں کے پاس شہوت سے عورتوں کو چھوڑ کر

بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ

بلکہ تم لوگ ہو جو

یعنی تم سمجھتے نہیں کہ یہ عمل کتنا بڑا جرم ہے۔ اس سے پہلے اپنے جرائم بیان کیے تھے۔ اب ان کا ایک اور جرم بیان کیا جا رہا ہے۔

لوط علیہ السلام کے ساتھ جو بستی رہتی تھی وہ بھی ثمود کی طرح تباہ کر دی گئی۔ اس لیے یہ بستی بھی ان کے ساتھ ہی بیان کی جا رہی ہے۔ (احسن البیان)

یہ تم جو ہٹ دھرمی کا پیمان ہے کہ شہوت رانی کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو اور عورتوں کو ان کا جوڑا بنایا ہے۔ یہ بڑی نادانی کی بات ہے۔ آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو عورتوں کو چھوڑ کر لواطت کرتے ہیں۔ اس کا اصل مقصد ہے طلب نسل کچھ نہ ہو۔ شہوت پورا کرنا مقصد ہوتا ہے۔ (احسن البیان، جلالین، کبیر، کشاف، قرطبی)

بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ۔ یعنی یہ بات اس قدر بری ہے کہ اس کو کرنا تو درکنار اس کا تصور کرنا بھی نہیں چاہیے۔ اس کے برے انجام سے ہر ذی عقل واقف ہے۔ اس لیے یہ بات کہنے کی نہیں کہ تم جانتے ہو کہ یہ کام برا ہے۔ (احسن البیان)

یہ بات ہدایت کے خلاف ہے۔ اس لیے یہ اس قدر کھلی ہوئی ہے کہ اس کا انکار کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ اس کے برعکس اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور دشمن کے مقابلے سے نہ بھاگنا شریعت کا حکم ہے۔ (احسن البیان)

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ

تو نہ تھا جواب لوط کی قوم کا مگر یہ کہ انہوں نے کہا نکال دو

مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ

اپنے شہر سے یہ لوگ ہیں جو

قوم والوں کا جواب: انہوں نے یا تو یہ کہا کہ اگر تم ہمارے دین میں نہیں آتے تو ہمارے شہر سے نکل جاؤ یا یہ کہا کہ ہم تمہیں نکال دیں گے۔ (احسن البیان)

فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ

تو بچا لیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو

إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ

مگر اس کی عورت کو ٹھہرا دیا ہم نے کہ رہ جانے والوں میں

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی

یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو آپ پر ایمان نہ لائی اور کافروں کی اعانت کرتی تھی (باقی گھر والے آپ کے ساتھ ہجرت کر گئے)۔

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ

اور برسایا ہم نے اوپر ان کے مینہ (پتھروں کا) سو برا مینہ ہے ڈرائے ہوؤں کا

پتھروں کی بارش

یعنی آسمان سے پتھر برسائے اور ہر گناہ کے مناسب سزا دی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: "بعض قصے بڑے چھوڑ کر لڑتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قصبہ میں خبر دیا۔ بھائیں کے لشکر اس کا مقابلہ کرنے کو نکلے ہیں۔ وہ لشکر ہوا کی بات ہوئی رسول بھی نہ تھا علیہ وہم میں۔ اور کہنے والوں نے۔ اور حضرت سلام علیہ پر تو قصہ نقل ہوئے کہ رہتے کو جاتا پایا۔ اللہ نے ان کو بچایا اور ان کی عادت ایسی کہ گئے کو بھی بدی چاہتے تھے۔ جن نہ دن چڑھا تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجے کہ ان کے کافروں کا گھر گھیر لیتے تھے صبح کو اندھیرے میں قلعی تو سب قتل کر دیں۔ (کسی ایک کو نہیں جانا چاہیے) حضرت نے صاف منع کر لیں تھے۔ ان کو نہ سمجھا۔ اور خود لوط نے چاہا کہ پیغمبر کو شہر سے نکال دیں۔ یہ ہی قصہ آیا ہے اللہ نے آپ سے نکالنا تالا کہ کوئی ایسے اختیار سے شہر چھوڑ کر نکل جاوے۔ (موضح)

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

تو کہہ سب تعریف اللہ کو اور سلام ہے اس کے بندوں پر جن کو اس نے چن لیا

فَحَمْدِ سے فارغ ہو کر آپ کو حکم ہوا کہ اللہ کی بے شمار نعمتوں کے شکر کی توفیق دینے پر اللہ کی حمد بیان کرنا ہے۔ یہ اللہ کے بھلے بندوں کے قصے فرما کے ہمیں شرعت کرتے ہے کہ قبل ہونا چاہیے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ قصوں کی تعریف اور تشہیر ہرگز اچھی نہیں کسی بات شریر لڑکی تو اس کو حکم ہوا (موضح) اور بعض مفسرین لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے جو کمالات اور صفات اور جن قصوں کو بیان کیا ہے ان پر پیغمبر کو علم ہو گا کہ اللہ کی حمد بیان کریں اور شکر ہو کہ ان کے ذریعہ سے اللہ نے اپنے جن میں سے بعضوں کو دنیا میں لیا ہے۔ (تیسیر)

اللہ کے پسندیدہ بندے: اس آیت میں اَلَّذِينَ اصْطَفَىٰ سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ہے وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ اور حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہیں۔ سفیان ثوریؒ نے اس کو اختیار کیا ہے۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن کثیر)

آلُ اللَّهِ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ

بھلا اللہ بہتر ہے یا جو شریک ٹھہراتے ہیں

وعظ و تلقین: یہاں سے توحید کا بیان شروع ہوا جس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں، اس لیے کہ اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں، اس لیے کہ اللہ کے سوا کوئی مدبر نہیں، اس لیے کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں، اس لیے کہ اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں، اس لیے کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔ (تفسیر ماجدی)

مشرکوں کی حماقت: اس آیت میں درحقیقت مشرکوں کی حماقت پر تنبیہ ہے جب غیر علیہ السلام ان کی حماقت کے قصے بیان کر دیے

اس سے کائنات اور اس کے اندر اپنے جیسے جاندار پیدا کرنے کی قدرت کا دعویٰ کرنے والوں کو ان کے اس دعوے کی تردید کرنا مقصود ہے کہ ان کے معبود بھی خدا کی قدرت سے بالکل بے نیاز نہیں ہیں۔ ان کو بھی اسی خدا نے پیدا کیا ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے۔ وہ خود مخلوق ہو کر خالق کا شریک کیسے ہو سکتے ہیں۔ اسی بات کو سورۂ رعد میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ان سے پوچھو کہ بھلا کوئی اندھا اور بینا برابر ہو سکتا ہے؟ کیا کبھی روشنی اور تاریکی یکساں ہو سکتی ہے؟ کیا کبھی سایہ اور دھوپ ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ پھر جب خالق اور مخلوق میں اتنا بڑا فرق ہے تو کیا وجہ ہے کہ تم نے خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرا لیا ہے۔ (آیت ۱۶)

اللہ کی خالقیت مشرک بھی مانتے ہیں

یہ سوال مشرکین کے اس اعتقاد پر مبنی ہے کہ اللہ کی خالقیت کو وہ بھی مانتے ہیں (جیسا کہ اوپر حاشیہ نمبر ۸ میں ہم بیان کر آئے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور اس کی یکتائی کے دلائل قرآن میں بکثرت جگہ جگہ بیان ہوئے ہیں جیسے اوپر کی آیت میں بیان ہوا ہے۔ ان دلائل کے لیے سورۂ یونس حاشیہ ۶، سورۂ رعد حاشیہ ۵، سورۂ ابراہیم حاشیہ ۲۰ اور سورۂ نحل حاشیہ ۷ ملاحظہ کیجیے۔ یہاں ہم صرف ایک بات کی طرف توجہ دلائیں گے جو اکثر لوگوں کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہے۔ وہ یہ کہ قرآن میں جہاں کہیں توحید کے دلائل دیے گئے ہیں وہاں ان کا رخ عموماً اس طرف ہے کہ انسان کے اپنے وجود میں اور اس کے گرد و پیش کی دنیا میں خدا کی ہستی اور اس کی توحید کی جو بے شمار نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں ان پر غور کرو۔ یہ طریقہ استدلال کا اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنی ذات میں اور اپنے ماحول میں ان نشانیوں کو بآسانی دیکھ سکتا ہے اور ان پر غور کرنے کے لیے کسی بڑے علمی سرمایہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ان نشانیوں کو دیکھ کر ہر شخص بآسانی یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ کارخانہ کسی خالق کے بغیر نہیں چل رہا ہے، بلکہ اس کے پیچھے ایک زبردست حکیم و دانا ہستی کام کر رہی ہے۔ اس طریقہ استدلال کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو خدا کے وجود کے منکر ہیں۔ لیکن جو لوگ خدا کے وجود کو مانتے ہیں ان کے سامنے بھی یہی طریقہ استدلال اختیار کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں بھی خدا کی خالقیت کا تصور تو ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ وہ بہت سے ایسے عقائد اور تصورات میں مبتلا ہوتے ہیں جو خدا کی توحید کے منافی ہیں۔ اس لیے ان کو توحید کی طرف لانے کے لیے بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ ان کے سامنے خدا کی خالقیت کی نشانیاں پیش کی جائیں۔ ان کو دیکھ کر وہ خود محسوس کر لیتا ہے کہ جو ہستی ان چیزوں کی خالق ہے وہی الٰہ ہونی چاہیے، دوسرے کسی کو الٰہ ماننا سراسر غلط ہے۔

سَمٰوٰتٍ وَّاَرْضِیْنَ: ’’سات آسمان اور سات زمینیں‘‘ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آسمان اور زمین کی تعداد سات سات ہے، بلکہ یہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے جس میں سات کا عدد کثرت کے لیے بولا جاتا ہے۔ اردو میں بھی ہم کہتے ہیں کہ میں نے سات دفعہ اس کو سمجھایا، یا سات دفعہ اس کو منع کیا، یا سات دفعہ اس کو بلایا، حالانکہ ہمارا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ٹھیک سات دفعہ ہی سمجھایا، منع کیا یا بلایا، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ بہت دفعہ سمجھایا، منع کیا یا بلایا۔ اسی طرح عربی میں سات کا عدد کثرت کے لیے بولا جاتا ہے۔ قرآن میں بھی متعدد جگہ یہ عدد اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورۂ لقمان میں فرمایا وَالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ (اور سمندر کو سات سمندر اور سیاہی بنا دیں)۔ سورۂ کہف میں فرمایا لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (ہم اس کی مدد کو اور ایسا ہی لے آتے)۔ سورۂ توبہ میں فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (اگر تم ان کے لیے ستر بار بھی مغفرت کی دعا کرو تو اللہ انہیں معاف نہیں کرے گا)۔ ظاہر ہے کہ ان تمام مقامات پر سات اور ستر کا عدد حقیقی معنی میں نہیں بلکہ کثرت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا: ’’تمہارے بس میں نہ تھا کہ اس کے درخت اگاتے‘‘۔ یہ ایک اور پہلو سے توحید پر استدلال ہے۔ مشرکین کے ہاں بھی خدا کی خالقیت کا تصور موجود تھا۔ اس لیے ان کو مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ تم نے خدا کی خلق میں اور بہت سے خالق بنا لیے ہیں، مگر کیا تم میں سے کوئی ایک درخت بھی پیدا کر سکتا ہے؟ کیا تم کسی درخت کے خالق ہو؟ کیا تم نے کبھی کسی درخت کو اگایا ہے؟ کیا تم کسی درخت کے بارے میں جانتے ہو کہ اس کی نشوونما کیسے ہوتی ہے؟ کیا تم کسی درخت کی پیدائش کے مراحل سے واقف ہو؟ کیا تم کسی درخت کی پیدائش کے ذمہ دار ہو؟ کیا تم کسی درخت کی پیدائش کے بارے میں کچھ بھی علم رکھتے ہو؟ پھر جب تم ان میں سے کچھ بھی نہیں ہو تو کیا وجہ ہے کہ تم نے خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرا لیا ہے۔

ترجمۂ لفظی سے اوجھل مضمون

یہاں خاص طور پر ترجمۂ لفظی سے اوجھل ہو جانے والا مضمون بھی سمجھ لینا چاہیے۔ اس کے بغیر آدمی اس آیت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔ اس آیت کا ترجمۂ لفظی یہ ہے کہ ’’کون ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین اور اتارا تمہارے لیے آسمان سے پانی پھر اگائے ہم نے اس سے باغ رونق والے، نہ تھا تمہارا کہ اگاتے اس کے درخت‘‘۔ اس ترجمہ کو پڑھ کر آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہاں مشرکین سے یہ کہا جا رہا ہے کہ تم نے کبھی درخت اگائے ہیں؟ حالانکہ یہ مطلب نہیں ہے۔ یہاں تو قرآن میں کلام کا رخ دوسری طرف ہے۔ پہلے فقرے میں مشرکین سے خطاب ہے، پھر یہاں سے یک لخت کلام کا رخ بدل جاتا ہے۔ اب یہ کلام ان سے نہیں ہے بلکہ ان کے متعلق ہے۔ اب ان سے کوئی بحث نہیں ہو رہی ہے، بلکہ ان کے بارے میں کچھ باتیں بیان کی جا رہی ہیں۔ اس لیے یہ فقرہ اس طرح نہیں ہے کہ ’’تم نہیں تھے کہ اگاتے‘‘ بلکہ اس طرح ہے کہ ’’نہ تھا تمہارا کہ اگاتے‘‘۔ یہ ایک غائب کا صیغہ ہے جو ان کے متعلق بات کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

زمین کا فرش کس نے بنایا

یعنی آسمان اور پانی اور پھلوں کی تو تم کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتے، زمین کا فرش بچھانے میں بھی تمہارا کوئی دخل نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو)

وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ

اور جس نے بنائیں اس کے بیچ میں نہریں اور بنائے اس کے لیے لنگر اور بنا دیا

نہریں اور پہاڑ کس نے بنائے

یعنی یہ بھی تمہارے بس کی بات نہیں ہے کہ پہاڑ بنا سکو یا نہریں جاری کر سکو۔ (ملاحظہ ہو)

وَجَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا

اور بنا دیا دو دریاؤں میں آڑ

دو دریاؤں کا انتظام کس نے بنایا

اس کی تحقیق کے لیے سورۂ فرقان حاشیہ ۳۴ ملاحظہ ہو۔ آیت زیر نظر میں یہ بات اضافہ کر دی گئی ہے کہ ان دریاؤں کے درمیان ایک حاجز (آڑ) بھی ہے جو ان کو ملنے سے روکتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ

اب کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور تکلیف کو دور کرتا ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ بنایا ہے:

انسان کی کوئی اور ہستی اس سے کچھ نہیں بنا سکتی جس نے یہ کام انجام دیا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا معبود ہے کہ یہ مشرکین کفار جہالت اور ضلالت میں مبتلا ہیں شرک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بہت بلند و برتر ہے۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ

اور اور کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے

مظلوم کی فریاد کون سنتا ہے:

جس وقت انسان پر مصیبت آجائے اور سب دروازے بند ہو جائیں اور کوئی راستہ نہ رہے اور وہ بے بس ہو جائے اور اس کی امید صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور فرماتا ہے۔

تو یہ اسی کی دعا ہوگی جو اپنے خالق و مالک کو پہچانتا ہے اور جب مصیبت آتی ہے تو صرف اسی کو پکارتا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور سے مدد نہیں مانگتا اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں ٹھہراتا اور اس کے علاوہ کسی اور سے مدد نہیں مانگتا اور اس کے علاوہ

دعا قبول نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

کوئی صاحب یہ خیال کریں کہ ہم نے اتنی دعا کی اور اتنی مدت ہو گئی ہے مگر ہماری دعا قبول نہیں ہوئی تو ایسا خیال نہ کریں بعض اوقات دعا قبول تو ہوتی ہے مگر کسی حکمت و مصلحت کی وجہ سے اس کا ظہور نہیں ہوتا ہے یا پھر وہ اپنے مخلص دوست کے لیے اس نے خوش اور قبول الدعا ہونے کی گواہی دی ہے یا عالم عالم ہے اس معاملہ

ایک ہے کسی دیکھے کا عجیب واقعہ

ایک بہت ہی عجیب واقعہ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک شہر میں لوگوں کو حدیث سے زبانی پڑھا رہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہے میں ایک سفر میں جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک شیر نے مجھ پر حملہ کر دیا میں نے اس سے بچنے کی بہت کوشش کی مگر وہ مجھ پر غالب آ گیا اور مجھے پکڑ کر لے گ

تفسیر وتشریح (جلد ۵)

تمہیں دے سکتے تھے؟ (کیا تم اس کا دعویٰ کر سکتے ہو) کہ تمہارے ان جھوٹے معبودوں نے تمہیں ان مصیبتوں سے بچایا ہے جن میں تم مبتلا ہوئے تھے۔ (یہ بھی ان کی بے بسی کی ایک دلیل ہے) اور پھر ان کے بعد ان کی بے بسی کی دوسری دلیل پیش کی جاتی ہے۔

وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ

اور تمہیں بناتا ہے جانشین زمین کے

قوموں کو زمین کی وراثت کون دیتا ہے؟

یعنی ایک قوم یا نسل کو فنا کر کے اور اس کی جگہ دوسری قوم یا نسل کو آباد کر کے کون ہے جو زمین میں انسانوں کو بار بار اقتدار عطا کرتا ہے۔

وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۔ خلیفہ کا لفظ جانشین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ عربی زبان کے ماہر جانتے ہیں کہ خلیفہ کے معنی ہیں کسی کے بعد اس کی جگہ لینے والا۔ اس لفظ کے اس مفہوم کے لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اقتدار عطا کیا ہے اور وہ اس کے بعد دوسرے انسان کو اقتدار عطا کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ نے انسان کو زمین پر خدا کی طرف سے اختیارات عطا کیے ہیں اور وہ ان اختیارات کا استعمال

وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

اور آسمان اور زمین سے تمہیں روزی کون دیتا ہے

یعنی کون تمہیں آسمان سے بارش اور زمین سے غلہ وغیرہ پیدا کرکے روزی پہنچاتا ہے۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے تو کہہ دو اپنی دلیل لاؤ

یعنی اگر تمہارے ساتھ کوئی اور معبود ہے تو اس کی دلیل پیش کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عقائد میں دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ تقلید کافی نہیں۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے مسلک پر دلیل ہے اور ہم دلیل پیش کرتے

فرمائی بات پوری نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے علم اور عمل پر بہتان عظیم باندھا، اس لیے کہ خدا ہی فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کا ذرہ برابر بھی اس سے کوئی چیز کم یا بیش نہیں ہو سکتی۔

منکروں کے قیاسات اور جاہلوں کا علم

آیت زیر نظر کے یہ الفاظ کہ "وہ کہتے ہیں" ان لوگوں کے متعلق ہیں جو قیامت کا انکار کرتے تھے۔ ان کے انکار کی بنیاد کچھ تو یہ تھی کہ وہ اپنے محدود علم اور اپنی ناقص عقل کے ترازو میں ہر چیز کو تولتے تھے، اور کچھ یہ تھی کہ ان کے ہاں جو مذہبی پیشوا تھے وہ بھی اس معاملہ میں کوئی علم نہیں رکھتے تھے، بلکہ اٹکل پچو باتیں کرتے تھے۔ ان کے اپنے علم کا حال یہ تھا کہ ان کے سامنے کائنات کی جو چیزیں تھیں ان کے سوا کسی چیز کا وہ تصور ہی نہ کر سکتے تھے۔ اس لیے جب کوئی شخص ان کے سامنے قیامت کا ذکر کرتا تھا تو وہ اس کی بات کو سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی ایسے آدمی کے سامنے جو کبھی ریل میں نہ بیٹھا ہو، ریل کا ذکر کرے اور وہ اس کی بات کو سمجھ ہی نہ سکے۔ اس کا خیال ریل کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہ ہو گا کہ یہ لوہے کی بہت سی گاڑیوں کا نام ہے جو ایک لمبی لکیر پر چلتی ہیں۔ اس سے آگے وہ کچھ نہ سمجھ سکے گا کہ ریل کیا ہوتی ہے، کیسے چلتی ہے، کیا کام دیتی ہے، کیا فائدے پہنچاتی ہے۔ اسی طرح قیامت کا ذکر سن کر وہ لوگ جو صرف اسی دنیا کو جانتے تھے، جن کا علم اسی دنیا کی چیزوں سے آگے نہ جاتا تھا، جو اسی دنیا کی زندگی کے عادی تھے، اور جن کی عقل اسی دنیا کے تجربات سے آگے کام نہ کرتی تھی، وہ کچھ سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے۔ اس لیے ان کے ہاں قیامت کا انکار کچھ اس بنا پر نہ تھا کہ وہ اس کے دلائل کا کوئی توڑ رکھتے تھے، بلکہ اس بنا پر تھا کہ وہ اس کے دلائل کو سمجھتے ہی نہ تھے۔ (تفہیم القرآن)

وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝

اور انہیں کچھ خبر نہیں کب وہ اٹھائے جائیں گے

قیامت کا معین وقت کسی کو معلوم نہیں:

یعنی قیامت جب آئے گی تمہارے ہی بھیجے ہوئے رسول کے بھیجے جانے کے بعد آئے گی، اس سے پہلے نہیں آ سکتی۔ اس لیے اس کی خبر دینے والا آخری رسول ہونے کی حیثیت سے میں ہی ہو سکتا تھا۔ (تفہیم القرآن)

وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝ اور ان کو پتہ بھی نہیں کہ ان کو کب اٹھایا جائے گا۔ یہ ان کی جہالت کی انتہا ہے کہ ان کو اس کا شعور تک نہیں کہ ان کے اعمال کا حساب کتاب کس وقت ہونا ہے۔ اس کا علم ان کو نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس کا علم کسی کو نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اس کا علم حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ (تفہیم القرآن)

بَلِ ادَّارَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ ۖ بَلْ هُمْ

بلکہ گم ہو کر رہ گیا ان کا علم آخرت کے بارے میں بلکہ وہ

فِي شَكٍّ مِّنْهَا ۖ بَلْ هُم مِّنْهَا عَمُونَ ۝

شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں

گمراہوں کا انکارِ قیامت:

یعنی انکار تو درکنار، آخرت کے متعلق تو ان کا علم ہی گم ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ لوگ جو آخرت کے متعلق شک کرتے ہیں یا اس کو سرے سے ناممکن سمجھتے ہیں (مراد ہیں اس زمانہ کے مشرکین جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطاب فرما رہے تھے) ان کا یہ شک و انکار کسی علم کی بنا پر نہیں ہے بلکہ محض جہالت کی وجہ سے ہے۔ یہ آخرت کے متعلق کوئی علم نہیں رکھتے۔ ان کے پاس اس کے ممکن یا ناممکن ہونے کے متعلق نہ تو کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی۔ نہ تو یہ عقل سے کام لے کر کوئی نتیجہ نکالتے ہیں، نہ کسی علم کی بنیاد پر کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ صرف جہالت اور اندھی تقلید کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهَا ۔۔۔ بَلْ هُم مِّنْهَا عَمُونَ ۔ یہ ان کے انکار کی وجہ نہیں ہے بلکہ ان کے شک کی وجہ ہے۔ یہ لوگ آخرت کے بارے میں کوئی علم نہیں رکھتے، نہ اس کے ممکن ہونے کا نہ ناممکن ہونے کا۔ اس کے بارے میں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ نہ عقلی دلیل نہ نقلی۔ نہ یہ عقل سے کام لے کر کوئی نتیجہ نکالتے ہیں، نہ کسی علم کی بنیاد پر کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ صرف جہالت اور اندھی تقلید کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۜ

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپس میں کہتے ہیں کیا ہم تمہیں ایسا شخص بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم نئے سرے سے پیدا کیے جاؤ گے

أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۝

کیا اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے یا اسے کچھ جنون لاحق ہے؟ (نہیں) بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب اور گمراہی میں مبتلا ہیں اور بہت دور کی گمراہی میں

أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِن نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝

کیا انہوں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ جو آسمان اور زمین ان کے آگے اور پیچھے ہیں وہ ان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا آسمان کا کوئی ٹکڑا ان پر گرا دیں۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے ہر اس بندے کے لیے جو (ہماری طرف) رجوع کرنے والا ہو

منکروں کا دلیل:

یعنی پہلے جانے والوں سے یہ بھی وعدے کیے گئے تھے۔ مگر پہلے کہہ چکے ان ہی فالتو آیات پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قرآن کو کیا سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ محض ایک شخص کی اختراع تھی۔ اس کے مضامین کو یہ کوئی علمی چیز نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے ان کی تنقید کا رخ کبھی اس طرف نہیں ہوا کہ یہ کتاب علم کی رو سے کیا حیثیت رکھتی ہے۔ (تفہیم القرآن)

أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ ۔ یہ ہے وہ دلیل جو ان کے نزدیک اس بات کی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو رد کر دیا جائے۔ یا تو آپ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں، یا آپ کو جنون لاحق ہو گیا ہے۔ (تفہیم القرآن)

أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۔ کیا انہوں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ جو آسمان اور زمین ان کے آگے اور پیچھے ہیں وہ ان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا آسمان کا کوئی ٹکڑا ان پر گرا دیں۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے ہر اس بندے کے لیے جو (ہماری طرف) رجوع کرنے والا ہو

قیامِ قیامت کی دلیل:

یعنی تمہارے مجرد سوچنے کی بنیاد پر تو یہ بات نہیں ٹھہرتی کہ جو چیزیں تمہارے حواس سے پوشیدہ ہیں وہ وجود میں نہیں آ سکتیں۔ تم کو اپنے گرد و پیش اسی دنیا میں جو کچھ نظر آ رہا ہے اس پر غور کرنا چاہیے۔ اس سے تم کو خود معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے حواس کی جو چیزیں احاطہ میں نہیں آ رہی ہیں ان کے بارے میں تمہارا یہ فیصلہ کہ وہ نہیں ہیں کس قدر غلط ہے۔ (تفہیم القرآن)

إِن نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ ۔ اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا آسمان کا کوئی ٹکڑا ان پر گرا دیں۔ یہ ان کے انکار کی وجہ نہیں ہے بلکہ ان کے شک کی وجہ ہے۔ یہ لوگ آخرت کے بارے میں کوئی علم نہیں رکھتے، نہ اس کے ممکن ہونے کا نہ ناممکن ہونے کا۔ اس کے بارے میں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ نہ عقلی دلیل نہ نقلی۔ نہ یہ عقل سے کام لے کر کوئی نتیجہ نکالتے ہیں، نہ کسی علم کی بنیاد پر کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ صرف جہالت اور اندھی تقلید کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے ہر اس بندے کے لیے جو (ہماری طرف) رجوع کرنے والا ہو

سے ہر شخص کو اپنے اپنے کرتوتوں کا جواب دہی کرنا ہوگا۔ کوئی دوسرا اس کی ذمہ داری میں شریک نہ ہوگا۔ نہ اس کے گناہوں کا بوجھ کوئی دوسرا اپنے اوپر لے گا۔ نہ کسی کو یہ اختیار ہوگا کہ کسی دوسرے کی طرف سے کوئی فدیہ پیش کر سکے، یا کسی کی سفارش اس کے کام آ سکے، یا کسی کو کسی قسم کی مدد اس کے رب کی گرفت سے بچا سکے۔ اس کے بعد ہر شخص کو اپنی فکر خود کرنی چاہیے۔ اس کے لیے یہ سوچنا بے کار ہے کہ اس کے بزرگ کیا تھے اور کیا کرتے رہے۔ اس کے لیے یہ سوچنا بھی بے کار ہے کہ اس کے بزرگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے۔ اس کے لیے یہ سوچنا بھی بے کار ہے کہ اس کے بزرگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے۔ اس کے لیے یہ سوچنا بھی بے کار ہے کہ اس کے بزرگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے۔ اس کے لیے یہ سوچنا بھی بے کار ہے کہ اس کے بزرگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے۔

منکروں کو دعوتِ فکر

(۲۰۷) اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ مکہ میں جو لوگ اس پیغام پر غور کرنے کے لیے تیار نہ تھے ان کو کس طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کی گئی۔ فرمایا ہم نے ان کو بار بار سمجھانے کی کوشش کی۔

سب کے سب اولاد اللہ کے محرم ہیں:

کافی لوگوں نے علماء دیوبند اور پیشوایان اہل سنت والجماعت پر اعتراض کیا ہے کہ یہ لوگ اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو محرم نہیں سمجھتے اور ان کے نکاح ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس میں یہ بات کہنے کے قابل ہے کہ ہم اپنے مقتدیوں کو واقعی محرم سمجھتے ہیں۔ بیشک ہر مسلمان کے ساتھ ہمارا یہ رشتہ ہے کہ ہم سب اولاد اللہ ہیں اور ہر مسلمان ہمارا بھائی ہے۔ اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

بیشک یہ قرآن بیان فرماتا ہے بنی اسرائیل پر

اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَهُدًى

اکثر وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور بیشک وہ ہدایت ہے

وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

اور رحمت ایمان والوں کے لئے

اہل کتاب کے جھگڑوں کا فیصلہ:

اس آیت کریمہ میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ قرآن کریم اکثر ان اختلافات کے بارے میں فیصلہ کن ہے جو اہل کتاب کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی تشریح کے لئے ان اختلافات کے تصفیہ کے لئے جو اہل کتاب کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی تشریح کے لئے ان اختلافات کا فیصلہ کن تسلیم کیا جانا ضروری ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن کریم نے دوسری جگہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب اتاری ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے۔ (سورہ نحل آیت ۸۹)

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ

بیشک تیرا رب فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان اپنے حکم سے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ

اور وہ عزت والا علم والا ہے

کافی قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو ہر بات کا فیصلہ کن تسلیم کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور اس کے فیصلہ کے خلاف کسی کی بات کو ہرگز نہ ماننا چاہئے۔

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَي الْحَقِّ الْمُبِيْنِ

تو بھروسہ کر اللہ پر بیشک تو حق پر ہے ظاہر

آپ کسی کے اخلاق سے متاثر نہ ہوں:

کافی لوگ علمی بات کو اس لئے نہیں مانتے کہ وہ اس کے بتانے والے کو اچھا نہیں سمجھتے۔ کسی کا اخلاق اچھا ہونا اس کے ہر بات کے ماننے کی دلیل نہیں ہے۔ آپ کسی بھی عالم کی بات کو اس لئے نہ چھوڑیں کہ اس میں کوئی خامی ہے۔ آپ سب کے ساتھ اچھے سے اچھا برتاؤ کریں لیکن علم کو قرآن و حدیث سے ہی حاصل کریں۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاۗءَ

بیشک تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہ سنا سکتا ہے بہرے کو

اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ

جب وہ پیٹھ دے کر پھرے اور نہ تو راہ دکھانے والا ہے

الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ

اندھوں کو ان کی گمراہی سے

مردہ دلوں کا حال

اس آیت کریمہ میں کافروں کو مردہ فرمایا گیا ہے کہ جس طرح مردہ جسم سماعت سے محروم ہوتا ہے اسی طرح کافر دل کی آنکھ سے اندھے ہوتے ہیں۔ اور ہدایت پانے والے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح مردہ جسم کے کان بہرے ہوتے ہیں اسی طرح کافر دل کے کان بہرے ہوتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح مردہ کے کان میں کوئی نصیحت کی بات نہیں پہنچائی جا سکتی اسی طرح کافر دل کے کان میں بھی کوئی نصیحت کی بات نہیں پہنچائی جا سکتی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح مردہ کی آنکھ سے اندھے ہونے کی وجہ سے راستہ نہیں دیکھا جا سکتا اسی طرح کافر دل کی آنکھ سے اندھے ہونے کی وجہ سے راستہ نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح مردہ کو کوئی نصیحت کی بات نہیں سنائی جا سکتی اسی طرح کافر دل کو بھی کوئی نصیحت کی بات نہیں سنائی جا سکتی۔ پھر جس طرح مردہ کو راستہ نہیں دکھایا جا سکتا اسی طرح کافر دل کو بھی راستہ نہیں دکھایا جا سکتا۔

اس آیت کریمہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کافر دل کو ہدایت نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے ان کے پیچھے پڑنا اور ان کو ہدایت پر لانے کی کوشش کرنا بھی چاہئے۔ ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ اصول مقرر ہیں۔ جو شخص ان اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت عطا فرمائیں گے۔ ہدایت کے لئے ان اصولوں کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ان اصولوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں قرآن و حدیث سے رجوع کرنا چاہئے۔ ان اصولوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں اپنے دل کی آنکھ کھولنی چاہئے۔ ہدایت کے اصولوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں اپنے دل کے کان کھولنے چاہئیں۔ ہدایت کے اصولوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں اپنے دل کو بہرا نہیں بنانا چاہئے۔ ہدایت کے اصولوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں اپنے دل کو مردہ نہیں بنانا چاہئے۔

مسئلہ سماع اموات:

یہ آیت کریمہ بھی کافی لوگوں کے لئے پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہے۔ اس

میں خود صحابہ کرام کا باہم اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ عورت قرار دیتے ہیں اور حضرت ام سلمہؓ سے صحیحین کی روایت ہے کہ وہ حاملہ عورت کے بارے میں فرماتی ہیں کہ اس کے خاوند کی موت کے ساتھ ہی اس کی عدت پوری ہو گئی ہے۔ اس لئے دوسرے صحابہ کا یہ فیصلہ کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، حضرت ابوسلمہ کے قول کے مطابق ہے۔ اور قرآن کریم میں یہ مضمون ایک سے زیادہ مواقع پر بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ الطلاق میں آیا ہے (وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) اسی طرح سورۃ البقرہ میں آیا ہے (وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا) اس آیت کریمہ میں یہ مضمون ان الفاظ سے آیا ہے کہ جو عورتیں اپنے خاوندوں سے بیوہ ہو جائیں وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن تک روکے رکھیں۔ اس آیت کریمہ میں حاملہ عورتوں کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے ان کے بارے میں یہ حکم سورۃ الطلاق کی آیت سے لیا جائے گا۔ اس لئے ان تمام احادیث میں جن میں حاملہ عورتوں کی عدت کے بارے میں روایات ہیں ان کو سورۃ الطلاق کی آیت کی روشنی میں سمجھنا چاہئے۔

ان تمام آیات کریمہ کا یہ مضمون ایک بڑی حکمت پر مبنی ہے۔ وہ یہ کہ اس میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے بچہ کو اس کے باپ کی شفقت سے محروم نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ بچہ کی پرورش میں ماں کی شفقت کے ساتھ ساتھ باپ کی شفقت کا بھی بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ اور اس کے بغیر بچہ کی پرورش بہت مشکل ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے بچہ کو اس کے باپ کی شفقت سے محروم نہ کیا جائے۔ اس لئے ان تمام آیات کریمہ کا یہ مضمون ایک بڑی حکمت پر مبنی ہے۔ وہ یہ کہ اس میں

باتیں کرنے والا جانور

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے قریب ایک جانور زمین سے نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا۔ وہ کہے گا کہ اب قیامت قریب ہے اور لوگ یقین نہیں کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

قیامت کی سب سے آخری علامت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا کہ سب سے پہلے قیامت کی نشانی سورج کا مغرب سے نکلنا ہے اور جب سورج مغرب سے نکلے گا اور لوگ اس کو دیکھیں گے تو سب کے سب ایمان لے آئیں گے۔ اور یہ وہ وقت ہوگا جس میں کسی کا ایمان لانا اس کو فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

چھ چیزوں سے پہلے عمل کرو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ چیزوں کے آنے سے پہلے نیک اعمال کرو۔ (۱) سورج کا مغرب سے نکلنا (۲) دجال کا آنا (۳) دابۃ الارض کا نکلنا (۴) تم میں سے کسی کا خاص شخص کی موت (۵) عام موت (۶) قیامت۔ (مشکوٰۃ)

دابۃ الارض کی آنکھ اور لاٹھی

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دابۃ الارض کا ذکر فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن کرز کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! دابۃ الارض کی آنکھ کہاں ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ اس کی آنکھ اس جگہ ہوگی جہاں سے حضرت کرنے کا بیان ملک کو ایک اشارہ فرمائیں گے جو پہچانے ہوئے مومن کی آنکھ سے ظاہر ہوں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر منزل پر ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ کافروں کی آنکھ بھینگی ہوگی اور مومنوں کے لیے روشن ہوگی۔ ہر پکارنے والے کو

دابۃ الارض کے نکلنے کی جگہ

ابن جریر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ دابۃ الارض مکہ کی ایک گھاٹی میں سے نکلے گا۔ میں نے دیکھا کہ اب تک زمین اس کے لیے شق ہونے کا انتظار کر رہی ہے۔ (مشکوٰۃ)

دابۃ الارض کا نکلنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دابۃ الارض تین بار نکلے گا۔ پہلی بار یمن کے ایک دیہات سے نکلے گا جس کا ذکر لوگوں میں ہوگا۔ دوسری بار بادیہ میں نکلے گا اور تیسری بار مکہ میں نکلے گا۔ (مشکوٰۃ)

دے دیا جائے تو میں اس کو قتل کر دوں گا اور اس کے بعد میں اپنے آپ کو فرعون کے حوالے کر دوں گا تاکہ وہ جو چاہے میرے ساتھ کرے۔ اگر میں اس کے ہاتھ سے بچ گیا تو میں اپنے دین کی طرف لوٹ آؤں گا اور اگر اس نے مجھے قتل کر دیا تو میں شہید کہلاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرا ٹھکانہ جنت ہوگا۔ اس نے یہ سوچا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

دیۃ الارض کی تحقیق:

جب وہ اپنے گھر کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص جو اس کی قوم سے تھا اور اسرائیلی کہلاتا تھا، فرعون کے ایک قبطی سپاہی کے ساتھ لڑ رہا ہے۔ اس وقت اس نے اپنے گھر میں سے چیخنے کی آواز سنی۔ اس نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا شوہر اس قبطی کے ساتھ لڑ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس کی مدد کروں گا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اندر جاؤ اور میرا ہتھیار لے آؤ۔ اس نے ہتھیار لا کر اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے ہتھیار لے کر اس قبطی کو مارا تو وہ مر گیا۔ اس نے کہا کہ یہ تو شیطان کا کام ہوا ہے۔ بیشک وہ دشمن ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔ اس نے کہا کہ اے میرے رب! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ پس تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اس نے کہا کہ اے میرے رب! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ پس تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اس نے کہا کہ اے میرے رب! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ پس تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ پس تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اس نے کہا کہ اے میرے رب! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ پس تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ پس تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اس نے کہا کہ اے میرے رب! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ پس تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ پس تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اس نے کہا کہ اے میرے رب! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ پس تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

تین بار دیۃ لکھنے کا:

ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تین بار دیۃ کا ذکر کروں گا۔ ایک بار میں نے آیت کا ذکر کیا ہے۔ (یعنی اس آیت میں جس کا ذکر ہے) اور دوسری بار میں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور تیسری بار میں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اور تیسری بار میں نے اس کا ذکر کیا ہے۔

دیۃ الارض کا رنگ اور وزن:

دیۃ الارض کا رنگ سبز ہے اس لئے کہ سب رنگوں میں سے اس کے رنگ کو اس لئے پسند کیا گیا ہے کہ یہ رنگ سب رنگوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اس کا وزن ایک سو اونٹ ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ دیۃ کا مقرر نہیں ہے۔ اس کے بارے میں اس نے کہا ہے کہ میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں سنا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں سنا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں سنا۔

دیۃ الارض کا رنگ اور وزن:

دیۃ الارض کا رنگ سبز ہے اس لئے کہ سب رنگوں میں سے اس کے رنگ کو اس لئے پسند کیا گیا ہے کہ یہ رنگ سب رنگوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اس کا وزن ایک سو اونٹ ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ دیۃ کا مقرر نہیں ہے۔ اس کے بارے میں اس نے کہا ہے کہ میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں سنا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں سنا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں سنا۔

دیۃ الارض کا رنگ اور وزن:

دیۃ الارض کا رنگ سبز ہے اس لئے کہ سب رنگوں میں سے اس کے رنگ کو اس لئے پسند کیا گیا ہے کہ یہ رنگ سب رنگوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اس کا وزن ایک سو اونٹ ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ دیۃ کا مقرر نہیں ہے۔ اس کے بارے میں اس نے کہا ہے کہ میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں سنا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں سنا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں سنا۔

روایوں آنکھوں کے بیچ میں کا فرنکھا ہوگا۔ (رواہ البیہقی و نحوہ الحاکم بسند صحیح ابن جریر، بغوی نے سہل بن سعد ساعدی کی روایت سے حضرت ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نفخوں (یا دو مرتبہ نفخہ) کی گنجائش بڑی گنجائش ہے۔ حاکم نے یہ روایت ابن عباس سے اپنے مرفوعاً موقوفاً دونوں طرح نقل کیا ہے۔ گائے جس کو مشرق و مغرب کے درمیان سب نہیں گے اس کا چرنا دیکھا ہوگا اور (یا باقی) مصداق یہ بات ہے کہ موت کی حقیقت کو سمجھ لیا ہے اور اللہ کو اس کو دیکھے گا اس سے وہ نہیں کہ کہ اہل ملک ہوں اور قرآن پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

حضرت ابوامامہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص آدمی ہوگا اور لوگوں کی زبان پر نشان لگا دے گا اس کے بعد بھی لوگ (امت محمد) زندہ رہیں گے یہاں تک کہ بعض لوگ جانور خرید کر لائیں گے تو ان سے دریافت کیا جائے گا تم نے یہ جانور کس سے خریدا وہ جواب دیں گے صاحب زرد داڑھی سے۔ (رواہ ابن مردویہ۔ حضرت ابن عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات کو وہ برآمد ہوگا لوگ سامان کی طرف جا رہے ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دابۃ الارض کو دیکھا:

ابن ابی شیبہ عبد بن حمید ابن المنذر ابو الشیخ ابن ابی حاتم نے حسن کا بیان نقل کیا ہے کہ موسیٰ نے اپنے رب سے خواہش کی کہ مجھے دابۃ الارض دکھلا دیا جائے (اللہ نے جواب قبول نہ فرمایا مگر) چنانچہ وہ ایک دن رات (یا ایک ساعت یا ایک دن) کے بعد میں جا کر ان کا کوئی نشان نہ پا سکے تو انہوں نے کہا اے رب میں نے تیرے کلام کو سنا اور تیرے فرشتوں کو دیکھا مگر دابۃ الارض کو نہ دیکھ سکا۔ اللہ نے فرمایا اے موسیٰ تو نے جو کچھ دیکھا ہے اس سے بڑھ کر ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ

اور (یاد کرو) جس روز ہم ہر گروہ میں سے ایک بڑی جماعت ان لوگوں کی جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

یہاں تک کہ جب سب حاضر ہو جائیں گے تو اللہ ان سے پوچھے گا کہ تم نے میری آیات کو جھٹلایا حالانکہ تم علم کے ذریعہ سے ان کا احاطہ نہ کر سکتے تھے یا اور کیا کام کرتے تھے

گناہ گاروں کی تقسیم:

بد کرداروں نے جتنے اور جیسے جیسے ظلم ڈھائے ہوں گے۔ (بعض) علماء مفسرین نے فَهُمْ يُوزَعُونَ کے معنی دیئے ہیں کہ ان کے آگے میں یعنی ہر ایک کے لئے اس کے مناسب حال سزا کا داروغہ مقرر کیا جائے گا۔ جیسے انبیاء کے لشکر کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی نظرت سے لوگوں کے پیچھے چلنے والوں کو آگے جانے سے روک جانے کا حکم دیتے ہوں گے۔ جیسے انبیاء کثیر میں انتظام قائم رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

یہاں تک کہ جب سب حاضر ہو جائیں گے تو اللہ ان سے پوچھے گا کہ تم نے میری آیات کو جھٹلایا حالانکہ تم علم کے ذریعہ سے ان کا احاطہ نہ کر سکتے تھے یا اور کیا کام کرتے تھے

غور و فکر کے بغیر جھٹلا دیا:

یعنی پوری طرح سمجھے اور تمام اطراف و جوانب پر نظر ڈالنے کی کوشش بھی نہ کی، پہلی ہی بھد سنا شروع کر دیا۔ یا یہ کہ تم نے یہ نہیں تولا اور کیا کرتے تھے یعنی اس نے سوائے انکار کے اور کچھ نہ کیا۔ (تفہیم) یہ مطلب ہو کہ ہے کہ تم نے سمجھے بوجھے بغیر ہی کیوں تکذیب کی تھی؟ یا اس کے سوا تم کچھ بھی نہ کرتے تھے۔ (تفہیم القرآن)

جو لوگ غور و فکر کرنے کے بعد ہوش کو بالائے طاق رکھ کر آنکھ بند کر کے انکار کی طرف دوڑتے ہیں ان کی نظر کی گمراہی کی طرف اشارہ ہے جو ان کو ان کی قسمت بن چکا ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ

اور ان پر عذاب کا وعدہ پورا ہو جائے گا بسبب اس کے کہ انہوں نے ظلم کیا تھا اور اب وہ کچھ نہیں بول سکتے

منکروں کے تمام عذر ختم ہو گئے:

جس ان کی شرارتوں کا منحوس نتیجہ ہوگا اور خدا کی حجت تمام ہو چکی۔ اب آگے وہ کیا بول سکتے ہیں۔ باقی بعض آیات میں ان کا عذر پیش کرنا محذوف ہے مشاہدہ اس۔ جو پہلے ہو چکے ہیں ہر حال کی و جہات کو اختلاف مواطن

یہ ہیں ہمارے ۔ (آمین ثم آمین)

یہ ان لوگوں کے لیے تسلی ہے جو اپنے گرد و پیش کے ماحول کو دیکھ کر اس حد تک مایوس ہو جاتے ہیں کہ ان کو اپنے کیے کی کوئی امید نہیں رہتی۔ یہ لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ان کے مخاطبوں کی اصل محرومی کا سبب ان کی اپنی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ اس کی وجہ سے ان کے دلوں پر جو مہریں لگ چکی ہیں ان کی وجہ سے وہ اب اس قابل نہیں رہے کہ ان کو کوئی دعوت اثر انداز کر سکے۔ ایسے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا ہی مناسب ہوتا ہے۔ اس پر اگلی آیت دلالت کر رہی ہے۔ (منہ)

اَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ لِیَسْکُنُوْا فِیْهِ

کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے رات بنائی تاکہ وہ اس میں سکون حاصل کریں

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ

اور دن بنایا دیکھنے کے لیے۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں

رات دن کے نظام پر غور کی دعوت:

جس طرح رات کے بعد دن کا طلوع ہونا ایک بدیہی حقیقت ہے اسی طرح دن کے بعد رات کا آنا بھی ایک بدیہی حقیقت ہے۔ ان دونوں حقیقتوں کو دیکھ کر ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ کسی ہستی کی تدبیر کا نتیجہ ہے۔ اس تدبیر کا نتیجہ ہے کہ ایک ہستی نے رات کو سکون کے لیے بنایا۔ یہ سکون اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ رات کے بعد دن کا اجالا ہو۔ اسی طرح دن کو اس نے روشنی کے لیے بنایا۔ یہ روشنی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کہ دن کے بعد رات کا اندھیرا ہو۔ اس طرح کی بہت سی حکمتیں ہیں جو رات اور دن کے اس نظام میں پائی جاتی ہیں۔ ان حکمتوں کو دیکھ کر ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ نظام کسی ہستی کی تدبیر کا نتیجہ ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہے جو اس حقیقت کو دیکھ کر بھی اس سے سبق نہیں لیتے۔ ان کے لیے یہ نظام بے معنی ہے۔ وہ اس کو دیکھ کر بھی اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکالتے۔ ان کے لیے یہ نشانیاں ہیں جن پر وہ غور نہیں کرتے۔ (منہ)

یہ ہے وہ ایک روایت (یا نظام) جس کی ہم نے بھی کی کہ پیغمبر جانتے کہ وہ کس طریقہ سے تمام مخلوقات اور موجودات کے صحابی کی تدبیر و تنظیم کرتا ہے۔ اس کے بعد ہم نے ان کو اس طرف توجہ دلائی کہ وہ غور کریں کہ اس نظام میں ان کا کیا حصہ

شہداء ہوں گے حشر کی دہشت نہ ہوگی جب اللہ کی کوئی مخلوق دہشت نہ ہوگی (صحیح الجامع الصغیر للعراقی) (قرطبی) عبداللہ بن نجیح نے بھی یہ فرمایا ہے کہ مراد اس سے شہداء ہیں جو اپنے کئے ہوئے اعمال پر شرمندہ ہوں گے اور قرطبی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام ان میں سے بدرجہا اولیٰ داخل ہیں کیونکہ ان کو حد مشاہدات بھی حاصل ہے اور مقام بہجت و سرور ان سے بڑھ کر (آلوسی) سورہ یٰسین ختم ہوا۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ اور یاد کرو اس دن کو جب کہ صور کے اندر پھونک ماری جائے گی۔

صور ایک سینگ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو راوی ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صور کے متعلق دریافت کیا فرمایا وہ ایک سینگ ہے جس سے پھونکا جائے گا۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ والنسائی وابن حبان والحاکم۔ حضرت ابن مسعود سے بھی اسی مرفوع کی حدیث مروی ہے رواہ مسدد بسند صحیح)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فکر آخرت:

حضرت عبداللہ بن عمرو راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیسے چین سے رہ سکتا ہوں جبکہ (صور) اوندھا سینگ منہ میں لئے پیشانی جھکائے ہوئے کان لگائے ہوئے ہے کہ کب حکم (پھونکنے کا) دیا جاتا ہے کہا یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو کیا کہنا چاہئے آپ نے فرمایا یہ کہو حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے) اس پر ہاکو عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے) (رواہ الترمذی وقال حسن صحیح)

محمد بن کعب قرظی، حضرت ابن عباس کی روایت سے یہ حدیث اسی طرح پوری ہے اور ترمذی نے ابو سلمہ کی روایت سے حضرت ابوسعید کی روایت سے بھی پوری نقل کیا ہے اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

صور والا فرشتہ:

سعید بن منصور اور ابن منیع نے حضرت ابوسعید خدری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نبی ان کے بعد اسرافیل کے بائیں جانب اور میکائیل دائیں جانب ہیں اور ان کے چہرے سامنے کی طرف ہیں (اسرافیل کے) ہونٹوں کے ساتھ (منہ کے) اندر صور ہے اور وہ اس کے لینے کے لئے منتظر ہیں کہ کب حکم ہوتا ہے۔

کل نفخات:

محض عطاء کا قول ہے کہ صور کے دو نفخات ہیں تیسرا نفخہ کوئی نہیں ہے پہلا نفخہ ان لوگوں کے لئے ایسا ہوگا جس میں وہ لوگ غافل ہوں گے جیسا کہ یہ لوگ ہیں اور دوسرا نفخہ ان کے لئے ایسا ہوگا جس میں وہ لوگ ہوں گے جیسا کہ آپ لوگ ہیں

صوت ہو جائے گی۔ فاعلمی نے اس قول کو پسند کیا ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کی ہے لَا يَسْمَعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى (یہ شیاطین ملاء اعلیٰ کی طرف کان نہیں لگا سکتے) اس سے معلوم ہوا کہ یہ استثنیٰ کیا گیا ہے جس طرح کہ یہ آیت استثنیٰ سے ہی معنی مراد استثنیٰ کیا گیا ہے وہاں سے استثنیٰ کیا گیا ہے اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ (مگر جو اچک لے اچکنا) اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں ایک ہی حالت نہیں ہیں بلکہ ایک حالت ہے اور دوسری حالت ہے (جس کو قرطبی نے بھی نقل کیا ہے اور یہی صحیح ہے)

میں کہتا ہوں یہ مسئلہ کچھ نہیں ہے ان سے دونوں کا ایک ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے فقط استثنیٰ ہونا دونوں کا اس سے ثابت ہے جیسے لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى دونوں میں استثنیٰ کرنے کا یہ معنی نہیں کہ دونوں استثنیٰ ایک ہیں۔

شہداء کی فضیلت:

ابوداؤد نے حدیث متعلق کون اف ہونے کے اس کی تفسیر میں حدیث اقوام میں اضافہ کیا ہے حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ کی بابت دریافت کیا کہ یہ تو حضور نے فرمایا وہ شیپور ہوں گے کیا کل دو اپنے رب کے پاس زندہ ہوں گے ہاں ان کو فرح حاصل ہوگا۔

ابوداؤد طیالسی اور حسن نے حضرت ابوہریرہ کی روایت سے کہا کہ یہ ہے اور حسن نے یہ بھی کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جبرئیل سے آیت وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ کے سلسلہ میں دریافت کیا کہ وہ کون ہیں جن کو اللہ نے مستثنیٰ فرمایا ہے صور کی آواز سے مردہ کرنا ہے جو شہداء ہیں کہ جو تلوار کے نیچے عرش کے گرد زندہ ہوں گے استثنیٰ بطور اس بات کے ہے جو ہونے والی ہے کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں فاعلمی نے کہا یہ بھی آویزش آپس میں شہداء کے متعلق ہے۔ گذاری ہوئی چیز شیاطین کے نزدیک کمزور ہے اس سے استثنیٰ کیا ہوا ہے۔ (گذاری ہوئی چیز) النسری والضبعی والاخفش فی معانی القرآن عن سعید بن جبیر۔

جبرئیل، میکائیل، عزائیل اور حاملین عرش:

ابن ابی حاتم میں حضرت انس بن مالک سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ شہداء ہیں اللہ نے ان کو اپنے عرش کے گرد قندیلوں کی طرح لٹکا رکھا ہے جبرئیل و میکائیل عرش کے دائیں بائیں ہیں جب اللہ تعالیٰ (اپنی انہوں پر) تجلی فرماتے ہیں تو یہ بیہوش ہو جاتے ہیں اور عزرائیل کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے کام پر مامور ہونے والے اب تو میرے کام کا ہے تو کیا کرے گا تو عرض کرے گا اے میرے معبود میں تیرے بندوں کی روحیں قبض کروں گا جن کو تو نے موت دینا چاہی ہے اور جن کو تو نے زندہ رکھنا چاہا ہے ان کو زندہ رکھوں گا۔ (رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ)

مرنے کے بعد پیدا کیے جانے کا یقین نہ کرنے کا (۲) ان کا اس بات کا یقین نہ کرنے کا کہ ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی (۳) ان کا اس بات کا یقین نہ کرنے کا کہ ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی (۴) ان کا اس بات کا یقین نہ کرنے کا کہ ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی (۵) ان کا اس بات کا یقین نہ کرنے کا کہ ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی (۶) ان کا اس بات کا یقین نہ کرنے کا کہ ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی (۷) ان کا اس بات کا یقین نہ کرنے کا کہ ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی (۸) ان کا اس بات کا یقین نہ کرنے کا کہ ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی (۹) ان کا اس بات کا یقین نہ کرنے کا کہ ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی (۱۰) ان کا اس بات کا یقین نہ کرنے کا کہ ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی

سب سے پہلے پیدا ہونے اور سب سے آخر میں مرنے والے

ہونے کے بارے میں [illegible] ہے کہ اس پارہ

[illegible] کہنے والے کو [illegible] کہا جاتا ہے۔ [illegible] اور [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

پہاڑ روئی کی طرح ہوں گے:

یعنی جن کے بنے ہوئے پہاڑوں کو اس وقت دیکھ کر خیال کرتے ہوں گے کہ یہ ہمیشہ کے لئے زمین میں گڑے ہوئے ہیں کبھی اپنی جگہ سے ہٹیں گے نہیں۔ قیامت کے دن یہ روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑتے پھریں گے اور بادل کی طرح تیز رفتار ہوں گے وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (النمل ع ۸) (ط۔ رکوع ۱۴ پارہ ۱۶ عربی) "تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ جامد ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے" (تفسیر ثنائی)

تمام بڑے جسموں کی حرکت:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ "اور تو پہاڑ کو اپنی جگہ سے بہت کڑا اور طرح چلتے کے طور پر خیال کرے گا دیکھنے والے کو اپنی جگہ پر ہو گمان ہوتا ہے حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں تو ہر ایک جسم جس کی حرکت دائرہ انسانی نظر کے سامنے نہیں ہوتی جب وہ کسی ایک سمت کی طرف حرکت کرتا ہے تو باوجود حرکت کلی کے ہمیں دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ رہے ہیں جس طرح مشاہدہ ہے کہ ہمارے بادل اور دوسرے بھاری ہوتی ہوئے ہیں باوجود یہ اپنی جگہ سے ہوتے رفتار دیتے ہیں مگر ایسا وہ چل رہے ہیں ہمارے ان کی حرکت دیکھنے والوں کو اس وقت محسوس ہوتی جب ایک دو دن چلے جائیں گے اس کا کنارہ اس سے ملے جائے۔ (صدر ثنائی جلد ۱)

اسے دیکھتے ہوئے فوٹو (تصویر) کے وقت پہاڑوں کو دیکھنے کا خیال کرے کہ یہ اپنی جگہ کھڑے ہیں (متحرک نہیں ہیں) حالانکہ وہ بادلوں کی طرح (تیز رفتاری سے) چل رہے ہیں گے۔

پھر قیامت کے حاضر ہونے کے زمین پر تغیرات کے اور زمین کے ہلا دیئے جائیں گے اس کی وجہ سے بڑے بڑے قسم بھی گر قیامت کے ساتھ ایک طرف کو حرکت نہ دیئے ہوں تو ان کی حرکت محسوس نہیں ہوں۔ (تفسیر ثنائی)

بڑی بڑی اقسام و جبلیں: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان کی خدمت میں آیا کہ وہ آپ کی زیارت کرے پھر کہا تھا تک آیا ہوں کہ آپ کی زیارت کروں۔ میں نے کہا تم نے بڑی بڑی قسمیں کھائیں کہ دیکھو کے بیت اللہ کے ہوگا اور یہ ہوگا اور ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے جہاں میری امت میں سے پچاس ہزار جائیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ لوگ ان میں سے ہیں یا چھوڑ دیئے جائیں گے۔ پھر اللہ (حضرت) عیسیٰؑ کو فرمائے گا وہ صورت قبیل میں بالکل ہوں گے اور مسلمان جیسے ہوں گے آپ سے دعوت نہ کریں گے اور جس میں سات سو بیٹے نہ ہوں گے دنیا بھر میں ایسے نہ ہوں گے جن میں آپس میں بغض و عداوت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا چلائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی خیر یا ایمان ہوگا نہ بچے گا اور وہ قتل ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی پہاڑ کی کھوہ میں گھس جائے گا تو یہ ہوا وہیں جا کر اسے مار دے گی۔ اب زمین پر صرف بدکار رہ جائیں گے جو پرندوں جیسے ہلکے اور درندوں جیسے بے عقل ہوں گے ان میں سے بھلائی برائی کی تمیز اٹھ جائے گی ان کے پاس شیطان پہنچے گا اور کہے گا تم شرماتے نہیں ہاں ان کی پرستش چھوڑ دیں گے تو وہ ہمیں روزی دیتے تھے۔ ہم سے پہلے وہ کھاتے تھے اور ہنسی خوشی رہ

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا

جو شخص لے کر آئے نیکی تو اس کے لئے ہے بہتر

نیک عمل اور اس کا بدلہ: بعض آیات میں نیکی کا بدلہ دس گنا اور بعض میں نیکیوں کے حساب سے دینے کا ذکر ہے کوئی تعارض نہیں (احمد مؤلف)

حدیث میں ہے کہ ہر نیک عمل کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کم از کم دس گنا بدلہ ہوتا ہے بلکہ بعض نیکیوں کی بعض شرائط ایسی ہوتی ہیں جو ان کو اپنے عمل سے بہت بڑھ جاتی ہیں مثلاً نیت کی درستی اور اخلاص اور طاعت اور عبادت میں کمال درجہ کی تکمیل وغیرہ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ خیر سے مراد یہ ہے کہ ایک نیکی کی جزا دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک ملتی ہے (احمد مؤلف)

وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ

اور ان لوگ بے خوف ہوں گے اس دن سے بڑی گھبراہٹ

بڑی گھبراہٹ: بعض لوگوں کو گھبراہٹ سے کیا مراد ہے اللہ تعالیٰ (احمد۔ رکوع ۱۷) کر کہ وہ دن بڑی گھبراہٹ کا ہوگا اس آیت کے مقابل نہیں (احمد مؤلف)

وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ: اس سے مراد بڑی مصیبت اور پریشانی اور گھبراہٹ ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو تکلیف پہنچتی ہے کبھی نام سے ڈرتا ہے کبھی بیماری اور دکھ سے کبھی کسی چیز کے کھو جانے سے کبھی کسی رشتہ دار کے مرنے سے کبھی اپنی جائیداد کے تباہ ہونے سے کبھی کسی کے دل دکھانے سے کبھی کسی کے ناراض ہونے سے کبھی کسی کے ظلم سے کبھی کسی کے ناانصافی سے کبھی کسی کے ناواقف ہونے سے کبھی کسی کے ناسمجھ ہونے سے کبھی کسی کے ناقابل ہونے سے کبھی کسی کے ناکارہ ہونے سے کبھی کسی کے ناشکر ہونے سے کبھی کسی کے ناخوش ہونے سے کبھی کسی کے ناراض ہونے سے کبھی کسی کے ناپسند ہونے سے کبھی کسی کے ناکام ہونے سے کبھی کسی کے ناامید

قرآن کے ذریعہ نصیحت اور قرآن کی پیروی

یعنی یہ بات خود اللہ کی طرف سے فرمائی گئی ہے اور آپ کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ اس قرآن پر عمل کریں اور دوسروں کو قرآن سنائیں اللہ کا رسول قرآن پر عمل کرتا ہے اور دوسروں کو قرآن سناتا ہے۔ (تفسیر صراط الجنان)

وَاُنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ اور (حکم دیا گیا) کہ پڑھا کروں قرآن۔ یعنی آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ اس قرآن پر عمل کریں اور دوسروں کو سنائیں۔ نفع و ہدایت کے لیے تبلیغ و دعوت کی غرض سے پڑھ کر سنائیں یا حفظ سے تلاوت کریں یا کتابت کے ذریعہ (پیچھے پیچھے چلتا) لانے کرتا ہوں میں قرآن کی پیروی کروں (اس کے راستہ پر چلوں) بعد وحی نے تعلیمات کی اتباع کی۔ اللہ نے اول معاد و حشر و قیامت کے احوال کو تفصیل کے لئے بیان فرمایا ہے اب اس کے بعد اپنے رسول کو حکم دیا کہ آپ ان کو یہی بات سنا دیجئے اب رسول اللہ کے ساتھ تبلیغ و دعوت کا فریضہ ادا کئی نہیں صرف یہی کام ہو گیا کہ اپنے رب کی عبادت میں مستغرق ہو جائیں اور ہر وقت اسی کی یاد میں لگے رہیں۔ آئندہ خبر دینے سے پہلے فکر ہمدرد ہے یعنی آپ ایسا کیجئے۔ مجھے عبادت کرنے اور ہر عبادت پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (تفسیر صراط الجنان)

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ
پھر جو کوئی راہ پر آئے سو راہ پر آئے اپنے بھلے کو

وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝
اور جو کوئی بہکا تو کہہ میں تو یہی ہوں ڈر سنانے والا

ہر کسی کو اپنے لئے راہِ راست کی ضرورت ہے:

یعنی میں نصیحت کر کے فارغ القدمہ ہو چکا۔ مجھ پر ہدایت نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی)

جو جو سیدھے راستہ پر چلے گا وہ اپنے لئے چلے گا اور جو راہ راست سے بھٹکے گا تو آپ کہہ دیجئے (میرا کچھ ضرر نہیں ہے) میں صرف ڈرانے والوں میں (یعنی کسی کو ہدایت دینے کا ذمہ دار میں نہیں کسی کی گمراہی کا وبال مجھ پر نہیں پڑے گا میرا کام صرف پہنچا دینا ہے کسی کے ہدایت یاب ہونے اور راہ راست پر چلنے کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے ہاں آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا اس وقت تم ان کو پہچان لو گے اور آپ کا رب تمہارے عمل سے بے خبر نہیں ہے تم کو بدلہ دے گا۔

فَمَنِ اهْتَدٰى یعنی آپ کی دعوت تبلیغ سے جو شخص راہ یاب ہو جائے گا تو اس کا فائدہ خود اسی کو ہوگا آپ پر احسان جتانے کا اس کو حق نہیں اور جو راہ راست سے بھٹکے گا سیدھا راستہ کھو دے گا اور تبلیغ و دعوت کے بعد بھی راہ حق پر چلے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا آپ کہہ دیجئے میرا کام صرف ڈرانا ہے تمہارا ذمہ اور ذمہ نہیں۔ (تفسیر مظہری)

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

اور کہو خدا ہی کو سب تعریف اللہ کی

راہنمائی کے منصب کا شکر:

تمام حمد کا بڑا دروں ہزار شکر اس نے مجھ کو ہدایت و معرفت کی جاہلیت کی ظلمتیں تعریف سکھائی اس کی کہ اپنے سوا کوئی رسول ماننا ہمیں سکھائے۔ (تفسیر عثمانی)

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور کہو خدا ہی کو سب تعریف اللہ نے مجھ کو ہدایت و معرفت بخشی ہے مجھ کو راہ دکھائی ہے اور تبلیغ و دعوت مجھ پر واجب تھی اس کو پورا کرنے کی مجھ کو توفیق عنایت کی اس پر اس کا شکر ہے، مستحق ستائش وہی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ

آگے دکھاوے گا تم کو اپنے نشان پھر پہچانو گے ان کو

آیات الٰہیہ۔ یعنی آگے چل کر حق خداوندی تمہارے اندر یا تم سے باہر اپنی قدرت کے وہ نمونے اور میری صداقت کے ایسے نشان دکھلائے گا جنہیں دیکھ کر تمہارے لئے یہ شک یا انکار کی وہی آیات ہیں جن کی خبر پیغمبر نے دی تھی، تب اس وقت کا سمجھنا تم کو ناممکن ہو جائے گا۔ یہ وہ جانکاہ چیز ہے۔ علامات قیامت و نتیجہ وہ سب اس کے تحت میں آ گئیں۔ (تفسیر عثمانی)

سَيُرِيْكُمْ یعنی عنقریب تم کو اللہ اپنی نشانیاں دکھائے گا۔ نشانیوں سے مراد وہی دنیا میں کفار کے اوپر آنے والی آیات قدرت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی آیات صداقت ہیں جیسے بدر کی لڑائی میں کافروں کا مارا جانا فتح مکہ فرشتوں کا نازل ہونا مسلمانوں کی مدد کرنا اور کافروں کے پیروں کو ولی کرنا اور پشت پھیر دینا، چاند کا پھٹنا، کنکریوں کا تسبیح پڑھنا اور قرآن میں وہ تمام پیشین گوئیاں جو آیات آفاق و انفس کی طرف اشارہ ہیں آیات سے مراد ہیں۔ یا پھر مطلب سَيُرِيْكُمْ یعنی آیات سے مراد ہیں آخرت میں ظہور ہونے والی نشانیاں (یعنی واقعات قیامت ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۔

فَتَعْرِفُوْنَهَا ان وقت تم ان آیات کو پہچان لو گے لیکن اس وقت پہچاننے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

اور تیرا رب بے خبر نہیں آگاہ ان سے جو تم کرتے ہو

سزا میں تاخیر کو غفلت نہ سمجھو:

یعنی جو عمل اور معاملہ تم کرتے ہو سب اس کی نظر میں ہے۔ اسی کے

موافق آ رہی ہے کہ ہم اس کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیں گے ... کرنے سے پہلے ہم سورۃ القصص شائع کر رہے ہیں۔)

(۲) ہم اس مشکل امتحان میں کامیاب ہو گئے تھے جو آپ نے ہمیں لیا تھا۔

اذا ما خلوت الدهر يوما فلا تقل	خطيئتي بالغيب فلم يراني
ولا تحسبن الله يغفل ساعة	ولا أن ما يخفى عليه يغيب

جس وقت تو کسی وقت خلوت میں رہا تو یہ نہ کہہ کہ میرا پوشیدہ گناہ کسی نے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل نہ سمجھ اور نہ یہ خیال کر کہ جو کچھ اس سے پوشیدہ ہے وہ اس کو نظر نہیں آتا۔

خدا کے فضل و کرم سے سورۃ القصص کی تفسیر ختم ہوئی۔

سورۃ کے مضامین کا جائزہ

(۱) طٰسٓمٓ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس سورۃ کی تراکیب اور بلاغت قرآن اور قرآن کے بیان کرنے والے پیغمبر آپ اس سورۃ میں (۱) ام موسیٰ کے بیان پر مشتمل ہے (۲) فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کو (۳) اور (۴) ملاحظہ ہو حضرت موسیٰ (۵) اور (۶) آدمی جو بنی اسرائیل کا تھا اور (۷) ہامان اور (۸) قارون ...

(۹) اور (۱۰) ہدایت پر چلنے سے بندوں کا فائدہ ہے اور نہ چلنے سے ان کا نقصان ہے (۱۱) اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے نہ فرمایا کہ ہمیں عبادت کی ضرورت ہے (۱۲) آخرت میں ہر امت کو ... عبادت کی ضرورت ہے ...

انسان کے سوا ہر چیز اللہ کی تابع ہے:

(۱۳) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے ... اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

سورۃ القصص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓمٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ نَتْلُوْا

یہ آیتیں ہیں ظاہر کرنے والی کتاب کی ہم پڑھتے

عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ

تجھ پر کچھ خبر موسیٰ اور فرعون کی ٹھیک

لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

ان لوگوں کے واسطے جو یقین رکھتے ہیں

مومنوں کو ظالموں پر کامیابی ملے گی:

جن مسلمانوں کو ظالم قریش کے ہاتھوں سے مکہ چھوڑنا پڑا (موضح) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مکہ میں مسلمانوں کو بھی ان کے ظالموں سے نجات دی اور مدینہ میں مسلمانوں کو طاقتور بنا دیا اس لئے مکہ میں قلیل اور ضعیف رہ کر ان ظالموں کے ظلم سہنے والے مسلمانوں کو بھی یقین ہے کہ ہم ان ظالموں پر ایک دن ضرور غالب آئیں گے۔ (تفسیر عثمانی)

سورۃ القصص کی پہلی آیت الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ سے یہ تعلق ہے کہ مدنی سورتوں میں سورۃ بقرہ الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ سے متقین کی صفات بیان کرنا شروع کی ہیں اور سورۃ بقرہ کے آخر میں ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ہم رسولوں میں فرق نہیں کرتے اسی طرح سورۃ القصص کی پہلی آیت میں ہے اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ۔ يُؤْمِنُوْنَ ۔ ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں کہ ان کا کیا ہوا کسی سے ضائع نہیں ہوتا۔ (تفسیر عثمانی)

سورۃ القصص کا تعارف:

سورۃ القصص کی سورتوں میں سب سے آخری سورت ہے جو ہجرت کے

حالت کو بدلنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے راستہ میں کوئی طاقت حائل نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی مشیت کے مقابلہ میں ہر تدبیر بے کار ہے۔ اللہ کے ارادہ کے مقابلہ میں ہر منصوبہ ناکام ہے۔ اللہ کے فیصلہ کو بدلنے کی ہر کوشش بے اثر ہے۔ اللہ کی قدرت کے آگے ہر زور بے زور ہے۔ اللہ کی حکمت کے سامنے ہر چال الٹی ہے۔ یہ ہے وہ حقیقت جس کا یقین دلانے کے لیے یہ قصہ سنایا جا رہا ہے۔

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۗ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ

پھر فرعون کے لوگوں نے اسے اٹھا لیا (اس انجام کے لیے) کہ وہ ان کے لیے دشمن اور باعث رنج بنے۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر بڑے خطا کار تھے۔

قسمتوں کا بنی اسرائیل پر تسلط

یہی معاملہ بنی اسرائیل کا بھی تھا۔ وہ جن فرعونوں کی قوم میں اور جن کی سلطنت میں رہتے تھے ان کے ہاتھوں ان کو ظلم و ستم کی چکی میں پستے ہوئے صدیاں گزر چکی تھیں۔ ان کے لڑکے قتل کیے جاتے تھے اور لڑکیاں زندہ رہنے دی جاتی تھیں۔ ان کی عورتیں فرعونیوں کے گھروں میں خدمت کرتی تھیں۔ ان کے مرد فرعونیوں کے کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرتے تھے۔ ان کی محنت کا پھل فرعونی اور ان کے حواری کھاتے تھے۔ ان کی کوئی عزت نہ تھی۔ ان کی کوئی آبرو نہ تھی۔ ان کی کوئی شخصیت نہ تھی۔ ان کی کوئی طاقت نہ تھی۔ ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ان کی کوئی شنوائی نہ تھی۔ ان کی کوئی فریاد رسی نہ تھی۔ ان کی کوئی امید بر نہ آتی تھی۔ ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی تھی۔ ان کی کوئی کوشش ثمر آور نہ ہوتی تھی۔ ان کی کوئی جدوجہد کامیاب نہ ہوتی تھی۔ ان کی کوئی مزاحمت فرعونیوں کو زیر نہ کر سکتی تھی۔ ان کی کوئی بغاوت فرعونیوں کو مغلوب نہ کر سکتی تھی۔ ان کی کوئی سازش فرعونیوں کو تہ و بالا نہ کر سکتی تھی۔ ان کی کوئی تنظیم فرعونیوں کو ختم نہ کر سکتی تھی۔ ان کی کوئی ہمت فرعونیوں کو پست نہ کر سکتی تھی۔ ان کی کوئی قوت فرعونیوں کو شکست نہ دے سکتی تھی۔ ان کی کوئی چال فرعونیوں کو مات نہ دے سکتی تھی۔ ان کی کوئی تدبیر فرعونیوں کو زیر نہ کر سکتی تھی۔ ان کی کوئی حکمت فرعونیوں کو بے وقوف نہ بنا سکتی تھی۔ ان کی کوئی ذہانت فرعونیوں کو چکر نہ دے سکتی تھی۔ ان کی کوئی فراست فرعونیوں کو دھوکا نہ دے سکتی تھی۔ ان کی کوئی ہوشیاری فرعونیوں کو بیوقوف نہ بنا سکتی تھی۔ ان کی کوئی عیاری فرعونیوں کو فریب نہ دے سکتی تھی۔ ان کی کوئی مکاری فرعونیوں کو دھوکا نہ دے سکتی تھی۔ ان کی کوئی چالاکی فرعونیوں کو بے وقوف نہ بنا

قرنی اور سیستانوں کو بلا کر کہا جائے۔ جس قوم کو فرعونیوں نے ذلیل خدام بنا رکھا تھا اُن میں سے سربرآوردہ لوگوں کی اس سرداری کا تاج رکھ دیں۔ ملائموں اور شکم بندوں سے جگہ خالی کرا کر اُس عظیم و حکیم سپردہ قوم سے زمین کو آباد کریں اور ذلیل سیادت کے ساتھ دنیوی حکومت بھی اس مظلوم و مقہور قوم کے حوالے کی جائے۔ (تفسیر عثمانی)

قتادہ، مجاہد کے نزدیک دینی پیشوائی اور سلطان غیر مراد ہیں۔ قتادہ کے نزدیک دونوں مراد ہیں۔ بہرحال اللہ نے بنی اسرائیل کے متعلق ایک اور جگہ یہ فرمایا ہے وَنُرِيدُ أَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ یعنی فرعون اور اس کی قوم کے ملک و مال کے مالک۔

مصر و شام کی حکومت:

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ یعنی سرزمین مصر و شام میں ان کو حکومت عطا کریں۔ تمکین کا لغوی معنی ہے کسی چیز کی جگہ بنا دینا کہ اس میں وہ چیز ٹھہر جائے (قدرت کے کھانے سے ممکن کا لفظ کم تر جرم ہوا ہم ان کو جما کر عطا کریں) اجازۃ تمکین کا معنی ہے حاکم بنا دینا واسطہ اور غالب کر دینا۔ (تفسیر عثمانی)

وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ

اور دکھا دیں فرعون اور ہامان کو

فرعون و ہامان اور اس کے لشکروں کی شکست:

ہامان وزیر تھا فرعون کا جو ظلم و ستم میں اُس کا شریک اور آلہ کار بنا ہوا تھا۔ (تفسیر عثمانی)

وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ﴿٦﴾

اور اُن کے لشکروں کو اُن کے ہاتھ سے جس چیز کا ان کو کھٹکا تھا

یعنی جس کھٹکے کی وجہ سے انہوں نے بنی اسرائیل کے ہزاروں بچوں کو ذبح کرنا شروع کیا تھا۔ ہم نے چاہا کہ وہی کھٹکا اُن کے سامنے آئے۔ فرعون نے امکانی کوشش کر دیکھی اور پورے زور و شور سے خروج کر لئے کہ کسی طرح اُس اسرائیلی بچہ سے مامون ہو جائے۔ جس کے ہاتھ پر اُس کی تباہی مقدر تھی لیکن مقدر الٰہی کہیں سے ٹلنے والی تھی۔ خداوند قدوس نے اُسی بچہ کو اسی کی گود میں اسی کے بستر پر اُسی کے کلاہت کے اندر شاہانہ آؤ بھگت سے پرورش کرایا۔ اور کھلا دکھا دیا کہ خدا جو انتظام کرنا چاہے کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ (تفسیر عثمانی)

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ

اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلا

فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ

پھر جب تجھ کو اُس کا خوف ہو تو اُس کو دریا میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام:

دائی ماں کا الہام ہوا یا تعبیر، دیکھا بھالا اور کسی ذریعہ سے معلوم کرا دیا گیا کہ جب تک بچے کے قتل کا اندیشہ نہ ہو برابر دودھ پلاتی رہیں۔ جب اندیشہ ہو تو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دیں۔ سورۂ طٰہٰ میں یہ قصہ گزر چکا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

بعض نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ کی والدہ کا تابع پیغمبر نبوت کا وزیر تھا اور لاوی حضرت یعقوب کا بیٹا تھا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ وحی نبوت الٰہی وحی نہیں تھی۔ نہ کوئی معجزہ ہوئی۔ اللہ نے اس جگہ لفظ وحی کا تذکرہ کیا ہم نے اس کے دل میں ڈال دیا صوتیکہ اصطلاح میں اس کو الہام کہتے ہیں الہام کی ایک قسم وہ سچا خواب بھی ہے جس سے دل کو یقین اور اطمینان ہو جاتا ہے۔ پتہ یہ دلالت کر رہی ہے کہ الہام بھی علم کا سبب ہے۔ مگر چونکہ اس سے ظنی (غیر یقینی) حاصل ہوتا ہے لیکن الہام قلبی اور القاء ربانی دلوں کا قائل اعتبار ہوتا ہے جو بالکل صاف اور حامل اطمینان ہوں۔ اسے اور الہام کا فرق ہی ہے کہ وسوسہ (دل کا کھٹکا) سوجب اطمینان نہیں ہوتا اور الہام سے اطمینان قلبی حاصل ہو جاتا ہے اور صاحب الہام کا دل بھی تک قلبی یقین ہو جاتا ہے۔

اَنْ اَرْضِعِيْهِ یعنی موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی اور کہہ دیا کہ جب تک بچہ پوشیدہ رکھنا ممکن ہو موسیٰ کو دودھ پلاتی رہ۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ موسیٰ علیہ السلام کو کتنا عرصہ تک دودھ پلاتی رہیں اس میں روایتیں مختلف ہیں اور وہ قصہ کے تفصیلی حرکت کرتے ہیں۔ کذا فی الحاشیہ کی۔ (تفسیر عثمانی)

وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ

اور نہ خطرہ کر اور نہ غم کھا ہم پھیر دیں گے اس کو تیری طرف

وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧﴾

اور کریں گے اس کو رسولوں سے

حضرت قطبین کے زوال کے اسباب

حضرت قطبین کے زوال کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ ان کی تعداد بہت کم تھی اور وہ اپنے سے کئی گنا زیادہ دشمنوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ ان کے پاس نہ تو اتنی فوج تھی اور نہ ہی اتنے وسائل کہ وہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے۔ اس کے علاوہ ان کے دشمن بہت طاقتور تھے اور ان کے پاس بہت زیادہ فوج تھی۔ اس لیے حضرت قطبین کے لیے ان کا مقابلہ کرنا بہت مشکل تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور ابتدا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت مصر میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام یوکابد تھا۔ آپ کے والد بنی اسرائیل کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ بھی ایک نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ آپ کی پیدائش کے وقت فرعون مصر کا ظلم و ستم اپنے عروج پر تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کے ہر نومولود لڑکے کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس لیے آپ کی والدہ نے آپ کو ایک صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں بہا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرعون کے محل میں پہنچا دیا۔ وہاں آپ کی پرورش فرعون کی بیوی آسیہ نے کی۔ آپ بچپن سے ہی بہت ذہین اور بہادر تھے۔ آپ نے اپنی جوانی میں ہی فرعون کے ظلم و ستم کے خلاف آواز اٹھائی۔ آپ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے آزاد کرانے کا عزم کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے فرعون کو شکست دی اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر ارض مقدس کی طرف روانہ کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام طور کی آگ میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے نکلنے کے بعد مدین میں دس سال گزارے۔ وہاں آپ نے شادی کی اور اپنے خاندان کے ساتھ رہنے لگے۔ ایک دن آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ سفر پر جا رہے تھے کہ راستے میں آپ کو ایک آگ نظر آئی۔ آپ نے اپنے اہل و عیال سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو، میں آگ لے کر آتا ہوں۔ آپ آگ کی طرف گئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک درخت سے آگ نکل رہی ہے۔ آپ نے اس آگ کو دیکھا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ آگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ آپ نے اس آگ کو دیکھا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ آگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ آپ نے اس آگ کو دیکھا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ آگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

صندوق کی تیاری اور بڑھئی کی زبان بندی

[illegible]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد اور [illegible]

[illegible]

بالآخر بڑھئی مسلمان ہو گیا

[illegible]

[illegible]

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں:

آخر کار آپ نے پیغمبری کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد اپنی بیوی کو ساتھ لیا اور مصر کی طرف چل پڑے جہاں سے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے ہاتھ کے نیچے آپ کی پرورش ہوئی تھی۔ آپ کی واپسی کی خبر سن کر آپ کے بھائی ہارون آپ سے ملنے کے لئے آگے بڑھے اور آپ کو خوش آمدید کہا۔ آپ نے اپنے بھائی سے کوہ طور پر خدا کے ساتھ ہونے والی گفتگو اور اپنے پیغمبر ہونے کے بارے میں بتایا۔ ہارون اور آپ نے فرعون کے محل میں جانے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے فرعون کے محل کے دروازے پر دستک دی۔ دربان نے دروازہ کھولا اور آپ کو پہچان لیا۔ دربان نے آپ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ نے فرعون کے دربار میں داخل ہو کر اس کو خدا کا پیغام سنایا۔ فرعون نے آپ کو پہچان لیا اور آپ سے کہا کہ آپ کو اس کے محل میں پرورش کرتے ہوئے کئی سال گزر چکے ہیں اور آپ نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ اس لئے وہ آپ کو اپنا باپ سمجھتا ہے۔ فرعون نے آپ سے کہا کہ آپ نے اس کے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے آپ کو مصر چھوڑنا پڑا تھا۔ آپ نے فرعون کو جواب دیا کہ آپ نے اس قبطی کو جان بوجھ کر قتل نہیں کیا تھا بلکہ اس کی موت ایک حادثہ کی وجہ سے ہوئی تھی۔ آپ نے فرعون سے کہا کہ آپ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے اور اس کے بدلے میں آپ نے بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کا مطالبہ کیا۔ فرعون نے آپ کو جواب دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو آزاد نہیں کرے گا۔ آپ نے فرعون کو خدا کی نشانیاں دکھائیں۔ فرعون نے آپ کو جادوگر کہا اور آپ کو چیلنج کیا کہ وہ آپ سے بڑا جادوگر ہے۔ فرعون نے آپ کو مقابلہ کرنے کا وقت دیا۔

(باقی آئندہ پڑھیں)

وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ

(وہ عورت جو فرعون کے گھر میں تھی اس نے کہا یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے)

فرعون کی بیوی نے موسیٰ کو بیٹا بنالیا:

جس صندوق میں آپ کو رکھا گیا تھا اس کو دریائے نیل میں بہا دیا گیا۔ تاریخی روایات میں ہے کہ فرعون کے محل کے قریب سے گزرتے ہوئے اس صندوق پر فرعون کی بیوی آسیہ کی نظر پڑی اور انہوں نے اس صندوق کو نکالنے کا حکم دیا۔ جب صندوق کو کھولا گیا تو اس میں ایک خوبصورت بچہ موجود تھا۔ آسیہ نے اس بچے کو اپنا بیٹا بنانے کا فیصلہ کیا۔ فرعون کی بیوی آسیہ کی کوئی اولاد نہیں تھی اور وہ ایک بچے کو گود لینا چاہتی تھی۔ فرعون کی بیوی نے اس بچے کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ آسیہ نے اس بچے کا نام موسیٰ رکھا۔ موسیٰ کا نام رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کو پانی سے نکالا گیا تھا۔ موسیٰ کا مطلب ہے پانی سے نکالا ہوا۔ آسیہ نے اس بچے کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ آسیہ نے موسیٰ کو اپنا بیٹا بنا کر اس کی پرورش کی۔ موسیٰ کی پرورش کے دوران آسیہ کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ موسیٰ نے بچپن میں بہت سی غلطیاں کیں۔ موسیٰ نے بچپن میں ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا۔ موسیٰ نے بچپن میں ایک بار فرعون کی داڑھی کھینچ لی تھی۔ موسیٰ نے بچپن میں ایک بار فرعون کی گود میں پیشاب کر دیا تھا۔ موسیٰ نے بچپن میں ایک بار فرعون کے تاج کو اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ موسیٰ نے بچپن میں ایک بار فرعون کے سامنے انگارے کو اٹھا لیا تھا۔ موسیٰ نے بچپن میں ایک بار فرعون کے سامنے کھجور

اس نے فرعون سے کہا میں لڑکا تو ایک مکان سے زائد دے اور آپ کا شکر اس مکان کے لوگوں کی آل کرنے کا ہے کیں میں تو یہ بھتہ دیتے ہیں اور آپ کا شکر اس

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا

(طٰہٰ: ۴۰)

یعنی تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا ہم نے تمہیں اس غم سے نجات دی اور تمہارا امتحان کیا۔

عسیٰ کا لفظ امید کے لیے ہوتا ہے کہ یہ ہمارے کام آئے گا۔ یہ قتل نہ کرنے کی درخواست کی علت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر برکت کے امکانات ہیں ہمارے اس سے فائدہ پہنچنے کی بڑی توقعیں موجود ہیں۔ آسیہ نے یہ بات اس سے کہی کہ ان کو موسیٰ کی روداد آنکھوں کے روبرو پھر جانے لگی۔ وہ سمجھ گئیں کہ موسیٰ سے واقعی بڑی توقعیں وابستہ ہیں۔ انہوں نے دیکھا تھا اور فرعون کی بڑی سی ان کے منہ کو لگانے سے بھی ہوگئی تھی۔

وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

(طٰہٰ: ۴۰)

یعنی تم خوف کھا رہے ہو کہ یہ ہمارے کام آئے گا۔ سمجھے کہ یہی ہمارے لیے مصیبت کا سبب بنے گا۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل کی کیفیت:

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچے کو دریا میں ڈال تو آئیں مگر ماں کی مامتا کہاں چین سے بیٹھ رہی تھی۔ وہ بار بار موسیٰ کا حال جاننے کے لیے قاصد روانہ کرتی تھیں کہ بچے کو کوئی چرا لیں گیا ہے یا کوئی درندہ کھا گیا ہے۔ ہر لمحہ ان کا کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ ایسے میں ان کے دل کی کیا کیفیت ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو مضبوط کر دیا تھا۔ ورنہ ان کا دل تو اس قدر بے چین تھا کہ اگر ہم ان کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو وہ اس بات کو ظاہر کر دیتیں کہ ان کا بچہ دریا میں ڈالا گیا ہے۔ لیکن ہم نے ان کے دل کو مضبوط کر دیا تھا تاکہ وہ ہمارے وعدے پر یقین کریں۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ

(القصص: ۱۰)

اور صبح کو موسیٰ کی ماں کے دل میں قرار نہ تھا قریب تھی

لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا

کہ ظاہر کر دیتی خبر اس کی اگر ہم تسلی دیتے اس کے دل پر

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(القصص: ۱۰)

اس واسطے کہ رہے یقین کرنے والوں میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل کی کیفیت:

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچے کو دریا میں ڈال تو آئیں مگر ماں کی مامتا کہاں چین سے بیٹھ رہی تھی۔ وہ بار بار موسیٰ کا حال جاننے کے لیے قاصد روانہ کرتی تھیں کہ بچے کو کوئی چرا لیں گیا ہے یا کوئی درندہ کھا گیا ہے۔ ہر لمحہ ان کا کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ ایسے میں ان کے دل کی کیا کیفیت ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو مضبوط کر دیا تھا۔ ورنہ ان کا دل تو اس قدر بے چین تھا کہ اگر ہم ان کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو وہ اس بات کو ظاہر کر دیتیں کہ ان کا بچہ دریا میں ڈالا گیا ہے۔ لیکن ہم نے ان کے دل کو مضبوط کر دیا تھا تاکہ وہ ہمارے وعدے پر یقین کریں۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابن عباس نے کہا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ آپ کا شکر آپ میں طرح موسیٰ کی بابت عصی ان ینفعنا کہہ دیا تو اللہ نے ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلوا دیا کہ ہمیں امید ہے کہ یہ ہمارے کام آئے گا۔ یہ بھی اللہ کی طرف سے اس کے لئے بھلائی تھی وہ اس کا قبول فرمانا تھا اور اس نے ارادہ کر لیا تھا (تفسیر طبری)

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ

(القصص: ۱۰)

اور صبح کو موسیٰ کی ماں کے دل میں قرار نہ تھا قریب تھی

لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا

کہ ظاہر کر دیتی خبر اس کی اگر ہم تسلی دیتے اس کے دل پر

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(القصص: ۱۰)

اس واسطے کہ رہے یقین کرنے والوں میں

اکثر اہل تفسیر نے داخل ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ موسیٰ کی والدہ کے دل میں یہ بات نہ ہوتی۔ حسن نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس کا دل خالی ہو گیا وہ اس الہام کو بھول گئی جو اللہ نے اس کے دل میں پیدا کر دیا تھا کہ اس کو دودھ پلاؤ۔ پھر جب تجھ کو اس کے بارے میں کچھ خوف اور غم ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا۔ ہم ضرور اس کو واپس تیرے پاس پہنچا دیں گے اور اس کو پیغمبر بنائیں گے۔ تب شیطان نے اس سے آ کر کہا کیا تجھے یہ بات اچھی نہیں کہ فرعون تیرے بچہ کو قتل کر دے اور تجھے اس کا اجر و ثواب ملے اور تو خود اپنے ہاتھ سے اس کو دریا میں ڈال کر غرق کر دے۔ (اس کا کنایتاً ذکر ہے) اور فرعون اس قسم کا قتل کر دے کہ تجھے اجر ملے گا) غرض جب اس کو اطلاع ملی کہ فرعون نے نیل میں موسیٰ کو پایا تو اس مصیبت سے اس والدہ کا دل بے ہوش کر دیا۔ میں آپ ہوں شاید اس کو اس

سے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مکتوب ہے اس نے دل میں خوا مخواہ یہ تاثر لیا تھا، حالانکہ ایسا کوئی مکتوب موجود نہیں ہوتا ہے تو یہ غلط فہمی ہوئی ہوگی، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (ناشر)

اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ بہن جس نے بھائی کو دریا میں بہتے دیکھا تھا، مریم نام کی تھی، اور بعض نے کہا کہ وہ کلثمہ نام کی تھی، اور بعض نے کہا کہ وہ کلثوم نام کی تھی۔ (ابن کثیر)

مقاتل نے کہا جب ان سے صندوق دریا کا بہا دیا گیا تو اس کا ایک سرا فرعون کے محل کی طرف بہہ رہا تھا، اور دوسرا سرا میں پھنسا ہوا ہے تو اس کو دیکھ جانے کا ارادہ کیا، اور قریب تھا وہ پکڑ لیا جائے۔ (ابن بات مکمل ہو جائے)

مجھی نے کہا، ان ہونے کے بعد جب حضرت موسیٰ کو فرعون کا بیٹا کہا جانے لگا تو آپ کی والدہ نے بھی یہ بات سنی تو وہ یہ بات آتی شاق ہوئی کہ قریب تھا وہ خفا ہو کر یہ کہہ دیتی کہ موسیٰ میرا بیٹا ہے۔

بعض اہل تفسیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ والدہ موسیٰ کا دل غم و فکر سے خالی ہو گیا (اس کا کوئی غم نہ رہا) جب کہ اس نے سن لیا کہ موسیٰ کو فرعون نے بیٹا بنا لیا ہے یا بات سن کر اس کو اتنی خوشی ہوئی کہ خوشی سے مطلوب دور کر دو قریب تھا کہ ظاہر کر دیتی کہ موسیٰ میرا بیٹا ہے (میرے بیٹے کو فرعون نے بیٹا بنا لیا ہے) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی کا بیان نقل کیا ہے کہ جب موسیٰ کی بہن نے کہا کہ میں تم کو ایسے اہل گھر کی خبر بتاتی ہوں کہ موسیٰ اس کا دودھ پی لے گا اور پھر ماں کو لے کر آئی اور موسیٰ نے ماں کے پستان کو منہ میں لے لیا تو قریب تھا کہ ماں بول اٹھتی یہ تو میرا بیٹا ہے لیکن عصمت نے اس کو اندر رکھا ہوا تھا۔

یوسف بن حسین نے کہا موسیٰ کی ماں کو دودھ اپنے سگے تھے اور دودھ پیزاروں کی مخالفت کی گئی اور دودھ پلانے کی دائی تھیں لیکن اس نوکی سے کوئی فائدہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اللہ نے اس کی حفاظت نہیں کی اور اس کے دل کو مضبوط نہ کیا اور یہ بات اس وقت ہو سکتی ہے جب کہ وہ ان معجزوں میں سے ہو جائے جو اللہ کے وعدہ پر بھروسہ کرتے ہیں، فرعون کے بنائے ہوئے پر بھروسہ نہ کرتے۔ (ذکرہ علی بن)

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ
اور کہا بہن اس کی پیچھے چلی جا پھر دیکھتی رہی اس کو
عَن جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ
دور سے اور وہ نہ سمجھتے تھے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن اپنے بھائی کے حالات کی جاسوسی

یعنی جب فرعون کے محل سرا میں صندوق نکلا اور بچہ آمد ہوا تو شہر میں شہرت ہو گئی، یہ موسیٰ کی والدہ نے اپنی بیٹی کو (جو موسیٰ کی بہن تھی) حکم دیا کہ بھائی کی خبر لانے کے لئے چل جا اور تجسس کر اور پتہ لگا کہ وہ کیا کرتا ہے، تو اس بیٹی نے دیکھا کہ فرعون کی بیٹی جس نے اس کو پالا تھا اس کے بھائی کی وجہ سے اس کی بہت عزت کرتی ہے۔

کوئی پتہ نہ لگا کہ اس بچی کی ماں کون ہے۔ (ناشر جلالی)

موسیٰ کی بہن موسیٰ کی نگرانی کرتے رہی ہے۔ اس قصہ میں یہ بھی آیا ہے کہ مریم نامی لڑکی جا رہی تھی اور نظر بچا کر دیکھتی چلی جاتی تھی تاکہ لوگوں کو پتہ نہ چلے کہ وہ موسیٰ کو دیکھ رہی ہے۔ (ناشر جلالی)

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب آپ کو صندوق میں ڈال کر فرعونیوں کے خوف کی وجہ سے دریا میں بہا دیا اور بہت پریشان ہوئیں اور سوائے خدا کے اور رسول، اپنے تخت حضرت موسیٰ کے آپ کو کسی اور چیز کا خیال ہی نہیں رہا صبر و سکون جاتا رہا دل میں اگر حضرت موسیٰ کی یاد کے اور کوئی خیال ہی نہیں آتا تھا، آخر حضرت شعیا کی طرف سے ان کی دل تسلی نہ کر دی جاتی تو وہ بے صبری میں رونا پیٹنا شروع کر دیتیں، لوگوں سے کہا، بیٹی کس طرح میرا بچہ ضائع ہو گیا۔ لیکن خدا نے ان کا دل صبر دیا تھا، صبر اور تسکین دے دی اور انہیں یقین کامل کرا دیا کہ تیرا بچہ تجھے ضرور مل جائے گا والدہ موسیٰ نے اپنی بیٹی سے جو لڑکی سے بڑی تھیں فرمایا کہ بیٹی تم اس صندوق پر نظر رکھنا، ذرا کنارے کنارے چلی جاؤ دیکھو کیا (انجام) ہوتا ہے؟ مجھے خبر کرنا۔ آپ اسے دور سے دیکھتی ہوئی چلیں لیکن اس انجان پن سے کہ کوئی اور نہ سمجھ سکے کہ یہ ان کا بچا ہے دیکھتی ہوئی ساتھ ساتھ جا رہی تھیں۔ فرعون کے محل تک پہنچتے ہوئے اور وہاں سے اپنی لڑکیوں کر اٹھاتے ہوئے تو آپ کی بہن نے دیکھا اور پھر کھڑی رہ گئیں کہ شاید کچھ معلوم ہو سکے کہ اندر کیا ہو رہا ہے وہاں یہ ہوا کہ جب حضرت آسیہ نے فرعون سے اس کے خوفناک ارادے سے باز رکھا اور بچے کو ڈبیا میں سے نکالا تو شاہی محل میں جتنی دایہ تھیں سب کو بلوایا کہ یہ ایک بچہ ہے جس سے محبت پیدا ہوئے انہیں دودھ پلایا چاہئے لیکن بحکم خدا تمام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہ پیا، آخر ڈبیا لڑکیوں کے ہاتھ اور بھیجا کہ باہر کسی دایہ کو تلاش کر لاؤ جس کا دودھ یہ بچہ لے آئے۔ چونکہ رب العالمین کو یہ منظور تھا اس کو اپنی جلیل القدر والدہ کے سوا اور کسی کا دودھ پینے اور اس میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ اس بہانے حضرت موسیٰ اپنی ماں تک پہنچ جائیں۔ لڑکیاں جب آپ کو لے کر باہر نکلیں تو آپ کی بہن صاحب نے پہچان لیا لیکن ان پر ظاہر نہ کیا اور نہ انہیں خود کو پہچاننے دیا۔ آپ کی والدہ کو جب پہلے تو بہت سی دایہ تھیں لیکن ان کے بعد خدا نے انہیں صبر و سکون دے دیا تھا اور وہ حاضر اور مطمئن تھیں لیکن نے انہیں کہا کہ تم اتنی دایہ یا کیوں کہیں ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ بچہ کسی دائی کا دودھ نہیں پیتا ہم اس کے لئے کسی دایہ کی تلاش میں ہیں پس کر مشیر دیکھ بھال نے فرمایا کہ اگر تم کو ایک دائی کا پتہ دوں تو ممکن ہے یہ بچہ ان کا دودھ پی لے وہ اس کی پرورش کریں اور اس کی خیر خواہی کریں۔ یہ کہا انہیں یہ شک گزرا کہ کہیں یہ لڑکی اس بچے کی اصلیت سے واقف تو نہیں ہے اور اس نے ماں باپ سے واقف جا کر اس سے پوچھا کہ تجھے کیا معلوم؟ وہ عورت

اس کی کفالت اور تیمارداری کرے گی؟ اس نے فوراً جواب دیا ہاں ان اللہ کو ان سے محبت ہے چاہے گا کہ خلق خدا کا بھلا ہو۔ میں اس کی عزت ہوں احترام کرتا ہوں اور ان کا بھلا چاہتا ہوں۔ یہ بچہ سے محبت بھی نہ کرے گا۔ ان کی بھی میں بھی آپا جان کو بھی میں بھی آپا جان کو بھی میں بھی آپا جان کو

عورت نے سوچا کہ میں نے اپنی ماں کا پتہ بتا دیا تو لوگ اسے بھی اپنی ماں کی طرح دودھ پلانے کے لئے اپنی بیٹوں کے سوتیلی ماں کی گود میں بچوں کو گود یا ماں نے دودھ پلانے سے بھی انکار کر دیا تو بچوں کے چچا کو سوتیلی ماں کے ہاتھ کر دیا اس طرح سوتیلی ماؤں کے پاس واپس لے آنے کا حکم دیا:

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝	
بے شک لوگ	نہیں جانتے

یعنی خدا کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہوتا ہے بلکہ بچ میں بڑے بڑے بھید پڑے ہوتے ہیں اس میں بہت لوگ بے یقین ہوتے کہتے ہیں (موضح القرآن)

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا	
اور جب پہنچا اپنی زور پر اور ٹھیک ہوا	دیا ہم نے اس کو حکمت
وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝	
اور علم اور ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں	نیکی والوں کو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم و حکمت کی عطاء:

جب موسیٰ علیہ السلام جب اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو نبوت حکومت کی باتیں سمجھ میں عطا فرمائیں جو نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (موضح القرآن)

تمام مفسرین حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کے معنی کی تعریف بلغت نے تاریخ اس سے بھی یہاں مراد لیں ہے کہ جوانی نبوت آنحضرت بچپن سے بعد میں سے ہوتے ہیں اس میں تین قول ہیں بلوغ سے ہوتا ہے (۲) مطلق حلقہ سے آتا ہے (۳) تیس سال کی عمر ہوتی ہیں نبوت آنحضرت کے بعد کی تعین اس قید پہلے ذکر فرمائی ہیں تعین کو فرمایا ہے جو آپ کو دودھ پلانے اللہ نے قرار دیا تھا اور فرمایا ہے کہ ہم نے اس کو وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (موضح القرآن)

اَنْ يَّاْتِيَ بِمِثْلِ مَا اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۭ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۡ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ۝

کہ اس کو ملا جیسا موسیٰ کو ملا تھا کیا نہیں منکر ہوئے اس سے جو ملا موسیٰ کو پہلے بولے دو جادو ہیں ایک دوسرے کے مدد گار اور بولے ہم ان دونوں کے منکر ہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت و رسالت کی عطاء:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کی نبوت کو نہیں مانتے ہیں کیونکہ ان کو بھی ویسا ہی ملا ہے جیسا موسیٰ کو ملا تھا اور موسیٰ کو جو ملا تھا اس کا انکار کر چکے ہیں اس لئے ان کا انکار کرنا ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے ہم تو ان دونوں کے منکر ہیں۔ (موضح القرآن)

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰي حِيْنِ

اور داخل ہوا شہر میں وقت

غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا

بے خبر سے لوگوں

یعنی حضرت موسیٰ جوان ہو کر ایک روز شہر میں پہلے جس وقت لوگ غافل پڑے سوتے تھے شاید دوپہر کا وقت ہوگا یا پچھلی رات ہوگی۔ (موضح)

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰي حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا: اس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام حضرت بابر کہیں گئے ہوئے تھے پھر ایک روز اس شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے جب لوگوں کی غفلت کا وقت تھا۔ (معارف)

شیر اس کا نام ہے کہ یہ دونوں بھائی تھے جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت و رسالت کا اور ان کی تائید شروع کر دی تھی کہ یہ دونوں بھائی کے تعین کا ہوا کہ ان کے موسیٰ اور ہارون ہے تھے ان کو تعین کہتے تھے مِنْ شِيْعَتِهٖ اس پر دلالت ہے۔ اس آیہ قرآنی سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے جو مورخین اہل اور ان زید۔ محمد قول جب موسیٰ علیہ السلام نے اول حیا۔ اور ان میں تعین کو تھے اور فرعونیوں کی مخالفت ہوئی اور قتل کا ارادہ کیا تو فرعونیوں نے یہودی حضرت یوسف سے قبل سے بنا تو ان کو تعین کو تھے اور ان کے بعد حضرت موسیٰ میں اسرائیل شہر میں کئی پشت رہنے سے ان کی بھی کچھ آبادی شہر میں آ گئے تھے۔ قبل جب تعین کو تھے اور ان کے بعد کچھ تعین کے تو ایک شہر میں رہنے کے بعد دوسرے شہر میں چلے جاتے تھے۔ (قرطبی) (معارف ملخصاً)

فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۡ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ

پھر پائے اس میں دو مرد لڑتے ہیں یہ اس کے لوگوں

وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ

اور یہ اس کے دشمنوں میں سے تھا پس مدد مانگی اس نے جو تھا

عَلَي الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى

اس پر جو دشمنوں سے تھا تو مکا مارا اس کو موسیٰ نے تو کام تمام کر دیا

هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۚ إِنَّهُ عَدُوٌّ

فَغَفَرَ لَهُ ۚ قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ

فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قبطی کی موت

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت اور علم عطا فرمایا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ لوگوں کے درمیان انصاف کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی قوم کے لوگ بنی اسرائیل کہلاتے تھے۔ وہ مصر میں فرعون کی غلامی میں زندگی گزار رہے تھے۔ فرعون اور اس کی قوم کے لوگ ان پر بہت ظلم کرتے تھے۔ وہ ان سے سخت محنت کے کام لیتے تھے۔ ان کے بچوں کو قتل کر دیتے تھے۔ ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ ان کی عورتوں سے اپنی خدمت لیتے تھے۔ ان کے مرد بھی ان کی غلامی میں رہتے تھے۔ ان کے بچے بھی ان کی غلامی میں رہتے تھے۔ ان کی عورتیں بھی ان کی غلامی میں رہتی تھیں

جیسے حکمرانوں نے اپنے بڑے بڑے درباری علماء کے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ان کی حکومت میں جتنے بھی بچے پیدا ہوں ان کو قتل کر دیا جائے۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ بنی اسرائیل کی تعداد کو بڑھنے نہ دیا جائے۔ ایک اور جگہ پر ہے کہ ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیا جائے۔ اور ان کو ذلیل و خوار کیا جائے۔ اور ان کو ہر طرح سے ذلیل و خوار کیا جائے۔ اور ان کو ہر طرح سے ذلیل و خوار کیا جائے۔ اور ان کو ہر طرح سے ذلیل و خوار کیا جائے۔

علامہ ابن کثیر نے قتل اس قتل عام کی تاریخ اور مقام کے بارے میں بھی کچھ تحریر فرمایا ہے۔ اور اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کا ذکر کی

لے کر اس نے پہلے کبھی ایسا ہوتا نہ دیکھا تھا اور گھبرا کر نیچے کود پڑا۔ فرمایا:

فَإِذَا الَّذِي اسْتَنصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ

تو کیا دیکھتا ہے کہ کل والا شخص اسی سے مدد مانگ رہا ہے۔

اسرائیلی کی دوسری لڑائی:

اسرائیلی نے اسے دیکھ کر اپنی آفت سمجھا اور سمجھا کہ یہ مجھ پر حملہ کرنے کو ہے۔ چنانچہ:

فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَن تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ

جب اس نے ارادہ کیا کہ اس شخص پر ہاتھ ڈالے جو ان دونوں کا دشمن تھا تو وہ بولا اے موسیٰ کیا تو مجھے اسی طرح قتل کرنا چاہتا ہے جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا تھا۔

راز کا فاش ہونا:

ماننا ہوگا کہ یہ پاس خاطر پر بڑا قوی مطلوب ہوتا ہے۔ اول الذکر مطلوم تھا اور اس نے تھوڑی دیر پہلے ہی موسیٰ کو بچایا تھا۔ اب جو اس کی مدد پر پھر کمر باندھی تو اس کا دشمن سمجھا کہ یہ مجھ پر حملہ کرنے آیا ہے۔ اس لئے اس کی زبان سے مشہور ہوا۔ (موضح)

قبطی نے جب اسرائیلی کا یہ قول سنا تو اس نے موسیٰ کو مخاطب کر کے کہا کہ تو ہی کل اس شخص کو قتل کر چکا ہے۔ آج تجھ پر کیا موقوف ہے کہ تو مجھ کو بھی قتل کر ڈالے۔ اس نے قبطی کی یہ بات سن کر اور اس کا ارادہ بھانپ کر یہ سمجھا کہ میرا یہ راز فاش ہو گیا۔ اب فرعون کے درباری مجھ کو قتل کر ڈالنے کی تدبیریں کریں گے۔ اس لئے وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بھاگنے کا حال اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ

اور ایک شخص شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا۔

قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ

اس نے کہا اے موسیٰ سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھ کو قتل کر ڈالیں۔

فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ

پس تو یہاں سے نکل جا میں تیرا خیر خواہ ہوں۔

فرعون کے مشورے:

مذکورہ بالا فرعونی درباریوں کی جن مشوروں سے ہوئے تھے فرعون نے اپنی کابینہ منعقد کی ہے۔ مشاورت قوم کا اور ہر قوم کا دستور ہے۔ اس لئے فرعون نے بھی کابینہ منعقد کی۔ اس کابینہ میں اس نے کہا کہ موسیٰ کو قتل کر ڈالنا چاہیئے۔ اس کے قتل میں ہمارا یہ فائدہ ہے کہ ہم اس کے قتل سے بنی اسرائیل کو ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار کر سکیں گے۔ اس کے قتل کے بعد بنی اسرائیل کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ اس کے جواب میں ایک شخص نے جو فرعون کا خیر خواہ تھا اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی محبت ڈال دی تھی۔ فرعون کے درباریوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم موسیٰ کو قتل کرنے کا ارادہ کیوں کرتے ہو؟ کیا تم اس کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ اس نے ایک شخص کو قتل کیا ہے؟ اگر یہ بات ہے تو یاد رکھو کہ اس نے قتل خطا کیا ہے۔ اس لئے اس کو قتل کرنا تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ اگر تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو مصر سے نکال دو۔ اس کے بعد فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا کہ میں بھی تمہاری ہی رائے سے متفق ہوں۔ (بہرحال فرعون کو خود اپنی قوم کے سنجیدہ لوگوں پر اپنے قتل کا مشورہ دینے کے لئے اعتماد نہیں تھا) چنانچہ:

إِن يُرِيدُ إِلَّا أَن تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ

تجھ کو یہ شخص جابر بنانا چاہتا ہے۔ دنیا میں

وَمَا يُرِيدُ أَن تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ

اور یہ نہیں چاہتا کہ تو اصلاح کرنے والوں میں سے ہو۔

تَخْرُجُ	تو نکلتا ہے
مِنْهَا	اس سے
خَآئِفًا	ڈرتا ہوا
يَّتَرَقَّبُ	کہ خبر لیتا ہے
قَالَ	کہا
رَبِّ	اے میرے رب
نَجِّنِيْ	مجھ کو بچا
مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ	ظالم لوگوں سے
وَلَمَّا	اور جب
تَوَجَّهَ	متوجہ ہوا
تِلْقَآءَ	طرف
مَدْيَنَ	مدین کی
قَالَ	کہا
عَسٰى	امید ہے
اَنْ	کہ
يَّهْدِيَنِيْ	مجھ کو راہ بتلا دے
سَوَآءَ	سیدھی
السَّبِيْلِ	راہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین کی طرف سفر:

حضرت موسیٰ مصر سے نکل کر مدین کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ نہ جانتے تھے اللہ سے راستہ دکھانے کی درخواست کی کہ سیدھی راہ پر چلائے۔ آپ نے مدین کی سیدھی سڑک پر ڈال دیا۔ وہاں پہنچا کر انہیں ان اطمینان کے ساتھ حوالہ کیا۔ ۱۲ منزل کا راستہ تھا۔ صرف دو تین دن تک بہت دور تک کی سیدھی راہ پر چلنا تھا۔ (فوائد عثمانی)

وہاں نے کہا کہ کل اس راستہ پر چل پڑے تو مدین پر پہنچیں گے۔ مدین ایک بستی کا نام تھا جو حضرت ابراہیم کے صاحبزادے مدین کے نام پر آباد کی گئی تھی۔ موسیٰ یہاں اکیلے تھے نہ خوراک تھی نہ کھانے پینے کا سامان۔ تاہم مدین مصر سے آٹھ منزل کے فاصلہ پر تھا اور فرعون کی حکومت سے خارج تھا۔

قال لعلی ستی اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے کہا۔ موسیٰ کو اپنے رب پر پورا یقین تھا۔

مشکلات سفر:

رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ یعنی امید ہے کہ اللہ مجھے سیدھے رستہ پر ڈال دے گا جس میں کوئی زحمت نہ ہوگی۔ موسیٰ مصر سے نکلتے وقت یہ نہیں کہہ جانے (الفاظ سے معلوم نہ تھا جب موسیٰ نے یہ الفاظ کہے کہ ایک فرشتہ (بصورت گدھی) تھا جس نے چھوٹا بچھا لے کر دوڑا اور موسیٰ نے لے لیا۔

اہل تفسیر نے لکھا ہے موسیٰ جب مصر سے نکلے تو کھانے کے لئے آپ کے صرف پودینوں کے پتے اور جڑیاں ہی تھیں انہی کو کھاتے کھاتے آپ کو جانت بھی سبز ہوگئی اور مدین پہنچے ہیں تو کاٹیں گر چکے تھے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ کی قسم سے موسیٰ کی پنڈلی نظر آتی تھی۔ (تفسیر صاوی)

معارف و مسائل:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ مدین ملک شام کے قریب شہر کا نام ہے جو مدین بن ابراہیم کے نام سے موسوم ہے۔ یہ علاقہ قوم عمالقہ کی حکومت سے خارج تھا مصر سے مدین کی مسافت آٹھ منزل کی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

وَلَمَّا	اور جب
وَرَدَ	پہنچا
مَآءَ	پانی پر
مَدْيَنَ	مدین کے
وَجَدَ	پایا
عَلَيْهِ	اس پر
اُمَّةً	ایک گروہ
مِّنَ النَّاسِ	لوگوں کا
يَسْقُوْنَ	پانی پلاتے ہیں

مدین پہنچا: "مدین" مصر سے آٹھ منزل کا فاصلہ ہے۔ وہاں پہنچے تھکے ہارے بھوکا پیاسا تھا۔ مدین والوں کے جانور پانی پی رہے تھے۔

وَوَجَدَ	اور پایا
مِنْ دُوْنِهِمُ	ان کے سوا
امْرَاَتَيْنِ	دو عورتیں
تَذُوْدٰنِ	روکے کھڑی تھیں
قَالَ	کہا
مَا خَطْبُكُمَا	کیا حال ہے تمہارا
قَالَتَا	دونوں نے کہا
لَا نَسْقِيْ	ہم نہیں پلاتیں
حَتّٰى	جب تک
يُصْدِرَ	پھیر لے جائیں
الرِّعَآءُ	چرواہے

دو عورتیں: دو عورتیں بکریاں لئے کھڑی تھیں۔ انہوں نے کہا ہم بکریوں کو اس وقت تک پانی نہیں پلاتیں جب تک چرواہے اپنی بکریاں لے کر نہ چلے جائیں۔ ہم عورتیں ہیں ہمارا کام نہیں کہ ہجوم میں گھسیں۔ شاید اور دن سے پہلے ہی پانی پلا لیتے ہوں۔ (تفسیر جلالین)

وَاَبُوْنَا	اور ہمارا باپ
شَيْخٌ	بوڑھا ہے
كَبِيْرٌ	بڑا

بیسیوں کی مشکل:

یعنی ہمارا باپ جوان اور توانا ہوتا تو ہم کو آنا نہ پڑتا۔ وہ خود ان مردوں سے نبٹ لیا کرتا۔ (تفسیر جلالین)

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ

یہ ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ کا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ مدین پہنچنے کے بعد کا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں یہ واقعہ مدین پہنچنے سے پہلے کا ہے۔ یہ بات خود موسیٰ کا قصہ قاریوں کو سنانے کے سبب دریافت کرنی پڑی۔ اور وہ یہ کہ پانی موجود تھا اور پانی سے نفع اٹھانے میں بھی عورتوں کے سبب بیان کردیا گیا۔ مگر مرد عورتوں میں تمیز کرنا اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ایسے بڑے اختیاری فضائل سے باہر ہے پھر ہم اور مردوں سے اختلاط کرنے میں شرم بھی آتی ہے۔ باپ بہت بڈھا ہوگیا ہے۔ وہ خود پانی کے لئے نہیں جاسکتے۔ شیخ کبیر کا کیا مذکور ہے۔ ان باتوں نے گھر کے کام کاج کے لئے باہر نکلنا سوقت بھی ناپسند دیکھا تھا اس لئے انہوں نے اپنے والد کے مقدمہ ہونے کا مذکور بیان کیا۔ (تنبیہ)

فَسَقَىٰ لَهُمَا

پھر انہوں نے پانی پلایا ان کے جانوروں کو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بکریوں کو پانی پلوادیا:

چرواہوں کے آخری جماعت دعادت ایسے ہوتے ہیں۔ جنکے مارے بھوکے پیاسے تھے مگر غیرت آئی کہ میری موجودگی میں یہ بیکس ضعیف عورتیں محروم رہیں۔ آخر اور تجمع کو ہٹا کر یا ان کے بعد کنوئیں سے تازہ پانی نکال کر ان کبیوں کے جانوروں کو سیراب کیا۔ (تفسیر عثمانی)

فَسَقَىٰ لَهُمَا۔ پھر موسیٰ نے ان دونوں جورتوں (کی بکریوں) کو پانی پلادیا۔

حضرت ابن عباس کا بیان ہے حضرت موسیٰ لوگوں کو ہٹاتے ہوئے کنوئیں پر پہنچے اور عورتوں کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ موسیٰ نے باہر والے کنوئیں کے منہ پر ڈھکنا (یا پتھر) اٹھا کر الگ کردیا یہ کنوئیں پہلے کنوئیں کے قریب تھا اور پتھر اتنا بڑا بھاری تھا کہ ایک جماعت ہی اس کو اٹھا سکتی تھی بعض لوگوں نے تنہا ہی اول اس کو اٹھا لیا تھا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے ایک ڈول پانی کھینچا اور برکت کی دعا کی ایک ہی ڈول سے سب بکریاں سیراب ہوگئیں۔ (تفسیر عثمانی)

مذکورہ واقعہ سے حاصل شدہ چند اہم نوائد:

اس واقعہ سے چند اہم فوائد حاصل ہوئے اول یہ کہ ضعیفوں کی امداد انبیاء کی سنت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو عورتوں کو دیکھا کہ بکریوں کو پانی پلانے کے لئے لائی ہیں مگر ان کو لوگوں کے ہجوم کے سبب موقع نہیں مل رہا تو ان سے حال دریافت کیا۔ دوسرا یہ کہ انہیں عورت سے بوقت ضرورت بات کرنے میں مضائقہ نہیں جب تک کہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ تیسرا یہ کہ مرد واقعہ اس زمانے کا ہے جبکہ عورتوں پر پردہ لازم نہیں تھا جس کا سلسلہ اسلام کے بھی ابتدائی زمانہ تک جاری رہا۔ ہجرت مدینہ کے بعد عورتوں کے لئے پردہ کے احکام نازل ہوئے۔ لیکن اس وقت بھی پردہ کا جو اصل مقصد ہے وہ کسی شرافت اور حیاء کے سبب عورتوں میں موجود تھا کہ ضرورت کے باوجود مردوں کے ساتھ اختلاط گوارا نہ کیا اور تکلیف اٹھانا قبول کیا۔ پتہ چلا کہ عورتوں کا اس طرح کے کاموں کے لئے باہر نکلنا سوقت بھی پسندیدہ نہیں تھا اسی لئے انہوں نے اپنے والد کے مقدمہ ہونے کا مذکور بیان کیا۔ (تفسیر عثمانی)

ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا

پھر پھر کر آ بیٹھا سایہ کی طرف پھر بولا اے میرے رب تو جو بھیج

أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ

اتارے میری طرف اچھی شے میں اس کا محتاج ہوں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ سے دعاء:

یعنی اے اللہ کسی عمل کی اجرت مخلوق سے نہیں چاہتا۔ البتہ تیری طرف سے کوئی بھلائی پہنچے اس کا ہر وقت محتاج ہوں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "عورتوں سے پہچانا کہ کچھ اس پکڑ کا ہے ساتھ ہے۔ دور سے آیا ہوا تھا، بھوکا۔ جا کر اپنے باپ سے بیان کیا وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے (علی القول المشہور) ان کو برا لگا کہ کوئی مرد بھلے نیک بخت جو ہمیں تھا سے اور یہی بھی جاوے۔" (توضیح) (تفسیر عثمانی)

حضرت حسن البصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں موسیٰ جب ہرن کے کنوئیں پر پہنچے تو وہاں کچھ لوگوں کو اپنے جانوروں کو پانی پلاتے پایا جب لوگ فارغ ہوکر اپنے گھروں سے ہٹ گئے تو پتھر کنوئیں کے منہ پر رکھا یا چار مٹکے بھرے تھے کہ چار آدمیوں نے مل کر اس کو اٹھایا تھا۔ حضرت موسیٰ نے وہ پتھر اکیلے ہی ڈھکنا اور کنوئیں سے ڈول کھینچا اور پانی پلایا۔ پھر ایک سایہ دار جگہ پر آکر بیٹھ گئے اور دعا کی۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ موسیٰ نے جو دعا کی اس کا مطلب یہ تھا کہ اے میرے رب تو مجھے جو بھلائی بھیج دے میں اس کا محتاج ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا موسیٰ نے جب سے ایک لقمہ طلب کیا جس سے اپنی کمر سیدھی کرسکیں۔ اس سے بڑھ کر فرمایا موسیٰ اس وقت دنیا بھر سے ایک لقمے کے محتاج تھے اس لئے یہ لقمہ تعبیر فرمایا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا حضرت موسیٰ نے کہا یا رب تیرا کلام سنا اور تیرا پیغام پہنچایا۔ اب ہارون کو بھی یہ شرف عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہارون بھی تیرے ساتھ ہے۔ اس کا دل تیرے دل کے ساتھ ہے۔ تم دونوں کو اس وقت آپ پر قدرت دے کر آپ کے دشمنوں پر غالب کروں گا۔ تم دونوں کا کام ہیبت ہے۔ تم دونوں اور جو تمہارا پیرو ہو گا وہ غالب رہے گا۔

(تفسیر ابن کثیر)

قوم شعیب علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں:

طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف سے اپنی بن رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعیب نے قوم کو ڈبویا، موسیٰ نے فرعون کو غرق کیا، داؤد نے جالوت کو قتل کیا، عیسیٰ نے تمہیں بیاعت کی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت شعیب نے کہنے والے تھے کہ اپنی کتاب میں قوم شعیب نے ایک مومن ہود تھے بعض کا قول ہے شعیب علیہ السلام کا زمانہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے زمانہ سے بہت پہلے کا ہے ان کا قول قرآن میں اپنی قوم سے یہ موجود ہے۔ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنْكُم بِبَعِيدٍ ہماری قوم تم میں سے کچھ دور نہیں۔ اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ داؤدیوں کی ہلاکت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی تھی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کا زمانہ بہت لمبا زمانہ ہے۔ تقریباً چار سو سال کا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے ساتھ ہی ان کے ہمسایہ مدین کی قوم کی ہلاکت کا بھی ذکر ہے۔ مدین ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام تھا۔ اس کی اولاد کا نام مدین ہو گیا۔ یہ قوم بت پرست تھی۔ ان کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ انہوں نے ان کو بت پرستی سے منع کیا۔ ناپ تول میں کمی کرنے سے روکا۔ مگر وہ باز نہ آئے۔ آخر ان پر عذاب آیا۔ ایک سخت گرمی کا موسم تھا۔ سات دن تک ان پر گرمی مسلط رہی۔ کوئی سایہ کام نہ آتا تھا۔ آخر ایک بادل آیا۔ اس کے نیچے سب جمع ہو گئے۔ بادل نے ان پر آگ برسائی۔ سب جل کر راکھ ہو گئے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حالت:

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں کنویں کے منہ کو آیا جو میں نے کنویں پر بڑے پتھر سے بند کر دیا تھا جس چار کو دس آدمی مل کر سرکا سکتے تھے۔ آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر پھینک دیا اور ایک ہی زور کا کام تھا جس میں خدائے برتر کی مدد بھی اور ان دونوں لڑکیوں کی بکریاں آ موجود ہوئیں۔ اب آپ سیدھے پانی کے پاس ایک درخت کے سائے تلے جا بیٹھے۔ عصر کے وقت پیدل چلتے ہوئے آئے تھے پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ کھانے کو کچھ پاس نہیں تھا اور بھوک کے سبب آواز میں پست پڑ گئی تھی۔ پیٹ پیٹھ سے لگ رہا تھا اور گلے میں کانٹے باہر سے نظر آ رہا تھا۔ آج کی گفتگو سے بھی اس وقت آپ تر سے ہوئے تھے۔ علاوہ اس وقت کی بیماری کمال سے زیادہ پریشانی اور خدا تعالیٰ کے ڈر نے آپ تمام بیماروں سے اضعاف اضعاف کر دیا تھا۔

دودھ دوہت جس کے سایہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بیٹھے تھے:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دودھ کا مطلب کرنے میں مدین کی اور دوسری لڑکیوں سے اس دوشیزہ کو پہچان لیا جس کے لیے خدا نے کلام فرمایا تھا۔ آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک ببول کا درخت ہے۔ میرا جو خون بھوکا تھا اس نے کہا میں اپنا پیٹ اس سے بھر لوں اور بھوک بجھا دوں۔ لیکن آخر اس نے قابل ذائقہ

میں نے تکلیم خدا کے ملنے دعا کی۔ اور واپس ہوئے۔ واپسی وقت آپ نے اس درخت کو پھلوں سے لدا ہوا پایا۔ اس کے نیچے سبز گھاس اگی ہوئی تھی۔ آپ نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے رب العزت میرے لیے اس کا کچھ حصہ بھیج دے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی۔ آپ نے اس درخت کے نیچے جا کر دیکھا کہ ایک بکری کا بچہ بھنا ہوا رکھا ہے۔ اس کے پاس ہی ایک روٹی پکی ہوئی رکھی ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور کھانا شروع کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

ایک نبی کی واپسی:

بیہقی کہ شریف اور بڑی عورتوں کا قاعدہ ہے کہ بھیجتے ہیں کہ شرم کے مارے چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔ (تفسیر ابن کثیر)

بخاری نے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے خطاب کے فرمایا کہ ہم حضرت ہے باہر کسی نبی کو بے جھجک عورتوں میں بھی چوپائی بکریوں کے پاس جاتی ہوئی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی آئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ
بولی میرا باپ تجھ کو بلاتا ہے کہ تجھ کو بدلہ دے
أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا
اس کا کہ تو نے پانی پلا دیا ہے ہمارے جانوروں کو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت شعیب کا پیغام

حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ آپ نے اپنا سارا قصہ ان کو سنایا۔ حضرت شعیب نے تسلی دی اور فرمایا کہ اب تم فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ظالموں سے نجات دے دی ہے۔ اس وقت ان کی دو بیٹیوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جان! آپ ان کو مزدوری پر رکھ لیں، کیونکہ بہتر مزدور وہی ہے جو طاقتور بھی ہو اور امانت دار بھی۔ حضرت شعیب نے پوچھا کہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہ طاقتور اور امانت دار ہیں؟ تو بیٹی نے جواب دیا کہ ابا جان! طاقتور اس لئے ہیں کہ انہوں نے اکیلے ہی کنویں کا بھاری پتھر ہٹا دیا جس کو اٹھانے کے لئے دس آدمیوں کی ضرورت تھی، اور امانت دار اس لئے ہیں کہ جب میں ان کو بلانے کے لئے گئی تو انہوں نے میرے آگے آگے چلنے سے انکار کر دیا اور پیچھے پیچھے چلنے کو کہا تاکہ ہوا سے میرے کپڑے اڑنے سے میرا جسم ظاہر نہ ہو۔

حضرت شعیب کی صاحبزادی کی ذہانت

حضرت شعیب نے اپنی بیٹی کی ذہانت کی داد دی اور کہا کہ میں اپنی بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں، بشرطیکہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں ملازمت کرو۔ اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں دس سال پورے کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ کوئی سختی نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم مجھے نیک پاؤ گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت و امانت

مکی زندگی میں لڑکیوں کا باہر نکلنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے حضرت شعیب کی بیٹیاں اپنے والد کے بکریوں کے ریوڑ کو پانی پلانے کے لئے لے جاتی تھیں۔ (ابن کثیر)

مدین میں کنوئیں پر کام کرنے والے لوگ بہت طاقتور تھے۔ حضرت موسیٰ نے کنوئیں پر دیکھا کہ وہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس جا رہے ہیں اور کنوئیں پر ایک بڑا پتھر رکھا ہوا ہے جو دس آدمیوں سے کم نہیں اٹھا سکتے۔ موسیٰ نے اکیلے ہی اس پتھر کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ (ابن کثیر)

حضرت شعیب نے اپنی بیٹیوں سے موسیٰ کی قوت و امانت کا ذکر کیا تھا۔ بیٹیوں نے اپنے والد کو موسیٰ کی قوت و امانت سے باخبر کر دیا تھا۔ (ابن کثیر)

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ

اس نے کہا ابا جی! آپ اس کو نوکر رکھ لیں، بہتر

مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ

جس کو آپ نوکر رکھیں وہ طاقتور امانت دار ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت و امانت

مکی زندگی میں لڑکیوں کا باہر نکلنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے حضرت شعیب کی بیٹیاں اپنے والد کے بکریوں کے ریوڑ کو پانی پلانے کے لئے لے جاتی تھیں۔ (ابن کثیر)

مدین میں کنوئیں پر کام کرنے والے لوگ بہت طاقتور تھے۔ حضرت موسیٰ نے کنوئیں پر دیکھا کہ وہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس جا رہے ہیں اور کنوئیں پر ایک بڑا پتھر رکھا ہوا ہے جو دس آدمیوں سے کم نہیں اٹھا سکتے۔ موسیٰ نے اکیلے ہی اس پتھر کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ (ابن کثیر)

حضرت شعیب نے اپنی بیٹیوں سے موسیٰ کی قوت و امانت کا ذکر کیا تھا۔ بیٹیوں نے اپنے والد کو موسیٰ کی قوت و امانت سے باخبر کر دیا تھا۔ (ابن کثیر)

بکریاں چرانے کی اجرت

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے کسی نبی کو ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں بھی چند قیراط کی اجرت پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (بخاری)

بکریاں چرانے کا مسئلہ

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اس عمل پر جو فی نفسہ عبادت نہیں ہے، اجرت مقرر کر لے تو اس کا اجرت لینا جائز ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجرت کی مقدار کا معین ہونا ضروری ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجرت کی مقدار کا معین ہونا ضروری ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجرت کی مقدار کا معین ہونا ضروری ہے۔

حضرت شعیب کی تین بیٹیاں

حضرت شعیب کی تین بیٹیاں تھیں۔ ایک کا نام صفورا اور دوسری کا لیا تھا۔ شعیب نے لڑکی کو موسیٰ کے ساتھ نکاح میں دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو بڑی بیٹی نے کہا کہ ابا جان! آپ ان کو اپنی زندگی میں ہی نوکر رکھ لیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام کی تسلی دلانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی اور فرمایا کہ اب تم ظالم قوم سے بچ گئے ہو۔ اب تم فکر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے لئے حضرت شعیب کا پیغام

حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ آپ نے اپنا سارا قصہ ان کو سنایا۔ حضرت شعیب نے تسلی دی اور فرمایا کہ اب تم فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اس وقت ان کی دو بیٹیوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جان! آپ ان کو مزدوری پر رکھ لیں، کیونکہ بہتر مزدور وہی ہے جو طاقتور بھی ہو اور امانت دار بھی۔ حضرت شعیب نے پوچھا کہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہ طاقتور اور امانت دار ہیں؟ تو بیٹی نے جواب دیا کہ ابا جان! طاقتور اس لئے ہیں کہ انہوں نے اکیلے ہی کنویں کا بھاری پتھر ہٹا دیا جس کو اٹھانے کے لئے دس آدمیوں کی ضرورت تھی، اور امانت دار اس لئے ہیں کہ جب میں ان کو بلانے کے لئے گئی تو انہوں نے میرے آگے آگے چلنے سے انکار کر دیا اور پیچھے پیچھے چلنے کو کہا تاکہ ہوا سے میرے کپڑے اڑنے سے میرا جسم ظاہر نہ ہو۔

بکریاں چرانے کی اجرت

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے کسی نبی کو ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں بھی چند قیراط کی اجرت پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (بخاری)

بکریاں چرانے کا مسئلہ

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اس عمل پر جو فی نفسہ عبادت نہیں ہے، اجرت مقرر کر لے تو اس کا اجرت لینا جائز ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجرت کی مقدار کا معین ہونا ضروری ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجرت کی مقدار کا معین ہونا ضروری ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجرت کی مقدار کا معین ہونا ضروری ہے۔

حضرت شعیب کی تین بیٹیاں

حضرت شعیب کی تین بیٹیاں تھیں۔ ایک کا نام صفورا اور دوسری کا لیا تھا۔ شعیب نے لڑکی کو موسیٰ کے ساتھ نکاح میں دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو بڑی بیٹی نے کہا کہ ابا جان! آپ ان کو اپنی زندگی میں ہی نوکر رکھ لیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام کی تسلی دلانا

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی اور فرمایا کہ اب تم ظالم قوم سے بچ گئے ہو۔ اب تم فکر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ

جب موسیٰ ان کے پاس پہنچا اور سب حال بیان کیا

لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

تو انہوں نے کہا کہ ڈر نہیں اب تو ظالم لوگوں سے بچ گیا ہے۔

[illegible] ان کے لئے خوشخبری پائے [illegible] ان کی دعوت اختیار کرلے [illegible] ان کی رائے پسند کرے [illegible] ان کی تائید کرے [illegible] ان کی مدد کرے [illegible] ان کی حمایت کرے [illegible] ان کی پیروی کرے [illegible] ان کی اطاعت کرے [illegible] ان کی فرمانبرداری کرے [illegible] ان کی خدمت کرے [illegible] ان کی عزت کرے [illegible] ان کی محبت کرے [illegible] ان کی قدر کرے [illegible] ان کی تعظیم کرے [illegible] ان کی توقیر کرے [illegible] ان کی تکریم

[illegible] کا پیدا ہونا [illegible] کی [illegible] سے [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی

شعیب نے یہ سن کر فرمایا کہ اب خوف نہ کیجیے۔ اب ہم ظالم قوم کے چنگل سے نکل چکے ہیں۔ اب ہمیں فرعون کی حکومت سے کوئی واسطہ نہیں۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ میری دو لڑکیوں میں سے ایک کو میں تمہارے نکاح میں دینا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ تم آٹھ سال تک میری بکریاں چراؤ۔ اور اگر دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہوگا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ یہ معاہدہ میرے اور آپ کے درمیان طے ہو گیا۔ دونوں میں سے جو مدت بھی پوری کر دوں مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ اور اللہ ہمارے اس معاہدہ پر گواہ ہے۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ ہاں اللہ ہمارے اس معاہدہ پر گواہ ہے۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا کہ اگر میں دس سال پورے کر دوں تو کیا میرے اوپر کوئی زیادتی تو نہیں ہوگی۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ نہیں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی زیادتی ہو تو آپ مجھ پر الزام نہ دیں۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ نہیں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی زیادتی ہو تو آپ مجھ پر الزام نہ دیں۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ نہیں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی زیادتی ہو تو آپ مجھ پر الزام نہ دیں۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ نہیں۔

حضرت موسیٰ و شعیب کی گفتگو:

اس کے بعد جب موسیٰ نے مدت پوری کر لی اور حضرت شعیب سے رخصت ہونے لگے تو حضرت شعیب نے فرمایا کہ آپ نے مدت پوری کر لی ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ چاہے یہاں رہیں اور چاہے اپنے وطن واپس جائیں۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ اگر آپ یہاں رہیں تو ہمیں خوشی ہوگی۔ حضرت شعیب موسیٰ کو اپنے داماد کی حیثیت سے اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے اور اپنی لڑکی کو ان کے نکاح میں دینا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ یہاں رہیں تو ہمیں خوشی ہوگی۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے وطن واپس جانا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ میرے والد بوڑھے ہیں۔ میں نے ان کی خدمت نہیں کی ہے۔ اب میں ان کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ اگر آپ کا یہی ارادہ ہے تو آپ کو اختیار ہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی سامان نہیں ہے۔ میں خالی ہاتھ جاؤں گا۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ ہماری بکریوں میں سے جو بکری بھی آپ کو پسند ہو آپ لے لیں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اچھا۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ جو بکری بھی آپ کو پسند ہو آپ لے لیں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اچھا۔ حضرت شعیب نے فرمایا کہ جو بکری بھی آپ کو پسند ہو آپ لے لیں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اچھا۔

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ

پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے گھر والوں کو

مِن جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا

طور کی جانب سے آگ دیکھی۔ اپنے گھر والوں سے کہا

إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ

کہ میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں وہاں سے کوئی خبر

أَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ فَلَمَّا

یا آگ کا انگارہ لے آؤں۔ تاکہ تم تاپ سکو۔ پھر جب

أَتَاهَا نُودِيَ مِن شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ

وہاں پہنچے تو داہنی جانب وادی کے

فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ

مبارک خطہ میں درخت سے

یا اوپر والی آیت قرآن کریم کی دوسری جگہ پر بھی ہے۔

تکمیل مدت اور مصر واپسی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو جب مکمل مدت اختیار کرنے کا حکم دیا تھا تو آپ نے اس حکم کی تعمیل کی تھی۔ آپ نے دس سال کی مدت پوری کی تھی۔ یہ مدت پوری کرنے کے بعد آپ نے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیا اور مصر کی طرف واپس ہوئے۔ راستہ میں آپ نے دیکھا کہ طور سینا کی جانب سے آگ روشن ہے۔ آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں وہاں سے کوئی خبر لے آؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں۔ تاکہ تم تاپ سکو۔ پھر جب آپ وہاں پہنچے تو داہنی جانب وادی کے مبارک خطہ میں درخت سے آواز آئی۔

عصا کے سانپ میں تبدیل ہونے کا معجزہ:

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت موسیٰ کو مدت پوری کرنے کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ مصر واپس جانا تھا۔ راستہ میں آپ نے دیکھا کہ طور سینا کی جانب سے آگ روشن ہے۔ آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں وہاں سے کوئی خبر لے آؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں۔ تاکہ تم تاپ سکو۔ پھر جب آپ وہاں پہنچے تو داہنی جانب وادی کے مبارک خطہ میں درخت سے آواز آئی۔

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ

پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے گھر والوں کو

خَرَجَ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ

[illegible] بغیر [illegible]

تو ہاتھ سے بدون تکلیف کے اصل حالت پر روشن ہو جائے گا۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ

[illegible] اپنا ہاتھ اپنے [illegible] سے [illegible]

یعنی ڈر کا بیان [illegible] جب سانپ [illegible] ڈر کے [illegible] ہاتھ [illegible] ڈر [illegible]

خوف کا علاج [illegible] ان [illegible] کا قول [illegible] ہے [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] کے

مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادو کا انکار:

حضرت موسیٰ کی لاٹھی کا اژدہا بن جانا:

وَمَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ

فرعون کی دلیل:

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِندِهِ وَمَن تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقریر:

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور فرعون کی مخالفت:

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا

فرعون کے ہاتھوں سے تمہیں کوئی گزند نہ پہنچ سکے گا

فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا بِآيَاتِنَا أَنتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ

تم اور تمہارے پیرو ہی غالب رہیں گے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور فرعون کی ہلاکت:

ثواب پر ابھارتا ہے اور لقاب و معاقبت اور معاملت کا الطاق پر کوئی کے انجام ملتفی عذاب پر ڈراتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ
اور ... فرعون نے ... کہا ... اے ... سردارو ... میں نہیں جانتا ... تمہارے
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ
کوئی ... تم ... ہو ... سے ... سوا ... کہ ... ہے ... ہامان ... میرے ... اینٹیں ... پکوا ... کر
فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى
پھر ... میرے ... واسطے ... ایک ... محل ... تاکہ ... میں ... جھانک ... کر ... دیکھوں ... موسیٰ ... کے
وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۔
اور ... میری ... اس ... کو ... تو ... سمجھتا ... ہے

فرعون کی سماقت:

جس نے اپنے زعم باطل کو کہا کہ اے اہل دربار کے آپ پتا دو کہ اللہ تو کہتا ہے کہ میں اینٹوں کی خوب اونچی عمارت اونچے اونچے آسمان کے قریب بناؤں میں سیڑھی لگا کر خدا کو جا تک آؤں کہ جھانک لوں کہ کیسے ہے کیونکہ زمین میں تو مجھے کوئی خدا اپنے سوا نظر نہیں پڑتا۔ ہاں میں بھی خیال تو یہی کرتا ہوں کہ کوئی نہ ہوگا ہم سمجھتے ہیں کہ بات کا ذاب ہو رہے گا۔ یہ بات فرعون نے اس لئے کہی کہ اس کی قوم اور خود فرعون بھی اور محسن سے اندھا دھند اس قدر پاگل ہو گیا ہو کہ اس طرح کی بڑ پر اچھا اور معقول فخر کی بڑیں ہونے لگا۔ (تفہیم القرآن)

اور فرعون نے کہا اے سردارو میں تو اپنے سوا تمہارا کوئی اور خدا نہیں جانتا۔

فرعون نے اپنے سوا کسی دوسرے خدا کو جو اب تک کسی نے نہیں کہا تھا، اس لئے نہیں کہا تھا کہ اپنے سوا دوسرے خدا کے ہونے کا وجود نہ رکھتا تھا۔

بلکہ ان فرعون کا مدعا یہ تھا کہ فرعون نے اس کو پہلے ہی اپنے ماتحت علاقے کا حکمران بنایا تھا۔ اس لئے فرعون نے کہا کہ سب سے پہلے بنائے اینٹوں پر کو عمارت بنوا لی۔

بغوی نے لکھا ہے ہامان پہلا شخص ہے جس نے اینٹ پر عمارتیں بنوائیں اور ہزاروں کاریگر جمع کیا یہاں تک کہ مزدوروں کی تعداد تیس ہزار معلوم ہوتی ہے۔ پختہ اینٹ پکانے والے پہلے شخص کا نام فرعون نے بتایا ہے۔ (تفہیم القرآن)

جو دوسرے سے کہا کہ اگر اس کا کہنا سچا ہے تو سب سے پہلی اینٹ مجھ پر اور عمارت بنا کر میں تجھ کو اس پر چڑھ کر دیکھ لینے کا موقع دوں گا۔ (تفہیم القرآن)

پھر میں تیرے ساتھ ان کی خبر لیتا ہوں۔ دیکھ لینا کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۔
اور ... تم ... ضرور ... جان ... لو گے ... اس کی ... خبر ... بعد ... کچھ ... عرصے ... کے
وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ
اور ... اس نے ... اور ... اس کے ... لشکروں ... نے ... زمین ... میں ... ناحق ... تکبر ... کیا
وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۔ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ
اور ... انہوں ... نے ... سمجھا ... کہ ... وہ ... ہماری ... طرف ... نہیں ... لوٹائے ... جائیں ... گے ... پس ... ہم ... نے ... پکڑا ... اس ... کو ... اور ... اس ... کے ... لشکروں ... کو
فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ
پھر ... ہم ... نے ... پھینک ... دیا ... ان ... کو ... سمندر ... میں ... پس ... دیکھ ... لو ... کیسا ... ہوا ... انجام ... ظالموں ... کا

فرعون کا تکبر اور ہلاکت:

یعنی جو موت یا قتل ہونے کو سنتے ہی ان کے حلق میں کھٹکنے لگے یہ تھا ان کا کوئی ان کی گردن پکڑ کر نہیں لیتا کرتے ہاں وہ سرکشوں کا انجام ہوتا ہے۔ تو تم خود سمجھ لو کہ تم کس کو اپنا لشکر سمجھ رہے تھے۔ (تفہیم القرآن)

یہ بیان کیا ہے کہ فرعون اور اس کے لشکر کا انجام کیا ہوا۔ (تفہیم القرآن)

بالآخر ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور ان کو سمندر میں پھینک دیا۔ (تفہیم القرآن)

بڑائی فقط اللہ کی ہے:

حق یعنی اخلاقی برتری اور اعلیٰ تر ہونے کی بنا پر بڑا ہونے کے معنی تو یہ ہیں کہ ہر بلند اور برتر ہستی سے بڑا ہو اور اس سے بڑا ہونا اس کے لیے ممکن نہ ہو۔ اور ایسا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس کی بڑائی حقیقی ہے۔ اس کی بڑائی کی نسبت ہی یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ سب سے بڑا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ یہ سمجھ لے تو اس کی اپنی اصلاح کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ فرمانروا بھی میری چاہے اور بندگی بھی میری اور اپنی عظمت کا تصور بھی یہ اس لیے ہے کہ اس کے سوا کوئی بڑا ہے ہی نہیں۔ (تفہیم القرآن)

جو شخص بھی کسی کبریائی کا دعویٰ کرتا ہے اس کا انجام یہی ہوا ہے کہ اللہ نے اسے اور اس کے لشکروں کو اس طرح پکڑا کہ ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ (تفہیم القرآن)

پھر ہم نے ان کو پکڑا اور سمندر میں پھینک دیا۔ (تفہیم القرآن)

اور ہم نے ان کو پکڑا اور سمندر میں پھینک دیا۔ (تفہیم القرآن)

پھر

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ

[illegible] ہیں [illegible] دوزخ کی طرف

سزا ہی سے ہے۔

یعنی یہ لوگ ضلالت و گمراہی میں خود تو پیش پیش تھے اور اوروں کو بھی دوزخ کی طرف بلاتے تھے جس کی وجہ سے دوسروں کے گناہ بھی ان پر عائد ہوں گے۔ (کذا فی الموضح) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کی وجہ سے جو لوگ گمراہ ہوئے ان کے گناہ کا بوجھ بھی ان پر ہوگا۔ (کما فی الحدیث)

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝

اور قیامت کے دن [illegible] نہ دیئے جائیں گے

یعنی یہاں تو ظالم ظالموں کا ساتھ دیتے ہیں اور ان کی طرف سے لڑتے ہیں مگر قیامت کے دن کوئی ان کی مدد نہ کرے گا بلکہ خود ہی اپنے اپنے اعمال کی سزا بھگتیں گے۔ (موضح)

وَاُتْبِعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ

اور پیچھے لگا دی ہم نے ان کے اس دنیا میں پھٹکار

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝

اور قیامت کے دن [illegible]

یعنی آخرت میں تو ان کو ذلت اور رسوائی ہوگی ہی دنیا میں بھی اللہ کی رحمت سے دور اور لعنت کے مستحق ہوئے اور ہر زمانہ کے نیک لوگ ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (موضح) الحمد للہ کہ اس آیت سے ان لوگوں کا جواب ہو گیا جو آج کل حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر لعن طعن کرتے ہیں اور ان کو برا کہتے ہیں۔ فالعیاذ باللہ۔ یہ لوگ بھی اسی لعنت کے مستحق ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلے ہی آگاہ فرما دیا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو لوگ ان حضرات کی شان میں گستاخی کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا ہے تو وہ اللہ کی سخت ناراضگی کو دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی گستاخی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ

اور البتہ دی ہم نے موسیٰ کو کتاب پیچھے

اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى

[illegible] ہلاک کر چکے ہم

حکمت عملی کی تبدیلی

نزول تورات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے سابقہ طریقے کو خاتمہ کر دیا۔ یعنی اب اہل باطل کو ہلاک کرنے کا عمومی طریقہ شروع کر دیا گیا جس کا ذکر پچھلی رکوع کے احکام شریعت پر کاربند ہونے کی صورت میں ہوا۔

بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً

[illegible] لوگوں کو [illegible] اور رحمت

لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ

[illegible] وہ [illegible]

تورات کے مضامین

یعنی تورات جو کہ پہلی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ بڑی کتاب ہے جس سے بہت سے لوگوں نے ہدایت پائی اور اس کتاب کے ذریعہ سے ان کے دل اور آنکھیں کھل گئیں۔ تاکہ لوگ اس پر عمل کریں اور احکام الٰہی کو سمجھیں اور ان پر عمل کر کے اللہ کی رحمت حاصل کریں۔ اس نتیجہ سے کہ قرآن کریم کے بعد ہدایت میں تورات شریف ہی کا درجہ ہے اور اس لئے کہ قرآن نے بہت سے احکام اسی سے اخذ کر لئے۔ قرآن میں اس کے ضروری موضوعات کی حفاظت کر دی ہے۔ (موضح)

سابقہ کتابوں کا مطالعہ

حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی تورات پیش کی اور عرض کیا کہ یہ تورات ہے اور میں اس کو لایا ہوں۔ آپ خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو پڑھنے لگے۔ اس پر آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہاری ماں تم کو روئے۔ تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو فوراً تورات کو پھینک دیا اور آپ کے چہرہ کی طرف دیکھنے لگے کہ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری تابعداری کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ (رواہ الدارمی) اس سے معلوم ہوا کہ اب تورات کا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ اسلام کا تمام دین قرآن میں آ گیا۔ اس کے بعد پہلی تمام آسمانی کتابیں منسوخ ہو گئیں۔ البتہ ان کتابوں کا پڑھنا جائز ہے۔ احتیاط سے خاص کر ان لوگوں کے سامنے جن کو آپ مطمئن تورات و انجیل کے ساتھ نہ پڑھنے دیں کیونکہ ان کتابوں کے پڑھنے سے وہ لوگ اسلام سے متنفر ہو جائیں گے۔ ہاں جن لوگوں نے آپ سے اچھی طرح اسلام کو سمجھ لیا ہے اور ان کو اسلام پر پختگی ہو گئی ہے ان کے سامنے ان کتابوں کا پڑھنا مضائقہ نہیں۔ (موضح)

ہیں کہ ہم نے یہ واقعات آپ کو بتائے ہیں ورنہ آپ وہاں موجود نہ تھے۔ آپ کو یہ معلومات کہیں سے حاصل نہیں ہوئیں۔ اس لیے آپ کا ان کو بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ نے ہی آپ کو یہ معلومات عطا فرمائی ہیں۔ اس طرح کی معلومات کے حصول کے لیے کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ اس لیے آپ کو ان کے بارے میں کسی قسم کا شک نہیں کرنا چاہیے۔ یہ آپ کے رسول ہونے کی دلیل ہے۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا
اور نہیں تھے آپ بجانب مغربی جب ہم نے
إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ
طرف موسیٰ کو حکم

یعنی اے محمد ﷺ آپ اس جانب یعنی مغربی جانب طور پر موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو نبوت عطا فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ وہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جائیں اور ان کو ایمان کی دعوت دیں۔ اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے۔ آپ کو یہ معلومات کہیں سے حاصل نہیں ہوئیں۔ اس لیے آپ کا ان کو بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ نے ہی آپ کو یہ معلومات عطا فرمائی ہیں۔ اس طرح کی معلومات کے حصول کے لیے کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ اس لیے آپ کو ان کے بارے میں کسی قسم کا شک نہیں کرنا چاہیے۔ یہ آپ کے رسول ہونے کی دلیل ہے۔

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوا
اور نہیں تھے آپ ٹھہرنے والے میں اہل مدین کے پڑھتے
عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ
ان پر آیات ہماری اور لیکن ہم تھے بھیجنے والے

خواب غفلت سے بیداری کا انتظام

یعنی اے محمد ﷺ آپ مدین والوں میں بھی موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو نبوت عطا فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ وہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جائیں اور ان کو ایمان کی دعوت دیں۔ اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے۔ آپ کو یہ معلومات کہیں سے حاصل نہیں ہوئیں۔ اس لیے آپ کا ان کو بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ نے ہی آپ کو یہ معلومات عطا فرمائی ہیں۔ اس طرح کی معلومات کے حصول کے لیے کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ اس لیے آپ کو ان کے بارے میں کسی قسم کا شک نہیں کرنا چاہیے۔ یہ آپ کے رسول ہونے کی دلیل ہے۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِنْ
اور نہیں تھے آپ بجانب طور جب ہم نے ندا دی اور لیکن

ماضی کے واقعات کے تذکرہ کی حکمت

یعنی اے محمد ﷺ آپ طور کے جانب بھی موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو نبوت عطا فرمائی اور ان کو حکم دیا کہ وہ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جائیں اور ان کو ایمان کی دعوت دیں۔ اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے۔ آپ کو یہ معلومات کہیں سے حاصل نہیں ہوئیں۔ اس لیے آپ کا ان کو بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ نے ہی آپ کو یہ معلومات عطا فرمائی ہیں۔ اس طرح کی معلومات کے حصول کے لیے کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ اس لیے آپ کو ان کے بارے میں کسی قسم کا شک نہیں کرنا چاہیے۔ یہ آپ کے رسول ہونے کی دلیل ہے۔

رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کا سنہرا باب

طوہ و مدین کی تاریخ کا سنہرا باب

جس باب کو کل علیہ السلام نے اپنی آواز میں [illegible] رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ سے [illegible] کیا تھا، جس کا اعلان آپ نے اپنی زبان

أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ

قوم کی کٹ حجتیاں:

کفار مکہ کی یہ کٹ حجتیاں اور ہٹ دھرمیاں کچھ نئی نہیں ہیں۔ ہر زمانے کے ضدی لوگوں نے ہمیشہ ایسی ہی باتیں کی ہیں۔ جب ان کے پاس حق آیا تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم نہیں مانتے۔ ہم کو تو ویسا ہی معجزہ چاہیے جیسا موسیٰ علیہ السلام کو ملا تھا۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا موسیٰ کو ملنے والے معجزے کا انکار تم نے نہیں کیا تھا؟ کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم ایک کو نہیں مانتے دونوں کو جادو کہتے ہیں؟

وَقَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ

قرآن کے ساتھ ان کا رویہ بھی یہی ہے۔ یہ بھی ایک جادو ہے۔ ہم نہیں مانتے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ اچھا اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے بڑھ کر ہدایت دینے والی ہو۔ میں اسی کی پیروی کروں گا۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ تم صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہو۔

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

مشرکین ہدایت سے دور

جن لوگوں کو اللہ سے ڈرنے والے اور اس کی آیتوں پر ایمان لانے والے بنانے کے لیے یہ قرآن اتارا گیا ہے وہ تو اس کی طرف آتے نہیں اور جو اس کی مخالفت میں سرگرم ہیں وہ اس کی ہدایت کو کیا قبول کریں گے۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی ایسا معجزہ بھی آ جائے جس کو وہ خود مانگ رہے ہیں تو وہ اس پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ

مَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ

فَذَكِّرْ فَمَا يَتَذَكَّرُ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ

خواہش کے بندے:

کفار کے یہ رویے ان کے اپنے ہی پیدا کردہ ہیں۔ ان کی اپنی ہی خواہشوں نے ان کو یہ راستہ دکھایا ہے

نزولِ ہدایت کا تسلسل:

یعنی ہماری طرف سے ہدایت بھیجنے کا سلسلہ پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ ایک نبی کی تصدیق و تائید میں دوسرا نبی اور ایک کتاب کی تصدیق کرتی ہوئی دوسری کتاب بھیجتے رہے ہیں، اور قرآن کو بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی سمجھو۔ اس آیت کے پہلے حصے میں جو بات فرمائی گئی تھی، دوسری آیت اسی کی مزید توضیح کرتی ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ تبصرہ ہے اس رویے پر جو مکہ کے کفار نے اس وقت اختیار کیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کی آیات سن کر ان کے سامنے آئی تھیں۔ اس رویے کی جو تصویر قرآن میں کھینچی گئی ہے اس کے نمایاں خدوخال یہ ہیں:

(۱) ان کے سامنے جب قرآن پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ (۲) انکار کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انہیں اس کی صداقت میں کوئی شک تھا، بلکہ وہ اس کو صاف طور پر حق سمجھتے تھے، مگر ان کی ضد اور ہٹ دھرمی نے ان کو ماننے سے روک دیا۔ (۳) انکار کی وجہ یہ بھی نہیں تھی کہ انہیں کوئی ایسی کتاب پہلے نہیں دی گئی تھی جس کی یہ تصدیق کر رہی ہے، بلکہ وہ اس کتاب کو بھی مانتے تھے جو اس سے پہلے آئی تھی۔ (۴) انکار کی وجہ یہ بھی نہیں تھی کہ انہیں اس کتاب کی صداقت کے دلائل نہیں دیے گئے تھے، بلکہ وہ ان دلائل کو بھی جانتے تھے۔ (۵) انکار کی وجہ یہ بھی نہیں تھی کہ انہیں اس کتاب کی صداقت کے دلائل نہیں دیے گئے تھے، بلکہ وہ ان دلائل کو بھی جانتے تھے۔ (۶) انکار کی وجہ یہ بھی نہیں تھی کہ انہیں اس کتاب کی صداقت کے دلائل نہیں دیے گئے تھے، بلکہ وہ ان دلائل کو بھی جانتے تھے۔ (۷) انکار کی وجہ یہ بھی نہیں تھی کہ انہیں اس کتاب کی صداقت کے دلائل نہیں دیے گئے تھے، بلکہ وہ ان دلائل کو بھی جانتے تھے۔ (۸) انکار کی وجہ یہ بھی نہیں تھی کہ انہیں اس کتاب کی صداقت کے دلائل نہیں دیے گئے تھے، بلکہ وہ ان دلائل کو بھی جانتے تھے۔ (۹) انکار کی وجہ یہ بھی نہیں تھی کہ انہیں اس کتاب کی صداقت کے دلائل نہیں دیے گئے تھے، بلکہ وہ ان دلائل کو بھی جانتے تھے۔ (۱۰) انکار کی وجہ یہ بھی نہیں تھی کہ انہیں اس کتاب کی صداقت کے دلائل نہیں دیے گئے تھے، بلکہ وہ ان دلائل کو بھی جانتے تھے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝

جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں

وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ

اور جب یہ (قرآن) ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝

ہم تو اس سے پہلے سے

انصاف پسند اہلِ کتاب:

یعنی ان چالاک مفسدین کا حال تو یہ ہے کہ دنیا کی کتابوں کو ماننے کی تو بڑی مدعی ہے اور ان کے بالمقابل انصاف پسند اہلِ کتاب کی، کہ جو کتابیں ان کے ہاں پہلے سے موجود تھیں ان پر بھی یقین رکھتے تھے، جب قرآن پاک آیا تو اول اُسے کھلے دل سے مانا، پھر اس کے بعد جب بھی اس کی کوئی آیت ان کے سامنے پڑھی گئی تو اپنے یقین و اعتقاد کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم تو پہلے بھی اللہ کی باتوں کو مانتے تھے، اب بھی قبول کرتے ہیں۔ یہی اہلیت تھی جو ان کے مسلمان نہیں بہت پہلے سے مسلمان ہیں کیونکہ کتاب جانتے ہوئے اور ایمان قرآن میں بیان کردہ علامات کو پہچان کر ان کے مصدقِ صادق ہونے کی حیثیت سے اس پر ایمان لانے میں انہیں کوئی تردد نہیں ہوا۔ بلکہ ان کو تو شکایت ہی یہ تھی کہ ان کی اپنی کتابوں میں جو کچھ بیان ہوا تھا اس کی تفصیل اور تشریح سے یہ کورے کیوں رہ گئے تھے۔

حضرت نجاشی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے چند لوگ:

ابن ابی حاتم نے یہ روایت حضرت جابر بیان کی ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حبشہ پہنچ کر نجاشی کے دربار میں اسلام کی دعوت پیش کی تو نجاشی نے ان کو مخاطب کر کے کہا کہ ذرا مجھے وہ کلام سناؤ جو تمہارا نبی لایا ہے۔ انہوں نے سورۂ مریم کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا۔ نجاشی نے اسے سن کر کہا کہ بے شک یہ اور جو کچھ موسیٰ لایا تھا دونوں ایک ہی مشکوٰۃ سے نکلے ہوئے ہیں۔ پھر اس نے قریش کے ایلچیوں سے کہا کہ تم لوگ جاؤ، میں ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ (ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۳۷)

ابن اسحاق نے محمد بن جعفر بن زبیر سے روایت کی ہے کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم لوگ میرے ملک میں میرے پاس سب سے زیادہ امن کے ساتھ رہو۔ جو شخص تمہیں گالی دے گا اس کو تاوان دینا ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھے سونے کا ایک پہاڑ بھی مل جائے اور میرے کسی آدمی کو تکلیف پہنچے۔ (ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۳۷)

ابن اسحاق نے یزید بن زیاد سے روایت کی ہے کہ جب مہاجرین حبشہ سے واپس آئے تو نجاشی نے ان کو بہت اچھا مہمان بنایا۔ ان کے لیے کھانا تیار کیا۔ ان کی خاطر کی۔ ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا

اس کتاب کا ایمان لانے والے ہیں، اور مزید برآں ہر اول بالاستقلال وہ پارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے حکم میں ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی تصدیق پر ایمان رکھنا ضروری قرار دیتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ان کا ایمان اور جب ہوا کہ ایک بے بالذات اور بالاستقلال دوسرا پہلے اپنے دو گنا اجر پانے کے حکم میں ہیں کیونکہ ہر پیغمبر حضور کی بشارت دیتے رہے۔ اور پیشگی تصدیق کرتے چلے آئے ہیں اسی لئے ان لوگوں کو جو بعد میں ہوئے اور جنہوں نے حضور کا زمانہ پایا، دوہرا اجر ملے گا۔ باقی رہا یہ سوال کہ اس کی شرح کیا ہے اس کی تفصیل کتب حدیث میں موجود ہے۔ ہم نے اس فقرے کی تشریح اپنی کوشش کی ہے۔ فللہ الحمد والمنہ (سید ابوالاعلیٰ)

وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ: یعنی برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں۔ (طبری)

مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ: یعنی جو مال حلال ذریعہ سے ان کو ملا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ وہ ضرور خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ فرض، نفل ہر قسم کی راہ خدا میں صدقات کرتے رہتے ہیں۔ (ابن جریر)

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ

اور جب بیہودہ بات کانوں میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں، ہمارے کام ہمارے لئے ہیں اور تمہارے کام تمہارے لئے، سلام ہے تم کو ہم جاہلوں کے منہ نہیں لگتے۔

جاہلوں سے برتاؤ:

یعنی کوئی جاہل لڈو سیدھی بات نہیں سمجھتا تو اس سے الجھتے نہیں۔ کہہ دیتے ہیں کہ بس صاحب آپ اپنی باتوں کو اور ہم اپنے کو سنبھالیں۔ سلام ہے ہم جاہلوں کی لت تک بھی رکھنا نہیں چاہتے۔ ہم سے جو کچھ ہو سکے گا وہ تمہارے لئے دعا ہی کریں گے اور کیا کر سکتے ہیں۔ ہم نے اپنا راستہ آپ پا لیا ہے۔ ہم کو تم جیسے بے سمجھ لوگوں سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ان لوگوں نے کہا جنہوں نے حضور کے زمانہ میں اخلاص و عقیدت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کا درس سنا تھا اور جنہوں نے حضور کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا۔ (ابن کثیر)

اہل علم کے اوصاف:

یعنی کوئی دوست ان کے سامنے دلیل سے پیش آئے تو یہ اس کے جواب میں سوء ادب و شرافت سے کام لے کر بھلائی سے پیش آتے ہیں۔ یہ مطلب بھی

آپ سے بہت پیت کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھ کر سنایا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور نہ سے زیادہ آپ کی تصدیق کی، جب مشرک پریشان ہوکر واپس ہونے لگے تو ابوجہل وغیرہ مشرکین نے ان پر آوازے کسے، یہ لوگوں نے آج تک نہیں دیکھا ہوگا، جو ایسے علم کی تحقیق کرنے آئے تھے، ان کے خاتمہ پر ان کو ایمان پر بھیجا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین سلام علیکم واللہ یھدی من یشاء الخ۔ (الخ) ہم تم کو سلام کرتے ہیں، صاف دلوں اور تیز دل جہالت کا جواب جہالت سے دینا نہیں چاہتے، ہم تو ہم ہیں سے جو جس حال پر ہے اس کا اور کی بھلائی بھی ہم نے اپنے نفس کو بھلا چاہنے میں تجربہ کاتی نہیں کی لائق ہے تحقیق پات ازاں بگویں۔ واللہ علم۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "ہمیں جاہل سے توقع نہ ہو کہ سمجھانے سے سمجھے گا آپ سے سمجھاوا ہی بہتر ہے۔ (موضح از تیسیر علوی)

اور ہم جیسا اس سے مراد سلام متارکت و دعا نہیں بلکہ سلام ترک مراد ہے مطلب ان کی گالیوں کا نہیں دیں گے، براکہیں گے، تم کو جواب نہیں دیں گے۔ (لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ) یعنی ہم جاہلوں کا دین نہیں چاہتے، تمہارے دین کو پسند نہیں کرتے، بعض نے نزول یہ مطلب ہے کہ ہم جاہلوں سے نہ الجھنا نہیں چاہتے۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم جاہلوں میں سے ہونا نہیں چاہتے یعنی تم ہمارے کو گالیاں دیتے ہو، کہتے ہو اگر تم جواب میں ہمیں بھی گالیاں دیں گے تو تمہاری طرح جاہل ہو جائیں گے اور ہم ایسا ہونا نہیں چاہتے ہم جاہلوں میں سے ہونا چاہتے ہے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

جلوی نے لکھا ہے یہ حکم اس وقت تھا جب جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ میں کہتا ہوں جلوی کا یہ قول واقعہ نزول کے سابق نہیں ہے کیونکہ مکی آیت کا نزول یا حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کے حق میں ہوا یہ حضرات تو ہجرت کے بعد اسلام لائے تھے یا ان مسلمانوں کی بابت ہوا جو حبشہ سے حضرت ابی طالب کے ساتھ مکہ ہی کی طرف لوٹ آئے تھے، ان کا بھی ہجرت ثانیہ میں ہوا جو خیبر کے وقت ہوئی تھی یا جو لوگ دوانوں اور آٹھ آدمیوں کے متعلق نازل ہوا۔ یہ واقعہ بھی ہجرت کے بعد کا ہے اور اس وقت کا جب جہاد کا حکم ہو چکا تھا۔ (تفسیر مظہری)

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ

إِنَّكَ — بے شک تو — لَا تَهْدِي — نہیں ہدایت کرتا — مَنْ أَحْبَبْتَ — جس کو تو چاہے — وَلَٰكِنَّ

اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

اللَّهَ — اللہ — يَهْدِي — ہدایت کرتا ہے — مَنْ يَشَاءُ — جس کو وہ چاہے

جناب ابوطالب:

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) کے حق میں بہت سعی کی، مرتے وقت کلمہ پڑھ لیں، سے تو ان نے نہ پڑھا، اس پر یہ آیت اتری، اس سے معلوم ہوا کہ جس سے تم کو محبت ہو یا اپنا بڑا ہو جانتا ہو کہ فلاں راہ جائے تو بہتر ہے، ہر شخص کو اپنا حضرت ہو کر رہے۔ آپ کا کام صرف رستہ بتا دینا ہے آگے یہ کہ کون رستہ پر چلے تو حضرت قصور (تک پہنچنے) نہیں پہنچتا، یہ آپ کے بعضا اختیار سے خارج ہے۔ اور جو اختیار سے ہے جیسے چاہے قبول کرے اور وصول الی المطلوب کی توفیق بخشے (تسہیل) بعض حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ہدایت کے معنی میں دو جزو ہیں۔ ایک سے زیادہ اس صفت میں قوم مراد ابوطالب کے ایمان کو خدا کی طرف سے موصوف ہونا بتایا تو یہ غلط ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس قسم کی غیر ضروری بات پر نظر سیاست نہیں آپ کا لسان کیا ہے۔ (ایضاً)

مسلم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا آپ لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے تاکہ آپ کے لئے شہادت دے سکوں تو ابوطالب نے کہا اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ قریش کی عورتیں عار دلائیں گی اور کہیں گی (موت کے) خوف سے ابوطالب نے کلمہ پڑھ لیا تو میں بالکل خوش ہو کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کر دیتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری)

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور خیثمی نے ابوسعید بن رافع کی روایت سے بیان کیا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ یہ آیت إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ ابوطالب اور عبدالمطلب کے متعلق نازل ہوئی (تفسیر مظہری) طبرانی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی نے سعید بن مسیب کے حوالہ سے ان کے باپ کی روایت نقل کی ہے سعید کے باپ نے کہا ابوطالب کے وقت کی حالت دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے وہاں عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ اور ابوجہل موجود تھے حضور نے فرمایا چچا جان لا الہ الا اللہ ایک بات کہہ دیجئے تاکہ اللہ کے سامنے اس کلمہ کو آپ کے حق میں پیش کر سکوں، ابوجہل اور عبداللہ نے کہا کیا آپ عبدالمطلب کے دین سے روگردان ہو جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر پیش کرتے رہے اور بار بار یہی کہتے رہے بالآخر ابوطالب نے جو آخری کلمہ زبان سے ادا کیا وہ یہ تھا علی ملۃ عبدالمطلب۔ عبدالمطلب کے مذہب پر۔ اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک مجھے ممانعت نہ ہوگی میں

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۵۶﴾

اور وہ (خدا) ہدایت پانے والوں کو بہتر جانتا ہے

ان آیات کے ذیل میں مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیات ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا: چچا جان! آپ لا الہ الا اللہ کہہ دیں تاکہ میں اس کلمہ کی وجہ سے قیامت کے دن آپ کا دفاع کر سکوں۔ ابوطالب نے کہا: اگر مجھے قریش کی سرزنش کا خوف نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کی خواہش پوری کر دیتا۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (مجمع البیان، ذیل آیہ)

وَقَالُوا إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ۚ

اور کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی سرزمین سے اچک لئے جائیں

مشرکین کا عذر:

یہ آیت ہدایت کے راستے میں رکاوٹ بننے والی ان تمام چیزوں کی مذمت کرتی ہے جو انسان کو حق قبول کرنے سے روکتی ہیں۔ اگر انسان ان رکاوٹوں کو ختم کر دے تو ہدایت کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں لیکن اگر ہم آپ کا ساتھ دیں تو ہمیں خطرہ ہے کہ ہمارے دشمن ہم پر حملہ کر دیں گے۔ ہم تو اپنے گھر بار سے محروم ہو جائیں گے۔ ہمارے پاس تو کوئی طاقت نہیں ہے جو ہمارا دفاع کر سکے۔ ہم تو ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ (مجمع البیان، ذیل آیہ)

اس آیت سے ہدایت کی مخالفت میں ہونے کا ایک اور عذر سامنے آتا ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر ہم آپ کی پیروی کریں تو ہمیں خطرہ ہے کہ ہم اپنی سرزمین سے محروم ہو جائیں گے۔ (تفسیر نمونہ)

أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾

کیا ہم نے ان کو امن والی جگہ (حرم) میں جگہ نہیں دی جس کی طرف ہر قسم کے میوے کھنچے چلے آتے ہیں (اور) ہماری طرف سے روزی (مقرر) ہے؟ لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے

خدا کا جواب:

آنحضرت خدا سے عرض کرتے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی راستہ نکال دے تاکہ ہم ایمان لے آئیں تو خدا فرماتا ہے کہ ہم نے تو ان کے لئے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا ہے اور ہر قسم کے پھل وہاں پہنچتے ہیں۔ ہم نے ان کے لئے ایسی جگہ کا انتظام کیا ہے جہاں ان کی جان و مال محفوظ ہے اور ہم نے ہی ان کے لئے روزی کا انتظام کیا ہے۔ ہم نے ان کے لئے ہر طرح کا انتظام کیا ہے لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی۔ (تفسیر نمونہ)

حرم امن دور جاہلیت میں بھی امن کی جگہ تھی:

دور جاہلیت میں عرب یہ بات جانتے تھے کہ حرم امن کی جگہ ہے اور وہاں کسی پر حملہ نہیں کیا جاتا۔ اس لئے وہ لوگ حرم میں پناہ لیتے تھے۔ ان کے علاقے میں ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کا بازار گرم رہتا تھا لیکن حرم میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے وہ لوگ حرم میں پناہ لیتے تھے۔ اسی طرح ہر قسم کے پھل حرم میں پہنچتے تھے۔ اس لئے وہ لوگ حرم میں پناہ لیتے تھے۔ اسی طرح ہر قسم کے پھل حرم میں پہنچتے تھے۔ اس لئے وہ لوگ حرم میں پناہ لیتے تھے۔

(اس آیت سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کسی کو ہدایت کی طرف دعوت دینا ہو تو پہلے اس کی ضروریات کو پورا کرنا چاہیے۔ اگر کسی کو ہدایت کی طرف دعوت دینا ہو تو پہلے اس کی ضروریات کو پورا کرنا چاہیے۔)

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿۵۸﴾

اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی روزی پر اترا رہی تھیں۔ سو یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد بہت کم آباد ہوئے۔ آخر ہم ہی وارث ہوئے

ظلم کی سزا:

اس آیت میں ان لوگوں کو جو اپنی روزی پر اترا رہے تھے، ان کی ہلاکت کی خبر دی گئی ہے۔ ان کے گھر ان کے بعد بہت کم آباد ہوئے۔ آخر ہم ہی وارث ہوئے۔ (تفسیر نمونہ)

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿۵۹﴾

اور تمہارا پروردگار بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں جب تک ان کی اصل (بستی) میں پیغمبر نہ بھیج دے جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب وہاں کے رہنے والے ظالم ہوں

ظلم کی سزا:

اس آیت میں ان لوگوں کو جو اپنی روزی پر اترا رہے تھے، ان کی ہلاکت کی خبر دی گئی ہے۔ ان کے گھر ان کے بعد بہت کم آباد ہوئے۔ آخر ہم ہی وارث ہوئے۔ (تفسیر نمونہ)

وَمَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا ۚ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۶۰﴾

اور تم کو جو کچھ دیا گیا ہے سو دنیا کی زندگی کا اسباب اور اس کی زینت ہے اور جو (ثواب) خدا کے ہاں ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟

دنیا کی زندگی کا سامان:

اس آیت میں دنیا کی زندگی کے سامان کو ناپائیدار اور آخرت کے ثواب کو بہتر اور باقی رہنے والا بتایا گیا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

أَفَمَن وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَن مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿۶۱﴾

بھلا جس شخص سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو جو اس کو ملنے والا ہے وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کا اسباب دیا ہو پھر وہ قیامت کے دن (عذاب میں) پکڑ کر حاضر کیا جانے والا ہو

مومن اور کافر کا انجام:

اس آیت میں مومن اور کافر کے انجام کا موازنہ کیا گیا ہے۔ مومن کا انجام بہتر اور کافر کا انجام بدتر ہے۔ (تفسیر نمونہ)

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۶۲﴾

اور جس دن خدا ان کو بلائے گا اور فرمائے گا کہ میرے شریک جن کو تم خیال کرتے تھے کہاں ہیں؟

شرکاء کا انکار:

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو خدا کے شریک بناتے تھے۔ قیامت کے دن خدا ان سے پوچھے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ (تفسیر نمونہ)

قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿۶۳﴾

جن لوگوں پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو چکا ہوگا وہ کہیں گے کہ اے پروردگار ہم نے ان لوگوں کو گمراہ کیا تھا جیسے ہم گمراہ ہوئے تھے ہم تیرے سامنے ان سے بیزار ہوتے ہیں۔ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے

شرکاء کا جواب:

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو خدا کے شریک بناتے تھے۔ قیامت کے دن خدا ان سے پوچھے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ (تفسیر نمونہ)

وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿۶۴﴾

اور کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ۔ تو وہ ان کو بلائیں گے مگر وہ ان کو جواب نہ دیں گے اور عذاب کو دیکھ لیں گے۔ کاش یہ ہدایت پر ہوتے

شرکاء کا جواب:

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو خدا کے شریک بناتے تھے۔ قیامت کے دن خدا ان سے پوچھے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ (تفسیر نمونہ)

وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ

فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا

قانونِ قدرت

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ

وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ

وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ

اللہ کے عذاب سے ڈرو

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ

اور جس دن ان کو پکارے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک

الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٧٤﴾

جن کو تم دعوی کرتے تھے

خدائی کے جھوٹے حصہ دار

یعنی وہ خدائی کے حصہ دار کہاں ہیں جن کو تم دعویٰ سے پوجتے تھے (موضح)

یعنی کہاں ہیں وہ جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے تھے مراد وہ بت ہیں جن کو مشرک پوجتے

قُولُهُ تَعَالَى فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ ۔ الخ

وہ نبیاتے ہے ۔ ۔ ۔

ان کے ۷۰ آدمیوں نے الٰہی صورت بھیجنے کی درخواست اختیار کر لی تھی اور انہیں واجب تھا کہ ان کو ہلاک کر دیا جاتا۔ کیا گیا ہے۔ (منہ)

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ

بولے جن پر ثابت ہو چکی بات اے رب ہمارے یہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَآ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ

جن کو ہم نے بہکایا بہکایا جیسا ہم آپ بہکے ہم سرکار ہوئے

اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ۝

تیرے آگے وہ ہم کو نہ پوجتے تھے

جھوٹے معبودوں کا عذر لنگ:

یعنی جن شیاطین سے خدا کو بھلا کر بہکانے والے شرکاء سمجھ جائیں گے کہ کوئی اور وقت ہمیں بھی ہی ذلت دیکھنا نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے سبقت کر کے جواب دیں گے کہ خدایا! بیشک ہم نے ان کو بہکایا مگر یہ بہکانا ایسا تھا جیسے ہم خود بہکے تھے۔ ہمارے بہکانے سے وقت کھوئی تھی۔ ہی کی تکمیل بہکانے سے کی۔ کیونکہ بہکانا بھی بھٹکنے کی اچھی حس ہے۔ اس میں جرم اغواء تو ہمیں معترف ہے لیکن ان مشرکین پر آئی ذمہ داری ہو سکتا تھا کہ زبردستی پکی بات خدا کے یہ حقیقت ان کی ہوا پرستی تھی جو ہمارے بہکانے میں آ گئے۔ اس اعتبار سے یہ ہم کو نہیں پوجتے تھے بلکہ اپنے اہواء و اھتزاز کی پیشکش کرتے تھے۔ آسمان کی مہمات سے آج آپ کے سامنے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ کذا قال بعض المفسرین۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ شیطان ہوں گے۔ بہکانا تو یہ انہوں نے ہم سے کہ نہیں بلکہ اسی سے کہا کہ ہم کو پوجتے تھے۔ (منہ) اللہ تعالیٰ اعلم۔ (تنبیہ) حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ سے مراد ہے لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ (منہ جمل)

یعنی جس طرح ہم بہک گئے تھے کہ اپنے اختیار سے گمراہی میں پڑ گئے تھے کسی نے ہم پر جبر نہیں کیا تھا اسی طرح یہ لوگ خود اپنے اختیار سے بہکے تھے ہم نے ان پر زبردستی نہیں کی تھی ہم کو بیزار کر کے یہ اختیار نہیں تھا ہم نے تو ان کو وہی راستہ دکھایا تھا جو یہ خود کے چلنا چاہتے تھے۔ یا یہ کہ ہم جن کے ہاتھ اور پاؤں ہوں گے اور یہ گمراہی کی طرف دعوت دے۔ ہاتھ نہیں اللہ نے ہمیں بھی دیئے تھے ہم نے بھی ان کو گمراہی نہیں کروائی تھیں ہر طرح کی دلیلیں فاکہ کر دی تھیں جس کی مرضی ہوئی میں ان کو ہمارے بہکانے میں نہ آنا چاہئے۔ یہ آیت منکرین کے دعا سے اگلی ہی ہے جیسا کہ اوپر کی آیت میں فرمایا ہے وَقَالُوْا الْمَبْطُوْنَ لَنَا قَبْلَنَا الخ۔

تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ یعنی آج ہم تیری بارگاہ میں تبرا سے ہاتھ ان سے اور جس کفر کو انہوں نے اپنے نفس کی شیطان و بھکاوے سے اختیار کیا تھا منسوب ہے

بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ یعنی یہ دنیا میں پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی نفسانی خواہشات کے پجاری تھے۔ (منہ مضمون)

اللہ تعالیٰ خود ان شیاطین کی زبانوں سے بلوا دیں گے کہ ہم نے بہکایا ضرور مگر مجبور تو ہم نے نہیں کیا۔ اس لئے مجرم ہم بھی ہیں مگر تم سے بری یہ بھی نہیں کیونکہ جس طرح ہم نے ان کو بہکایا تھا اس کے بالمقابل تمہیں فہم اسلام دوران کے نائبوں نے ان کو ہدایت بھی تو کی تھی اور دلائل کے ساتھ ان پر حق واضح کیا تھا۔ انہوں نے اپنے تعنتہ سے انبیاء کی بات نہ مانی۔ ہر دی مان لی تو یہ کیسے بری ہو سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے سامنے حق کا روشن واضح ہو جائے دلیلوں اور براہین کی طرف دعوت دینے والوں کے بہکائے گمراہ کرنے والوں کی بات مان کر گمراہی میں پڑ جانے تو یہ کوئی عذر معتبر نہیں۔ (موضح ملخصاً)

وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ

اور کہیں گے پکارو اپنے شریکوں کو پکارا ان کو

فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ

تو نہ جواب دیں گے ان کو

مصنوعی معبود بے سے عاجز ہوں گے:

یعنی کہا جائے گا کہ اب مدد کو بلاؤ اگر وہ کر سکتے خود اپنی مصیبت میں کرتی ہوں گے۔ کذا قال المفسرون۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ شیاطین جب انکوں کا نام لیں گے تو مشرکین سے کہا جائے گا کہ ان بیچوں کو پکارو وہ کیا جواب دیں گے۔ کیونکہ وہ ان شرکاء کی حرکات سے راضی نہ تھے بلکہ خبر رکھتے تھے۔

وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ۝

اور دیکھیں گے عذاب کسی طرح وہ راہ پائے ہوتے تو

گمراہوں کی حسرت:

یعنی اس وقت عذاب کو دیکھ کر یہ آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں سیدھی راہ چلتے تو یہ مصیبت کیوں بھگتنی پڑتی۔ (تنبیہ ملخص)

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اور جس دن ان کو بلائے گا تو کہے گا کیا جواب پائے تم نے پیغمبروں کے بلانے کا

فَعَبَدُوْهُ اِنَّ هٰذَا لَهُدًى لَّهُمْ لَاَنْتَ رَبُّنَا وَاَنْتَ

[illegible]

رسالت کا سوال:

پہلے سوال میں تو یہ تھا کہ اللہ نے رسول کیوں بھیجے۔ یہ سوال رسالت کی نسبت ہوا۔ یعنی اپنی عقل سے تم نے اگر سمجھ کر خود ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ جو کچھ ان نے تمہیں بتایا ہے کچھ بھی نہیں، تو ان سے پوچھ لینا تھا کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے اپنی بات کی۔ اس بات کا کیا جواب دے سکتے تھے کہ ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، ہم تو بس ایسے ہی کہتے ہیں۔ (ترجمہ شیخ)

بیضاوی نے لکھا ہے کہ ان سوالوں کا وہ سے جب تسلی بخش جواب مل گیا تو کہنے لگے کہ ہم نے جان لیا کہ آپ کو اللہ نے ہمارے لئے بھیجا ہے اور ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔ (اگر ایسی بات ہے تو جانا چاہئے تھا کہ ہم ہی ہے کہ ہم نے ان کو شرف کا علم کیوں نہ دیا۔ یہ تو اللہ کا کام تھا۔ لوگ کیسی بھی ہوں گے۔ وہ کیا کہہ سکتے تھے۔ فقط ان سے تو یہ سوال ہوا تھا کہ ہمارے پاس کیا دلیل ہے اپنی بات کی۔ اس کا جواب نہ دے سکے اور خوف کی وجہ سے پیچھا چھڑا گئے۔ یہ ہے ان کی اپنی خیال سے نہیں ہو سکتیں کہ جس سے سوال کیا جائے گا وہی سوال کی طرح (اجواب ادھار پر چھوڑ کیا حاصل۔ (ناشر طاہری)

بقول مولانا تورانی ؎

ہر دو جہاں جاناں پہ امن و عیش چوں بردہ
دیں فریبی کی بادہ کی ہر شبہ کہ کمل ہو

(ابو الاعلیٰ مودودی)

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى

جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے امید ہے

اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۝

کہ وہ فلاح پانے والوں میں

آخرت کی کامیابی ایمان و عمل صالح ہے:

یہاں یہ بات بھی بتا دی کہ اپنی صفائی پیش کرنے سے اب بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آخرت کی کامیابی ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ اب بھی کوئی شخص توبہ کرے، ایمان لائے اور عمل صالح اختیار کرے تو اس کی بھی امید ہے کہ اللہ اس کو بھی فلاح عطا فرمائے گا۔ (ترجمہ) یعنی ان یکون من المفلحین امید ہے کہ فلاح پانے والوں میں ہو۔ یہ لفظ بتا رہا ہے کہ اس کو فلاح کی امید رکھنا چاہئے۔ گو کام پوری کا دیا نہیں کر سکا ہے مگر اس کو توبہ کرنے پر بھی اس کو فلاح کی امید رکھنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔ بخشنے والا ہے۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ

اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

نہیں ہے ان کو اختیار کرنا کسی چیز کا

تخلیق و انتخاب کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے:

یعنی چیز کا پیدا کرنا بھی اللہ ہی کی مشیت و اختیار سے ہے اور کسی چیز کو پسند کرنے یا چھانٹ کر منتخب کر لینے کا حق بھی اللہ ہی کو حاصل ہے۔ جو اس کی مخلوق ہے اس کو یہ حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کے لئے کسی خاص منصب کو تجویز کر دے۔ جس کی طرف چاہے پیغمبر بھیج دے۔ جس کو چاہے ولی بنا دے۔ جس کو چاہے ولایت و ہدایت یا علم و کمال عطا فرما دے۔ وہ مخلوقات ہے وہ خالق کے لئے اس نوع کا اختیار کیسے ثابت کر سکتی ہے جو خود اپنی ہستی سے اپنی مشیت سے وجود میں آنے والا ہے وہ خود بنانے والے کے لئے کیا تجویز کر سکتا ہے۔ اس نے کائنات کو جس طرح بنانا چاہا بنا دیا۔ اس کو کسی سے کوئی مشورہ حاصل نہیں کرنا پڑا۔ اس نے جس کو چاہا رسول بنا دیا۔ اس کے اس اختیار کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ (ابن کثیر)

بعض نے لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے بندوں میں سے کسی کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کسی کو نبی یا ولی بنا دے۔ (ابن کثیر) علامہ آلوسی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (روح المعانی)

مخلوق کا ذات میں مختار ہونا تو کیا صفات میں بھی اختیار کو دخل نہیں۔ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی مخلوق کا ذات میں مختار ہونا تو کیا صفات میں بھی اختیار کو دخل نہیں۔ (روح المعانی) علامہ زمخشری نے بھی یہی لکھا ہے۔ (کشاف) بعض علماء نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ مخلوق میں علم کا اختیار بھی نہیں ہے۔

فضیلت کا معیار صحیح اختیار خداوندی ہے

علامہ ابن قیم نے اس آیت سے ایک عجیب مضمون نکالا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک چیز کو دوسری چیز پر یا ایک چیز کو دوسری چیز پر فضیلت دی جاتی ہے یا ان چیزوں کے کسب عمل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جیسے وہ جنت اللہ خالق کائنات کے انتخاب اختیار کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس آیت سے ان تمام اقوال کی غلطی ظاہر ہو جاتی ہے جن میں اللہ کے سوا دوسروں پر فضیلت دے دی حالانکہ وہ سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ ان کا اپنے خالق کے سوا دوسروں پر فضیلت دینا اللہ کے اختیار کے خلاف ہے۔ اللہ کے سوا دوسروں کو اختیار

قولِ فصل ثابت کرنے کا اختیار ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں معاشی اور انتظامی معاملات دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ جن میں ہر ایک شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جو قول چاہے اختیار کرے اور جس کو چاہے اپنا پیشوا بنا لے۔ دوسرے وہ معاملات جن میں ایک شخص کو اختیار نہیں ہوتا بلکہ اس کو ایک ایسے شخص کی اطاعت کرنی پڑتی ہے جو اس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔ پہلی قسم کے معاملات میں ہر شخص کو اپنی رائے کے مطابق عمل کرنے کا حق حاصل ہے اور کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ دوسری قسم کے معاملات میں ہر شخص کو اپنی رائے کے مطابق عمل کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کو اس شخص کی اطاعت کرنی پڑتی ہے جو اس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک نکتہ ہے کہ ہر شخص اپنا حال خود جانتا ہے اس لئے اس کو اختیار ہے کہ وہ اپنے لئے جو قول چاہے اختیار کرے اور جس کو چاہے اپنا پیشوا بنا لے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے اس لئے اس کے بارے میں کسی کو اپنی رائے سے کچھ کہنے کا حق نہیں ہے۔ اس کے بارے میں جو کچھ کہنا ہے وہ اس کی طرف سے بتانا ہے۔ آگے آتا ہے کہ رات دن میں اس قدر تغیّر اور بدلیاں تم کو دکھائی دیتی ہیں کیا ان کے فعل اور انتظام سے ہیں یا کسی اور کا فعل اور انتظام بھی اس کا شریک ہے۔ (تنبیہ از مترجم)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ (اور اللہ خوب جانتا ہے) ہر چیز میں۔ فائدہ: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جس طاعت کے لئے اس کا حکم، مغفرت اور گناہگاروں کے لئے فیصلہ یا رشد، فائدہ ہے۔

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) مرنے کے بعد زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ	
تو کہہ دیکھو اگر کر دے اللہ تم پر	تم ہو
الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	
ہمیشہ کو قیامت کے دن تک	

دن کی روشنی کی نعمت:

مثلاً سورج طلوع ہونے سے پہلے اس سے روشنی سب ترلے تو ہے کوئی دیکھ سکے۔ نہ اپنی، نہ کسی اور کی چیز۔ فرماتے ہیں۔

مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ	
کون ہے اللہ کے سوا جو لے کر آئے تم کو روشنی	
اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝	
پھر کیا تم سنتے نہیں	

یہ بات کہ روشن اور صاف ہے کہ سننے ہی کی کچھ ضرورت نہیں رہتی۔ تو کیا تم سنتے بھی نہیں۔ (تنبیہ از مترجم)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ	
تو کہہ دیکھو اگر کر دے اللہ تم پر دن	
سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ	
ہمیشہ کو قیامت کے دن تک کون ہے معبود اللہ کے سوا	
يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ	
کہ لاوے تم کو رات جس میں آرام پاؤ، پھر تم نہیں دیکھتے	

رات کی نعمت:

یعنی اگر آپ کے مخالف نہ سنتے ہیں، یا بعض تمہارے سروں پر کھڑے ہو کر تمہارا تمسخر اڑاتے ہیں، مگر دن اور رات کے آنے سے حاصل ہوتے ہیں ان کا سامان کون سی طاقت کر سکتی ہے۔ یہ بھلی بڑی حقیقت بھی تو کوئی نہیں آتی۔

(تنبیہ) اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ یہ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الخ کے مناسب ہے کیونکہ آنکھ سے دیکھنا عادۃً رات کی سیاہ پر موقوف ہے جو دن میں پھیل طرح ہوتی ہے۔ رات کی تاریکی میں پوشیدہ رہنے کی صورت نہیں، وہاں سننا ممکن ہے۔ الخ۔ یہ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ کیساتھ فرمایا تھا۔ واللہ اعلم۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ
اور اپنی مہربانی سے اس نے تمہارے لئے رات اور دن
لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ
کہ اس میں چین کرو اور (دن میں) اس کی روزی (تلاش کرو) اور اس کا فضل
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝
اور تاکہ تم شکر کرو

یعنی رات دن کا الٹ پھیر کرتا رہتا ہے تاکہ رات کی تاریکی اور خنکی میں سکون و راحت بھی حاصل کرو اور دن کے اجالے میں کاروبار بھی جاری رکھ سکو۔ اور روز و شب کے مختلف النوع انعامات پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ
اور جس دن ان کو پکارے گا کہ (تم نے) میرے شریک جن
كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا
(بنا رکھے تھے) بتاؤ کہاں ہیں۔ اور ہر امت میں سے ایک (نہ ایک) گواہ نکال

اعمال کے گواہ:

اجمالی طلاع دیا (پیغمبر یا اُن کے نائب یا نیک بخت تھے۔ (موضح) وہ کہیں گے کہ لوگوں نے شرائع خاصہ اور اوامر کاملہ انبیاء کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ (منہ)

اور یہ دکھوائیں ان کو جب کہ اللہ ان (کافروں) کو بلائے گا اور فرمائے گا (آج) کہاں ہیں وہ میرے (فرضی گھڑے ہوئے) شریک جن کو تم (دنیا میں) پوجتے تھے اور جھٹلا دیں گے ان کو ہمارے (اللہ) خیال کرتے تھے۔

یہ فرمانے بعد دوسری زجر ہے یہ تنبیہ ہے اس امر پر کہ اللہ کے غضب کا موجب سب سے بڑا امر کفر ہے پہلے زجر تھی اس بات پر کہ وہ اپنے سرداروں کے تحمل قدیم پر پھولے اور مرداروں کا اجماع کر کے انہوں نے شکی عبادت کو ترک کر دیا تھا اور یہ دوسری زجر ہے اس بات پر کہ ان کا عقیدہ ہی بگڑا ہوا ہے وہ بتوں کو اپنا سفارشی سمجھتے ہیں۔

نوٹ: ہم نکال کر دیں گے۔ ہر امت میں سے پیغمبر جو ان کے خلاف شہادت دیں گے۔ بڑھا دیکھو (فی الجملہ) اس بات کی تحقیق کہ کس غریب پر وہ چلتے تھے وہ گم ہو گئے ان سے۔ (موضح) یہ آیت حق تعالیٰ کی اس حجت میں کوئی شریک نہیں حصر غائب ہو جانے کی جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز غائب ہو جاتی ہے عالم تَزْعُمُوْنَ یعنی دنیا میں جو جب اصل باتیں گذرتے تھے۔ (منہ مقدمہ)

فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ
پھر کہیں گے (ان سے) اپنی (اپنی)

یعنی خدا تعالیٰ کے شریک کس سند اور دلیل سے ٹھہرتے اور حلال و حرام وغیرہ کے احکام کس ماخذ صحیح سے لیتے تھے جو ہم سے کہتے تھے تم نہیں، پھر کس نے بتلایا کہ خدا کو یہ حکم پہنچ گیا ہے۔

فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ
تب (ان کو) معلوم ہوگا کہ حق بات اللہ ہی کی ہے اور جو باتیں (یہ) بنایا کرتے تھے
مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝
وہ (سب) جاتی رہیں گی

تب ان پر حق واضح ہوگا:

یعنی اس وقت نظر آ جائے گا کہ حق بات اللہ ہی کی ہے اور الوہیت صرف اُسی کا حق ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ (دنیا میں تکبیر ہو جاتے تھے وہاں غیب ہے پیشتر ہیں نے جو عقیدے گھڑ رکھے تھے اور جو باتیں اپنے دل سے جوڑی تھیں اُس روز سب کا خود ہو جائیں گی۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ
قارون (بھی) موسیٰ کی قوم سے تھا۔ تو (بنی اسرائیل سے) اس نے (بھی)

ربط مضامین:

گزشتہ سابق کے آخر میں دنیا کی بے ثباتی اور حقارت آخرت کے مقابلہ میں بیان کی گئی تھی۔ بعد ذکر آخرت کی مناسبت سے کچھ حال عالم

عظمت کے بیان ہوئے۔ دوسرے حاضر میں پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے اور اسی دعوے کے استشہاد میں قارون کا قصہ سنایا جاتا ہے۔

قارون الملعون:

کہتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اور فرعون کی قبطی میں۔ بتاتا ہے جیسا کہ ظالم حکمرانوں کا دستور ہے کہ کسی قوم کا خون چوسنے کے لئے انہی میں سے بعض افراد کو پٹا لیتے ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل میں سے اس ملعون کو چن لیا تھا۔ قارون نے اس وقت سوقع پاکر دونوں ہاتھوں سے خوب دولت سمیٹی اور دنیوی اقتدار حاصل کیا۔ جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے زیر حکم آئے اور فرعون غرق ہوا تو اس کی مالی ترقی کے راستے مسدود ہو گئے اور سرداری چھن گئی۔ اس حسد و بغض میں حضرت موسیٰ سے دل میں خلش رکھنے لگا۔ تاہم ظاہر میں مومن بنا ہوا تھا اور ریاضت بہت پڑھا اور علم حاصل کرنے میں مشغول رہتا تھا۔ گرول صاف نہ تھا۔ حضرت موسیٰ نے اور ہارون کی خدا اور رعایت اور جاہت دیکھ کر جلتا اور کہتا کہ آخر میں بھی تو انہی کی طرح پیدا ہوا ہوں۔ یہ کیا معنی کہ وہ دونوں تو نبی اور رسول بن جائیں۔ مجھے کچھ بھی نہ ملے۔ آخر کار میں بھی کچھ بن کر رہوں گا۔ اس لئے بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ کو اپنا ہوا خواہ بنا لیا۔ یہ بھی اس کی ایک گہری چال تھی۔ ہمیشہ رعایت لیتے لیتے وہ فرعون کی طرح حضرت موسیٰ کو بھی کسی نہ کسی ایک گہری چال سے پھانسنے کی تاک میں رہتا تھا۔ کبھی عورت کو بہکا کر ناکام کرنا چاہا اور کبھی مجمع میں۔ جب موسیٰ علیہ السلام زکوٰۃ کی حد بیان فرماتے تو اپنے ساتھیوں کو مجمع کرتا۔ چنانچہ عورت مجمع میں کہہ گزری جب حضرت موسیٰ نے اس کو شرمندہ نہیں دیکھا اور اللہ کے غضب سے ڈرایا تو اس کا دل ڈرا۔ تب اس نے صاف کہہ دیا کہ قارون نے مجھ کو سکھلایا تھا۔ اس واقعہ حضرت موسیٰ کی بددعا سے وہ مع اپنے گھر اور خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ (ابن جریر)

عربوں نے کہ قارون حضرت موسیٰ کے چچا کا لڑکا تھا۔ اس کو نسب میں یہ قارون بن یصہر بن قاہث۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا نسب یہ ہے موسیٰ بن عمران بن قاہث۔ ابن اسحاق کی تحقیق یہ ہے کہ "حضرت موسیٰ" کا چچا تھا۔ یعنی آنجہانی باپ کا لڑکا بتاتے ہیں۔ یہ بہت خوش آواز تھا تورات بڑی خوش الحانی سے پڑھتا تھا۔ اس لئے بنی اسرائیل کے لوگ اسے (باقی صفحہ پر)

معارف و مسائل

۳۔ القصص کے شروع سے یہاں تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مذکور تھا جو ان کو فرعون اور آل فرعون کے ساتھ پیش آیا۔ یہاں ان کا دوسرا قصہ بیان ہوتا ہے جو اپنی برادری کے ایک آدمی قارون کے ساتھ پیش آیا اور مناسبت اس کی سابقہ آیتوں سے یہ ہے کہ پچھلی آیت میں یہ ارشاد ہوا تھا کہ دنیا کی دولت وبال ہو کر نہیں رہ جاتا ہے، چند روزہ متاع ہے اس کی محبت میں پڑ جانا دانشمندی نہیں۔

قارون ایک قبطی لفظ غالباً عبرانی زبان کا ہے۔

روح معانی میں محمد بن اسحاق کی روایت سے نقل کیا ہے کہ قارون تورات کا حافظ قاری اور [illegible] تھا۔ اسرائیل سے زیادہ اس کو تورات یاد تھی مگر سامری کی طرح منافق ثابت ہوا اور اس کی منافقت کا سبب دنیا کے جاہ و عزت کی بیجا حرص تھی۔ پہلے بنی اسرائیل کی عبادت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھی اور ان کے بھائی ہارون ان کے وزیر اور شریک نبوت تھے اس کو یہ حسد ہوا کہ میں بھی تو انہی کی برادری کا بھائی اور قریبی رشتہ دار ہوں پھر اس سیادت و ریاست میں کوئی حصہ کیوں نہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سے اس کی شکایت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مجھے اس میں کچھ دخل نہیں۔ تجھ کو اس پر مطمئن نہ ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مصر کھنے لگا۔

فَبَغٰى عَلَيْهِمْ: لفظ بھی چند معانی کے لئے آتا ہے۔ مشہور معنے ظلم کے ہیں۔ یہاں یہ معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ اس نے اپنے مال و دولت کے نشہ میں لوگوں پر ظلم کرنا شروع کیا۔ یعنی ابن عباؓ اور سعید بن مسیبؒ نے فرمایا کہ قارون سرحلیہ دار آل تھا، فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کی نگرانی پر مامور تھا اس لعنت کے بعد سے اس نے بنی اسرائیل کو ستانا شروع کر دیا۔ (قرطبی و ابن کثیر)

چادر لٹکانا:

شیر بن حوشب نے کہا (غرور و تکبر کا مظاہرہ کرنے کے لئے) قارون نے اپنے کپڑوں کی لمبائی دوسروں کے مقابلہ میں ۷۰ ایک بالشت بڑھائی تھی (یعنی اس کے کپڑے نیچے لٹکتے تھے)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا کپڑا (ازار یعنی تہبند تکبر یا زینت کی خاطر) گھسیٹ کر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف (رحمت کی) نظر نہیں کرے گا۔ ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! میرا تہبند ڈھیلا ہو جاتا ہے (اگر میں اس کو نہ سنبھالوں تو لٹکتا رہتا ہے) آپ نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو ایسا کرتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی چادر غرور کی وجہ سے لٹکتی چھوڑتا ہے اللہ (قیامت کے دن رحمت کی) نظر سے اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ امام احمد اور نسائی نے صحیح سند سے حضرت

(ان کو) اس کی طرف سے روایت نقل کی ہے کہ اس (دعوت) کی تکمیر سے (اس کی) کنجیاں (بھی) بھاری (ہوتی) تھیں (کہ) ان کو

مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ

(اونٹوں سے) اٹھتے تھے (جن) اٹھانے والے کو (اس کی کنجیوں کے) اٹھانے سے

بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ

(عقل میں) کمی (اور) زور (میں) کمی

قارون کے خزانے:

بعض مفسرین نے اس کی تفسیر لکھی ہے کہ اس کے خزانے جس قدر زیادہ تھے اس کا مقتضا یہ تھا کہ ان کی کنجیاں بھی بہت سی ہوں گی اس لئے بعض مفسرین نے کہا کہ کنجیوں کے بوجھ سے یہ مراد ہے کہ کنجیاں ہی بہت سی تھیں۔ بعض اہل علم نے کہا کہ کنجیوں کی تفسیر خزانوں سے کی ہے۔ یعنی مال کے متعدد صندوق تھے جن میں کنجیوں کا بوجھ ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خزانوں کی تعداد بھی بہت ہو اور کنجیوں کی بھی۔ واللہ اعلم (ابن کثیر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کرامت:

بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مرحوم رشتہ دار نے ان کی اور آپ کے پاس بطور امانت کچھ مال رکھوایا تھا۔ اس کی وفات کے بعد ورثاء نے آپ سے اپنا مال طلب کیا۔ آپ نے ایک مکان میں لے جا کر ان کو اپنا مال دیدیا۔ قارون نے ان کو ورغلایا کہ موسیٰ نے تمہارا مال ہضم کرنے کے لئے یہ حیلہ کیا ہے۔ تم ان سے اپنا مال واپس لے لو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو بلا کر قسم دی کہ تم نے ہمارا مال واپس لیا ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں واپس لیا ہے۔ آپ نے ان کو چھوڑ دیا۔ اور خود اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کو ان کے کئے کی سزا دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ان کو زمین میں دھنسا دیا۔ (قرطبی)

قارون کی ہلاکت کا واقعہ بنی اسرائیل میں بہت مشہور ہے۔ اس کو ہلاک کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تم نے قارون کے ہلاک کرنے میں جلدی کی۔ اگر تم مجھ سے اس کے لئے دعا کرتے تو میں اس کو توبہ کی توفیق دیدیتا اور وہ توبہ کر لیتا تو میں اس کو بخش دیتا۔ (قرطبی)

فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ ﴿٨١﴾ وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ ۖ لَوْلَا أَن مَّنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۖ وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٢﴾

پھر وہ اپنی قوم کے سامنے (بڑی شان سے) اپنے (دنیوی) ٹھاٹھ میں (نکلا) تو جو لوگ دنیوی زندگی کے طالب تھے (اس کو دیکھ کر) کہنے لگے کہ کاش ہم کو بھی ایسا (مال و اسباب) ملتا جیسا قارون کو ملا ہے (واقعی) یہ بڑا نصیب والا ہے۔ اور جن لوگوں کو (دین کا) علم ملا تھا (اس کی یہ حالت دیکھ کر) کہنے لگے کہ (بھائی) تم پر افسوس ہے (تم کو معلوم نہیں) اللہ کا ثواب (اس سے) بہتر ہے (اس) شخص کے لئے جو ایمان لائے اور نیک کام کرے اور یہ (بات) نہیں ملتی مگر صبر کرنے والوں کو۔ پھر ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ پھر کوئی جماعت اس کی ایسی نہ ہوئی جو اللہ (کے عذاب) کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ (اپنی مدد) کر سکا۔ اور جو لوگ کل اس کی جگہ کی تمنا کر رہے تھے وہ آج کہنے لگے کہ (سچ مچ) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہم کو بھی (زمین میں) دھنسا دیتا۔ (سچ مچ) معلوم ہوا کہ کافر لوگ فلاح نہیں پاتے۔

قارون کی ہلاکت کا واقعہ:

قارون کی ہلاکت کا واقعہ بنی اسرائیل میں بہت مشہور ہے۔ وہ اپنی قوم میں بڑا دولت مند تھا۔ یعنی اس کی دنیا کی دولت پر لوگ رشک کرتے تھے۔ اس کی ثروت کے چرچے تھے۔ اس کی شان و شوکت کی دھوم تھی۔ اس کے ٹھاٹھ باٹ کی شہرت تھی۔ اس کی دولت کے خزانے تھے۔ اس کی دولت کی کنجیاں اونٹوں سے اٹھتی تھیں۔ اس کے پاس بڑی بڑی جائیدادیں تھیں۔ اس کے پاس بڑی بڑی کوٹھیاں تھیں۔ اس کے پاس بڑی بڑی کاریں تھیں۔ اس کے پاس بڑی بڑی بگھیاں تھیں۔ اس کے پاس بڑی بڑی فوجیں تھیں۔ اس کے پاس بڑی بڑی سواریاں تھیں۔ اس کے پاس بڑی بڑی نوکر چاکر تھیں۔ اس کے پاس بڑی بڑی دولت تھی۔ اس کے پاس بڑی بڑی ثروت تھی۔ اس کے پاس بڑی بڑی شان و شوکت تھی۔ اس کے پاس بڑی بڑی ٹھاٹھ باٹ تھی۔ اس کے پاس بڑی بڑی دولت تھی۔ اس کے پاس بڑی بڑی ثروت تھی۔ اس کے پاس بڑی بڑی شان و شوکت تھی۔ اس کے پاس بڑی بڑی ٹھاٹھ باٹ تھی۔

إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ

جب کہ کہا اس سے اس کی قوم نے مت اترا

لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ

نہیں محبت رکھتا اترانے

دولت پر اترانا: یعنی اس دنیا کی دولت پر اترانا اس کی وقعت نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت نہ جاننے سے ہوتا ہے۔ اس کی بے ثباتی کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو نہ پہچاننے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جنت کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دوزخ کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قیامت کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حساب کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی میزان کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صراط کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جزا کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سزا کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مغفر

[illegible] کی [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

کر سعدی پر کسی شاعر نے کہا ہے۔

عیبک مما تجمع الصقر کلہ ... ولا عیب فیہ غیر انک انسان

یعنی جو کچھ تو ساری خوبیاں جمع کرے گا۔ ان میں سے تیرے اندر صرف ایک ہی عیب ہوگا کہ تو انسان ہے۔ اس میں تو کیا پھنس جائے گا۔

۱۔ اس مقام پر خوشحالی سے جو فتنہ پیدا ہوتا ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ... کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

ترسم نرسی بہ یار جانی کہ مرا ... ہجراو تو چندہ ہمچنانی کہ تو ہستی

گر پادشاہی ہمہ سال ... غمناکی یک روز بسر نہ بری

(سعدی)

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ

اور مت چاہ فساد زمین میں بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾

نہیں دوست رکھتا فساد کرنے والوں کو

زمین میں فساد نہ کر:

یعنی حضرت موسیٰ کی نصیحت کہ خدا کی زمین پر سیدھی طرح رہ اور خدا کا کہا مان۔ ملک میں انتظام کیا اور فرمانبرداری کیا اچھا یہ ہے۔ (شیخ حسن)

ہوسی نے کہا ہے جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور زمین پر فساد کیا اس نے اللہ کا حکم نہ مانا۔ (یعنی گناہ اور نافرمانی خرابی کا باعث ہے)

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ: یعنی جو لوگ فساد کرتے ہیں اللہ ان کو پسند نہیں کرتا۔ (شیخ عثمانی)

قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي ۚ

وہ بولا کہ مجھ کو ملا ہے یہ بدولت ہے علم کی جو میرے پاس ہے

قارون کا تکبر و غرور:

شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ قارون نے اپنی ریاضت و عبادت پر کبھی ناقص علمی عبادت سے نظر نہ ڈالی اور اسی وجہ سے اللہ نے اس پر اپنی ریاضت کو ظاہر نہ فرمایا جو اس نے کی تھی۔ کیونکہ اپنی ریاضت کو دیکھنا خود ایک حجاب ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ جو شخص اپنے عمل کے ظہور پر نماز سے خشوع کے ساتھ پڑھتا ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (شیخ جلال)

قارون نے کہا تھا کہ یہ مال مجھ کو میرے علم کی وجہ سے ملا ہے۔ قارون نے اس بات سے اپنی جواب دہی کو ظاہر کیا ہے کہ اللہ نے مجھ سے ساتھ کوئی احسان نہیں کیا بلکہ میں نے اکتسابات کمالات کی کوئی کوشش نہیں کی تھی اس کا شکر ادا کرتا تھا بھی واجب تھا اس نے بغاوت اور سرکشی کی۔ (شیخ جلال)

یہ بات اس نے اپنے جاہل ساتھیوں سے کہی تھی جو اس کی دولت کو دیکھ کر اس کی تمنا کرتے تھے۔ (شیخ عثمانی)

وَلَقَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ

اور البتہ ہلاک کر چکا ہے اس سے پہلے

الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ

جو زور میں اس سے بڑھ کر تھے اور جمع کیا تھا زیادہ

دولت کس نے دی؟

یعنی دولت کہ اس وقت کسی نے دی والوں نے ظاہر تفتیح کا مقفول کرا اس نے دی ہوں دولت و بالیت پر دلالت نہیں کرتے۔ لاکھ یا ہزار دولت کو اس نے اپنی نجات کا ضامن تصور فرما رکھا ہے۔ کتنے معلوم نہیں کتنی عبادتیں بڑے شوق سے کی ہیں۔ ان کی بدولت پہلے جا چکی ہیں۔ ان کے بدلے میں ہاتھ نہیں لگیں۔ دوسروں کا ان سے زیادہ دولت والے اور لشکروں کے مالک تھے۔ ان کا

انجام سے گزرا سے عبرت نہ ہوئی۔

وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝	
اور پوچھے نہ جائیں	گناہوں سے ان کے گروہ

سزا کیلئے اللہ کو گناہوں کے پوچھنے کی ضرورت نہیں:

یعنی پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اللہ کو ان کے گناہ ایک ایک کر کے معلوم ہیں فرشتوں کے ہاں سب لکھے ہوئے ہیں یوں ہی پوچھ تاچھ اور تفتیش اور گرفت کی وقت سوال تو وہ ہوتا ہے جو مرکی بات ہے۔ یا یہ کہ گناہ ہے گناہوں کی کثرت سے یعنی اتنی تعداد میں ہوں گے کہ ایک ایک کی پوچھ پاچھ کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "پوچھنے سے یہ ہے کہ گناہ دیکھ لیں گے گناہ (یعنی نامہ اعمال کی بھی درست ہوتا گناہ کیوں کر ہے۔ جب کوئی دیکھ لیا پھر تو اقرار کرا دینا ہے کیا فائدہ کہ بندہ اقرار کرتا ہے اس کی تو ضرورت نہیں سمجھتا" (موضح، خلاصہ تغیر عثمانی)

وَقَدْ يُعْلَمُ مِنْ ذٰلِكَ بِعَيْنِهٖ فَتَعْلَمُ بِنَوْعِهٖ اور مجرموں سے ان کے قصوروں کے متعلق (تحقیق کی غرض سے) نہیں پوچھا جائے گا۔ کیونکہ اللہ کو پہلے ہی سے ان کے جرائم معلوم ہوں گے اس کو پوچھنے اور دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اسی لئے دنیا میں دوبارہ دریافت کئے جرائم کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے اور آخرت میں دوزخ میں داخل کرے گا۔ پہلے اللہ نے ایسے لوگوں کو ہلاک کرنے کا ذکر کیا تھا کہ یہ تباہ ہوئے بھی بہت تھے اور تعداد میں بھی بہت تھے تاکہ قارون کے دل میں اپنی ہلاکت کا خوف پیدا ہو اس آیت میں فرمایا کہ یہ عذاب انہیں کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ یہ تمام اگلے پچھلے مجرموں کے جرائم پر مرتب ہے سب کو برا ہوگا۔ قتادہ نے لَا يُسْـَٔلُ کا یہ مطلب بیان کیا کہ ان کو پوچھے اور بغیر حساب کئے ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا مجاہد نے کہا فرشتے ان سے ان کے جرائم کا سوال نہیں کریں گے بلکہ چہروں سے ہی پہچان لیں گے حسن نے کہا وہ بالکل حال اور تفتیش کے لئے ان سے نہیں پوچھا جائے گا بلکہ توبیخ زجر کی غرض سے پوچھا جائے گا۔ (قرطبی، ابن کثیر)

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ	
پھر نکلا اپنی قوم کے سامنے اپنے خوب	تب بولے جو لوگ
يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ	
طالب تھے دنیا کی زندگانی کے کاش ہم کو بھی ملتا جیسا	
اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝	
قارون کو بیشک اس کی بڑی قسمت ہے	

قارون کی ٹیپ ٹاپ:

یعنی جس فاخرہ زینت سے عجب و تکبر کے ساتھ بڑی شان و شکوہ اور ٹیپ ٹاپ سے نکلا۔ اکثر کو طالبین دنیا کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ کہنے لگے کاش ہم بھی دنیا میں ایسی ترقی اور عروج حاصل کرتے ہوں گے حاصل ہوا بیشک یہ بڑا ہی حصہ اور قسمت والا ہے۔ (تنبیہ ہوں)

مقاتل نے کہا کہ وہ سرخ سفید خچر پر سوار تھا خچر پر ارغوانی اور سونے کی زین تھی چار ہزار سوار تھے جن سواروں کے گھوڑے ارغوانی تھے تین سو باندیاں تھیں سفید خچروں پر سوار سانولی رنگ کی تھیں کوئی کہتی ہے کہ وہ دریائی لوگ تھے۔ (موضح، خلاصہ تغیر عثمانی)

بنی اسرائیل (اگر پہ دنیا کے طلب گار تھے لیکن) مسلمان تھے اس لئے یہ کہنے لگے کہ قارون کی دولت ہم کو مل جاتی یہ تو حد سے بڑھ گیا بلکہ یوں کہا کہ قارون کی دولت کی طرح کاش ہمارے بھی دولت ہوتی۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہ)

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ	
اور بولے جن کو	دی تھی سمجھ
اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ	
ثواب اللہ بہتر ہے ان لوگوں کے واسطے جو یقین رکھتے	اور کام نیک کرتے

دانا اہل علم کی نصیحت:

یعنی سمجھدار اور دین علم والوں نے تب کہا کہ تم اس فانی چمک دمک میں کیا رکھا ہے جو دیکھتے جاتے ہو۔ متقین صالحین کو اللہ نے جو دولت دینے والی ہے اس کے سامنے یہ ٹیپ ٹاپ کچھ نہیں اور لاشے ہے آخر کی نعمت کیوں نہ ہو وہ تو آخرت سے ہوتی ہے۔

اور جن لوگوں کو (دین کا) علم عطا کیا گیا تھا انہوں نے کہا ارے تمہارا ناس ہو تمہارے لئے بڑا ثواب (بڑا درجہ) بہتر ہے جو ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اور (کامل طور پر) انہی لوگوں کو وہ مل جائے گا جو (حرص و طمع سے) اپنے آپ کو روکنے والے ہیں۔

ثَوَابُ اللّٰهِ یعنی جو لوگ اس ثواب سے واقف تھے جس کا وعدہ اللہ نے مومنوں سے کیا ہے انہوں نے ان کو منع کرنے والوں سے کہا۔

وَيْلَكُمْ لفظ وَيْل حسرت اور تاسف کی حالت سے بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ عذاب کا مقابل مطلق ہے جیسی تم حرد۔ بلکہ جو وعدہ حقیقت میں اس لفظ کا مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ یہ اس کا استعمال بہت بد کام سے روکنے اور زجر کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ (کبیر، بیضاوی)

وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝	
اس بات کو نہ ملے گی انہی لوگوں کو جو	صبر کرنے والے ہیں

سزا کا پہلو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] قارون نے زکوٰۃ کا انکار کر دیا

[illegible] قارون کے خزانے اور اس کی ہلاکت

[illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف قارون کی تدبیریں ناکام

[illegible] قارون کی ہلاکت

[illegible]

[illegible] نے وہ کی آپ کی دعا سے [illegible] اس سے [illegible] نے کہا اور [illegible] [illegible] [illegible]

سے نسبت کا پتہ ہو۔ ہم بھی معصیت ہے

اس آیت میں خدا اور فرشتوں کے ارادہ و بارگاہ حضرت سے محروم ہونے کی وعید ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی معصیت کا پتہ ارادہ و جرأت سے محروم ہونے کی وجہ سے ہی ہو جائے وہ بھی معصیت ہی ہے۔ (کمالین و الروح ج ۲۰ ص ۱۰۰)

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا

جو کوئی لے کر آوے بھلائی اس کو ملے اس سے بہتر

یعنی جو بھلائی بھی کرے گا اس سے کہیں بہتر بھلائی دنیا کی چاہے کی ایک نیکی کا جو مقتضی ہوگا کم از کم اس سے دس گنا ثواب پائے گا۔

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ

اور جو کوئی لے کر آوے برائی تو نہ بدلہ پاویں برائی کرنے والے

عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

برائی جو کچھ کرتے تھے

مشکلات القرآن: حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں نیکی پر دونا بدلہ ملنے کا وعدہ ہے بدی پر ایسا وعدہ نہیں فرمایا کہ ضرور بدی کا بدلہ ملے گا کیونکہ بدی معاف ہو جاتی ہے۔ (از تفہیم القرآن)

فَاِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

جس نے تجھ پر بھیجا قرآن کا

لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ

وہ پھیر لاوے گا تجھ کو پھرنے کی جگہ

دنیا و آخرت کی کامیابی متقین کے لئے ہے:

پہلے فرمایا تھا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ یہ کہ انجام بھلا پرہیزگاروں کا ہے یعنی آخرت میں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اب بتلا رہے ہیں کہ دنیا میں بھی آخری فتح ان ہی کی ہوتی ہے۔ رکھو تاج کفار کے علم و ستر سے تک۔ اگر تم کو مکہ چھوڑنا پڑا ہے۔ مگر جس خدا نے آپ کو دلیر یار اور قرآن جیسی کتاب عطا فرمائی وہ جیسا آپ کو نہایت کامیابی کے ساتھ اسی جگہ واپس لائے گا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں یہ آیت اخیر ہجرت کے وقت یہ مسئلہ فرمادی کہ پھر تجھ میں آوے گے۔ سو خوب طرح آئے پورے غالب ہو کر بعض مفسرین نے معاد سے مراد موت لی ہے بعض نے آخرت بعض نے جنت بعض نے سرزمین شام جہاں پہنچنے کی مرتبہ آپ صلعم مفسرین میں تشریف لے گئے تھے۔ مگر اولیٰ معاد سے مراد مکہ کا معظمہ ہے (کمالین و الروح) کہ فتح مکہ سے بہت قبل ہی قرآن و اسلام جیسا کہ ابن عباس اور عوفی عن ابن عباس نے بیان کیا ہے اور بعض آیۃ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کی تفسیر کرتے ہوئے ذکر بھی آ چکا ہے کہ موت حشر حشر کے بعد آخرت اور آخرت کی ابتدائی منازل جنت ہے مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اول آپ کو نہایت شاندار طریقہ سے مکہ واپس کرانے کا وعدہ میں اس کے چند روز بعد اہل واقف ہوں گے۔ پھر ارض شام کی طرف مشرق کا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آخرت میں بڑی شان و شوکت سے تشریف لائیں گے۔ (فتح میں ثابت ہے سب سے اعلیٰ مقام پر عیشت کے لئے چنی جائیں گے۔ (تفسیر ابن)

شانِ نزول: ابن جریر و مجاہد وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ سے معاد کی یہ تفسیر منقول ہے مطلب یہ ہے کہ آپ پر چند روز کے لئے آپ کو اپنا ملک چھوڑنا اور خصوصاً حرم و بیت اللہ چھوڑنا بہت اکثر قرآن کا نازل کرنے والا اور آپ پر مکمل کرنے والا ہے وہ آپ کو پھر مکہ میں لا کر رکھے گا۔ (ابن) جحفہ میں مقام کی روایت ہے کہ جس وقت آپ صلعم ہجرت کے وقت نکلے اور مکہ سے بہ پورے جانے والے معلوم ہوئے تو آپ کو اپنا ملک اور مکہ سے بہ پورے جانے والے معلوم ہوئے تو آپ کو اپنا ملک اور مکہ چھوڑنا بہت اکثر ہوا۔ جس سے مغموم ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی) (معالم ابن)

ابی معشر نے مدینہ سے بہ پہنچنے کی مراد لی ہے۔ (ابن) جحفہ کے قریب ہے جہاں سے راہ مدینہ سے بہ کا معروف راستہ الگ ہوتا ہے اس وقت مکہ مکرمہ کے راستہ پر نظر پڑی تو ہجرت اللہ کا اثر یاد آیا اس وقت جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے جس میں آپ کو بشارت دی گئی ہے کہ مکہ مکرمہ سے بہ خدائی پھر زندہ ہو کر آئے۔ (بلاغ) قرآپ کو پھر مکہ مکرمہ پہنچا دیا جائے گا۔ فتح مکہ کی بشارت تھی۔ اسی لئے حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت زمین میں نازل ہوئی ہے یعنی نہ آسمان میں (قرطبی) (معالم ابن)

ابی معشر نے مدینہ سے بہ پہنچنے کی مراد لی ہے۔ (ابن) جحفہ کے قریب ہے جہاں سے راہ مدینہ سے بہ کا معروف راستہ الگ ہوتا ہے اس وقت مکہ مکرمہ کے راستہ پر نظر پڑی تو ہجرت اللہ کا اثر یاد آیا اس وقت جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے جس میں آپ کو بشارت دی گئی ہے کہ مکہ مکرمہ سے بہ خدائی پھر زندہ ہو کر آئے۔ (بلاغ) قرآپ کو پھر مکہ مکرمہ پہنچا دیا جائے گا۔ فتح مکہ کی بشارت تھی۔ اسی لئے حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت زمین میں نازل ہوئی ہے یعنی نہ آسمان میں (قرطبی) (معالم ابن)

ابی معشر نے مدینہ سے بہ پہنچنے کی مراد لی ہے۔ (ابن) جحفہ کے قریب ہے جہاں سے راہ مدینہ سے بہ کا معروف راستہ الگ ہوتا ہے اس وقت مکہ مکرمہ کے راستہ پر نظر پڑی تو ہجرت اللہ کا اثر یاد آیا اس وقت جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے جس میں آپ کو بشارت دی گئی ہے کہ مکہ مکرمہ سے بہ خدائی پھر زندہ ہو کر آئے۔ (بلاغ) قرآپ کو پھر مکہ مکرمہ پہنچا دیا جائے گا۔ فتح مکہ کی بشارت تھی۔ اسی لئے حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت زمین میں نازل ہوئی ہے یعنی نہ آسمان میں (قرطبی) (معالم ابن)

آئندہ آیت کا شانِ نزول:

کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا تم کھلی گمراہی میں ہو اس کے جواب میں اللہ نے آیت ذیل نازل فرمائی۔ (قمر مظہری)

قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى

وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ

اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

اللہ کے کام میں کوئی رعایت نہ کیجئے

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

قول اور عمل

اللہ تعالیٰ کی ذات سے جو تعلق ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر
بھی اللہ تعالیٰ سے ہی ہو اور اسی کی رضا مقصود ہو۔ اللہ تعالیٰ
اس کا اظہار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک
ان کا کوئی بھی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر
ہے۔ ہر چیز کو فنا ہونا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی
ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز کو فنا ہونا ہے۔ صرف اللہ
تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی۔

لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

اللہ کی عدالت میں سب کو حاضر ہونا ہے

اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہونا ہے جہاں کسی کا حکم
کی صورت اختیار نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے
اس کے خلاف ہو سکے اور اپنے مقصد سے باز رکھے۔

(تم سورۃ القصص (۲۸) آیت ۸۸)

ختم شد تفسیر احسن القول

سورة العنکبوت

جس نے اس کو خواب میں یا حالت بیداری میں تحریر یا پڑھ کر اس کو اپنے اوپر لٹکایا ہوا ہو اللہ تعالیٰ اس کو ہر بلا سے کرامت فرمائے گا اور اس کو ہر ایک مصیبت میں پناہ دے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا

یہ یہ کچھ ہیں لوگ کہ گمان ہوا ہے لوگوں کو

اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ

اتنی بات پر کہ ہم یقین لائے اور ان کو جانچ نہ لیں گے

ایمان کا امتحان ضروری ہے:

یعنی زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنا کچھ سہل نہیں ہر دعویٰ کرنے والے کو امتحان و ابتلاء کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے یہی سنت اللہ ہے جس پر تمام اگلوں کا سابقہ رہا ہے حدیث میں ہے کہ سب سے سخت امتحان انبیاء کا ہے ان کے بعد صالحین کا پھر درجہ بدرجہ لوگوں کا جو ان کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں۔ غرض امتحان آزمائش کا اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتا ہے جس قدر کوئی شخص دین میں مضبوط اور سخت ہوگا اسی قدر امتحان میں سختی کی جائے گی۔ (تفسیر ثانی)

آزمائش کی صورتیں:

وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ فتنہ سے مشتق ہے جس کے معنی آزمائش کے ہیں۔ اہل ایمان خصوصاً انبیاء و علماء و دیانتدار مختلف قسم کی آزمائشوں سے گزرتا ہوا ہے پھر انجام کار فتح اور کامیابی ان کی ہوتی ہے۔ یہ آزمائش طرح طرح کی کفار و فساق و فجار کی طرف سے اور ان کی طرف سے ایذا دی کے ذریعہ ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اکثر انبیاء اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اکثر پیش آیا ہے۔ جس کے بے شمار واقعات سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور کبھی یہ آزمائش امراض اور دوسری قسم کی تکلیفوں کے ذریعہ ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو پیش آیا۔ اور بعض کے لئے یہ سب قسمیں جمع بھی کر دی جاتی ہیں۔

اور امتحان کئی طرح سے ہوگا (اول) اسلام لانے والوں کی پیروی سے (دوم) مصائب و امراض سے (سوم) کافروں کی ایذاء رسانیوں اور تکلیفوں سے۔ (ابن جریر و ابن ابی حاتم)

شان نزول: شان نزول اس آیت کا اگرچہ اور روایات وہ مختلف ہیں جو ہجرت حبشہ کے وقت کفار کے ہاتھوں ستائے گئے مگر مراد اس سے ہر زمانے کے علماء و صلحاء اور اولیاء امت کو مختلف قسم کی آزمائشیں پیش آتی ہیں اور آتی رہیں گی۔ (قرطبی) (والعلم عند اللہ تعالیٰ علمہ)

صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے پھر صالح و نیک لوگوں کا پھر ان سے کم درجے والے پھر ان سے کم درجے والے۔ انسان کا امتحان اس کے دین کے اندازے پر ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں سخت ہے تو مصیبتیں بھی سخت نازل ہوتی ہیں۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

ولقد فتنا الخ اور واقعہ ہے ہم نے آزمایا ان کو جو ہو چکے ہیں پہلے ان سے

ابن ابی حاتم نے فتوحی کی روایت سے بیان کیا ہے یہ آیت چھ لوگوں (یعنی کئی مسلمانوں) کے حق میں نازل ہوئی تھی یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے مکہ سے چل پڑے تھے مشرکوں نے ان کو روکا تو وہ دوست گئے (مدنی) انہوں نے ان کو وہ آیت لکھ کر بھیجی جو ان کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو یہ آیت پڑھ کر وہ نکل کھڑے ہوئے۔ شہید ہونے والے شہید ہو گئے اور بچنے والے بچ گئے۔ انہی کے متعلق اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا

بغوی نے حضرت ابن عباس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آیت میں الناس سے مراد ہیں مکہ میں رہ جانے والے سلمان عیاش بن ابی ربیعہ ولید بن ولید ولید بن ولید اور ان کے ساتھ غیرہ۔

ابن مردویہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمیر کے حوالہ سے بیان کیا کہ آیت ذیل کا نزول حضرت عمار بن یاسر کے متعلق ہوا آپ کو اللہ کی راہ میں سخت دکھ دیئے جاتے تھے اللہ نے فرمایا اَحَسِبَ النَّاسُ الخ بغوی نے ابن اسحاق کا بھی یہی قول نقل کیا ہے۔

حضرت عمرؓ کا آزاد کردہ غلام حضرت مہجعؓ:

مقاتل نے کہا حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام حضرت مہجع بن عبداللہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی اس امت میں آپ پہلے شخص ہوں گے جن کو جنت کے دروازہ کی طرف بلایا جائے گا۔

میں کہتا ہوں حضرت مہجع بدر کی جنگ میں ان مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے کافروں کے مقابلہ کے لئے قلعہ سے باہر نکل کر آئے تھے عامر بن حضرمی نے آپ کو تیر مار کر شہید کر دیا واقعہ احد میں سب سے پہلے شہید آپ

ہی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شاہ اب آپ کے والدین اور اہلی بیٹے بتانی کے ساتھ یہ وفاداری کرنے والے تھے انہوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

ایمان کے ساتھ اعمال بھی ضروری ہیں:

بغوی نے ذکر کیا ہے کہ شروع میں صرف ایمان کا حکم دیا تھا پھر فرائض کا، اور تیسرے قرآن نے ان لوگوں کو اس کی تحمیل میں اشارہ ہوئی ہے جو ایمان پر پختہ ہو چکے تھے اور یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی اس سے یہ مطلب ہوگا کہ لوگوں کو یہ خیال نہ ہے کہ صرف ایمان لانے (یعنی شہر کہنے سے) ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور دوسرے امور کی ان سے کوئی آزمائش نہیں کی جائے گی۔ صرف ایمان زبان کا اقرار ہی کافی ہونے سے ہو سکتا ہے اور جنت میں (بھی نہ بھی) داخل ہونے کا مستحق بنا دیتا ہے۔ لیکن حصول درجات کو اور، ظاہر ہوتا کہ ثواب کی زیادتی سے تعلق ہے۔ (ضیاء بغوی)

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ	
اور ہم نے آزمایا ان لوگوں کو جو	ان سے پہلے تھے

سابقہ انبیاء اور ان کے متبعین کی آزمائشیں:

یعنی پہلے انبیاء کے متبعین پر بڑے بڑے سخت امتحانوں میں ڈالے جا چکے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ آپ سے شکایت کی کہ مشرکین کی طرف سے ہم پر ظلم و ستم کی انتہا ہو رہی ہے یہود و نصاریٰ کی طرف سے ہمارے حق تعالیٰ سے مدد طلب کیجئے اور دعا فرمائیے یہ دعوت نہ تھا کہ مشرکین کے مسلمانوں پر سختی اور ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایک (زندہ) آدمی لوہے کی کنگھیوں سے کھرچا جاتا تھا (گوشت) گاڑ دیا جاتا تھا پھر اس کے سر پر آرہ چلا کر پیچ سے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے انہوں کے بدن میں لوہے کی کنگھیاں پھر کر ہڈیوں اور گوشت کو چیر پھاڑ ڈالتی تھیں پھر بھی وہ لوگ اپنی دین کو نہیں چھوڑتے تھے۔ (صحیح بخاری)

فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا	
سو البتہ معلوم کرے گا اللہ جو لوگ سچے ہیں	
وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ	
اور البتہ معلوم کرے گا جھوٹے	

یعنی اللہ تعالیٰ ظاہر کرا دے گا اور دیکھ لے گا کہ دعوے ایمان میں کون سچا نکلتا ہے اور زبان بھرنا اس کے مواقع سے الگ کر دیئے جائے گا۔ (تعجب) فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ اس سے جو حدوث علم ہوگا اس کا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ یہ کہنا نہایت محققانہ جواب متکلمین حادث علم سے دیا ہے۔ (ملخصاً) جاری ہے پارہ دوم زمرہ اول "لِيَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ" کے تحت میں ہم نے یہاں اُن تمام تحقیقات کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو مفسرین سے نکلی ہیں۔ (تفسیر حقانی)

اللہ کے جان لینے کا مطلب:

اللہ تعالیٰ کو تو ہر انسان کا صادق یا کاذب ہونا اس کے پیدا ہونے سے پہلے بھی معلوم ہے، امتحانات ہوا کرتے ہیں، کسی کے جان لینے کے معنی یہ ہیں کہ اس امتیاز کو دوسروں پر بھی ظاہر کر دیں گے۔ اور حضرت سیدی حکیم (حکیم الامت تھانوی) نے اپنے شیخ مولانا محمد یعقوب صاحب سے اس کی توجیہ یہ بھی نقل فرمائی ہے کہ حق و ثابت عوام کے درجہ علم پر تحقق کرنے کے بھی کام کیا جاتا ہے، عوام انسان مخلص اور منافق میں فرق آزمائش ہی کے ذریعہ معلوم کرتے ہیں، ان کے اعتبار سے مخالف حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ان مکلف قسم کے امتحانات کے ذریعہ ہم یہ جان لیں گے کہ کون مخلص ہے کون نہیں، ورنہ اللہ کے علم میں یہ سب کچھ حاصل ہے۔ (اللہ اعلم۔ ادارہ تفسیر مظہر)

اللہ تو بیشک یہ جانتا ہے کہ کون سچا اور جھوٹا ہے لیکن اس لئے حصول علم مقصود نہیں ہے بلکہ اس کے علم ازلی کا بندوں کی جانچ اور کارکردگی کے ظہور سے بانمس (بلحاظ اصل) تعلق پیدا کرنا مقصود ہے تاکہ سچے ایمان والے جھوٹے مدعیوں سے ممتاز ہو کر الگ ہو جائیں اور ان سے "اب یا عذاب کا تعلق ہو جائے۔ (تفسیر عثمانی)

أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ	
کیا سمجھے ہیں جو لوگ کہ کرتے ہیں برائیاں	
أَنْ يَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ	
کہ ہم سے کہیں جا نکلیں بری بات ہے جو ٹھہراتے ہیں	

ایذا دینے والے کافر عذاب میں مبتلا ہونگے:

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ مکی دور آیتیں مسلمانوں کے متعلق تھیں جو کافروں کی ایذاؤں میں گرفتار تھے۔ اور یہ آیت اُن کافروں سے متعلق ہے جو سلسلہ ایذا مسلمانوں کو ستا رہے تھے۔ (موضح) یعنی موحدین کے امتحانات کو دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ ہم مزے سے ظلم کرتے رہیں گے اور تکلیفیں سے بچے رہیں گے، وہ ہم سے بچ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ جو سخت ترین سزا ان کو ملنے والی ہے اس کے سامنے مسلمانوں کے امتحان کی سختی کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اگر اس دنیا کی عارضی مہلت سے انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم بھاگ جائیں گے اور ہماری گرفت نہیں ہوگی تو یہ ان کی غلطی ہے حقیقت میں بہت ہی بُری بات ہے کہ ایسا امتحان لینے والی مصیبت کو روکا نہیں سکتا۔ (تفسیر حقانی)

حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں (یا ہم ایک وقت سے دوسرے وقت تک) ۔ جمعہ کی نماز (آ کندہ) جمعہ تک اور رمضان (کے روزے) آئندہ رمضان تک درمیانی گناہوں کو کفارہ دینے والے ہیں بشرطیکہ بڑے گناہوں سے بچا رہے (رواہ مسلم ۔ یہ بخشا آپ سے لیتے تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ کی تفسیر میں لے (زیں میں گزر چکی ہے ۔ ذکر بطبری)

مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ

جو آرزو رکھتا ہے ملنے کی اللہ کے ۔ بے شک وعدہ اللہ کا

لَآتٍ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

آنے والا ہے اور وہ ہے سننے والا جاننے والا

اللہ سے امیدواروں سے وعدہ پورا کرے گا:

یعنی جو شخص اللہ سے ملنے کی توقع پر نیکیوں کو اختیار کرتا ہے ۔ ایک دن اللہ کے سامنے جانا ہے جہاں بات بات پر پکڑ ہوگی ۔ کامیاب وہ لوگ ہیں جو نیکیوں کی نیکیوں سے کمیں بڑھ کر حقیر جھلی چیزیں بھی ہوں کامیاب ہیں ۔ باقی ساری کمائیاں اس جو کمیں کی نہ کی خوشنودی اور اس کا دیدار نصیب ہو گا اللہ عیاں نہیں دور رکھے کہ اللہ کا وعدہ آ رہا ہے ۔ کوئی طاقت اسے پھیر نہیں سکتی ۔ اس کی علمی قوتوں پر دل گواہ دیں گی اور اس کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی کی جائیں گی ۔ اللہ سب کی باتیں سنتا اور جانتا ہے کسی کی محنت ایکاں نہ کرے گا ۔ (تیسیر بطبری)

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ

اور جو کوئی محنت اٹھائے ۔ اٹھاتا ہے اپنے ہی واسطے

إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝

اللہ ۔ بے نیاز ہے جہانوں والوں سے

اللہ بے نیاز ہے، عبادت و محنت کا نفع خود بندے کو ہے:

یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کی طاعت سے کچھ نفع اور معصیت سے کچھ نقصان ۔ وہ تو کلی طور پر بے نیاز ہے ۔ اپنی بندہ اپنے پروردگار کی طاعت میں جس قدر محنت اٹھاتا ہے کہ اس کا پھل و نیا و آخرت میں اسی کو ملے گا ۔ جس بدبخت کے دل میں یہ خیال بھی نہ آنے دیں کہ خدا کے راستہ میں اتنی محنت کر کے کچھ اس پر احسان کر رہے ہیں؟ (اعوذ باللہ) اس کا احسان ہے کہ کوئی نہار نہ کام کرنے کے لئے طاعت اور عبادت کی توفیق بخشے ۔

تن نہ کردم خلق تا سودے کنم ۔ بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

حضرت حسن فرماتے ہیں جو بدگمان چلا گیا کہ کبھی نہیں ۔ انسان نیکیوں کی کوشش میں کمی کر رہے یہ بھی ایک طرح کا دھوکا ہے ۔ (ابن کثیر)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ

اور جو لوگ یقین لائے اور کئے بھلے کام ہم ضرور دور کریں گے ان سے

سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ

برائیاں ان کی ۔ اور بدلہ دیں گے ان کو بہتر ان کاموں کا

اچھے نیکیوں کا صلہ دیتا ہے:

یعنی جہاں سے یہ ہر طرح بے نیاز ہونے کے باوجود اپنی رحمت و شفقت سے تمہاری محنت کو ٹھکانے لگاتا ہے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ۔ یعنی ایمان کی برکت سے نیکیاں بھی لی اور برائیاں معاف ہوں گی ۔ (موضح القرآن ۔ اردو مترجم)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ تمہاری نیکیوں خدا کو کوئی کام نہیں آتیں لیکن پھر بھی کس قدر مہربانی ہے کہ جتنی نیکیوں پر بدلہ چاہتا ۔ ان کی وجہ سے تمہاری برائیاں معاف فرما دیتا ہے، چھوٹے چھوٹے نیکی کی قدر دیتا ہے اور اس پر بڑے سے بڑا اجر دیتا ہے ۔ ایک ایک نیکی کا سات سات سو گنا بدلہ عنایت فرما دیتا ہے اور بدی کو باقی نیکی ان معاف فرما چکتا ہے یا اسی کے برابر سزا دیتا ہے ۔ وہ ظلم سے پاک ہے نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے عظیم دیتا ہے ۔ ایمان داروں کی مطابق سخت نیکیاں تو س فرما تا ہے ان کے گناہوں سے درگزر کر لیتا ہے اور ان کے اچھے عمل کا بدلہ عطا فرماتا ہے ۔ (ابن کثیر)

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ

اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اچھا باپ سے سلوک سے رہنے کی

وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ

اور اگر وہ دونوں زور کریں تجھ پر کہ تو شریک کرے میرا جس کی تجھ کو خبر نہیں

اللہ کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا:

یعنی تمام کائنات میں ایسی کوئی چیز ہے ہی نہیں جو خدا کی شریک ہو سکے ۔ پھر اس کی خبر کسی کو کہاں سے ہوتی ۔ جو لوگ شرک ٹھہراتے ہیں محض جاہلانہ اوہام کا رد ہے ۔ عقل خیالات کی پیروی کر رہے ہیں ۔ واقع کی خبر انہیں ہے بھی نہیں ۔ (قاسمی)

حضرت سعد بن ابی وقاص کی والدہ کی بھوک ہڑتال:

مسلم ۔ ترمذی ۔ نسائی ۔ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت سے بیان کیا ہے (حضرت سعد بن ابی وقاص عشرہ مبشرہ میں

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ

نیک لوگوں میں داخل کریں گے

نیک لوگوں سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ ان کے ساتھ ہونا یہ ہے کہ جنت میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں درجات کا فرق ہوگا۔ کچھ لوگ انبیاء کے ساتھ ہوں گے اور کچھ صدیقین کے ساتھ اور کچھ شہداء کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جنت میں مقام عطا فرمائے گا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ

اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ کے بارے میں ستائے گئے تو لوگوں کی ایذا کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیا

یہ منافقین کا حال ہے۔ ان کا دعویٰ ایمان کا ہے لیکن جب ایمان کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ایمان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کا ایمان صرف زبانی ہے دل میں ایمان نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے مدد آئی تو ضرور کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے

کفار و منافقین کا یہ حال ہے کہ جب مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔ اور جب مسلمانوں کو فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔ یہ ان کی منافقانہ روش ہے۔

أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ

کیا اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں کے دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا نہیں ہے

اللہ تعالیٰ سب کے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ کوئی شخص اللہ سے کچھ چھپا نہیں سکتا۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ

اور اللہ ضرور ان لوگوں کو جانتا ہے جو ایمان لائے اور ضرور منافقوں کو جانتا ہے

اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور منافقوں دونوں کو جانتا ہے۔ ایمان والوں کو ان کے ایمان کی وجہ سے اور منافقوں کو ان کے نفاق کی وجہ سے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ

اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا کہ ہمارے راستے پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اٹھا لیں گے

کفار کا یہ کہنا کہ ہمارے راستے پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اٹھا لیں گے، ایک جھوٹا وعدہ ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ نہیں اٹھا سکتا۔ ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔

وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ

اور وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں ہیں بیشک وہ جھوٹے ہیں

یہ کفار کے جھوٹے وعدے کا جواب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ہرگز تمہارے گناہ نہیں اٹھائیں گے۔ وہ جھوٹے ہیں۔

وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ

اور وہ ضرور اپنے بوجھ اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے

کفار اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی جن کو انہوں نے گمراہ کیا۔ یہ ان کی سزا کا ایک حصہ ہوگا۔

وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ

اور وہ ضرور قیامت کے دن ان باتوں کے بارے میں پوچھے جائیں گے جو وہ گھڑتے تھے

قیامت کے دن ان سے ان کے جھوٹ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس کم ہزار سال رہے

یہ نوح علیہ السلام کی لمبی عمر کا ذکر ہے۔ ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی۔ یہ ان کی استقامت کی دلیل ہے۔

فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ

پھر طوفان نے ان کو پکڑ لیا اور وہ ظالم تھے

طوفان نوح کا ذکر ہے۔ قوم نوح ظالم تھی اس لیے غرق کر دی گئی۔

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ

پھر ہم نے نوح اور کشتی والوں کو بچا لیا اور اس کشتی کو تمام جہان والوں کے لیے نشانی بنا دیا

نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو کشتی کے ذریعے بچا لیا گیا۔ کشتی کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لیے نشانی بنا دیا۔

وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اور ابراہیم کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو

ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

تم اللہ کے سوا بتوں کی عبادت کرتے ہو اور جھوٹ گھڑتے ہو بیشک جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ تمہیں روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس اللہ کے پاس روزی تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

بتوں کی عبادت کرنا جھوٹ گھڑنا ہے۔ بت روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ روزی اللہ کے پاس ہے۔ اسی سے روزی مانگو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو۔

وَإِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلی امتیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول کے ذمہ صرف صاف پہنچا دینا ہے

اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلی امتیں بھی جھٹلا چکی ہیں۔ رسول کا کام صرف پہنچا دینا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا بیشک یہ اللہ پر آسان ہے

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان ہے۔ وہ پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے تو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

کہہ دو زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اللہ نے کس طرح مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا پھر اللہ دوسری پیدائش پیدا کرے گا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اللہ نے کس طرح مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا۔ پھر اللہ دوسری پیدائش پیدا کرے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ

وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے

اللہ تعالیٰ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ

اور تم زمین میں اور آسمان میں عاجز کرنے والے نہیں ہو اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار

تم زمین میں اور آسمان میں عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

...ہوئی تھی اس کی حالت بیان کی گئی ہے۔ پہلے اہل ایمان کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ مسلمان وہ ہے جو اپنے ہاتھ اور زبان کی طرف سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ اس کے بعد منافقوں کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ منافق وہ ہے جو اپنے کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے کو مسلمانوں کا خیر خواہ ظاہر کرے لیکن اس کے دل میں کفر ہو۔ اس کے بعد ان کی مثال بیان کی گئی ہے کہ منافق کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص آگ جلائے اور جب اس کے اردگرد روشنی ہو جائے تو اللہ اس کی روشنی کو ختم کر دے۔ اس کے بعد منافقوں کی ایک اور مثال بیان کی گئی ہے کہ منافق کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بارش میں چل رہا ہو اور بجلی کی کڑک سے ڈر کر اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لے۔ اس کے بعد منافقوں کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ منافق وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے اور اللہ کی راہ میں جہاد نہ کرے۔ اس کے بعد منافقوں کی ایک اور صفت بیان کی گئی ہے کہ منافق وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو ریا کاری کے لیے خرچ کرے۔ اس کے بعد منافقوں کی ایک اور صفت بیان کی گئی ہے کہ منافق وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو احسان جتائے۔ اس کے بعد منافقوں کی ایک اور صفت بیان کی گئی ہے کہ منافق وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو تکلیف دے۔ اس کے بعد منافقوں کی ایک اور صفت بیان کی گئی ہے کہ منافق وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو بخل کرے۔ اس کے بعد منافقوں کی ایک اور صفت بیان کی گئی ہے کہ منافق وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اسراف کرے۔ اس کے بعد منافقوں کی ایک اور صفت بیان کی گئی ہے کہ منافق وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو تبذیر کرے۔ اس کے بعد منافقوں کی ایک اور صفت بیان کی گئی ہے کہ منافق وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو تقتیر

[illegible] کی اور ہر [illegible]

نیکی اور بدی کا دائرہ:

[illegible] ہدایت کی [illegible] ہدایت کی [illegible] نیکی [illegible] ہدایت [illegible] نیکی [illegible] ہدایت [illegible] نیکی [illegible] ہدایت

تم سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں (یعنی تم کوئی انوکھی چیز نہیں ہو کہ تمہارے ساتھ
ان کی طرح کا معاملہ نہ کیا جا سکے) ان میں سے کسی کا حال بھی تم کو معلوم ہے؟ (یا نہیں ہے؟)

وَإِبْرَٰهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ

اور ابراہیم کو (یاد کرو) جب اس نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو

ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ

یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم کچھ علم رکھتے ہو تم تو بس

مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوْثَٰنًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا

اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوج رہے ہو اور جھوٹ گھڑتے ہو

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت:

اِن جملوں کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو اپنے دور میں حضرت ابراہیم کی بعثت کو دیکھ رہے تھے اور اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ رہے تھے کہ آپ کس حکیمانہ طریقہ سے اپنی قوم کو دعوت دے رہے تھے۔ فرمایا جا رہا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ: اگر تم اپنی محرومی سے بے خبر ہو تو اللہ تو بے خبر نہیں ہے۔ اگر تم اپنی بدقسمتی سے اندھے اور بہرے بن جاؤ تو اللہ سے یہ امید نہ رکھو کہ وہ تمہیں بینا اور سمیع بنا دے گا۔ اگر تم اپنے ہاتھوں سے یہ بت بنا رہے ہو تو اللہ کا علم تمہیں یہ سند نہیں دے سکتا کہ تم نے جو کچھ بنایا ہے وہ خدا ہے۔ (تفہیم)

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ: اگر تم اپنی محرومی سے بے خبر ہو تو اللہ تو بے خبر نہیں ہے۔ اگر تم اپنی بدقسمتی سے اندھے اور بہرے بن جاؤ تو اللہ سے یہ امید نہ رکھو کہ وہ تمہیں بینا اور سمیع بنا دے گا۔ اگر تم اپنے ہاتھوں سے یہ بت بنا رہے ہو تو اللہ کا علم تمہیں یہ سند نہیں دے سکتا کہ تم نے جو کچھ بنایا ہے وہ خدا ہے۔ (تفہیم)

اِفْکًا: اس لفظ کے معنی ہیں جھوٹ، بہتان، افترا، دروغ۔ قرآن میں اس کا استعمال ان تینوں معنی میں ہوا ہے۔ (تفہیم)

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ

بیشک جن کو تم اللہ کے سوا پوج رہے ہو وہ

لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ

تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس تم اللہ کے پاس رزق مانگو اور

وَاشْکُرُوْا لَہٗ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ

اسی کی بندگی کرو اور اسی کا شکر بجا لاؤ

معیشت کی اہمیت:

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "اللہ تعالیٰ روزی کے پیچھے پڑنے سے منع نہیں فرماتا ہے۔ صرف یہ سمجھ رکھو کہ اللہ کے سوا روزی کوئی نہیں دے سکتا ہے اپنی طاقت اور اپنی تدبیر کو دخل نہ سمجھو۔ اللہ کی بندگی کرو اور اللہ ہی کا شکر کرو۔ اللہ ہی کی طرف پھر جانا ہے۔

وَإِن تُكَذِّبُوا۟ فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ

اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں

وَمَا عَلَى ٱلرَّسُولِ إِلَّا ٱلْبَلَٰغُ ٱلْمُبِينُ

اور رسول کی ذمہ داری اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ پیغام صاف صاف پہنچا دے

قوم کے جھٹلانے سے پیغمبر کا کوئی نقصان نہیں:

اِن جملوں سے پہلے پورے رکوع میں صرف صیغۂ غائب استعمال کیا گیا ہے۔ یہ قریش اور عرب کے کافروں کو براہِ راست خطاب کرنے کا پہلا موقع ہے۔ اس سے پہلے وہ تمام تر اللہ کے نام لیواؤں کے سامنے تھے۔ (تفہیم)

اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ ابتدا سے

ثُمَّ یُعِیْدُہٗ

پیدائش کو بار بار کرتا ہے

اپنی پیدائش پر دوبارہ غور کی دعوت:

یعنی خود اپنی ذات میں غور کرو، اپنے جسم کو دیکھو، اپنے نفس کا مطالعہ کرو، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم کو پیدا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "آخرت کا پھیلنا جو ہونا ہے اس سے کھلتا ہے۔" (تفہیم حواشی)

یعنی پیدائش کی ابتدا کی تحقیق کی اہلیت تو انسان نہیں رکھتا۔ (نظر بر مشاہدات نہیں) البتہ حاصل ہے اللہ نے ان کو خلقت سے پھر بہت غور سے پھر کوشت کی بوٹی سے ہڈی پھر ہڈی پر طاقت سے آگے پھر رفتہ رفتہ بچپن سے جوانی تک کے حالات لوگوں کو بتلاتے رہتے ہیں یہاں تک ثابت ہو جاتی ہے۔

ثُمَّ یُعِیْدُہٗ: دوبارہ پیدا کرنے کے بعد دوبارہ لوگوں کو اٹھا کر کھڑا کرنا۔ یہ بھی اوہ ہو مضبوط ہو گئے ہیں۔ بڑھاپے کے بعد پھر جوانی کی طرح دوبارہ ویسے ہی پیدا کر دیتا ہے جیسے کہ شروع میں پیدا کیے تھے۔ (تفہیم حواشی)

اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ

اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے

اللہ کیلئے کچھ مشکل نہیں:

یعنی اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اور جو کچھ پیدا کرے گا اس میں کوئی چیز بھی اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔ اس کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کے لیے کوئی خاص تدبیر کرے۔

سے فنا کا دور دورہ ہوتا ہے اور ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ

کہہ دو چلو پھرو زمین میں پھر دیکھو کیسے

بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ

پیدا کیا اللہ نے پہلی بار پھر اللہ اٹھائے گا پچھلی اٹھان

دوسری مخلوقات میں غور کرو:

یعنی اپنی ذات کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی پیدائش میں بھی غور کرو، وہاں بھی تمہیں یہی نظر آئے گا کہ ہر چیز کی پیدائش کے پیچھے اسی ذات کی قدرت کارفرما ہے، اسی کی قدرت نے ہر چیز کو وجود بخشا ہے، اور اسی کی قدرت ہر چیز کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

بیشک اللہ ہر کام

يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ

عذاب دیتا ہے جس کو چاہے اور رحم کرتا ہے جس پر چاہے

یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنی مشیت کے مطابق ہر کام کرنے کا اختیار ہے، وہ جس کو چاہے عذاب دے سکتا ہے، اور جس پر چاہے فضل و رحمت کی بارش برسا سکتا ہے۔

عذاب و رحم کی صورتیں:

اس آخرت میں دی جانے والی سزا و جزا میں سے بعض کا تعلق اس دنیا ہی سے ہے، یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دنیا ہی میں عذاب میں مبتلا کر دے، اور کسی کو دنیا ہی میں رحمت سے نواز دے۔ اس لئے یہ فقرہ جس طرح آخرت کی سزا و جزا پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا مظہر ہے، اور اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ ارشاد ہے:

وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ۝ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ

اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے اور تم نہیں

فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَمَا لَكُمْ

عاجز کرنے والے زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ تمہارے لئے

مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ

اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

اللہ سے کوئی بھاگ نہیں سکتا

یعنی کسی کا یہ خیال غلط ہے کہ وہ اپنے آپ کو زمین کے گوشوں میں چھپا کر، یا آسمان کے کسی گوشے میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔ زمین و آسمان میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کارفرما نہ ہو، اور جہاں اللہ تعالیٰ کسی کو پکڑ نہ سکتا ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے تو کسی کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٧٨﴾

اور کسی رسول کا یہ کام نہیں کہ کوئی نشانی لائے مگر اللہ کے حکم سے پھر جب آئے حکم اللہ کا فیصلہ ہو گیا انصاف کا اور خسارے میں پڑے وہاں جھوٹ بنانے والے

تم میں سے جو لوگ اللہ کی ملاقات کی امید رکھتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت ضرور آنے والا ہے، اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٥﴾

جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ کے ملنے کی تو بیشک وعدہ اللہ کا آنے والا ہے اور وہ سنتا ہے جانتا ہے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ

اور جو منکر ہوئے اللہ کی نشانیوں سے اور اس کے ملنے سے وہ لوگ

يَئِسُوا مِنْ رَحْمَتِي

ناامید ہیں میری رحمت سے

مایوسی رحمت

یہ بھی ان لوگوں کے اعتقادی بگاڑ کا ایک اور پہلو ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کسی کو بھی رحمت سے محروم کر سکتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہر چیز پر حاوی ہے، اور اس کی رحمت سے مایوس ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا انکار ہے۔ ارشاد ہے:

وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٣﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ

اور ان کے لئے عذاب ہے دکھ دینے والا ۝ پھر کچھ جواب

قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ

قوم ابراہیم کا مگر یہ کہ بولے مار ڈالو اس کو یا جلا دو اس کو

قوم ابراہیم علیہ السلام کی دشمنی

[illegible] فَنَجَّاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ [illegible]

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ

[illegible] إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ [illegible]

اہل حق کی کامیابی کی مثال

[illegible] وَقَالَ [illegible] إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا [illegible]

آگ سے نکلنے کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی تقریر

[illegible] ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا [illegible]

مشرکانہ دعائیں کوئی کام نہیں دیں گی

[illegible] وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ [illegible]

امت محمدیہ میں انقلابات

[illegible]

بیٹے نہیں ہے تو قرآن پڑھنے کے بعد بھی نہ سمجھ سکے گا۔ یہ بات ہم نے اس لئے کہی کہ ہم نے ایک شخص کے متعلق سنا ہے کہ وہ عیسائی تھا۔ پھر مسلمان ہو گیا۔ پھر عیسائی ہو گیا۔ پھر مسلمان ہو گیا۔ اس نے عیسائی ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ میں نے قرآن کریم کو بہت پڑھا ہے مگر مجھے اس میں کوئی بات ایسی نظر نہیں آئی جو عیسائیت کے خلاف ہو۔ اس لئے میں عیسائی ہو گیا۔ پھر مسلمان ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ میں نے انجیل کو بہت پڑھا ہے مگر مجھے اس میں کوئی بات ایسی نظر نہیں آئی جو اسلام کے خلاف ہو۔ اس لئے میں مسلمان ہو گیا۔ پھر

لیکن دنیا میں جن قحط زدہ علاقوں سے غلے کے قافلے آتے تھے ان کا راستہ بحیرۂ قلزم کے ساحل سے ہو کر گزرتا تھا۔ اس لیے مصر کے حکمران نے ان قافلوں کو ہدایت کر رکھی تھی کہ جو شخص بھی غلہ خریدنے آئے اس کو ایک ایک بار شتر غلہ دیا جائے۔ اس طرح ۱۱ قافلوں کو ۱۱ بار شتر غلہ دیا گیا۔ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو پہچان لیا، مگر وہ ان کو نہ پہچان سکے۔ (تفہیم القرآن، جلد دوم، صفحہ ۳۹۰)

دنیا میں سب سے پہلی ہجرت

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچیرے بھائی حضرت لوط کے ساتھ اپنی قوم کے ظلم سے تنگ آ کر ہجرت کا ارادہ فرما چکے تھے۔ اللہ کی یہ ہجرت تقریباً ۲۰۰۰ سال ق م میں ہوئی تھی۔ یہ سب سے پہلی ہجرت ہے جو ریکارڈ پر آئی ہے۔

بعض اعمال کی جزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ

اور ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب عطا کیا اور اس کی ذریت میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور اس کو دنیا میں اس کا اجر دیا اور آخرت میں وہ صالحین میں سے ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعض اعمال کی جزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اسحاق و یعقوب علیہما السلام کے بعد بھی بہت سے انبیاء آئے اور بنی اسرائیل کی تاریخ کا بڑا حصہ انبیاء کی سرگزشت پر مشتمل ہے۔ یہ ان کی ہجرت کا اجر تھا۔ اسی طرح آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہیں۔ یہ ان کی ہجرت کا اجر ہے۔

قوم لوط کی بدکاریاں

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ

اور لوط کو (یاد کرو) جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا ہے۔

قوم لوط کی بدکاریوں کا ذکر قرآن میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ ان کی بدکاریوں کی تفصیل بائبل کی کتاب پیدائش باب ۱۹ میں ملتی ہے۔ ان کی بدکاریوں کی وجہ سے ان کی بستیوں پر عذاب نازل ہوا۔ ان کی بستیوں کے کھنڈرات آج بھی بحیرۂ مردار کے جنوبی ساحل پر موجود ہیں۔

أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ

کیا تم مردوں کے پاس جاتے ہو اور رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام کرتے ہو۔

یہ تین بدکاریاں ہیں جو قوم لوط کے سامنے آئی ہیں۔ ان کی بدکاریوں کی تفصیل بائبل کی کتاب پیدائش باب ۱۹ میں ملتی ہے۔ ان کی بدکاریوں کی وجہ سے ان کی بستیوں پر عذاب نازل ہوا۔ ان کی بستیوں کے کھنڈرات آج بھی بحیرۂ مردار کے جنوبی ساحل پر موجود ہیں۔

حضرت لوط کی تبلیغ

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے۔ آپ حضرت ابراہیم کے ساتھ ہی اس علاقے میں آئے تھے۔ آپ کی قوم کے لوگ بہت بدکار تھے۔ آپ نے ان کو بہت سمجھایا، مگر وہ باز نہ آئے۔ آپ کی قوم کے لوگ بہت بدکار تھے۔ آپ نے ان کو بہت سمجھایا، مگر وہ باز نہ آئے۔

قوم لوط کی بدکاریاں

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ

(لوط نے) کہا اے میرے رب! فساد کرنے والے لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔

جب لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی قوم کے لوگ بہت بدکار ہیں اور وہ ان کو سمجھانے میں ناکام ہو گئے ہیں تو انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! ان فساد کرنے والے لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے پریشان ہوا اور دل تنگ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ڈرو نہ غم کرو، ہم تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے تمہاری بیوی کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ

ہم اس بستی کے لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں بسبب اس کے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

اور ہم نے اس بستی کا ایک کھلا نشان چھوڑ دیا ہے عقل رکھنے والوں کے لیے۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اور آخرت کے دن سے ڈرو اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ

مگر انہوں نے اس کو جھٹلایا، پس وہ زلزلہ میں گرفتار ہو کر اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

وَعَادًا وَثَمُودَ وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنْ مَسَاكِنِهِمْ ۖ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ

اور عاد و ثمود کو (ہلاک کیا) جن کے (تباہ شدہ) مکانات تمہارے سامنے ہیں۔ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا تھا اور ان کو راہ سے روک دیا تھا، حالانکہ وہ سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ

اور قارون و فرعون و ہامان کو (ہلاک کیا) ان کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آیا تھا، مگر انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ ہم سے بچ کر نکل جانے والے نہ تھے۔

فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

پس ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی سزا دی۔ کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آ لیا، کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور کسی کو ہم نے غرق کر دیا۔ اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا مگر وہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ ۖ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے حامی و مددگار بنا رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جس نے مکان بنایا اور سب مکانوں سے کمزور مکان مکڑی کا مکان ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے ہوتے۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

بیشک اللہ جانتا ہے کہ وہ اس کے سوا کسی کو پکار رہے ہیں۔ وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے سمجھانے کے لیے بیان کرتے ہیں، مگر ان کو صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ بیشک اس میں نشانی ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا ائْتِنَا

بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

قوم والوں کا حضرت لوط کو جواب

اس پر قوم کے پاس اور کوئی جواب نہ تھا

سوائے اس کے کہ وہ کہنے لگے کہ

اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ

اس کے بعد قوم کے لوگوں نے لوط علیہ السلام سے

کہا کہ

نے بچے دیے میں کوئی شبہ نہیں پایا تو فرمایا۔ ہاں۔ کہ ان میں یہ بری خصلت تو ہے کہ وہ ایسی باتوں پر ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ واللہ اعلم (راقم الحروف)

قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ

وہ کہنے لگے کہ ہم خوب جانتے ہیں جو لوگ اس بستی میں ہیں ہم ضرور بچا لیں گے اس کو

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ

اور اس کے گھر والوں کو سوا اس کی عورت کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہے

فرشتوں کا جواب:

یعنی فرشتوں نے اطمینان دلایا کہ ہم سب کو بچا لیں گے جو وہاں رہتے ہیں اور جو ان میں نہ کے برابر ہیں۔ مطلب یہ نہیں۔ کہ ان کے گھر والوں کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ سب کو مار دیں گے بجز لوط اور اس کی بیوی کے جو اس کی بیٹی ہوں۔ یا بیٹیاں۔ چونکہ ان پر عذاب آنا ہے

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ

اور جب پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس برا ہوا

بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا

ان کی وجہ سے اور تنگ ہوا

فرشتے حضرت لوطؑ کے پاس:

فرشتے بہت حسین شکل میں لوطؑ کی شکل میں وہاں پہنچے۔ حضرت لوطؑ نے دل میں سوچا کہ یہ خوش اندام لوگ ہوں گے کہ یہ بدمعاش ان مہمانوں کی عزت تو کریں گے۔ اس طرح وہ اپنی جان کا خطرہ سمجھ کر ان کی آمد کی خبر کسی کو نہ دیں گے۔ مگر ان بدمعاشوں کو خبر ہو گئی اور وہ لوطؑ کے گھر پر چڑھ آئے۔ لوطؑ نے ان کو سمجھایا کہ میری بیٹیاں موجود ہیں ان سے نکاح کر لو۔ مگر وہ نہ مانے۔ آخر فرشتوں نے لوطؑ کو تسلی دی (راقم الحروف)

وَقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ

اور کہنے لگے تو نہ ڈر اور نہ غم کر ہم تجھ کو بچا لیں گے

وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ

اور تیرے گھر والوں کو سوا تیری عورت کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہے

اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا

ہم اتارنے والے ہیں اوپر رہنے والوں اس بستی کے عذاب

قوم لوطؑ کی بستیوں کے کھنڈرات:

یعنی جانی آنی والی بستیوں کے نشان ہمارے مکانوں کو تک شام کے سفر میں اٹھائے جا رہے تھے۔ (راقم الحروف)

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک آیت بینہ سے مراد ہیں قوم لوطؑ کی بستیوں کے ویران کھنڈر۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ لوگ ان کھنڈروں پر سے گزرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ پتھر باقی رکھے ہیں امت کے لئے نشانی اور عبرت کے طور پر۔ حالانکہ وہ اگلے لوگوں نے نہ دیکھا تھا۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہا کرتے تھے آیت بینہ سے مراد ہے بعض نے یہاں کہا قصہ کی شہرت مراد ہے کیونکہ ہم نے قوم لوطؑ کا یہ قصہ واضح شکل کر کے چھوڑا ہے۔ (ابن جریر)

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ

اور بھیجا مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو کہا اے قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ

بندگی کرو اللہ کی اور ڈرو پچھلے دن سے

حضرت شعیبؑ کی تبلیغ:

یعنی قوم کی طرف سے مایوس ہو کر اللہ کے فضل پر بھروسہ کر کے اصلاح پر مستعد ہو گئے (راقم الحروف)

وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ

اور مت پھرو ملک میں خرابی مچاتے

فساد فی الارض:

خرابی مچانے سے مراد ہے لوٹ مار کرنا۔ راہزنی کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ ان کی عادت تھی۔ اور جیسا ہمارے ملک میں بھی کچھ کم نہیں ہو رہا۔ (راقم الحروف)

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ

پھر پکڑا ان کو زلزلہ نے پھر رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے

قَمِنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ

کہ ان کے بدلے میں آسمان سے عذاب اترے بسبب اس کے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے

یعنی اپنی قوم کی شرارت سے ڈرانے سے مت۔ یہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اور ہدایت نہ ماننے کی وجہ سے ہی یہ عذاب آنا ہے۔ چونکہ وہ ایسے بدمعاش تھے کہ ان کو نصیحت کرنا بیکار تھا۔ اس لئے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ اور ان کی قوم کو کہا گیا کہ ان سے کنارہ کر لیں۔ یہ ہلکا سا اشارہ ہے ان کی ہلاکت کی طرف۔ (راقم الحروف)

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ

اور البتہ چھوڑ دیا ہم نے اس بستی کا نشان کھلا ہوا عقل والوں کے واسطے

قوم لوطؑ کی بستیوں کے کھنڈرات:

یعنی جانی آنی والی بستیوں کے نشان ہمارے مکانوں کو تک شام کے سفر میں اٹھائے جا رہے تھے۔ (راقم الحروف)

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک آیت بینہ سے مراد ہیں قوم لوطؑ کی بستیوں کے ویران کھنڈر۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ لوگ ان کھنڈروں پر سے گزرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ پتھر باقی رکھے ہیں امت کے لئے نشانی اور عبرت کے طور پر۔ حالانکہ وہ اگلے لوگوں نے نہ دیکھا تھا۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہا کرتے تھے آیت بینہ سے مراد ہے بعض نے یہاں کہا قصہ کی شہرت مراد ہے کیونکہ ہم نے قوم لوطؑ کا یہ قصہ واضح شکل کر کے چھوڑا ہے۔ (ابن جریر)

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ

اور بھیجا مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو کہا اے قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ

بندگی کرو اللہ کی اور ڈرو پچھلے دن سے

حضرت شعیبؑ کی تبلیغ:

یعنی قوم کی طرف سے مایوس ہو کر اللہ کے فضل پر بھروسہ کر کے اصلاح پر مستعد ہو گئے (راقم الحروف)

وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ

اور مت پھرو ملک میں خرابی مچاتے

فساد فی الارض:

خرابی مچانے سے مراد ہے لوٹ مار کرنا۔ راہزنی کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ ان کی عادت تھی۔ اور جیسا ہمارے ملک میں بھی کچھ کم نہیں ہو رہا۔ (راقم الحروف)

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ

پھر پکڑا ان کو زلزلہ نے پھر رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا
پھر انہوں نے جھٹلایا تو انہیں زلزلے نے آ پکڑا پھر وہ ہو گئے
فِي دَارِهِمْ جٰثِمِينَ ۝ وَعَادًا وَثَمُودَ
اپنے گھر میں اوندھے پڑے رہ گئے اور عاد اور ثمود
وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ
(کو ہم ہلاک کر چکے ہیں) جن کے (کھنڈر) تمہارے لئے ان کے گھروں سے
(تم پر حال کھل چکا ہے) ان کے گھروں سے

جن کی ان بستیوں کے کھنڈر تم دیکھتے ہو۔ ان سے عبرت حاصل کرو۔ (تفسیر عثمانی)

عقل پرستوں کی غلط فہمی:

اور جن کی عقل فلسفہ اور سائنس سے خراب ہو چکی ہے اور ان کا دائرہ ادراک محسوسات سے متجاوز نہیں ان کا گمان ہے کہ ہماری گفتگو زمین کے نیچے کی گہرائی تک ہوتی ہے کان بھی ہمارے ہیں مگر ہمیں آج تک مادہ میں اشتعال پیدا ہونے کی کوئی آواز نہیں سنائی دی اور نہ ہی ہمارے آلات مادہ میں اشتعال پیدا ہونے کی کوئی آواز سن سکے ہیں اور نہ ہی ہمارے آلات نے ایسی کوئی آواز محسوس کی ہے۔ (تفسیر ماجدی)

سبحان اللہ وہ وحی کہ جس کو تیرہ سو برس گذرنے کے بعد بھی ہر طالب حق نے پیش کیا ہے وہاں آج کی مادہ پرست دنیا کے سامنے ہے یا۔ اور کیا آگ اور پانی کی مادہ ایک جیسی ہو سکتی ہے۔ (معارف کاندھلوی)

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ
اور (ان کے) کاموں کو شیطان نے ان کے (دل میں) خوشنما بنا دکھایا تھا
عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ
اس نے ان کو راستے سے روک دیا تھا اور وہ سمجھ بوجھ رکھتے تھے

عقل کے باوجود ہلاکت کے خریدار بنے:

یعنی دنیا کے کام میں ہشیار تھے اور اپنے زعم میں ایک فہمند تھے پر شیطان نے بہکا کے ایسی سمجھ ماری کہ۔ (تفسیر عثمانی)

فرمانے مستعد ہونے کا یہ معنی بیان کیا ہے۔ وہ اپنے دنیوی امور میں ہوشیار تھے بصیرت مند تھے غور و فکر کر سکتے تھے لیکن انہوں نے غور و فکر سے کام نہیں لیا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے۔ ان پر واضح کر دیا گیا تھا کہ ان پر عذاب ضرور آئے گا۔ پیغمبروں کے اقوال سے ان پر ظاہر ہو چکا تھا کہ (اگر وہ اب بھی نہ مانے تو) ہلاک ہیں مبتلا ہوں گے لیکن وہ اپنے انکار اور اطوار پر جمے رہے۔ نتیجہ میں تباہ کر دیئے گئے۔ (تفسیر طبری)

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوسٰى
اور قارون اور فرعون اور ہامان (کو ہم ہلاک کر چکے ہیں) اور ان کے پاس موسیٰ
بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سٰبِقِينَ ۝
کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے تو انہوں نے ملک میں سرکشی کی اور وہ (ہم سے) بچ کر نکل جانے والے نہ تھے

قارون، فرعون اور ہامان:

یعنی کھلی نشانیاں، کھلے کھلے معجزے لے کر بھی حق کے سامنے نہ جھکے اور کبر و غرور سے اپنی گردن نیچے نہ ہونے دی۔ پھر نتیجہ کیا ہوا؟ کیا جو کچھ ان کو سزا سے بچ گئے؟ (العیاذ باللہ خدا کو تھکا دیا۔ (تفسیر عثمانی)

قارون نسبی لحاظ سے فرعون و ہامان سے شریف تھا اس لئے قارون کا لفظ فرعون و ہامان سے پہلے ذکر کیا گیا۔ اس سے اشارہ نکلتا ہے اس امر کی طرف کہ اعلیٰ نسب والے سے قرب صمدیت کا صدور بہت ہی غرابت۔ (تفسیر علیمی)

فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْۢبِهِ
پھر ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ
(پھر ہر ایک کو اس کے اپنے گناہ

مختلف مجرموں کی مختلف سزائیں:

یعنی ان میں سے ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا دی گئی۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا
پھر کوئی تھا جس پر ہم نے بھیجا
پھر ان میں سے

پتھراؤ کرنے والی ہوا جس نے قوم لوط کو بھی اس میں بھی داخل کیا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ
اور کوئی تھا جس کو آ پکڑا
اور ان میں سے کسی کو

یہ ثمود تھے اور اہل مدین بھی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ
اور کوئی تھا جس کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا
اور ان میں سے کسی کو زمین میں

یعنی قارون کو جیسا کہ سورۂ قصص میں گزرا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ أَغْرَقْنَا
اور کوئی تھا جس کو ہم نے غرق کر دیا
اور ان میں سے کسی کو

یہ فرعون و ہامان تھے جو سورۂ یونس کے قریب ہی گزرا ان میں داخل ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا

اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے لیکن وہ

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

اپنے آپ پر ظلم کرتے

اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا:

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ وہ کسی انسان پر بے موقع یا بے سزا کسی نیک بارگاہ محبوب اخلاص سے بھی ظلم ہو اور عذاب ہے۔ ظلم تو وہ ہے جو مشرک نہیں، بلکہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ یعنی ایسے کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ اور شان کے حق میں نہ ہو۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ

جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے حمایتی بنا رکھے ہیں

كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ

ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جس نے گھر بنایا ہے اور سب گھروں میں

لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

کمزور گھر مکڑی کا ہے کاش وہ لوگ سمجھتے

مشرکوں کی حیثیت:

یعنی کمزور اس واسطے ہے کہ جان والی کا بچاؤ ہوتا ہے مکڑی کا جالا کہ جو شخص اس کے جالے سے گزرے یہ بھی مثال اس کی ہے جو شخص کے سوا کسی کو پناہ چاہے اور اس کا عقیدہ سمجھے، یہ وہاں حیثیت کچھ بچا نہیں کر سکتے۔ (خازن)

مسئلہ: مکڑی کو مارنے اور اس کے جالے صاف کر دینے کے متعلق حدیث کے تو اہل مختلف ہیں، بعض حضرات اس کو منع کرتے ہیں، کیونکہ یہ جانور بوقت ہجرت نور ثور کے منہ پر جالا تان دینے کی وجہ سے قابل احترام ہو گیا، جیسا کہ مخلص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس نے قتل کی ممانعت نقل کی ہے۔ ابن عبدالبر نے عبدالرحمن عطیہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ روایت نقل کی ہے "طَهِّرُوْا بُيُوْتَكُمْ مِنْ نَسْجِ الْعَنْكَبُوْتِ فَاِنَّ تَرْكَهُ يُوْرِثُ الْفَقْرَ" یعنی مکڑی کے جالوں سے اپنے مکانات کو صاف رکھا کرو، کیونکہ اس کے چھوڑنے سے فقر و فاقہ پیدا ہوتا ہے۔ سند دونوں روایتوں کی قابل اعتبار نہیں، اور دوسری روایت کی ہر مکڑی احادیث سے ناشیہ ہوتی ہے جس میں مکانات اور کپڑا وغیرہ صاف رکھنے کا حکم ہے۔ (روح المعانی) ۔ (عارف حنفی اعظم)

مکڑی اور مشرک:

عنکبوت مادہ ہے آ مکڑی کے آٹھ پاؤں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ ایک زہریلا دودھ ہوتا ہے۔ زہریلا عکبوت آدمی کا ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اسی طرح مشرکین ہر طرف دوڑتے ہیں اور ان کی نظریں پہنچا نہ رکھتی ہیں اور اور شرک کا زہر یا دادو [illegible] ہے جو ان کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ (صدقہ کاروی)

یعنی جو کافر بتوں پر بھروسہ رکھتے ہیں اور انہوں نے بتوں کو اپنا کارساز اعتماد قرار دے رکھا ہے ان کی مثال مکڑی اور اس کے جالے سے سمجھ لیجئے۔ مکڑی نے اپنا جالا بنا ہے، پھر مکڑی نے جالے سے بھی زیادہ ان کا حل اعتماد کمزور ہے مکڑی کا جالا پھر بھی کوئی حقیقت رکھتا ہے اور اس کا کچھ نہ کچھ فائدہ مکڑی کو پہنچتا ہے مگر بتوں کی حالت اس سے بھی گئی گزری ہے مطلب یہ ہے کہ بت پرستوں کے مذہب کی مثل مکڑی کے جالے کی طرح ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جن کافروں نے اللہ کے سوا دوسروں کو کارساز سمجھ رکھا ہے اہل توحید کے مقابلہ میں ان کی حالت ایسی ہے جیسے اس مکڑی کی جس نے اپنا گھر کمزی آواز گھر کے مقابلہ میں بنایا ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابوبکر غار میں داخل ہوئے تو ابوبکر نے غار کے منہ کو بند پایا تو اپنا تہبند پھاڑ کر اس کے منہ بند کر دیا اس لئے تم ان کو تلاش کرو۔ (تفسیر خازن)

إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ

اللہ جانتا ہے جس کو وہ پوجتے ہیں اس کے

دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ

سوا کوئی چیز

یعنی مکمل خدائے واحد تعجب کرے کہ سب کو اپنے ہی دائرہ میں سمجھتا ہے یا کسی کو مستقل نہ کہیں بعض لوگ بت کو پوجتے ہیں بعض آگ پانی کو بعض دریا یا جانور فرشتوں کو اور سوا خدا کے فرد دیا کہ اللہ کو سب معلوم ہیں۔ اگر کوئی ایک بھی ان میں سے مستقل قدرت و اختیار رکھتا تو ضرور سب کی نیت کو جانتا۔ (خازن)

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اور وہ زبردست ہے حکمت والا

یعنی اللہ کو کسی کی عبادت کی حاجت نہیں چاہیے اور زبردست ہے اور مشورہ کرنا چاہیے کہ ہر کام تصیر مطلق ہے۔ (خازن حسن)

قدرت و حکمت کا ایک اشارہ

[illegible] ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی قدرت و حکمت کا ایک اشارہ بھی۔ اس کی قدرت کا اشارہ اس طرح ہے کہ ایک ہی زمین سے ایک ہی پانی پی کر یہ مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی زمین کے مختلف ٹکڑوں میں ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی درخت کے پھل ایک ہی پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ پھر ان کے ذائقے، رنگ، بو، خواص، غرض ہر چیز میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی سے ان کی پرورش کرنے والے کی قدرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی حکمت کا اشارہ اس طرح ہے کہ ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی زمین کے مختلف ٹکڑوں میں ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی درخت کے پھل ایک ہی پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ پھر ان کے ذائقے، رنگ، بو، خواص، غرض ہر چیز میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی سے ان کی پرورش کرنے والے کی حکمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ

[illegible]

وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ

[illegible]

قرآنی مثالوں پر مشرکین کے اعتراض کا جواب

[illegible] ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی قدرت و حکمت کا ایک اشارہ بھی۔ اس کی قدرت کا اشارہ اس طرح ہے کہ ایک ہی زمین سے ایک ہی پانی پی کر یہ مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی زمین کے مختلف ٹکڑوں میں ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی درخت کے پھل ایک ہی پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ پھر ان کے ذائقے، رنگ، بو، خواص، غرض ہر چیز میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی سے ان کی پرورش کرنے والے کی قدرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی حکمت کا اشارہ اس طرح ہے کہ ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی زمین کے مختلف ٹکڑوں میں ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی درخت کے پھل ایک ہی پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ پھر ان کے ذائقے، رنگ، بو، خواص، غرض ہر چیز میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی سے ان کی پرورش کرنے والے کی حکمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اللہ کے مقابلے میں کون ہے؟

[illegible] ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی قدرت و حکمت کا ایک اشارہ بھی۔ اس کی قدرت کا اشارہ اس طرح ہے کہ ایک ہی زمین سے ایک ہی پانی پی کر یہ مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی زمین کے مختلف ٹکڑوں میں ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی درخت کے پھل ایک ہی پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ پھر ان کے ذائقے، رنگ، بو، خواص، غرض ہر چیز میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی سے ان کی پرورش کرنے والے کی قدرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی حکمت کا اشارہ اس طرح ہے کہ ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی زمین کے مختلف ٹکڑوں میں ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی درخت کے پھل ایک ہی پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ پھر ان کے ذائقے، رنگ، بو، خواص، غرض ہر چیز میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی سے ان کی پرورش کرنے والے کی حکمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ

[illegible]

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ

[illegible]

اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ

[illegible]

خلاصۂ قرآن کے تقاضے

[illegible] ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی قدرت و حکمت کا ایک اشارہ بھی۔ اس کی قدرت کا اشارہ اس طرح ہے کہ ایک ہی زمین سے ایک ہی پانی پی کر یہ مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی زمین کے مختلف ٹکڑوں میں ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی درخت کے پھل ایک ہی پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ پھر ان کے ذائقے، رنگ، بو، خواص، غرض ہر چیز میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی سے ان کی پرورش کرنے والے کی قدرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی حکمت کا اشارہ اس طرح ہے کہ ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی زمین کے مختلف ٹکڑوں میں ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی درخت کے پھل ایک ہی پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ پھر ان کے ذائقے، رنگ، بو، خواص، غرض ہر چیز میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی سے ان کی پرورش کرنے والے کی حکمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ

[illegible]

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

(پہلی قسط)

نماز برائیوں سے روکتی ہے

نماز کا یہ پہلو بہت سے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے کہ وہ انسان کو برائیوں سے روکتی ہے۔ اس پہلو کے اوجھل ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ نماز پڑھتے ہیں لیکن ان کی نماز ان کو برائیوں سے نہیں روکتی۔ اس کی وجہ سے نماز کے بارے میں بہت سے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ نماز کے لئے جو وقت مقرر کیا گیا ہے اس میں بعض لوگوں کو بڑی دقت پیش آتی ہے۔ مثلاً فجر کی نماز کے لئے جو وقت مقرر کیا گیا ہے اس میں بہت سے لوگوں کو بڑی دقت پیش آتی ہے۔ اس وقت ان کی نیند کا بڑا حرج ہوتا ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے لئے جو وقت مقرر کیا گیا ہے اس میں بہت سے لوگوں کو بڑی دقت پیش آتی ہے۔ اس وقت ان کی نیند کا بڑا حرج ہوتا ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے لئے جو وقت مقرر کیا گیا ہے اس میں بہت سے لوگوں کو بڑی دقت پیش آتی ہے۔ اس وقت ان کی نیند کا بڑا حرج ہوتا ہے۔

اس قسم کے شبہات کی بنیاد اس بات پر ہے کہ نماز کے اصل مقصد کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اس کے اصل مقصد کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اس کے اصل مقصد کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اس کے اصل مقصد کو نظر انداز کر دیا جائے۔

امام رازیؒ کی تحقیق

امام رازیؒ نے اس آیت کے بارے میں یہ بحث اٹھائی ہے کہ اس آیت میں نماز کے بارے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے، اس کا مطلب کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر ایسی قوت ہے کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر ایسی قوت ہے کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر ایسی قوت ہے کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے۔

ناقص نمازیں

بعض لوگ نماز کے بارے میں یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اگر نماز برائیوں سے روکتی ہے تو پھر بہت سے لوگ نماز پڑھتے ہیں لیکن برائیوں سے نہیں رکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے اندر ایسی قوت ہے کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر ایسی قوت ہے کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر ایسی قوت ہے کہ وہ برائیوں سے روکتی ہے۔

عذاب سے نجات دلانے والا عمل

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا باپ بوڑھا ہو گیا ہے اور اس کے اعضاء بھی کمزور ہو گئے ہیں اور میں اس کی طرف سے کچھ نہ کچھ صدقہ کرتا رہتا ہوں اور اس کی طرف سے حج بھی کر چکا ہوں (اب کوئی اور عمل ایسا بتا دیجئے جو اس کی طرف سے کر دوں) (طبرانی)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ اپنے والد کی طرف سے حج کر لو، یہ ان کے عذاب کو روکنے والا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کو بندوں کی کون سی بات پسند ہے

ابوداؤد نے حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سوال پیش کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کو بندوں کی کس کارروائی سے خوشی ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو بات پسند ہے کہ بندہ اس کی حمد کرے اور اس کی تعریف کرے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! اس کی تعریف کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس طرح کہے کہ اے اللہ! تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں۔

اُنسِ کی نوازوں کی تڑپ

ابوداؤد نے حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سوال پیش کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کو بندوں کی کس کارروائی سے خوشی ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو بات پسند ہے کہ بندہ اس کی حمد کرے اور اس کی تعریف کرے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! اس کی تعریف کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس طرح کہے کہ اے اللہ! تمام تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں۔

وَنَذْكُرُ اللّٰهَ اَكْبَرُ

ذکر الٰہی کی برکات سے دل

اللہ کی یاد، اللہ کی ذکر سے کیوں کر دل کو سکون ملتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے دو جملوں میں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سن لو اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے) اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے) یہ دونوں جملے ہی بتا رہے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو سکون دیتا ہے اور تمام عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔ یہ دونوں جملے ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں۔ اللہ کا ذکر دل کو سکون دیتا ہے اس لئے تمام عبادتوں سے بڑھ کر ہے

۳- افضل آدمی اور افضل عمل

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا آدمی سب سے بہتر ہے اور کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ اس نے عرض کیا: پھر کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا: (سب سے افضل یہ ہے) کہ تم دنیا سے ایسی حالت میں جاؤ کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

۴- آگے بڑھ جانے والے:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ دو آدمیوں کے پاس سے گزرے جو ایک پتھر کی طرف سے گزرے اس پر ان کا پاؤں لگا تو ان میں سے ایک نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا جائے۔ اس پر اس نے جا کر اس پتھر کو ہٹا دیا۔ دوسرے نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا جائے۔ اس پر اس نے جا کر اس پتھر کو ہٹا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے ان دونوں کو جنت میں چلتے دیکھا۔ (سنن ابوداؤد)

۵- زندہ و مردہ آدمی:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ (بخاری کتاب الدعوات)

۶- اہل ذکر کو فرشتے تلاش کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے اہل ذکر کی تلاش میں راستوں میں گھومتے رہتے ہیں۔ جب وہ کسی جماعت کو اللہ کا ذکر کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں: آؤ تمہارا مقصد یہ ہے جسے تم نے فرمایا۔ پھر آسمان تک ملائکہ ان لوگوں پر بچھا جاتے ہیں۔ اللہ ان فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے (باوجود یہ وہ زیادہ خوب واقف ہے) جو ان سے کہہ رہے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: تیری پاکی بیان کر رہے تھے، تیری بڑائی بیان کر رہے تھے، تیری تعریف کر رہے تھے اور تیری بزرگی کا اعتراف کر رہے تھے (یعنی الحمد للہ، اللہ اکبر، سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ کہہ رہے تھے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں خدا کی قسم انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کی کیفیت ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو تیری زیادہ عبادت کرتے اور تیری بزرگی بیان کرتے، زیادہ تعریف کرتے اور تیری پاکی اور زیادہ بیان کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں خدا کی قسم انہوں نے جنت کو نہیں دیکھی۔ اللہ فرماتا ہے اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو اس کی کیا حالت ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو اس کو جنت کی خواہش اور طلب اور زیادہ شدت کے ساتھ ہوتی۔ اور پناہ کی رغبت بہت زیادہ ہو جاتی۔ اللہ فرماتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں خدا کی قسم انہوں نے دوزخ نہیں دیکھی۔ اللہ فرماتا ہے اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو اس سے اور زیادہ بھاگتے اور بہت زیادہ کس سے ڈرتے۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی۔ اس مجلس میں ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یہاں ذاکر کرنے والوں میں سے نہیں بھی ہو جو محض کسی ضرورت سے آ گیا تھا۔ اللہ فرماتا ہے وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔ (بخاری)

مسلم نے بھی یہ حدیث اسی طرح نقل کی ہے اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ اے رب! اس میں ایک بندہ خطا کی سے شامل ہو گیا (دوسرے) فرمایا کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا (بھی) نامراد نہیں رہتا۔

۷- جنت کے باغ:

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں کی طرف سے گزرو تو وہاں چرو چگو (کھاؤ اللہ میں مصروف رہو) صحابہ نے عرض کیا جنت کے باغوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ذکر کے حلقے مراد ہیں۔ (ترمذی)

۸- فرشتوں کا سرمایہ فخر:

معاویہؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلقے کی طرف سے گزرے۔ فرمایا یہاں کیسے بیٹھے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں اور اس کی ثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم کو اسلام اور ہدایت کی توفیق دی اور مسلمان بنا کر ہم پر احسان فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم اس لئے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کی قسم! ہم اس لئے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے تم پر تہمت لگانے کے لئے نہیں بٹھایا بلکہ جبرائیل آئے اور انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتا ہے۔ (مسلم)

۹- غافلوں میں ذاکر کی مثال:

ابوموسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ (بخاری)

ابوموسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ (بخاری)

۱۰-عذاب سے نجات:

۱۱-فرشتوں اور رحمتوں کا نزول:

۱۲ عدالتوں کی بھرمار:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ

جو آدمی جس قسم کا عمل کرتا ہے اللہ جانتا ہے

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ

اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

اہل کتاب کو دعوت دینے کا طریقہ

کیا ان آیات میں موجودہ توراۃ
وانجیل کے مضامین کی تصدیق وتعلیم ہے

پر مسلمانوں کے ایمان کا تذکرہ جس عنوان سے کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم ان کتابوں پر اجمالی ایمان رکھتے ہیں یا ہمارا ایمان ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں میں نازل فرمایا تھا اس پر ہمارا ایمان ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ موجودہ تورات و انجیل نے سب مضامین پر ہمارا ایمان ہے۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی بہت تحریفات ہو چکی تھیں اور اس وقت سے اب تک ان میں تحریف کا سلسلہ قائم ہی ہے یا ہے۔ الیمان صرف ان مضامین تورات و انجیل پر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہا السلام پر نازل ہوئے تھے مگر تحریف شدہ مضامین میں سے غلط ہیں۔

موجودہ تورات و انجیل کی نہ مطلقاً تصدیق نہ مطلقاً تکذیب

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ اہل کتاب تورات و انجیل کو ان کی اصلی زبان عبرانی میں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کو ان کا ترجمہ عربی زبان میں کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے متعلق مسلمانوں کو یہ ہدایت دی کہ تم اہل کتاب کی تصدیق نہ کرو نہ تکذیب کرو، بلکہ یوں کہو اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا (یعنی ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا) اور تمہارے دین کے خلاف نہ ہو، تو تم ان کی تصدیق کرو نہ تکذیب اور کہو اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ تَخْلِيْطِهٖ وَرُسُلِهٖ (ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر) اب اگر وہ بات سچ ہے تو تم نے اس کی تکذیب نہیں کی (اس لئے مجرم نہ ہوئے) اور اگر وہ بات غلط ہے تو تم نے اس کی تصدیق نہیں کی، اس لئے مجرم نہ ہوئے۔

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

اور یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اس پر جو اترا ہم پر اور اترا تم پر

سابقہ کتب پر ایمان:

یعنی ہمارا جیسا کہ قرآن پر ایمان ہے اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کے لئے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور دوسرے انبیاء پر جو کتابیں اتاریں بیشک وہ سچی تھیں۔ ایک حرف بھی ان کا غلط نہ تھا۔ (گو تحریف کے ہاتھ میں وہ آسمانی کتابیں اپنی اصلی صورت و حقیقت میں باقی نہ ہیں۔ (منہ)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ اہل کتاب (یعنی یہودی) عبرانی میں تورات پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے سامنے اس کی تشریح عربی میں کرتے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب اور کہو ہم ایمان لائے اس (کتاب) پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور اس پر جو تمہاری طرف اتاری گئی (الخ رواہ البخاری۔ (منہ)

وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

اور خدا ہمارا اور تمہارا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے حکم پر چلتے ہیں

اہل کتاب اور مسلمانوں کا فرق

[illegible] ہے کہ ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری ہے [illegible] ہم نے پہلے کی کتابوں کو [illegible] ہے۔ [illegible] ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری ہے [illegible] ہم نے پہلے کی کتابوں کو [illegible] ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

اس کتاب قرآن پاک کو کیوں قبول نہیں کرتے

[illegible] [illegible] [illegible] [

قرآن پاک کی جامع و بے مثال حفاظت:

یعنی جو شخص نے اس نے اپنی جانوں پر آفل ہونے کا ان کے لئے یہ اسے چاہئے ہے۔ حضرت نے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کے ذریعے اس کی حفاظت فرمائی ہے۔ یہ کتاب ہمیشہ سے باقی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر صفوۃ التفاسیر)

قرآن کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی آیات کھلے ہوئے معجزات ہیں اور یہ قرآن جو دلیل سے محفوظ ہیں اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا اور ہم ہی قرآن اہل ایمان کے سینوں میں محفوظ ہے اہل ایمان اس کے حافظ ہیں اس کے برخلاف دوسری آسمانی کتابیں چونکہ محفوظ نہ تھیں اس لئے لوگوں نے ان کی آیات و احکام کو تبدیل کر دیا تھا اور ان کو بدل دیا تھا یہی پڑھا جاتا تھا حالانکہ کتاب میں کیا پڑھا جاتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت:

حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم سے مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور الذین اٰمنوا سے مراد ہیں اہل کتاب۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ایسی واضح علامات کی حامل ہے جو اس کتاب کے سینوں میں محفوظ ہیں یعنی رسول اللہ کے جو اوصاف ان کی کتابوں میں موجود ہیں اہل کتاب ان سے واقف ہیں وہ اوصاف رسول اللہ کی شخصیت میں موجود ہیں۔ (تفسیر مظہری)

امت محمدیہ کا ایک وصف:

اس امت کے اوصاف میں سے یہ آیا ہے۔ حملۃ هم اور جلیبہ یعنی ان کے سینے میں اللہ کی انجیل ہوں گے یعنی یہ امت اتنی بڑی کتاب کی حامل ہوگی جو اس سے پہلے امتوں کے سینوں میں محفوظ نہ تھی اور جو صفات انجیل ہوگی پہلی امتوں کے ہر فرد میں یہ صفات اس کے حافظ موجود ہیں اور پھر واقعہ ان لفظ یا معنی ان کے سینوں میں محفوظ ہے اور قرآن کی تلاوت و انجیل ہے۔ قرآن کی تلاوت کا جو آج تک ہوتے آرہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ پھر وہ سوال ہے کہ تک قرآن کے الفاظ اور معانی محفوظ اور قرآن رہنما کے سینوں میں محفوظ چلے آتے ہیں یہ بھی کتاب میں لکھی ہوئی ہوتا ہے اس میں وہ لوگوں سے دنیا کے اس کے حروف و شکل جانے ہیں وہ سب جانتے ہیں وہ لوگ سے نقل جانتے ہیں لیکن جو چیز ہزاروں اور لاکھوں سالوں میں لکھی ہوئی ہو اس کے ضائع ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ علماء اہل کتاب میں یہ بھی ہے قرآن نے قرآن کے زمین پر قریب انجیل کا ایک ہی نمونہ نظر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ (معارف کاندھلوی)

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور منکر نہیں ہوتے ہماری باتوں سے مگر وہی جو بے انصاف ہیں

یعنی بے انصافی کا یہ حال ہے۔ ایک شخص یہ کہہ کر کہ میں کسی کی بات نہ مانوں گا۔ دوسرا شخص یہ کہہ کر کہ میں کسی چیز کو نہیں مانوں گا۔ (تفسیر عثمانی)

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا

اور کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اس پر نشانیاں اس کے رب سے تو کہہ

الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾

نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں میں تو صاف ڈر سنانے والا ہوں

معجزہ مانگنا نشان دکھلانا پیغمبر کا کام نہیں ہے:

یعنی میرے قبضہ میں نہیں کہ جو نشانی تم طلب کیا کرو وہی دکھلا دیا کروں۔ کسی نبی کی تصدیق اس بات پر موقوف ہو سکتی ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ ہدایت کے نتائج سے تم کو صاف لفظوں میں آگاہ کر دوں باقی حق خانی میری تصدیق کے لئے جو نشانی چاہے دکھلا دے۔ یہ اس کے اختیار میں ہے۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ

کیا ان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر اتاری کتاب کہ ان پر پڑھی جاتی ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

بیشک اس میں رحمت ہے اور نصیحت ان لوگوں کو جو مانتے ہیں

قرآن کافی نشانی ہے:

یعنی یہ نشان کافی نہیں جو کتاب ان کو سنائی جاتی ہے اس سے بڑا نشان اور کیا ہوگا۔ دیکھتے نہیں اس کتاب کے سامنے والے کس طرح سجدہ حاصل کرتے ہوتے ہیں اور فضل و رحمت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

شانِ نزول: اپنے پیغمبر کو چھوڑ کر دوسروں کی باتوں پر توجہ کرنا

مسند میں داری نے اور ابو داؤد نے مراسیل میں اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بطریق عمرو بن دینار و یحییٰ بن سعید کی روایت سے مرسلاً بیان کیا ہے کہ چند مسلمان شاہ کی آئینہ بڑی کے کرتے جس میں یہودیوں سے کچھ باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے گمراہ ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جو کچھ ان کا نبی لے کر آیا ہو اس سے توجہ کر لیں اور دوسروں کے لئے جو دوسرے نبی لائے آئے ہوں اس کی طرف راغب ہو جائیں اس پر آیت وَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری)

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ

آپ کہئے اللہ کافی ہے درمیان میرے اور تمہارے گواہ جانتا ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اللہ کی شہادت سے

مکی زندگی میں ہر پیغمبر کی آزمائش کے لیے جس طرح ایک طرف رسالت کے دلائل سے روشن اور پختہ معجزات کا ظہور ہوتا رہا، دوسری طرف مخالفین کی ایذا رسانی کا سلسلہ بھی برابر بڑھتا رہا۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو معاملہ کیا اس کی تفصیل قرآن میں بیان ہوئی ہے۔ ان میں سے کچھ واقعات تو ایسے ہیں جن کی نظیر پیش کرنے سے قرآن عاجز ہے۔ کچھ ایسی صداقتیں ہیں جن کی تصدیق کے لیے قرآن کافی نہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ

اور وہ لوگ جنہوں نے ایمان لایا جھوٹ پر اور انکار کیا اللہ کا

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

یہی لوگ نقصان پانے والے ہیں

سب سے بڑی بدبختی

آدمی کی بڑی بدبختی اور نقصان یہ ہے کہ جھوٹی بات پر ایمان لائے اور سچی بات کا انکار کرے۔ اس سے بڑھ کر نقصان کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ

اور جلدی مچاتے ہیں آپ سے عذاب

کفار مکہ کہتے تھے کہ اگر واقعی ہم پر عذاب آنے والا ہے تو وہ آ کیوں نہیں جاتا۔ اس کا جواب دیا گیا کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس وقت سے پہلے کسی کو عذاب نہیں آ سکتا۔

وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ

اور اگر نہ ہوتی ایک مدت مقرر تو آ پہنچتا ان پر عذاب

وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

اور البتہ آئے گا ان پر اچانک اور وہ نہ جانتے ہوں گے

اس امت کے کافروں کا عذاب:

مکی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو کبھی دنیا میں آنے والے عذاب کی خبر نہیں دی۔ یہ خبر صرف مدنی زندگی میں دی گئی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس امت کا عذاب یہی ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوں اور قتل ہونے کے بعد دوزخ میں جائیں۔ اس لیے یہ عذاب کی صورت یا عذاب کا نمونہ ہوا۔ (موضح)

عذاب کا وقت

اَجَلٌ مُّسَمًّى کی تشریح میں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ عذاب سے مراد بدر کا دن ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قیامت کا دن ہے۔ پس تم کو عذاب کی جلدی نہ کرنی چاہیے کیونکہ ان کی درخواست کے مطابق اگر عذاب آ بھی جائے تو اس کا وقت مقرر ہے۔ اس سے پہلے عذاب کا آنا ممکن نہیں۔ اس کے بعد عذاب کا آنا یقینی ہے۔ اس لیے عذاب کے آنے کا یقین کرنا چاہیے۔ (ابن کثیر)

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ

جلدی مچاتے ہیں آپ سے عذاب

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۙ

اور بیشک جہنم گھیرنے والی ہے کافروں کو

کافر عذاب میں گھرے ہوئے ہیں:

یعنی آخرت کا عذاب تو الگ رہا، کفار جس عذاب میں اب گرفتار ہیں وہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ان کی آنکھیں اس کو نہیں دیکھ رہی ہیں مگر ان کے ہر طرف سے اس عذاب نے گھیر رکھا ہے۔ ان کی حرکتیں ان کو جہنم کی طرف لے جا رہی ہیں۔ یہ عذاب ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ (موضح)

یَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ

جس دن گھیر لے گا ان کو عذاب اوپر سے ان پر اور

نَعْبُدُ رَبَّكُمْ وَبِئْسَ مَا أَنْتُمْ تَعْمَلُونَ

مال عذاب بنے گا۔

يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ

ہجرت کا حکم:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

الجنۃ: عمل پر ثابت قدم رہنے والوں کا اجر

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ

آخر سب کچھ چھوڑنا ہے

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ

چلنے والے کا اور یہاں کے گھروں سے بہتر گھر دیئے جائیں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

بغوی نے لکھا ہے کہ کچھ مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ ہجرت کر کے مدینہ چلے جاؤ ان لوگوں نے جواب دیا وہاں نہ تو ہمارا گھر ہے نہ مال ہے ہمارے کھانے پینے کا انتظام وہاں کون کرے گا اس پر آیت نازل ہوئی۔ (منثور)

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا
اور کتنے جانور ہیں جو اٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی اللہ روزی دیتا ہے ان کو
وَاِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝
اور تم کو بھی اور وہی ہے سنتا (۱۹) جانتا (۲۰)

اللہ رازق ہے..... جانوروں کو بھی رزق ملتا ہے:

یہ روزی کی طرف سے خاطر جمع کر دی کہ کتنے جانور ہیں جو اپنا گھر میں اکٹھا نہیں کرتے اور ان کا قوت نہیں ہوتا نہ وہ ان طرح طرح کی روزی (موجود) پھر جو خدا چرندوں کو روزی پہنچاتا ہے کیا اپنے اقرار میں تم کو نہ پہنچائے گا۔ خوب سمجھ لو روزق تحقیق وہی ہے جو سب کی باتیں سنتا اور دلوں کے خیالات کو جانتا ہے۔ ہر ایک کا کام وہ جانتا ہے اس کے سامنے بے تمہی کی محنت دہی رائیگاں نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ اس کے راستہ میں ہجرت چھوڑ کر نکلے ہیں وہ نہیں ضائع نہیں کرے گا۔ سامان معیشت ساتھ لے جانے کی فکر نہ کریں کتنے جانور ہیں جو اپنی روزی پیدا کر کے لاتے نہیں کھاتے۔ پھر بھی رزق تحقیق ان کو میسر روزق پہنچا تا ہے۔ (تفسیر ثنائی)

کوے کے بچوں کی پرورش:

یہ مشہور ہے کہ کوے کے بچے جب نکلتے ہیں تو ان کے پر و بال سفید ہوتے ہیں پھر رنگ کر کوا ان سے نفرت کر کے بھاگ جاتا ہے کہ دنوں کے بعد ان پروں کی سفیدی سیاہ ہو جاتی ہے۔ تب ان کے ماں باپ آتے ہیں اور انہیں دانہ وغیرہ کھلاتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں جب کہ ماں باپ ان کو پھر نے پھرنے سے معذور ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور ان کے پاس بھی نہیں آتے اس وقت اللہ خالق چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں کے پاس بھیج دیتا ہے جن کی غذا بن جاتے ہیں۔ عرب کے شعراء نے اسے نظم بھی کیا ہے۔

سفر وسیلۂ ظفر:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے سفر کرو تو کہ صحت اور روزی پاؤ۔ اور روایت میں ہے کہ سفر کرو تو کہ صحت اور غنیمت ملے۔ اور حدیث میں ہے سفر کرو تاکہ اٹھائے کے روزے رکھو تندرست رہو گے۔ جہاد کرو تو غنیمت لے لو گے اور روایت میں ہے جہاد والوں اور آسان والوں کے ساتھ سفر کرو۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں سننے والا اور ان کی حرکات وسکنات کو جاننے والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

سوائے انسان، چوہے اور چیونٹی کے کوئی مخلوق روزی جمع نہیں کرتی

یعنی بہت سے جانور ایسے اور بہت سے جانداروں کے تاجر ہیں اپنے ساتھ اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے اور نہ کل کے لئے جمع کرتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ نے کہا سوا انسان اور چوہے اور چیونٹی کے اور کوئی مخلوق روزی جمع کر کے نہیں رکھتی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو پالے اور پرند جو گھر کو نہ ہیں اور اپنی روزی جمع کر کے نہیں رکھتے ان کو بھی اللہ ہی روزی دیتا ہے اور تم بھی تو کچھ ہو رزق جمع کر کے رکھتے ہو اللہ ہی تم کو بھی روزی دیتا ہے روزی کے معاملے میں تم اور جانور سب برابر ہو تم بھی (رزق حاضر) پیتے ہو وہ بھی پیتے ہیں تم بھی (آخر) مر جاتے ہو وہ بھی مر جاتے ہیں۔ پھر تم روزی کی کوشش بیکار ہے اس لئے بجز اس کے کہ نیکی کی صورت میں معاش کی طرف سے تم کو کوئی اندیشہ کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اوقات:

سعید بن منصور۔ ابن ابی حاتم بیہقی اور ابن عساکر نے ضعیف سند سے نیز بغوی نے حضرت ابن عمر کی روایت سے بیان کیا ہے حضرت ابن عمر نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصار کے باغات میں سے ایک باغ میں گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے باغ سے کھجوریں (توڑ توڑ کر) ہمیں کھانے کو دینے لگے اور فرمایا دین تمہارا کیسا ہے میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے خواہش نہیں ہے۔ فرمایا مجھے تو کھانے کی خواہش ہے یہ بھی رشک کی جگہ ہے چاروں ہو گئے کہ میں نے کھانا نہیں کھایا نہ مجھے ہاضمہ ہے میں نے کہا انا للہ انا للہ فرمایا ابن عمر اگر میں اپنے رب سے مانگتا تو مجھے کسریٰ اور قیصر کے ملک سے بھی کئی گنا زیادہ عنایت فرماتا۔ یا تمہیں میں ایک دن بھوکا رہتا ہوں اور ایک دن پیٹ بھر کر کھاتا ہوں۔ (یعنی ایک بار کھانا کھاتا ہوں) ابن عمر اگر تمہاری عمر ہوئی تو اس وقت تمہاری یہ حالت ہو گی جب تم اپنے برتنوں میں روٹی سے چوسل کھا کر رقیق چھپا کر رکھیں گے اور ان (کوا نہ کے) رزق ہونے کا یقین کر دو گے۔

حضرت ابن عمر کا بیان ہے اللہ ہم وہاں سے ہٹے بھی نہ تھے اور نہ ہٹنے کا ارادہ کیا تھا کہ آیت وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا نازل ہوئی۔

حضرت انس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کے لئے توکل جمع کر کے نہیں رکھتے تھے۔ (واہ واہ تعریف ہو تجھ)

کامل توکل کا انعام:

حضرت عمر بن خطاب کا بیان ہے میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ

جاہ بنا کر رہے تھے اگر تم اللہ پر ایمان لاؤ گے اور اس کی بندگی کرنے لگو گے تو وہ تمہیں بھی اسی طرح رزق دے گا جس طرح اس نے دوسروں کو عطا فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے کسی بندے کو رزق دینے پر مجبور نہیں ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب۔ ادارہ)

ہر ایک کو اپنا رزق ضرور ملے گا:

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی چیز تم کو جنت سے قریب کرنے والی اور دوزخ سے دور رکھنے والی ایسی نہیں رہی کہ میں نے تم کو اس کا حکم نہ دیا ہو اور کوئی چیز دوزخ سے قریب کرنے والی اور جنت سے دور رکھنے والی ایسی نہیں رہی کہ میں نے تم کو اس سے منع نہ کیا ہو۔ روح القدس (جبرئیل) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی شخص بھی جب تک پورا رزق پا نہ لے مر نہیں سکتا، خواہ اس کا رزق کتنا ہی کم ہو۔ پس اللہ سے ڈرو اور رزق کی طلب میں اعتدال اختیار کرو۔ (یعنی ناجائز ذرائع سے نہ کماؤ۔ رزق ملنے میں دیر ہونے سے تم لوگوں کو اللہ سے حاصل کیے ہوئے رزق پر آمادہ نہ ہو جانا چاہیے کیونکہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس کو بغیر اطاعت کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی فی شرح السنۃ، ابن مردویہ، بیہقی)

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

اور اگر تم لوگوں سے پوچھو کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ

اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کر رکھا ہے تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔ پھر یہ کدھر سے الٹے جا رہے ہیں

رزق کے اسباب پر اللہ کا تصرف ہے:

کفار رزق کے تمام اسباب (مثلاً بارش، زمین کی پیداوار) آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے اللہ ہی کو جانتے ہیں، پھر کس بنا پر وہ ان کی بندگی کرتے ہیں؟ اس کی اس کے سوا کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ وہ حقیقت کو جانتے بوجھتے ہوئے اندھے بنے ہوئے ہیں۔ (یہ آیت پہلے بھی گزر چکی ہے)

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ

اللہ ہی کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہتا ہے

عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ

اپنے بندوں میں سے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

بیشک اللہ ہر چیز سے

بندوں کے ایمان کی حفاظت

اللہ جب کسی کو مالدار بناتا ہے تو بہت سی نعمتیں اور فراوانیاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ایک صحابی جو بڑے مقبول الدعا تھے، نماز پڑھ رہے تھے اس کو ختم کر کے دعا مانگنے لگے اور یہ دعا کی: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھ کو اپنے بندوں کے لیے آزمائش نہ بنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے بندے تو خود اپنی جان سے مانگ رہا ہے، میں تجھ سے بہتر جانتا ہوں کہ کس کو مالدار بنانا اس کے حق میں بہتر ہے اور کس کو فقیر رکھنا اس کے حق میں بہتر ہے۔ (ابن ابی حاتم)

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے

مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ

پانی برسا کر پھر اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ

کہو الحمد للہ۔ مگر ان میں سے اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے

یعنی وہ بھی کبھی اس کی ربوبیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور اسی حق خالص کو مانتے ہیں جس کی طرف یہ آیت اشارہ کر رہی ہے۔

وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ

اور یہ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے

وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ

اور آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے

حیوان: اصل میں حیوان اور حیاۃ ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ مگر حیاۃ کا لفظ عموماً اس زندگی کے لیے بولا جاتا ہے جو موت کے بعد ختم ہو جانے والی ہو۔ اور حیوان کا لفظ اس زندگی کے لیے بولا جاتا ہے جو موت کے بعد ختم ہونے والی نہ ہو۔ اسی لیے یہاں حیاۃ کے بجائے حیوان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾

اگر یہ جانتے ہوتے

آخرت کی فکر ضروری ہے:

یعنی آدمی کو چاہیے کہ یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے کہ اصلی و دائمی زندگی وہی ہے۔ دنیا کے کھیل تماشے میں غرق ہو کر حقیقت کو بھول نہ جائے۔ بلکہ یہاں، اور کروبیں کی تیاری اور عقبیٰ کے لئے توشہ درست کرے۔ (تنبیہ جلالی)

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

پھر جب سوار ہوتے کشتی میں پکارتے ہیں اللہ کو خالص اسی پر اعتقاد

الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾

کر کے پھر جب پہنچا دیتا ہے ان کو زمین کی طرف اسی وقت لگے شریک کرنے

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۙ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

تاکہ ناشکری کریں ہمارے دیئے سے اور تاکہ عیش کریں سو عنقریب جان لیں گے

انسان کی احسان فراموش طبیعت:

یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ آدمی دنیا کے حوادث میں پڑ کر خدا کو اور آخرت کو فراموش نہ کرے لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب کشتی طوفان میں گھر جاتے تو بڑی عقیدہ مندی سے اللہ کو پکارتے ہیں۔ پھر جہاں آفت سر سے ٹلی اور خشکی پر قدم رکھا اللہ کے احسانوں سے مکر کر جھوٹے دیوتاؤں کو پکارنا شروع کر دیا۔ گویا غرض پوجا کی یہ تھی کہ مصیبتوں کا تحفہ دیتے رہیں اور دنیا کے مزے لوٹتے رہیں۔ خیر بہتر ہے چند روز دل کے ارمان نکال لیں۔ عنقریب یہ نشہ جائے گا کہ اس بغاوت و شرارت احسان فراموشی اور ناشکری کا نتیجہ کیا ہے۔ (تنبیہ جلالی)

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومن کو کبھی جس وقت اپنے آپ کو بے سہارا جان کر صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنا ہے اور اس وقت یہ یقین کرنا ہے کہ خدا کے سوا سچے اس مصیبت سے کوئی نہیں چھڑا سکتا، تو اللہ تعالیٰ کا فضل بھی دعا قبول فرما لیتے ہیں، کیونکہ یہ مضطر ہے اور اللہ تعالیٰ نے مضطر کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے (النمل ع ۶، الانبیاء ع ۵)

حقیقت ماننی پڑتی ہے:

مکہ کے بیان ہے کہ دور جاہلیت کے سب مشرکین مکہ کرتے تھے کہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کو سب کچھ سمجھتے تھے لیکن جب طوفان آتا تھا تو بتوں کی سرد مہری سے بھینک دیتے تھے اور پکارتے تھے اسے رب سے رب۔ مطلب یہ کہ سخت مصائب

کے وقت تو خالص طور پر اللہ کے طاعت گزار ہو جاتے تھے اور شرک چھوڑ دیتے تھے اور نرا سچا خدا کو تو ترنت ہی طرف رجوع کرتے تھے۔ (تفسیر عثمانی)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ

کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے کیا ہے حرم امن کا اور اچکے جاتے ہیں

النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ

لوگ ان کے آس پاس کیا پھر جھوٹ پر یقین رکھتے ہیں

وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾

اور اللہ کے احسان سے منکر ہوتے ہیں

اہل مکہ کے لئے امن کی نعمت:

مکہ کے لوگ اللہ کے گھر کے طفیل ہمسایوں سے پناہ میں تھے حالانکہ سارے ملک عرب میں فساد اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ بتوں کے بھجاری اس احسان کو بتوں کا پرتاپ سمجھتے ہیں اللہ کا پرچا احسان نہیں مانتے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ

اور اس سے زیادہ بے انصاف کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا

كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

جھٹلائے سچ کو جب اس تک پہنچا کیا نہیں جہنم میں

مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾

ٹھکانا منکروں کا

سب سے بڑی ناانصافی:

یعنی سب سے بڑی ناانصافی یہ ہے کہ اللہ کا شریک اس کو ٹھہرائے۔ یا اس کی طرف وہ باتیں منسوب کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ یا پیغمبر جو سچائی لے کر آئے ہیں اس سے بیٹھتے ہی جھٹلا دے۔ کیا ان ظالموں کو معلوم نہیں کہ منکروں کا ٹھکانا دوزخ ہے جو ایسی بیہودگیوں اور بے حیائی سے عقل و انصاف کے گلے پر چھری پھیرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ

اور جنہوں نے محنت کی ہماری راہ میں ہم ضرور ان کو اپنی راہیں

اللہ کیلئے جہاد کا ثمرہ:

یعنی جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھانے اور مشقتیں جھیلنے میں اور طریق

مرنے کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا اور اپنے قرب اور رضاء و جنت کی راہیں سمجھاتا ہے۔ جس جس درجہ وہ ریاضات و مجاہدات میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر ان کی معرفت، انکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور وہ ان سچی سوجھ بوجھ کی وجہ سے دوسروں کو اپنی کا احسان تک نہیں ہوتا۔ (تفسیر حقانی)

مقصد یہ ہے کہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے مجاہدہ یعنی ظاہری اور باطنی جہاد اور جدوجہد ضروری ہے اور لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا میں سے سہل سے خدا تعالیٰ کے قرب اور رضا کی راہیں مراد ہیں جس کا نام بہشت ہے۔

اگر در جستجوئے من شتابی — مرو خود بخود ی باز آبی

(مصرع کا مفہوم)

لَنَهْدِيَنَّهُمْ جہاد کا معنی ہے حد درجہ کوشش کرنا۔ مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنی انتہائی طاقت بھر کافروں سے لڑنے اور نفسانی خواہشات کی مخالفت کرنے کی کوشش کی۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ سے اندر یعنی ہماری مرضی کی طلب ہمارے دین کی مدد اور ہمارے وعدوں کو پورا کرنے میں۔

پروردگار الٰہی کا قرب:

لَنَهْدِيَنَّهُمْ اپنے راستوں کی یعنی اپنی رضا تک پہنچنے کے راستوں کی۔ خدا کی بارگاہ تک رسائی کے کیف ہے (اس کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی) یا یہ معنی ہے کہ ہم نیکی کے راستے کو کھا دیتے ہیں۔ اور ان راستوں پر چلنے کی توفیق عنایت کر دیتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى اور جو لوگ ہدایت پا لیتے ہیں اللہ ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیتا ہے۔

حضرت بوبردہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اپنے بڑے راستوں پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ان کو آگے کھا دیتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتے۔

جنید نے کہا جن لوگوں نے توبہ کی کوشش کی ہم ان کو اخلاص کے راستے بتا دیتے ہیں۔ حسن نے کہا سب سے اعلیٰ جہاد نفسانی خواہشات کی مخالفت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص عمل کرتا ہے اس پر جس کو وہ جانتا ہے اللہ اس کا علم اس کو عطا فرما دیتا ہے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

اور بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے

یعنی اللہ کی حمایت و نصرت نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(تم سورۃ العنکبوت ولله الحمد والمنہ) (تفسیر حقانی)

سورة الروم

جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے دل میں خلق ہے اور یہ خواب دیکھنے والا کہ بادشاہ سے تو عالم ہو جائے گا اور آخرت کی تاجر ہے تو بہت سے فوائد حاصل کرے گا۔ (خواص القرآن)

الٓمٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ	
مغلوب ہو گئے رومی نزدیک	ملک میں

عرب سے قریب کی زمین:

اَدْنَى الْاَرْضِ (رہتے ہوئے ملک یا پاس والے ملک) سے مراد "اذرعات" "بصریٰ" کے درمیان کا علاقہ ہے جو "شام" کی سرحد پر "بلقا" ہے۔ یہ جگہ حجاز کے قریب واقع ہوا ہے یا "فلسطین" مراد ہے جو رومیوں کے ملک سے نزدیک تھا یا "جزیرہ ابن عمر" جو فارس سے قریب ہے ان تین قول میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر حقانی)

ایرانیوں کی فتح پر مشرکین کی خوشی:

ابن ابی حاتم نے ابن شہاب زہری کی روایت سے اور ابن جریر نے عکرمہ اور یحییٰ بن عقبہ اور قتادہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ مسلمان جب مکہ میں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت نہیں کی تھی تو مشرک مسلمانوں سے جھگڑتے تھے اور کہتے تھے کہ تم شہادت دیتے ہو کہ روحی اہل کتاب ہیں لیکن (ایران کے) مجوسی ان پر غالب آ گئے۔ اسی طرح تمہارا خیال ہے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب اتاری گئی ہے اور تم اس کتاب کی برکت سے ہم پر غالب آ جاؤ گے اگر تم ایسا خیال کرتے ہو تو آؤ ہم تم سے فیصلہ کر لیں کہ کتاب میں ان پر فتویٰ دیکھیے۔ اب آ گئے ہیں جس طرح فارس والے رومیوں پر غالب آ گئے اسی طرح ہم تم پر غالب آئیں گے۔ (تفسیر مظہری)

ایک بہت عجیب و غریب قصہ امام سعید بن منصور نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ عکرمہ فرماتے ہیں فارس میں ایک عورت تھی جس کے بچے زبردست پہلوان یا بادشاہ ہی ہوتے تھے۔ نجومیوں نے ایک مرتبہ اسے بتایا

اور اس نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ مجھے راہ دے گا۔ اے میرے رب مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو نیکوں میں سے ہو۔ تو ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ لڑکا اس کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا، ابراہیم نے کہا: اے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو غور کر لے تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: اے ابا! جو حکم ہوا ہے اللہ کی طرف سے، اسے بجا لائیے۔ اللہ چاہے تو مجھے صبر کرنے والوں میں پائیے گا۔ پھر جب دونوں نے گردن جھکا دی اور ابراہیم نے اسے ماتھے کے بل گرا دیا، تو ہم نے ندا کی: اے ابراہیم! تو نے خواب سچا کر دکھایا۔ بے شک ہم نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک یہ ایک کھلا امتحان تھا۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیے میں دیا۔ اور ہم نے اس کا ذکر پچھلوں میں باقی رکھا۔ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی، ایک نبی نیکوں میں سے۔ اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت اتاری۔ اور ان دونوں کی اولاد میں کچھ نیکوکار ہیں اور کچھ اپنی جانوں پر کھلے ظالم۔

اہلِ روم کا تعارف:

روم کا علاقہ آج کے ترکی، شام اور یونان کے کچھ حصوں پر مشتمل تھا۔ وہاں کے لوگ اپنے آپ کو ابراہیم کی نسل سے بتاتے تھے۔ ان کے پاس توحید کا کچھ علم باقی تھا، اگرچہ وہ بت بھی پوجتے تھے۔ یونانیوں کے مذہب پر چلتے تھے۔ ان کے بادشاہ کو ہرقل کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ اپنے زمانے کی بڑی طاقت تھے۔ ایران کے ساتھ ان کی لڑائی چلتی رہتی تھی۔ کبھی ایک جیتتا، کبھی دوسرا۔ مکہ کے لوگ ان کی جیت پر خوش ہوتے تھے، کیونکہ وہ بھی بت پوجتے تھے۔ مسلمان ایران کی جیت پر خوش ہوتے تھے، کیونکہ وہ اہلِ کتاب تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ ان کی ہار چند سال کی ہے، پھر وہ جیتیں گے۔ یہی ہوا۔ نو سال بعد رومی ایران پر غالب آ گئے۔ اس خبر سے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھا۔ یہ آیتیں ہجرت سے پہلے مکہ میں اتریں۔ اللہ نے فرمایا کہ تم ان اہلِ کتاب کی طرح نہ بننا جو اپنے ہاتھوں کتاب کو خراب کر بیٹھے۔ اس پر آگے کی آیتیں اتریں۔

اہلِ روم کا تعارف:

روم کا علاقہ آج کے ترکی، شام اور یونان کے کچھ حصوں پر مشتمل تھا۔ وہاں کے لوگ اپنے آپ کو ابراہیم کی نسل سے بتاتے تھے۔ ان کے پاس توحید کا کچھ علم باقی تھا، اگرچہ وہ بت بھی پوجتے تھے۔ یونانیوں کے مذہب پر چلتے تھے۔ ان کے بادشاہ کو ہرقل کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ اپنے زمانے کی بڑی طاقت تھے۔ ایران کے ساتھ ان کی لڑائی چلتی رہتی تھی۔ کبھی ایک جیتتا، کبھی دوسرا۔ مکہ کے لوگ ان کی جیت پر خوش ہوتے تھے، کیونکہ وہ بھی بت پوجتے تھے۔ مسلمان ایران کی جیت پر خوش ہوتے تھے، کیونکہ وہ اہلِ کتاب تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ ان کی ہار چند سال کی ہے، پھر وہ جیتیں گے۔ یہی ہوا۔ نو سال بعد رومی ایران پر غالب آ گئے۔ اس خبر سے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھا۔ یہ آیتیں ہجرت سے پہلے مکہ میں اتریں۔ اللہ نے فرمایا کہ تم ان اہلِ کتاب کی طرح نہ بننا جو اپنے ہاتھوں کتاب کو خراب کر بیٹھے۔ اس پر آگے کی آیتیں اتریں۔

رومیوں کا فارسیوں پر غلبہ:

یہ حدیث میں ہے کہ ان نے ۳۰۰ سال بعد کہا کہ ان کی طاقت زیادہ تھی، ان کے پاس زیادہ فوج تھی، زیادہ مال تھا، زیادہ زمین تھی، ان کے پاس زیادہ علم تھا، زیادہ تجربہ تھا، زیادہ قریب تھا، زیادہ دور تھا، زیادہ آسان تھا، زیادہ مشکل تھا، زیادہ خوبصورت تھا، زیادہ بدصورت تھا، زیادہ نرم تھا، زیادہ سخت تھا، زیادہ ہلکا تھا، زیادہ بھاری تھا، زیادہ لمبا تھا، زیادہ چھوٹا تھا، زیادہ موٹا تھا، زیادہ پتلا تھا، زیادہ گہرا تھا، زیادہ اونچا تھا، زیادہ نیچا تھا، زیادہ تیز تھا، زیادہ کند تھا، زیادہ میٹھا تھا، زیادہ کڑوا تھا، زیادہ نمکین تھا، زیادہ بے نمک تھا، زیادہ خوشبودار تھا، زیادہ بدبودار تھا، زیادہ سفید تھا، زیادہ سیاہ تھا، زیادہ سرخ تھا، زیادہ زرد تھا، زیادہ سبز تھا، زیادہ نیلا تھا، زیادہ بنفشی تھا، زیادہ نارنجی تھا، زیادہ گلابی تھا، زیادہ بھورا تھا، زیادہ خاکستری تھا، زیادہ سنہرا تھا، زیادہ روپہلا تھا، زیادہ تانبے کا تھا، زیادہ لوہے کا تھا، زیادہ پیتل کا تھا، زیادہ شیشے کا تھا، زیادہ پلاسٹک کا تھا، زیادہ لکڑی کا تھا، زیادہ پتھر کا تھا، زیادہ مٹی کا تھا، زیادہ کپڑے کا تھا، زیادہ چمڑے کا تھا، زیادہ کاغذ کا تھا، زیادہ ربڑ کا تھا، زیادہ ریشم کا تھا، زیادہ اون کا تھا، زیادہ سوتی تھا، زیادہ کتان کا تھا، زیادہ مخمل کا تھا، زیادہ ساٹن کا تھا، زیادہ جالی کا تھا، زیادہ گوٹے کا تھا، زیادہ کڑھائی کا تھا، زیادہ بُنائی کا تھا، زیادہ رنگائی کا تھا، زیادہ چھپائی کا تھا، زیادہ ڈیزائن کا تھا، زیادہ فیشن کا تھا، زیادہ سٹائل کا تھا، زیادہ انداز کا تھا، زیادہ ادا کا تھا، زیادہ نخرے کا تھا، زیادہ ناز کا تھا، زیادہ غرور کا تھا، زیادہ تکبر کا تھا، زیادہ عاجزی کا تھا، زیادہ انکساری کا تھا، زیادہ شکر کا تھا، زیادہ صبر کا تھا، زیادہ توکل کا تھا، زیادہ یقین کا تھا، زیادہ ایمان کا تھا، زیادہ کفر کا تھا، زیادہ شرک کا تھا، زیادہ نفاق کا تھا، زیادہ ریا کا تھا، زیادہ حسد کا تھا، زیادہ بغض کا تھا، زیادہ کینہ کا تھا، زیادہ انتقام کا تھا، زیادہ معافی کا تھا، زیادہ درگزر کا تھا، زیادہ رحم کا تھا، زیادہ سختی کا تھا، زیادہ نرمی کا تھا، زیادہ محبت کا تھا، زیادہ نفرت کا تھا، زیادہ دوستی کا تھا، زیادہ دشمنی کا تھا، زیادہ امن کا تھا، زیادہ جنگ کا تھا، زیادہ صلح کا تھا، زیادہ فساد کا تھا، زیادہ اصلاح کا تھا، زیادہ بگاڑ کا تھا، زیادہ سنوار کا تھا، زیادہ بناؤ کا تھا، زیادہ بگاڑ کا تھا، زیادہ ترقی کا تھا، زیادہ تنزلی کا تھا، زیادہ عروج کا تھا، زیادہ زوال کا تھا، زیادہ کامیابی کا تھا، زیادہ ناکامی کا تھا، زیادہ فتح کا تھا، زیادہ شکست کا تھا، زیادہ جیت کا تھا، زیادہ ہار کا تھا، زیادہ خوشی کا تھا، زیادہ غم کا تھا، زیادہ ہنسی کا تھا، زیادہ رونے کا تھا، زیادہ قہقہے کا تھا، زیادہ آہ و زاری کا تھا، زیادہ چیخ و پکار کا تھا، زیادہ خاموشی کا تھا، زیادہ شور کا تھا، زیادہ سکون کا تھا، زیادہ ہلچل کا تھا، زیادہ ٹھہراؤ کا تھا، زیادہ بہاؤ کا تھا، زیادہ رکاوٹ کا تھا، زیادہ روانی کا تھا، زیادہ جمود کا تھا، زیادہ حرکت کا تھا، زیادہ تبدیلی کا تھا، زیادہ استقامت کا تھا، زیادہ لچک کا تھا، زیادہ سختی کا تھا، زیادہ نرمی کا تھا، زیادہ مضبوطی کا تھا، زیادہ کمزوری کا تھا، زیادہ طاقت کا تھا، زیادہ بے بسی کا تھا، زیادہ قوت کا تھا، زیادہ ضعف کا تھا، زیادہ توانائی کا تھا، زیادہ تھکن کا تھا، زیادہ راحت کا تھا، زیادہ آرام کا تھا، زیادہ بے چینی کا تھا، زیادہ اطمینان کا تھا، زیادہ سکون کا تھا، زیادہ بے سکونی کا تھا، زیادہ خوشی کا تھا، زیادہ غم کا تھا، زیادہ ہنسی کا تھا، زیادہ رونے کا تھا، زیادہ قہقہے کا تھا، زیادہ آہ و زاری کا تھا، زیادہ چیخ و پکار کا تھا، زیادہ خاموشی کا تھا، زیادہ شور کا تھا، زیادہ سکون کا تھا، زیادہ ہلچل کا تھا، زیادہ ٹھہراؤ کا تھا، زیادہ بہاؤ کا تھا، زیادہ رکاوٹ کا تھا، زیادہ روانی کا تھا، زیادہ جمود کا تھا، زیادہ حرکت کا تھا، زیادہ تبدیلی کا تھا، زیادہ استقامت کا تھا، زیادہ لچک کا تھا، زیادہ سختی کا تھا، زیادہ نرمی کا تھا، زیادہ مضبوطی کا تھا، زیادہ کمزوری کا تھا، زیادہ طاقت کا تھا، زیادہ بے بسی کا تھا، زیادہ قوت کا تھا، زیادہ ضعف کا تھا، زیادہ توانائی کا تھا، زیادہ تھکن کا تھا، زیادہ راحت کا تھا، زیادہ آرام کا تھا، زیادہ بے چینی کا تھا، زیادہ اطمینان کا تھا، زیادہ سکون کا تھا، زیادہ بے سکونی کا تھا۔

ہی نے جہد میں فارس نے روم کو ایک جنگ اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام، مصر، ایشیائے کوچک اور بحیرہ روم کے ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ قسطنطنیہ کی سلطنت بھی بالکل تباہ ہو گئی تھی۔ ہرقل قیصر روم کو ایرانی لشکر نے قسطنطنیہ میں محصور کر لیا تھا۔ رومیوں کا دارالسلطنت بھی محاصرہ میں پڑ گیا۔ رومی بری طرح پامال ہو رہے تھے۔ بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب بھی ایرانی فاتحین لے اڑے۔ قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہو گیا۔ بظاہر اسباب کوئی صورت رومی کے انجام نے اور عارضی شکست سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔ یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے خوب خوشیاں منائیں۔ مسلمانوں کو چڑانا شروع کیا۔ بڑے بڑے حوصلے ہو گئے تھے۔ تاکہ کرنے لگے کہ جس طرح ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو شکست دی ہے اسی طرح تمہیں بھی ختم کر دیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ کی مشرکین سے شرط:

اس واقعہ قرآن نے سخت اسباب خلاف کی بنا پر فرمایا کہ ایک وقت رومی فارس سے مغلوب ہو گئے ہیں لیکن نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب و منصور ہو گے اس پیشگوئی کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بعض مشرکین سے شرط باندھی (اس وقت تک اس شرط کی حرام نہ ہوا تھا) کہ گروہ سے میں تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں سو (۱۰۰) اونٹ تم کو دوں گا اور نہ ہوئے تو تم مجھ کو دو گے۔ شرط میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنی طرف سے "بضع سنین" کی میعاد مقرر کی تھی۔ بضع کا لغوی مدلول بعض نو سال پر مشاہدہ ٹھہرا۔ جب ہرقل قیصر روم نے اپنے کھوئے شدہ اقتدار کو دوبارہ پا لیا تو کہ یہ واقعہ ۶۲۶ء میں پیش آیا تھا) تک پہنچ گیا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآن پیشگوئی کے عین بر قرار قیصر روم نے اپنے کھوئے شدہ اقتدار کو دوبارہ پا لیا تو کہ یہ واقعہ ۶۲۶ء میں پیش آیا تھا) تک پہنچ گیا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآن پیشگوئی کے عین بر قرار قیصر روم نے اپنے کھوئے شدہ اقتدار کو دوبارہ پا لیا تو کہ یہ واقعہ ۶۲۶ء میں پیش آیا تھا) تک پہنچ گیا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآن پیشگوئی کے عین بر قرار قیصر روم نے اپنے کھوئے شدہ اقتدار کو دوبارہ پا لیا تو کہ یہ واقعہ ۶۲۶ء میں پیش آیا تھا) تک پہنچ گیا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآن پیشگوئی کے عین بر قرار

بعض بیوقوف مفسرین نے بضع کا عدد ۹ سے زیادہ لے لیا ہے (کوئی ۹ سال کوئی ۱۰ سال) جن کو ہوا قرار دیا ہے۔ اور یہ دلیل دی ہے کہ بضع تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ بضع کا لفظ عربی زبان میں تین سے نو تک کے لئے نہیں بولا جاتا۔ بلکہ اس کا استعمال ۱۰ سے کم کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہ بات عربی زبان کے ماہرین کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس لئے بضع کا لفظ ۱۰ سے کم کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔ اور یہ بات عربی زبان کے ماہرین کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس لئے بضع کا لفظ ۱۰ سے کم کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔ اور یہ بات عربی زبان کے ماہرین کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس لئے بضع کا لفظ ۱۰ سے کم کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔ اور یہ بات عربی زبان کے ماہرین کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس لئے بضع کا لفظ ۱۰ سے کم کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔

فارسیوں کا مقابلہ اور ابی بن خلف کی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بحث

مؤرخوں نے لکھا ہے کہ فارس اور روم میں جنگ قبل مشرک مال سے چلا آتا تھا۔ اہل فارس بت پرست تھے اور اہل روم عیسائی تھے۔ فارس والے روم والوں کو ہمیشہ مغلوب کرتے رہتے تھے۔ اس لئے مشرکین مکہ کو بھی فارسیوں سے دلی ہمدردی تھی اور مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم بھی اہل کتاب ہو اور عیسائی بھی اہل کتاب ہیں اور ہم امی (یعنی بے کتاب) ہیں، ہمارے فارسی بھائی تمہارے رومی بھائیوں پر غالب آ گئے اگر تم ہم سے لڑو گے تو ہم بھی تم پر غالب آ جائیں گے۔ اس وقت اس آیت کا نازل ہوا۔ غرض اس آیت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کفار کے پاس گئے اور فرمایا کہ اب تم اپنے بھائیوں کے غالب آ جانے سے بہت خوش ہو لیکن واللہ عنقریب رومی فارسیوں پر غالب آ جائیں گے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس کی اطلاع دی ہے۔ ابی بن خلف بولا کہ تم جھوٹے ہو۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، اچھا میں خدا تا بڑا جمع ہے، آؤ میں تم سے دس برس کی ایک معین مدت کی شرط کر لوں۔ میں اپنے

شروع ہو گئی ہیں۔ اگر رومی فارس والوں پر غالب آ گئے تو ہمیں (مکی) بتوں والوں پر غالب آ جائیں گے اور ہم تمہیں اس بات پر غالب ہونے کی امید دلاتے ہیں کہ تم کو دو سال میں دوبارہ فتح حاصل ہو گی۔ اور تین سال میں بڑا مقدر روشن ہو گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ خبر سنی تو اُبی بن خلف کے پاس گئے اور کہا کہ تم نے یہ کیا بات کہی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ تین سال میں فتح ہو گی۔ اُبی نے کہا کہ تم نے غلط کہا۔ تم اونٹ کی عمر مقرر کر لو۔ میں تم سے اس پر شرط لگاتا ہوں۔ چنانچہ دو سو اونٹوں پر شرط ہوئی اور دو سال کی مدت مقرر ہوئی۔ بعض روایات میں سات سال کی مدت بھی آئی ہے۔ اُبی نے کہا میں نے مان لیا۔ مگر مدت کے بعد اُبی بن خلف کا بیٹا پکڑا ہوا آیا اور مکہ سے چھپ جائے گا تو آپ سے پکڑ لیا اور ہوا بھی ایسا ہی۔ اُبی بن خلف کے بیٹے جہاد میں اس کے ساتھ تھے۔ اُبی نے کہا کہ میں شرط ہارتا ہوں۔ اس کا مال لے لو۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اپنے بیٹے جہاد کو روانہ کر دو۔ حضرت عبداللہ خاموش ہو گئے۔

اُبی بن خلف کی موت:

اس کے بعد اُبی بن خلف (مسلمانوں کے قاتل) احد کی جنگ میں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے زخمی ہو کر مکہ میں آ کر مر گیا۔ اُدھر عبداللہ بن ابی (منافق) فارس پر غالب آ گئے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ دونوں روایتیں فارسیوں پر غلبہ ہونے کا قصہ ہے۔ مترجم سے ساتویں سال کے بارے میں پیش آیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وصیت:

شعبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب پانی قبیلہ کے کنوؤں والوں پر غلبہ پا لیا تو اپنے گھوڑے کے دہانہ (لگاموں کی رسی) کو ہاتھ میں لے کر باندھ دیا (جو عرب قدیم سے دستور تھا) حضرت ابوبکرؓ نے اُبی بن خلف سے بیعت لے لی اور اُبی بن خلف نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم نے شروع کا مال وصول کر لیا اور خدمت گزاری میں لگ گئے۔ حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ کو خیبر کا اور قریظہ کا مال ہاتھ آیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی کو بھی غنیمت ملی تھی۔ (مترجم)

مسئلہ: حضرت ابوبکرؓ کے اس قصہ سے استدلال کرتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ دارالحرب میں مسلمانوں کا کافروں کے اموال تجارت خریدنا جائز ہے جیسے سونا کا تانبہ وغیرہ کو خریدنا۔ ان کے مذہب کی یہ بات بھی ہے کہ (حربی) کافروں کا مال ہر حال سے لینا جائز ہے بشرطیکہ وہ امان کی حالت نہ ہو۔ اس کو امام ابویوسفؒ نے رد کیا ہے۔ ان کا کامل بیان جائز نہیں۔

رومیوں کے غلبہ کے اسباب:

شعبی نے بیان کیا ہے کہ جب ایران کے فارسی والوں پر غالب آنے کی خبر سے مشرکین مکہ بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہا کہ تم نے کتاب والوں کی پیروی کی اور ہم نے امی لوگوں کی۔ ہم ان پر غالب آ گئے۔ اسی طرح تم پر بھی غالب آ جائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ الٓمّٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ۔ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ۔ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ۔ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ۔ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ بِنَصْرِ اللّٰہِ۔ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ۔ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ۔ (الروم ۱ تا ۵) الٓمّٓ۔ رومی فارس والوں پر غالب آ گئے تو تمہیں (مکی) بتوں والوں پر غالب آ جائیں گے اور ہم تمہیں اس بات پر غالب ہونے کی امید دلاتے ہیں کہ تم کو دو سال میں دوبارہ فتح حاصل ہو گی۔ اور تین سال میں بڑا مقدر روشن ہو گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ خبر سنی تو اُبی بن خلف کے پاس گئے اور کہا کہ تم نے یہ کیا بات کہی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ تین سال میں فتح ہو گی۔ اُبی نے کہا کہ تم نے غلط کہا۔ تم اونٹ کی عمر مقرر کر لو۔ میں تم سے اس پر شرط لگاتا ہوں۔ چنانچہ دو سو اونٹوں پر شرط ہوئی اور دو سال کی مدت مقرر ہوئی۔ بعض روایات میں سات سال کی مدت بھی آئی ہے۔ اُبی نے کہا میں نے مان لیا۔ مگر مدت کے بعد اُبی بن خلف کا بیٹا پکڑا ہوا آیا اور مکہ سے چھپ جائے گا تو آپ سے پکڑ لیا اور ہوا بھی ایسا ہی۔ اُبی بن خلف کے بیٹے جہاد میں اس کے ساتھ تھے۔ اُبی نے کہا کہ میں شرط ہارتا ہوں۔ اس کا مال لے لو۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اپنے بیٹے جہاد کو روانہ کر دو۔ حضرت عبداللہ خاموش ہو گئے۔

اُبی بن خلف کی موت:

اس کے بعد اُبی بن خلف (مسلمانوں کے قاتل) احد کی جنگ میں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے زخمی ہو کر مکہ میں آ کر مر گیا۔ اُدھر عبداللہ بن ابی (منافق) فارس پر غالب آ گئے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ دونوں روایتیں فارسیوں پر غلبہ ہونے کا قصہ ہے۔ مترجم سے ساتویں سال کے بارے میں پیش آیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وصیت:

شعبی نے بیان کیا ہے کہ جب ایران کے فارسی والوں پر غالب آنے کی خبر سے مشرکین مکہ بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہا کہ تم نے کتاب والوں کی پیروی کی اور ہم نے امی لوگوں کی۔ ہم ان پر غالب آ گئے۔ اسی طرح تم پر بھی غالب آ جائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ الٓمّٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ۔ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ۔ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ۔ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ۔ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ بِنَصْرِ اللّٰہِ۔ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ۔ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ۔ (الروم ۱ تا ۵) الٓمّٓ۔ رومی فارس والوں پر غالب آ گئے تو تمہیں (مکی) بتوں والوں پر غالب آ جائیں گے اور ہم تمہیں اس بات پر غالب ہونے کی امید دلاتے ہیں کہ تم کو دو سال میں دوبارہ فتح حاصل ہو گی۔ اور تین سال میں بڑا مقدر روشن ہو گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ خبر سنی تو اُبی بن خلف کے پاس گئے اور کہا کہ تم نے یہ کیا بات کہی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ تین سال میں فتح ہو گی۔ اُبی نے کہا کہ تم نے غلط کہا۔ تم اونٹ کی عمر مقرر کر لو۔ میں تم سے اس پر شرط لگاتا ہوں۔ چنانچہ دو سو اونٹوں پر شرط ہوئی اور دو سال کی مدت مقرر ہوئی۔ بعض روایات میں سات سال کی مدت بھی آئی ہے۔ اُبی نے کہا میں نے مان لیا۔ مگر مدت کے بعد اُبی بن خلف کا بیٹا پکڑا ہوا آیا اور مکہ سے چھپ جائے گا تو آپ سے پکڑ لیا اور ہوا بھی ایسا ہی۔ اُبی بن خلف کے بیٹے جہاد میں اس کے ساتھ تھے۔ اُبی نے کہا کہ میں شرط ہارتا ہوں۔ اس کا مال لے لو۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اپنے بیٹے جہاد کو روانہ کر دو۔ حضرت عبداللہ خاموش ہو گئے۔

ہے کہ ان کے ہاں کوئی ایسا تصور موجود نہیں ہے جس کی بنا پر وہ اس بات کو ناممکن سمجھتے ہوں کہ کوئی شخص مر کر دوبارہ زندہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے ان کے سامنے جب یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ مرنے کے بعد تم پھر اٹھائے جاؤ گے تو وہ اس کو بالکل ایک انوکھی بات سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس ہندو، بدھ، جین، سکھ، سب کے ہاں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ ہر جاندار کو بار بار جنم لینا اور مرنا ہے۔ اس لیے ان کے سامنے جب یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ مرنے کے بعد تم پھر اٹھائے جاؤ گے تو وہ اس کو بالکل انوکھی بات نہیں سمجھتے۔ اسی طرح یہودی اور عیسائی بھی اس بات کو نہیں سمجھتے کہ مرنے کے بعد پھر اٹھائے جانے کا کیا مطلب ہے۔ ان کے ہاں بھی یہ تصور موجود ہے کہ ہر شخص کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اس لیے ان کے سامنے بھی یہ بات انوکھی نہیں ہے۔ البتہ عرب کے مشرک لوگ اس بات کو بالکل انوکھا سمجھتے ہیں۔ ان کے ہاں یہ تصور موجود نہیں ہے کہ مرنے کے بعد پھر اٹھائے جانے کا کیا مطلب ہے۔ اس لیے ان کے سامنے جب یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ مرنے کے بعد تم پھر اٹھائے جاؤ گے تو وہ اس کو بالکل انوکھی بات سمجھتے ہیں

يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

مدد فرماتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی ہے بڑا عزت والا مہربان

یعنی اسے مغلوب کرنا چاہے تو کوئی زبردستی کر کے اسے روک نہ سکے اور جس پر مہربانی فرمانا چاہے اسے ہے یہ روک تو تم غالب کرنے والے نہیں۔ (تفسیر جمل)

وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ

اللہ کا وعدہ ہے خلاف نہ کرے گا اللہ اپنے وعدہ کو لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

بہت لوگ نہیں جانتے

اللہ کی حکمتیں اللہ ہی جانتا ہے:

یعنی آخرت کو لوگ نہیں سمجھتے کہ غالب یا مغلوب کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کیا کیا حکمتیں ہیں اور کب کونسی وقت جب کوئی کام کرنا چاہے تو سب ظاہری رکاوٹیں دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی لئے کفار ظاہر میں بغیر اسباب ظاہری کے فتح پر پھر سمجھ نہیں رکھتے اور کسی کا عارضی غلبہ دیکھ کر گھبرا سکتے ہیں کہ یہ بھی اللہ کے اس اصول پر ہوگا۔

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ

جانتے ہیں اور بظاہر دنیا کے پیچھے کو

وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝

اور وہ لوگ آخرت کی خبر سے بے خبر ہیں

لوگوں کی ظاہر پرستی:

یعنی یہ لوگ دنیوی زندگی کی ظاہری سطح کو جانتے ہیں۔ یہ یہاں کی سائنس اور ٹیکنالوجی کا پتا، پیسہ کمانا اور عیش و عشرت کے سامان جمع کرنا۔ مگر اسے اتنا نہیں سمجھتے کہ ان کے علم و تحقیق کی انتہا بھی اللہ ہی ہے۔ اس کی تہہ تک نہیں گئے۔ اس زندگی کی تہہ میں ایک دوسری زندگی کا راز چھپا ہوا ہے جہاں نتائج کرام اور دنیوی زندگی کے بھلے برے نتائج سامنے آئیں گے۔ ضروری نہیں کہ جو شخص یہاں خوشحال نظر آتا ہے وہاں بھی خوشحال رہے۔ بھلا آخرت کا معاملہ تو دور رہے یہیں دیکھ لو کہ ایک شخص بظاہر کتنا ہی مالدار نظر آتا ہے مگر اس کی تمام تر توجہ دنیا میں مزاج حاصل کرنے میں ہے لیکن اس کا آخری انجام راحت و آرام کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ (تفسیر عثمانی)

معیشت میں پڑ کر آخرت سے غفلت دانائی نہیں:

قرآن کریم اقوام دنیا کے شر تک کی قسموں سے بھرا ہوا ہے، جو مکاسب دنیا اور عیش و عشرت کے سامان جمع کرنے میں بڑے ماہر تھے، پھر ان کا انجام بد بھی دنیا ہی میں لوگوں کے سامنے آیا اور آخرت کا دائمی عذاب ان کا منتظر ہے۔ اس لئے ان کو کوئی سمجھدار قابل احترام یا عقلمند نہیں کہہ سکتا۔ انہوں نے کہ ان کامل حکمت کا سارا انحصار اسی میں سمجھ لیا گیا ہے کہ جو شخص زیادہ سے زیادہ مال جمع کرے اور اپنی عیش و عشرت کا سامان سب سے بہتر بنا لے وہ سب سے بڑا عقلمند کہلاتا ہے۔ اگر چہ عقلی انسانیت سے بھی کورا ہو، عقل و شعور کی ذرہ سے اس کو نہ نصیب ہو۔ عقل کی توہین ہے۔ قرآن کریم کی زبان میں عقل والے صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ کو اور آخرت کو پہچانیں، اس کے لئے عمل کریں۔ دنیا کی ضروریات کو بقدر ضرورت، نصب العین زندگی کا مقصد نہ بنائیں۔

دنیا کا چند روزہ قیام حقیقت ایک مسافرانہ قیام ہے، انسان یہاں کا مقامی نہیں (نیشنل) بلکہ دوسرے ملک (آخرت) کا باشندہ ہے، یہاں کچھ مدت کے لئے وہ بھیجا گیا ہوا ہے، اس کا اصل کام یہ ہے کہ اپنے اصلی وطن کے لئے یہاں سے سامان راحت فراہم کر کے وہاں پہنچے، وہ سامان راحت ایمان اور عمل صالح ہے، اس دوسرے نرخ سے بڑے بڑے عاقل کہلانے والے بالکل جاہل اور جاہل ہیں۔ (صفتی مفہم رحمۃ اللہ)

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ

کیا سوچتے نہیں کرتے اپنے جی میں کہ جھوٹ نے نہ بنائے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا

آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

سوٹھیک بنا کر اور ایک وعدہ مقرر پر

تخلیق کائنات کا ایک مقصد ہے:

یعنی عالم کا اتنا بڑا وسیع نظام اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں پیدا کیا، بلکہ اس سے مقصود ضرور ہے وہ آخرت میں نظر آئیگا۔ اس سلسلہ بیشمار چلتا رہتا تو ایک بات تھی، لیکن اس کے تغیرات و احوال میں غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ اس کی کوئی حد اور انتہا ضرور ہے۔ لہٰذا ایک وعدہ مقررہ پر یہ عالم فنا ہوگا اور دوسرا عالم اس کے نتیجہ کے طور پر قائم کیا جائیگا۔ (تفسیر جمل)

اپنے آپ میں غور کرو:

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ کیا انہوں نے اپنے نفسوں میں غور نہیں کیا۔ یعنی کیا انہوں نے اپنے علم کو صرف ظاہری دنیا پر منحصر رکھا اور دلوں کے اندر باطن پر غور نہیں کیا کہ کون چیز دنیا کے اندرونی گوشوں کا انکشاف ہوتا، یا یہ مطلب ہے کہ انہوں نے کیا اپنے نفسوں کے متعلق غور نہیں کیا جو بدکار ہیں ان کے نفوس اس سے

اسے قریب ہیں کہ دوسری قومیں ان کی جگہ لے لیں اپنے محل سے اور غور کرنے والے وہ واقعات ہوتے ہیں جو ہر زمانے کے عام انسان پر گزرتے رہتے ہیں۔ ان عالم شہر ہے (اور عالم پر کا صیغہ ہے) کہ اگر وہ اپنے دل میں غور کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا وہ (اور اتنے) ہیں حکیم کہ ہمیشہ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (اور نہیں گھیرتا برا داؤ مگر اس کے چلنے والے کو) کی زد میں رہتی ہے کہ ان کی بد نیتی (اور بد عملی) سے ان کے ہی پاؤں اکھڑ جاتے ہیں (اور) وہ اپنے کئے پر ہی پھنس جاتے ہیں۔ اور ان کی طاقت کو زوال ہی پہنچتا ہے (اور) ان کی عزت و سطوت نے ساتھ چھوڑ دیتا ہے (اور) وہ ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گر جاتے ہیں۔ اور ان کی ساری تدبیریں اور منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اور ان کی تمام تر قابلیت اور ذہانت ان کے کچھ کام نہیں آتی۔ اور ان کی ساری ہی تدبیریں الٹی پڑ جاتی ہیں۔ اور ان کی ساری ہی تدبیریں الٹی پڑ جاتی ہیں۔ اور ان کی ساری ہی تدبیریں الٹی پڑ جاتی ہیں۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ	
کیا انہوں نے سیر نہیں کی ملک کی	کیا
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا	
کیسا ہوا ان کے پہلوں کا	کیسے

ماضی کی طاقتور قوموں سے عبرت پکڑو:

کتنی بڑی بڑی طاقتور قومیں (اور) بڑے بڑے حکمرانوں نے زمین کو تہ و بالا کر ڈالا تھا۔ بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کر دی تھیں۔ ان کے نشانات ان کے کارنامے بتا رہے ہیں۔ کتنی ہی قومیں ہیں جن کو ان سے زیادہ آباد کیا تھا۔ وہ ان جیسی تھیں؟ ان سے زیادہ طاقتور تھے۔ کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو انہوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ ان کے کھنڈرات ہی آج ان کی داستان عبرت سنا رہے ہیں۔ (ابن کثیر)

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ	
کیا انہوں نے سیر نہیں کی ملک کی	کیا
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا	
کیسا ہوا ان کے پہلوں کا	کیسے

أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا	
زیادہ سخت قوت میں	اور انہوں نے جوتا زمین کو
أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم	
زیادہ سے جتنا کہ آباد کیا انہوں نے اس کو	اور آئے ان کے پاس رسول ان کے
بِالْبَيِّنَاتِ	
ساتھ نشانیوں کے	

ان کی مکر کیلئے بھوت فکر

ان کی مکر کیلئے بھوت فکر (ان کی یہ تدبیریں ان کے کچھ بھی کام نہیں آئیں) بالکل ویسی ہی تدبیریں تھیں۔ (جو آج ان کے جانشین کر رہے ہیں اپنے طور پر وہ بھی ہے کہ وہ اپنی تدبیروں میں کامیاب ہو جائیں گے۔ دنیا کی قومی ان کی تدبیروں کا حاصل کچھ نہیں۔ دنیا کا صحیح مقصد کا حاصل حاصل تدبیروں کی کثرت کا اور ان کی کچھ بھی حیثیت نہیں۔ ان کی اصل حیثیت اس کی چیز کی ہے اور انہیں اس کا ہر ملاحظہ کرنا چاہئے۔ کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور وہاں ہونا چاہئے۔ ان تدبیروں نے ان کو کیا دیا ہے۔ (ابن کثیر)

فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا	
نہ تھا کہ اللہ کہ ظلم کرتا ان پر	لیکن تھے وہ

أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٦٣﴾

اپنے — وہ ظلم کرتے تھے

قومیں خود اپنے اوپر ظلم کرتی ہیں:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ ظلم کا امکان نہیں۔ وہ یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں اپنی تباہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ بربادی ہوتا ہے یا اپنی جان پر خود ہی ظلم کرتا ہوا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے حضور ظلم کی کیفیت تو یہ ہے کہ بے رسول بھیجے اور بہ دون پوری طرح ہوشیار کئے کسی کو پکڑتا بھی نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٣٥﴾

پھر نہیں الیلام کے کرنے والوں کا کوئی

كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٣﴾

واسطے محمد تھے جھٹلایا کی آیتوں اور ان پر ہنسی

دنیا میں دیکھا تو پھر آخرت میں تکذیب واستہزاء کی سزا سے وہ کب رہائی پا سکتے تھے۔ موجودہ اقوام کو چاہئے کہ گذشتہ قوموں کے احوال سے عبرت پکڑیں کیونکہ ایک قوم کو جن باتوں پر سزا ملی سب کو وہی سزا مل سکتی ہے۔ سب کی سزا بھی ایک کی سزا سے کچھ اور سب کو سزا بھی ایک ہی سزا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

گناہ کا اثر:

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہی کا ایک نکتہ پیدا ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور گناہ سے نکل آتا ہے اور مغفرت کا طلبگار ہو جاتا ہے تو دل سے وہ سیاہ نکتہ دور ہو جاتا ہے۔ دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر مزید گناہ کرتا رہا تو سیاہی کا نکتہ بھی بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ (پورے) دل پر سیاہی چھا جاتی ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اور فرمایا ہے بَلْ ۚ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ بلکہ جو اعمال وہ کرتے تھے ان کا زنگ ان کے دلوں پر چڑھ گیا۔ (رواہ ترمذی والنسائی (تفسیر مظہری)

اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ

اللہ ابتدا کرتا ہے پیدائش کا پھر اس کو دہرائے گا پھر اسی کی طرف

تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ ﴿١٢﴾

تم لوٹائے جاؤ گے اور جس دن برپا ہوگی قیامت تو ناامید ہو جائیں گے گنہگار

وَلَمْ يَكُن لَّهُم مِّن شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاءُ

اور نہ ہوں گے ان کے شریکوں میں کوئی ان کے سفارش کرنے والے

وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِينَ ﴿١٣﴾

اور ہو جائیں گے اپنے شریکوں سے منکر

جھوٹے معبودوں کا انجام:

یعنی جن کو اللہ کا شریک بناتے تھے جب وقت پر کام نہ آئیں گے تو منکر ہو کر کہنے لگیں گے کہ وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ (خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے)

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ ﴿١٤﴾

اور جس دن قائم ہوگی قیامت اس دن لوگ ہو جائیں گے الگ الگ

نیک و بد کے فیصلہ کا دن:

یعنی نیک و بد ہر قسم کے لوگ الگ کر دیئے جائیں گے اور علیحدہ علیحدہ اپنے ٹھکانہ پر پہنچا دیئے جائیں گے جس کی تفصیل اگلی آیات میں ہے۔ (تفسیر عثمانی)

یکے خنداں بعد عشرت یکے نالاں بعد حسرت
یکے در راحت و علت یکے در شدت اخبراں

(دل جنت والی جنہم سے جدا کر دیئے جائیں گے۔ (حدائق الانوار)

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ

سو لوگ — یقین لائے اور کئے کام

فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿١٥﴾

باغ میں ہوں گے ان کی آؤ بھگت ہوگی

نیکیوں کا انعام:

یعنی انعام واکرام سے نوازے جائیں گے اور ہر قسم کی لذت و سرور سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ یہ نیکوں کا ٹھکانہ ہوا۔ آگے بدوں کی جگہ بتلائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں جگہ ایسی تعریف اور جدائی کر دی جائے گی جس سے بڑھ کر کوئی جدائی نہیں ہو سکتی۔ (تفسیر عثمانی)

تحبیر کا معنی و مطلب:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے معلوم ہوتا کہ حضور میری قرأت کو سن رہے ہیں تو میں تحبیر سے کام لیتا۔ یعنی مزید خوش آوازی سے پڑھتا۔

بخاری نے یہ روایت دوسری جگہ ان کچھ باتوں کے نقل کی ہے جو ان میں ہیں جنت کے سامان کا ذکر ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جنت میں کوئی بیوقوفی کی بات نہ ہوگی اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی۔ اور کہا ہے کہ جنت میں جب جنتی لوگ جمع ہوں گے تو ان کے سامنے ان کے رب کی تجلی ظاہر ہوگی اور ان کے سامنے عرش ظاہر ہوگا اور جنت کے باغوں میں سے ہر باغ میں ان کے لئے نور اور موتی اور یاقوت اور زبرجد اور سونے اور چاندی کے تخت بچھے ہوئے ہوں گے۔ سب سے کم درجہ کا جنتی وہ ہوگا جو ان کی طرف اور ان کے باغوں اور ان کی نعمتوں اور ان کے خادموں اور ان کے تختوں کی طرف ایک ہزار برس کی راہ تک دیکھے گا اور سب سے زیادہ عزت والا جنتی وہ ہوگا جو ان سب کی طرف صبح و شام دو مرتبہ دیکھے گا۔ پھر کہا کہ جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں جنتی لوگ ہر جمعہ کے دن جمع ہوں گے۔ پھر شمال کی ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں پر خوشبو ڈالے گی اور ان کا حسن و جمال اور بڑھ جائے گا۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے تو وہ بھی حسن و جمال میں بڑھے ہوئے ہوں گے۔ پھر ان کے گھر والے کہیں گے کہ واللہ تم تو ہمارے بعد اور بھی حسین ہو گئے ہو۔ وہ کہیں گے کہ ہم بھی تو تمہارے بعد اور بھی حسین ہو گئے ہیں۔ (صحیح مسلم)

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں جنتی لوگ ہر جمعہ کے دن جمع ہوں گے۔ پھر شمال کی ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں پر خوشبو ڈالے گی اور ان کا حسن و جمال اور بڑھ جائے گا۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے تو وہ بھی حسن و جمال میں بڑھے ہوئے ہوں گے۔ پھر ان کے گھر والے کہیں گے کہ واللہ تم تو ہمارے بعد اور بھی حسین ہو گئے ہو۔ وہ کہیں گے کہ ہم بھی تو تمہارے بعد اور بھی حسین ہو گئے ہیں۔ (صحیح مسلم)

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں جنتی لوگ ہر جمعہ کے دن جمع ہوں گے۔ پھر شمال کی ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں پر خوشبو ڈالے گی اور ان کا حسن و جمال اور بڑھ جائے گا۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے تو وہ بھی حسن و جمال میں بڑھے ہوئے ہوں گے۔ پھر ان کے گھر والے کہیں گے کہ واللہ تم تو ہمارے بعد اور بھی حسین ہو گئے ہو۔ وہ کہیں گے کہ ہم بھی تو تمہارے بعد اور بھی حسین ہو گئے ہیں۔ (صحیح مسلم)

جنت میں خوشبو کی ہوا:

ہر کھانے کے کھانے سے پہلے ہر شخص کے سامنے اس کی جنت اندازی کے تین ناموں کی صورت بنا دی جائے گی جب جنتی لوگ جنت میں جائیں گے تو ان کے سامنے ان کے نام

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ

سو پاکی اللہ کی وقت ہے تمہارے شام کے اور جب صبح کرو

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا

اور اسی کی تعریف ہے آسمان میں اور زمین میں اور پچھلے پہر

وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ

اور جب دوپہر کو

یاد الٰہی اور پانچ نمازیں:

یعنی وقت چاہیے۔ تو اللہ پاک کی یاد کرو جو دل، زبان اور اعضاء کی عبادت سب سے ہوتی ہے۔ نماز میں تینوں قسم کی یاد جمع کر دی گئی۔ اور وقات فرض نماز کے بیان ہیں جو آیت میں بیان ہوئے۔ یعنی صبح، شام (جس میں مغرب و عشاء شامل ہیں) دن کے پچھلے وقت (عصر) اور دوپہر ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھو۔ ان اوقات میں حق تعالیٰ کی رحمت یا قدرت و حکمت کے آثار بہت زیادہ ظاہر ہوتے ہیں۔ آفتاب عالم اجسام میں سب سے بڑا نشان ہے جس سے بڑا اور ظاہر یا الوہیت پر دلیل کوئی اور نہیں۔ عالم اجسام میں شاید ہی کوئی ایسا مخلوق مستثنیٰ ہو (جیسا کہ ارث العالم کے مصنف نے بہت شرح و بسط سے اس کو ثابت کیا ہے) کسی نہ کسی طرح پر سیارہ پر شمس کے تابع ہے۔ کیونکہ اور دیا فاعلی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ میں اشارہ ہے۔ آفتاب نے طلوع و غروب کی حرکت سے تمام آفاق پر مختلف قسم کی تاثیر سے خواص و اعمال و حوادث و کائنات و فاسدات کی پیدائش اور بقاء کا سبب ہے۔ جب تک طلوع نہیں ہوا اور پھر ڈھلنے پر نہیں آیا اس کے اوقات میں کوئی شرعی عملی اور اعتقادی کام نہیں ہو سکتا۔ اس کی حرارت اور روشنی میں نباتات بتدریج مختلف قسم کے پھل اور پھول پیدا کرتی ہے۔ اور غروب کے بعد جب اس کی روشنی غائب ہو جاتی ہے تو اس کے پھل پکنے اور پھولوں کے کھلنے کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ پھر مشاہدہ کے وقت جب مخلوق بھی پانچ قسم کی ہے اور تحقیق کے وقت تین قسم کی ہے۔ ان اوقات میں دو مرتبہ ان کو خدا تعالیٰ یاد کریں۔ اور شرع نے جو صورتیں مقرر کی ہیں اللہ اکبر کہہ کر اس موحد اعظم (ابراہیم خلیل اللہ) کی اقتداء کرتے رہیں۔ جس نے هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ کے بعد فرمایا تھا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (الانعام) اور دوسری آیت میں اس کی یاد دلائی ہے کہ تحقیق متوجہ ہوا اور کرتا ہے اپنا منہ واسطے اس کے جس نے پیدا کیا آسمان اور زمین کو اور نہیں ہے میں شریک کرنے والوں سے۔ یہاں تک کہ اس کی کائنات کو زیر حال و مآل سے بیان کر رہی ہے تو اول بھی اور ما سوا مخلوق اس کا استحقاق نہیں رکھتی خواہ وہ سمجھنے میں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ آگے اسی شان سے آنحضرتی بعض عنوان عظیم اور صفات کاملہ کا بیان ہے تاکہ عبودیت کا استحقاق اور زیادہ واضح ہو جائے اسی ضمن میں جملہ بعد الصلوٰۃ کے متعلق پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ (تفسیر حقانی)

پانچ نمازوں کا ذکر قرآن میں:

حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا قرآن میں پانچ نمازوں کا ذکر ہے؟ تو فرمایا ہاں! اور استدلال میں یہی آیت پیش کر کے فرمایا کہ حِیْنَ تُمْسُوْنَ میں نماز مغرب اور حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ میں نماز ظہر اور عَشِیًّا میں نماز عصر اور حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ میں نماز فجر کا ذکر صریح وجود ہے۔ اب صرف ایک نماز عِشَآءً رہی، اس کے ثبوت میں دوسری آیت کا جملہ ارشاد فرمایا وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ (سورہ نور، رکع ۴)

بغوی نے لکھا ہے کہ ناقع بن ازرق نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا پانچوں نمازوں کا ذکر قرآن مجید میں کہیں ہے۔ فرمایا ہاں! پھر یہی دونوں آیتیں پڑھیں اور فرمایا یہ آیت ہیں پانچوں نمازوں اور ان کے اوقات کی جامع ہے۔

تمام گناہ معاف:

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات دن میں سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھ لے گا اس کے (سارے) گناہ ساقط کر دیے جائیں گے خواہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔ متفق علیہ۔

سب سے بڑا عمل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح و شام سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو مرتبہ پڑھے گا قیامت کے دن اس سے بڑھ کر کوئی عمل لایا کوئی نہیں لائے گا سوا اس شخص کے جس نے اسی کی طرح پڑھا ہو یا اس سے زائد پڑھا ہو۔ متفق علیہ۔ راوی ابو ہریرہؓ

زبان پر ہلکے اور ترازو میں بھاری کلمے:

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں (آسانی کے ساتھ ادا ہو جاتے ہیں) میزان میں (یعنی قیامت میں ترازو میں) بھاری ہوں گے رحمٰن کو پیارے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ متفق علیہ۔

سبحان اللہ کیا ہے؟

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت لقمان خطابت نے ایک روز فرمایا الحمد للہ تو تمام ہو جاتے ہیں ہر ایک دوسرے کی تعریف کرتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ کو بھی ہم جانتے ہیں اللہ کے سوا بتوں کی پوجا ہوتی بھی تھی اور اللہ اکبر کو بھی جانتے ہیں نماز کی تکبیر کہتا ہی ہے لیکن سبحان اللہ کا کیا

مطلب ہے حاضرین میں سے کسی شخص نے کہا: اللہ اکبر۔ حضرت علی نے فرمایا: اگر تم اتنا بھی نہ کہو تو کافی ہے۔ (یعنی تکبیر کا مقام قبل از وقت بھی جانا جا سکتا ہے) حضرت علی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی کو بھی کوئی مخلوق اپنے سے استعمال نہیں کرنے دی۔ سارا کی مخلوق کا انحصار ہی اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ (اسی لئے ہر کام کے شروع میں بسم اللہ کہا جاتا ہے۔ کذا فی منتخب الاحادیث)

چار روٹی اور بڑھیا کا کنبہ:

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آپ کے سامنے ایک روٹی اور کچھ گوشت رکھا ہوا تھا۔ آپ نے مجھے بھی شریک ہونے کا ارشاد فرمایا۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج کھانے میں جو برکت ہوئی ہے، ایسی برکت کبھی نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا: اگر تم یہ کہتے کہ بسم اللہ پڑھ لی ہوتی تو فرشتے تمہارے لئے دعا کرتے جب تک تمہارے برتن میں کچھ باقی رہتا۔ اور اس کے بعد تم جو کہتے کہ الحمد للہ تو یہ کلمہ اس سے بہتر ہوتا۔ (کنز العمال)

سب سے افضل کلام:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے افضل کون سا کلام ہے؟ فرمایا: (افضل کلام) وہی ہے جو اللہ نے اپنے فرشتوں کے لئے پسند فرمایا ہے۔ (یعنی سبحان اللہ وبحمدہ۔ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ) اور مسلم۔ حضرت ابوذر کی روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہا اس کے لئے جنت کے اندر ایک درخت خرما بویا گیا۔ (یعنی جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ان الفاظ کا بھی ہوگا۔) (ابن ماجہ، ترمذی۔ از معارف)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کا نام کیسے ملا؟

سنن دارمی کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا نام خلیل اللہ اور کیوں رکھا؟ اس لئے کہ وہ صبح شام اس کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ پھر آپ نے مندرجہ ذیل آیت سے استدلال فرمایا۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝

پس اللہ کی تسبیح کرو جب تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝

اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور پچھلے پہر اور جب تم ظہر کرتے ہو

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۝

وہ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے پیچھے

وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝

اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے

قدرت الٰہی کی کارسازیاں:

یعنی انسان کو نطفہ سے، نطفہ کو انسان سے، پانی کو پودے سے اور پودے کو دانے سے، اسی طرح تم کو مٹی سے پیدا کرنا اس کی قدرت سے ہے۔ اگر اب تم مٹی ہو جاتے ہو تو حکمت کے پانی سے پھر زندہ کرکے جزا و سزا کے لئے کھڑا کر دینا اس کے لئے کیا مشکل ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم کو پیدا کیا مٹی سے

اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝

پھر جب تم انسان ہو کر پھیلنے لگے

مٹی سے تخلیق انسان:

تخلیق انسان کی ابتدا مٹی سے ہوئی، پھر نطفہ، علقہ، مضغہ سے ہوتا ہوا انسان کی شکل میں ڈھلتا ہے، پھر ماں کے پیٹ میں پرورش پاتا ہے، دنیا میں آتا ہے، بچپن، جوانی، بڑھاپے کی منزلیں طے کرتا ہے، پھر موت کی آغوش میں سو جاتا ہے، پھر قبر سے اٹھایا جائے گا، حساب کتاب ہوگا، جنت یا جہنم کا فیصلہ ہوگا، یہ ہے انسان کی مختصر سی داستان حیات۔

پہلی آیت قدرت:

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جو کچھ پیدا فرمایا ہے اس کی ہر چیز میں اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں موجود ہیں، ان نشانیوں کو دیکھ کر ہر عقل مند انسان اللہ کی قدرت کاملہ کا اقرار کرتا ہے، ان نشانیوں میں سے ایک نشانی انسان کی تخلیق ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف مراحل سے گزار کر اس دنیا میں بھیجا ہے، ان مراحل کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (المؤمنون: ۱۲-۱۴)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے ایک بوند کیا ایک محفوظ جگہ میں پھر بوند کو لوتھڑا کیا پھر لوتھڑے کو بوٹی کیا پھر بوٹی کو ہڈیاں کیا پھر ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔

دوسری آیت قدرت:

یہ ہے کہ انسان ہی کی جنس میں اللہ تعالیٰ نے حوا کو پیدا فرمایا، جو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے ایک پسلی سے پیدا ہوئی، اللہ تعالیٰ نے انسان کے جوڑوں میں یہ وصف رکھا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مانوس ہوں، ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ (الاعراف: ۱۸۹)

ترجمہ: وہ جس نے تمہیں ایک جان سے بنایا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس کے پاس آرام پائے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا اسے ہلکا سا حمل رہا کہ اس حمل کو لیے چلتی پھرتی رہی پھر جب بوجھل ہوئی دونوں اللہ اپنے رب سے دعا کرتے کہ اگر تو ہمیں اچھا بچہ دے گا ضرور ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔

توالد وتناسل کا نظام:

جنس انسانی کی بقا کے لیے اللہ تعالیٰ نے توالد وتناسل کا نظام قائم فرمایا، اس نظام کے تحت مرد اور عورت کے ملاپ سے بچے پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں ایک دوسرے کے لیے کشش رکھی ہے، اس کشش کی وجہ سے مرد اور عورت ایک دوسرے کی طرف مائل ہوتے ہیں، ان کے ملاپ سے بچے پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو قائم رکھنے کے لیے مرد اور عورت میں جنسی خواہش رکھی ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (الروم: ۲۱)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں کہ تم ان کے پاس آرام پاؤ اور تمہارا آپس میں پیار اور رحمت رکھی بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔

سامان راحت:

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے درمیان جنسی کشش رکھی ہے، اس کشش کی وجہ سے مرد اور عورت ایک دوسرے کی طرف مائل ہوتے ہیں، ان کے ملاپ سے بچے پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو قائم رکھنے کے لیے مرد اور عورت میں جنسی خواہش رکھی ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (الروم: ۲۱)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں کہ تم ان کے پاس آرام پاؤ اور تمہارا آپس میں پیار اور رحمت رکھی بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے درمیان جنسی کشش رکھی ہے، اس کشش کی وجہ سے مرد اور عورت ایک دوسرے کی طرف مائل ہوتے ہیں، ان کے ملاپ سے بچے پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو قائم رکھنے کے لیے مرد اور عورت میں جنسی خواہش رکھی ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (الروم: ۲۱)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں کہ تم ان کے پاس آرام پاؤ اور تمہارا آپس میں پیار اور رحمت رکھی بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

اور تمہاری زبانوں اور رنگوں میں اختلاف ہے بیشک اس میں

لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ ﴿٢٢﴾

نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے

شکل وصورت اور بولیوں کا اختلاف:

سب انسان آپس میں باپ سے ملتے جاتے ہیں۔ ملکر ہمارے ہوئے زمین پر پھیلتا رہا۔ سب کی غذا، عادتیں، ہڈیاں کروڑیں۔ ایک شکل کا آدمی دوسرے ملک میں جاکر زبان کے اعتبار سے گونگا بہرا ہو گیا۔ پھر تعجب شروع ہوتا ہے کہ جتنے کروڑ بیشمار آدمی پیدا ہوئے مگر کوئی دو آدمی ایسے نہیں ملے جن کی لب ولہجہ، لفظ، صورت بالکل یکساں ہو۔ جس طرح ہر آدمی کی شکل، صورت اور مکمل وجود دوسرے سے ممتاز ہے، آواز اور لب ولہجہ بھی بالکل الگ ہے کوئی دو شخص ایسے نہیں کہ جن کی آواز اور رنگ روپ میں کوئی بڑا امتیاز نہ ہو۔ ابتدائے عالم سے آج تک بڑی بڑی صورتیں اور ہونے کے بعد نکلتے چلے آئے ہیں۔ اس خزانہ میں بھی نمائیں آیا۔ حقیقت میں یہ کتنا بڑا نشان حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

تیسری آیت قدرت:

آسمان اور زمین کی تخلیق اور انسانوں کے مختلف طبقات کی زبانیں اور لب ولہجہ کا مختلف ہونا اور مختلف طبقات کے لوگوں میں امتیاز ہونا کہ بعض سفید ہیں بعض سیاہ یا بعض سرخ، بعض زرد، اس میں آسمان اور زمین کی تخلیق کی قدرت کا عظیم شاہکار ہے۔ اسی طرح انسانوں کی زبانیں مختلف ہونا بھی ایک عجیب اور بڑی قدرت ہے۔ زبانوں کے اختلاف میں لغات کا اختلاف بھی داخل ہے، عربی، فارسی، ہندی، ترکی، انگریزی اور بے شمار دنیا کی مختلف زبانیں ہیں جو مختلف خطوں میں بولی جاتی ہیں۔

اس قدرت قدیم میں متعدد چیزیں ہیں۔ انسان زمین، آسمان، زبانوں کا اختلاف الوان یعنی رنگوں کا مختلف ہونا اور یہ اس کی قدرت وحکمت کی نشانیاں ہیں۔ اور ہر ایک کھلی ہوئی ہیں کہ کسی مزید غور وفکر کی بھی ضرورت نہیں ہوتی (۱) کہ کوئی سکتا ہے، اس لئے اس کے بعد ہم فرمایا وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ یعنی اس بات کی نشانیاں ہیں کہ تم رات کے وقت (اکثر) سوتے ہو اور دن کے وقت (اکثر) اپنے

وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اور اس کی نشانیوں سے ہے تمہارا سونا رات کو اور دن میں

وَابْتِغَاؤُكُم مِّن فَضْلِهِ

اور تمہارا تلاش کرنا اس کے فضل سے

انسان کی دو حالتیں:

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ انسان کی دو حالتیں ہوتی ہیں، سونا تو بے خبر چھوڑی عمر اور روزی کی تلاش میں لگانا ہے، بیکار کوئی نہیں۔ اصل تو رات ہے سونے کا اور دن تلاش کو بھی رات اور دن وقت لوگوں کے کام ہوتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

یہ مطلب ہے کہ رات میں تنہا، سوا اور دن میں روزی کو طلب اور تلاش کرنا تعریف وخصلت کی نشانی ہے دونوں اوقات مطلب کے ساتھ دونوں کو دو وقتوں کے ساتھ ملا دیا تاکہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ ہر ایک زمان کے ساتھ اور ہر ایک فعل دوسرے کے ساتھ (مادتاً) مخصوص ہے لیکن ہر کام ہر وقت ہو سکتا ہے (رات کو کوئی دن میں بھی کوئی ہو سکتی ہے) اس کی تائید دوسری آیات سے بھی ہوتی ہے جو اسی مضمون کی حامل ہیں۔ (تفسیر مظہری)

چوتھی آیت قدرت:

انسانوں کا سونا رات میں اور دن میں روزی حاصل کرنے کی تلاش سوچ ہے رات میں اور دن میں، اس آیت میں تو نیند کو کی دلیلوں میں بیان فرمایا ہے اور دن میں معاش کو بھی۔ اور بعض (مفسرین) آیت میں نیند کو صرف رات میں، اور معاش وروزی کو دن میں نہ مانا ہے، بہتر یہ ہے کہ رات میں اصل کام نیند کا ہے، اور دن کو تلاش معاش کا بھی ملتا ہے، اور دن میں اس کے برعکس اصل کام معاش تلاش کا ہے، اور کچھ سونے آرام کرنے کا بھی وقت ملتا ہے، اس سے دلوں میں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت میں بھی نیند کو رات کے ساتھ اور معاش معاش کو دن کے ساتھ مخصوص کیا ہے مگر اس کی ضرورت نہیں۔

سونا اور تلاش معاش زہد وتوکل کے منافی نہیں:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سونے کے وقت سونا اور جاگنے کے وقت روزی معاش انسان کی فطرت بنائی گئی ہے، اور اسی دونوں چیزوں کا حاصل کرنا اللہ کی اسباب وعادات کے تابع نہیں ہے، یہ درحقیقت بے وقوفوں چیزیں خالص عطائی ہیں جیسا کہ رات کا مشاہدہ ہے کہ بعض اوقات نیند اور آرام کے سارے بستر لگے رہتے ہیں، مگر نیند نہیں آتی، اور کبھی نیند آتی ہے بعض وقت وہ آرام گاہیں بھی نیند نہ آنے کی وجہ سے تلخ ہو جاتی ہیں، اور جس کو مالک چاہتا ہے کھلی زمین پر جھونپڑ اور کنکر میں نیند عطا فرما دیتا ہے۔

میں حال تلاش معاش کا رات دن مشاہدہ میں آتا ہے کہ بعض بہت بڑی محنت والے برسوں کے مال وامیر کی محنت کے بعض معاش کا کیسا ہی کامیاب پلان بنا کر بیٹھتے ہیں ایک ترقی کرتی ہے، اور دوسری ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے دنیا کو عالم اسباب بڑی حکمت وحکمت سے بنایا ہے، اس نے تلاش معاش اسباب تک کے ذریعہ رزق دینے کا عمل کا مدیہ ہے کہ حقیقت شان سے اور اسباب

سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگوں کے لئے ہیں۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ

بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں سننے سے مراد سمجھنا ہے۔ جیسا کہ عرب بولتے ہیں کہ میں نے آپ کی بات سنی ہے یعنی سمجھ لی ہے۔ (مجمع) یا پھر یہ سننے والوں کی تعریف ہے کیونکہ وہی سنتے ہیں جو سمجھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ (المنار)

وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے ڈر اور امید کے لئے

بارش کا انتظام:

بجلی کی چمک، کبھی راستہ روکنے والی کبھی کسی پر گرنے والی، یہ وہی زیادہ تر بارش کے ساتھ ہوتی ہے جو بادل صاف ہوں اور ہوا بھی چلتی ہے تب بارش ہوتی ہے پھر بادل چھٹ جاتے ہیں اور دھوپ نکل آتی ہے۔ بارش کے بعد زمین کی زرخیزی بڑھ جاتی ہے۔ بارش کے آثار دیکھ کر کسان کھیتی باڑی کی تیاری کرتا ہے۔ اس لئے بجلی کی چمک سے بارش کی امید ہوتی ہے۔

وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ

اور وہ آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس سے زمین کو زندہ کرتا ہے

بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

اس کے مرنے کے بعد بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے

بجلی کی چمک کے ساتھ بارش کا برسنا اور پھر اس سے زمین کا زرخیز ہونا۔ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَن تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں

آسمان اور زمین کا بقاء:

پہلے آسمان اور زمین کا پیدا ہونا اور پھر ان کے بعد قیامت میں ان کے پھٹ جانے کا ذکر ہوا تھا کہ وہ بھی اس کے حکم سے ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی اپنے طور پر اس میں دخل دے سکے۔ پھر ان کے قائم رہنے کے لئے بھی اس کا حکم ضروری ہے۔ اور یہ بھی اس کی قدرت کی نشانی ہے۔

ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ

پھر جب وہ تمہیں ایک پکار سے بلائے گا زمین میں سے

إِذَا أَنتُمْ تَخْرُجُونَ

اس وقت تم نکل پڑو گے

تمام زمین و آسمان میں ہر ایک کی تخلیق کے بعد اللہ کا حکم ہے کہ پھر اس وقت دنیا کی ہر چیز کو ختم کر دینا اور قیامت کی ترتیب پھر اسی حکم سے ہونے لگے پہلے ان کے سب اجزاء بکھر جائیں گے۔ (المنار)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کرنے سے پہلے پانی کے عرش پر ہونے کا ذکر فرمایا۔ (ابن کثیر)

وَلَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور اسی کی ملکیت ہے جو کوئی بھی ہے آسمانوں میں

كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ

سب اس کے تابع فرمان ہیں

آسمان و زمین میں حکم صرف اللہ ہی کا ہے:

یعنی آسمان و زمین کے جتنے بھی رہنے والے ہیں سب اسی کے حکم کے تابع ہیں اور اسی کی قدرت میں ان کی حیات ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتا۔ (المنار)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہر ایک آدمی قیامت کے دن اٹھنے میں حکم کا تابع ہوگا۔ خواہ اس نے دنیا میں اس کی نافرمانی کی ہو۔ (ابن کثیر)

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ

اور وہی ہے جو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا

وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ

اور یہ اس پر بہت آسان ہے

اول و آخر پیدا کرنا برابر ہے:

یعنی تمہارے لئے جو بات بہت مشکل ہے وہ اس کے لئے بہت آسان ہے۔ تمہارے نزدیک تمہارے دوبارہ پیدا کرنے کا کام بہت مشکل ہے۔ کیونکہ تم دیکھتے ہو کہ ایک آدمی مر کر مٹی ہو جاتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیسے ممکن ہے۔ (ابن کثیر)

یعنی اس کے لئے دونوں طرح کی تخلیق برابر ہے۔ دوبارہ پیدا ہونا جو بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جب ایک چیز کو بنانا چاہتا ہے تو صرف حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ کوئی چیز اس کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتی۔ (المنار)

[illegible] ان میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ [illegible]

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

اور اللہ ہی کی شان سب سے بڑھ چڑھ کر ہے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اور وہی ہے زبردست، حکمت والا

اور اُس کی شان اعلیٰ ہے:

یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ صفات اور اعلیٰ سے اعلیٰ شان اللہ ہی کی ہے۔ آسمان اور زمین کی کوئی چیز اپنے حسن و خوبی میں اُس کی شان اور عظمت سے بڑھ کر نہیں کہلا سکتی۔ مصنوعی زیور تو کجا، وہ تو اُس کے عین کمال اور زیور سے جس تک مخلوق اپنے جمال و کمال کا تصور بھی نہیں کر سکتی، وہ تو خود ہی حسن و جمال کا سرچشمہ ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے کشتی میں ایک لڑکے کو دیکھا جس کی آنکھ میں ایک تکلیف تھی۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تو کیسا ہے؟ اُس نے الحمد للہ کہا۔ میں نے کہا کہ تیری آنکھ میں تکلیف ہے اور تو الحمد للہ کہتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں اپنے رب سے راضی ہوں، کیا وہ مجھ سے راضی نہیں؟ (اللہ اکبر)

ع: ہر چہ از دوست می رسد نیکوست

ع: تا تو چہ خواہی اے دلِ خرسند

ع: ہر چہ از دوست می رسد نیکوست

ع: تا تو چہ خواہی اے دلِ خرسند

ع: ہر چہ از دوست می رسد نیکوست

ع: تا تو چہ خواہی اے دلِ خرسند

(ترجمہ: جو کچھ دوست کی طرف سے آتا ہے وہ اچھا ہی ہوتا ہے، اے دل تو کیا چاہتا ہے؟)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کی مثل لا الٰہ الا اللہ بھی کہی جا سکتی ہے۔ اس کلمہ کی بڑی فضیلت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دے اُس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اس کلمہ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

شانِ نزول:

طبرانی نے اوسط میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اُس سے واپس نہیں لے سکتے، تو مشرکین نے کہا کہ ہمارا معبود ایسا ہے اور ہم اُس کی عبادت کرتے ہیں، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ ۖ هَل لَّكُم

(اللہ) تمہارے لیے ایک مثال تمہاری ہی ذات سے بیان فرماتا ہے۔ کیا تمہارے

مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ

ماتحت [illegible]

فِي مَا رَزَقْنٰكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَآءٌ تَخَافُونَهُمْ

[illegible]

كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيٰتِ

[illegible]

لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

[illegible]

شرک کی برائی ملنے عام فہم مثال

[illegible] ہے۔ [illegible] مثال [illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔

خواہش پرستی کا نقصان:

تیسری چیز ہے انصاف دشمن ایسی مسائل و واضح باتوں کو بھی اگر سمجھنا چاہتے ہی نہیں بلکہ جہالت اور ہٹ دھرمی سے محض اوہام و اختراعات کی پیروی پر تلے ہوئے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَا لَهُمْ

سو کون سجھائے جس کو اللہ نے بھٹکا دیا اور کوئی نہیں

مِنْ نَاصِرِينَ

ان کا مددگار

یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی بے انصافی، ضد اور ہٹ دھرمی کی بدولت راہ حق پر چلنے سے محروم کر دینے کا فیصلہ کر دیا ہو اب کون طاقت ہے جو اسے سمجھا کر راہ حق پر لے آئے یا اس کو گمراہی اور تباہی سے بچانے کی طرف لے جائے۔ ایسے لوگوں کی طرف سے مطمئن ہو جائیں۔ ان کے قبول کرنے کی نہ آپ پر کوئی ذمہ داری ہے نہ ضرورت۔ (تفہیم القرآن)

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا

سو سیدھا رکھ اپنا منہ دین کی طرف یک سو ہو کر

آپ اللہ ہی کی طرف متوجہ رہیں:

یعنی جو گمراہی سے کسی طرح نکلنا نہیں چاہتا اسے شرک کی دلدل میں پڑا رہنے دو اور تم یک طرف ہو کر اپنا رخ ٹھیک خدا کے دین کی طرف پھیر دو اور اس کے پیچھے دین کو پوری قوت اور یک سوئی سے تھامے رکھو۔ (تفہیم القرآن)

فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا

رہی ترکیب اللہ کی جس پر بنائی لوگوں کو

فطرت انسانی:

اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش خراش سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ دین کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو اس کے اندر اور باہر فطرت سے اپنی اندرونی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطور تم ہدایت کے فائل دی ہے۔ اگر گرد و پیش کے حوال اور احوال کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی حالت پر چھوڑا جائے تو یقین پر دین حق کو خود اپنی طرف کھینچ لے۔ اسی طرف متوجہ رہو۔ "اللہ کی فطرت" کے معنی ہیں اسی کی طرف ارشاد ہے اور حدیث صحیح میں آتا ہے کہ ہر بچہ فطرۃ (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے بعد ماں باپ اسے یہودی، نصرانی، مجوسی بنا دیتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو حنفاء پیدا کیا۔ پھر شیاطین نے انہیں گمراہ کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انسان کی فطرت میں توحید کا جذبہ رکھا ہے۔ ہر انسان اپنی فطرت اور دین حنیف اور دین قیم کو ہے کر پیدا ہوتا ہے مگر انسان کی اس فطرت پر کبھی بالکل چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے آدمی کی طرف جھکے گا۔ اللہ تعالیٰ کی فطرت اللہ تعالیٰ نے انسان ہی پیدا کی جس میں کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں۔ غرض کر اگر کوئی فرعون یا ابوجہل کی اصلی فطرت میں یہ استعداد اور صلاحیت نہ ہوتی تو ان کو قبول حق کا مکلف نہ ٹھہرایا جاتا۔ جیسا حدیث میں پتھر یا جانوروں کو شریعت کا مکلف نہیں بنایا۔ فطرت انسانی کی اسی بنا پر ہے کہ دین کے بہت سے مسائل جن کو نہ ہی عقل سلیم تسلیم کرتے ہیں تو ان پر فوراً ٹھیک ٹھیک گامزن ہیں۔ جیسے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی اللہ سب کا مالک حاکم سب سے اعلیٰ کوئی اس کے برابر نہیں اس کا کہا روا اس پر نہیں۔ یہ باتیں سب جانتے ہیں۔ اس پر بھی چاہیے۔ ایسے حق کی سمجھ جاوے اور سنا، ماننے میں عیب لگا، یا کوئی نہ مانے۔ ایسے حق اللہ کو یاد رکھے، بغیر پوچھ تو اس گھاٹ اتر جاوے، بغیر دیکھے نہ مانے تو کوئی نہ پوچھ جانچ کرے۔ اس (ماننے پر چلنے) کی دین سچا ہے (یا اصول فطرتی ہیں گر) اس کا بندوبست (نیکیوں کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے سکھلا دیا۔" (تفہیم القرآن)

فطرت (یا اصلی پیدائش) سے مراد حضرت بن عباس اور جماعت مفسرین کے نزدیک اسلام ہے۔ آیت میں مراد راست مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطے میں دوسری امت کو ہے۔ فطرت سے کہتے ہیں یہ ہے کہ مروی مخلوق کے لئے اصلاحیت نبی، لازم ہے۔

لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ

نہ ہو بدلنا بنائی اللہ کی یہی ہے دین سیدھا

یعنی فطرت اللہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ لوگوں کے اندر طلاقیت اور استعداد پیدا کر دی ہے کہ فطرت کو جان سکتے ہیں اور اس پر چل سکتے ہیں (کو فطرت سے مراد ہے فطری استعداد، جو ہر شخص میں پیدا کی ہے) اکثر علماء کے نزدیک فطرت سے اسلام مراد ہے۔ یہ جملہ اللہ نے حضرت آدم سے لے کر آپ کی ساری نسل سے کیا خطاب فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ قَالُوا بَلٰى تو سب نے جواب دیا کیوں نہیں (تو ہی تو رب ہے) جو بچہ جو پیدا ہوتا ہے اسی اقرار پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ فی حقیقت ہے جس پر سارے انسانوں کی تخلیق ہوتی ہے۔ سورۂ آل عمران میں آیت مذکور کی تفسیر کے ذیل میں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے گزرا ہوا کہ یہ حدیث کہہ رہی ہے کہ سوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے چوپایے سے بے پیدا سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم کسی کو پیدائشی کٹا ہوا پاتے ہو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ تلاوت فرمائی۔ متفق علیہ

اسلام دین فطرت ہے

ارشاد ربانی فاقم وجهك للدين حنيفا فطرة الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله (الروم ۳۰) پر اپنے آپ کو ثابت رکھ اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی کوئی چیز بدلنا نہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دین فطرت قرار دیا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے جانور کا بچہ جانور پیدا کرتا ہے اس میں کوئی کان کٹا ہوا نہیں ہوتا پھر لوگ اس کے کان کاٹ دیتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ۔

مشرکوں کے بچے:

مسند احمد میں ہے اسود بن سریع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین لڑائیوں کے بعد آیا تھا آپ سے اسلام کی دعوت کا ذکر کیا آپ نے فرمایا اس اللہ کی حمد بیان کرو جس نے تمہیں ہدایت کی طرف بلایا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ مشرکوں کے بچوں کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی انہی میں سے ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ مشرکوں کے بچے بغیر علم کے ہوں گے آپ نے فرمایا اللہ ان کے اعمال سے خوب واقف ہے

کی پیچھے نہ رہے ہیں۔ ابن عطیہ نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہر فرقہ خوش ہے اپنی جگہ پر اپنی جگہ کو اللہ کی طرف سے حق سمجھ کر اس پر جما ہوا ہے اور ہر ایک اپنی اپنی بات (مرشد یا مذہب) کو حق اور دوسرے کا خطا (غلط) سمجھتا ہے (یہ اللہ کی طرف سے ان کو سزا ہے) اور واقعہ اس تفسیر پر آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ نے ہر شخص کو اپنے قسمت پر پیدا کیا ہے کسی سے دین نہیں لیتا اور آپ کو اور آپ کے صحابیوں کو حق نصیب ہوا جیسا کہ اللہ نے اپنے دین کی طرف سبقت عطا کی ہے۔ (ابن عربی)

قبول حق کی استعداد:

یہودی اور نصرانی ہو جانے کے بعد بھی قبول حق کی استعداد اور صلاحیت باقی رہتی ہے جب تک آخر وقت تک کفر اور ہٹ دھرمی اور ہلاکت اور ابدی عذاب میں قبول حق اور قبول اسلام کی صلاحیت اور استعداد ختم نہ ہو جاتی ہو دلائل اور براہین اور معجزات سے مخلف ہی نہ ہوتے ہوئے اور ہر قسم کی حق کی تشریح ہوتے اور جان لینے کے بعد بھی۔ (ابن عربی، ابن عطیہ)

فَذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ
یہ ہے دین سیدھا اور لیکن
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
اکثر لوگ نہیں جانتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کو جو کہ اللہ کی توحید کو نہیں جانتے۔ (ابن عربی)

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ
رجوع کرنے والے اسی کی طرف

یعنی اصل دین یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہو کر اس کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اور اس کے پیغام کو قبول کرو اور اس کی عبادت کرو۔ اس کے بعد اقام الصلوٰۃ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ (ابن عربی) اور اللہ تعالیٰ نے اقام الصلوٰۃ کو مشرکین سے علیحدہ رہنا اور ان میں سے نہ ہونا قرار دیا ہے۔ فرمایا:

وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور اس سے ڈرتے رہو اور قائم کرو نماز اور مت ہو مشرکوں میں سے
مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ
جنہوں نے پھوٹ ڈالی اپنے دین میں اور ہو گئے کئی فرقے

کُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝

ہر فرقہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر خوش ہے

فرقہ پرستی دین فطرت کے خلاف ہے:

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ ۔ دین اسلام فطرت کا اصل ہے اور ملت واحدہ ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں میں بھوٹ ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ مذہب اسلام ہے۔ جس کسی نے خلاف کا دعویٰ کیا ہے تو اس نے خلیہ قائم کر کے یہ کام کیا ہے۔ ایک جماعت کے پیچھے ہو لی تھوڑے سے زمانہ کے بعد وہ ایک فرقہ بن گیا۔ پھر ہر فرقہ اپنے غیر سے ہونے کے اوصاف بیان کرنے لگا۔ کتنے ہی مکمل دین ہوں وہ فریفتہ اور خوش نہ ہوئے اپنی غلطی کا ان کو بھی اس نے شعور نہیں کرنے دیا۔ (ابن عربی)

اہل بدعت: بعض لوگوں کا قول ہے کہ دین کو تحریف کرنے والوں سے مراد ہیں۔ اس صورت میں اہل بدعت ہیں جو دین میں کوئی چیز اپنی طرف سے خواہش کا اتباع کرتے ہوئے بڑھا دیں یا اس میں سے کچھ گھٹا دیں کہ ان کے پیروکار ان کی مخالفت کریں۔ یہی تمام اہل بدعت کا حال ہے۔ (ابن عربی)

اہل السنت والجماعت: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سوائے ایک فرقے کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ عرض کیا گیا وہ ایک فرقہ کونسا ہوگا؟ (خلیفہ اول) میں اور میرے صحابی جس راہ پر چلے۔ (ترمذی) وہ فرقہ نجات پائے گا۔ (ابن عربی)

شیطان کا حربہ: ہر ایک گمراہ قوم میں اعمال بدعت اس طرح سے اور کسی قوم نے کیا ہے کہ ابلیس نے پہلے اقوام کے پاس آ کر ان کو ان کے بتوں کی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا۔ ہر قوم نے اپنے اپنے بت بنا لیے تھے جن کو اللہ کی عبادت میں شریک کرتے تھے۔ ابلیس نے ان کو اللہ کی عبادت سے ہٹا کر ان بتوں کی عبادت کا حکم دیا تھا۔ (ابن عربی)

مشرکین کی گروہ بندی:

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۔ اللہ نے مشرکین کو وہ لوگ کہا ہے جنہوں نے دین فطرت اور دین حق میں تحریف پیدا کر دی۔ یا یہ کہ دین فطرت سے مفارق اور الگ ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف پارٹیوں میں بٹ گئے۔ طبیعت ہمیشہ کسی نہ کسی بدعت کی متقاضی رہی ہے۔ اس لیے وہ ایسی

ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے توحید خالص کا اقرار کیا ہے اور جو شخص ہے ایمان پر مرنے کے بعد ہی قوم و ملت کی سیادت ہے۔ جس طرح ہمیشہ سے اس امت کے افراد کو ان کے ایمان کی بدولت دنیا میں عزت و سیادت کے تاج پہنائے گئے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایمان ایک نعمت ہے جو اس کو ملے اسے اپنے سے چھوٹا سمجھنا اور اس کو حقیر جاننا ایک بڑی بیماری ہے جس کے سبب مختلف برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اور شیطان اس کو اپنے چنگل میں پھنسا لیتا ہے۔ اور اس کے خیالات و معتقدات کو اس طرح اپنے قابو میں کر لیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگتا ہے۔ اور اپنی ہر چیز کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے۔ اور اپنے اعتقادات و خیالات کو ہی درست سمجھنے لگتا ہے۔ اور دوسروں کو حقیر جاننے لگتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملتی ہے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے مفسرین لکھتے ہیں۔ (مدارک، ص ۱۰۰۳)

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ
اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے
مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً
اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پھر جب وہ اپنی طرف سے انہیں رحمت
اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۙ لِيَكْفُرُوْا
اس وقت ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے تاکہ
بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ
ان نعمتوں کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی ہیں سو تم عیش کر لو

مصیبت کے وقت اللہ یاد آتا ہے۔

یہاں پر عمومی طور پر انسان کی فطرت پر بحث ہے۔ انسان عام طور پر جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو بھی وہ اپنے کی فطرت پاتا ہے۔ چنانچہ خوف اور تنگی نے انسان کی اس فطرت کو ظاہر کر دیا ہے۔ جب کوئی شخص کسی مصیبت میں گھر جاتا ہے تو وہ اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ اس وقت بھول جاتے ہیں سب دیوتا اس کے دل سے نکل جاتے ہیں۔ وہ اسی ایک اللہ کو یاد کرتا ہے جس کی طرف فطرت انسانی راہنمائی کرتی ہے۔ مگر افسوس کی انسان اس حالت پر دیر تک قائم نہیں رہتا۔ جہاں خدا کی مہربانی سے مصیبت دور ہوئی پھر وہی کچھ ہوتا ہے جو اس نے کہا تھا کہ کچھ کھا لے گا۔ گویا اس کے پاس سب کچھ ان ہی کا دیا ہوا ہے اللہ کے بھی نہیں دیا (العیاذ باللہ) اچھا پھر دیکھ لیں گے کہ کیا انجام ہوتا ہے۔ مگر آدمی ہوش کی نہیں لیتا اس کو تنبیہ اس طرح کی جاتی ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ اس کو حقیر نہ سمجھے اور مصیبت کے وقت پکارنے والا وعدہ ہی میں ہوتا ہے کہ جب وقت ہو جائے۔ (تفسیر عثمانی)

بندوں کی حالت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو کسی سے خرید و فروخت کرے اور اس کو اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کو اتنے میں خریدا ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہو۔ (مسلم)

مومن کی حالت:

صحیح حدیث میں ہے کہ مومن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہوتا ہے۔ وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اجر پاتا ہے۔ اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ اور مصیبت پر صبر کرتا ہے بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ (مسلم)

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ
کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل نازل کی ہے جو ان کو بول رہی ہے
بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ
ان باتوں کی جن کو یہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں

شرک کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

جس شخص علم اور فطرت انسانی کی شہادت شرک کو صاف طور پر رد کرتی ہے تو ان لوگوں کے خلاف وہ دلیل کیا ہے اور سند کیا ہے جس پر یہ لوگ خدا کی خدائی میں دوسروں کو بھی شریک بناتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) آخر کیوں نہ انہیں معبود بنانے کا حق دیا جائے جب کہ وہ (تو حید کی)

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ
اور جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر
وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ
اور اگر ان پر کوئی برائی اپنے ہاتھوں کے بھیجے ہوئے ہے
اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ
تو وہ ناامید

مشرک اور مومن کا فرق:

یعنی ان لوگوں کی حالت عجیب ہے۔ جب خدا کی رحمت کی ہوا چلتی ہے تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اترانے لگتے ہیں اور اگر اپنے کئے ہوئے برے کاموں کی وجہ سے کوئی مصیبت ان پر آ جائے تو فوراً مایوس ہو جاتے ہیں۔ اور اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ ہی روزی کو کشادہ کرتا ہے اور وہی تنگ کرتا ہے۔ اور اس میں ایمان والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ پس اے مخاطب تو رشتہ دار کا اور مسکین کا اور مسافر کا حق ادا کرتا رہ۔ یہ بات بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو سود تم اس غرض سے دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا جائے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔ اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے دیتے ہو تو ایسے ہی لوگ اپنے مال بڑھاتے ہیں۔ (سورۃ روم رکوع ۴)

یعنی جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پھر جب وہ اپنی رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔ تاکہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرے۔ پس تم فائدہ اٹھا لو۔ عنقریب تمہیں پتہ لگ جائے گا۔ کیا ہم نے ان پر کوئی سند اتاری ہے جو ان کو ہمارے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیتی ہے۔ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے اپنے کئے ہوئے برے کاموں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آ جائے تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی روزی کو کشادہ کرتا ہے اور وہی تنگ کرتا ہے۔ اس میں ایمان والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ (سورۃ روم رکوع ۵)

ہر حال میں راضی رہنا چاہئے:

یعنی ایمان والے وہ ہیں کہ جب ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں اور رحمت نازل ہوتی ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔ (سورۃ بقرہ رکوع ۱۹)

یعنی ہم تمہیں کچھ نہ کچھ ڈر خوف سے اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے۔ اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں اور رحمت نازل ہوتی ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔ (سورۃ بقرہ رکوع ۱۵۷)

یعنی جو کوئی مصیبت زمین پر آتی ہے یا تمہاری جانوں پر آتی ہے تو وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں۔ بیشک یہ اللہ پر آسان ہے۔ تاکہ جو کچھ تم سے فوت ہو جائے اس پر تم غم نہ کھاؤ اور جو کچھ تم کو عطا فرمائے اس پر تم اترایا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ حدید رکوع ۱)

ضرورت مندوں کی خبر گیری:

یعنی جب آدمی کی نیت ثواب سے ہو تو پاک رزق میں سے جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس میں سے اپنی کمائیوں میں سے اس کی راہ میں خرچ کرے۔ تو جو کوئی اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے اس کی کمائی بڑھتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں

زکوٰۃ اور سود کا فرق:

مثلاً زکوٰۃ دینے سے آدمی کا مال بظاہر کم ہوتا ہوا نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں اس سے مال بڑھتا ہے جیسا کہ آپ کا مشاہدہ ہے کہ کھیتوں سے اناج کاٹ کر لے جاتے ہیں تو کھیت بظاہر خالی ہو جاتا ہے لیکن حقیقت میں وہ اگلی فصل کے لئے تیار ہوتا ہے اسی طرح زکوٰۃ دینے سے مال بظاہر کم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ بڑھتا ہے اسی لئے قرآن کریم نے اس کو اللہ تعالیٰ کے قرض سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جو شخص زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کو قرض دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر واپس کرتے ہیں۔ اس کے برعکس سود سے بظاہر مال بڑھتا ہوا نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں وہ گھٹتا ہے اسی لئے قرآن کریم نے سود کو مٹانے کا اور زکوٰۃ کو بڑھانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۴۸۰)

عدل و انصاف کی برکت:

ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ تھے اس نے اپنے دور میں ایک منادی کو یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ جس شخص کا کسی پر قرض ہو یا کسی کے ذمہ اس کا کوئی حق ہو وہ ہمارے پاس آئے ہم اس کا حق دلوائیں گے۔ ایک شخص نے آکر بتلایا کہ فلاں شخص نے میرا حق مارا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کو اس کا حق دلوا دیا۔ (مظہری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کی نماز پیش ہوگی وہ ایک عورت ہوگی جو اپنی نماز کو خوب سنوار کر پڑھتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرے گی کہ یا رسول اللہ! میرے شوہر نے میرے ساتھ ظلم کیا ہے اور میرا حق مجھے نہیں دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شوہر سے فرمائیں گے کہ اس کا حق اس کو دے دو۔ وہ کہے گا کہ یا رسول اللہ! اب اس کے پاس میرا کچھ حق باقی نہیں رہا۔ آپ فرمائیں گے کہ اس سے کہو کہ اپنے گناہوں کا بوجھ تیرے اوپر ڈالے۔ (مظہری)

خاندانوں کی ایک باہمی رسمی اصلاح:

اور آیت مذکورہ میں جو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قرض دو اس آیت میں کیسے قرض دینے کی اصلاح کی گئی ہے اس کا جواب اوپر آچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قرض دینا ایک مجازی عنوان ہے جس کا حاصل اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا ہے اور اس پر نظر رکھتے ہوئے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا بظاہر طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے محتاج بندوں کو دیا جائے اس کو قرض سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس آیت میں جو آیت کی گئی ہے۔ اس آیت کا وجوبی احکام کے ساتھ پہلی آیت میں ذکر کیا ہے اس کو بیان کرتے ہیں کہ جس باپ کے کئی لڑکے ہوں اور ان میں سے کوئی لڑکا اپنے باپ کی خدمت کرتا ہو اور اس کی ضروریات کا خیال رکھتا ہو اور دوسرے لڑکے اس سے غافل ہوں تو ایسے لڑکے کا حق ہے کہ باپ کے مال میں سے اپنی خدمت کا کچھ معاوضہ لے لے اور اس کو اختیار ہے کہ اس کو معاف کر دے اور اس کے بعد اس کا مطالبہ نہ کرے۔ (مظہری)

اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی:

حاصل یہ ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت کی وجہ سے اس کو قرض دینے کا عنوان اختیار کیا گیا ہے جس طرح کسی بڑے بادشاہ کی خدمت میں کوئی شخص کچھ پیش کرتا ہے تو اس کو نذر کہا جاتا ہے حالانکہ بادشاہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں ہوتی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت کے پیش نظر اس کو قرض سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (مظہری)

اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان کی طرف نسبت کرنے سے اس میں ایک گونہ اپنائیت پیدا کر دی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

عدل و انصاف کی برکت:

ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ تھے اس نے اپنے دور میں ایک منادی کو یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ جس شخص کا کسی پر قرض ہو یا کسی کے ذمہ اس کا کوئی حق ہو وہ ہمارے پاس آئے ہم اس کا حق دلوائیں گے۔ ایک شخص نے آکر بتلایا کہ فلاں شخص نے میرا حق مارا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کو اس کا حق دلوا دیا۔ (مظہری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کی نماز پیش ہوگی وہ ایک عورت ہوگی جو اپنی نماز کو خوب سنوار کر پڑھتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرے گی کہ یا رسول اللہ! میرے شوہر نے میرے ساتھ ظلم کیا ہے اور میرا حق مجھے نہیں دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شوہر سے فرمائیں گے کہ اس کا حق اس کو دے دو۔ وہ کہے گا کہ یا رسول اللہ! اب اس کے پاس میرا کچھ حق باقی نہیں رہا۔ آپ فرمائیں گے کہ اس سے کہو کہ اپنے گناہوں کا بوجھ تیرے اوپر ڈالے۔ (مظہری)

خاندانوں کی ایک باہمی رسمی اصلاح:

اور آیت مذکورہ میں جو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قرض دو اس آیت میں کیسے قرض دینے کی اصلاح کی گئی ہے اس کا جواب اوپر آچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قرض دینا ایک مجازی عنوان ہے جس کا حاصل اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا ہے اور اس پر نظر رکھتے ہوئے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا بظاہر طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے محتاج بندوں کو دیا جائے اس کو قرض سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس آیت میں جو آیت کی گئی ہے۔ اس آیت کا وجوبی احکام کے ساتھ پہلی آیت میں ذکر کیا ہے اس کو بیان کرتے ہیں کہ جس باپ کے کئی لڑکے ہوں اور ان میں سے کوئی لڑکا اپنے باپ کی خدمت کرتا ہو اور اس کی ضروریات کا خیال رکھتا ہو اور دوسرے لڑکے اس سے غافل ہوں تو ایسے لڑکے کا حق ہے کہ باپ کے مال میں سے اپنی خدمت کا کچھ معاوضہ لے لے اور اس کو اختیار ہے کہ اس کو معاف کر دے اور اس کے بعد اس کا مطالبہ نہ کرے۔ (مظہری)

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ
اللہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو روزی دی پھر تم کو مارتا ہے
ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ
پھر تم کو جلائے گا کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو کرے کسی
ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝
ان میں سے یہ کام اور وہ پاک ہے اور بہت اوپر ہے ان سے جو شریک ٹھہراتے ہیں

مارنا، جلانا اللہ ہی کا کام ہے:

یعنی مارنا جلانا، روزی دینا سب کام تنہا اس کے قبضہ میں ہونے سے پھر دوسرے شریک کہ عمر سے آگر اوہیدے کے مستحق بن گئے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ
پھیل چکی ہے خرابی خشکی میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی
اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ
کمائی سے چکھانا چاہتا ہے ان کو بعض ان کے
عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝
کام کا تاکہ وہ پھر آئیں

بگاڑ کا فساد:

یعنی لوگ دین فطرت پر قائم نہ رہے گمراہ علم و دنیا میں پھیل پڑا اور اس کی شامت سے خشکوں اور جزیروں میں خرابی پھیل گئی نہ خشکی میں امن و سکون رہا نہ تری میں۔ ڈوبے ذبح ہونے لگے فساد سے مراد ظلم اور ناانصافیاں اور جہازوں کی ٹوٹ مار سے سمندروں میں بھی طوفان بپا ہو گیا۔ یہ سب اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بندوں کی بداعمالیوں کا تھوڑا سا مزہ دنیا میں بھی چکھا دیا جائے پوری سزا تو آخرت میں ملے گی۔ شاید کچھ ہوش یہاں بھی ٹھکانے آئیں۔ ممکن ہے بعض لوگ ڈر کر راہ راست پر آ جائیں۔ (تیسیر) بندوں کی بدکاریوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں خرابی پھیلنا کوئی انوکھا اور نیا قاعدہ نہیں۔ لیکن جس خوفناک عموم و شمول کے ساتھ بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہ تاریک گھٹا مشرق و مغرب اور زمین و بحر پر چھا گئی تھی، دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یورپ کے محققین نے قوس زمانہ کی تاریک حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر معلوم نوع بھی اس مشہور و معروف

سعادت پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکے (دیکھو واقع تا العارف فرید وجدی مادہ جہل) شاید اسی اہم مقصد پر نظر رکھ کر قرآن نے بعثت محمدی سے پہلے کی تاریکی کو عام طور پر جاہلیت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ (تیسیر حقانی)

بر و بحر کا مطلب:

بغوی نے لکھا ہے تو سے مراد ہے صحرا، بیابان اور بحر سے مراد ہیں وہ شہر اور بستیاں جو نہروں اور دریاؤں کے کنارے پر آباد ہیں۔ عطیہ نے کہا، مدنے: ہیں پر جو شہر اور قریے ہیں اور بحر سے مراد معروف ہی ہے (یعنی سمندر) بارش کی کمی کا اثر جس طرح خشکی پر پڑتا ہے اسی طرح سمندر پر بھی پڑتا ہے۔

ہابیل کے قتل کا اثر:

لکھا کہ نے کہا: زمین پہلے سرسبز اور شاداب تھی، جس درخت کے پاس آدمی جاتا تھا اس کو ہرا اور پاتا تھا۔ اور سمندر کا پانی پہلے میٹھا تھا اور شیریں گائے بکری کو قتل کرنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا تھا، لیکن جب ہابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو زمین خشک ہو گئی درخت پر خار ہو گئے اور سمندر کا پانی شور ہو گیا اور جانور ایک دوسرے کو پھاڑنے لگے۔ یعنی ان کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے یا ان کے برے عمل کرنے کی وجہ سے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ جو قحط میں مبتلا ہوئے ہیں بڑے اور مرد ار تک کھا گئے، یہ انہی کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے ہوا۔ (تیسیر حقانی)

فساد سے مراد قحط اور وبائی امراض ہیں:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ "یعنی خشکی اور دریا میں بسبب جہاں میں فساد پھیل گیا لوگوں کے اعمال بد کی وجہ سے" تفسیر روح المعانی میں ہے کہ فساد سے مراد قحط اور وبائی امراض اور آگ لگنے اور پانی میں ڈوبنے کے واقعات کی کثرت اور ہر چیز کی برکت کا مٹ جانا یعنی خشکی چیزوں کا کم ہو جانا مراد ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ آفات اور امراض بد اعمالیوں کی وجہ سے آتے ہیں، اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان (دنیوی) آفات کا سبب انسانوں کے گناہ اور اعمال بد ہوتے ہیں۔ حسن میں شرک و کفر سب سے زیادہ اشد ہیں، اس کے بعد دوسرے گناہ آتے ہیں۔

گناہوں پر تنبیہ:

لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا یعنی تاکہ چکھا دے اللہ تعالیٰ کچھ حصہ ان کے کئے ہوئے اعمال کا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اعمال بد اور گناہوں کی وجہ سے جو مصیبت و آفت دنیا میں بھیجی جاتی ہے وہ بھی اگر کرم خداوندی تعالیٰ کی رحمت و عنایت نہ ہو، کیونکہ مقصود اس دنیا کی مصیبت سے یہ ہوتا ہے کہ غافل انسان کو تنبیہ ہو جائے اور وہ اپنے گناہوں اور قصوروں سے باز آ جائے جو انجام کار اس کے لئے مفید اور بڑی نعمت ہے۔ جیسا کہ آخرت میں فرمایا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ

آفتیں اور مصائب گناہوں کے سبب سے آتے ہیں

[illegible] سے معلوم ہوا کہ [illegible] مصائب گناہوں کے سبب سے آتے ہیں [illegible] آفتیں اور مصائب [illegible] کے لئے آتے ہیں [illegible] ان کے گناہوں کی سزا ہوتی ہے [illegible] ان کے درجے بلند ہوتے ہیں [illegible] آخرت میں ان کے لئے ثواب ہوگا [illegible]

مصائب کے وقت استغفار اور استغفار پر مصائب میں فرق

[illegible] یہ ہے کہ [illegible] مصائب [illegible] کے کفارہ ہوتے ہیں [illegible] ان کے گناہوں کے کفارہ ہوتے ہیں [illegible] مصائب [illegible] کے لئے [illegible] ان کے درجے بلند ہوتے ہیں [illegible] ان کے لئے ثواب ہوگا [illegible] ان کے گناہوں کے کفارہ ہوتے ہیں [illegible] ان کے درجے بلند ہوتے ہیں [illegible] ان کے لئے ثواب ہوگا [illegible]

[illegible] سے معلوم ہوا کہ [illegible] مصائب [illegible] کے لئے آتے ہیں [illegible] ان کے گناہوں کی سزا ہوتی ہے [illegible] ان کے درجے بلند ہوتے ہیں [illegible] آخرت میں ان کے لئے ثواب ہوگا [illegible]

[illegible] سے معلوم ہوا کہ [illegible] مصائب [illegible] کے لئے آتے ہیں [illegible] ان کے گناہوں کی سزا ہوتی ہے [illegible] ان کے درجے بلند ہوتے ہیں [illegible] آخرت میں ان کے لئے ثواب ہوگا [illegible]

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

[illegible]

الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ۝

[illegible]

شرک کی مذمت

[illegible] شرک کی مذمت [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] جھوٹے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible]

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ

[illegible]

[illegible] کا [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible]

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ

[illegible]

[illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible]

يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ

[illegible]

[illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible]

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ

[illegible]

[illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible]

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ

[illegible]

[illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible]

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ

[illegible]

[illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible]

نیک عمل کا ثواب

[illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible]

[illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible]

حال پر مطمئن ہونا چاہئے

[illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] اس [illegible] کے [illegible] ہے [illegible]

سے نیک بندوں کو اکٹھا کرے گا، وہ حضرت ہود علیہ السلام اپنے اصحاب کو لے کر ہوں گے، جس کی نگہبانی میں کوئی ایسا بندہ نہ ہوگا جس پر کوئی ظلم نہ کیا ہو، سوائے میرے بندوں کے، اور اس کے مخالف جہنم کے گڑھوں (اور دیگر عذاب کی) جگہوں میں ہوں گے، ان کا نام ان کا ٹھکانہ، ان کا عذاب اور ان کا مقام ہوگا۔

وہب نے حضرت جابل کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی ایک بندے پر رحمت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی جان کو اس کے جسم کے کسی حصہ میں قبض کرتا ہے، جس کے ساتھ وہ عذاب دیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل کرتا ہے۔

گناہوں کے مقابلہ میں اعمال کچھ نہیں:

طبرانی نے حضرت ابو سعید بن سنان سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اٹھائے گا جس کا کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اس سے فرمائے گا (یا) تجھے دو باتوں میں سے کونسی بات پسند ہے بتا تو اپنے عمل کا بدلہ چاہتا ہے یا میری فضل کا؟ تو بندہ عرض کرے گا تو خوب واقف ہے کہ میں نے تیری فرمانبرداری کیوں کی اختیار کرنے کا یہ بندہ (کہے گا) کہ میری ایک حاجت کو پورا کر دے، پھر تجھے جو حکم فرمائے گا میں بجا لاؤں گا، تو اس کو فرمائے گا تو اپنی ایک حاجت (مقابلہ کے وقت) اپنے تمام اعمال کی اور کوئی چیز نہیں رہے گی، تو بندہ عرض کرے گا جو کچھ فضل و رحمت سے (میں مغفرت کا طلبگار ہوں)

بزار نے حضرت انس کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن آدمی کے تین دفاتر سامنے لائے جائیں گے، ایک دفتر میں نیکیوں کا اندراج ہوگا دوسرے دفتر میں سارے گناہوں کا لکھا ہوگا، تیسرے دفتر میں اللہ کی نعمتیں درج ہوں گی، نعمتوں کے دفتر سے سب سے چھوٹی نعمت کو لے کر فرمائے گا اس بندے کے تمام نیک اعمال کا مقابلہ کر چنانچہ ایک چھوٹی نعمت تمام اعمال کو ظہور دے گی، نعمتوں کا دفتر رہے گا تاہم نعمت کی قسم میں نے ابھی پورا پورا معاملہ نہیں دیکھا، کیونکہ ہم کو امید ہے کہ سارے نیک اعمال آخر ہو جائیں گے، تو وہ نبی ہیں لیکن جب اللہ کی بندے پر رحم کرنے کی تو فرمائے گا میرے بندے میں نے تیری نیکیاں چھوڑ دی ہیں (یعنی عذاب کا کر دیں) اور تیرے گناہوں سے گذر کر لی اور بخشیں تجھے بخش دیں۔

طبرانی نے الاوسط میں حضرت انس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے لا الہ الا اللہ کہا (یعنی یقین کے ساتھ اقرار کر لیا) اللہ کے نزدیک اس کے لئے (جنت عین) واجب (کر دے گا) ایک بلند مرتبہ ہو گیا، اور جس نے سبحان اللہ کہا (یعنی اللہ کو ہر عیب اور برائی سے پاک بھی جانا) اس کے لئے اس کے بعد اس سے پہلے (کی نیکیوں کا لکھنا) جو کچھ بھی ہوا، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ہم ہلاک کیسے ہو سکتے ہیں (یعنی پھر ہم کو عذاب نہیں ہوگا) فرمایا تم سے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت کے دن آدمی اپنے (نیکی کے) اعمال کے ترازو کو پہاڑ پر بھی بھاری دیکھے گا لیکن بندے کی نعمتوں میں سے ایک نعمت کے مقابلہ میں وہ ہلکا ہو جائیں گے، یا وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے ہوگا اللہ اس روز اپنی رحمت سے (جس پر چاہے گا) مہربانی فرمائے گا۔

اللہ کی رحمت جنت میں لے جائے گی:

بزار اور مسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سیدھی چال رکھو اور بچے رہے پر اور خوش ہو جاؤ کیونکہ بیشک کسی کو اس کے اعمال نہیں لے جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا کیا آپ بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے) فرمایا (ہاں) میں بھی کیونکہ اللہ مجھے اپنی مغفرت اور رحمت سے ڈھانک لے، مسلم نے یہ حدیث حضرت جابر کی روایت سے بھی بیان کی ہے، اور ترمذی نے حضرت ابو موسیٰ کے بیٹے شریک بن طارق کی روایت سے امام محمد نے حضرت ہدیہ کی روایت سے اور طبرانی نے شریک بن عریف اور حامد بن شریک اور احمد بن منیع کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

حضرت ابن مسعود نے فرمایا، قریش صراط سے اللہ کے فضل سے پار ہو جائیں گے اور جنت کے دروازہ پر اللہ کی رحمت سے داخل ہوں گے اور جنات جنت کی تقسیم تمہارے اعمال کے مطابق ہوگی۔ بوکیم نے اعمش بن عبداللہ کی روایت سے بھی یہ قول نقل کیا ہے۔

مسلمان کی آبرو کی حفاظت:

حضرت ابو درداء کا بیان ہے، میں نے خود سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جو مسلم اپنے بھائی کی آبرو کی طرف سے دفع کرتا ہے اللہ پر اس کا حق ہو جاتا ہے کہ وہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اس کی طرف سے لوٹا دے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت حجت فرمائی۔

ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ طبرانی اور اسحاق بن راہویہ نے یہ حدیث حضرت ابو امامہ یزید کی روایت سے بیان کی ہے (باقی حدیث)

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اے ہمارے پروردگار ہمیں ظالم لوگوں کے لئے آزمائش نہ بنا

(یہ دعا اس لئے کی گئی ہے کہ ظالم لوگ ان کو ستائیں گے تو یہ صبر کریں گے اور اللہ کی رحمت سے اجر پائیں گے)

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ مُبَشِّرٰتٍ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے

وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ

تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے

(بارش سے پہلے ہوائیں چلتی ہیں جو خوشخبری دیتی ہیں کہ خوب بارش ہوگی اور اللہ کی رحمت سے زمین کی پیداوار بڑھے گی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارش

حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ ایک بادل اٹھا اور اس سے بارش برسنے لگی۔ وہ شخص اپنے گھر واپس گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی چھت بارش کے پانی سے ٹپک رہی ہے۔ اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضرت! گھر کی چھت ٹپک رہی ہے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اللّٰھم حوالینا ولا علینا۔ اے اللہ! ہمارے آس پاس برسا اور ہم پر نہ برسا۔ اس کے بعد بادل ہٹ گئے اور مدینہ کے آس پاس بارش ہوتی رہی۔ مدینہ کے اوپر بادل نہیں رہے۔ (بخاری)

مؤمنین کی مدد اور اس کی شرط

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ۝

اور بیشک وہ لوگ اس سے پہلے کہ ان پر اتارا جائے اس سے پہلے ناامید تھے

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

پس اللہ کی رحمت کے آثار کو دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے

اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

بیشک وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

(یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جو اللہ بارش کے بعد زمین کو زندہ کرتا ہے وہ مرنے کے بعد انسان کو زندہ کرے گا)

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ۝

اور اگر ہم ایک ہوا بھیجیں اور وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝

پس تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہو جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۚ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہٹا کر راہ پر لا سکتے ہو تم تو صرف ان کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پس وہ فرمانبردار ہیں

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝

اللہ وہ ہے جس نے تم کو کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد قوت دی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ جاننے والا اور قدرت والا ہے

(یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ مرنے کے بعد انسان کو زندہ کرنے پر قادر ہے)

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ۝

اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسم کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے اسی طرح وہ دنیا میں بہکائے جاتے تھے

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۚ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ تم اللہ کے لکھے ہوئے میں قیامت کے دن تک ٹھہرے رہے ہو سو یہ قیامت کا دن ہے لیکن تم نہیں جانتے تھے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝

پس اس دن ظالموں کو ان کا عذر نفع نہ دے گا اور نہ ان سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۝

اور ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان کی ہے اور اگر تم ان کے پاس کوئی نشانی لاؤ تو کافر ضرور کہیں گے کہ تم جھوٹ بنانے والے ہو

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے جو نہیں جانتے

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۝

پس تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ لوگ تمہیں ہلکا نہ کر دیں جو یقین نہیں کرتے

دنیا میں بھی حق و باطل کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے

پہلے فرمایا تھا کہ جس طرح مردہ زمین کو بارش سے زندہ کیا جاتا ہے اسی طرح اللہ مرنے کے بعد انسان کو زندہ کرے گا۔ اب فرماتے ہیں کہ اس کا کیا فائدہ ہوا کہ ہم نے بارش برسا دی اور کھیتی سوکھ گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت کے آثار دیکھ کر بھی لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ کی رحمت کے آثار میں سے ایک یہ ہے کہ بارش کے بعد زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو اللہ بارش کے بعد زمین کو زندہ کرتا ہے وہ مرنے کے بعد انسان کو زندہ کرے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر ہم ایسی ہوا بھیج دیں جس سے کھیتی زرد ہو جائے تو یہ لوگ ناشکری کرنے لگیں گے۔ یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ جو لوگ بارش کے بعد سرسبز کھیتی دیکھ کر ایمان نہیں لاتے وہ زرد کھیتی دیکھ کر کیا ایمان لائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا

اور تم اپنے رب کے حکم پر صبر کرو تم ہماری نگاہ میں ہو

(یعنی ہماری حفاظت میں ہو اور ہم تمہارا بدلہ دینے والے ہیں)

لے آتے ہیں۔ وہاں کہیں اس نے خزانے دبائے ہوتے ہیں جو آ کر یہاں کھود نکالتے ہیں۔ اور یہ بھی ان کی عقل میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ کسی بہت بڑی طاقت کے انتظام سے ہو رہا ہے۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝	
اللہ ہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے، پھر وہی اس کا اعادہ کرتا ہے، پھر اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے	
قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ	
کہو، زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی ہے	

پارہ کے نظم سے عبرت: مثل پہلے کئی طرف پھیلے تھی طرف ہی

وَيَجْعَلُ كِسْفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ	
اور خدا ہی بادل کو پارہ پارہ کرتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ مینہ اس کے بیچ میں سے	
فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ	
پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے	
اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝	
یکایک خوش ہو جاتے ہیں	

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ	
اور اگرچہ وہ اس سے پہلے	
مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ۝	
اس سے پہلے	

مثل پہلے سے آسمان اور سورج کے تھے کہ کبھی بادل نے اور پہلے سے مینہ برسنے لگی ہے اور کبھی بادل چھٹ جاتا ہے اور سورج نکل آتا ہے۔ اسی طرح انسان کی حالت ہے کہ کبھی وہ مایوسی کے عالم میں ہوتا ہے اور کبھی اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور وہ خوشی سے نہال ہو جاتا ہے۔

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ	
پس دیکھ اللہ کی رحمت کے آثار کیسے	
يُحْىِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۝	
زمین کو اس کے مرنے کے بعد	

رحمت الٰہی کے کرشمے

مثل پہلے سے ہے کہ خزانے خاک اور پتھروں کے نیچے دبے ہوتے ہیں۔ کھود نکالنے والے کو ان کا پتہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح بارش کے پانی کی بوندیں بھی اللہ کی بربادی سے بے خبر ہوتی ہیں۔ وہ تو اپنے اوپر برسنے والی بوندوں کو اپنی ہی طرح کی بوندیں سمجھتی ہیں۔ مگر جب ان کے اوپر بارش کے بعد سورج نکلتا ہے تو ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ہم کیا تھیں اور کیا ہو گئیں۔ ہم میں کیسی کیسی قیمتی چیزیں پیدا ہو گئیں۔ یہ ہے رحمت الٰہی کا کرشمہ۔ اس کی رحمت کی بارش جس پر برستی ہے اس کی زمین کیسی بنجر ہو، اس کے اندر کیسی کیسی قیمتی چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْىِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (دیکھ اللہ کی رحمت کے آثار کیسے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے) کی تفسیر میں ایک بزرگ نے بڑی لطیف بات کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ دیکھ اللہ کی رحمت کے آثار کیسے ہیں۔ اس کی رحمت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اس

جائیں تو وہ کوئی مؤثر دلیل پیش نہ کر سکے۔ یہاں تک تو اصل مضمون پر گفتگو تھی۔ اب آگے کی آیات میں اس گفتگو کے سلسلہ میں چند ضمنی امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ فرمایا ان کا گمراہ اور ہٹ دھرمی سب اپنی اپنی غرض کے تابع ہے اور یہاں ہمیں ہر فرد یا ہر گروہ کے متعلق یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی ضد کی اصل وجہ کیا ہے۔ کوئی ہے جو محض اپنی جاہلی عصبیت کی بنا پر اڑا ہوا ہے۔ کوئی ہے جو اپنی مذہبی پیشوائی کے چھن جانے کا خطرہ محسوس کر رہا ہے۔ کوئی ہے جو اپنی دنیوی منفعت کے ختم ہو جانے کا اندیشہ رکھتا ہے۔ کوئی ہے جو اپنی ذاتی خواہشات کی پیروی کو حق کی پیروی پر ترجیح دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی ہٹ دھرمی کے ایک خاص پہلو پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ وہ یہ کہ ان کے سامنے جب کوئی دلیل پیش کی جاتی ہے تو وہ اس کا جواب دلیل سے نہیں دیتے بلکہ اس کو رد کرنے کے لیے ایک نہ ایک بہانہ تراش لیتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ شخص تو مجنون ہے، کبھی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے، کبھی کہتے ہیں کہ یہ کاہن ہے، کبھی کہتے ہیں کہ یہ جادوگر ہے، کبھی کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے، کبھی کہتے ہیں کہ یہ کچھ اور ہے۔ ان کا یہ رویہ صاف بتا رہا ہے کہ ان کا مقصد حق کو پہچاننا نہیں ہے بلکہ کسی نہ کسی طرح اس کو رد کر دینا ہے۔ اس کے بعد ان کی ایک اور ہٹ دھرمی کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنے ان معبودوں کو جن کی بندگی کرتے ہیں، اللہ کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں دیتے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خدائی میں کچھ اختیارات دے رکھے ہیں جن کی بنا پر وہ ان کی دعائیں سنتے اور ان کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ اگر یہ واقعی ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو تو ان کو چاہیے کہ تمہاری دعاؤں کو سنیں اور تمہاری حاجتیں پوری کریں۔ اگر یہ ایسا نہیں کرتے تو پھر تم کو ان کی خدائی میں کیا حصہ ملا ہے کہ ان سے کچھ امید رکھو۔ اس کے بعد ان کی ایک اور ہٹ دھرمی کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کی توحید کی دعوت سن کر اس سے بھاگتے ہیں اور جب کبھی اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر سنتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ آخر میں ان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ کی گرفت سے بچ کر تم کہیں نہیں جا سکتے۔ اس کی زمین پر رہتے ہو تو اس کی گرفت میں ہو، اس کی زمین سے نکل بھاگنا چاہو تو نہیں بھاگ سکتے، اس کے سوا تمہارا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے جو اس کی گرفت سے تم کو بچا سکے۔

فَإِنْ يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٤﴾	اگر اللہ چاہے تو تم پر مہر لگا دے۔ اور اللہ مٹاتا ہے باطل کو اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنے کلمات سے۔ بے شک وہ جانتا ہے دلوں کے راز
وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾	اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور معاف کرتا ہے برائیوں کو اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو
وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾	اور قبول کرتا ہے ان لوگوں کی جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور بڑھاتا ہے ان کو اپنے فضل سے۔ اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے
وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾	اور اگر اللہ کشادہ کر دیتا رزق اپنے بندوں کے لیے تو وہ سرکشی کرتے زمین میں۔ لیکن وہ اتارتا ہے ایک اندازہ سے جو چاہتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے، دیکھتا ہے
وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِن بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾	اور وہی ہے جو برساتا ہے مینہ پیچھے اس کے کہ لوگ مایوس ہو چکے ہوں اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت کو۔ اور وہی ہے کارساز، تعریف کے لائق
وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَابَّةٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾	اور اس کی نشانیوں میں سے ہے پیدا کرنا آسمانوں اور زمین کا اور جو پھیلائے ہوئے ہے ان دونوں میں جانداروں کو۔ اور وہ جب چاہے ان کے جمع کرنے پر قادر ہے
وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾	اور جو کچھ تم کو پہنچی کوئی مصیبت تو وہ بدلہ ہے اس کا جو کمائی کی تمہارے ہاتھوں نے اور بہت سے گناہ وہ معاف کر دیتا ہے
وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٣١﴾	اور تم نہیں ہو عاجز کرنے والے زمین میں اور نہیں ہے تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار
وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٣٢﴾	اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں کشتیاں جو چلتی ہیں سمندر میں پہاڑوں کی طرح
إِن يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَىٰ ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٣٣﴾	اگر وہ چاہے تو ٹھہرا دے ہوا کو پس رہ جائیں وہ کھڑی اس کی پیٹھ پر۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لیے
أَوْ يُوبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَن كَثِيرٍ ﴿٣٤﴾	یا ہلاک کر دے ان کو بدلہ میں اس کے جو کمائی کی ہے لوگوں نے اور بہت سے گناہ وہ معاف کر دیتا ہے

کوئی نہ مانے تو پیغمبر پر کوئی مؤاخذہ نہیں

یعنی اگر کسی کو سب کچھ دیکھ کر بھی ایمان نہ لانا ہو تو کوئی طاقت اس کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ اگر اللہ چاہے تو ایسے ہر شخص کے دل پر مہر لگا دے جو اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے حق کو ماننے کا ارادہ ہی نہ رکھتا ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان لوگوں کی ہٹ دھرمی سے تم کیوں رنجیدہ ہوتے ہو۔ تمہارا کام تو صرف حق کو پہنچا دینا ہے۔ اگر یہ لوگ اس کو نہیں مانتے تو یہ تمہارا قصور نہیں ہے۔ تم سے تو اس کی باز پرس نہیں ہو گی کہ کیوں یہ لوگ نہیں مانتے، تم سے تو صرف یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے حق کو پہنچانے میں کوتاہی تو نہیں کی۔ اس کے بعد ان کی ایک اور ہٹ دھرمی کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کی توحید کی دعوت سن کر اس سے بھاگتے ہیں اور جب کبھی اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر سنتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ آخر میں ان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ کی گرفت سے بچ کر تم کہیں نہیں جا سکتے۔ اس کی زمین پر رہتے ہو تو اس کی گرفت میں ہو، اس کی زمین سے نکل بھاگنا چاہو تو نہیں بھاگ سکتے، اس کے سوا تمہارا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے جو اس کی گرفت سے تم کو بچا سکے۔

سماعِ موتیٰ کا مسئلہ

(تنبیہ: اس قسم کی آیات سورۂ انعام [۳۶] اور نمل [۸۰] میں گذر چکی ہیں۔ اس پر یہ نکتہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ ان میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ سماعِ موتیٰ کی نفی ہے۔ اس کی بحث ہم نے اس مسئلہ میں کتاب الصلوٰۃ [جلد ۱] کے ضمیمہ میں تفصیل سے کی ہے۔ اس کے بعد اس کتاب کے ضمیمہ قرآن و حدیث میں بھی اس پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ یہاں کیوں ثبوت کو نفی پر محمول نہیں کیا جاتا، یہ تو وہی کام ہوا کہ قرآن و حدیث کے بجائے اپنے ذہن کو حکم بنا لیا جائے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ذہن کو حکم بنائے، مگر اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ قرآن و حدیث کے بجائے اپنے ذہن کو ہی خدا بنا لے گا۔ ہر بات کو اپنے ذہن کی کسوٹی پر پرکھنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ

مِنۡ بَعۡدِ خَلۡقٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۡ بَعۡدِ قُوَّةٍ
ضَعۡفًا وَّشَيۡبَةً ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡقَدِيۡرُ ۝

انسانی زندگی کے تین مرحلے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کی زندگی کے تین مرحلے مقرر فرمائے ہیں۔ پہلا مرحلہ بچپن کا ہے جس میں انسان بالکل کمزور ہوتا ہے۔ اس کے بعد جوانی کا مرحلہ آتا ہے جس میں انسان کو بڑی قوت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد بڑھاپے کا مرحلہ آتا ہے جس میں انسان کی قوت پھر کمزوری سے بدل جاتی ہے۔ بچپن کی کمزوری کا مرحلہ تو ہر انسان پر آتا ہے۔ جوانی کی قوت کا مرحلہ بھی بہت سے لوگوں پر آتا ہے۔ لیکن بڑھاپے کا مرحلہ ہر شخص پر نہیں آتا۔ بہت سے لوگ جوانی کی قوت کے بعد اچانک موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بڑھاپے کی کمزوری کا مرحلہ بھی ہر شخص پر نہیں آتا۔ بہت سے لوگ جوانی کی قوت کے بعد اچانک موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بڑھاپے کی کمزوری کا مرحلہ بھی ہر شخص پر نہیں آتا۔

وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يُقۡسِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۙ
مَا لَبِثُوۡا غَيۡرَ سَاعَةٍ ؕ

قیامت آنے کی تاریخ کسی کو نہیں معلوم

قیامت کے دن کی تاریخ کسی کو نہیں معلوم۔ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس لئے کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ اس لئے کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ اس لئے کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔

گذِيۡكَ كَانُوۡا يُؤۡفَكُوۡنَ ۝

مشرکین کی عقل پر افسوس ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں سمجھتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں سمجھتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں سمجھتے۔

وَقَالَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَالۡاِيۡمَانَ لَقَدۡ
لَبِثۡتُمۡ فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوۡمِ الۡبَعۡثِ فَهٰذَا
يَوۡمُ الۡبَعۡثِ وَلٰكِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝

مشرکین کے لئے یہ دن بڑا ہی افسوس کا دن ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں سمجھتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں سمجھتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں سمجھتے۔

تم میں کوئی جھوٹ نہ بول سکے گا

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی شخص جھوٹ نہیں بول سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی شخص جھوٹ نہیں بول سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی شخص جھوٹ نہیں بول سکے گا۔

یا جھوٹ کا کہتا ہے اور نبوت کا دعویٰ کرے حالانکہ نبی نہیں یا فرشتوں کو بیٹیاں بتائے یا کہے کہ اللہ نے مجھے حکم دیا حالانکہ نہیں دیا یا کہے کہ اللہ نے مجھ پر وحی بھیجی حالانکہ نہیں بھیجی یا کہے کہ میں بھی اللہ کی مثل قرآن بنا لاتا ہوں حالانکہ نہیں بنا سکتا یا کہے کہ میں بھی اللہ کی مثل کچھ کلام کرتا ہوں حالانکہ نہیں کرتا اور اگر یہ سب یا ان میں سے کچھ اللہ عزوجل کے سامنے کہا جائے تو فوراً اس کی گردن مار دی جائے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۴/۶۲۲)

کوئی عذر و معذرت بھی نہ ہو سکے گی

اس آیت کریمہ میں عذر پیش کرنے کے جو کام آتے اور جن سے کہا جا سکتا کہ ہمارا جواب تو یہ تھا مگر خدمت سے اپنے پیارے کو اطلاع کرنا ہمارا کام نہ تھا، وہ وقت کہ یہ سب عذر پیش ہو سکتے تھے ارشاد ہوتا ہے (ترجمہ جلی)

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ
اور ہم نے بیان کیا ہے لوگوں کے واسطے اس قرآن میں ہر ایک
كُلِّ مَثَلٍؕ وَلَىٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوْلَنَّ
طرح کی مثل اور جو کوئی ان کے پاس لائی آپ کو ضرور یہ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ۝
کافر ہم سب جھوٹے ہو

تفہیم قرآن: یعنی اس وقت یہ سمجھتا غلط ہے کہ اب آنجناب کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ہے قرآن کریم کھول کر بیٹھ جائیں اور دلائل و براہین کا ایک طومار اپنے سامنے رکھ لیں۔ اس وقت کوئی بات نہیں کی جائے گی۔ جس نے کہنا ہوگا اس وقت کہے گا جب اس کے کہنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (تفہیم القرآن، ۴/۳۹۱)

دعوت کیسے صبر و تحمل ضرور مانگتی ہے

جس وقت اپنے قوم کی طرف سے ایذا پہنچتی ہے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی۔ جب ایذا دینے والے دوسرے قوموں سے تھے اپنے (قوم) اصلاح کے کام میں لگے رہیں۔ اللہ نے جو آپ سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے یقیناً ہو کر رہے گا۔ اس میں دیر ہونے سے وعدہ مخلف نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے کام پر جمے رہیے۔ یہ مخالفین آپ کو کیا ستائیں گے، آپ کے مقام سے بہت نیچے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، ۷/۱۲۰، ملخصاً)

کامل وضو کرنے کا ثمر

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نماز پڑھتے ہوئے اپنی خوبصورت قرأت فرمائی۔ میں نے عرض کیا: آپ اتنا خوبصورت پڑھنا کہاں سے سیکھے؟ فرمایا: میں اپنے رب کی طرف سے ہوں، میرا رب جو چاہتا ہے فرماتا ہے۔ (معجم اوسط) اس کو ایسا اچھا وضو بھی کرنا چاہیے۔ (تفسیر نعیمی، ۲۴/۱۰۱)

پھر فرمایا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) ہم مسلمان ہیں اسے ہمیں کوئی نجات نہ دے گا۔ ایک نے پوچھا: ہمیں دوسروں کے تصدیق کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا دوسرے اس پر ایمان لانے کو تیار ہو جائیں اس طرح ہی نجات کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر نعیمی، ۲۴/۱۰۱)

وَیُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۝
اور اللہ بچا لے گا ڈر والوں کو ان کی مراد پر نہ چھوئے گی انہیں برائی اور نہ وہ غم کریں گے

ضد و عناد کا انجام

جن لوگوں نے حق کو آتا ہوا نہ دیکھا، نہ سمجھا، نہ تسلیم کیا، اور ضد و عناد سے ہر بات کا انکار کرتے رہے اپنی طرح شدید دشمنی اس نے دل پر مہر ہو جاتی ہے اور حق کو ضد و عناد سے ان کا نہ ماننا ہی ہوتا ہے کہ قوی حق کی استعداد ہی ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ (تفسیر روح البیان، ۸/۱۰۱، غیر ملتقطاً)

لَهُ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی توحید سے انکار میں یا اقتدار میں یا پوجا سے کوئی نہ کوئی اللہ کا شریک ضرور بناتے ہیں اپنے ہی جیسا مخلوق بناتے ہیں، اصل مرکب معرفت حق سے روکنا اور شرک ہے۔ (تفسیر نعیمی، ۲۴/۱۰۲)

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا
تو صبر کر بیشک اللہ کا وعدہ
یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ۝
تجھ کو ہلکا نہ کریں وہ

دعوت کیسے صبر و تحمل ضرور مانگتی ہے

جس وقت اپنے قوم کی طرف سے ایذا پہنچتی ہے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی۔ جب ایذا دینے والے دوسرے قوموں سے تھے اپنے (قوم) اصلاح کے کام میں لگے رہیں۔ اللہ نے جو آپ سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے یقیناً ہو کر رہے گا۔ اس میں دیر ہونے سے وعدہ مخلف نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے کام پر جمے رہیے۔ یہ مخالفین آپ کو کیا ستائیں گے، آپ کے مقام سے بہت نیچے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، ۷/۱۲۰، ملخصاً)

سورۃ لقمان

یہ سورت ان لوگوں کو ہدایت اور رحمت کی خوشخبری سناتی ہے جو اس کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ سورت ان لوگوں کو بھی خبردار کرتی ہے جو اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس سورت میں لقمان حکیم کی نصیحتوں کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو دی تھیں۔ ان نصیحتوں میں توحید، والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نماز قائم کرنے کی تلقین شامل ہے۔

الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ

الف لام میم۔ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ

ہدایت اور رحمت ہے نیکی کرنے والوں کے لیے

سرمایہ ہدایت و رحمت

یہ کتاب حکمت سے بھری ہوئی ہے۔ اس کی آیات نیکی اختیار کرنے والوں کے لیے سرمایہ ہدایت اور رحمت ہیں۔ یہ کتاب ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو نیکی کو اپناتے ہیں۔ یہ کتاب ان کے لیے روشنی ہے جو اچھے کام کرتے ہیں۔ یہ کتاب ان کے لیے رحمت ہے جو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (آسان ترجمہ)

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

جو کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى

اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں

هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں

سورۃ لقمان کی یہ آیات نیکی کرنے والوں کی تین صفات بیان کرتی ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ دوسری صفت یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ تیسری صفت یہ ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان صفات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہدایت پر قائم رہنے والا اور کامیاب ہونے والا قرار دیا ہے۔ (آسان ترجمہ)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ

اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو خریدتا ہے کھیل کی باتوں کو

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا

تاکہ بہکائے اللہ کی راہ سے بغیر سمجھ کے اور بنائے

هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

اس کو ہنسی یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلت کا عذاب ہے

فضولیات کے خریدار

معاندِ مخلص کے مقابلہ میں یہ دوسرا شخص ہے جو اپنی جہالت اور ناسمجھی سے قرآن کریم کو چھوڑ کر ناچ گانے کی محفل قائم کرنے یا دوسری ایسی بیہودہ خرافات میں مشغول ہوتے ہیں جو اسلام کے بھی نہیں، مسلمانوں کی بھی ان میں کوئی مصلحت اور خیر نہیں ہوتی، نہ ان کو اپنی دنیا کے لیے کوئی فائدہ پہنچتا ہے، نہ دین کی باتوں میں کوئی ترقی آتی ہے، اسی حقیقت کو حق تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ "ومن الناس من یشتری لھو الحدیث" الخ (یعنی انسانوں میں کوئی ایسا بدبخت بھی ہے جو اللہ کی عبادت اور دین سے روکنے والی بیہودہ فضول باتیں خرید کر لاتا ہے، جن کی کوئی خیر دنیا یا دین میں نہیں ہوتی۔ (قرطبی)

قرآن کا سرور نظر نہ آنے پر

یہ بات نہیں ہے کہ نظر کی عادت جو قرآن سے غافل ہونے کی ہو گئی تھی، قرآن میں کوئی تبدیلی ہو جاتی، وہاں سے تو ہمیشہ ہر زمانہ کے لحاظ سے ایک ہی نور اور ایک ہی روشنی آتی رہی ہے، جو اس کی طرف توجہ کرتا اس کو ہمیشہ ہر زمانہ میں نئی نئی روشنی ملتی رہی ہے، آج بھی قرآن اسی طرح ہدایت اور روشنی لیے ہوئے ہے جیسے پہلے زمانوں میں لیے ہوئے تھا، فرق اگر ہے تو صرف یہ ہے کہ پہلے زمانوں میں لوگ قرآن کی طرف توجہ کرتے تھے، اس سے روشنی حاصل کرتے تھے، اب اس سے بے توجہی برتنے والے اور روشنی نہ پانے والے ہیں، اس کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ اس میں کیا ہے۔ (معارف)

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا

اور جب پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں پھر جاتا ہے تکبر کرتا ہوا

كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ

جیسے کہ نہ سنا ان کو جیسے کہ اس کے دونوں کانوں میں ہے بوجھ

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

سو خوشخبری سنا دے اس کو ایک دکھ کی مار کی

اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو قرآن کی آیات سن کر بھی ہدایت حاصل نہیں کرتے، بلکہ اس سے اعراض کرتے ہیں، گویا کہ انہوں نے سنا ہی نہیں، ان کے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے۔ (آسان ترجمہ)

کاشتکار کا پیشہ

کاشتکاری کی اہمیت

حضرت لقمان کا تقویٰ

(۱۴) اور گانے والیاں سکھی جائیں گی۔
(۱۵) اور بیچنے آنے والے لوگ اسلاف پر لعنت بھیجیں گے۔
ایسے وقت میں لوگوں کو سرخ آندھی اور زمین میں دھنسائے جانے کا انتظار کرنا چاہیے (ایسا ضرور ہوگا نہ ہو تو شرعی دلیل کیا ہے)

مسئلہ: فقہاء نے کہا اس آیت کی رو سے اور دوسری احادیث کی وجہ سے گانا سننا حرام ہے۔ (تفسیر مظہری)

اظہار کی دھول المنطق میں ہے بجانا اور سننا حرام ہے۔ فتاویٰ کبریٰ میں ہے طبل بجانا اور سننا حرام ہے کیونکہ دھول آلہ لہو ہے یہاں تک کہ اگر زائرین کے موقع پر یا قافلہ کے لئے اظہار کی دھول پیٹنا جائز ہے تاکہ چوروں کو پتہ چلے کہ قافلہ کو تیار سے اطلاع دینا موجب ثواب ہے۔ منتقط میں ہے چوروں کو خیال ہے کہ خوشی کے موقع پر اور شادی کی تقریب میں گانا جائز ہے۔

دف جو نکاح کے موقع پر دف بجانا جائز ہے۔ دف بھی ایک قسم کا طبل ہی ہے لیکن اس کا مقصد ہوتا ہے اعلان نکاح اس لئے جائز ہے، اعلان نکاح کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے نکاح کا اعلان کرو اور وہ دف ہی کے ذریعہ سے ہو۔ اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ ذخیرہ میں ہے کچھ لوگ کہتے ہیں عید میں دف بجانے میں کوئی گناہ نہیں۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف فرما تھے، عید کا دن تھا، دیکھا کہ حبشہ کی لڑکیاں دف بجا کر گا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ (باہر سے) آگئے اور فرمایا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دہلیز پر گا رہی ہو۔ حضور اقدس نے فرمایا (ابوبکرؓ) ان کو رہنے دو آج عید کا دن ہے۔

مسئلہ سماع: شرع کافی میں ہے ہمارے علماء کے نزدیک وہ سماع حرام و ہے جو گناہ کے ارادے کا لہو ہو، کچھ فاسق لوگ جمع ہو جائیں جو لہو اور ملاہی سے قرآن کے تارک ہوں اور سب اکٹھے ہو کر گائیں۔ لیکن جو لوگ نمازی متقی اور عامل بالقرآن ہوں ان کے لئے باتفاق علماء سماع جائز ہے کیونکہ اس سماع سے ان کا مقصد توجہ الی اللہ اور حضور قلب ہوتا ہے، وہ آخرت کے خوف سے اللہ کی یاد کرتے ہیں اور یہ تمام امور مستحسن ہیں ان میں کوئی خرابی نہیں اسی غرض سے وجد اور رقص بھی مذموم نہیں۔

الاتحاف میں ہے کہ سماع سے دل میں رقت اور خشوع پیدا ہوتا ہے، اللہ کے دیدار کا شوق زیادہ ہوتا ہے، اللہ کی ناراضگی کا ڈر اور اس کے عذاب کا خوف دل پر چھا جاتا ہے۔ اس طرح کے سماع میں ہوا و نفسانی اور لہو و لعب کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔

بعض علماء کا قول ہیں کہ گانا ہر طرح حرام و ہے یہ امام مجد الدین کا قول ہے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

جامع الصغیرات میں ان نافع اور ذخیرہ کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ اگر فعلی دوسروں کو سنانے کے لئے ہو گانے والے کی اپنی کمیوگی اور دشمنی خاطر کو دور کرنے کے لئے گانا تو کوئی حرج نہیں۔ میں نے امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی سنا ہے کہ اپنی لونڈی کا گانا بھی اگر دشمنی خاطر دور کرنے کے لئے ہو تو کوئی گناہ نہیں۔ اس قول کو واقعات حسامیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ عوارف میں لونڈی کے ساتھ اپنی بی بی کا لفظ بھی مذکور ہے (یعنی اگر اپنی بی بی سے بھی گانا سن لیا جائے تو مباح ہے۔ فتاویٰ اوزجندی میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ محیط میں (سرخسی نے ذکر کیا) ہے کہ امام محمد نے سیر کبیر میں بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ اپنے جوانی زمانہ مالک کے پاس گئے اس وقت وہ گا رہے تھے۔

غیر واقعی کلام ممنوع ہے:

حضرت ربیع کا بیان ہے کہ میری شادی کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس طرح میرے پاس بیٹھ گئے جیسے تم میرے قریب بیٹھے ہو، کچھ لڑکیاں دف بجا کر ان لوگوں کا مرثیہ گانے لگیں جو بدر کے دن مقتول ہوئے تھے، ایک لڑکی نے یہ مصرعہ گایا وفینا نبی یعلم ما فی غد (ہم میں ایک ایسا نبی ہے جو آنے والے کل کی باتیں جانتا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی سے فرمایا اس کو چھوڑ دو، کہو جو کچھ پہلے کہہ رہی تھی۔ (رواہ البخاری، ابن ماجہ کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات مت کہو آنے والے کل کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک انصاری شخص سے ایک عورت کی شادی ہوئی اور وہ دولہا ہو کے شوہر کے گھر آئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے پاس کوئی لہو (گانا بجانا) نہیں ہے ان کو لہو پسند ہوتا ہے۔ (رواہ البخاری)

شادی کے موقع کی خوشی:

حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نکاح کا اعلان کیا کرو اور مسجدوں میں کرو اور اس پر دف بجاؤ (یعنی خوب شہرت دو)۔ (رواہ احمد و ترمذی و قال ہذا حدیث غریب)

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے میرے پاس ایک انصاری لڑکی تھی میں نے اس کا نکاح کرا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! کیا کوئی لہو نہیں ہے، انصاریوں کا یہ قبیلہ تو لہو کو پسند کرتا ہے۔ (رواہ ابن حبان فی صحیح

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنی کسی قرابتدار (لڑکی) کا کسی انصاری سے نکاح کرا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اندر) تشریف لائے تو فرمایا، کیا تم نے لڑکی کو رخصت کرا دیا، حاضرین نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تم نے اس کے ساتھ کسی گانے والے (یا گانے والی) کو بھیجا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا نہیں۔ فرمایا انصاری لوگوں کے اندر تغزل ہے (یعنی ان کو غزل پسند ہے) اگر تم لڑکی کے ساتھ کسی کو یہ گانے کے لئے

تھی، دیتے اتنے کہ تب کہ فعطاہ وہ جو اس نے (تو حکم ہوا) ہم تمہارے پاس آتے تھے ہم کو کوئی خبر نہ کرے اور ہم کو کوئی خبر نہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

۱۵۔ عمران بن حصین راوی ہیں کہ ایک شادی میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے اور حضرت ابو مسعود انصاری بھی موجود تھے اور یہ بیان کر رہے تھے کہ میں نے عرض کیا یہ رسول اللہ خدا کے صحابہ اللہ علیہ وسلم آپ سے ملنے آیا ہوا ہے اور آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہے اگر تم چاہو تو میں اندر لے جاؤں اور اس کے ساتھ تم بھی چلو۔ اور اگر چاہو تو جیسے چاہو ان کو تکلیف میں ڈالو (مگانا بنانے) کی اجازت دے دی گئی ہے۔

عید کی خوشی: حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میرے پاس حضرت ابوبکر تشریف لائے۔ حج (یعنی عید) کا زمانہ تھا میرے پاس دو لڑکیاں گانے والی تھیں جو وہی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں کہ گانا سنا (یعنی حضرت ابوبکرؓ نے لڑکیوں کو ڈانٹا کہ حضور کے پاس گانا کیوں سنا رہی ہو) تو فرمایا ہو گانے دو۔ اس لیے کہ عید کے دن ہیں۔ (بخاری و مسلم) اور بخاری ہی کی روایت میں ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو تو ہر قوم کا تہوار ہوتا ہے اور ہمارا یہ تہوار ہے)۔

حضرت عمرو بن شعیب کے دادا کی روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے نذر مانی کہ اگر آپ (جیسے آپ تشریف لے آئیں گے تو میں خوشی میں آپ کے سر پر دف بجاؤں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی منت پوری کرو۔ (ابوداؤد)

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی نافرمانی کی نذر نہ مانو۔ نہ کیا جائے (اگر نذر جہاد معصیت ہو تو آپ جہاد نہ دیتے) (مسلم) یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور اپنی بیوی (کے گھر) میں داخل ہوئے تو لڑکی دف بجانے لگی پھر یہ شعر پڑھنے لگی اور کہنے لگی

فجعل جواري من بني نجار يضربن بدفهن فغنين يقلن نحن جواري من بني نجار فحظ محمد صلى الله عليه وسلم بجنتين نحن جوار من بني النجار فحظ محمد صلى الله عليه وسلم بجنتين

(ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں ہم کو صلی اللہ علیہ وسلم جنتین عنایت فرمائیں گے ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں ہم کو صلی اللہ علیہ وسلم جنتین عنایت فرمائیں گے۔ (ابن ماجہ عن انس)

اسی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوب سن کر) فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تم کو بھی جنتیں عنایت فرمائیں گے۔

بیہقی نے حضرت عائشہ کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو حبشی لوگوں نے اپنے ہتھیاروں سے کھیلنا شروع کیا (یعنی) فلما قدم المدينة لعبت الحبشة بحرابها فرح بقدومه

وہ خوشی کی کہ حبشیوں سے ہتھیاروں کا چلانا نکل آیا
جو ہو کر شوق سے کرتا ہے کوئی جیسے وہ ویسا

بعد و عتاب اور اس کے سامان کے شرعی احکام

ان احکام کو ان پوری تفصیل قرآن مجید کے ان کے ساتھ ملا کر سے مستفاد ہوتا ہے۔ اس کی تشریح و توضیح قرآن مجید کے بیان اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہوتی ہے۔ اس میں خدا اور رسول پر ایمان کے بعد سب سے پہلی چیز جو مطلوب ہے وہ قرآن اور حدیث کا علم ہے۔ اس کے بغیر نہ تو کوئی شخص اسلام کی روح سے آشنا ہو سکتا ہے اور نہ اس کے لیے یہ ممکن ہے کہ اسلام کے مقرر کردہ حدود کی صحیح پابندی کر سکے۔ اسی لیے ہم نے اس کتاب کو قرآن کی تفسیر سے شروع کیا ہے۔ اور اسی لیے ہم ہر اس شخص کو جو اسلام کا علم حاصل کرنا چاہتا ہو، پہلے قرآن کا مطالعہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ اسلام کی صحیح تعلیم کو سمجھنے کے لیے حدیث کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس کے بغیر قرآن کا علم ادھورا رہتا ہے۔ اس کے بغیر آدمی نہ تو قرآن کے مدعا کو پوری طرح سمجھ سکتا ہے اور نہ اس پر عمل کر سکتا ہے۔ اس کے بغیر آدمی نہ تو اسلام کی روح سے آشنا ہو سکتا ہے اور نہ اس کے لیے یہ ممکن ہے کہ اسلام کے مقرر کردہ حدود کی صحیح پابندی کر سکے۔ اسی لیے ہم نے اس کتاب کو قرآن کی تفسیر سے شروع کیا ہے۔ اور اسی لیے ہم ہر اس شخص کو جو اسلام کا علم حاصل کرنا چاہتا ہو، پہلے قرآن کا مطالعہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ اسلام کی صحیح تعلیم کو سمجھنے کے لیے حدیث کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس کے بغیر قرآن کا علم ادھورا رہتا ہے۔ اس کے بغیر آدمی نہ تو قرآن کے مدعا کو پوری طرح سمجھ سکتا ہے اور نہ اس پر عمل کر سکتا ہے۔

جائز تخیل:

درمنثور حاکم شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کُلُّ شَیْءٍ مِنْ لَهْوِ الدُّنْیَا بَاطِلٌ اِلَّا ثَلٰثَةً تَصَابُکَ بِقَوْسِکَ وَتَاْدِیْبُکَ فَرَسَکَ وَمُلَاعَبَتُکَ اَهْلَکَ فَاِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ

"دنیا کی ہر لہو (تخیل) کی بات باطل ہے سوائے تین چیزوں کے۔ تیر سے نشانہ بازی کرنا، اپنے گھوڑے کو سدھانا اور اپنی بیوی سے دل لگی کرنا۔ یہ تینوں باتیں حق ہیں۔"

حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث میں تین کھیلوں کو مباحث سے مستثنیٰ کرنا، اور پھر (یا) ہے کہ تیر اندازی، گھوڑے کی سواری، اپنے اہل کے ساتھ دل لگی۔ (حضرت ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث میں ہے خیر لهو المؤمن لعاعة و خير لهو المرأة المغزل (جامع صغیر بروایت عدی بسند ضعیف) یعنی مومن کا اچھا کھیل تیر اندازی ہے اور عورت کا اچھا کھیل چرخہ ہے)۔

صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں حضرت سلمہ ابن اکوعؓ کی روایت ہے کہ انصار مدینہ میں ایک شخص دوڑ میں بازی لے جاتا تھا۔ کوئی اس سے سبقت نہ لے جا سکتا تھا۔ اس نے ایک روز اعلان کیا کہ کوئی ہے جو میرے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کرے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں مقابلہ کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور میں اس مقابلہ میں آگے بڑھ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیدل دوڑ کی مشق کرنا بھی جائز ہے۔

ایک شخص چلا کر بھاگتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سختی سے پکڑ لیا (اور فوراً) اس کو رسوا کیا۔

حبشہ کے لوگوں نے ان کے مذہبی جوش سے گرنی کی مشق کرنے کے لئے

یہ ان کو دے کھیلنے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہیں منع فرمایا حالانکہ کوا بھی بہت سے چیزیں کھا لیتا ہے۔ اس نے اطلاع دی اور ان کو نہیں فرمایا کہ تم نے اللہ کا نام نہیں لیا (یعنی ذبح کرتے وقت) اس لیے کہ اس نے اللہ کا نام لیا تھا۔ اور بعض روایت میں ہے کہ سمجھ بوجھ کر نہیں کھاتا ہے۔ اور ابوداؤد کی آیت ہے فانی اکرہ ان یغلبنی الکرام فاعرض لی فیکم غضبة (یعنی میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تم سے دین میں مشکل اور شدت دیکھی جائے)۔

اسی طرح بعض صحابہؓ کرام سے منقول ہے کہ باب دوم کی حدیث کے سوا بعض میں تحفہ بھیجنے کی بعض اوقات عرب کے اضطراب یا تالیف القلوب کے دل بہلانے تھے (ذکر کیا ابن عباس نے کلف اربع)۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے زوروا غبا تزدادوا محبة (غبہ نہ ہو ابوداؤد فی مراسیلہ عن ابن شہاب مرسلاً) یعنی تم اپنے ملنے میں کبھی کبھی آیا کرو تاکہ محبت زیادہ ہو۔ اس سے قبل دو باتوں کی تشریح ہو چکی ہے۔ اس کے لئے بھی اتفاق کا ہونا ضرور ہوا۔

شراب، جوا اور قبلہ سازگی:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے شراب، جوا اور طبلہ سازگی کو حرام کیا ہے۔ اور فرمایا کہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے (ابوداؤد، احمد اور ابوداؤد و ابن حبان)۔

خوش آوازی کے ساتھ بغیر مزامیر کے مفید اشعار

بعض موقعوں کے لئے عام ہے جو بلا خوف فتنہ ہوں، جو اس قسم کے جائز نہیں ہیں۔ کیونکہ ابن ماجہ بتاریخ شریعت اور احمد عن عائشہ رضی اللہ عنہا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی طرح شعر پڑھتے تھے، نہ اس طرح کہ وہ کتاب کا قائم مقام ہو جائے۔ بعض صوفیائے کرام نے غنا میں اس کی تحریم قرار دی ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا
(اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ اس طرح اکڑتا ہوا پھرتا ہے
كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ
(جیسے اس نے انہیں سنا ہی نہیں جیسے ان کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے تو اسے

قرآن سے اعراض: (یعنی غنا، گانا، تھیٹر سے بھاری آیتیں سننا نہیں چاہتا بلکہ بہرا بن جاتا ہے۔ ۱۲ منہ)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ
(جو لوگ یقین لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے نعمت کے باغ ہیں

خَلِيْتَ لَهَا وَعَدَ لَمُوحِدٌ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(بیشک وہ بات ان کی ہے اور وعدہ جو اللہ نے کیا ہے وہ سچا ہے اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے)

مگر جن کو توفیق ملی انہوں نے اپنے خدا سے وعدہ کیا کہ نہیں مگر تیری ہے اور تیرا ہی وعدہ سچا ہے۔ (ابن جریر)

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا

(اس نے آسمان بغیر ستونوں کے پیدا کیے تم ان کو دیکھتے ہو)

اس آیت کی تفسیر سورہ رعد کے شروع میں گزر چکی ہے۔ (ابن جریر)

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ

(اور زمین پر اس نے پہاڑ جمائے تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائے)

زمین کی مضبوطی

یعنی زمین کی حرکتوں اور جنبشوں سے پہاڑوں کے ذریعہ سے اس کو ایسا محفوظ کر دیا کہ وہ اپنے مرکز سے ہٹ نہ سکے۔ اس انتظام کی وجہ سے ہم زمین پر آرام کرتے ہیں کہ کہیں ہم گر نہ پڑیں۔ سورہ نحل میں گزر چکا ہے کہ پہاڑوں کے پیدا کرنے کی علت یہ بھی ہے کہ زمین میں کھونٹے نہیں۔ اور سے لوگ راستوں کی دلیل پائیں اور معلوم ہو۔ (واللہ اعلم)

وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ

(اور پھیلا دیے اس میں ہر قسم کے چلنے والے جانور اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی پھر اگائے ہم نے اس میں ہر قسم کے عمدہ جوڑے)

زمین کا حسن یعنی سبزہ قسم قسم کے پیدا کرنا۔ (موضح) حضرت عطاء نے بیان کیا کہ ہر قسم کا اناج۔ سورہ شعراء کے شروع میں اسی مضمون کی آیت گزر چکی ہے۔ (ابن کثیر)

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

(یہ ہے بنائی اللہ کی اب مجھ کو دکھاؤ جو کچھ بنایا ہے اس کے سوا)

مشرکین کے معبود جھوٹے ہیں:

جب تمہیں اقرار ہے کہ اللہ ہی نے ان کو خلق کیا شریک اور معبود بنانا صحیح نہیں۔ اور جو معبود ہو سکتے ہیں تم نے کچھ نہیں پیدا کیا تو ان کو خدا کیونکر مان لیا۔ یہاں ایک نکتہ ہے کہ اس کے پیدا کرنے کا اختیار نہیں۔ (ابن کثیر)

بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

(بلکہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں ہیں)

ان لوگوں کو سوچنے سمجھنے سے بلکہ ہوا و ہوس نے اندھا بنا دیا ہے۔ اس لئے شرک و بت پرستی کی خصلتیں نہیں چھوڑتے۔ انہوں نے اللہ کی طرف سے آنے والی ہدایت پر اچھے طریقے کان نہیں دھرے۔ (ابن جریر)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ

(اور ہم نے دی تھی لقمان کو دانائی)

حضرت لقمان کا نام تھا:

اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ حضرت لقمان پیغمبر نہیں تھے۔ ہاں نیک پاکباز متقی انسان تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کی عقل و فہم اور دانائی عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے عقل کی دولت سے مالا مال ہونے کے ساتھ ہی ہدایت کے سوتے بھی پائے تھے۔ اپنی عقل و بصیرت اور حکمت کی باتوں کو لوگوں تک پہنچا بھی دیتے تھے۔ رہے اس حدیث کے ایک حصہ کو قرآن میں نقل کرنا کہ ان کا نام تھا اور وہ بندہ صالح تھے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ہے جس کا نام ہے اور وہ ہے۔ اس کی تضعیف پر سب کا اتفاق ہے۔ (ابن کثیر) ربیع کا یہ قول بھی بے سند ہے۔ ان کی شہادت اور ان کا قول حجت نہیں۔ ربیع سے اس کا ناقل ہے اور ہے۔ ان کی تصدیق کرنے والے بھی نہیں۔ ابن کثیر نے اس کو نقل کر کے اس پر کوئی تنقید نہیں کی۔ ہمارے نزدیک یہ بھی ضعیف ہے۔ (واللہ اعلم) حضرت لقمان کہاں کے رہنے والے تھے؟ مدین کے رہنے والے تھے یا ان کی پرورش نہیں ہوئی۔ اکثر کا قول ہے کہ حبشی تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ہوئے۔ ان کے بہت سے قصے اور اقوال علماء میں نقل کئے ہیں۔ (واللہ اعلم بصحتها۔ ابن جریر)

بغوی نے لکھا ہے لقمان بن باعور بن ناحور بن تارخ ہی کہا جاتا ہے۔ وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ لقمان حضرت ایوب کے بھانجے تھے مقام نوبہ کے رہنے والے تھے۔ واقدی نے لکھا ہے لقمان حضرت داؤد کے زمانہ تک زندہ تھے اور انہوں نے پایا تھا لیکن حضرت داؤد کی بعثت سے پہلے فتویٰ دینے چھوڑ دیا اور فرمایا اب میرے ضرورت نہیں کچھ کہوں فتویٰ دینے سے بازا رہوں۔ واقدی کے بیان کی تائید ابن اسحٰق کے بیان سے بھی ہے۔ کہا ان ابی شیبہ کی روایت ہے اور امام احمد نے الزہد میں بھی اس کو بیان کیا ہے اور کتاب العظمۃ لابن ابی الدنیا نے بھی لکھا ہے۔ نیز ابن جریر ابن المنذر اور ابن ابی حاتم کا بھی بیان ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا لقمان ایک حبشی غلام تھے جو بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے۔

حضرت لقمان کی خوش گفتاری:

بعض نے لکھا ہے لقمان دوپہر کو سو رہے تھے۔ خواب میں ہاتف نے پوچھا کیا لقمان کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تم کو زمین میں اپنا خلیفہ بنا دے لوگوں پر حکومت کرتے رہو؟ خواب ہی میں لقمان نے ہاتف کو جواب دیا اگر میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے تو مجھے عافیت پسند ہے (میں حکومت کے جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا) اور اگر یہ اللہ کا قطعی حکم ہے تو سر و چشم۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ جب اللہ کا قطعی حکم میرے لئے ہوگا تو وہی فیصلہ کرنے میں میری مدد بھی کرے گا اور (غلطی سے) مجھے محفوظ رکھے گا۔ ہاتف نے پردۂ غیب سے آواز دی لقمان ایسا تم نے کیوں اختیار کیا (یعنی عافیت کو کیوں پسند کیا؟) لقمان نے کہا: سخت ترین اور الجھے ہوئے غیر واضح معاملات میں فیصلہ پر ہر طرف سے تاریکی چھائی ہوتی ہے ایسے مقام پر اگر لقمان کا فیصلہ صحیح پڑ گیا تو وہ نجات کا مستحق ہے اور اگر اس نے فیصلہ میں غلطی کر دی تو جنت کا راستہ کھو گیا۔ دنیا میں بھٹکتا رہنا اور روتے رہنے سے بہتر ہے جو شخص آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے اسکے ہاتھ سے دنیا بھی جاتی ہے اور آخرت بھی ہاتھ نہیں آتی۔ علامہ کو لقمان کی خوش گفتاری پر تعجب ہوا۔ اس کے بعد لقمان کو کبھی روتے نہیں دیکھا گیا۔ اللہ نے حکمت عطا فرمائی اور بیدار ہونے کے بعد آپ (پر) بات پر حکمت کرنے لگے۔

خاموش رہنا حکمت ہے:

حضرت انس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ لقمان حضرت داؤد کے زمانہ تھے، حضرت داؤد زرہ بنا رہے تھے لیکن حضرت لقمان حضرت داؤد سے اس کی بابت کوئی سوال نہیں کرتے۔ جب حضرت داؤد نے زرہ بنا لی اور اس کو پہن لیا تو فرمایا یہ بہترین جنگی لباس ہے اس پر حضرت لقمان نے فرمایا خاموش رہنا حکمت ہے (یعنی بن پوچھے کسی کے زرہ بنانے کی حکمت اور غرض حضرت لقمان کو معلوم ہو گئی) لیکن ایسا کرنے والے کم ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت لقمان سے دریافت کیا گیا سب سے زیادہ آدمی ہے؟ فرمایا "وہ آدمی سب سے زیادہ بے حیا اس بات کی پرواہ بھی نہیں کرتا کہ لوگ مجھے کھاتا دیکھ رہے ہیں" (یعنی علی الاعلان بدکار۔) (تفسیر مظہری)

لقمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ہوئے ہیں اور پیغمبر و مفتی میں۔ حضرت ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ لقمان ایک حبشی غلام تھے نجاری کا کام کرتے تھے (اخرجہ ابن ابی شیبہ والحاکم فی التاریخ وابن جریر وابن المنذر وغیرہ) اور حضرت جابر بن عبداللہ سے ان کے حالات دریافت کئے گئے تو فرمایا کہ پست قد پست ناک کے حبشی تھے، اور مجاہد نے فرمایا کہ حبشی غلام موٹے ہونٹ والے چپٹے ہوئے قدموں والے تھے۔ (ابن کثیر)

تین کالے بزرگ:

ایک سیاہ رنگ حبشی حضرت سعید بن مسیب کے پاس کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا تو حضرت سعید نے اس کی تسلی کے لئے فرمایا کہ تم اپنے کالے ہونے پر غم نہ کرو، دنیا کے لوگوں میں تین بزرگ ایسے ہیں جو لوگوں میں سب سے بہتر تھے حضرت بلال حبشی اور مہجع حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام اور حضرت لقمان علیہ السلام۔

حکمت تک پہنچانے والے اعمال:

حضرت لقمان ایک دن اپنی مجلس میں لوگوں کو حکمت کی باتیں سنا رہے تھے ایک شخص آیا اور آپ سے سوال کیا کہ کیا تم وہی نہیں ہو جو میں نے ان کو جنگل میں بکریاں چراتے دیکھا تھا، لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں، اس شخص نے پوچھا کہ پھر آپ کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا؟ لوگ خدا آپ کی تعظیم کرتی ہے اور آپ کے خدمت بننے کے لئے اور وعدے کرتی ہے۔ لقمان علیہ السلام نے فرمایا اس کا سبب تین ہے، ہم میں ایک ہمیشہ سچ بولنا، دوسرے فضول باتوں سے اجتناب کرنا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت لقمان نے فرمایا کہ چند کام ایسے ہیں جنہوں نے مجھے اس درجہ پر پہنچایا اگر تم اختیار کرو تو تمہیں بھی یہی درجہ اور مقام حاصل ہو جائے گا، وہ کام یہ ہیں اپنی زبان کو پاک رکھنا اور زبان کو بند رکھنا، حلال روزی پر قناعت کرنا، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا، بات میں سچائی پر قائم رہنا، عہد کو پورا کرنا، مہمان کا اکرام کرنا، پڑوسی کی حفاظت کرنا اور فضول کاموں اور لایعنی کاموں کو چھوڑ دینا۔ (ابن کثیر۔ از ابن ابی حاتم)

اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ
کہ میرا شکر کر اللہ کا اور جو کوئی شکر کرے گا اپنے ہی بھلے کو شکر کرے گا اپنے لئے
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾
اور جو کوئی ناشکری کرے تو خدا بے پروا ہے سب تعریفوں والا

نعمتوں کی شکر گذاری:

یعنی اس احسان عظیم اور دوسرے احسانات پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا اور حق ناشناسی سے بچنا ضروری ہے لیکن واضح رہے کہ اس حق شناسی اور شکر گزاری سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا جو کچھ فائدہ ہے خود شاکر کا ہے کہ دنیا میں مزید انعام اور آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق عظیم ہوتا ہے۔ اگر ناشکری کی تو اپنا نقصان کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے شکر یہ کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ اس کی حمد و ثنا تو ساری مخلوق زبان حال سے کر رہی ہے اور بغیر کسی حال کوئی تعریف کرنے والا نہ ہو تب بھی جامع الصفات اور جمیع الکمالات ہونے کی بنا پر وہ بذات خود محمود ہے کسی کے حمد و شکر کرنے یا نہ کرنے سے اس کے کمالات میں ذرہ بھر بھی بیشی نہیں ہوتی۔ (تفسیر حقانی)

حکمت اور شکر

کی تشریح یہ ہے کہ حکمت کا شکر یعنی ہم نے لقمان کو حکمت دی، کہا گیا کہ اس حکمت کا شکر ادا کرو۔ کیونکہ حکمت سے ان کو عظیم قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ عطائے حکمت میں قول کا معنی آ جاتا ہے۔ میں بتا رہا ہوں، عطائے حکمت کا عظیم ہے حکمت کی تفسیر حکمت سے کی ہے۔ جو قول ہے اس صورت میں حکمت دینے کا معنی ہوگا شکر گزاری کا حکم دیا ہے۔ سے ثابت ہوتا ہے کہ حکمت ہی شکر ہے اور حکمت ادا کرنے کا معنی ہی شکر ادا کرنے کا ہوتا ہے۔

(۱۱ اللہ کی نافرمانی ہی حکمت کی عاصر عاص ہوگیں ہوتا ہے۔

شکر کے حکم کی نوعیت

آیت میں امر سے عبارت ہے تو فی (تحقیق، تلاش) علم، کیونکہ تکلیفی (ارشادی) حکم تو سب ہی لوگوں کو دیا گیا ہے۔ فرمان ہی کی تخصیص نہیں ہے شکر گزاری کا حکم دینا (یعنی تکلیفی حکم دینا) اس بات کا تقاضا موجب نہیں کہ شکر گزاری کے حکم دینے سے ہی شکر کرے۔ بلکہ شکر کرنے کے بعد شکر کرے۔ اور وہ شکر ہی ہے جس کی امر سے عبارت ہے۔ اس امر کے تعین کی مراد ہوتا ہے کہ شکر گزاری ادا ہو جس طرح وظائف حکمت کے بعد مخصوص حکمت ادا کرنے کی طرح شکر کے امر تشریعی کے بعد تقاضا کا شکر گزار ہونا ضروری ہے۔

حکمت سے شکر امر ایجابی ہے کیونکہ شکر حکمت کے لئے ادا ہے ادا ہے اور حرام سے باز رہنا ہے حرام سے حرام مراد ہوتا ہے۔

شکر کا معنی اور اقسام

شکر کا معنی ہے شکر کی نعمت کا (اقرار و اظہار) اظہار کا معنی ہے علم کی نعمت پر دلائل، بیان، چھپانا (علم، علم قرار دینا)۔

صاحب لغات نے لکھا ہے شکر کا معنی ہے احسان شناسی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ شکر اصل میں شکر تھا، کثرت کے معنی کی طرف نظر ہوا تو شکر گزاری کا معنی ہوگا کثرت سے شکر ادا کرنا۔ شکر کا معنی ہے نعمت پر دلیل، شکر کا معنی بھی نعمت ظاہر کرنا ہے۔

شکر کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) دل سے شکر کرنا یعنی نعمت کے احساد کا تصور کرنا۔

(۲) زبان سے شکر کرنا یعنی نعمت کی تعریف بیان کرنا۔

(۳) اعضاء کے ساتھ شکر کرنا یعنی نعمت کے بدلہ میں خضوع اور اطاعت کرنا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ لفظ شکر عربی (شکر) کا ہم معنی (شکر) ہے۔ فارسی ہے اس قول پر شکر کا معنی ہوگا نعمتوں کی یاد کو بھلا دینا۔ کسی بزرگ عالم نے فرمایا ہے الشکر ان لا تعصی بنعمۃ اللہ شکر یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو نافرمانی میں خرچ نہ کرے۔ قرآن مجید میں اللہ نے دو قصوں میں شکر گزار بندے فرمائے ایک حضرت ابراہیم کے متعلق فرمایا ہے۔

شکرًا لانعمہ ہ۔ حضرت ابراہیم کے متعلق ہے ہے انہ کان عبدہ شکورًا

زبان اور عمل سے شکر:

تنہا میں جو زبان نے کہا ہے نعمت کے مشاہدہ میں شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور عمل۔ عملی ادا یہ ہے کہ زبان سے بھی شکر کی تعریف کرنی چاہیے اور اپنے عضو کو بھی جیسا ان کی اطاعت میں لگا دینا چاہیے اور یقین کرنا چاہیے کہ شکر بھی میرا صوفی ہے۔ لفظ شکر مذکورہ الصدر آیت خوب پورا صادق آ گیا ہے۔

شکر کا فائدہ:

(فائدہ) جو شکر بجا لاتا ہے تو شکر کرے گا تو اس کا شکر اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرے گا۔

شکر کرنے سے موجود اور حاصل شدہ نعمت زوال سے محفوظ ہو جاتی ہے اور کبھی اور پر نعمت حاصل ہو جاتی ہے مرتبہ کے بعد مرتبہ کے اور دائمی نعمت کا حصول ہو جاتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم (ابراہیم ۱۴ : ۷)

اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو دائمی اور بے نیاز، بے حد اور دائمی صفات، افعال میں بات خوب سمجھ اور بندہ ہے ہیں کا نام رحمان کی تعریف سے شروع فرمائی ہے۔

ع مشتق از نام بال و صفتی است

(مولانا روم علیہ)

جسم کے دو بہترین اور بدترین عضاء:

حضرت خالد بن کا قول ہے کہ بہترین جسم کے دو عضو زبان اور دل ہیں۔ ان سے زیادہ بہتر کسی نے کہا ہے کہ قرآن کریم اور ان کے دو بدترین اور خبیث عضو گوشت کے ٹکڑے ہیں۔ زبان اور دل۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ بہترین کے آگے بھی بہتر ہیں اور بدترین کے ساتھ گوشت کے دو ٹکڑے ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ آپ کو کوئی بھی دو چیز لے لے۔ مالک نے پوچھا کہ کون سی دو چیزیں ہیں بہترین جسم کے ٹکڑے تو آپ کو بھی دو لیا اور بدترین کہ مجھے دو ٹکڑے دیدیئے یا بات ہے آپ نے فرمایا جب وہ دو ٹکڑے ہیں تو ان سے بہترین کا کوئی مضمون اور جب بدترین ہیں تو کیا ہی برے ہیں۔ حضرت جابر کا قول ہے کہ حضرت لقمان کی دو بیٹے، ایک بیٹے نے کہا میں علم حاصل کرتا ہوں، دوسرے نے کہا میں سوتا ہوں اور تمہارے لئے دعا کروں گا۔

حضرت لقمان کی بھلی عادتیں:

ابوداؤد اعمش نے فرمایا ہے حضرت لقمان خیمہ کی پتے گھرانے کے

بیمار اور بہت زیادہ تکلیف والے نہ تھے۔ ہاں ان میں بہت سی بھی عادتیں تھیں۔ وہ فحش بکنے، فاسق، فجور ظلم کرنے والے کسی کی تعریف کرنے والے دن کو سونے والے تھے۔ لوگوں کے سامنے تھوکتے تھے۔ بے ہودہ بیہودہ الفاظ استعمال کرتے تھے لغو کاموں سے دور رہتے تھے ہنستے ہنساتے تھے کلام کرنے سے لغت سے نہیں بہرہ تھا۔ جس وقت ان کی ولادت ہوئی یہ بالکل نہ روئے۔ وہ وحشی ہوں یا درندوں کے پاس ہوں سے جو تھے۔ فکر، عبرت نصیحت حاصل کریں ماں جب سے انہیں دیکھتی تھی۔ حضرت لقمان کے ایسے عجیب نرالے ہونے کی وجہ سے کہ حضرت لقمان کو حکمت دینے کے قبول کرنے میں اختیار دیا کہ تو آپ نے حکمت کو اختیار فرمائی۔ راتوں رات ان پر حکمت برسادی گئی اور شکر نے میں حکمت بھر دی گئی۔ صبح کو ان کی زبان حکمت سے مالا مال ہو گئی۔ آپ سے سوال ہوا کہ آپ نے یہ مرتبہ کیسے حاصل کیا۔ اختیار کی تو جواب دیا کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے نبی بنانا چاہتا تو وہ ضرور مجھے نبی بنا دیتا۔ لیکن جب مجھے اختیار دیا گیا تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نبوت کا بوجھ نہ سہار سکوں اس لئے میں نے حکمت ہی کو پسند کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وَإِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ

اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو جب وہ اس کو سمجھا رہا تھا

يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ

اے بیٹے شریک نہ ٹھہرا اللہ کا

حضرت لقمان کا بیٹا:

معلوم نہیں بیٹا صلبی تھا؟ سمجھا گیا اور سمت پر لانا چاہتے تھے یا موصوف تھا؟ اسے تو صید پر خوب مضبوط نہ کرتے اور جمائے رکھنے میں کوشش سے وصیت فرمائی؟ (فیہ کلان)

حضرت لقمان کی نصیحتیں:

(۱) عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہیں معلوم کیا ہے کہ تم کو کس نے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی چیز نہ چھوڑنے کی وجہ سے روکا تھا کہ تم کو خوف اللہ کی عظمت (روکنے والا) تھا۔ مسلمان کو چاہیے کہ اپنا ایمان اور اسلام اللہ کے پاس نہ چھوڑے تاکہ وہ شیطان کی دستبرد سے محفوظ ہو جائے۔ (ابن ابی حاتم)

(۲) قاسم بن مخیرہ سے روایت ہے کہ: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو ایک نصیحت یہ کی کہ اے بیٹے تکبر سے بچنا (تکبر نے بھی سر کے اوپر اس طرح چلا۔ یہاں تک کہ گھونگھٹ کی طرح کر دیا جائے)

اس لئے کہ تکبر سے رات میں غور کرنا ہو جائے گا ذرہ ہے اور دن میں غفلت کا ذرہ ہے کہ تو کب اس بھید کو نہ جانچیں گے اور برا کہیں گے۔ خوبیاں اپنی حاتم اور جاہلیت والے مرسلہ۔

(۳) محمد بن عبداللہ سے روایت ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے تو کسی مجلس میں جائے تو ان پر اسلام کا تیر چلا یعنی ان پر سلام کر پھر ایک گوشہ میں خاموش بیٹھ جا اور ان کو کچھ نہ کہہ۔ پس جب وہ لوگ تو ذکر الٰہی کی باتیں شروع کریں تو بھی ان میں مصروف ہو۔ اگر وہ ہرزہ بکتے ہیں تو وہاں سے ٹل کر دوسری کہیں چلا جا (ابن ابی حاتم) یہ تینوں روایتیں تفسیر ابن کثیر ۴۴ ج ۳ سے لی گئی ہیں۔

امام خلیل بن احمد کی دعاء

امام موصوف دعا مانگا کرتے تھے۔ اللهم اجعلني صعبا على من أراد خلقك وأخضع في نفسي من أوضع خلقك وعند الناس من أوضعهم خلقك۔ تفسیر ابن کثیر ۶۶۸ ج ۳

اے اللہ مجھ کو اپنے بڑا عجیب بندہ ترین مخلوق میں سے بنا اور میرے نفس سے مجھ کو کمترین مخلوق میں سے بنا کہ میں اپنے دل میں اپنے آپ کو حقیر سب سے حقیر اور کمتر جانوں (نہ یہ کہ لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو نیچا دکھا کر نیچا کہوں کہ اور لوگوں کے نزدیک متوسط درجہ کی مخلوق میں سے بنا۔ آمین

خطیب شربینی نے اپنی تفسیر سراج منیر میں مختصر طریق پر بیان سند کے ان مضامین کو ذکر کیا ہے کہ جو حکیم لقمان کی طرف منسوب ہیں جو حاشیہ خزینۃ الحکمت اور گنجینہ معرفت ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خطیب شربینی کی طرح ہم بھی ان نصائح کا ذکر بعد فی تفسیر میں ذکر کریں۔

(۱) اے بیرحانہ کے قوی کو اپنی عبادت بے ضرر ہونا چاہیے کے تحفظ حاصل ہو گا۔

(۲) اے پسر جنازوں پر حاضر ہوا کر اور شادیوں کی محفل میں مت جایا کر کیونکہ جنازے تجھ کو آخرت یاد دلائیں گے اور شادی کی محفلیں تجھ کو دنیا یاد لائیں گی کہ دنیا کی ہوتی ہے۔

(۳) اے پسر پیٹ بھر کر نہ کھا۔ کھانے کے حاشیے ذلیل رہنا زیادہ کھانے سے بہتر ہے۔

(۴) اے پسر مرغ کو وقت کے بیدار کر اور تو بہتر پر سویا ہوا ہو۔ مرغ سے زیادہ عقلمند بن

(۵) اے پسر تو پہلی بات نہ سن کر کہ عورت کی بات آئی گئی ہو کر کے نہیں آتی۔

(۶) اے پسر تو ہر احمق سے دوستی کرنے کی طرف راغب نہ ہو دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ تو بھی احمق ہے۔ بے عقل اور طریقہ سے راضی ہے تو تیری وجہ سے لوگ اسی میں پڑیں گے۔

(۱۰) اے پیغمبر اللہ سے ڈرتا رہ اور ان نے تقوی اور ہم پر کفر کی
خبر دے دو کہ ہم کو ہر تقوی کی خبر ہے اور ہم کو کفر کی پوری خبر ہے

(۹) اے پیغمبر اللہ کے سوا جن کی دعا مانگتے ہیں تو ان کو
نہ سنتے ہیں اور نہ ان کی دعا قبول کرتے ہیں

(۹) اے پیغمبر تم ان کی باتوں پر کچھ خیال نہ کرو اور
ان کی باتوں سے تم کو رنج نہ ہو

(۱۰

شوہر کے بیٹے کا، یا اگر باپ یا ظلم یا ناانصافی کا حکم دیں تو ان کی بات نہ مانی جائے۔ فرمان نہ ماننا شرک کے حکم کو یا باپ کی خدمت کی جگہ سے خارج نہیں ہوتا۔

ظلم کیا ہے

نکتہ: یعنی کہ بیوی کو ان کے خاوند (مرد سب) حقوق کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت نہ دیں۔ اولاد میں سے کسی کو دی ہوئی یا کمائی میں تبدیلی کرنا، جبکہ اس وقت ہیں دیا ہے۔ ظلم کا اطلاق ہر قسم کے تجاوز کرنے پر ہوتا ہے چاہے وہ شرک ہو یا دوسرے ان کے جھوٹے حکم کو ظلم کہا جاتا ہے اور یہ کسی کو بھی ہو۔ ظاہر ہے کہ شرک (جو کہ کفر ہے) یا ظلم ہے جس میں مبتلا ہونے کی صلاحیت ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سے تعلق ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو اس کے ساتھ ہونے پر ترجیح دینا ظلم ہے۔ اس کی اہمیت کیوں رکھتا ہے؟ ظلم (اور یہ وہی ہے جو حرکت ہے۔ تفسیر ابن عاشور)

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں اٹھائے رکھا

وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي

کمزوری پر کمزوری اٹھاتے ہوئے اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے (اس لئے) میرا شکر کر

وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ

اور اپنے ماں باپ کا بھی شکر ادا کر

والدین کے ساتھ حسن سلوک:

نکتہ: ان کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے۔ (دلیلوں تک اس کا) ابو حنیفہ میں اٹھانے والی، اپنے حمل کے بعد دو برس تک دودھ پلانے والی (ماں) میں معصیت کیسی تکلیفیں اور اختیاں جھیل کر پھل تربیت کی ہے اپنے۔ اسی کو ان نے اہم قرار دیا ہے۔ قرآن اولاد خدا تعالیٰ کا اور پھر اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے اور ماں باپ کی خدمت (اطاعت) میں بندہ استطاعت مشغول رہے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے۔ اس کا حق سب سے مقدم ہے اور اسی کے سامنے سب کو حاضر ہونا ہے۔ انسان اس میں حق سے کیا بچ سکے گا۔ اللہ نے کہاں جانا ہے گا۔

بچے کا دودھ چھڑانے کی مدت:

(تفسیر ابن عاشور) دودھ چھڑانے کی مدت جو یہاں بیان ہوئی ہے وہ عام طور پر مناسب اور اکثر کی عادت ہے۔ ابو حنیفہ جو اکثر مدت دو سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل نہیں ہے۔ بچوں کے مزاج کے مختلف ہونے کی وجہ سے ان میں بھی فرق ہو سکتا ہے۔ (تفسیر ابن عاشور)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یہ رسول اللہ حسن معاشرت (یعنی حسن سلوک) کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے فرمایا تیری ماں۔ پھر تیری ماں۔ پھر تیری ماں پھر تیرا باپ اس کے بعد قریب والے پھر قریب والے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے تمہیں منع کیا ہے ماؤں کی نافرمانی حرام کر دی ہے۔ (متفق علیہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی عمل اللہ کو اتنا پسند نہیں جتنا نماز کو اول وقت پڑھنا ہے۔ پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔ پھر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ (متفق علیہ)

(تفسیر ابن عاشور) ضعف اور تکلیف پر مشقت پر مشقت ہے۔ اب کوئی مشقت حاملہ کو جان لے تو اس پر کمزوری اور مشقت بڑھتی ہی جاتی ہے۔ یعنی کا ضعف خون بھی ہے (جو حمل کا ضعف اور دودھ پلانے کا ضعف (اسی عرض ضعف پر ضعف بڑھتا جاتا ہے۔

(تفسیر ابن عاشور) اس آیت سے امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد نے استدلال کیا ہے کہ دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ اس سے بڑھ کر دودھ کی آیت وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ الخ کی تفسیر کے دلیل میں سطور مفصلہ کا مفصل بیان گزرا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور والدین کا شکر:

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ کہ میرا شکر ادا کر اور اپنے ماں باپ کا۔

اس آیت کی تفسیر میں سفیان بن عیینہ نے کہا جس نے پانچوں نمازیں پڑھیں اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور جس نے نمازوں کے بعد ماں باپ کے لئے دعا کی اس نے ماں باپ کا شکر ادا کیا۔

إِلَيَّ الْمَصِيرُ میری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اس فقرہ میں اللہ تعالیٰ نے اور وعید بھی بعض میں شکر ادا کرنے والوں کو بدلہ دوں گا۔ (تفسیر ابن عاشور)

لقمان میں حضرت معاذؓ کا پہلا خطبہ:

ابن ابی حاتم میں ہے اور یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بھیجا آپ نے اپنے سب سے پہلے خطبہ میں فرمایا اس کے بعد ارشاد ہوا تمہاری صرف رسول اللہ کی طرف واپسی ہے۔ پھر اس کے بعد ارشاد ہوا اگر تمہارے ماں باپ تمہیں حکم دیں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک کرو (یعنی) تم نہ ماننا۔ اور میں تمہاری خیر خواہی میں کمی نہ کروں گا۔ سب سے کوشش کرنا کہ رشد کی طرف جانا ہے۔ مجھ پر تو جنت حرام ہے جس نے ظلم کیا ہوگا۔ پھر ارشاد ہوا ہے آگے تفسیر ابن

وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي

اور اگر وہ دونوں تجھ سے زور ڈالیں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے ان چیز

مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا

اس چیز کو نہ مانو جس پر تمہارے پاس کوئی علم نہ ہو۔ (ترجمہ)

شرک و گناہ میں والدین کی فرمانبرداری ناجائز ہے:

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ شریک ہونا جان بوجھ کر نہیں یعنی شبہ میں پڑ کر کہ ان اور یقین سمجھ کر تو کریں۔ (ماخوذ از)

لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ میں اس معبود باطل کے شریک ہونے کو کہتے ہیں جو کسی کو شرک معبودات میں شریک ہونے پر اور ان کی پوجا کرنے پر مجبور کرے۔ اگر ماں باپ تم کو ان کا ہمراہ جانا، چڑھاوا چڑھانا، سجدہ سے شرک کا قائل ہونا، جب تجھے معلوم ہے تو ایسی حالت میں ماں باپ کا حکم نہ ماننا تو بدرجہ اولیٰ لازم ہے۔ اللہ خالق ہر مخلوق نے جن پر غالب ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خالق کی نافرمانی (کی صورت) میں مخلوق کا حکم ماننا جائز نہیں۔ (ماخوذ از)

اور اگر ماں باپ تم کو میرے ساتھ شریک کرنے پر مجبور کریں جس کا تمہیں علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ مانو۔ (ترجمہ)

حضرت سعد بن مالک (ورزان) کی والدہ کا قصہ:

طبرانی کی کتاب المعجم الکبیر میں ہے کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں اپنی ماں کی بہت خدمت کیا کرتا تھا اور ان کا پورا طاعت گزار تھا۔ جب مجھے خدا تعالیٰ نے اسلام کی طرف ہدایت کی تو میری والدہ مجھ پر بہت ناراض ہوئیں اور کہنے لگیں اے پیارے بیٹے تو کہاں سے نکال لایا ہے جو میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ میری بات مانو اور اس کو چھوڑ دو۔ میں نے کہا اماں جی میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں لیکن میں اپنے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر وہ کھانا پینا چھوڑ کر بیٹھ گئیں۔ میں نے کہا اماں جی! اللہ کی قسم اگر آپ کے سو جانیں ہوں اور ان کو ایک ایک کر کے سب نکل جائیں تو بھی میں اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا۔ اب میری ماں دیکھ لیں اور کھانا پینا شروع کر دیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا

اور ان کے ساتھ دنیا میں اچھی طرح سے رہو۔ (ترجمہ)

والدین سے حسن سلوک کی حدود:

مشرک والدین کے خلاف ماں باپ کا کہنا نہ مانو۔ ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیکی اور سلوک کرتا رہ۔ اس مضمون کی آیت سورۂ عنکبوت میں گزر چکی، وہاں کا فائدہ دیکھ لیا جائے۔ (تفسیر عثمانی)

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا اور دنیا میں ماں باپ کے ساتھ اچھے طور پر (جو خلاف شرع نہ ہو) بسر کرو۔ (ترجمہ)

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ کہ ماں باپ خواہ کافر ہوں لیکن اگر صاحب احتیاج ہیں تو ان کی مالی امداد اپنی اور قرابتداری کو تو واجب ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ میرے پاس میری ماں آئی اس زمانہ میں وہ مشرکہ تھی قریش کے حالت میں داخل تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں آئی ہے اور بہت کچھ امید رکھتی ہے کیا میں اس سے ماتھ داری کا سلوک کر سکتی ہوں۔ فرمایا ہاں اس سے قرابت کا حق جوڑے رکھو۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ)

مسئلہ: اگر والدین فریضہ خداوندی کو ترک کرنے یا ظلم و ارتکاب گناہ کرنے کا حکم دیں تو ان کا کہنا نہ مانا چاہیے۔ خدا کے حکم غیر جلیل کے ساتھ ساتھ والدین کے خلاف مخلوق کے حکم کا ماننا شرک معلوم ہے۔ ہم صحبت سوک غلط کرتے ہیں کہ خالق کی نافرمانی ہوتی ہو تو مخلوق کے حکم کا ماننا جائز ہے۔ ہاں والدین کے حکم کو نہ ماننے میں وقت واجب ہو تو کسی اور طریقہ سے ادا کرے مثلاً حکم نہ ماننے کی وجہ سے والد کو کھانا نہ دیتا ہو۔ تو کسی اور طریقہ سے کھانا پہنچا دے۔

اگر والدین کفر و شرک پر مجبور کریں تو ان کی اطاعت نہ کرے۔ مثلاً والد نے کہا کہ تم میرا کھانا پکاؤ تو یہ کام نہ کرے۔ (ماخوذ از)

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے والد کا واقعہ:

حاکم نے بواسطہ عبد الرحمن بن ابی بکر حضرت عبد اللہ بن ابی بکر کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا ابو قحافہ (حضرت ابوبکر کے والد) نے حضرت ابوبکر سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کمزور ہو رہے ہو، میری جان سے زیادہ عزیز ہو تو اگر تم ہر اگر طاقتور ملازموں کو آزاد کر دے تو بہتر ہو کہ وہ تمہاری حفاظت کریں تاکہ وہ تمہاری طرف سے دشمنوں کے مقابلہ میں کام دے سکیں۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا میں اللہ کے بدلہ کا طلبگار ہوں جو اللہ کے پاس ہے اس پر آیت وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا نازل ہوئی۔ (ماخوذ از)

زمانہ کا ہے، جب حضرت ابوبکر نے حضرت بلالؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت ابوفکیہہؓ اور حضرت لبیدہؓ کو خرید کر آزاد کیا تھا۔

حضرت ابوبکر نے چار غلام اور ہم سات تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ہجرت کی نیت سے کفار مکہ کی نظروں سے بچنے کے لیے چپکے چپکے نکل گئے تھے۔ یہ ہجرت باپ کی مرضی کے خلاف تھی۔ سورۂ توبہ کی آیت ۱۱۴ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ کی تفسیر میں ہم نے ہجرت کی تفصیل لکھی ہے۔ (تفہیم ۔ ضبط)

والدین کی خدمت اور ادب ضروری ہے:

وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا: یعنی دین میں تو ہم ان کا کہنا نہ مانو گے، دنیا کے کاموں میں مثلاً ان کی مستقل خدمت، یا مالی احتیاجات و ضروریات میں کمی نہ ہونے دو، یا مذہبی معاملات میں ان کے عام دستور کے مطابق محاط کردار ان کی بے ادبی نہ کرو۔ ان کی بات کا جواب الٹ کر دو۔ جس سے باز رہنا ضروری ہو اس سے آزاری ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے شرک و کفر کے معاملہ میں نہ ماننے سے جو ان کی دل آزاری ہوتی ہو تو اس کو برداشت کرو، مگر خدا نہ کرے ضرورت کی حد سے زیادہ اور بے محابانہ ان کی دل آزاری ہو۔ (تفہیم ۔ ضبط)

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ
اور راہ چل اس کی جو رجوع لایا میری طرف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اتباع کرو:

یعنی جو شخص اور جس گروہ یا جماعت کو دیکھو کہ دین کے مخالف راہ پر ہے تو اس کی تقلید نہ کرو، اگرچہ وہ تمہارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ (تفہیم ۔ ضبط)

سَبِيْلَ سے مراد یہ ہے کہ جو راہ اَنَابَ سے مراد ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب۔ مقاتلؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ سے اللہ کی مراد حضرت ابوبکرؓ کی ذات ہے، واللہ اعلم۔ یوں ہوا کہ جب حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے تو حضرت لقمان علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے قریش کے علماء کے بارے میں پوچھا کہ آپ (مسلمان ہونے کے بعد) ان لوگوں کو کیسا پاتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: اچھے لوگ ہیں، ان کی زبان سے اور ان کو اچھا سمجھا ہے۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا: ہاں، میں تم کو بھی ان کی یاد دلاتا ہوں۔ پھر آپ نے اپنے گھر سے کوسوں دور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر یہ حالات بھی مسلمان ہو گئے یہاں تک کہ مدینہ کے بیس روپیہ حضرت ابوبکرؓ کی وساطت سے مسلمان ہوئے۔ غرض حضرت ابوبکرؓ کے متعلق فرمایا وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ۔

ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
پھر میری طرف ہے تم کو پھرنا، پھر میں جتا دوں گا تم کو جو تم کرتے تھے

یعنی خدا کے ہاں آکر تم کو ادا دادا اللہ جتا سب کا پوچھ گچھ جا ہے گا کہ کس کی زیادتی کتنی تھی (سجدہ) وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ سے یہاں تک حق تعالیٰ کا ۱۵ ویں جملے لقمان کی امت پر ختم ہوگی۔ اور کہ بھی یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے آپ ہی وصیت کا سلسلہ ہے۔ درمیان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک ضروری نصیحت فرما دی جس کو اس طرح سے آخری سخت شق چیز ہے کہ ماں باپ کے کہنے کرنے پر بھی احتیاط نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں لقمان نے بیٹے کو باپ کا حق نہ بتایا تھا کہ اپنی طرف معلوم ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے تاکید کی نصیحت سے پہلے اور اپنی جملوں سے پہلے ماں باپ کا حق فرمایا کہ بعد اللہ کے حق کے ماں باپ کا حق ہے۔ باپ نے تو کہا حق تو بتایا اللہ نے اپنے کلام باقی پیغمبر پر خود فرمایا ہے کہ اللہ کا حق بھی تم نہ ادا کر سکو گے جب تک اللہ کے ذلیل میں تمہارے ماں باپ ہوتے ہیں۔ (موضح فضیلیہ پیغمبر از کلیم جان)

يٰبُنَيَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
اے بیٹا میرے اگر کوئی چیز ہو برابر رائی کے دانے کی
فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ
پھر وہ ہو کسی پتھر میں یا آسمانوں میں یا زمین میں
يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ
لا دے گا اس کو اللہ بیشک اللہ ہے باریک بین، خبردار

چھوٹے سے چھوٹا اور خفیہ سے خفیہ عمل بھی حاضر کیا جائے گا:

یعنی کوئی چیز باکوئی خصلت بھی باوزن ہو گی رائی کے دانہ کے برابر چھوٹی ہو اور فرض کرو پتھر کی کسی سخت چٹان کے اندر یا آسمانوں کی بلندی میں یا زمین کی تہ میں کیسے ہی پوشیدہ جگہوں میں رکھی ہو وہ بھی اللہ سے چھپی نہیں رہ سکتی۔ جب وقت آئے گا وہیں سے لا حاضر کرے گا۔ اس لئے آدمی کو چاہیے کہ عمل کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھے کہ یہ ہزاروں پردوں میں بھی چھپا کر کیا جائے گا، اللہ کے سامنے ہے۔ چنانچہ عمل باطنی جیسی ہی پاکیزہ ہو گی اسی کا اثر ظاہر پر ہو گا۔ پاکیزہ نیت سے اعمال نیک تھوڑے بھی کئے جائیں کثیر ہو جاتے ہیں۔ (ضبط)

حضرت لقمان کے بیٹے کا خیال:

حضرت لقمان نے بیٹے سے حضرت لقمان نے کہا تھا اے میرے بیٹے! اگر میں چھپ کر کوئی گناہ کروں اور کسی کو اطلاع نہ ہو تو اس کو کیسے جان لے گا اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں حضرت لقمان نے فرمایا۔ جس کو اللہ نے اس چیز کا علم فرما دیا۔

دانے اور پتھر سے مراد:

حبۃ خردل سے مراد ہر چھوٹی ترین مقدار، پتھر یا آسمان یا زمین کے اندر ہونے سے مراد ہے پیچیدہ ترین انتہائی گمنام مقام میں ہونا، جیسے پتھر کا جوف یا سب سے نیچی تہ یا تہ زمین کی انتہائی پست ترین گہرائی۔

لفظ ہے کہ اگر وہ پتھر سے مراد ہے پہاڑ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا صخرہ سے مراد وہ پتھر ہے جو ساتوں زمینوں کے نیچے ہے، جس میں کافروں اور فاجروں کے نامۂ اعمال درج ہوتا ہے، آسمان کی نیل گوں آبی کرۂ کی ناحیہ سے ہے۔ سدی نے کہا: اللہ نے زمین کو مچھلی کے اوپر پیدا کیا، یہ مچھلی وہی نون (مچھلی) ہے جو سورۃ ق و القلم و ما یسطرون میں مذکور ہے۔ یہ مچھلی پانی کے اندر پتھر کی ایک چٹان کے اوپر ہے، چٹان ایک فرشتے کی پشت پر بھی ہوئی ہے اور فرشتہ ایک پتھر پر قائم ہے۔ یہ وہی پتھر ہے جس کا ذکر حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے کے ذیل میں کیا ہے۔ یہ پتھر آسمان میں ہے نہ زمین میں بلکہ ہوا پر ہے۔

لیکن یہ تمام اقوال کو ذکر کرنا اور یہ کہنا کہ صحیح قول کون سا ہے کوئی فائدہ نہیں کرے گا۔

حضرت لقمانؑ پر ہیبت خداوندی کا غلبہ:

بغوی نے لکھا ہے لقمان نے کہا تھا کہ میں نے حضرت لقمان سے یہ آخری الفاظ سنے تھے۔ ان کے زبان سے گھٹنے کی وجہ سے پانی کی دہشت اور ہیبت خداوندی کی وجہ سے پھٹ پڑا۔ (تفسیر عزیزی)

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ	
اے بیٹے قائم کر نماز	اور حکم کر نیکی
وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ	
اور منع کر برائی سے	

امر بالمعروف و نہی عن المنکر:

یعنی خود اللہ کی فرمانبرداری کر اور دوسروں کو بھی نصیحت کر کہ بھلی بات سیکھیں اور بری سے بچیں۔ (تفسیر عثمانی)

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ	
اور صبر کر اوپر جو پہنچے تجھ	بیشک یہ
مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ	
سے ہمت کے کام	

دعوت حق کی مشکلات کو برداشت کرو:

یعنی ہمیشہ تو بھلائی پہنچائیں گے، ان کی طرف سے ناسزا بات اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں اگر تکلیف پہنچے تو صبر اور اولوالعزمی سے برداشت کر۔ شدائد سے گھبرا کر دعوت روکنا یا وسوسہ نفس سے راہداروں کا کام نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

صبر و استقامت کی اہمیت:

یہ خلاف تین خلق کو اللہ نے بلا شبہ یہ (ثابت و صبر) قرار دیئے ہیں سے یعنی ان امور میں سے ہے جو اللہ نے فرض کر دیئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت لقمان علیہ السلام نے تین سو دو باتیں جن کا کرنا اللہ نے فرض کر دیا ہے۔

نخت میں لزوم کے معنی ہے کسی کام کرنے کا لازم ہونا۔ (تفسیر عثمانی)

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ
اور پھیر کر مت چلا منہ اپنا لوگوں کی طرف

تکبر و بد خلقی نہ کرو:

یعنی غرور سے مست دیکھ اور لوگوں کو حقیر سمجھ کر متکبروں کی طرح بات نہ کر۔ بلکہ خندہ پیشانی سے مل۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدخلقی سے بڑا عمل کوئی نہیں۔ اچھا خلق سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بداخلاقی بد عمل کو غارت کر دیتی ہیں جیسے سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمام نیکیوں پر جنت کا ذمہ ہے لیکن قول احمق سے قول بہت سے قول اول ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان:

امام مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام بیٹھے تخت پر بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوا داری میں اس وقت ۱۲ لاکھ انسان تھے، ۱۲ لاکھ جن تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان تک پہنچایا گیا۔ یہاں تک کہ زمینوں کی تسبیح کی آواز کان میں آنے لگی اور پھر زمین تک لایا گیا یہاں تک کہ سمندر کے پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بھیگ گئے۔ پھر ایک عجیب نے ندا دی کہ آسمان کے دل میں ایک درخت ہے ہزار پھل لگتے ہیں اور ہر پھل تکلیہ دار ہوتا ہے اور ہر تکیہ میں ستر یاقوت ہیں۔ (تفسیر عزیزی)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خطبہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں انسان کی پیدائش کا بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ خصوصی کی پیشاب گاہ سے نکلتا ہے اس

عمر سے بیوں فرمایا کرتے تھے۔

حضرت حسنؓ کا مقولہ:

حضرت حسن کا مقولہ ہے "تین چیزوں میں دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنا انصاف ہے" وہ حضرات یہ ہیں کہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی عقل کو سب سے زیادہ کامل سمجھا جائے اور اس کا وصف اپنے میں پیدا کرنا چاہتا ہے کہ میں نے دنیا کو پہچان لیا ہے اور اپنے قبضے میں رکھا ہے۔ علم سے ان علوم سے کہ جن کی طلب اس پر لازم ہے کبھی کوئی آدمی بے پروا نہیں ہے۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی نماز اور اس کے روزے سب سے زیادہ کامل سمجھے جائیں۔

تکبر عقل کا دشمن:

امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس دل میں ذرا سا بھی تکبر ہو گا عقل اس میں ٹھہر نہیں سکتی جس طرح کہ پانی کے اوپر تیل نہیں ٹھہر سکتا۔

تکبر و نفاق کا علاج:

یونس بن عبید فرماتے ہیں کہ تکبر کرنے کے ساتھ تکبر اور تواضع کے ساتھ تواضع نہیں ہو سکتا۔

حضرت خالدؒ کا حضرت عمر بن عبدالعزیز کو عار دلانا:

خالد بن یزید بن معاویہ اکثر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلافت سے پہلے ایسے مرتبہ خلافت کی چلی چلائی ہوئی چال چلنی شروع کی جو خلافت والوں کے لئے پسند نہیں ایک بار خالد آئے اور ایسی ہی چال دیکھی جس سے بیزار ہو کر آئے تھے ناراض ہو کر چلے گئے۔ حضرت عمر بہت شرمندہ ہوئے اور کہلا بھیجا کہ میں اپنی عادت سے باز آیا۔ خالد کہلا بھیجا کہ میں تو اس لئے آیا تھا کہ تمہیں اس چال کی عادت ڈالوں تم نہیں باز آئے تو میں کیا کروں۔

متکبر کو اللہ نہیں دیکھے گا:

ابو ہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کلام نہ فرمائے گا۔ نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ (ابن ماجہ)

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿٣٧﴾ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِندَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿٣٨﴾

اور مت چل زمین پر اترا کر بیشک تو نہ پھاڑ سکے گا زمین کو اور نہ پہنچ سکے گا پہاڑوں کی بلندی کو ﴿۳۷﴾ یہ سب برائی ہے تیرے رب کے نزدیک بیزار ہونے کی ﴿۳۸﴾

یعنی اترا کر نہ چل اور تیرے چلنے سے آدمی کی بڑائی نہیں ہو سکتی بلکہ ذلیل ظاہر ہوتا ہے۔ متکبر لوگوں پر اللہ تعالیٰ غصہ کرتا ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا رونا:

ایک مرتبہ حضرت معاذؓ نے حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے کوئی ایسا کام بتلا دیجئے جو مجھ کو جنت میں لے جائے اور دوزخ سے دور کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے بہت بڑی بات پوچھی ہے لیکن جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان کر دے وہ اس کے لئے آسان ہے۔ پھر آپ نے ارکان اسلام بیان کئے اور فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو ایسا مٹا دیتا ہے جیسا کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدۃ) یعنی رات کو اٹھ کر عبادت کرنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا میں تجھ کو دین کی جڑ اور اس کا ستون اور اس کی چوٹی نہ بتلاؤں؟ میں نے عرض کیا کہ ضرور بتلائیے۔ آپ نے فرمایا کہ دین کی جڑ اسلام ہے اور ستون نماز ہے اور چوٹی جہاد ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا میں تجھ کو ان سب کی بنیاد نہ بتلاؤں؟ میں نے عرض کیا کہ ضرور بتلائیے۔ آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کہ اس کو روک۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم جو کچھ بولتے ہیں اس پر بھی پکڑ ہو گی؟ آپ نے فرمایا کہ تجھ پر تیری ماں روئے معاذ! لوگوں کو دوزخ میں منہ کے بل یا نتھنوں کے بل گرانے والی چیز ان کی زبان کی کمائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔ (ترمذی)

تصنع سے بچو:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ریا سے بچو کیونکہ ریا شرک ہے۔ قیامت کے دن ریا والے سے کہا جائے گا کہ جن لوگوں کو دکھانے کے لئے تو عبادت کرتا تھا ان ہی کے پاس جا اور دیکھ کہ تجھ کو ان کے پاس کچھ ملتا ہے یا نہیں۔

حضرت لقمان کی پھبتی اور نصیحتیں:

آپ نے اپنے بیٹے سے یہ بھی فرمایا تھا کہ حکمت سے مسکین لوگ بادشاہ بن جاتے ہیں۔ آپ کا قول ہے کہ جب کسی مجلس میں پہنچو پہلے اجنبی طریق کے سلام کرو پھر مجلس کے ایک طرف بیٹھ جاؤ۔ دوسرے لوگوں سے پہلے کھانا شروع نہ کرو اور اگر تم اللہ کریم کی قسم دیئے جاؤ تو قسم کھانا شروع کر دو اور اگر آپ شب شروع فرمائیں تو تم اس مجلس کو چھوڑ دو جس میں کہ آپ پر ہنسی کی جاتی ہو۔ ہنسی کو مجلسوں سے دور کرنے کے لئے جب بیٹھے تو اللہ کی بھیجی ہوئی ایک نعمت اپنے پاس رکھو اور ہر نعمت کے بعد یہ دعا کرو کہ میں نے نعمت کا سوال کیا ہے یہاں تک کہ تجھ کو خاتمہ کی نعمت ملے۔ آپ نے فرمایا کہ آدمی نصیحت کی پہاڑ کو تو دیکھتا ہے مگر اپنے کو نہیں دیکھتا۔ چنانچہ آپ کے سب فرزندوں کا بھی یہی حال ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ		
اور میانہ روی اختیار کر اپنی چال میں	اور پست کر	اپنی آواز
اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝		
بیشک	کی سب سے بری	آواز
گدھے کی آواز ہے		

میانہ روی اختیار کرو:

یعنی نہ تو تیز چلو اور نہ بہت آہستہ چلو کہ چیونٹی کی چال بن جائے بلکہ درمیانی چال چلو۔ اگر تیز چلنے کی ضرورت ہو تو تیز چلنا بھی منع نہیں ہے۔ (روح المعانی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی چال میں اعتدال رکھو یعنی نہ بہت تیز چلو کہ پیچھے والے تمہارا ساتھ نہ دے سکیں اور نہ بہت آہستہ چلو کہ پیچھے والے تم سے آگے نکل جائیں۔ (ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تکبر اور غرور کی وجہ سے اپنا تہبند زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔ (صحیح بخاری) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تھے تو قوت کے ساتھ چلتے تھے جیسے اترتے ہوئے چلتے ہیں۔ (ابن کثیر) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس (چال میں آگے) کو جھکا ہوا بتایا۔ (ابن کثیر) ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تیز چلنا منع نہیں ہے اور قصد سے مراد تیز اور رفتار سے درمیانی درجہ کی چال ہے۔

اونچی آواز سے پرہیز:

اقصد کا ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے پست رکھ۔ یعنی گھروں کی آواز باہر سے بھی سنائی دیتی ہے بلکہ چلنے پھرنے میں اور لوگوں کی ملاقات کے وقت بھی آواز پست رکھنی چاہئے۔ اونچی آواز سے بولنا گدھوں کی طرح ہے۔ (روح المعانی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ گدھے کا رینکنا شیطان کی آواز ہے۔ (ابن کثیر) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب تم گدھوں کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ وہ اس وقت کچھ دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے۔ (ابن کثیر)

آداب معاشرت:

یہاں آداب معاشرت میں چار چیزیں ذکر کی گئی ہیں۔ اول لوگوں سے گفتگو اور ملاقات میں متکبرانہ انداز سے گریز کیا جائے۔ دوسرے چلنے پھرنے میں متکبرانہ انداز سے گریز کیا جائے۔ تیسرے چلنے میں معتدل رفتار اختیار کی جائے۔ چوتھے بہت زور سے شور مچا کر بولنے کی ممانعت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اوصاف مبارک:

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و شمائل کی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بہت جامع تصویر کھینچی ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی مرتضیٰ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے تو کس طرح بیٹھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا:

"کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خوش مزاج معلوم ہوتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں نرمی اور برداشت تھی سہولت منظور تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں نہ تو تلخی تھی نہ سختی تھی، نہ شور تھا، نہ چیخ پکار تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی برائی نہ کرتے تھے، نہ کسی کو عیب لگاتے تھے، نہ کسی کی تعریف کرتے تھے، نہ بخیل کرتے تھے، نہ حریص، ایسی بات کو جو آپ کو پسند نہ ہو اس کی جانب سے غفلت برتتے تھے (مگر) دوسرے کو اس کی طرف سے ناامیدی نہ کرتے تھے، طالب (سوال کرنے والے) کو آپ سے تین چیزوں (کے مانگنے) میں کچھ نہ کچھ ضرور ملتا تھا، یا تو آپ خود عطا فرماتے تھے یا دوسرے کے حق میں اس کی کفالت کرتے تھے، (بلکہ خاموشی اختیار فرماتے تھے) لیکن چیز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل پھیر کی نہیں۔

(۱) گفتگو (۲) تکلم کرنا (۳) جو چیز کلام کی دہواں میں مستعمل ہوتا

یہود و نصاریٰ کی بے راہ روی:

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ علماء کی اس طرح پیروی کرو جیسے بھیڑ بکری کی طرح ہوتی ہے کہ جس طرح ان کا چرواہا آہستہ چلتے ہے بھی اور تیز بھی چلتا ہے کبھی دائیں چالوں کی درمیانی چال اختیار کرتا ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی دعا:

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھول جانا اور ان کا شکر ادا نہ کرنا بہت بڑی ناشکری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق عطا فرما جو تجھے پسند ہوں اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

سورج کا سجدہ:

حضرت سلیمانؑ نے ہدہد سے ملکہ سبا کے بارے میں سنا تو اس کے پاس ایک خط بھیجا جس میں اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی تھی۔ ملکہ سبا نے اس خط کو پڑھا تو اپنے درباریوں سے مشورہ کیا۔ درباریوں نے کہا کہ ہم طاقتور ہیں اور جنگ کرنے کو تیار ہیں۔ ملکہ سبا نے کہا کہ بادشاہ جب کسی ملک پر حملہ کرتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ میں تحفے بھیج کر دیکھتی ہوں کہ سلیمانؑ کیا جواب دیتے ہیں۔ اگر وہ بادشاہ ہیں تو تحفے قبول کر لیں گے اور اگر وہ اللہ کے نبی ہیں تو تحفے قبول نہیں کریں گے۔ ملکہ سبا کے تحفے لے کر جانے والے قاصد سے حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ ہمیں مال کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ دیا ہے وہ تمہارے مال سے بہتر ہے۔ تم اپنے تحفے واپس لے جاؤ۔ ہم تم پر ایسا لشکر بھیجیں گے جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ ہم تمہیں ذلیل کر کے اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ ملکہ سبا نے جب یہ جواب سنا تو اپنے تخت کو لے کر حضرت سلیمانؑ کے پاس آنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت سلیمانؑ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ ملکہ سبا کے مسلمان ہو کر آنے سے پہلے اس کا تخت یہاں لے آؤ۔ ایک جن نے کہا کہ میں اس تخت کو آپ کے دربار برخاست ہونے سے پہلے لے آؤں گا۔ ایک اور شخص نے کہا کہ میں اس تخت کو آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔ یہ شخص آصف بن برخیا تھا جو حضرت سلیمانؑ کا وزیر تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور تخت کو اپنے سامنے پایا۔ حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سبا کے آنے سے پہلے اس کا تخت منگوا لیا تھا۔ ملکہ سبا کے آنے پر حضرت سلیمانؑ نے اس کا تخت اس کے سامنے رکھ دیا۔ ملکہ سبا نے اپنے تخت کو پہچان لیا۔ حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سبا کو اس کے تخت پر بٹھا دیا۔ ملکہ سبا نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سبا کو اس کے تخت پر بٹھا دیا۔ ملکہ سبا نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔

گدھے کی آواز کی قسمیں:

علماء نے لکھا ہے کہ گدھے کی آواز کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم گدھے کی آواز ہے جو شیطان کی آواز ہے۔ دوسری قسم گدھے کی آواز ہے جو شیطان کی آواز ہے۔ تیسری قسم گدھے کی آواز ہے جو شیطان کی آواز ہے۔

ظاہر اور باطن نعمتیں:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان نعمتوں کو ظاہر اور باطن نعمتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ظاہر نعمتیں وہ ہیں جو ہر شخص کو نظر آتی ہیں۔ باطن نعمتیں وہ ہیں جو ہر شخص کو نظر نہیں آتیں۔ ظاہر نعمتوں میں انسان کا جسم، اس کے اعضاء، اس کی صحت، اس کی عقل، اس کی روح، اس کی زندگی، اس کی موت، اس کی قبر، اس کی آخرت، اس کی جنت، اس کی دوزخ، اس کی نجات، اس کی ہدایت، اس کی توفیق، اس کی مغفرت، اس کی رحمت، اس کی برکت، اس کی سلامتی، اس کی عافیت، اس کی خوشی، اس کی غمی، اس کی دولت، اس کی عزت، اس کی ذلت، اس کی رسوائی، اس کی بدنامی، اس کی گمراہی، اس کی ہلاکت، اس کی بربادی، اس کی تباہی، اس کی بدبختی، اس کی شقاوت، اس کی لعنت، اس کی عذاب، اس کی سزا، اس کی جہنم، اس کی دوزخ، اس کی آگ، اس کی زنجیر، اس کی طوق، اس کی بیڑی، اس کی قید، اس کی رسوائی، اس کی بدنامی، اس کی گمراہی، اس کی ہلاکت، اس کی بربادی، اس کی تباہی، اس کی بدبختی، اس کی شقاوت، اس کی لعنت، اس کی عذاب، اس کی سزا، اس کی جہنم، اس کی دوزخ، اس کی آگ، اس کی زنجیر، اس کی طوق، اس کی بیڑی، اس کی قید۔

باطن نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو ہر شخص کو نظر نہیں آتیں۔ باطن نعمتوں میں انسان کا دل، اس کی روح، اس کی عقل، اس کی سمجھ، اس کی فہم، اس کی ذہانت، اس کی فراست، اس کی بصیرت، اس کی بصارت، اس کی سماعت، اس کی گویائی، اس کی زبان، اس کی آواز، اس کی تحریر، اس کی تقریر، اس کی شاعری، اس کی نثر، اس کی کتابت، اس کی قرأت، اس کی تلاوت، اس کی حفظ، اس کی یاد، اس کی فکر، اس کی تدبر، اس کی تفکر، اس کی تعقل، اس کی تفقہ، اس کی علم، اس کی معرفت، اس کی ایمان، اس کی یقین، اس کی توکل، اس کی رضا، اس کی صبر، اس کی شکر، اس کی توبہ، اس کی استغفار، اس کی خشیت، اس کی تقویٰ، اس کی پرہیزگاری، اس کی عبادت، اس کی بندگی، اس کی اطاعت، اس کی فرمانبرداری، اس کی محبت، اس کی عشق، اس کی وفا، اس کی اخلاص، اس کی للہیت، اس کی تواضع، اس کی انکساری، اس کی عاجزی، اس کی نرمی، اس کی شفقت، اس کی رحم دلی، اس کی سخاوت، اس کی ایثار، اس کی قربانی، اس کی جہاد، اس کی شہادت، اس کی غازی، اس کی مجاہد، اس کی مرابط، اس کی صائم، اس کی قائم، اس کی ذاکر، اس کی شاکر، اس کی صابر، اس کی متوکل، اس کی راضی، اس کی خاشع، اس کی خاضع، اس کی منیب، اس کی اواب، اس کی حفیظ، اس کی رقیب، اس کی شہید، اس کی صدیق، اس کی ولی، اس کی نبی، اس کی رسول، اس کی خلیل، اس کی کلیم، اس کی روح اللہ، اس کی کلمۃ اللہ، اس کی عبد اللہ، اس کی ابن مریم، اس کی ابن آدم، اس کی ابن حوا، اس کی ابن نوح، اس کی ابن ابراہیم، اس کی ابن اسحاق، اس کی ابن یعقوب، اس کی ابن یوسف، اس کی ابن موسیٰ، اس کی ابن ہارون، اس کی ابن داؤد، اس کی ابن سلیمان، اس کی ابن زکریا، اس کی ابن یحییٰ، اس کی ابن عیسیٰ، اس کی ابن محمد، اس کی ابن احمد، اس کی ابن علی، اس کی ابن حسن، اس کی ابن حسین، اس کی ابن فاطمہ، اس کی ابن خدیجہ، اس کی ابن عائشہ، اس کی ابن حفصہ، اس کی ابن زینب، اس کی ابن ام کلثوم، اس کی ابن رقیہ، اس کی ابن ام سلمہ، اس کی ابن ام حبیبہ، اس کی ابن میمونہ، اس کی ابن صفیہ، اس کی ابن جویریہ، اس کی ابن سودہ، اس کی ابن ام ہانی، اس کی ابن ام کلثوم، اس کی ابن ام سلمہ، اس کی ابن ام حبیبہ، اس کی ابن میمونہ، اس کی ابن صفیہ، اس کی ابن جویریہ، اس کی ابن سودہ، اس کی ابن ام ہانی۔

[illegible] اور [illegible] کا [illegible] [illegible] [illegible]

کو اللہ کے سپرد کر دیا، مجھ کو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھما دیا جس کو توڑا نہیں جا سکتا۔ اللہ سب کی سنتا ہے، سب کچھ جانتا ہے۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ (اور جو کوئی اپنا منہ کی طرف کرے) یعنی اپنی ذات کی طرف کرے اور اپنی طرف سے ہر طرح قطع تعلق کر کے اپنے تمام کام اللہ کے سپرد کر دے، یہ کام تو توحید ہے، اور اخلاص کی انتہا ہے، اور اسی اخلاص و خوشنودی کا حصول اس کے پیش نظر ہو۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ اور اپنے قول و عمل میں مخلص ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان (اعلیٰ درجہ کی خوبی) یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اگر اس وقت تم اللہ کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تو تم کو دیکھ رہا ہے۔ (مسلم)

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى تو اس نے مضبوط ترین کڑے کو جو اللہ کی طرف جاتا ہے مضبوط پکڑ لیا۔ یہ ایک تمثیل ہے جس کے لئے اصل مشبہ بہ کا ذکر نہیں کیا گیا، صرف ہیئت مرکبہ کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ تمثیل قرآن مجید کی بہت سی تمثیلوں کی طرح ہے جس سے کوئی مضبوط رابطہ پکڑ لینا مراد ہے۔ (ابن جریر)

وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ

اور اللہ کی طرف ہے آخر کام کا

تمام کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے سوا کسی کا کوئی بس نہیں چلتا۔ اس لئے ہر کام میں اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ اور جو کوئی منکر ہو تو اس کا انکار تجھ کو غم نہ ڈالے، یعنی ان کے انکار سے تو غمگین نہ ہو۔

اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

ہم کو انہیں پھر آنا ہے، پھر ہم جتا دیں گے ان کو جو کچھ انہوں نے کیا ہے، اللہ جانتا ہے جو کچھ دلوں میں ہے

کسی کی تکذیب کی پرواہ نہ کرو

تم کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور کسی کے انکار و تکذیب کی پرواہ نہ کرو، اللہ تعالیٰ سب کی نیتوں اور ارادوں سے واقف ہے، اس کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے، وہ ان کو بتا دے گا کہ انہوں نے کیا کیا تھا، وہ تو دلوں کے بھید تک جانتا ہے، کسی کی خبر اللہ سے چھپ نہیں سکتی، وہ تو دلوں کے راز جانتا ہے، سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ (ابن جریر)

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ

ہم ان کو برتنے دیں گے تھوڑا سا، پھر ان کو لاچار کر دیں گے ایک سخت عذاب میں

تھوڑے دن کی مہلت ہے

یہ تھوڑے دن کافروں کو دنیا کی مہلت ہے، پھر تم نے دیکھ لیا کہ وہ کیسے بے بس ہو کر عذاب میں گرفتار کر دیئے جائیں گے، جس سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اور اگر تو پوچھے ان سے کس نے بنائے آسمان اور زمین

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

تو کہیں گے اللہ نے، تو کہہ خوبی اللہ کو بلکہ ان میں اکثر نہیں سمجھتے

اللہ تعالیٰ تمام صفات و قدرت کا مالک ہے

یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اعتراف کراتے ہیں کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنا بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کا کام نہیں پھر جب کوئی نہ کوئی، وہی جو اس کی ذات میں یکتا ہے، انسان چیزوں کو پیدا کرتا ہے، ایک خاص نظام کے ماتحت ہر چیز کا جوڑا اس کی وجہ سے قائم رہتا ہے اور وہ قدرت اور حکمت سے مالا مال ہے۔ تو پھر خالق السماوات والارض کیسے کمزور اور ناکارہ معبودوں کو شریک کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی اسی کی قدرت کا ایک کرشمہ ہے کہ تم جیسے کمزور سے اپنی عظمت و قدرت کا اقرار کرا رہا ہے جس کے بعد تم ظلم تھم سے ہو کہ جب تمہارے ہی زبان سے ایک خالق تسلیم ہو تو معبود دوسرے کیونکر بن سکتے ہیں، بات تو صاف ہے پر بہت لوگ کہیں سمجھتے اور یہاں تک بہک جاتے ہیں۔ (ابن جریر)

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں بیشک اللہ

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾

وہی ہے بے پروا سب خوبیوں والا

ہر چیز کا خالق و مالک اللہ ہے

یعنی جس نے آسمان و زمین کا پیدا کرنا اللہ ہے، جو ہر چیز سے بے نیاز ہے، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے، وہی سب کا خالق و مالک ہے، اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے، اسی کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، اس کی قدرت کی کوئی حد نہیں، وہ جو چاہے کر سکتا ہے، اس کی کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ

اور اگر جتنے درخت ہیں زمین پر سب قلم ہو جائیں اور سمندر روشنائی ہو

مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ

اس کے پیچھے سات سمندر اور ہو تو بھی نہ ختم ہوں اللہ کی

اندگی عنایات ختم ہونے والی نہیں ہیں

اللہ کی نعمتوں اور تصرفات کی ایک مثال

اللہ تعالیٰ سے بخشش کی آسانی

ہے۔ آپ اس آیت میں دیکھ لیں کہ اس میں پہلے تو یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت کے دروازے جس پر کھل جائیں اسے کوئی بند کرنے والا نہیں ہے، اور جس پر وہ بند کر دے اسے کوئی کھولنے والا نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو رزق دے سکتا ہو؟ اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو؟ اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو تمہیں اس کی گرفت سے بچا سکتا ہو؟ اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو تمہاری دعائیں سنتا ہو؟ اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو تمہاری دعاؤں کا جواب دیتا ہو؟ اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو تمہارے اعمال کو دیکھتا ہو؟ اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو تمہارے اعمال کا بدلہ دے سکتا ہو؟ اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو تمہارے اعمال کا حساب لے سکتا ہو؟ اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو تمہارے اعمال کا فیصلہ کر سک

کرنے کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ جب خود پر آتی ہے تو اللہ یاد آتا ہے۔ جب پانی کے بلبلے کی طرح ان کی حقیقت سامنے آتی ہے تو اللہ یاد آتا ہے۔ اب اللہ سے ان کا تعلق صرف اپنی حاجات کے لئے رہ گیا ہے۔ کمال درجہ کی بے وفائی ہے۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔ (آمین)

صبر و شکر والے لوگ

حضرت لقمان کی نصیحت کے دوسرے حصہ میں صبر و شکر کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اس کی تشریح میں مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ہم اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ اور ہر نعمت کے ساتھ کچھ آزمائشیں بھی ہوتی ہیں۔ اللہ کی نعمتوں کو پہچاننا اور ان کا شکر ادا کرنا بھی ایک آزمائش ہے۔ اور ان نعمتوں کے ضائع ہونے پر صبر کرنا بھی ایک آزمائش ہے۔ اللہ کے نیک بندے ان دونوں آزمائشوں میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا ہے:

وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ
جب ان کو موجیں سائبان کی طرح ڈھانپ لیتی ہیں تو
مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ
خالص اللہ کی عبادت کرتے ہیں

سمندر کی موجوں میں مشرک بھی اللہ کو پکارتا ہے

اس آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت صرف مومنوں کے لئے نہیں ہے بلکہ مشرک بھی ہیں۔ یہاں تک کہ ایک آدمی سمندر میں سفر کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اگر تم مشرک بھی ہوتے تو میں کہتا کہ اپنے معبود سے دعا کرو کہ وہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے معبود کو اس وقت یاد کرتا ہوں جب خشکی پر ہوتا ہوں۔ سمندر میں اس کو یاد نہیں کرتا۔ (تفسیر قرطبی)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والے لوگ بھی ہیں۔ جو اللہ کی نعمتوں کو اپنی ذاتی تدبیر کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ اور اللہ کی عطا کو بھول جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ
پھر جب ان کو بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو ان میں

مشکل دور کے بعد کی حالت

جب یہ خدا کی نعمتوں سے اپنی زندگی کو بھرا ہوا پاتے ہیں تو اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگتے ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ مقتصد کا لفظ یہاں اس شخص کے لئے استعمال ہوا ہے جو اللہ کی نعمتوں کو پہچانتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ حضرت مجاہد نے فرمایا کہ مقتصد سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں کو دل سے تو پہچانتا ہے لیکن زبان سے اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت عکرمہؓ نے فرمایا کہ مقتصد سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں کو پہچانتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ مقتصد سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں کو پہچانتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مقتصد سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں کو پہچانتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مقتصد سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں کو پہچانتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مقتصد سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں کو پہچانتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مقتصد سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں کو پہچانتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مقتصد سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں کو پہچانتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مقتصد سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں کو پہچانتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مقتصد سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں کو پہچانتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

قیامت کی وحشت سے بچاؤ کا سامان کرو

حضرت لقمان کے اپنے بیٹے کے ساتھ تعلق میں محبت اور شفقت کا رنگ نظر آتا ہے۔ اپنے بیٹے کو بیٹا کہہ کر مخاطب کرنا۔ اس کا نام لے کر پکارنا۔ اس کو اللہ کی نعمتوں کی یاد دلانا۔ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کرنا۔ یہ سب ایسے انداز ہیں

[illegible] کوئی [illegible] نہیں [illegible] کوئی [illegible] نہیں [illegible] کوئی [illegible] نہیں [

پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ یقینی علم اللہ کے پاس ہے

[illegible] کی تفسیر میں [illegible] سے روایت ہے [illegible] کی کنجیاں پانچ ہیں [illegible] کے پاس ہے [illegible] کی خبر نہیں [illegible] کی خبر نہیں [illegible] کی خبر نہیں

غیب کے پانچ خزانے:

حضرت ابن عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیب کے خزانے پانچ ہیں جن سے سوائے خدا کے کوئی واقف نہیں، سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ رحم میں کیا ہے؟ سوائے خدا کے کوئی واقف نہیں کہ قیامت کب برپا ہوگی، سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ آسمان کی مقدار کیا ہے، سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔ رواہ احمد والبخاری۔

بغوی نے حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے اس آیت کی تفسیر میں حدیث مذکور اضافۂ قید کے ساتھ بیان کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غیب کے خزانے (یا کنجیاں) پانچ ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ ۔ تک تلاوت فرمائی۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے موقوف جبرئیل والی حدیث میں ہے۔ یہ پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جو آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ میں مذکور ہیں۔

حضرت سلیمان کے دربار کی ہوت کا غیب والا قصہ:

ابن ابی حاتم نے اصبغ میں عبدالرحمٰن کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ملک الموت حضرت سلیمانؑ کے پاس آئے۔ وہ حضرت سلیمان کے پاس جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک شخص کی طرف نظر کر کر بیٹھنے لگے اس شخص نے پوچھا یہ کون شخص ہے حضرت سلیمانؑ نے فرمایا ملک الموت ہے اس شخص نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجھے مارنا چاہتا ہے آپ ہوا کو حکم دیجئے کہ وہ مجھے اٹھا کر ہندوستان پہنچا دے۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دے دیا (ہوا نے اس شخص کو ہندوستان پہنچا دیا) ملک الموت نے جب اس شخص کو نہ پایا تو کہنے لگے آپ کے پاس موجود تھا، مجھے حکم دیا گیا تھا کہ ہندوستان میں اس کی روح قبض کروں۔ (واللہ اعلم)

خلیفہ منصور کا خواب:

ایک خبر میں ہے کہ منصور (عباسی خلیفہ) نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا منصور نے اس سے اپنی عمر کی مدت بابت پوچھی، ملک الموت نے اپنی پانچ انگلیاں دکھادیں، اہل تعبیر سے تعبیر دریافت کی تو کسی نے کہا پانچ دن، کسی نے کہا پانچ مہینے، کسی نے کہا پانچ سال۔

امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، یا شاہ ہے اس آیت کی طرف کہ یہ پانچوں چیزیں سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

بحمد اللہ سورۂ لقمان کی تفسیر ۲۳ رجب ۱۴۰۶ھ اور اس کا ترجمہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ کو ختم ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم:

اور حدیث میں جو روایت ابن عمر سے مسموع ہے اور فرمایا ہے کہ خُمِسَتْ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ (اخرجہ الامام احمد، ابن کثیر) اس میں لفظ انحصار نے خود بتا دیا کہ یہ پانچ چیزیں ہی ہیں جن کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں، اور جن علوم کا علم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وحی ہوا تھا، اس لئے وہ علم غیب کی تعریف میں شامل نہیں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو جو علوم وحی یا الہام کے ذریعہ دیئے جاتے ہیں وہ قیامت کے اعتبار سے علم غیب نہیں، جس کی بنا پر ان کو عالم الغیب کہا جا سکے بلکہ وہ اپنے مُغَیَّبْ کسبی غیب کی خبریں ہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے اپنے فرشتوں اور رسولوں اور مقبول بندوں کو عطا فرما دیتا ہے، قرآن کریم میں ان کو مِّنْ غَيْبِ اللّٰهِ فرمایا گیا ہے مِنْ نَّبَاِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ۔

اس لئے مطلب حدیث کا یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص فرمایا ہے کہ ظاہر اور کسی فرشتے اور رسول کو اس کا علم نہیں دیا گیا۔

غیب کی دو قسمیں ہیں، ایک احکام غیب ہیں جیسے احکام شرائع جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم کبھی دیا جاتا ہے جس کو علم عقائد کہا جاتا ہے اور دوسرا قسم احکام شرعیہ کی جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کون سے کام پسند ہیں کون سے ناپسند، یہ سب چیزیں غیب کی ہیں۔

دوسری قسم انکوئی غیب جو کسی دنیا میں پیش آنے والے واقعات کا علم، پہلی قسم کے غائبات کا علم جن تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسل کو عطا فرمایا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا، اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتے مگر جس رسول کے جس واقعہ غائبہ کے لئے پسند فرمائیں۔

دوسری قسم یعنی کونین میں غیب، جن کا علم کلی کو حق تعالیٰ کسی کو عطا نہیں فرماتے وہ بالکل ذات حق کے ساتھ مخصوص ہے، مگر علم جزئی خاص خاص واقعات کا جب چاہتا ہے جس قدر چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے، اس طرح اس قسم غیب تو سب کا سب حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، مگر وہ اپنے علم غیب میں سے احکام غیب کا علم تو وہ انبیاء علیہم السلام و جو بذریعہ وحی بتاتے ہی ہیں اور یہی علم ان کی بعثت کا مقصد ہے۔

قرآن غیب کا علم بڑی بھی نہیں ہوا الیا ہو جو، یعنی اگر یا اجمالی علم ہمیں تو اللہ تعالیٰ کو ظلم (Evil) سے بچانا اور ہو تو ہے، جو جناب اللہ عطا کیا ہوا علم ہے۔ اس کی مثل مخلوق کے اختیار سے علم غیب نہیں کہہ جا سکتا، یہ غیب کی خبریں (خبر غیب) کہا جو تا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آخری دو پارے ہیں کافی تو اللہ کامل میں قرآن پاک نے کافروں کے اور ہو کہ دو اس زمین میں ہر ہے کہ خود انسان کی ذات کے متعلق خارات میں ان میں اشتمال ہو سکتا تھا کہ انسان اس کا محرم ہمیں تو ہے اس لئے ان دونوں میں خصوصیت سے غیب اللہ کے علم کا نفی کرنے کے بیان کر دیا گیا جس سے پہلی تین چیزوں کا حصر غیب اللہ کے ہونے کا ہو جاتا ہے، ہاں کسی چیز کا علم انسان کو خود اپنے احوال و مکاسب کو اور ان کی انتہا موت اور اس کی بعد نہیں ہو جاتا تو انسان اور رسول مقبول اور خلق

الدبیر ہوتا ہے کسی چیز کا پتا جانے کا، اور آخری چیز میں صرف انسان صرف کا علم انسان دیتا ہوا بیان فرمایا ہے جانکہ انسان موت کی طرح زندگی موت بھی انسان کے قسم میں نہیں ہوتا۔ (معارف نبی علم)

منتہائے حیات اور مقتضائے معاد کا علم۔

اِنَّمَا يَعْلَمُ مَتٰى يَاْتِيْ السَّاعَةُ سے انسان کے منتہائے حیات کی طرف اشارہ ہے اور يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ سے تمام عالم کے موجودات کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ کل عالم سے سید اور موجودات کا علم کی اور تفصیل اور اجمال و جزئیات اور کلیات اور جملی اور جملی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ اور قرآن غیب کی طرح کی اور تفصیل اور جملہ اور جزئیات کے، جو کہ ہے۔ اور آخری کی کو یا جزئیات کی اور کسی کی کو جزئیات الہام سے اور کسی امور انسان کو یا جزئیات خواب کے کسی کی موت اور حیات کا کچھ علم ہو جائے تو وہ ایسا علم جزئی اور تمام ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو دریا کے ساتھ ہو اور بعض اوقات کافروں کو بھی یا جزئیات خواب یا کشف یا صور و اشکال دکھائے جاتے ہیں جو واقع کے مطابق ہوتے ہیں جیسا کہ دجال کی حدیث میں اس قسم کے امور کا ذکر ہے تو وہ بھی استدراج ہے جو کہ نظر تیز کرامت (معارف و معانی)

سورة السجدة

اس خواب میں کہ کیا کہ سورہ تبارک ہو جائے تو یہ کامل ہے کہ ہو کر ہوا ہو دنیا جناب رحمت کرے کافروں کی دعوت ہو جب کہ کرے گا ان پر ہے)

الٓمّٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ
وہ وجود ہا ہے ہیں ہوا ہو ہے ہیں ہو ہے ہیں اور ہیں ہو ہے
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
ہو ہا ہے کہ ہے ہو ہا ہیں ہا ہے ہو ہا ہے
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ
ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے

شک و شبہ سے پاک کتاب۔

بلاشبہ یہ کتاب مقدس رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے (ترجمہ شیخ الہند)

سورۃ کی فضیلت: حدیث میں ہے کہ جو شخص سونے سے پہلے الٓمّٓ تنزیل السجدہ اور تبٰرک الذی بیدہ الملک پڑھ لیا کرتے تھے (رواہ امام احمد و الترمذی والنسائی و ابن حبان و الحاکم عن جابر)

ربط: گذشتہ سورت کو آغاز قرآن سے فرمایا تھا اس سورت کے اول میں توحید و رسالت کا ذکر فرمایا ہے اس سورت کے آغاز بھی قرآن کی حقانیت سے فرمایا ہے اور اس کے بعد توحید و رسالت کا ذکر ہے اور اس سورت میں بھی صریح حدیث اور اشارۃ النص سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کا نزول بھی اسی طرح ہوا ہے جس طرح سورۃ حٰمٓ السجدہ کا نزول ہوا تھا (معارف و معانی)

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ
ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے
مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ
ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے
مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ
ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے ہو ہا ہے

کافروں کی بے ہودہ باتوں کا تجزیہ:

یعنی جس کتاب کا تعارف من اللہ ہونا اس قدر واضح ہے کہ شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں، کیا اس کی نسبت کفار کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر اپنی طرف سے گھڑ لایا ہے اور معاذ اللہ محمت طلوعی خدا کی طرف نسبت کرتا ہے؟ حالانکہ جب ایسی ویشن چیز میں کسی شبہات پیدا کیے جانے لگے ذہن فوراً رجوع کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ کتاب بھلے پروردگار عالم کی طرف سے آئی ہے۔ تو اس کے ذریعہ سے آپ اس قوم کو دعوت دیں اور دعوت پر لانے کی کوشش کریں جن کے پاس قرآن سے کوئی بہتر کرنے والا پیغمبر نہیں آیا۔ سوچنے کی بات ہے کہ آدمی اپنے معروف سے ہٹ کر کسی چیز کا کردار کیسے پیدا کر سکتا ہے۔ مکہ میں کوئی نظیر یا بنیاد موجود نہیں اس کے ماحول میں نہ ہی جانی پہچانی مگر کسی ایک بات، لفظ، جملہ سے تقابل ہو تو جوابی کی سیکڑوں باتیں ایسی ملیں گی جو ہمارے اور خالق کے کلام کو مختلف ہونے جس کے قرآن کی اونچی ترین استعداد بھی ظاہر ہو جائے کسی بڑے کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کی گواہی صورت کے دو الگ بات ہے لیکن ایک نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم جن کا اقلیل الناس ہونا بھی تفسیر کر رہا ہے جو آپ کو (معاذ اللہ) افترا کی نسبت دیتے ہیں، اگر کوئی بات بنا کر لاتے تو یقیناً پکڑی جاتی۔ جو ہیں کی اپنی نقائص ناسب نہ ہو عام جہت کے مطابق ہوتی اور جس کا کوئی نمونہ نہیں ملے گا وہ ایسی پڑھا جا رہا ہے کی بات ایک مختلف پرند کو یقین دلاتی ہے کہ وہ خود اپنی ذاتی طور پر نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتا ہے، وہ ان کی تصنیف کیے ہوا قلم (تفسیر ماجدی)

ایمان و توحید کی دعوت ہر زور میں رہتی ہے:

اس آیت میں لفظ نذیر اپنے عام لغوی معنی میں ہے یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والا، خبردار کرنے والا، ڈرانے والا۔ کوئی خاص طبقہ یا قوم لیں، تو اس آیت سے خاص لوگوں اور جماعتوں کے لئے توحیدی دعوت پہنچنے کا یقیناً معلوم ہوتا ہے، دوسرا پہلی جگہ کی درست اور تحقیقاتی کی ترتیب خاص کا مقتضا ہے جیسا کہ یہاں حیوان نے فرمایا کہ توحید اور ایمان کی دعوت کسی زمانے اور کسی مکان اور کسی قوم میں بھی منقطع نہیں ہوئی، اور جب کہیں نبوت پر زمانہ دراز تک گزر جانے کے بعد اس نبوت کا علم کھنے والے بہت کم رہ گئے تو کوئی دوسرا نبی و رسول مبعوث ہوا ہے۔ اس کا مقتضی یہ ہے کہ اقوام عرب میں بھی ضرور توحید کی دعوت پہلے سے ضرور پہنچی ہوگی، تمہارے لئے یہ ضروری نہیں کہ یہ دعوت خود کوئی نبی و رسول لے کر آیا ہو، ہو سکتا ہے کہ ان کے درمیان ایسے درجہ پہنچ گئی ہو، اس لئے اس سورۃ اور سورۂ یٰسین وغیرہ کی دو آیتیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قریش عرب میں آپ سے پہلے کوئی نذیر نہیں آیا تھا، ضروری ہے کہ اس میں نذیر سے مراد مطلقاً عام معنی کے اعتبار سے رسول نبی ہو اور مراد یہ ہو کہ اس قوم کے اندر آپ سے پہلے کوئی نبی و رسول نہیں آیا تھا، اگر چہ دعوت ایمان و توحید دور دراز مالک سے یہاں تک پہنچ چکی ہو۔

نسائی، قتادہ، یحییٰ، سعید، مجاہد، سدی، عکرمہ، ضحاک، عطیہ عوفی، ابن عباس سے یہاں تک پہنچ چکی ہو۔

نسائی، قتادہ، یحییٰ، سعید، مجاہد، سدی، عکرمہ، ضحاک، عطیہ عوفی، ابن عباس سے پہلے بہت سے حضرات سے متعلق یہ بحث ہوا ہے کہ وہ دین ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام پر قائم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے فترت کے زمانہ میں ان کا ایمان قائم تھا۔ ان کے لئے فترت یعنی رسول کے نہ آنے کی مدت کتنی تھی، اس میں مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت چھ سو سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت پانچ سو سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت چار سو سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت تین سو سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت دو سو سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت ایک سو سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت ساٹھ سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت چالیس سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت تیس سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت بیس سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت دس سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت پانچ سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت چار سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت تین سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت دو سال تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت ایک سال تھی۔

عمرو بن نفیل:

راجح القول میں ہوئی ہے کہ عمرو بن نفیل کی مخالفت سے یہ روایت نفی کی ہے کہ عمرو بن نفیل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نبوت سے پہلے آپ سے ملے تھے، مگر نبوت سے پہلے ان کا انتقال اس سال میں ہو گیا جس میں قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی اور یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پانچ سال پہلے کا ہے، ان کا حال سوکن بن عقبہ نے یہ لکھا ہے کہ قریش کو بت پرستی سے روکتے تھے، اور بتوں کے نام پر قربانی دینے کو بہت برا کہتے تھے، اور مشرکین کے ذبائح کا گوشت نہ کھاتے تھے۔

اور ابو داؤد طیالسی نے عمرو بن نفیل کے صاحبزادے حضرت سعید بن عمرو سے، جو عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ میرے والد کا کیا حال ہے؟ آپ کو معلوم ہے کہ وہ جاہلیت کے زمانہ میں بت پرستی کے مخالف تھے، تو کیا میں ان کے لئے دعائے مغفرت کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ان کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے، وہ قیامت کے روز ایک مستقل امت ہوں گے۔ (روح)

ورقہ بن نوفل:

اس طرح ورقہ بن نوفل ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت شروع ہونے اور زول قرآن کی ابتداء کے وقت موجود تھے تو حید پر قائم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کا پختہ عزم ظاہر کیا تھا مگر فوراً بعد ہی ان کی وفات ہو گئی، یہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ قوم عرب میں بھی دعوت آخرین اور دعوت ایمان و توحید سے محروم تو نہیں رہا، ہاں خود ان کے اندر کوئی نبی نہیں آیا تھا، واللہ اعلم۔ (معارف مفتی اعظم)

اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین

وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے دن کے اندر پھر جا بیٹھا عرش پر

اس کا بیان سورۂ اعراف میں ۸ ویں پارہ کے اختتام سے قریب گذر چکا، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (تفسیر ماجدی)

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ

[illegible]

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ

[illegible]

کہیں بھاگ سکتے ہو؟ اللہ کی مخلوق نہیں کر سکتے ہے [illegible] جھوٹ کہیں ہو سکتے۔ [illegible] کوئی نہیں [illegible] کہ کوئی اللہ کی [illegible] سے [illegible] کوئی [illegible] کر سکتا ہے [illegible]

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ

[illegible] سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

احکام الٰہیہ کی تنفیذ اور نظم مکانات کی ترتیب

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [

[illegible] کی مقدار میں [illegible] دیتے ہیں۔

ہم لوگوں نے [illegible] پر [illegible] کا [illegible] کے [illegible] ایک [illegible] کی [illegible] کی [illegible] محسوس کی، عوام میں [illegible] کی [illegible] اور [illegible] کی [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

خدا کے بندے ہیں تعالیٰ ان پر کوئی حق نہیں رکھتا جس کی بنا پر وہ ان کی جان لینے کا مطالبہ کر سکے۔ اور ان کی جان عدم سے آتی ہے نہ کہ ان کے اپنے کسی فعل سے۔ اس لیے وہ اپنی جان کے آخری مالک کا حکم کیسے ٹال سکتے ہیں۔ وہ مالک جب چاہے جان لے سکتا ہے۔ جو شخص دوسروں کی جان لیتا ہے وہ بھی اپنی جان نہیں بچا سکتا۔ اور جو شخص خود اپنی جان لیتا ہے وہ بھی اپنے مالک کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ اسی حقیقت کو ایک دوسرے پیرایہ میں قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٢٣﴾

اور تمہیں سننے والی آنکھیں اور سوچنے والے دل دیے۔ تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

نعمتوں کا شکر

ان نعمتوں کا ذکر فرما کر یہ بتایا گیا ہے کہ آنکھوں سے ان کی صحیح قدر یہ ہے کہ انسان دیکھنے والوں کی عبرت حاصل کرے، خالق کے ساتھ شکر کا رویہ اختیار کرے، اور دل سے ایمان و یقین کی روشنی حاصل کرے۔ مگر بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوں۔ دوسری جگہ فرمایا:

وَقَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ بَلْ هُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ﴿١٠﴾

وہ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں کھو کر ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے؟ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے انکار کر رہے ہیں۔

کافروں کے شبہات

یہاں اس پر غور کیا گیا ہے کہ آخر ان لوگوں میں کون سی چیز پیدا ہو جائے جو انہیں ان شبہات کا شکار ہونے کے بعد صحیح راہ پر لے آئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی یہ حالت اس وقت تک نہیں بدل سکتی جب تک ان پر موت کا وقت آ نہ جائے۔ اور جب یہ وقت آ جائے گا تو یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آ رہا ہے۔ اس وقت ان کے شبہات کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہے گا۔ اس وقت یہ ہر چیز کو صاف صاف دیکھ لیں گے۔ مگر اس وقت کا دیکھنا ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد سوم، صفحہ ۲۲۲)

قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾

کہو، موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روح قبض کرے گا۔ پھر تم اپنے رب کی طرف پلٹا کر لائے جاؤ گے۔

موت کا فرشتہ

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "ملک الموت آپ اکثر مومن اور بعض کافر کی روح قبض کرتے ہیں، اور فرشتے اور بھی ہیں جو بعض کی روح قبض کرتے ہیں۔ اب کہیں مفرد کہیں جمع بولتے ہیں۔ وہ فرشتے ہیں ملک الموت کے ماتحت ہوتے ہیں۔" (موضح القرآن)

موت کے تین مقصد

بغوی نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت سے یہ بیان ہوا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: "موت تین طرح کی ہوتی ہے۔ موت کے تین قاصد ہیں جب اللہ عزوجل چاہتا ہے تو موت کا ایک قاصد آتا ہے۔ یا وہ کہتا ہے کہ میں تیرے پاس تین دن بیماری بھیجتا ہوں، یا تین رات بیماری بھیجتا ہوں، یا تین مہینے بیماری بھیجتا ہوں۔ ان قاصدوں میں سے کسی قاصد اور بیماری کے بعد ہم آتے ہیں۔ اب ہم میں آخری (موت) کا معاملہ ہوتا ہے جو تیرے پاس (آخری) تین مہینوں کے بعد کی ہے (آخری) قاصد ہمیں ہے۔ بعد کوئی قاصد نہیں آئے گا۔ اب یا تو وہ مومن ہے جسے ہم نیک لوگ ہیں۔ جب موت کے وقت اس کی شکل کر دیتے ہیں اور وہ اس پر جھکتے ہیں تو موت کے فرشتے کو اس کے بارے میں کوئی راہ نہیں ملتی۔ وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! میری روح قبض نہ کر جب تک کہ تو مجھے میرے گھر کی طرف نہ لوٹا دے جس میں میں رہتا تھا اور اپنے مال کی طرف جس کا میں مالک تھا۔ اور اپنے خادم کی طرف جو میرا خادم تھا۔ یا

میں کار درخواست کی کہ مجھے اجازت عطا فرمائی جائے میں ابراہیم کو بتا کر یہ بشارت دے دوں۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ ملک الموت نے جا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بشارت سنائی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، الحمد للہ، پھر فرمایا اے فرشتہ موت مجھے اکثر دے تو کافروں پر رحمتیں کیسے قبض کرتا ہے۔ ملک الموت نے کہا آپ اس کی تاب نہیں لا سکتے۔ حضرت ابراہیم نے کہا کیوں نہیں فرشتہ موت نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اور فرمایا پھر دوسری طرف سے دیکھا تو ابراہیم نے دیکھا ایک سیاہ فام شخص سامنے کھڑا ہے جس کا سر نہ ہونے کے برابر ہے اور اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اور اس کے بدن سے بدبو نکلتی ہے آنکھ کی پلک نہیں جھپکتی ہے جس کے منہ اور ہونٹ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم بیہوش ہو گئے کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئے تو دیکھا کہ ملک الموت اپنی پہلی شکل میں آ چکا تھا، حضرت ابراہیم نے فرمایا اے ملک الموت اگر (مرنے کے وقت) کوئی کافر سوا آپ کی اس زیبا شکل کے صورت کے کسی اور مصیبت و الم سے دوچار نہ بھی ہو جب بھی (اس کی سیہ بخت الم کے لئے) یہ صورت ہی کافی ہے۔ پھر اب بتائیے آپ دونوں کی روحیں کیسے قبض کرتے ہیں۔ ملک الموت نے اپنا منہ پھیر لیا اور فرمایا، اے ابراہیم حضرت ابراہیم کی طرف رخ موڑ لو تو ابراہیم نے دیکھا کہ وہ نہایت حسین جوان صورت خوشبو پا کیزہ (سبب رحمی تھی) اور لباس سفید تھا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا اے فرشتہ موت اگر (مرنے کے وقت) مومن آپ کی اس (حسین پاکیزہ) صورت کے سوا کوئی اور شکل نورانی اور حالت نہ بھی دیکھے جب بھی اس کے لئے یہ حسین صورت کافی ہوگی۔

حضرت کعب کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم کو ملک الموت نے اپنی اور حسین صورت دکھائی جو مومن کی روح قبض کرتے وقت ان کی ہوتی ہے (ان کی صورت پر ایسی چمک، دمک اور رونق تھی جس کی کیفیت سوائے لفظ کے عورکوئی نہیں جانتا اور کافروں، فاجروں کی روح قبض کرنے کے وقت جو صورت بنائی ہوتی ہے جب وہ دکھائی تو ابراہیم بیہوش ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے شانے لرزنے لگے، پسینہ، بدن لوٹ پوٹ ہونے لگا، جب ہوش آیا تو فرمایا، اے ملک الموت کاش میں نہ دیکھتا۔

جانوروں کی موت کس طرح ہوتی ہے:

ابو الشیخ ربیعی نے ابو عقیلی نے لفظاً میں حضرت انس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پرندوں اور بدن کے کیڑوں مکوڑوں کی موت زلزلہ کے وقت ہوگی جب ان کی آواز بند ہو جائے گی تو سمجھ لو قیامت آ چکی ہے۔ جب ان کی تسبیح ختم ہو جاتی ہے تو صور (فنا) کا دن ہی ہوتا ہے قبض کرنا لفظاً سے موت کے فرشتہ کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ایک اور سند سے حضرت ابن عمر کی روایت سے مطلب سے بھی ملتی جلتی حدیث نقل کی ہے۔ ابن عطیہ اور قرطبی نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک الموت کے ذمہ کل مخلوق خواہ خود ان کی زندگیاں ختم کر دینا ہے۔

میں کہتا ہوں آیتوں کی وہ تعیین کرنے کے لئے ملک الموت اور اس کے مددگاروں کی مساعدت مضامین کی طرف توجہ فرمائی اور کافروں کی توہین و سزا کے لئے تو ہم کی گئی ہے۔

موت کے چار فرشتے:

خطیب نے اپنی تفسیر میں بوساطت شماک حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ ملک الموت کو آسمانوں کی روحیں قبض کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور ایک فرشتہ جنات کے لئے مقرر ہے اور ایک فرشتہ شیاطین (کی موت) پر اور ایک فرشتہ چرندوں، پرندوں، درندوں، مچھلیوں اور جنگلیوں (کی موت) کے لئے مقرر ہے، یہ چار فرشتے ہیں (تمام افراد مخلوق پکڑی ہوئی میں (یعنی پہلا صور پھونکتے ہی) مر جائیں گے۔ ملک الموت ان کی روحیں قبض کرنے پر مقرر ہے پھر ملک الموت (خود) مر جائے گا۔

سمندر کے شہیدوں کی روح افزائی:

لیکن (جہاد کو جانے والے) بحر لوگ جو سمندر میں شہید ہوتے ہیں فضائل کی روحیں خود قبض کرتا ہے جن کی عزت خود اپنی نے پیش نظر ملک الموت کون کا معاملہ پھر تعیین کر دیا، واضح ہے نکلنے والے سوتے ہیں، تو سمندر میں شہید ہو جاتے ہیں، اس روایت کی سند میں جو بیر اپنی ضعیف راوی ہے پھر ضحاک کا حضرت ابن عباسؓ سے انقطاع بھی ہے بلیٹ ابن سعد کے آخری حصہ کا ایک شاہد مرفوع ہے۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو امامہؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے ملک الموت کو سوا شہداء بحر کے سب کی روحیں قبض کرنے پر مقرر فرمایا ہے۔ شہداء بحر کی روحیں قبض کرنے کی ذمہ داری اللہ نے خود (اپنے ہاتھ میں) لی ہے۔ میں کہتا ہوں عشق و محبت کے سمندر میں ڈوبنے والے تو اس عزت افزائی کے زیادہ مستحق ہیں۔ واللہ اعلم۔

موت کے بعد روحوں کا مقام:

خلاصہ کلام یہ کہ ہر مسلم سب اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ بھی مرنے کے بعد مومن کی روح کو رحمت کے فرشتے آسمانوں پر چڑھا لے جائیں گے یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچا دیں گے۔ مقرر کا فرکی روح کو سجین کے نیچے لے جائیں گے اور جب پہلے ہی آسمان تک پہنچ کر (دروازہ) کھلوانا چاہیں گے تو کافر کی روح کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا، بلکہ اوپر سے اس کو پھینک دیا جائے گا (کہ وہ مقام سجین میں پہنچ جائے گی) پوری حدیث سورہ والصافات میں نقل کی جا چکی ہے۔ (تفسیر عزیزی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک الموت سے ملاقات:

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ یہ اصرار کیا کہ ملک الموت کو ان کی اصلی شکل میں دیکھوں۔ آپ کی درخواست پر ملک الموت حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو بھی موت کا اختیار دیا ہے اس نے موت کو قبول کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بھی یہ اختیار دیا ہے۔ میں نے موت کو قبول کیا ہے۔ ملک الموت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ کی مرضی کے خلاف کچھ نہ کروں۔ آپ جو حکم دیں گے میں بجا لاؤں گا۔ اگر آپ کہیں گے کہ میں روح قبض کروں تو میں روح قبض کروں گا۔ اگر آپ کہیں گے کہ نہ کروں تو میں نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس لئے بھیجا ہے کہ آپ کی خوشی معلوم کروں۔ آپ کی ناخوشی کی وجہ سے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تم جاؤ۔ اب میں تمہارے ساتھ راضی ہوں۔ تم مجھ سے جدا ہو کر میرے پاس آؤ گے تو میں تم کو خوش پاؤں گا۔ تم کو کوئی ناخوشی کی بات نہ ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ جب تک قائم ہے موت کو کوئی روک نہیں سکتا۔

۶۔ زنا کی تہمت سے براءت:

۱۰ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے اپنی والدہ حضرت مریم کے پاس دنیا کی حیات دوبارہ سے آنا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پروردگار! مجھ سے اس وقت پوچھ گچھ ہوگی۔ لوگ مجھ کو زنا کی تہمت لگائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم کو اس وقت کلام کی قوت دوں گا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ نے بچپن کی طرح کلام کیا۔ فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھ کو کتاب دی اور نبی بنایا۔ اس کے بعد اپنی والدہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے اماں! تم خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تہمت کو دور کر دیا۔ اس کے بعد اماں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے اماں! تم خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تہمت کو دور کر دیا۔

وَكَوْثَرِي إِذَا لَجَّجْتُمْ تَكْبُرُوا وَقُولُوا هَذَا عَبْدُ اللَّهِ

(میرے کوثر پر جب تم جھگڑو گے تو کہو کہ یہ اللہ کا بندہ ہے)

ہجرت کی روایتی:

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے اپنے والد کو خط لکھا تو انہوں نے آپ کو جواب دیا کہ آپ کو کوفہ سے واپس آ جانا چاہیے۔ کوفہ کو ہجرت (یعنی دارالکفر) کہا کرتے تھے۔ آپ نے جواب لکھا کہ میں کوفہ کو ہجرت نہیں کہتا۔ میں نے اس میں اپنے دین کی حفاظت کی ہے۔ اس لئے اس کو ہجرت نہیں کہتا۔

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ

(اے میرے رب مجھ کو نماز کا قائم کرنے والا بنا دے اور میری دعا قبول فرما)

صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ

(نیک ہو جائیں ہم یقین کرنے والے)

نیک صورت:

[illegible] اور ان کی بیوی [illegible] ان کا نام [illegible] ان کو [illegible] ان کا نام [illegible] کیا [illegible] کیا [illegible]

وَإِنْ شِئْتَ لَأَنْبَأْتُكَ بِمَا كُنْتَ تَعْمَلُ فِيهَا وَكَيْفَ

[illegible]

حَقٌّ نَقُولُ وَمِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ

[illegible]

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

[illegible]

حکمت الٰہی کے تقاضے:

[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] کی طرف [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی

ہوا کہ یہاں کون سی باتیں سے مراد وہی قیامت اور کھانا پینا ہیں، وہ تو حال

حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے نے کچھ لوگوں کو پیدائشی بختی بنایا، جب وہ اپنے باپ کی پشت میں تھے تو جب ان کو دنیا کے لئے پیدا فرمایا تو ان کو جنتیوں کے عمل کی توفیق دی، جب وہ اپنے باپ کی پشت میں تھے اسی وقت ان کو دوزخ کے لئے بنایا تھا۔ (مسلم)

ہر ایک کے دو ٹھکانے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے ہر ایک کے لئے دو ٹھکانے بنائے گئے ہیں، ایک ٹھکانا جنت میں تو دوسرا (پہلے سے) آگ میں، پھر جب کوئی شخص مرتا ہے اور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے اور یہ بھی عمل کرتا ہے کہ دوزخ والا دوزخ میں چلا جاتا ہے، تو اس کے لئے دوزخ کا ٹھکانا تو تیار ہی ہوتا ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے (خوش نصیب (نیکوں والے) ہیں ان کے لئے ان کے اعمال کے عمل آسان کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جو بدبخت (گمراہ) ہیں ان کے لئے ان کے اعمال کی توفیق دی جاتی ہے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ (الخ) تلاوت فرمائی۔ (ابن ابی حاتم)

جنتیوں اور دوزخیوں کی تعریف:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں دو قوموں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جانتے ہو کہ وہ کون قومیں ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نہیں جانتے، ہاں آپ ہی ان کو بتلا دیں تو بہتر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان میں سے ایک قوم تو وہ ہے جو سرخ و سفید رنگ والے (گورے) انسانوں کی شکل میں ہے، ان کو جنت کی طرف ہانکا جائے گا، یہ لوگ جنت کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جنت کے دروازوں پر پہنچ جائیں گے، پھر ان کو دروازہ کھول دیا جائے گا، تو جب ان کے سامنے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جنت کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، تم بہت اچھے رہے، تم جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ، تو اس وقت ان کے دل میں جنت کی اتنی محبت پیدا ہو جائے گی جتنی کسی انسان کے دل میں کسی چیز کی محبت ہو سکتی ہے، اس وقت وہ اپنے رب سے عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے ساتھ ہمارے باپ دادا اور ہماری بیویاں اور ہماری اولاد بھی ہونی چاہئے، تاکہ ان کو بھی ہمارے ساتھ جنت میں داخل کر دیا جائے، تو ان سے کہا جائے گا کہ ہاں تم نے بھی ان کے لئے ایسا ہی کیا ہے، پھر دوسری قوم کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ سیاہ رنگ والے (کالے) انسانوں کی شکل میں ہیں، ان کو جہنم کی طرف ہانکا جائے گا، یہ لوگ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جہنم کے دروازوں پر پہنچ جائیں گے، پھر ان کو دروازہ کھول دیا جائے گا، تو جب ان کے سامنے جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جہنم کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، تم بہت برے رہے، تم جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ، تو اس وقت ان کے دل میں جہنم کی اتنی نفرت پیدا ہو جائے گی جتنی کسی انسان کے دل میں کسی چیز کی نفرت ہو سکتی ہے، اس وقت وہ اپنے رب سے عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے ساتھ ہمارے باپ دادا اور ہماری بیویاں اور ہماری اولاد بھی ہونی چاہئے، تاکہ ان کو بھی ہمارے ساتھ جہنم میں داخل کر دیا جائے، تو ان سے کہا جائے گا کہ ہاں تم نے بھی ان کے لئے ایسا ہی کیا ہے۔ (ابن ابی حاتم)

اہل ایمان کا خوف:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت کچھ غنودگی سی طاری ہوئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اوپر اٹھایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا، اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کی امت کا نصف حصہ جنت میں داخل ہوگا، اور ہم نے کہا کہ ہم کو کیا چیز کافی ہوگی، ہم تو تھوڑے ہیں، اس نے کہا کہ سارے کے سارے مفصل (تمام) جنت میں داخل ہوں گے، پھر اس ن

[illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

سورۂ حٰمٓ السجدۃ میں ہم نے ان تمام آیات کی تشریح کر دی ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

اصحابِ کہف کی شان:

آیت ۹ سے حضرت انس کی روایت سے بیان کیے ہوئے اس واقعہ کا ذکر شروع ہوتا ہے جو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد اور دوسری کتبِ حدیث میں کثرت سے نقل ہوا ہے۔ اس کے راوی حضرت انس ہیں جو ۱۰ سال کی عمر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے اور ۱۰ برس تک آپ کے ساتھ رہے۔ ان کی روایت سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ہی بیان کا ہے۔ آپ نے اسے خود صحابہ کرام کو سنایا تھا۔ اسی لیے ان کے لیے اس کو سمجھنا اور یاد رکھنا بہت آسان تھا۔ اس کے بعد یہ واقعہ بکثرت مسلمانوں میں مشہور ہوا اور ان کی تاریخ کا ایک مسلّمہ حصہ بن گیا۔ اس کی تفصیلات میں جو اختلافات ہیں وہ بھی اسی بات کا ثبوت ہیں کہ یہ واقعہ کسی ایک راوی سے نہیں بلکہ بہت سے راویوں سے نقل ہوا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے علم کے مطابق اس کی کچھ نہ کچھ تفصیلات بیان کی ہیں۔ ان اختلافات کی وجہ سے کسی ایک روایت کو بھی غلط نہیں کہا جا سکتا۔ ہر ایک نے جو کچھ بیان کیا ہے اسی کو صحیح سمجھ کر بیان کیا ہے۔ اس لیے ان میں سے کسی ایک کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ ان میں سے جو روایت بھی قرآن کے بیان سے ٹکراتی ہو اسے ضرور رد کرنا پڑے گا۔ اور جو روایت بھی عقل کے خلاف ہو اسے بھی ماننا مشکل ہے۔

اصحابِ کہف کا زمانہ:

اس واقعہ کے زمانے کے بارے میں بھی روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات میں ۳۰۰ سال کا ذکر ہے، بعض میں ۲۰۰ سال کا، اور بعض میں ۳۰۹ سال کا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی قرآن کے بیان سے ٹکراتی نہیں ہے۔ قرآن نے صرف یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے غار میں ۳۰۰ سال رہے اور پھر ۹ سال کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ۳۰۰ سال کا ذکر اصل واقعہ کا ہے اور ۹ سال کا اضافہ بعد کا ہے۔ اس لیے ۳۰۰ سال کا ذکر کرنے والی روایات بھی صحیح ہیں اور ۳۰۹ سال کا ذکر کرنے والی روایات بھی صحیح ہیں۔ البتہ ۲۰۰ سال کا ذکر کرنے والی روایات صحیح نہیں ہیں۔

اصحابِ کہف کی تعداد:

اصحابِ کہف کی تعداد کے بارے میں بھی روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات میں ۷ کا ذکر ہے، بعض میں ۸ کا، بعض میں ۹ کا، اور بعض میں ۱۰ کا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی قرآن کے بیان سے ٹکراتی نہیں ہے۔ قرآن نے صرف یہ بتایا ہے کہ وہ ۳۰۰ سال رہے اور پھر ۹ سال کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ۳۰۰ سال کا ذکر اصل واقعہ کا ہے اور ۹ سال کا اضافہ بعد کا ہے۔ اس لیے ۳۰۰ سال کا ذکر کرنے والی روایات بھی صحیح ہیں اور ۳۰۹ سال کا ذکر کرنے والی روایات بھی صحیح ہیں۔ البتہ ۲۰۰ سال کا ذکر کرنے والی روایات صحیح نہیں ہیں۔

اصحابِ کہف کی تعداد:

اصحابِ کہف کی تعداد کے بارے میں بھی روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات میں ۷ کا ذکر ہے، بعض میں ۸ کا، بعض میں ۹ کا، اور بعض میں ۱۰ کا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی قرآن کے بیان سے ٹکراتی نہیں ہے۔ قرآن نے صرف یہ بتایا ہے کہ وہ ۳۰۰ سال رہے اور پھر ۹ سال کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ۳۰۰ سال کا ذکر اصل واقعہ کا ہے اور ۹ سال کا اضافہ بعد کا ہے۔ اس لیے ۳۰۰ سال کا ذکر کرنے والی روایات بھی صحیح ہیں اور ۳۰۹ سال کا ذکر کرنے والی روایات بھی صحیح ہیں۔ البتہ ۲۰۰ سال کا ذکر کرنے والی روایات صحیح نہیں ہیں۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا

إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ

مجرموں کی سزا

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ

ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا

إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ

فَارْجِعُوا مِنْ بَعْدِهِ وَقَدْ جَاءَكُمْ رُسُلُنَا

عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

جہنمیوں کی سزا

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

دنیا کی زندگی

لَهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ

جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی:

آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ان سے ظلم و اعراض سے زیادہ سخت دل ہوں۔ پہلے موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب بھی تھی جس سے بنی اسرائیل کو ہدایت ہوئی۔ اور ان کی بڑی بڑی گردنیں والوں میں بڑے بڑے پیشوا اور امام ہو گزرے۔ آپ کو بھی بلاشبہ اللہ کی طرف سے عظیم الشان کتاب ملی ہے جس سے بڑی مخلوق ہدایت پائے گی۔ اور بڑی رہنمائی سے جو کہ آپ کی امت میں امام اور راہنما ہیں گے۔ رہے کفار ان کا فیصلہ حق تعالیٰ خود کرے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

تین گناہوں کی ایک سزا:

روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتی ہے، ایک حق کے خلاف بغاوت دوسرے اور تیسرے کے ساتھ ظلم و تشدد کرنا۔ دوسرے والدین کی نافرمانی۔ تیسرے ظلم کی امداد۔ (رواہ ابن ماجہ عن معاذ بن جبل بحوالہ مشکوٰۃ) حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ڈرانے، عبرت دلانے کے لئے دلوں کی کدورت دور کرنے والے بہت سے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ یہاں بھی فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی ہے تم ضرور اس کا انکار نہ کرنا۔ ہم نے موسیٰ کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا تھا۔ (ابن کثیر)

شب معراج کے نظارے:

مفسرین نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب معراج میں میں نے موسیٰ کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ (رواہ مسلم)

سورۂ بنی اسرائیل میں حدیث معراج کے بیان میں ذکر کر دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور نمازی (یا تخلیف کی) بابت گفتگو بھی۔ حضرت ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے رات کو آسمان کی طرف لے جایا گیا تو (اچانک راستہ میں) میں نے موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (تفسیر طبری)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ
اور ہم نے دی ہے موسیٰ کو کتاب سو تو نہ ہو
فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ
وہم کے میں اس کے ملنے سے

یہ درمیان میں جملہ معترضہ ہے جیسے بے شک وشبہ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی گئی اور آپ کو بھی اسی طرح کی کتاب ملی اس میں کوئی شبہ اور فریب نہیں۔ یا موسیٰ کے ذکر پر فرما دیا کہ تم جو موسیٰ سے شب معراج میں ملے تھے وہ بھی حقیقت سے کوئی دھوکا یا نظر بندی نہیں۔ (تفسیر خازن)

طبرانی نے اس آیت کی تشریح میں حضرت ابن عباسؓ ہی سے روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کر دیا قل کیا ہے تم شک نہ کرو کہ میں اپنے رب سے ملے تھے۔

وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ
اور ہم نے کیا اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے واسطے اور کیا ہم نے ان میں
اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۖ
پیشوا راہ بتاتے تھے ہمارے حکم سے جب وہ صبر کرتے رہے

(یہاں تک تمام امتوں کے بعد بنی اسرائیل کی طرف توجہ فرمائی)

صبر امامت دلاتا ہے:

لما صبروا جب کہ انہوں نے اپنے (دین پر اور مصری حکومت کی عادت

کسی قوم کا مقتدا اور امام بننے کے لئے دو شرطیں

اس آیت میں عباد الرحمٰن کی جو صفات بیان فرمائی گئی ہیں ان میں سے ہر صفت اپنی جگہ بڑی اہم ہے اور ان کا ہر ایک جزو مستقل ایک عمل ہے جس کی تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ ان صفات میں سے پہلی صفت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے نیک بندے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے لئے منتخب فرماتا ہے وہ اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔ اس دعا میں دو باتیں مانگی گئی ہیں ایک یہ کہ ہمارے گھر والے اور ہماری اولاد ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اور دوسری یہ کہ ہم متقیوں کے امام بنیں۔ ان دونوں باتوں کی تشریح ضروری ہے۔

اس آیت میں پہلی بات یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ہمارے گھر والے اور ہماری اولاد ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو دیکھ کر خوش ہوں اور ان کی طرف سے ہمارے دل میں کوئی کھٹک نہ ہو

ان عباس رضی اللہ عنہ سے یہ آیت اور اس کے بعد کی آیت نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ آیت پڑھنے میں اور آپ کو بیان کرنے میں بھی کوئی نہ کوئی فرق ہوگا۔ اس لئے میں نے اس آیت کو بار بار پڑھا اور ہر دفعہ میں نے یہی پایا کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر دفعہ ایک ہی مضمون ہے جو بیان ہوا ہے۔ پس اس طرح ان کے ذہن سے یہ خیال دور ہو گیا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔ اس نے اس آیت کو اس طرح پڑھا کہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی انگلی کان میں ڈال لی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ کیا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اپنی انگلی اس لئے کان میں ڈالی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کو کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے۔ اس لئے میں نے اپنی انگلی کان میں ڈال لی ہے تا کہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کر سکوں۔ (تفسیر ابن کثیر زیر آیت ۲۱۵ سورۃ الشعراء)

دعوت الی اللہ کے دو مضمون

اب آپ دیکھیں کہ ایک ہی آیت کے دو مضمون بیان ہوئے ہیں۔ ان دونوں مضمونوں کو ملا کر ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مضمون سمجھا ہے۔ ایک مضمون تو یہ ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار کرنا۔ ان کو خبردار کرنا۔ ان کو بتانا کہ اگر تم نے اپنی اصلاح نہ کی تو تمہارا انجام بد ہوگا۔ اس لحاظ سے یہ ایک انذار کا مضمون ہے۔ اور دوسرا مضمون یہ ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اپنے ساتھ ملانا۔ ان کو اپنے ساتھ شامل کرنا۔ ان کو اپنے ساتھ لے کر چلنا۔ یہ ایک تبلیغی مضمون ہے۔ اس لحاظ سے اس آیت کا مضمون یہ بنتا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار کرنا اور ان کو اپنے ساتھ ملانا۔ ان کو اپنے ساتھ لے کر چلنا۔ اس لحاظ سے یہ آیت بہت ہی اہم ہے۔ اس آیت کے مضمون کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

دعوت الی اللہ کے دو مضمون حضرت عمر فاروقؓ کا فہم

اب آپ کو حضرت عمر فاروقؓ کا ایک واقعہ سناتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ ان کو اس آیت کے دونوں مضمون سمجھ آئے تھے۔ ان دونوں مضمونوں کو سمجھ کر ہی حضرت عمر فاروقؓ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تھی۔ اس واقعہ کو ابو الحسن احمد بن محمد بن حسین بن عبد اللہ بن عبد الجبار الہمدانی المعروف ابن السمان نے اپنی کتاب الموافقہ میں اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے وہ فضائل جمع کئے ہیں جن میں آپ کے اور حضرت علیؓ کے فضائل میں موافقت پائی جاتی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے وہ فضائل بیان کئے ہیں جن میں آپ کو حضرت علیؓ پر فضیلت حاصل

سورۃ کی فضیلت

حضرت ابو بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ احزاب پڑھتا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سورۃ احزاب پڑھا کرو۔

خطبہ کا مسنون طریقہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خطبہ پڑھتا ہے اور اس میں سورۃ احزاب پڑھتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

سورۃ کی برکات

یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور اس میں ۷۳ آیتیں ہیں۔ اس سورۃ کے اندر اپنے پڑھنے والے کے لئے بہت سی برکتیں ہیں۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بہت سے احکام دیئے ہیں۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بہت سے احکام دیئے ہیں۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بہت سے احکام دیئے ہیں۔

تمام سورتوں پر فضیلت

یہ بھی حضرت ابو بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ احزاب پڑھتا ہے اور اس میں سورۃ احزاب پڑھتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

شب قدر کی عبادت کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ احزاب پڑھتا ہے اور اس میں سورۃ احزاب پڑھتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ احزاب پڑھتا ہے اور اس میں سورۃ احزاب پڑھتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

سورة الاحزاب

یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور اس میں ۷۳ آیتیں ہیں۔ اس سورۃ کے اندر اپنے پڑھنے والے کے لئے بہت سی برکتیں ہیں۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بہت سے احکام دیئے ہیں۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بہت سے احکام دیئے ہیں۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بہت سے احکام دیئے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

کافروں کیسے کبھی چپک دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ سورۃ اب اس طرح شروع ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ وہ کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں اور ان کی مخالفت کریں۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بہت سے احکام دیئے ہیں۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بہت سے احکام دیئے ہیں۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بہت سے احکام دیئے ہیں۔

ہے کہ تو ہی کا پابند ہے۔ وہ اس وقت جو تمہارے کھانا کھانے کی دعوت دے اور تم اس کے گھر جاؤ اس وقت تمہارا اصلی مجتمع ہوتا ہے جب اس نے تم کو بلایا ہے اور اسی وقت جاؤ جب اس نے تمہارے لئے کھانا تیار کر لیا ہے اور اس کی ذات تمہارے لئے قابل توجہ ہے۔ تم اس سے اس کے گھر اور دوسری چیزوں کی طرف توجہ نہ کرو۔ اس کے بعد اس کے گھر میں کن شخص کے داخل ہونے کے آداب بیان ہوئے اور دوسری صرف جو بے کیلئے ضروری ہیں کہ کن شخص کے داخل ہونے کے آداب بیان ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ظاہر ہوتے تھے اپنی طرف توجہ کرنا اور ہو تی ہوتے تھے اپنی طرف توجہ کرنا (موضح القرآن)

سورۂ احزاب کی آیات:

(حضرت زید بن کعب نے حضرت ابی سے پوچھا کہ سورۂ احزاب کی کتنی آیتیں تھیں؟ حضرت ابی نے جواب دیا کہ تہتر آیتیں تھیں۔ حضرت ابی نے فرمایا اس سورت میں ایک آیت ایسی ہے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اگر آدمی کے لئے دو وادیاں مال سے بھری ہوئی ہوں تو وہ تیسری وادی کی تمنا کرے گا اور آدمی کے منہ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اللہ جس پر چاہتا ہے توجہ فرماتا ہے۔ (ابن ماجہ)

سورۂ کے مقاصد:

یہ مدنی سورۃ ہے اس کے بیشتر مضامین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت اور خصوصیت اور افضلیت پر مشتمل ہیں جس میں آپ کی تعلیم کا اور اسلوب ہوا اور آپ کی ازواج مطہرات کا جو سب کی مختلف اخلاقیات سے بیان ہوا ہے، اور باقی مضامین سورۂ کی انہی کی تکمیل و ترجمہ سے متعلق رکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز:

یہ پہلی مدنی سورۃ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اعزاز و اکرام ہے کہ یہ پہلی قرآن میں کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے مخاطب نہیں کیا گیا جیسا کہ دوسرے نبیوں کے خطابات یا اے آدم، یا نوح یا ابراہیم یا موسیٰ وغیرہ وغیرہ لیکن یہ بلکہ تمام انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے قرآن میں جہاں بھی مخاطب کیا گیا وہ کسی قب کہا یا وحی وغیرہ سے خطاب کیا گیا صرف یہ رسول ہی ہیں جن میں بلکہ فرق کر آپ کسی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا گیا ہے جو ضروری تھا۔

صرف وحی کی اتباع کریں:

یہ آیت ہے جس میں آپ کو ان کافروں اور منافقوں کی پیروی سے منع کیا گیا ہے جو آپ کو اپنے دین سے ہٹانا چاہتے تھے۔ اس آیت میں آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کفار و منافقین کی باتوں میں نہ آئیں، آپ کی توجہ صرف اس طرف ہونی چاہئے کہ جو وحی آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے اس کی اتباع کریں، اس خطاب میں مخاطب تو ہیں آپ لیکن حکم تمام مسلمانوں کو ہے، اس لئے آپ کو مخاطب کر کے تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔

پھر وسے توکل اللہ پر کریں:

(توکل کے معنی ہیں بھروسہ کرنا۔ یہ بھی اسی حکم کی تکمیل ہے، اس میں ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھریں، اپنے مقصد تبلیغ میں صرف لگے رہیں، کسی دوسری قوتوں کا سہارا نہ لیں، کسی کے محتاج نہ ہوں، کسی کی دوستی کی ضرورت نہ سمجھیں)

مسئلہ: آیت مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اسلام دین میں کفار سے مشورہ لینا بھی جائز نہیں، مداہنت (دین کی تحقیق تجربہ فیصلے ہوں میں مشورہ لینے میں مضائقہ نہیں، واللہ اعلم۔ (معارف القرآن)

پھر فرمایا کہ جو احکام اللہ کی طرف سے آپ پر نازل ہوتے ہیں ان کو بغیر کسی تامل کے بلا تردد بجا لائیں اور اللہ کی طرف سے جو وحی آپ پر نازل ہوتی ہے اس کی پیروی کریں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ان تمام کاموں سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

پھر فرمایا کہ اللہ پر بھروسہ کرو اور معاملات کے بنانے میں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امت سب کی طرف تھا آپ پر جو امور فرض کئے اس کو پہنچا دیا فاعلم (تفسیر ابن کثیر)

سورۃ کے مقاصد:

یہ مدنی سورۃ ہے اس کے بیشتر مضامین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت اور خصوصیت اور افضلیت پر مشتمل ہیں جس میں آپ کی تعلیم کا اور اسلوب ہوا اور آپ کی ازواج مطہرات کا جو سب کی مختلف اخلاقیات سے بیان ہوا ہے، اور باقی مضامین سورۂ کی انہی کی تکمیل و ترجمہ سے متعلق رکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز:

یہ پہلی مدنی سورۃ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اعزاز و اکرام ہے کہ یہ پہلی قرآن میں کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے مخاطب نہیں کیا گیا جیسا کہ دوسرے نبیوں کے خطابات یا اے آدم، یا نوح یا ابراہیم یا موسیٰ وغیرہ وغیرہ لیکن یہ بلکہ تمام انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے قرآن میں جہاں بھی مخاطب کیا گیا وہ کسی قب کہا یا وحی وغیرہ سے خطاب کیا گیا صرف یہ رسول ہی ہیں جن میں بلکہ فرق کر آپ کسی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا گیا ہے جو ضروری تھا۔

صرف وحی کی اتباع کریں:

یہ آیت ہے جس میں آپ کو ان کافروں اور منافقوں کی پیروی سے منع کیا گیا ہے جو آپ کو اپنے دین سے ہٹانا چاہتے تھے۔ اس آیت میں آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کفار و منافقین کی باتوں میں نہ آئیں، آپ کی توجہ صرف اس طرف ہونی چاہئے کہ جو وحی آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے اس کی اتباع کریں، اس خطاب میں مخاطب تو ہیں آپ لیکن حکم تمام مسلمانوں کو ہے، اس لئے آپ کو مخاطب کر کے تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔

پھر وسے توکل اللہ پر کریں:

(توکل کے معنی ہیں بھروسہ کرنا۔ یہ بھی اسی حکم کی تکمیل ہے، اس میں ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھریں، اپنے مقصد تبلیغ میں صرف لگے رہیں، کسی دوسری قوتوں کا سہارا نہ لیں، کسی کے محتاج نہ ہوں، کسی کی دوستی کی ضرورت نہ سمجھیں)

مسئلہ: آیت مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اسلام دین میں کفار سے مشورہ لینا بھی جائز نہیں، مداہنت (دین کی تحقیق تجربہ فیصلے ہوں میں مشورہ لینے میں مضائقہ نہیں، واللہ اعلم۔ (معارف القرآن)

پچھلی سورت سے ربط:

گزشتہ سورت کے آخر میں کفار کو ذلیل و خوار کرنے کی دھمکی دی گئی تھی۔ اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تقویٰ اور توکل کی تلقین فرمائی ہے۔ اس سورت میں منافقوں کی بعض قبیح حرکتوں کا ذکر ہے اور ان کی مذمت کی گئی ہے۔ اس سورت کا نام سورۃ احزاب ہے۔

سورۃ احزاب کی منسوخ شدہ آیات:

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔ قرطبی نے کہا ہے کہ اس سورت کی ستتر آیتیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس سورت کی تین آیتیں منسوخ ہیں۔ ﴿وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ یہ آیت جہاد کی آیت سے منسوخ ہے۔ ﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِن بَعْدُ وَلَا أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ﴾ یہ آیت بھی منسوخ ہے۔ ﴿تُرْجِي مَن تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَن تَشَاءُ﴾ یہ آیت بھی منسوخ ہے۔

آیت حجاب کا شان نزول:

آیت حجاب کا شان نزول صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب میں نے نکاح میں آپ اور ان کی خاطر دعوت کی تو لوگ کھانا کھا کر چلے گئے۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ لوگ کھانا کھا کر چلے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پردہ کا حکم نازل ہوا ہے۔ پھر آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ کر دیا۔ اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

بخاری و مسلم میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے پاس نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں۔ کاش آپ ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم دیتے۔ اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد اپنے صحابہ کو دعوت ولیمہ دی۔ لوگ کھانا کھا کر چلے گئے۔ آپ نے بھی کھانا کھا لیا اور آپ چلنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ چلو۔ میں چلا تو آپ نے دروازہ پر پہنچ کر فرمایا کہ السلام علیکم یا اہل البیت و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں نے کہا کہ آپ نے کیسی پائی اپنی بیوی کو۔ اللہ برکت دے آپ کو۔ اس پر آپ نے ہم لوگوں کو گنا۔ پھر آپ چلے اور میں بھی چلا۔ جب آپ دروازہ پر پہنچے تو فرمایا

سے آپ کی ہمدردی کے ساتھ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ کی شہرت سے دنیا کا ایک بڑا حصہ آپ کے نام اور کام سے پہلے ہی سے واقف ہو۔ اس لئے آپ کی زندگی میں ہی آپ کا مقام متعین ہوجائے گا۔

ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ (متوفی ۲۵۵ھ) اور ابو القاسم البلخی (متوفی ۳۱۹ھ) کی روایت سے جو قول بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے ابوحنیفہ سے کہا کہ میں نے آپ کی رائے کو غلط سمجھا ہے تو ابوحنیفہ نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ تم نے صحیح سمجھا ہو اور ہوسکتا ہے کہ میں نے صحیح کہا ہو تو ابوحنیفہ کے اس قول کو بھی ان لوگوں نے اپنی کمزوریوں کی وجہ سے ان کی طرف منسوب کیا ہے جو ان کے دل میں ہے تو ابوحنیفہ کے دل میں کیا ہے اس کو وہ کیا جانیں۔ ابوحنیفہ کے متعلق ان کا یہ کہنا کہ ان کے دل میں کیا ہے اس کو وہ کیا جانیں۔ یہ ان کی کمزوری ہے ورنہ

اضافی تعلق کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کے حق میں کی گئی ہے باپ کے بجائے اس سے کی گئی ہے تو اب یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق امت کے ساتھ باپ کا سا ہے لہٰذا آپ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں۔ اور ان کی بیٹیاں امت کی بہنیں ہیں۔ اور ان کی بہنیں امت کی خالائیں ہیں۔ اور ان کے بھائی امت کے ماموں ہیں۔ اور ان کے بھتیجے امت کے بھائی ہیں۔ اور ان کے بھانجے امت کے بھتیجے ہیں۔ اور ان کے بھائی امت کے ماموں ہیں۔ اور ان کے بھتیجے امت کے بھائی ہیں۔ اور ان کے بھانجے امت کے بھتیجے ہیں۔ اور ان کے بھائی امت کے ماموں ہیں۔ اور ان کے بھتیجے امت کے بھائی ہیں۔ اور ان کے بھانجے امت کے بھتیجے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امت کا جو تعلق ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امت کے ہر فرد پر آپ کی اطاعت واجب ہے۔ اور آپ کی نافرمانی حرام ہے۔ اور آپ کی اجازت کے بغیر آپ کے گھر میں داخل ہونا حرام ہے۔ اور آپ کی بیویوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اور آپ کی بیویوں کو طلاق دینا حرام ہے۔ اور آپ کی بیویوں کو دیکھنا حرام ہے۔ اور آپ کی بیویوں کو چھونا حرام ہے۔ اور آپ کی بیویوں کو بوسہ دینا حرام ہے۔ اور آپ کی بیویوں کو گلے لگانا حرام ہے۔ اور آپ کی بیویوں کو ہاتھ لگان

ازواج مطہرات سے آپ کا نکاح حرام ہے

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ

نسبی رشتہ داری

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيَآئِكُمْ

دینی اخوت و مواالات کی بنیاد پر وراثت منسوخ

عہد کس وقت لیا گیا

میثاق تمام انبیاء سے لیا گیا

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ

وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى

ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا

کے ساتھ ہی ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کے متعلق نہ کچھ سنا اور نہ کچھ کہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت

اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا (جو اس نے آپ کا نام لیا تھا) یہ اس لئے تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کی بریت کا اعلان کر دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے آپ کے متعلق جو کچھ کہا (کہ محمد نے مجھ سے بیاہ کیا) وہ اس کی طرف سے محض بکواس تھی اور اس کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ اس کی یہ بکواس اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح تھی (جس میں اس نے) کہا تھا کہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح زینب سے کر دیا تھا اور آپ نے اس سے پہلے کیا۔

اس سے اور اس قسم کے علم کی بنا پر ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ابو لہیعہ عامر اور حجاج نے اور ان سے عکرمہ نے اور ان کی روایت سے حسین بن محمد بن اعرابی نے اور ترمذی نے اور حسین بن محمد بن اعرابی نے اپنی اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح زینب سے ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے اس کو طلاق دے دی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ

لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ

(تاکہ مسلمانوں پر کوئی تنگی نہ رہے اپنے لے پالکوں کی بیبیوں کے بارے میں)

یعنی کا مقصد یہ ہے کہ اس قول (کہ محمد نے مجھ سے بیاہ کیا) میں اس نے جو کچھ کہا ہے اس کا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کا اپنا قول ہے اور اس کا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کے ساتھ اس کی تصدیق کی ہے اور اس کے بعد اس نے اس کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کے ساتھ اس کی تصدیق کی ہے۔ اس کے بعد اس نے اس کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کے ساتھ اس کی تصدیق کی ہے۔

اس کے متعلق پہچانے جانے کے بعد اس نے اپنے ساتھ اس کی تصدیق کی تھی۔ اس کے ساتھ اس کی تصدیق کرنے والی تھی چاہے وہ اس کے ساتھ ہو یا نہ ہو۔ اس کے ساتھ اس کی تصدیق کرنے والی تھی چاہے وہ اس کے ساتھ ہو یا نہ ہو۔ اس کے ساتھ اس کی تصدیق کرنے والی تھی چاہے وہ اس کے ساتھ ہو یا نہ ہو۔

(جس کا ذکر ہو آ چکا ہے) یوم بنی قریظہ اور اسی طرح اسماء قبائل عرب کی تحقیق و تشریح کی ہے۔ اور اسی طرح اسماء قبائل عرب کی تحقیق و تشریح کی ہے۔ اور اسی طرح اسماء قبائل عرب کی تحقیق و تشریح کی ہے۔

"جنگ خندق" بھی کہتے ہیں۔ جنگ جاری تھی اور مسلمان پھر سے ہمت ہار رہے تھے کہ اچانک ایک رات کو ایک زبردست طوفان آیا۔ تیز ہوا، موسلا دھار بارش، گھٹا ٹوپ اندھیرا، کفار کے خیمے اکھڑ گئے، ان کے چولہے بجھ گئے، ان کی دیگیں الٹ گئیں، ان کے خیمے اکھڑ گئے، ان کے چولہے بجھ گئے، ان کی دیگیں الٹ گئیں، ان کے خیمے اکھڑ گئے، ان کے چولہے بجھ گئے، ان کی دیگیں الٹ گئیں۔ مسلمانوں کی جمعیت قلیل تھی مگر ان کے ایمان بڑے مضبوط تھے۔ ان کی تعداد اس وقت تین ہزار تھی۔ ان میں سے کچھ لوگ پہرے پر کھڑے ہو گئے

اور یہ قیام رات کی ابتدا ہی سے ہوتی ہیں (جس کا مطلب یہ ہے کہ) یہودیوں کی یہ جماعت جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قبائل عرب کو مدینہ پر چڑھ کر لانے والے حلام بن ابی الحقیق اور ابی بن اخطب اور کنانہ بن ابی الحقیق اور ھوذہ بن قیس اور ابو عامر اولی شامل تھے، اپنی قلعہ نما اہل کے لوگوں کی بڑی تعداد کے ساتھ مدینہ سے شمال کی طرف میں قریش کے پاس پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کی ان کو دعوت دی اور یہ بھی کہا کہ ہم اپنی پوری طاقت کے ساتھ تمہارے ساتھ تعاون کریں گے۔ قریش نے جواب دیا کہ تم یہودی اہل علم اور تمہاری کتاب سچی ہے، ذرا مجھ سے یہ بتلاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمد کا دین؟ یہودیوں نے جواب دیا کہ تمہارا دین بہتر ہے۔ قریش کے متعلق اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا

یہودیوں کا یہ فیصلہ سن کر قریش خوش ہو گئے اس کے بعد یہ یہودی قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے قبیلہ غطفان قیس عیلان کی ایک شاخ تھی ان کو بھی دنیا جہاں کی وہی چیز قریش کو دی تھی اور ان سے بھی کہا کہ تم ہمارے ساتھ شریک رہیں گے اور یہ بھی بتادیا کہ قریش سے بڑھ کر ہمارا دین بہتر ہے یہ سن کر قبیلہ غطفان نے بھی ان کی دعوت قبول کر لی۔

یہودیوں اور مشرکوں کا پختہ معاہدہ:

میں کہتا ہوں بعض روایات میں آیا ہے کہ کعب بن اشرف اور بنی نضیر اور بنی قریظہ میں سے ستر آدمیوں کی جماعت قریش کے پاس گئی یہودیوں نے ان کو خوش آمدید کہا اور یہ بھی کہا کہ تم سے زیادہ ہمارے مخلوط نظر ہو تم نے محمد کے خلاف ہم سے جو معاہدہ کیا ہے یہودیوں نے یہودیوں سے کہا قبیلہ قریش میں سے قوم کی پرواہ کئے بغیر مخلص کر لعب کی دیانت اس سے بڑھ کر اس بات کی اتنیں کھو نہیں کہ محمد کی عداوت پر ہم سب متفق اور یک زبان رہیں گے ہم یہ عہد کریں کہ جب تک ہم میں سے ایک آدمی بھی زندہ رہے گا ہم محمد سے لڑتے رہیں گے جب مشرکوں سب نے یہ معاہدہ کر لیا۔

قریش سے معاہدہ کرنے کے بعد یہودی قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ پر بھڑکایا اور ان سے بھی وہ سب کچھ کہا جو قریش سے کہا تھا قبیلہ غطفان نے بھی قریش کی طرح یہودیوں سے جنگ کرنے کے لئے اونٹوں پر بیٹھنے پھل ایک سال پہلے تک آئیں گے، واللہ ہم تم تو رہیں گے (یعنی غطفان نے خیبر کی پوری فصل و آمدنی فصل تمہاری ہوگی) قبیلہ غطفان نے مزارع خیبر سے حصین فزاری نے شرط مذکور پر یہودیوں کی بات مان لی اور فی الحال مدینہ پر حملہ کرنے کے خلاف (معاہد) تھے ان کو بھی ہمراہ لیا۔

لشکروں کی روانگی

اس کے بعد قریش کے لشکر ابوسفیان بن حرب اور بنی غطفان کے لشکر عیینہ بن حصین فزاری کے لے کر ان کا قائد عیینہ بن حصین بن حذیفہ بدر اور بنی مرہ کے لشکر حارث بن عوف بن ابی حارثہ مرہ فزاری کے ساتھ بنی مرہ سے اپنے ساتھیوں کو لے کر مسعود بن رخیلہ بن نویرہ ان طریف کل کمر بستہ ہو گئے۔

ابوسفیان نے چار ہزار کا لشکر جمع کیا اور بنی اشجع کا جتھہ اسلمیوں بن ابی اوفی کو دیا گیا سے ہو گئے تھے ان کے لشکر میں تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ تھے یہ لشکر کے میل کر مرالظہران پہنچ کر خیمہ زن ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرہ بن کنانہ کی فزارہ بنی غطفان کے لشکر پہنچنے کی اطلاع ملی تو آپ نے مدینہ کی حفاظت کے لئے ایک ہزار مسلح فوج مرالظہران میں روانہ کر دی جب یہ لشکر مدینہ کے قریب پہنچا تو یہ لشکر مدینہ کے شمال میں ذغابہ کے مقام پر ڈیرہ ڈال کر مقیم ہو گیا۔

مسلمانوں کے انتظامات:

ابن اسحاق نے لکھا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے جمع ہونے اور حملہ کرنے کے پختہ ارادہ کی اطلاع پائی تو مدینہ کے باہر آپ نے ایک خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ مشورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سلمان فارسی نے دیا تھا۔

حضرت سلمان اس زمانہ میں آزاد تھے (غلام نہیں تھے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کاب رکاب ایک معرکہ ہونے کا آپ نے پہلا موقع تھا حضرت سلمان نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جب فارس میں تھے اور کوئی ہمارا محاصرہ کرتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھودا کرتے تھے (عرض کی پیش قدمی روکنے کی یہ تدبیر تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو پسند فرمایا اور خندق کو منظور کر لیا۔

میں کہتا ہوں روایتوں میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال عرب سے مشتق، لکر چڑھائی کرنے کی خبر سنی تو فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اللہ ہمارے لئے کافی ہے وہی بہتر اچھا کارساز ہے، پھر آپ نے مہاجرین و انصار کے سرداروں کو جمع کر کے مشورہ طلب کیا، حضرت سلمان نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا، مشورہ پسند فرمایا، مدینہ (کے ٹھاٹھ) پر حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کو اپنا جانشین بنایا اور خود جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے پیچھے مہاجرین و انصار کا لشکر آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ حضرت زبیر بن عاصمہ کو ہمراہ لینے کا اور حضرت سعد بن عبادہ کو انصار کا حضرت اعظم فرمایا۔ (انیس نضیر)

خلق کے کام کی تقسیم

یک نہ شد پنجاں

فتوحات کی پیشگوئی

چنگان سے روشنی

من فتوں سے دل کا گھوٹ

حالات کی تبدیلی

حضرت عبداللہ کی طرف سے دعوت کا آغاز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ

غزوہ احد اور رسول اللہ ﷺ کی حالت کا تذکرہ ہوتے ہوئے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے تمہارے اندر کبھی نہیں دیکھا کہ تم اپنے نبی کی اس طرح تعریف کرو جیسے کہ تم کر رہے ہو۔ اللہ کی قسم میں نے تمہارے اندر کبھی نہیں دیکھا کہ تم اپنے نبی کی اس طرح تعریف کرو جیسے کہ تم کر رہے ہو۔ اللہ کی قسم میں نے تمہارے اندر کبھی نہیں دیکھا کہ تم اپنے نبی کی اس طرح تعریف کرو جیسے کہ تم کر رہے ہو۔

کافروں کی پہچان

جنگی قیدیوں کے بعد آپ نے اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے کے لیے کافروں کی پہچان بتائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہمارے اہل خانہ کے لوگ جب مرتے ہیں تو ان کی آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں اور ان کے جسم کو ڈھانپ دیا جاتا ہے اور ان کے جسم سے بدبو اور گندگی نکلتی ہے اور ان کے جسم کو ڈھانپا نہیں جاتا ہے اور ان کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں اور ان کے جسم سے بدبو اور گندگی نکلتی ہے۔

کافروں کی پہچان

جنگی قیدیوں کے بعد آپ نے اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے کے لیے کافروں کی پہچان بتائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہمارے اہل خانہ کے لوگ جب مرتے ہیں تو ان کی آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں اور ان کے جسم کو ڈھانپ دیا جاتا ہے اور ان کے جسم سے بدبو اور گندگی نکلتی ہے اور ان کے جسم کو ڈھانپا نہیں جاتا ہے اور ان کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں اور ان کے جسم سے بدبو اور گندگی نکلتی ہے۔

کافروں کی پہچان

جنگی قیدیوں کے بعد آپ نے اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے کے لیے کافروں کی پہچان بتائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہمارے اہل خانہ کے لوگ جب مرتے ہیں تو ان کی آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں اور ان کے جسم کو ڈھانپ دیا جاتا ہے اور ان کے جسم سے بدبو اور گندگی نکلتی ہے اور ان کے جسم کو ڈھانپا نہیں جاتا ہے اور ان کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں اور ان کے جسم سے بدبو اور گندگی نکلتی ہے۔

نے جلا ڈالا شروع کر دیا، حضرت سعد بن معاذ نے جا سعد بن عبادہ ان سے کوا لے کر تیر چھوڑا، ہر دو ان کا محاصرہ کیا سے بہت سے ڈالے دیا ہے۔

صورت حال کی شدت:

ان کے بعد قوں سعد اور بن کے راتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کہنے کے بعد عرض کیا لا طارح عرض ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھ کے ساتھ ہماری بہت سخت ہے جاتا کیا ہے ہمارے اطلاع کو بھرت ہو عرض (سمجھ کے لئے) اجازت عنایت آپ کی اور فرمائیں خواہ کا وقت ہمارا شہروں نے اور (گڑھی کی طرف) سے اور نیچے (خندق کے پار مکان) کی طرف سے مجھ آیا مسلمانوں کے اوپر میں بھی ہوئے ہے خیالات آنے لگے۔

منافقوں کا خوف:

بعض منافقوں کی طرف سے تو اس کا ظہور بھی ہو گیا جیسا کہ اللہ کتاب بن قشیر ہری نے یہ الفاظ کہہ دیئے کہ محمد ہم سے وعدہ کر رہے تھے کہ کسی اور قیصر کے خزانے کھائے گے لیکن حالت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص رفع ضرورت کے لئے جنگل کو بھی نہیں جا سکتا اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں جو وعدہ دیا ہے وہ محض فریب ہے۔

اوس بن قیظی (منافق) نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھروں میں کوئی گھر ان نہیں اور گھر شہر کے باہر ہیں آپ ہم کو اجازت دیں تاکہ ہم واپس گھروں کو چلے جائیں (اس شخص نے یہ بات خلط کہی تھی) ان لوگوں کے گھروں کی نگہبانی نہیں کی تھی نہ ہی ایک عمارت محفوظ تھی۔

کعب بن اسد کی بے وقت پشیمانی:

میں کہتا ہوں کعب نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا اور (بعض عہد پر قائم رہنے کا) ارادہ کر لیا تو اپنی قوم سے سرداروں کو جمع کیا جن میں زبیر بن باطا بنی نضیر اور حیی بن اخطب بنی نضیر اور ثابت بن قیس وغیرہ کو بھی جب ان کی اطلاع دی پہنچ گئے ان لوگوں نے اس کو سخت ملامت کی اور عہد شکنی کو پسند نہیں کیا اس وقت کعب اپنی حرکت پر پشیمان ہوا لیکن اس وقت پشیمانی سے کوئی فائدہ نہ تھا اس کے ہاتھ سے پاک دامن نکل چکی تھی اللہ نے اسی سب سے بنی قریظہ کو تباہ کرنا چاہا۔

حضرت زبیر کا بنو قریظہ کی طرف جانا:

مفسرین نے تعجب میں بیان کیا ہے کہ حضرت زبیر بن العوام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک روز) ارشاد فرمایا۔ کوئی شخص ہے جو جا کر بنی قریظہ کی خبر مجھے لا کر دے ارشاد گرامی سن کر میں روانہ ہو گیا اور واپس ہو کر بنی قریظہ کی خبریں حضور کو پہنچائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلام میں اپنے ماں اور باپ دونوں کو شامل فرما دیا ہے۔

میں کہتا ہوں اللہ نے زبیر کا بنی قریظہ کی طرف جانا، حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کے واپس آ جانے کے بعد بروئے (اتنی پہلے خبر کی تحقیقات کے لئے) حضرت سعد اور زبیر کو بھیجا گیا جب وہ تحقیق خبر کے بعد واپس آ گئے تو حضرت زبیر کو بنی قریظہ کی تازہ خبری کیفیت معلوم کرنے کے لئے، ان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے پہلے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے تو احسان دی کہ معاملات کا لوں کو درست کر رہے ہیں راستے اور سرحدیں درست کر رہے ہیں پڑاؤ کی جگہیں کے تعین کر رہے ہیں۔ حضور اقدس نے فرمایا ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرا حواری (مخلص دوست) زبیر ہے۔

صلح کی تدبیر اور مسلمانوں کے بلند جذبے:

بغوی نے لکھا ہے کہ بنو عامر میں سے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فریقوں میں اور مشرک دینے پر اور ہم نے کوئی لڑائی نہیں ہوئی سوا تیر یا پتھر پھینکنے کے ان طرف سے کچھ نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے زیادہ بہادر تھے آپ نے بنی منافقان کے دو سرداروں یعنی عیینہ بن حصین اور حارث بن عمر کو پیام صلح دے کر مدینہ کی پیداوار میں سے فرمایا تھا کہ (سلطانی) ساتھیوں کو لے کر اس شرط پر واپس چلے آؤ کہ تم کو مدینہ کے نخلستانوں کی کل پیداوار (یعنی کھجوروں) کا ایک تہائی حصہ دے دیا جائے گا اور تم اس پر راضی ہو گئے۔ تجویز لکھی جا چکی تھی (صلح نامہ) ابھی لکھا ہوا باقی تھا کہ حضور نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے اس کا تذکرہ کیا اور مشورہ طلب کیا دونوں نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ حکم ہے کہ ہم اس پر عمل کریں یا آپ نے از خود تجویز فرمایا ہے (فرمایا ہے) آپ کی تعمیل ہم پر واجب ہے یا آپ نے از خود تدبیر مناسب سمجھی ہے۔ اگر آپ اس کو پسند کرتے ہیں (تب بھی ہمارے لئے مجبوری ہے) پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے فرمایا۔ میرے نے ایسا کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کوئی چیز نہیں صرف تمہارے فائدے کے لئے ہے میں نے دیکھا کہ سارے عرب تمہارے خلاف ہو گئے ہیں اور ایک کمان سے سب تیر پھینکنا چاہتے ہیں اور ہر طرف سے دشمن تم پر اکٹھے ہو گئے ہیں تو میں نے ارادہ کیا کہ تمہارے مخالفوں کی اجتماعی طاقت کو توڑ دوں۔ حضرت سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت تھا کہ ہم اور یہ لوگ سب بت پرست اور مشرک تھے ہم اللہ کو جانتے تھے نہ اس کی پرستش کرتے تھے اس زمانہ میں ان لوگوں میں یہ طاقت نہ تھی کہ اتارا ایک کھجور بھی ہمیں دے دیں یا ہماری مہمانی کا تمیں ہم اب

کہ آپ نے بھروسا کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے اصحاب سے یہ بھی فرمایا تھا کہ اللہ کی مدد کی توقع رکھو اور اپنے اوپر بھروسا کرو۔ کیونکہ بے بھروسا کرنے والے کو اللہ کی مدد نہیں ملتی۔ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ ہی اپنے ساتھ بھی اللہ کی مدد کا دروازہ بند کر لیا۔ اس لئے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں آپ کی اطاعت کا نہیں بلکہ اپنی اطاعت کا اختیار دیا تھا۔ اور اللہ کی مدد کا دروازہ اس کی اطاعت کے بغیر کھل نہیں سکتا۔ اور اللہ کی اطاعت کے بغیر کوئی بھروسا کام نہیں آتا۔

یہ ہیں وہ اصل ہدایات جن پر آپ نے اپنی فوج کو روانہ کیا تھا۔ اور ان ہی پر آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا تھا۔

بنی خطفان کے سرداروں کی ناکام واپسی:

جیسا کہ ہم پہلے اس واقعہ کے ضمن میں لکھ چکے ہیں بنی خطفان کے سردار حضرت سعد نے اس لئے واپس ہو گئے تھے کہ حضرت علی نے ان سے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے جو کچھ مال غنیمت کا وعدہ کیا تھا وہ ان کو نہیں ملے گا۔ اس وعدہ کو سن کر یہ لوگ اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر واپس چلے گئے تھے۔ اور جب یہ لوگ اپنے گھروں پر پہنچے تو ان کی عورتوں نے ان کو بہت برا بھلا کہا۔ اور ان کو بزدلی کا طعنہ دیا۔ اور کہا کہ تم نے اپنے ساتھیوں کو دشمن کے مقابلہ میں تنہا چھوڑ دیا۔ اور ان کی مدد نہیں کی۔ اس پر یہ لوگ پھر واپس ہوئے۔ اور ان کے ساتھ ہی بنی اسد کے بھی کچھ لوگ شامل ہو گئے۔ اور سب کے سب مل کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ اور مدینہ کے قریب پہنچ کر انہوں نے مدینہ کے مویشی لوٹنے شروع کر دیئے۔ اور ان کے محافظوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس اطلاع کو سن کر حضرت علی نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ جس نے ان کو مار بھگایا۔ اور ان سے مویشی چھین کر واپس لے آئے۔

دشمن کا محاصرہ:

بنو نضیر نے کھایا کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو لوگ ہیں وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہی آپ کے بہت سے اصحاب بھی ہیں جو مدینہ میں موجود ہیں۔ مدینہ کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ اور ان کے ساتھ ہی ان کی ایک بڑی تعداد بھی

[illegible] ... [illegible]

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بہادری

[illegible] ... [illegible]

یہودیوں کے شب خون کا انسداد

[illegible] ... [illegible]

حضرت سعد کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق

[illegible] ... [illegible]

غزوہ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود نگرانی کرنا

[illegible] ... [illegible]

ایک تلخ مقام پر مشکلوں کی شکایت

[illegible] ... [illegible]

خندق پر پہنچی پھر جو کر چوٹ سامنے آئی اسے لگے اور فرمایا مشرکوں نے ہمارا خندق کے کنارے کنارے ہم سے بیس پکڑا تو ہمارے ہوا دیتا ہوں حضرت نے جواب دیا حاضر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا آیا ہوں۔ یہ خوشخبری سے ہمارے کہا ہی وہاں ہیں۔ قبیلہ کے کچھ لوگ چوکیداری کر رہے ہیں فرمایا اپنے قبیلہ سے دو سو لوگ لے بلا خندق کے آس پاس کچھ مشرک سو جھا ہیں جو شب خون مارنا چاہتے ہیں جا کر روکیں فرمایا سن لی شرارت کو اور کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ہمارا گھر خالی ہے تو ہمارا جانا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے کہ خندق کی طرف چلے گئے جا کر دیکھا کہ سو شیطان اور آپس دوسرے مشرک خندق کے نشیب مقام میں گھس آئے ہیں اور مسلمان سے ہار رہے ہیں پتھر برسا کر ہیں روک رہے ہیں فرمایا ان عبادہ پانچ سو صحابہ کا بیان ہے میں نے مسلمانوں سے کہا تم حملہ کرو ان لوگوں پر پتھر برسا کر آخر شست کھا کر مشرک بھاگ گئے پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا تو آپ نماز میں مشغول تھے نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے واقعہ بیان کیا۔

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے کہ میں نے آپ (کی سانس) کی آواز سن لی اور بلال کی اذان فجر دینے تک بیدار نہیں ہوئے۔ اذان کے بعد باہر نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔

صحابہ کے نعرے:

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ کے اندر سو رہے تھے آدھی رات ہوئی تو کچھ آوازیں سنیں میں نے خیال کیا کہ ہے تھے اے شہسوارانِ خدا سوار ہو جاؤ اس جہاد میں جو تمہارے لیے تمہاری نعرہ (مقرر) تھا۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جب ظاہر ہوا کہ کوئی چھاپہ مارنے والا ہے تو تمہارا شعار (نعرہ) یہ ہونا چاہیے۔ دونوں روایتوں کے ملانے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ نعرہ ۔۔۔ تھا اور پہلا فرد صحابہ کا۔

مشرکوں کی شرارت کا خاتمہ:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے باہر اور مکر خیمہ کے باہر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جن میں عباد بن بشیر بھی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی نگہبانی کر رہے ہیں باہر سے دریافت فرمایا یہ آوازیں کیسی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد کو تم دہرا دیا کہ کوئی خبر۔ کا عہد چلے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا انتظار کرتے رہے کچھ دیر کے بعد عباد واپس گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ عمرو بن عبد اور مشرکوں کی ایک ٹولی نے کہ مسلمانوں سے نبرد آزما ہے باہم تیر اندازی ہو رہی ہے یہ خبر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ کے اندر تشریف لے گئے اور ہتھیار باندھا کر ہوتے ہوئے پھر گھوڑے پر سوار ہو کر تنہا ہی ایک جماعت کو ساتھ لے کر میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد فوج واپس آ گئے اور فرمایا اللہ نے ان کی شرارت کو رفع کر دیا اور وہ پسپا ہو کر بھاگ گئے اس کے بعد حضور لیٹ گئے سو گئے کہ آپ کے سانس کی آواز سنائی دینے لگی پھر ہت کے بعد پکارنے والا آواز دیتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور فرمایا عباد کو دیکھو یہ کیا آوازیں ہیں عباد گئے اور واپس آ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرارتی لشکر مشرکوں کا ایک ٹولہ نے کر مسلمانوں سے تیر اندازی اور نیزہ بازی کی جنگ کر رہا ہے حضور والا مسلح ہو کر میں سے برآمد ہوئے اور گھوڑوں سے اترتے رہے اتنا میں صبح ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ گئے اور فرمایا لوگ بہت سے زخم کر کر چلے گئے۔

غزوۂ خندق کی شدت:

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں غزوۂ سریسع، خیبر، حنین اور فتح مکہ کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہی لیکن کوئی غزوہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا شاق اور دشوار نہیں گزرا جتنا غزوۂ خندق شدید گزرا وہ میں غزوہ میں مسلمانوں کو بہت زخم آئے اور زمانہ بھی بہت سردی اور تنگ حالی کا تھا۔

نمازوں میں تاخیر:

روایت میں آیا ہے کہ ایک روز کا فر جمع ہوئے اور پورے خندق کو گھیرا اور محاذ آرائی کی یہاں تک کہ صبح چھپ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نماز کی فرصت نہیں ملی ظہر کی کہ ہم بھی قریب ہوتی اور عصر کی بھی اور مغرب کی بھی پھر عشاء۔ سے رات بیانیوں ادا کیں۔

نسائی کے متن میں قصاب کے حضرت ابو سعید خدری نے بیان کیا خندق کے دن ہم کو عصر مغرب اور عشاء کی نمازوں کی فرصت نہیں مل سکی آخر خدا نے ہمارا کام پورا کر دیا اس کے متعلق اللہ نے آیت وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ نازل فرمائی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کے لوازمے سے کھڑے ہوئے (بلال نے) اقامت کہی اور آپ نے ہی طرح ظہر کی نماز پڑھی جس طرح پہلے پڑھتے تھے، پھر اقامت ہی اور حسب سابق عصر کی نماز پڑھی پھر اقامت ہی اور عشاء کی نماز حسب معمول سابق کے مطابق ادا کی۔ یہ واقعہ آیت فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ کے نزول کے بعد تو صلوٰۃ خوف کا حکم اس کی طریقہ بتایا گیا) ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ روایت بیان کی ہے لیکن صبوحاً عشاء کا اس میں ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ نماز عشاء تو اپنے وقت میں ادا کی تھی لیکن دوسری روایت میں جو عشاء کی نماز بھی ذکر ہے اس میں یہ ہے کہ عشاء کی نماز بھی اپنے معمول سے مؤخر ہوئی تھی۔

نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا بیان

صحیحین میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ نے نماز شروع فرمائی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ انگوٹھے کانوں کے قریب پہنچ گئے۔ پھر آپ نے دوسری روایت میں فرمایا کہ جب آپ نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ انگوٹھے کانوں کے قریب پہنچ جاتے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لئے اٹھتے اور حضور نے مجھ سے فرمایا کہ وضو اچھی طرح کرو پھر قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھو۔

صحیحین میں حضرت علی کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت میرے کانوں کی لو تک اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے (اور فرمایا) کہ اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو وضو کے بعد سینہ پر رکھا اور نماز پڑھنے کی کیفیت بیان فرمائی۔ (یعنی روایت کرنے والے نے حضور کی نماز کی کیفیت بیان کی)

مسئلہ: اگر چند نمازیں قضا ہو گئی ہوں تو ترتیب سے قضا کرنا واجب ہے (یعنی جو نماز پہلے قضا ہوئی ہو اس کو پہلے پڑھے) اور اگر بہت سی نمازیں قضا ہو گئی ہوں (مثلاً سال دو سال کی) تو ان کی قضا کا حکم نہیں ہے۔ اور اگر قضا ہونے کے بعد ترتیب یاد آئی تو ترتیب ساقط ہو جاتی ہے (یعنی اب ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں رہتا) اور اگر ترتیب یاد آنے کے بعد بھی ترتیب سے پڑھ لی تو بھی درست ہے۔

کافروں کی شکست کیسے ہوئی؟

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو اور خواہش کے مطابق کافروں کو شکست دینے کا ارادہ فرمایا تو آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا کہ آپ اپنے رب سے دعا فرمائیں کہ وہ اپنی نصرت کا وعدہ پورا فرمائے جو آپ سے کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ کے وعدہ کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر آپ چاہیں کہ آج کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے تو پھر آپ کی عبادت نہیں کی جائے گی۔ (یعنی آپ کی عبادت کرنے والے ہمیشہ رہیں گے) اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کے دشمنوں کو آپ کے قبضہ میں دے دیا۔ اور آپ کو اور آپ کے صحابہ کو ان پر غلبہ عطا فرمایا۔ اور آپ کے دشمنوں کو آپ کے سامنے ذلیل و رسوا کیا۔ اور آپ کے دشمنوں کو آپ کے سامنے ذلیل و رسوا کیا۔ اور آپ کے دشمنوں کو آپ کے سامنے ذلیل و رسوا کیا۔

ایک نکتہ سمجھانے کی تدبیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے چچا! کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ نے اپنے بھتیجے (یعنی میرے) سے کچھ سوال کیا تھا اور میں نے آپ کو جواب نہیں دیا تھا۔ آپ نے عرض کیا کہ ہاں یاد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ اے بھتیجے! تم کیوں ہنس رہے ہو؟ میں نے آپ کو جواب نہیں دیا تھا۔ اب میں آپ کو جواب دیتا ہوں کہ میں اس وجہ سے ہنس رہا تھ

ہے (اس میں کوئی شک نہیں) اور ان کے پاس ان کی بات کی دلیل بھی ہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم تمہارے پاس علم کی تلاش میں آئے ہیں اور تم اپنے پاس علم کو چھپا رہے ہو۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم تمہارے پاس علم کی تلاش میں آئے ہیں اور تم اپنے پاس علم کو چھپا رہے ہو۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم تمہارے پاس علم کی تلاش میں آئے ہیں اور تم اپنے پاس علم کو چھپا رہے ہو۔

کافروں میں پھوٹ:

لیکن رات وہ طوفان لے کر آیا جو اللہ نے اپنے رسول کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔ رات کے اندھیرے میں مکہ کی گلیوں میں ایک عجیب سی ہلچل مچ گئی۔ قریش کے چالیس نوجوان اپنے اپنے گھروں سے نکلے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک تلوار تھی۔ ان سب کا ایک ہی ارادہ تھا۔ وہ سب مل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر حملہ کریں گے اور آپ کو قتل کر دیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح بنو ہاشم کے لیے ان سب سے بدلہ لینا ناممکن ہو جائے گا۔ ان کے لیے یہ ممکن نہیں ہوگا کہ وہ ان سب سے لڑ سکیں۔ وہ مجبور ہو کر خون بہا لے لیں گے۔ یہ ان کا منصوبہ تھا۔ یہ ان کا ارادہ تھا۔ یہ ان کا پلان تھا۔ یہ ان کا فیصلہ تھا۔ یہ ان کا ایجنڈا تھا۔ یہ ان کا پروگرام تھا۔ یہ ان کا طریقہ تھا۔ یہ ان کا ڈھنگ تھا۔ یہ ان کا انداز تھا۔ یہ ان کا رویہ تھا۔ یہ ان کا خیال تھا۔ یہ ان کا گمان تھا۔ یہ ان کا وہم تھا۔ یہ ان کا اندازہ تھا۔ یہ ان کا تخمینہ

میرے پاس پہنچنے تک بھروسا (میٹھر بھاڑ) کر نہ بیٹھنا اس نے بعد فرمایا ہے اللہ تم کو پیٹھ دے اس بات اور اور پیچھے اس والی حفاظت میں رکھو

حضرت حذیفہؓ کا مشرکین میں گھس جانا:

میں نے اپنے تئیں لے تھیار باندھ سمار پہول ان کی طرف روانہ ہو گیا۔ گلا ہی ہوں تو وہاں معلوم ہو کہ عورتیں چلی ہاں ہوں زمانہ کی سردی ناقب ہو گئی) مجھے پتے ان لوگوں کے اندر اہل ہو گیا اللہ کے حکم سے ان لوگوں پر آپکے وہ کا طوفان اور (تیز) آندھی آ بھیجا اور خدا نے اس لشکر نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ ان کی کیف نہ کی کہ (بولے پر) ان کو (چھلے پر) نہ رکھ کو (چھلے میں کاہو) اور ڈیرے چھوڑ داری کو (زمین پر) گاڑ دے۔ پھر وہ اس وقت ابوسفیان کھڑے کے پاس بیٹھا تھے رہا تھا میں نے تیر (کمان کے چلہ پر چڑھا اور چھوڑنا چاہا تو میں نے خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ کوئی حرکت نہ کرنا جب تک میرے پاس واپس نہ پہنچ جائے۔ میں نے تیر واپس نکال کر رکھ لیا۔ ابوسفیان نے ہر ایک اپنے ساتھی کو دیکھنے کے لئے (کہ کون ہے) میں نے ہر ایک کو دیکھا کہ آگ تاپ رہا ہے (تاکہ گرمی پہنچ کر سردی دور ہو) میرا سینہ اس فکر میں تھا کہ ابوسفیان پر تیر چلاؤں (کہ کون ہے) پھر میں نے اپنے کو روکا اور میں نے اپنا ہاتھ پیکان پر رکھا اور پھر تیر کو اپنے ترکش میں رکھ لیا۔ حالانکہ سو جانے) پھر میں لڑکے اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا ہوئے (کہ کون ہے) میں نے جواب دیا حذیفہ یہ تو کچھ نہیں جانتا میں نے اس کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ اپنی پیٹھ سینکتا ہے۔

مشرکین کی پسپائی:

ابوسفیان نے کہا اے گروہ قریش تمہارے قیام کی یہ جگہ نہیں ہے (کہ ہمیشہ بیٹھ رہتا رہے) اونٹ اور گھوڑے ہلاک ہو گئے بنی قریظہ نے بھی ہم سے غداری کی اور ہمیں کی طرف سے ہم کو وہ (پیام) ملا جو ہمارے لئے ناگوار تھا۔ اور پھر ہمیں لڑائی کی وجہ سے تو جو تھا ہم پر (کسی قوم کو) کچھ قدرت ہے سو بلا کوئی تکریر کئے ہوئے واپس ہو جاؤ میں اس کے بعد ابوسفیان اونٹ کھڑا ہوا اور اونٹ کے پاس پہنچا (اونٹ نے پاؤں میں اس وقت رکاوٹ ڈالی) اور (اونٹ پر) سوار ہوا (اور بیٹھا ہوا تھا) ابوسفیان پر سوار ہو گیا اور اس کو مارا۔ اونٹ تین ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا پھر بھی وہ رکاوٹ کو ہوئے کی حالت میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے بتایا کہ جو اس قریش نے لڑائی میں معاون نہ کی کیا اور سب اپنے شہروں کو لوٹ چلے۔

حضرت حذیفہؓ کا خوشخبری سے کر لوٹنا:

میں یہاں تک کی طرف لوٹ آیا میں معلوم ہوتا تھا کہ میں حمام میں چل رہا ہوں خدمت کر کے میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ اس وقت کھڑے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے سلام پھیرا تو میں نے ان لوگوں کا واقعہ عرض کیا۔ حضور یہ سن کر ہنسے کہ رات کی تاریکی میں (سفید چمکدار) کچلیاں نمودار ہو گئیں۔ جب میں انطاع

دے یا کافر دوسیٹک (نام آدھ عورت اور فرد والے کے دوران حاسل کی گئی تھی خوش ہو سکتی ہو) کسی نہ غلبہ ہو گئی (اور سب سنابل سردی محسوس ہونے لگی) حضور نے مجھے اپنے قریب بچے تک دوں مکہ پاس کر لیا اور اپنے پچھڑے کا ایک پرانا سا پوستین اوڑھا دیا اور اسے اپنے ہاتھوں سے بدلا یاں طرح میں اور سوتا رہا صبح ہوئی تو حضور نے فرمایا اے سونے والے اٹھ جا۔

فرشتوں کا اثر:

میں کہتا ہوں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ کی روایت سے بیان کیا کہ اب مشرکوں نے اظہار پر اللہ نے ہوا کی طرف مسلط کر دیا اور اطراف لشکر میں فرشتوں نے کنجر کیا (یعنی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا) تو عمرو بن خویلد اسدی نے اپنی قوم بنی اسد سے کہا اے بنی اسد تم نے تو یہ جادو کیا کہ فرشتوں کو دیکھا میں لئے تیزی کے ساتھ نکل جاؤ اور جلدی کرو۔ پھنسے نہ بغیر کے لوگ بھاگ نکلے۔

رحمۃ للعالمین کا اثر:

میں کہتا ہوں حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین نہ ہوتے تو ہوا بھیجا کر تو اچھا کر دیتا جیسا کہ عاد پر بھیجا تھا لیکن آپ کو تو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا تھا اس لئے آپ کو عظیم نے کیا تھا۔

حضرت حذیفہ سے فرشتوں کی بات چیت:

دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت حذیفہ نے فرمایا جب میں کافروں کے لشکر کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا تو اچانک میں نے بیس سوار دیکھے جن کے گھوڑے سفید تھے انہوں نے مجھ سے کہا اپنے ساتھی سے ہم کو بتا دو کہ اللہ نے تمہارا کام پورا کر دیا اور تمہارے دشمنوں کے شر کو دفع کر دیا۔

اپنی شہر بنانے کی دعا:

نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر دعا فرمائی کہ اے اللہ! اے کتاب (قرآن) کو نازل فرمانے والے، حساب میں جلدی کرنے والے، لشکروں کو شکست دینے والے! آپ انہیں شکست دیجئے اور ہمیں ان پر فتح عطا فرمائیے۔ (بخاری)

اللھم منزل الکتاب سریع الحساب ھازم الاحزاب اھزمھم وزلزلھم

منافقین کی تعداد:

مدینہ میں منافقوں کے تین گروہ تھے جن میں چند مخصوص منافقین کے نام اب تک معلوم ہو سکے ہیں، ان کے نام یہ ہیں:

إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ

(جب وہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر چڑھ آئے)

اس آیت میں جن دو سمتوں کا ذکر ہے ان کی تعیین میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ابن جریر نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اوپر سے مراد مشرق کی جانب سے آنے والے قبائل ہیں جو نجد کی طرف سے آئے تھے اور نیچے سے مراد مغرب کی جانب سے آنے والے قبائل ہیں جو مکہ کی طرف سے آئے تھے۔

وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ

(اور جب آنکھیں پھر گئیں)

اس آیت میں دہشت سے آنکھیں پھر جانے کا ذکر ہے، یہ دہشت کی انتہائی کیفیت ہوتی ہے جس میں آنکھیں پتھرا جاتی ہیں۔

انتہائی معاشرتی انحراف، منافقی، بددلی

اور اضمحلال قومیت کے منافی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ان تینوں کمزوریوں کا بھی علاج فرمایا، آپ نے ہر قوم یا اجتماع کے لئے اتحاد کو ضروری قرار دیا، اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ ہر فرد اپنی ذات کو قوم کی ذات میں گم کر دے، اپنی انفرادیت کو قومیت کے اندر ضم کر دے، اپنی ذات کے لئے کچھ نہ چاہے، اپنی ذات کے لئے کچھ نہ کرے، اپنی ذات کے لئے کچھ نہ سوچے، اس کا سوچنا، چاہنا اور کرنا سب کچھ قوم کے لئے ہو، اس کی ذات قوم کی ذات میں مدغم ہو جائے، اس کی انفرادیت اجتماعیت میں گم ہو جائے، اس کی خودی قومی خودی میں فنا ہو جائے، اس کی زندگی قومی زندگی کے لئے وقف ہو جائے، اس کی موت قومی زندگی کا سبب بنے، اس کی ہستی قومی ہستی کے لئے ہو، اس کی نیستی قومی ہستی کے لئے ہو، اس کا ہونا قومی ہونے کے لئے ہو، اس کا نہ ہونا قومی ہونے کے لئے ہو، اس کا جینا قومی جینے کے لئے ہو، اس کا مرنا قومی جینے کے لئے ہو، اس کا سوچنا قومی سوچ کے لئے ہو، اس کا نہ سوچنا قومی سوچ کے لئے ہو، اس کا کرنا قومی کرنے کے لئے ہو، اس کا نہ کرنا قومی کرنے کے لئے ہو، اس کا بولنا قومی بولنے کے لئے ہو، اس کا نہ بولنا قومی بولنے کے لئے ہو، اس کا لکھنا قومی لکھنے کے لئے ہو، اس کا نہ لکھنا قومی لکھنے کے لئے ہو، اس کا پڑھنا قومی پڑھنے کے لئے ہو، اس کا نہ پڑھنا قومی پڑھنے کے لئے ہو، اس کا دیکھنا قومی دیکھنے کے لئے ہو، اس کا نہ دیکھنا قومی دیکھنے کے لئے ہو، اس کا سننا قومی سننے کے لئے ہو، اس کا نہ سننا قومی سننے کے لئے ہو، اس کا سونگھنا قومی سونگھنے کے لئے ہو، اس کا نہ سونگھنا قومی سونگھنے کے لئے ہو، اس کا چکھنا قومی چکھنے کے لئے ہو، اس کا نہ چکھنا قومی چکھنے کے لئے ہو، اس کا چھونا قومی چھونے کے لئے ہو، اس کا نہ چھونا قومی چھون

مسلمانوں نے سمجھا کہ اس مرتبہ اور سخت آزمائش آئی، دیکھیے کیا صورت پیش آئے۔ کچے ایمان والوں نے خیال کیا کہ بس جی اب کی بار نہیں بچنے کے۔ منافقین کا تو پوچھنا ہی کیا۔ آگے ان کے متعلق فرما رہے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا

وہیں جانچ ہو گئے ایمان والے اور جھنجھوڑے گئے زور کا جھنجھوڑا

حضرت حذیفہؓ کو آپ نے دشمن کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ اس کا مفصل قصہ حدیث میں ہے جو اس جھنجھوڑنے کی کیفیت کا کچھ اندازہ ہو۔ یہاں تو جس کی تمنا نہیں نے (تفسیر عثمانی)

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ

اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں مرض ہے

مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا

جو وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے سب فریب تھا

منافقوں کی بزدلی:

بعض سیاق کہتے تھے کہ پیغمبر صاحب کہتے تھے کہ میرا دین مشرق و مغرب میں پھیلے گا اور فارس، روم وغیرہ کے علاقے ہمارے ہو جائیں گے۔ یہاں تو مسلمان قضائے حاجت کو بھی نہیں نکل سکتے۔ وہ وعدے کہاں ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ مسلمان کو چاہیے اب بھی ناامید نہ ہو کسی وقت بے ایمانی کی باتیں نہ بنائیں۔ (تفسیر عثمانی)

وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ

اور جب کہنے لگی ایک جماعت ان میں سے اے یثرب والو

یثرب: "یثرب" مدینہ طیبہ کا پہلا نام تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے "مدینۃ النبی" ہو گیا۔ (تفسیر عثمانی)

یثرب سے مراد ہے مدینہ۔ ابوعبیدہ نے کہا یثرب ایک قطعہ زمین کا نام ہے جس کے ایک حصہ میں مدینہ رسول واقع ہے۔

بغوی نے قتادہ سے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ طابہ ہے حضور نے مدینہ کو یثرب کہنے سے اس لئے پسند نہیں فرمایا کیونکہ یثرب کا لفظ ثرب سے اور ثرب عربی اور اثرۃ سے مشتق ہے (یعنی مادہ سب کا ایک ہے لیکن استعمال فعل مجلل اور تفصیل اور انفعال سے ہوتا ہے اور ثرب ہو یا اثر اب یا تو عیب سب کا معنی ہے ملامت کرنا۔ عاذلا نا کسی جرم پر ذلیل کرنا

اور عتب اس شخص کو کہتے ہیں جو بیٹھنے میں بہت دوست نہ ہو۔ مقام یا اسم ظرف ہے یثرب سے کا موصولہ۔ یا حصر ہے (باب افتعال کا لازم غیر متعدی)

لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ

تمہارے لئے ٹھہرنے کی جگہ نہیں پھر چلو واپس۔ اور مانگتا ہے رخصت ایک فرقہ ان میں

النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ

نبی سے کہتے ہیں ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ کھلے نہیں پڑے

إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا

ان کی کوئی غرض نہیں مگر بھاگ جانا

منافقوں کا مشورہ اور بہانے:

یعنی سارے عرب ہمارے دشمن ہونے تو ہم کو رہنے کا ٹھکانا کہاں۔ سب لشکر سے جدا ہو کر گھر لوٹ چلو۔ اور حضرت عظمؐ کے ساتھ باہر کھڑے تھے شہ میں مضبوط حویلیوں کے پاٹے بند کر کے زنانے ان میں رکھ دیئے تھے۔ یہ بہانہ کرنے لگے کہ ڈر سے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں کہیں چور گھس کر لوٹ نہ لیں۔ اور یہ محض جھوٹ بات بنالی تھی۔ غرض یہ تھی کہ بہانہ کر کے میدان سے بھاگ جائیں۔ چنانچہ جو رخصت لینے آیا آپ اجازت دیتے رہے بلکہ پرواہ تک نہیں کی۔ اصل اہلیت سے معلوم ہو گیا ہے کہ معروف تین سو منافقوں نے مدینہ آپ کے ساتھ باقی رہنے کی۔ (تفسیر عثمانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خفیہ تدبیر:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ بات آ چکی تھی کہ قبیلہ غطفان کے رئیس نے ان یہودیوں کے ساتھ شر کعب خیبر کے پھل اور کھجور کی فصل میں طے کی ہے۔ آپ نے غطفان کے دوسرا رار فرقہ ابن حصن اور ابوالحارث بن عوف کے پاس قاصد بھیجا کہ ہم تمہیں مدینہ کا ایک تہائی پھل دیں گے۔ اگر تم اپنے ساتھیوں کو لے کر میدان سے واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ لشکر اور میدان میں تھی اور دونوں سردار راضی ہو چکے تھے قریب تھا کہ معاہدہ صلح پر دستخط ہو جائیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب عادت ارادہ کیا کہ صحابہ کرام سے اس معاملہ میں مشورہ لیں، قبیلہ اوس و خزرج کے دو بزرگ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے مشورہ لیا۔

حضرت سعدؓ کی غیرت ایمانی اور عزم شدید:

دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ تو اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے تو ہمارے رکھے رکنے کی مجال نہیں ہم

قبول کرنے کے دعوے کیا کریں کہ یہ آپ کی ذاتی رائے ہے یا آپ نے ہمیں مشقت اور تکلیف سے بچانے کے لئے یہ تدبیر کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ الٰہی اس قابل نہیں ہے کہ یہاں پر میری بیوی کا قیام ہو جائے ہمارے تمہارے اس مصیبت و تکلیف کو دیکھ کر یہ مصیبت نازل کی ہے کیونکہ تم لوگ ہر طرف سے گھرے ہوئے ہو اس نے چاہا کہ تم کو مقابل کی قوت اور اس طرح ڈرا کر دور کر دے۔ حضرت سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مشکل کو ہم جیسے لوگ جانتے تھے اللہ تعالیٰ کا پہچاننے تھے خاص کر ہم لوگ اس کی صورت کرتے تھے اس واقعہ ان لوگوں کے دیکھنے کے قابل ہیں ہے۔ یہ ذاتی طور پر کچھ نہیں کہتے تھے بلکہ لوگوں کو دیکھ کر ہمارے مہمان ہیں، وہ مصیبت کے طور پر ہم ان کو کھلا دیں یا خراج سے خوش کر جائیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی معرفت عطا فرمائی اور اسلام کا شرف عطا فرمایا آج ہمارا ان لوگوں کو دینا کیا معنی رکھتا ہے اور اپنے اموال سے دیتے ہیں ہمیں ان کی سفارش کی کوئی حاجت نہیں، تلوار ان کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں ہیں گے وہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے۔ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کی رائے کو قبول کر لیا اور فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ سعد نے عرض کیا کہ ہم نے گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے اس پر عہد کئے ہیں اور اس کی تصدیق کی ہے اور ہم نے اس پر وعدے

تمہارے لوگوں کے لئے نمونہ عمل ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ آپ کی ذات میں کوئی کمزوری تھی جس کی وجہ سے آپ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہو، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی ذات میں وہ تمام خوبیاں جمع تھیں جو ایک انسان کو دوسرے انسان کے لئے نمونہ بننے کے لئے درکار ہیں۔ فرض کیجئے اگر آپ کی زندگی میں صبر کا پہلو نہ ہوتا تو ہم کیسے جانتے کہ مصیبت کے وقت ایک انسان کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ اگر آپ کی زندگی میں شکر کا پہلو نہ ہوتا تو ہم کیسے جانتے کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر کس طرح ادا کرنا چاہیے۔ اگر آپ کی زندگی میں خوف خدا کا پہلو نہ ہوتا تو ہم کیسے جانتے کہ خدا سے ڈرنے والے انسان کی زندگی کیا ہوتی ہے۔ اگر آپ کی زندگی میں تواضع کا پہلو نہ ہوتا تو ہم کیسے جانتے کہ بڑائی کے مقام پر پہنچ کر انسان کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ اگر آپ کی زندگی میں شفقت کا پہلو نہ ہوتا تو ہم کیسے جانتے کہ انسان کو دوسرے انسانوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اگر آپ کی زندگی میں جہاد کا پہلو نہ ہوتا تو ہم کیسے جانتے کہ باطل کے غلبہ کے زمانہ میں حق پرست انسان کا طرز عمل کیا ہونا چاہیے۔ اگر آپ کی زندگی میں ہجرت کا پہلو نہ ہوتا تو ہم کیسے جانتے کہ جس ماحول میں انسان کے لئے اپنے دین پر عمل کرنا ممکن نہ رہے اس میں اسے کیا کرنا چاہیے۔ اگر آپ کی زندگی میں حکومت کا پہلو نہ ہوتا تو ہم کیسے جانتے کہ اقتدار حاصل ہونے کے بعد ایک انسان کو کیا روش اختیار کرنی چاہیے۔ غرض آپ کی زندگی کا ہر پہلو انسان کی زندگی کے کسی نہ کسی پہلو کے لئے نمونہ ہے۔ اور یہ بات آپ کی ذات میں اس لئے پائی جاتی تھی کہ آپ کو انسانوں کا رہنما بنایا گیا تھا۔ آپ کی زندگی کا ہر پہلو اس لئے نمایاں ہوا تھا کہ آپ کی پیروی کا حکم دیا جائے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد سوم، الاحزاب، حواشی ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰

ہے کہ ان میں تغیر ہو جاتی ہیں اور ان کی جگہ دوسری لے لیتی ہے۔ فرمایا:

وَلَيَزِيدَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ

(المدثر ۷۴: ۳۱)

منافقوں کے عمل سے جو نتائج:

یعنی جب یہ لوگ رسول کی بات کو ماننے کے بجائے الٹا اس پر شک کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے ان کے دلوں پر اور تاریکی چھا جاتی ہے، اور جو لوگ پہلے سے ایمان لائے ہوئے ہیں ان کا ایمان اس سے اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک ہی بات ایک گروہ کے لیے ہدایت کا موجب ہوتی ہے اور دوسرے گروہ کے لیے گمراہی کا۔ اللہ کی سنت یہ ہے کہ وہ کسی کو ہدایت یا گمراہی کی طرف زبردستی نہیں دھکیلتا، بلکہ ہر شخص کو اس کے اپنے رویہ کا نتیجہ بھگتنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ جو شخص ہدایت کا راستہ اختیار کرتا ہے اس کو وہ ہدایت دیتا ہے، اور جو شخص گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے اس کو وہ گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے جو ان کا مالک ہے۔ کوئی دوسرا ان کی تعداد کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس کے لشکروں میں سے ایک لشکر ایسا بھی ہے جو بظاہر انسانوں کی شکل میں ہے مگر اس کا کام انسانوں کو گمراہی کی طرف دھکیلنا ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ یہ بھی اللہ کی آزمائش کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعہ سے اللہ ان لوگوں کو جانچتا ہے جو اس کی بندگی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کے ذریعہ سے اللہ کے سامنے یہ بات کھل جاتی ہے کہ کون اس کا بندہ ہے اور کون اس کا باغی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا

(الاحزاب ۳۳: ۳۶)

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا

(الاحزاب ۳۳: ۳۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب تعمیہ استقلال.

جنگ خیبر کو دیکھو، جس میں آپ نے کیسا استقلال دکھایا ہے۔ وہ لڑائی سب سے زیادہ سخت لڑائی تھی جو آپ کو پیش آئی۔ مگر جوں جوں اس کی سختیاں بڑھتی جاتی ہیں آپ کے استقلال اور ثابت قدمی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر کار آپ کو اللہ کی طرف سے فتح کا وعدہ مل جاتا ہے۔ اسی طرح حنین کی لڑائی میں جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بہت سے لوگ بھاگ نکلے تو آپ کے استقلال میں ذرا فرق نہ آیا۔ آپ اپنی جگہ پر ڈٹے رہے اور اللہ کی مدد کا انتظار کرتے رہے۔ آخر کار اللہ کی مدد آئی اور آپ کو فتح نصیب ہوئی۔ اسی طرح غزوۂ احد میں بھی آپ کے استقلال کا یہ حال تھا کہ آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے، آپ کے چہرے پر زخم آئے، آپ کے سر پر خود کی کڑیاں چبھ گئیں، آپ کے چچا حمزہ شہید ہو گئے، اور ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا، مگر آپ نے ان میں سے کسی چیز کو بھی اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیا۔ آپ کے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی۔ آپ کے قدم اپنی جگہ جمے رہے۔ آپ کی ہمت اور حوصلہ میں کوئی کمزوری نہ آئی۔ آپ کے اندر یہ طاقت تھی کہ ان سب مصیبتوں کو برداشت کرتے ہوئے اپنے مقصد کی طرف بڑھتے چلے جائیں۔

(باقی آئندہ ہفتہ ان شاء اللہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مکمل نمونہ ہے۔

اسوۂ حسنہ کا دوسرا پہلو جس کی اتباع ہمارے لیے ضروری ہے، یہ ہے کہ ہم آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کی سیرت کو اپنا نمونہ بنائیں۔ آپ کی نجی زندگی ہو یا اجتماعی، آپ کی صلح ہو یا جنگ، آپ کی تبلیغ ہو یا تعلیم، آپ کی عبادت ہو یا معاملات، آپ کی سیاست ہو یا حکومت، غرض زندگی کے ہر پہلو میں ہمارے لیے آپ کی ذات ایک کامل نمونہ ہے۔ (باقی آئندہ ہفتہ ان شاء اللہ)

میں وہ شہید جانتا ہوں کہ تو پتھر سے لیکن گرمی نے اپنے پورے کمال کو طلب کیا تھا، تو پھر بوسہ دیتے اور پانی سے تر کر لیتے ہوتا تو میں تجھے نہ روکتا تو بوسہ دیتا۔ فَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

حضرت عمرؓ کا اتباعِ سنت:

جلیل ابن سمعہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کے ساتھ طواف کیا جب میں حجر اسود کے پاس آتا تو وہ کہتے کہ قریب آ جا ورنہ میں تجھ کو مارتا ہوں یہاں تک کہ آپ بھی چومتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کیا میں نے تجھ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا حضرت عمر نے فرمایا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کو چومتے دیکھا ہے میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو پھر تجھ سے اس کو دور رکھ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب پ ۲۱)

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا
...یب: اور جب مسلمانوں نے لشکر دیکھے ...
وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
...: تو کہنے لگے یہ وہ ہے جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا اور سچ کہا اللہ اور اس کے رسول نے
وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا
...: اور اس سے ان کے ایمان اور فرمانبرداری کو اور ترقی ہوئی

مخلص مسلمانوں کی شان:

جس وقت مسلمانوں نے دیکھا کہ لشکر کفار نے چاروں طرف سے ہم کو گھیر لیا ہے اور ہمارا کھانا جب پانی ختم ہونے کے قریب ہو گیا اور ہم کو ہر طرف سے موت نظر آنے لگی تو یقین اللہ اور رسول کے وعدوں پر اور بڑھ گیا اور کہنے لگے کہ یہ وہ وعدہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے پہلے کیا تھا اور اس سے ان کے عشق اور ان کا اعتماد اور بڑھ کر ظاہر ہوا اور ان کے ایمان اور فرمانبرداری میں ترقی ہوئی۔

ہمارے رسول نے ہمیں یہ وعدہ دیا تھا کہ کھانے کے موقع پر کفار کے لشکر میں آپ نے فرمایا تھا کہ قوم سبا نے آپ کی حیثیت میں کافروں نے ہمارے لئے کہتے ہیں صدقہ اس نے لکھے ہے فی کیا کہ ہم فوج بھی کی اور وہ سے بالخصوص اس کے اپنے ہاتھ سے اپنے ہاتھ کو کاٹ لیا ہے (اگرچہ ایسا میں نے سنا ہے لیکن اس کو دیکھا نہیں)

فرمایا اور تمنا کی ہے کہ ہر ایک کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ

...ان میں کچھ مرد ایسے ہیں کہ جو کچھ اقرار کیا تھا اللہ سے اس کو سچا کر دکھایا

مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا

...کسی نے تو ان میں سے اپنا ذمہ پورا کر دیا اور کسی کی باری آنے کی منتظر ہے اور انہوں نے ذرا بھی تبدیلی نہیں کی

موسیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا:

جنگی سلاحیتیں نے جو ہم کو اپنے ہتھیار توڑ دیئے کر دیا۔

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ (بقرہ پ ۲) سے ظاہر ہے کہ جب جہاد کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے اس کے بر عکس کتنے ہی مسلمان ہیں جنہوں نے جام شہادت پی کر خطیر، جانی مالی قربانیوں کے وقت ان کی ثابت قدمی اور پختگی نے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ اسلام دشمن طاقتوں نے جو ہتھیار ڈال دیئے تھے، پوری طرح اس پر پورے رہے۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنے وعدہ پر کچھ نہیں چھوڑا کہ جان دے دی جیسے شہداء بدر و احد جنہوں نے شہادت اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد کیا تھا اور بہت سے مسلمان وہ ہیں جو شہادت کے مشتاق رہے اور شہادت فی سبیل اللہ کا انتظار کرتے رہے کہ کوئی موقع آئے جس میں ہمیں اعلیٰ شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے (جو اسلام کی راہ میں جان دینے کے اور مشتاق شہادت میں اپنے عہد پر جو وفاداری خلافت فی الارض کا کیا تھا اس سے ذرا بھی نہیں ہٹے۔ (اگرچہ ایسا ہی ہے) جس طرح حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا مَا ظَنَنْتُ أَلَّا تَضِلَّ بِهَا (پس میں نے سنا ہے) اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا تھا (یعنی میں نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا) اور بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ اسی طرح جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنے ہاتھ پر تیر کھاتے رہے حتیٰ کہ ہاتھ شل ہو کر رہ گیا۔ یہی خلوص تھا جو ان کو اس مرتبہ پر لے گیا۔ فَلَمَّا

...نے رسول سے ہوئے وعدہ کو پورا کر دکھایا تھا کہ کھانے کے موقع پر کفار کے لشکر میں آپ نے فرمایا تھا کہ قوم سبا نے آپ کی حیثیت میں کافروں نے ہمارے لئے کہتے ہیں صدقہ اس نے لکھے ہے فی کیا کہ ہم فوج بھی کی اور وہ سے بالخصوص اس کے اپنے ہاتھ سے اپنے ہاتھ کو کاٹ لیا ہے (اگرچہ ایسا میں نے سنا ہے لیکن اس کو دیکھا نہیں) فرمایا اور تمنا کی ہے کہ ہر ایک کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ

...ان میں کچھ مرد ایسے ہیں کہ جو کچھ اقرار کیا تھا اللہ سے اس کو سچا کر دکھایا

مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا

...کسی نے تو ان میں سے اپنا ذمہ پورا کر دیا اور کسی کی باری آنے کی منتظر ہے اور انہوں نے ذرا بھی تبدیلی نہیں کی

موسیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا:

جنگی سلاحیتیں نے جو ہم کو اپنے ہتھیار توڑ دیئے کر دیا۔

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ (بقرہ پ ۲) سے ظاہر ہے کہ جب جہاد کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے اس کے بر عکس کتنے ہی مسلمان ہیں جنہوں نے جام شہادت پی کر خطیر، جانی مالی قربانیوں کے وقت ان کی ثابت قدمی اور پختگی نے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ اسلام دشمن طاقتوں نے جو ہتھیار ڈال دیئے تھے، پوری طرح اس پر پورے رہے۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنے وعدہ پر کچھ نہیں چھوڑا کہ جان دے دی جیسے شہداء بدر و احد جنہوں نے شہادت اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد کیا تھا اور بہت سے مسلمان وہ ہیں جو شہادت کے مشتاق رہے اور شہادت فی سبیل اللہ کا انتظار کرتے رہے کہ کوئی موقع آئے جس میں ہمیں اعلیٰ شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے (جو اسلام کی راہ میں جان دینے کے اور مشتاق شہادت میں اپنے عہد پر جو وفاداری خلافت فی الارض کا کیا تھا اس سے ذرا بھی نہیں ہٹے۔ (اگرچہ ایسا ہی ہے) جس طرح حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا مَا ظَنَنْتُ أَلَّا تَضِلَّ بِهَا (پس میں نے سنا ہے) اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا تھا (یعنی میں نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا) اور بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ اسی طرح جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنے ہاتھ پر تیر کھاتے رہے حتیٰ کہ ہاتھ شل ہو کر رہ گیا۔ یہی خلوص تھا جو ان کو اس مرتبہ پر لے گیا۔ فَلَمَّا

...نے رسول سے ہوئے وعدہ کو پورا کر دکھایا تھا کہ کھانے کے موقع پر کفار کے لشکر میں آپ نے فرمایا تھا کہ قوم سبا نے آپ کی حیثیت میں کافروں نے ہمارے لئے کہتے ہیں صدقہ اس نے لکھے ہے فی کیا کہ ہم فوج بھی کی اور وہ سے بالخصوص اس کے اپنے ہاتھ سے اپنے ہاتھ کو کاٹ لیا ہے (اگرچہ ایسا میں نے سنا ہے لیکن اس کو دیکھا نہیں)

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ (بقرہ پ ۲) سے ظاہر ہے کہ جب جہاد کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے اس کے بر عکس کتنے ہی مسلمان ہیں جنہوں نے جام شہادت پی کر خطیر، جانی مالی قربانیوں کے وقت ان کی ثابت قدمی اور پختگی نے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ اسلام دشمن طاقتوں نے جو ہتھیار ڈال دیئے تھے، پوری طرح اس پر پورے رہے۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنے وعدہ پر کچھ نہیں چھوڑا کہ جان دے دی جیسے شہداء بدر و احد جنہوں نے شہادت اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد کیا تھا اور بہت سے مسلمان وہ ہیں جو شہادت کے مشتاق رہے اور شہادت فی سبیل اللہ کا انتظار کرتے رہے کہ کوئی موقع آئے جس میں ہمیں اعلیٰ شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے (جو اسلام کی راہ میں جان دینے کے اور مشتاق شہادت میں اپنے عہد پر جو وفاداری خلافت فی الارض کا کیا تھا اس سے ذرا بھی نہیں ہٹے۔ (اگرچہ ایسا ہی ہے) جس طرح حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا مَا ظَنَنْتُ أَلَّا تَضِلَّ بِهَا (پس میں نے سنا ہے) اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا تھا (یعنی میں نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا) اور بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ اسی طرح جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنے ہاتھ پر تیر کھاتے رہے حتیٰ کہ ہاتھ شل ہو کر رہ گیا۔ یہی خلوص تھا جو ان کو اس مرتبہ پر لے گیا۔ فَلَمَّا

وَعَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ۝ (اور انہوں نے (کچھ ہی عرصہ پہلے) اللہ سے اس قسم کا عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے۔

حضرت انس بن النضر کا بیعت کے عہد پر قائم رہنا

محمد بن عمر واقدی، ابن ابی حبیبہ، داؤد بن حصین، عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے حضرت انس بن مالک کی روایت سے بیان کیا کہ انس بن نضر انس کے چچا تھے۔ حضرت انس بن نضر بدر کی لڑائی کے لیے حاضر نہ ہو سکے۔ جب ان پر یہ بات بڑی شاق گزری۔ انہوں نے کہا تھا کہ پہلے جہاد سے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود موجود تھے، میں غیر حاضر رہا۔ (اب انہوں نے سنا ہے) اگر اللہ نے مشرکوں سے بھڑ کرنے میں مجھے حاضر ہونے کی توفیق دی تو دیکھ لے گا کہ میں اللہ کیا کچھ کرتا ہوں۔ چنانچہ احد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو حضرت انس بن نضر نے کہا۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے اس کارروائی پر جو ان لوگوں نے کی ہے (یعنی مشرکوں) اور جو انہوں نے کی ہے (یعنی مسلمانوں) تیرے سامنے معذرت کرتا ہوں۔ پھر آگے بڑھے۔ سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا۔ اے سعد! جنت! رب نضر کی قسم! میں اسے احد کے پرے سے سونگھ رہا ہوں۔ سعد کہتے ہیں اے ابو محمد! جو کچھ آپ نے کیا میں اس کی طاقت نہ رکھتا۔ انس کہتے ہیں ہم نے اس دن اسی میں اسی سے زیادہ زخم تلوار، تیر اور بھالے کے دیکھے۔ ہم نے دیکھا کہ مشرکوں نے ان کا مثلہ کر دیا تھا (یعنی ناک کان کاٹ لیے تھے) اس لیے کوئی بھی ان کو پہچان نہ سکتا تھا۔ سوائے ان کی بہن کے۔ وہ انگلیوں کے پوروں سے پہچان سکی تھیں۔ ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ آیت [illegible] ان جیسے لوگوں کے متعلق ہی نازل ہوئی تھی۔ واللہ اعلم

حضرت مصعب بن عمیرؓ

بلوی کی روایت ہے کہ حضرت خباب بن ارت نے [illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کی ہم میں سے کچھ لوگ تو چلے گئے اور کچھ نے اپنی کشتی کو کنارے پر لگا دیا (یعنی ٹھہر گئے) ان میں سے ایک صاحب ایسے بھی تھے جنہیں شہید کر دیا گیا۔ انہیں ان کے ٹھکانے پر نہ پہنچا سکے۔ ان میں مصعب بن عمیر بھی تھے۔ ہم ان کے ساتھ ہی تھے۔ ہم ان کے پاس سے گزرتے تھے تو وہ ہمارے سامنے سر پر ڈال دیتے تھے اور پاؤں کو گھاس (یا کپڑے) سے چھپا دیتے تھے (یعنی کفن کی نوشت و کچل پتہ ہوا ہمیں ہوا کہ [illegible]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ

ترمذی نے حضرت جابر کی روایت سے بیان کیا ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ زمین پر (زندہ) چلتے پھرتے ایسے آدمی کو دیکھے جس نے اپنی نذر پوری کر دی ہے (اور شہید ہو گیا ہے) تو وہ اس کو دیکھ لے۔

عوام کا بیان ہے کہ جس روز حضرت طلحہ شہید ہوئے اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے گزر ہوا۔ آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ اے طلحہ! تم پر کیا ہوا کہ تم نے اپنے چچا زاد بھائی کی مدد نہیں کی۔ (یعنی ان کی مدد کے لیے نہیں گئے)

حضرت طلحہ کا بیان ہے میں اور ابو عبیدہ بن الجراح (یعنی عامر بن عبداللہ بن جراح) حضرت ابوبکر کے پاس گئے۔ ابوبکر نے حضرت طلحہ کو حضرت ابوعبیدہ کے سپرد کیا۔ میں نے دیکھا کہ ابوعبیدہ کے پاؤں میں تیر لگا ہوا ہے۔ میں نے اس تیر کو نکالا۔ اس سے خون بہنے لگا۔ پھر میں نے اپنے منہ سے اس کو چوسا۔ اس سے خون بند ہو گیا۔ پھر میں نے اس کو تھوک دیا۔ اس کے بعد ابوعبیدہ کا

عمل کا بدلہ۔ یعنی جو عہد نے کیا اور قول و قرار کئے ہیں ان کو وفا کریں، جس پر جما ہوا کل سے اور بدعہدی و نمک حرامی کا جو انجام دنیا میں ہوا ہے اس کو سامنے رکھ کر اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔

وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔولًا

اور اللہ سے جو عہد کیا جائے اس کی باز پرس ہونی ہے

کفار کی ذلت و نامرادی: یعنی کافر کا مقدر ہی ذلت و ناکامی ہے۔ بچ کر جائے تو کہاں جائے اور خسارہ و ذلت پیچھا نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ جو کچھ ہوا ہے اللہ کی مدد سے ہوا ہے۔ تمہارا کوئی زور اس میں کام نہیں آیا ہے۔ اس لڑائی میں حضرت علیؓ نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا۔ یہ عرب کا مشہور پہلوان تھا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک ایک ہزار سواروں کے دو دستے گئے تھے اس لڑائی میں حضرت علیؓ سے مبارزت کے بعد ہی نوفل بن عبداللہ مخزومی بھی مارا گیا۔ اس کی لاش مانگنے کے لیے جب کفار نے آپ سے درخواست کی تو آپ نے فرمایا وہ خبیث لے جائے، ہم مردوں کا مثلہ نہیں کیا کرتے۔ (ابن ہشام)

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

اور اللہ ایمان والوں کو لڑائی سے بچانے کے لیے

قَوِيًّا عَزِيْزًا

زبردست اور غالب ہے

لڑائی کے بغیر فتح: یعنی مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آنے دی۔ مخالفانہ اجتماع سے ہوا کا طوفان اور فرشتوں کا لشکر بھیج کر دشمن پر ایسا رعب طاری کر دیا کہ وہ خود ہی منتشر ہو کر پریشان حال ہو کر بھاگ گئے۔ اللہ کی زبردست قوت کے سامنے کون نظم کھڑا رہ سکتا ہے۔ (فتح البیان)

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا تھا

مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ

ان کے قلعوں سے اور ان کے دلوں میں رعب

فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا

تم نے ایک گروہ کو قتل کیا اور ایک گروہ کو اسیر بنا لیا

یہود بنی قریظہ کی عہد شکنی کی سزا:

یہ یہود بنی قریظہ تھے جو مدینہ کے جنوبی جانب آباد تھے اور مدینہ طیبہ سے صرف تین میل کے فاصلہ پر تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ احزاب میں جو غداری کی اس پر بھی ان کا ضمیر ان کو ملامت نہ کرتا تھا۔ یہ اپنے جرائم پر اپنے خلاف اس کو شہادت کیسی ہی واضح کیوں نہ ہو، اس کو ماننے پر تیار نہ تھے۔ ان میں سے بعض نے مسلمانوں کو جو دھوکا دینا چاہا اس کا حوالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بدر کی لڑائی کے بیان میں دیا ہے۔ جب کفار قریش اپنے وسائل کے بل پر مسلمانوں کو ختم کر دینے کے لیے تلے ہوئے تھے تو انہوں نے اپنے مشرک قبائل میں یہ پیغام بھیجا تھا کہ مقابلہ پر آ کر ہمارا ساتھ دو۔ اس پر بنی قریظہ کے ایک سردار کعب بن اسد نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہمارا جو معاہدہ ہے اس کی موجودگی میں ہم کیسے تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں۔ اس پر ابوسفیان نے جواب دیا کہ ہم تو اپنے گھر بار چھوڑ کر آئے ہیں، ہمارا تو یہاں کوئی ٹھکانا نہیں ہے، اگر تم ساتھ نہ دو گے تو ہم اپنے بال بچوں کو لے کر چلے جائیں گے۔ اس پر کعب نے کہا کہ پھر ہم تمہارا ساتھ دیں گے مگر اس شرط پر کہ تم ہمارے حوالہ کے لیے ستر آدمی اپنے بچوں کے رہن کے طور پر ہمارے پاس بھیجو۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ ہم تمہارے پاس اپنے بچوں کو رہن کے طور پر نہیں بھیج سکتے۔ تم ہمارا ساتھ دو یا نہ دو، ہم اپنے بچوں کو ساتھ لے جائیں گے۔ اس پر کعب نے کہا کہ پھر ہم تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ (ابن ہشام)

بنو قریظہ کے مقتولین:

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـَٔوْهَا ۭ

اور اس نے تمہیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مال کا وارث بنا دیا اور وہ علاقہ تمہارے ہاتھ آیا جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا تھا

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا

اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

بنو قریظہ کے مقتولین (مسلمانوں کا) جب اہل و عیال جن سے ان کی جنگ تھی، ان کے قلعوں میں تھے تو ان کی عورتوں میں سے ایک فریق نے قتل کر دیے تھے

اور اپنے قریبی رشتہ دار تھے۔ یعنی سردار قریش کو دعوت دے رہے تھے اور ان کو انجام کار سے ڈرا رہے تھے۔ ان سرداروں کی تعداد اپنے مفسرین کے مختلف اقوال کے مطابق ۴۰ سے ۴۵ تک ہوتی ہے۔ اور عرب کے اس دستور کے مطابق کہ جب کوئی شخص کسی بڑے مجمع کو خطاب کرتا ہے تو پہلے اپنے قبیلہ کا نام لے کر پکارتا ہے، آپ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ اس حکم کی تعمیل میں آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر بلند آواز سے پکارا یا صباحاہ۔ اس فقرے کو سن کر ہر شخص سمجھ گیا کہ کوئی بہت بڑا خطرہ سامنے آ گیا ہے جس کی اطلاع دینے کے لیے پکارنے والا اس طرح بدحواسی کے عالم میں پکار رہا ہے۔ اس لیے ہر طرف سے لوگ دوڑ پڑے۔ جو خود نہ آ سکا اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا تاکہ جا کر معلوم کرے کیا ماجرا ہے۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے گھڑ سوار فوج کا ایک دستہ ہے جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کرو گے؟ سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہاں ہم نے کبھی تمہاری زبان سے جھوٹ نہیں سنا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک سخت عذاب آنے سے پہلے خبردار کرتا ہوں۔ اس پر ابولہب نے کہا تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا (تیرا ستیاناس ہو سارے دن، کیا اس لیے تو نے ہم کو جمع کیا تھا)۔ اس پر یہ سورہ نازل ہوئی۔

ابولہب کی اس حرکت پر اس کی بیوی نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ یہ عورت ابوسفیان کی بہن اور حرب بن امیہ کی بیٹی تھی۔ اس کا نام ارویٰ بنت حرب تھا۔ اس کی کنیت ام جمیل تھی۔ اس کے کنیت سے مشہور ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ اس کے شوہر کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ اس کی کنیت ابولہب تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا رنگ بہت سرخ و سفید تھا۔ اس کے دونوں رخسار ایسے چمکتے تھے جیسے ان میں شعلہ بھڑک رہا ہو۔ اس کی کنیت ابوعتیبہ تھی۔ اس کے ہاں تین بیٹے پیدا ہوئے تھے۔ عتیبہ، معتب اور عتبہ۔ ان تینوں کی ماں کا نام لیلیٰ بنت عمران تھا۔ یہ عورت بھی اپنے شوہر کی طرح آنحضرت کی سخت دشمن تھی۔ اس کا ذکر قرآن میں حمالۃ الحطب کے لقب سے کیا گیا ہے۔ اس کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کانٹے چن چن کر آپ کے راستہ میں ڈالتی تھی۔ دوسرے یہ کہ وہ چغلی کھا کر لوگوں کے درمیان آگ بھڑکاتی تھی۔ اس کے گلے میں ایک رسی تھی جس کو وہ فخریہ پہنتی تھی۔ کہتی تھی کہ اس رسی کی قیمت میں لات و عزیٰ کی قسم میں اپنی دشمنی محمد پر قربان کر دوں گی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

(ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور برباد ہو گیا وہ خود۔ نہ کام آیا اس کے اس کا مال اور نہ جو اس نے کمایا۔ وہ پڑے گا بھڑکتی آگ میں۔ اور اس کی جورو بھی جو اٹھانے والی ہے ایندھن کی۔ اس کے گلے میں بٹی ہوئی رسی ہے کھجور کی۔)

یہودیوں کی زمینیں:

یہ بھی ۴ھ کے قریب واقعہ ہے کہ حضرت نے بنی نضیر کی زمینیں تقسیم فرمائیں۔ ان کے گاؤں کا نام بتایا جاتا ہے اور اس کا محاصرہ کرنے کی تاریخ ۱۵ ربیع الاول ۴ھ ہے۔ اور یہ محاصرہ ۱۵ دن رہا۔ اس سے پہلے ان کی عہد شکنی کا ذکر ہو چکا ہے۔ ان کے ۶۰ یا ۷۰ آدمی قلعہ سے اتر کر آئے اور آنحضرت کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ اس وقت آپ کے ساتھ ۱۰ صحابہ تھے۔ ان میں سے ایک نے آپ کے سر پر پتھر گرانے کا ارادہ کیا۔ اس وقت آپ کو وحی کے ذریعہ اس کی اطلاع ہو گئی۔ آپ اٹھ کر مدینہ چلے آئے۔ صحابہ آپ کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ آپ نے ان کو بتایا کہ یہود نے عہد شکنی کی ہے۔ اس لیے ان سے جنگ ہو گی۔ تم تیار ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپ نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا کہ یہود سے کہہ دیں کہ تم ۱۰ دن کے اندر اندر یہاں سے چلے جاؤ۔ اس کے بعد تم کو یہاں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ جو شخص اس کے بعد یہاں پایا جائے گا اس کی گردن مار دی جائے گی۔ یہود نے یہ سن کر کہا کہ ہم کو موت کا خوف نہیں ہے۔ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ آپ جو کچھ کر سکتے ہیں کر لیں۔ اس پر آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ ۱۵ دن کے بعد یہود نے صلح کی درخواست کی۔ آپ نے ان کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں سے چلے جائیں۔ ان کے مکانات اور زمینیں مسلمانوں کو مل جائیں گی۔ ان کے ہتھیار مسلمانوں کے ہو جائیں گے۔ البتہ ہر شخص اپنے اونٹ پر جتنا سامان لاد کر لے جا سکے لے جائے۔ اس پر یہود نے اپنے گھروں کو اس طرح برباد کیا کہ دروازے اور کھڑکیاں اکھاڑ کر اونٹوں پر لادیں۔ اس طرح ۶۰۰ اونٹوں پر لاد کر یہ لوگ خیبر چلے گئے۔ ان کے گھروں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ ان کے ۵۰ گھوڑے بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ ان کے ۵۰ زرہیں اور ۱۵۰ تلواریں بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ ان کے ۳۰۰ اوقیہ سونا بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۵۰۰ اوقیہ چاندی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ سیسہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ تانبا بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ پیتل بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ لوہا بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ شیشہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ چمڑا بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ اون بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ کپڑا بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ ریشم بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ مخمل بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ دیبا بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ اطلس بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ کمخواب بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ زربفت بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ بوقلمون بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ ارغوان بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ قرمز بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ کرمز بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ لاجورد بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ فیروزہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ عقیق بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ یاقوت بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ زمرد بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ الماس بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ موتی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ مرجان بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ سیپ بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ صدف بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ کوڑی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ گھونگھا بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ سیپی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ سیپ بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ صدف بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ کوڑی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ گھونگھا بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان کے ۱۵۰ اوقیہ سیپی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

فرشتے کی گواہی:

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ (باہر آنے والے) شخص نے کہا اور میں نے سنا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے۔ انہوں نے آپ کے سامنے اپنے چہرے کو ظاہر کیا تھا۔ اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ! تم نے جبرئیل کو دیکھا؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھ

میں اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ میں نے عرض کیا: یہ دحیہ کلبی ہیں۔ فرمایا: وہ جبریل تھے انہوں نے مجھے خبر دی کہ میں قریظہ کی طرف جاؤں۔

فرشتوں سے اٹھتا ہوا غبار

سعید کا بیان ہے کہ پھر جبریل اور ان کے ساتھ کے فرشتے چلے گئے۔ بنی غنم کے راستے میں جو بنو بیاضہ میں (اپنی) رات سے اٹھا ہوا غبار دیکھا۔ ابن عائذ کی روایت ہے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ گویا میں اب بھی گرد کی تکھوں کو دیکھ رہا ہوں۔

حملے کا اعلان:

قتادہ نے اوس بن ثابت کے واسطہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز اُسید حضیری کو (مسلمانوں کی بستیوں میں) یہ کہنے کے لئے بھیجا: والے ہوا اور ان کی اولاد ہو، حضرت بنی قریظہ کے پاس نہ گزرے مگر یہ کہ وہ ہتھیار لگائے ہوئے ہو۔ ان لوگوں کو عصر کی نماز بنی قریظہ تک پہنچنے سے پہلے نہ پڑھنی چاہیے (یعنی جو شخص لازم ہے کہ عصر کی نماز بنی قریظہ ہی میں پڑھے گا وہ نماز پڑھے) لیکن نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا: حضرت عائشہ اور ان عقبہ کی روایت سے اور ابن اسحٰق نے حضرت کعب بن مالک کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے فرمایا کہ تم کو کیا ہوا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں دیکھتا (یعنی قریظہ سے واپسی کے بعد) کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابن عمرو کے ساتھ یہ فرماتے نہیں سنا کہ میرے لئے کون بنی قریظہ کی خبر لائے گا؟ حضرت زبیر نے عرض کیا: میں۔ پھر آپ نے حضرت ابن عمرو کے ساتھ یہ فرمای

ہم کو حکم دیئے گئے تھے کہ ہم بھی انصار اللہ (اللہ کے مددگار) بن جائیں، اپنا نام مسیح ابن مریم حواری اللہ رکھ لیں، اور ہم نے کہا تھا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں، پس بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے ایمان قبول کر لیا اور ایک گروہ نے کفر کیا، پس ہم نے ان کافروں کے مقابلہ میں جو ان کے دشمن تھے ان مسلمانوں کی مدد کی، پس وہ غالب ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت ہمارے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی۔

بنی قریظہ کی گالیاں:

محمد بن عمر کی روایت ہے کہ حضرت ابوقتادہ نے فرمایا جب ہم بنی قریظہ پر پہنچے تو ہم نے محسوس کیا کہ ان لوگوں کو ہماری آمد کا یقین ہو گیا ہے، حضرت علی نے جا کر قلعہ کی جڑ میں بیٹھ کر یا ان لوگوں نے اپنی گڑھیوں کے اندر سے ہی گالیوں سے ہمارا استقبال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہیوں کو گالیوں دینے لگے تو ہم ناموس رسول اور اسلام کے لیے (یا ہمارا قبیلہ) بنو خزرج فیصلہ کروائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچ گئے اور ان کے قلعہ کے قریب بنی قریظہ کے چکر سے میدان کے نیچے جب چلا گیا تو رسول اللہ فرمایا: حضرت علی نے حضور کو یہ بات پہنچائی تو مجھے حکم دیا کہ میں جھنڈا لہراؤں۔ میں نے جھنڈا لہرایا تو حضرت علی نے عرض کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچ گئے اور ان کے قلعہ کے قریب بنی قریظہ کے چکر سے میدان کے نیچے جب چلا گیا تو رسول اللہ فرمایا: حضرت علی نے حضور کو یہ بات پہنچائی تو مجھے حکم دیا کہ میں جھنڈا لہراؤں۔ میں نے جھنڈا لہرایا تو حضرت علی نے عرض کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچ گئے اور ان کے قلعہ کے ان میں ان لوگوں کی گالیوں کو سننے کے انتظار میں لے کر وہ قریب نہ آئے تھے یا رسول اللہ! آپ ان خبیثوں کے قریب نہ آئیں تو کچھ حرج نہیں ہے حضور نے فرمایا کیا تم مجھے اندھا سمجھ رہے ہو، میں اچھی طرح دیکھ رہا ہوں، پھر حضرت علی نے ان کی طرف سے گالیوں کو سنا تو ان کے قلعہ کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے اور ان کو گالیاں دینے لگے۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ میں حضرت علی ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا: اگر وہ مجھ کو پہچان لیتے تو کچھ بھی ان کو عزت نہ دیتے۔

یہود کی کہہ مکرنیاں:

جونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے آگے سعید بن خیثمہ نے دیکھ لیا کہ آپ کے دشمن ہیں جب تک تم بھوکے رہو جاؤ گے تم تمہارے قلعوں سے نہیں نکلیں گے (یعنی روسۃ بنی قریظہ کی وجہ سے تم بھوکے رہو جاؤ گے تم خاسر نہیں اٹھائیں گے) تم (اس وقت) ہمیں (لڑائیوں میں مصروف رہنے) کو جیسے بھولے تھے، لہٰذا بنی قریظہ نے کہا ہے جن خبیث لوگوں کے مقابلہ میں ہم تم سے معاہدہ کیا تھا (ہم تمہارے حلیف تھے) حضرت اسید نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہے، درمیان میں کوئی معاہدہ باقی ہے اور نہ ہمت۔

(اس کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یہودیوں کی آواز کے) قریب پہنچ گئے اور اپنی اونچی آواز سے یہودیوں کے بعض سرداروں کو پکارا کہ انہوں نے آواز دینے والے کو پہچان لیا اور کہا: اے ابوالقاسم! آپ جاہل نہیں ہیں (کہ ایسی بات کہہ رہے ہیں) اور قسم ہے اللہ کی ہم نے آپ کو فحش گو نہیں پایا۔

چھوہاروں کا کھانا:

شرذمہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چھوہاروں کی کچھ بوریاں بھیجیں یہی حال روزانہ کھانا ہوتا تھا۔ حضور نے فرمایا چھوہارے چھوہارے کھلاؤ۔

محاصرہ کا آغاز

ذہن میں یہ بات پختہ ہو چکی تھی کہ ان کی ہلاکت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس لیے انہوں نے کعب کے قتل کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر محمد بن مسلمہ نے کہا: اچھا تو پھر ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم کوئی اور تدبیر کریں۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ تم کوئی تدبیر کر سکتے ہو تو ضرور کرو۔

محمد بن مسلمہ کی تجویز

محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی آپ کی اجازت پا کر چلے آئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کعب کو کس طرح قتل کیا جائے۔ آخر محمد بن مسلمہ نے کہا: میرا خیال ہے کہ ہم کو اس کے پاس جانا چاہیے اور اس سے کچھ نہ کچھ مانگنا چاہیے۔ ممکن ہے اس طرح ہم اس کو دھوکا دے سکیں۔ سب نے کہا: ٹھیک ہے۔ اس کے بعد وہ سب کعب کے پاس گئے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: اے ابن اشرف! ہم آپ کے پاس ایک کام سے آئے ہیں۔ ہم آپ سے کچھ مانگنا چاہتے ہیں۔ کعب نے کہا: میں تم سے بیزار ہو چکا ہوں۔ تم نے مجھ سے بہت کچھ مانگا ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: ہم نے آپ کی خدمت میں آنے سے پہلے یہ مناسب نہیں سمجھا تھا کہ آپ کو اپنے ارادے سے مطلع کریں۔ کعب نے کہا: تم کو ضرور مطلع کرنا چاہی

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ حضور نے فرمایا ان کو اللہ نے ہمارے عہد کی وجہ سے بچالیا (محفوظ رکھا)۔

حضرت ابولبابہؓ کا واقعہ:

اہل مغازی کا بیان ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہم ابولبابہ سے اپنے معاملہ میں مشورہ کرنا چاہتے ہیں آپ ان کو ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ حضرت ابولبابہ خاندان عمرو بن عوف کے ایک فرد تھے اور یہودی قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔ حضور نے ابولبابہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ ابولبابہ پہنچے تو یہودی مردوں کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اور عورتوں اور بچوں نے ان کے سامنے رونا شروع کر دیا۔ ابولبابہ کو ان پر رحم آ گیا۔ یہودیوں نے کہا ابولبابہ! آپ کی کیا رائے ہے کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے ہم قلعوں سے اتر آئیں۔ ابولبابہ نے (زبان سے تو) کہا ہاں (لیکن) ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر دیا مراد یہ تھی کہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ حضرت ابولبابہ کا بیان ہے کہ میں اس جگہ سے ہٹنے بھی نہ پایا تھا کہ میرے دل میں آیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت (بددیانتی) کی۔ حضرت ابولبابہ وہاں سے چل کر سیدھے مسجد میں آئے اور ایک ستون سے اپنے کو مضبوط باندھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں رعب ڈال دیا تو اللہ نے رسول کے خلق کے صدقے اور تر آنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خلقی کمی کا علم دے دیا اور عمر بن عاص کو اس خدمت پر مامور فرمایا۔ بحرین کو ایک طرف کر لے گئے اور جزائر بحرین و ملحقہ سے باز آ گیا اور یہ خدمت خلیفۃ اللہ بن سلام کے سپرد کی گئی یہ ان کا سابق تبع یا بعض میں بعد وہ تھا۔ بہر حال ان دونوں زمانہ میں پھر وہ چلے پھرے اور چھوٹی بڑی جائیں بہت سے واقعات عجیب تبرکات طرفہ مرتب ہوئے اور شکی شہرت ملا۔ شراب جاری ہو گئی اس میں سے پانچواں حصہ نہیں نکالا گیا۔ آپ کی اولاد میں کوئی تعداد اور سوائے بخترت دست یاب ہوئے۔ یہ سب مجمع لیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گوشہ میں جو کر بیٹھ گئے

قبیلہ اوس کی سفارش:

پھر قبیلہ اوس کے لوگ آئے اور ہوں نے عرض کیا یہ رسول اللہ ہمارے حلیف ہیں خزرج کے حلیف نہیں ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ان ابی (سردار خزرج) نے کیا قصور تھا جس کی وجہ سے حاطب آپ نے کیا سوگ کیا۔ خزرج کی ہے ہے ہمیں ہو گئی اور چار سو پاؤں کا آپ نے معاف کر دیا۔ اب ہمارے حلیف بھی اپنی کمزوری پر پشیمان ہیں ان کا بھی ہمیں معاف فرما دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے کوئی بات نہیں کی (سکوت فرمایا)

حضرت سعد کا لطیف نیچ تقریر:

اوس والوں نے جب زیادہ اصرار کیا تو فرمایا کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرو گے کہ ہمارے آدمی کے بیرد کر دیا جائے۔ اوس والوں نے کہا کیوں نہیں۔ حضور نے فرمایا تو فیصلہ سعد بن معاذ کے سپرد ہے۔ اس حقیقی روایت سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے بہتر ہے سعد میں سے جس کو چاہو (اس فیصلہ کے لئے) انتخاب کر لو۔ سفارش کرنے والوں نے حضرت سعد بن معاذ کو انتخاب کر لیا۔

ایک مسلمان عورت تھی جس کو رفیدہ کہا جاتا تھا وہ زخمیوں کا علاج کرتی تھی وہ مسجد نبوی کے خیمہ میں رہتی تھی۔ اس کی خدمت تو کرتی تھی۔ اس کا خیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم سے مسجد کے اندر لگا دیا گیا تھا اور حضرت سعد جب چلتے خندق میں زخمی ہو گئے تھے تو حضور نے حکم دے دیا تھا کہ سعد کو رفیدہ کے خیمہ میں رکھو تاکہ قریب سے ان کی عیادت اور خبر گیری کر سکوں چنانچہ اس عام دور کے زمانہ میں حضرت سعد مسجد کے اندر رفیدہ کے خیمے میں مقیم تھے جب حضور نے حضرت سعد کو بنی قریظہ کے معاملہ کا جج بنایا تو یہی رفیدہ کے خیمہ میں تھے۔ اوس والے حضرت سعد کے پاس آئے اور آپ کو ایک گدھے پر سوار کیا گدھے پر کھجور کے پتوں سے بنا ہوا چارجامہ کھا گیا تھا وہ چار جامہ کے نیچے

ایک کمبل ڈال دیا گیا تھا۔ سعد سے کئی لوگ بھی گھوم گئے روایتوں کی تھی حضرت سعد تم سردار ہو تمہارے حلیفوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ یہ آپ نے فیصلہ ہی کرنا ہے تاکہ آپ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ ان ابی کے ساتھ ہمارا کیا رویہ (یعنی سخت فیصلہ نہ کریں) آپ دیکھ چکے ہیں کہ ان ابی نے اپنے حلیفوں سے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت سعد نے بہت زیادہ مقابلہ کرنے سے آپ خاموش تھے کوئی بات نہیں۔ بہ نہیں نکال رہے تھے آخر اب ان لوگوں نے زیادہ زور دیا تو آپ نے فرمایا اب سعد کے لئے وقت آ گیا ہے۔ سعد نے معاہدہ میں کئی مدت تک کے بعد کیا ان کو ہتھیار پہنا کر اور دوسرے لوگ پال نا لئے۔ فوجوں کو مردوں کی تباہی کی سعد کے منہ سے نکل دل کی بات وہ بھی اوس والوں کو پتہ بھی ہو یہ بھی کہ خاطب نے ان کو جو ترجمی قریظہ کی سوت کی (یعنی فیصلہ موت کی) حضرت سے ان سے تحقیق میں آ جائے کہ جب حضرت سعد مسجد کے قریب پہنچے اس مسجد کے قریب پہنچے تو حضور نے فرمایا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ (استقبال) کے لئے حضور (روایت میں آیا ہے کہ اپنے بہترین (سب سے اچھے) آدمی کے لئے کے لئے الفاظ جو بنی قریظہ کے نزدیک یہ خطاب صرف اشراف قوم اور انصار کہتے تھے رسول اللہ کا یہ خطاب تو ہم مسلمانوں کو تھا۔ امام احمد کی روایت میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا اپنے سردار کو کہنے کے لئے کہ جاؤ اور ان کو انا دینی عبد الحمیل (یعنی انصار) کہا گیا بنی قریظہ کے معاملہ میں میرے فیصلہ پر تم راضی ہو سعد نے کہا ہاں ہم تو اس وقت بھی راضی تھے جب آپ یہ نہیں سوچ رہے تھے کہ آپ کا انتخاب کیا اور یا جا سکتا ہے کہ آپ ہم پر احسان کریں گے پہلے اوس والوں نے (یعنی ان اوس والوں نے اپنے حلیفوں کے ساتھ یعنی بنی قینقاع کے ساتھ کیا تھا۔ سعد نے کہا کیا اللہ کے عہد و میثاق کے ساتھ کیئے ہوئے جو یہ کہوں میں فیصلہ کرتا ہوں کہ تم ان کو جب اللہ و قرار دلائے سب نے کہا

ہوں۔ حضرت نے اس گفتگو کی جانب جہاں اس عقد میں حضرت عمر کا ذکر ہے توجہ دلائی۔ تو وہ بولا کہ ہاں ہم نے ایسا ہی پڑھا ہے۔ اب ان پر بھی دوگواہ درکار ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بموجب کہ مدعی کے ذمہ گواہ ہیں اور مدعا علیہ کے ذمہ قسم۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں ہمارے پاس گواہ ہیں۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو بلوایا گیا۔ ان کی گواہی سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت عمر نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا تھا۔ اس فیصلہ کے بعد ان دونوں بزرگوں کو باعزت رخصت کیا گیا۔ اس فیصلہ سے ان کی عزت اور بڑھ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ اس لئے فرمایا تھا کہ ان کی عزت اور بڑھ جائے۔ (یہ تھی حضرت عمر کی عدالت)

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر کے پاس جائے۔

حضرت سعدؓ کی دعاء

جس رات کی صبح کو حضرت سعد نے مکہ کے مضافات میں پڑاؤ ڈالا، اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج رات کو حضرت سعد نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! تو ہمیں دشمن کے مقابلہ میں فتح عطا فرما۔ اگر تو ہمیں فتح نہ دے گا تو ہم تیرے رسول کی خلیفہ کی نظر میں ذلیل ہو جائیں گے۔ اور ہمارے دشمن ہم سے زیادہ مستحق نہیں اور اگر تو ہمیں فتح دے گا تو ہم تیرے رسول کی خلیفہ کی نظر میں ذلیل نہیں ہوں گے۔ اور ہمارے دشمن ہم سے زیادہ مستحق ہیں۔ اگر ہم دشمن سے شکست کھائیں گے تو ہم اپنے دین کی وجہ سے شکست کھائیں گے اور اگر ہم فتح پائیں گے تو اپنے دین کی وجہ سے فتح پائیں گے۔ اس دعا کے بعد حضرت سعد نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب تم دشمن کی طرف بڑھو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے دشمن کو شکست دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔

اللہ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔ حضرت سعد نے ان کو مبارکباد دی۔

یہودی مفروروں کا قتل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ جو یہودی بھاگ کر اپنے قلعوں میں پناہ لے لیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت عمر نے حکم جاری کر دیا تھا کہ جو یہودی بھاگ کر اپنے قلعوں میں پناہ لے لیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ اس حکم کے بموجب بہت سے یہودی قتل کر دیئے گئے۔ ان میں ایک یہودی تاجر بھی تھا۔ جس کا نام حضرت عمر نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس کا نام ابو عامر ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آیا تو حضرت عمر نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں ابو عامر ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ تم ابو عامر نہیں ہو بلکہ تم عبد عمرو ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں میرا نام عبد عمرو ہی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ تم نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ اس نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ تم نے ایسا ہی کیا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تھا تو اللہ نے مجھ کو معاف کر دیا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ تم نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ اس نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ تم نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی تھی

اس نے سچ کہا تھا مگر تم نے اس کی نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھایا کیونکہ اس نے تمہیں اپنا حاکم مقرر کرنے کا مشورہ نہیں دیا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ تم ہماری ملاقات مجھ سے ہو جائے تو مجھے میں کسی طرف سے سوائے بھلائی کے کچھ نہ دیکھو گے بے شک وہ اقسام تو بہت کی قسم (اس نے یہی کہا تھا) اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ یہ ان کی سمجھ کا دوا کیں گے اور کہیں گے کہ دیا تو میں آپ کا احترام ضرور کرتا لیکن اب تو دین سے بہرہ ور ہے فاتحہ ہوں۔ خصوصے نے حکم دیا اس کو بھی (قتل گاہ میں) پہنچا کر دو۔ چنانچہ اس کی بھی گردن مار دی گئی۔

قتل کا اصول:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس مرد کو قتل کر دینے کا حکم دیا تھا جس نے زیر ناف بال اگ آئے ہوں۔ امام احمد اور اصحاب السنن نے بیان کیا ہے کہ عطیہ قرظی نے کہا میں (اس زمانہ میں) لڑکا تھا زیر ناف بال نہیں اگے تھے اس نے مجھے چھوڑ دیا۔

عبدالرحمٰن نے حضرت اسلم انصاری کا بیان نقل کیا ہے حضرت اسلم انصاری نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بنی قریظہ کے فیصلہ پر مامور فرمایا تھا میں بڑے کے شرمگاہ دیکھا تھا اگر زیر ناف بال نہ اگے ہوئے نظر آئے تو میں اس کی گردن مار دیتا تھا اگر زیر ناف بال نہ ہوئے تھے تو اس کو میں مسلمانوں کے بال بچوں میں شامل کر دیتا تھا۔

رفاعہ کی جان بخشی:

رفاعہ بن شموئل قرظی بالغ ہو چکا تھا لیکن اس نے اصلیہ بن قیس کی بیٹی ام المنذر سلمیٰ بنت قیس کی پیشکش قبول کر لی۔ ام المنذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ میں سے تھی یعنی آپ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کی عبدالمطلب کی ماں فہیلہ بنی نجار میں سے تھی سمعی (قدیم الاسلام سمعی اس) نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی۔ سلمیٰ نے رسول اللہ کی خدمت میں گذارش کی اے اللہ کے نبی آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں رفاعہ کو کیوں دیتے ہیں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ آگ پر بھنے گا اور ہڈیوں کا گوشت بھی کھائے گا (یعنی مسلمان ہو جائے گا) رسول اللہ نے رفاعہ کے گوشت کو شریعت اسلامیہ کے مطابق حلال بتایا (مجھے کھا) حضور نے رفاعہ کو بطور ہبہ بھی کر دیا۔ رفاعہ کو زندہ چھوڑ دینے کا سبب سلمیٰ ہوئی اس کے بعد رفاعہ مسلمان ہو گیا۔ یہ سلسلہ قتل (دن بھر) تا شام رہا۔ یہاں تک کہ خندق میں پہنچ گئی۔ اس کے بعد خندق کے اندر متعدد یہودیوں کو قتل کیا گیا جب کہ حضرت سعد بن معاذ کی نظر کے سامنے ہوا اور انہوں نے ان کو واجب قتل قرار دیا۔

ایک یہودی عورت کا قتل:

(اس روز ۵ یا ۶ یہودی عورتیں قتل کی گئیں) ایک عورت کے سوا کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا یہ عورت بنو قریظہ کے یہودیوں کا احاطہ تھا جب یہودیوں کا محاصرہ سخت ہو گیا تو اس عورت نے مسلمانوں سے کہا کہ مجھ سے جو چاہو جائے کہ شہر والوں کو خبر نہ کرنا۔ مسلمانوں نے کہا ٹھیک ہے کہ کل تم کو کچھ نہیں کہیں گے۔ لیکن صرف اس چکی کے پاٹ کو اوپر سے سلمانوں پر ڈالنا رہے کیوں کہ اب تک ہم میں سے کسی کو قتل نہیں کر سکے ہیں تو عورت نے کہا کہ ہرگز نہیں (میرے بعد) مجھے قتل کر دیا جائے۔ نہ اس وقت زبردستی باندھ کر قتل کیا گیا۔ اور نہ ہی اس کو کسی نے کچھ کہا۔ اس عورت کے قتل کا سبب یہ تھا کہ اس نے خلاد بن سوید کو اوپر سے چکی کا پاٹ گرا کر مار ڈالا تھا۔

زبیر بن باطا کی عجیب داستان:

محمد بن اسحاق نے روایت زہری بیان کیا ہے کہ دور جاہلیت میں جنگ بعاث کے دن زبیر بن باطا قرظی جس کی نسبت ابوعمرو بن حفص قینی کا حلیف بن قیس بن شماس کو پکڑ کر لے گیا اور (چاہتے) قتل کرنے یا غلام بنانے کے) اس کی چیشانی کے بال کاٹ کر چھوڑ دیا جب بنی قریظہ کا یہ دن آیا تو زبیر قرظی بہت بوڑھا تھا ثابت بن قیس نے اس سے کہا اے ابوعبدالرحمٰن کیا تم مجھے پہچانتے ہو۔ زبیر نے

کرنا پڑا۔ لکھا ہے کہ آپ نے اپنے اونٹ کے کجاوے کی لکڑیاں اکٹھی کیں اور اس کے ساتھ اپنے کپڑے باندھ کر اپنے کندھے پر رکھ لیے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم یہ کام کر دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تم یہ کام کر دیتے ہو لیکن میں اپنا کام خود کرنا پسند کرتا ہوں۔ اس سے آپ کی تواضع اور انکساری کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ اپنے کام خود کرتے تھے۔ اپنے کپڑوں کو پیوند لگا لیتے تھے۔ اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے تھے۔ اپنے گھر میں جھاڑو دے لیتے تھے۔ اپنے اونٹ کو چارہ ڈال دیتے تھے۔ اپنے گھر کے کام کاج میں اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹا دیتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنا کام کر لینے میں آپ کو کوئی عار نہیں تھی۔ آپ کی یہ عادت مبارکہ بھی تھی کہ جب کسی سے ملتے تو پہل کرتے۔ اس کو سلام کہتے۔ اس سے مصافحہ کرتے۔ اس کی خیریت دریافت کرتے۔ اس کے ساتھ بیٹھتے تو اس کی بات کو توجہ سے سنتے۔ اس کی بات کو کاٹتے نہیں۔ جب تک وہ خود بات کرنا بند نہ کر دے آپ بات کرنا شروع نہیں کرتے تھے۔ آپ کی یہ عادت بھی تھی کہ جب کسی سے ملتے تو اس کی طرف پورا چہرہ اور پوری توجہ سے متوجہ ہوتے۔ آپ کی یہ عادت بھی تھی کہ اپنے ساتھیوں کی خبر گیری کرتے رہتے تھے۔ ان کے حالات سے باخبر رہتے تھے۔ ان کی مدد کرتے تھے۔ ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ ان کی خوشیوں میں خوش ہوتے تھے۔ ان کے لیے دعا کرتے تھے۔ ان کے لیے استغفار کرتے تھے۔ آپ کی یہ عادت بھی تھی کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہنسی مذاق بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ خوش طبعی بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ دل لگی بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ مزاح بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ظرافت بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ لطیفے بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ چٹکلے بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ شوخی بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ شرارت بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ٹھٹھول بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ مسخرہ پن بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ بھانڈ پن بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ بہروپ بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ نقالی بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ہلکا پھلکا مذاق بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ہلکی پھلکی شوخی بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ہلکی پھلکی شرارت بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ہلکی پھلکی ٹھٹھول بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ہلکی پھلکی مسخرہ پن بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ہلکی پھلکی بھانڈ پن بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ہلکی پھلکی بہروپ بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ہلکی پھلکی نقالی بھی کر لیتے تھے۔ ان کے ساتھ ہلکی پھلکی ہنسی ٹھٹھا بھی کر لیتے تھے۔

مال کی تقسیم

اس کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کی گئی۔ پیدل سپاہی کو ایک حصہ اور گھوڑ سوار کو تین حصے ملے۔ ایک حصہ اس کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔ اس طرح ۳۰۰ گھوڑوں کے لیے ۶۰۰ حصے نکالے گئے۔ باقی ۱۰۰ حصے پیدل سپاہیوں کے لیے تھے۔ اس طرح کل ۷۰۰ حصے بنے۔ ان کو ۱۰۰ سپاہیوں پر تقسیم کیا گیا۔ ہر سپاہی کے حصے میں ۷ حصے آئے۔ ان میں سے ۵ حصے اس کے اپنے تھے اور ۲ حصے اس کے گھوڑے کے تھے۔ اس طرح ہر سپاہی کو ۷ حصے ملے۔ ان میں سے ۵ حصے اس کے اپنے تھے اور ۲ حصے اس کے گھوڑے کے تھے۔ اس طرح ہر سپاہی کو ۷ حصے ملے۔

چھ قیدیوں کی فروخت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع سے جو قیدی حاصل کیے تھے ان میں سے چھ قیدیوں کو آپ نے فروخت کر دیا۔ ان کی قیمت ۱۰۰ درہم تھی۔ یہ رقم آپ نے اپنے پاس رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ذاتی مصارف کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے گھر کے اخراجات کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے مہمانوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے صدقات کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ہدیوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے تحفوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے نذرانوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے چندوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے عطیوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے خیراتوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے زکوٰۃ کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے فطرانوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے کفاروں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے نذروں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے منتوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے مانوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے چڑھاووں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے نیازوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے فاتحوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے دسویں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے بیسویں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے چالیسویں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے برسی کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے عرس کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے میلاد کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے جلسوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے مشاعروں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے مباحثوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے مناظروں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے مجادلوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے مکالموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے مذاکروں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے مشاورتوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے مجلسوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے کمیٹیوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے کونسلوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے پارلیمنٹوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے اسمبلیوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے سینیٹوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ایوانوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے محلوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے قلعوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے خزانوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے بیت المال کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے سرکاری کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ریاستی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ملکی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے قومی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ملی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے دینی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے مذہبی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے روحانی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے اخلاقی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے تربیتی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے تعلیمی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے تحقیقی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے تصنیفی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے تالیفی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ترجمہ کے کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے طباعتی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے اشاعتی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے نشریاتی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ابلاغی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے صحافتی کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے اخباری کاموں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے رسالوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے جریدوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے مجلوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے کتابوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے کتابچوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے پمفلٹوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے اشتہاروں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے بینروں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے پوسٹروں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ہورڈنگوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے سائن بورڈوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے نیون سائنوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ایل ای ڈی سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ایل سی ڈی سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے پلازما سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ٹچ سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ملٹی ٹچ سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ورچوئل سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ہولوگرافک سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے تھری ڈی سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے فور ڈی سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے فائیو ڈی سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے سکس ڈی سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے سیون ڈی سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ایٹ ڈی سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے نائن ڈی سکرینوں کے لیے رکھ لی۔ یہ رقم آپ نے اپنے ٹین ڈی سکرینوں کے لیے رکھ لی۔

حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن کی تجارت

حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے تجارت کی۔ حضرت عثمان نے ۱۰۰ اونٹ خریدے اور حضرت عبدالرحمن نے ۱۰۰ اونٹ خریدے۔ ان اونٹوں پر انہوں نے اپنا سامان لادا اور تجارت کے لیے روانہ ہو گئے۔ ان کا سامان ۱۰۰ اونٹوں پر لدا ہوا تھا

زوجہ سے نہ دی جائے تو کہا جائے گا کہ چنانچہ جس عورت نے تہائی حصہ مہر میں سے کچھ معاف کر دیا تو کہا جائے گا۔ حضرت حسن سے اس کے خلاف بھی منقول ہے۔

ماں بیٹے میں جدائی کی ممانعت:

عمر بن شعیب سے ان کے باپ کی وجہ سے کہ عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکایت کی تھی کہ تقسیم کے وقت بھی میرا پیٹ اس کے ساتھ تھا اور دودھ بھی پلاتا تھا اور اس کے لیے میری تخریج نکلی ہے جب تک بچہ بالغ نہ ہو جائے دیا ہے کیا جائے گا۔ جب اللہ بالغ ہونے سے کیا مراد ہے فرمایا لڑکی کو حیض آنے لگے اور لڑکے کو احتلام ہونے لگے۔ فرمایا تم دونوں عورت اور اس کے بچے میں جدائی نہ کرو۔ عرض کیا گیا کب تک فرمایا جب تک نکاح نہ کر لے اور لڑکی کو حیض آنے لگے

ابو قلابہ نے ابو ملیح سے روایت کی ہے جب حضرت علی کو قتل کیا تو کہا کہ میں نے قبیلہ بنی اسد میں سے بچہ میں جدائی کر دی (یعنی ایک کو فروخت کر دیا دوسرے کو اپنے پاس رکھا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرما دی اور فرمایا تم دونوں کو اختیار ہے۔ ابو داؤد نے منقطعاً یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے اس کو واپس کر دیا۔ لیث و ہشام نے کہا ہر حال میں تم دونوں کے درمیان جدائی نہ کرنا۔ حاکم نے ان کو صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور صحیح ہے۔ اس کو ترمذی نے بھی۔

مسئلہ: ذمی عورت سے اور ابو حنیفہ سے استحباط کیا ہے کہ جب ایک دوسرے کے دین پر ہو جائیں تو ان دونوں میں تفریق کرا دی جائے ہر قرابت دار محرم ہوں یا نہ ہو جیسے ای طرح بالغ اور نابالغ میں تفریق کرا دی جائے جب تو ایک دوسرے کی ولایت اور محرم ہوں۔ امام احمد کے نزدیک اگر دونوں بالغ ہیں محرم ہوں تو ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکتا (نصب الرایہ)

حاکم اور بیہقی نے ایک اور طریق سے بوساطت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ حضرت ابی بن کعب سے بیان کیا ہے۔ ابن سعد کے پاس کچھ قریشی آئے حضور نے سنا ہے فرمایا کہ ان میں سے دو بھائیوں کو فروخت کر دو میں نے دونوں کو الگ الگ فروخت کر دیا۔ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کہا ہے ابی حضور نے فرمایا (شاید) تم نے ان کی ماں اور بچوں کو فروخت کر دیا ہے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تم واپس کر دو۔ ابن سعد نے کہا کہ میں نے ان کو واپس کر دیا۔ ابن سعد نے کہا ہر حال میں تم دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا مکروہ ہے۔ ابن معین نے کہا ہر حال میں تم دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا مکروہ ہے۔ ابن قطان نے کہا حدیث کی سند میں کوئی عیب نہیں۔ گو بیہقی نے اس کو مرسل کہا ہے۔ ابن قطان نے بھی کہا ہے اس حدیث

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) (ان کو لکھا گیا) کہ ہم نے اپنے دین میں اپنی جس چیز کی خلاف ورزی کرنے کے بعد ہمیں امن دی جان لیں ہم اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو قتل کر دیں گے چنانچہ ان کے پچاس آدمی قتل کیے گئے جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۱۱۴)

مناقب سعد بن معاذ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد زخمی ہوئے تو انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ اس کی محبت سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب نہیں کہ میں تیرے رسول کی تکذیب کرنے والوں سے جہاد کروں اور اگر تو نے ہمارے اور قریش کے درمیان جنگ کو باقی رکھا ہے تو مجھے ان کے لیے زندہ رکھ تاکہ میں تیری راہ میں ان سے جہاد کروں اور اگر تو نے جنگ کو ختم کر دیا ہے تو میرے زخم کو جاری کر دے اور اسی کو میری موت کا سبب بنا دے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عرش کے قریب سعد بن معاذ کے لیے ایک جگہ تیار کی گئی ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۰)

حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ کسی نے ایک حریر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیۃً بھیجا تو آپ کے صحابہ اس کو چھونے لگے اور اس کی نرمی پر تعجب کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو اس کی نرمی پر تعجب ہوتا ہے، جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہت اچھے ہیں۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ عرش کے ایک حوض پھیلا دیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سنو اور جو حوض پر آئے اس کو پانی پلاؤ۔ لا یصلنی احد نصف الا فی نسی فوقفۃ (کنز العمال ج ۱۲ ص ۳۳۰) کوئی شخص نماز نہ پڑھے مجھے صرف نسی فوقفۃ میں نماز پڑھنی چاہیے۔

حضرت سعد نے جب اس حوض سے پینے کے لیے پانی مانگا تو ان کو قرظہ کی طرف روانہ کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں وہ حوض دیکھا ہے یا (راوی کہتا ہے) مجھے اس حوض کے متعلق بتایا گیا ہے وہ حوض اتنا بڑا ہے جتنا صنعاء اور مدینہ کا درمیانی فاصلہ ہے اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد کی طرح ہیں اور جس نے اس حوض سے ایک گھونٹ پی لیا پھر اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی اور جس نے اس حوض سے پینا چاہا اور اس کو پانی نہیں ملا تو وہ اس حوض سے نہیں پی سکے گا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۵۱)

مجتہدین کے اختلاف میں کوئی جانب گناہ یا مذمت سے نہیں ہوتی جس پر ملامت کی جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو عصر کے وقت بنو قریظہ میں پہنچنے کا حکم دیا تھا، بعض صحابہ نے راستہ میں عصر کی نماز پڑھ لی اور بعض نے بنو قریظہ میں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے کسی گروہ پر ملامت نہیں کی، اس سے معلوم ہوا کہ مجتہدین کے اختلاف میں کوئی جانب گناہ یا مذمت سے نہیں ہوتی جس پر ملامت کی جائے۔

ازواج مطہرات کا معاملہ

حضرت علی اور ابن عباس نے یہ بیان کیا ہے کہ آیت وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ (الاحزاب: ۵۳) میں جس آدمی کے متعلق فرمایا گیا ہے وہ طلحہ بن عبید اللہ ہے، ان کے متعلق یہ خبر پہنچی تھی کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ کی وفات ہو گئی تو میں حضرت عائشہ سے نکاح کر لوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، حضرت عائشہ نے فرمایا تم میرے متعلق ایسا کہتے ہو حالانکہ میں تمہاری خالہ ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۱۱۵)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا اگر رسول اللہ کی وفات ہو گئی تو میں حضرت عائشہ سے نکاح کر لوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۱۱۵)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا اگر رسول اللہ کی وفات ہو گئی تو میں حضرت عائشہ سے نکاح کر لوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۱۱۵)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا اگر رسول اللہ کی وفات ہو گئی تو میں حضرت عائشہ سے نکاح کر لوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۱۱۵)

نے سنا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہ سنا ہو، اس کو بھی شریک کر لے اور میدان خالی نہ چھوڑے، انہوں نے فرمایا رسول کی مرضی اختیار کی۔ پھر سب ازواج نے ایسا ہی کیا۔ (ابن کثیر، مظہری، قرطبی، ابن عطیہ، ابن ابی حاتم) عطاء کے بیان میں ہے کہ ازواج مطہرات نے جواب دیا تھا کہ آپ ایسا نہ کریں۔ (قرطبی) ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ ازواج مطہرات نے کہا تھا کہ ہم اللہ اور رسول کو اختیار کرتی ہیں اور دنیا کو چھوڑتی ہیں۔ (ابن کثیر) ابن ابی حاتم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ازواج مطہرات نے کہا تھا کہ ہم اللہ اور رسول کو اختیار کرتی ہیں اور دنیا کو چھوڑتی ہیں اور ہم نے آپ کی تمام باتیں سن لی ہیں۔ اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ کو اختیار دیں، اگر آپ ہمیں اختیار کر لیں تو ہم آپ کو طلاق نہ دیں گی

نے تیرے عظیم باپ کو زندہ رہنے کے لیے جو عظیم قربانی کرنا پڑی ہے، جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کی ہے، اس کی قدر کر۔ اور اسی طرح تم بھی صبر کرو جس طرح اولوالعزم رسول صبر کرتے رہے۔ اب کی مرتبہ آپ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا ہے۔ اب کی مرتبہ آپ کے چچا ابوطالب کا انتقال ہوا ہے۔ اب کی مرتبہ آپ کے سہارے ختم ہو رہے ہیں۔ اب کی مرتبہ آپ کے ساتھی آپ سے جدا ہو رہے ہیں۔ اب کی مرتبہ آپ کے ساتھ کے لوگ آپ سے دور

دیا جائے جیسے بیع میں اول کا اختیار باقی رہتا ہے اسی طرح یہاں بھی رہتا ہے اسی سبب جمہور کا قول ہے کہ عورت کو اختیار نہیں یا صرف مجلس تک ہے۔ حضرت عمر حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر نے فرمایا ہے کہ جس وقت اپنی بیوی کو اس کے اختیار دینے کے بعد عورت نے اختیار اس کو اختیار کر لیا۔ اس کے بعد اب وہ اس مجلس میں سے جب تک مجلس سے اٹھ جائے کوئی تو اس کا اختیار ختم نہیں ہوتا ہے تاوقتیکہ دوسرے کسی حال کو قبول نہ کرے۔ یہ قول بھی اس کا زیادہ قوی معقول نہیں کیونکہ اس پر ادائے طلاق ہو گئی ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ ادا ہے کی اسناد میں ظاہر کیا گیا ہے تو اس سے اصل مسئلہ پر اثر نہیں پڑتا ہے۔

امت اسلامیہ نے اس قول کو بالاتفاق قبول کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت علی سے حضرت عبداللہ اور حضرت ابن مسعود کا قول بھی ملتا ہے کہ تین طہر تک عورت ہے۔ اس مسئلہ میں کوئی کلام نہیں ہے۔ ان حضرات کے اقوال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ

ہے آپ کو اہل بیت اور چچیرے بھائیوں سے آگے نہ بڑھنے دیتے تھے اور ان سے
میں ہمیشہ ایثار کرتے تھے اور ان کی ہر حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھتے تھے۔

یہ آیت اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

اے ایمان والو اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرو

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات کرتے ہو اس طرح
پیغمبر سے بلند آواز سے بات نہ کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں
خبر بھی نہ ہو۔

اہانت رسولؐ کا عظیم جرم

جو شخص عمداً ایسا کرتا ہے اگر وہ مرتد نہ بھی ہو تو اس کے اعمال
برباد ہو جاتے ہیں اور اس کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے اور اس کی سزا
کی کیفیت اور شدت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے
اعمال کی بربادی کا ذکر ہے جبکہ وہ خود بھی نہیں جانتا کہ اس نے کیا
کیا ہے۔

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مفسرین نے مختلف
احادیث نقل کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آنحضرت کی
خدمت میں بعض وفود آئے تو ان کے بعض افراد نے آنحضرت کو
آپ کے گھر کے باہر سے آواز دی اور آپ کو بلند آواز سے پکارا
جس سے آپ کو تکلیف ہوئی اور آپ نے ان کی اس بے ادبی پر
سرزنش کی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں
نازل ہوئی ہے جو آنحضرت کی آواز سن کر بلند آواز سے بولتے تھے
اور آپ کی آواز کو دبا دیتے تھے۔

بعض دیگر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے
میں نازل ہوئی ہے جو آنحضرت کے سامنے

بَيْنَ آيْتِي تَكُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

از: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

مقامِ عظمت کا انتخاب:

نبی کریم ﷺ کی زوجیت اور حرم سے بعض خواتین کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا۔ ان خواتین کی زوجیت کے لیے انتخاب کا معیار کیا تھا؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ ہم اس کی حکمت و مصلحت کا ادراک نہیں کر سکتے۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ ان خواتین کا انتخاب کسی بھی طرح کسی بھی خاتون کی توہین نہیں ہے۔ ان خواتین کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کو ام المومنین کا لقب دیا گیا۔ ان کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کو ازواج مطہرات کا لقب دیا گیا۔ ان کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کو اہل بیت کا لقب دیا گیا۔

ان خواتین کو یہ مقام و مرتبہ کیوں ملا؟ اس کا جواب ہم اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑتے ہیں۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ ان خواتین کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہی ان کی عظمت کی دلیل ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ہر بیوی ایک مستقل خاتون کی حیثیت سے اپنی ذات میں عظمت کی حامل ہیں۔ ہر بیوی کی عظمت کی وجوہات الگ الگ ہیں۔ ہر بیوی کی عظمت کی وجوہات کا تذکرہ ہم اپنے اپنے مقام پر کریں گے۔

فضیلت والی خواتین:

حدیث کی کتابوں میں کئی جگہ یہ ذکر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ کی ازواج میں سے کون سی خاتون افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے ہر مرتبہ ایک ہی جواب دیا کہ عائشہ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ ہم مردوں میں سے افضل کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ہر مرتبہ ایک ہی جواب دیا کہ عائشہ کے والد۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ عورتوں میں سے افضل کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ہر مرتبہ ایک ہی جواب دیا کہ عائشہ کے والد۔

چار فضیلت والی خواتین:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں میں سے افضل چار ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ اور آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن۔ (مسند احمد، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں میں سے افضل چار ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ اور آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن۔ (مسند احمد، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان)

ثم خواتین سے افضل:

نبی کریم ﷺ نے ثم خواتین سے افضل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرار دیا۔ ثم خواتین سے افضل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرار دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے بارے میں آپ کے زمانہ حیات میں ہی بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت کچھ کہا۔ بعد میں بھی بہت سے علماء نے بہت کچھ لکھا۔ بہت سے شعراء نے بہت کچھ کہا۔ ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہم صرف چند باتیں ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے بارے میں آپ کے زمانہ حیات میں ہی بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت کچھ کہا۔ بعد میں بھی بہت سے علماء نے بہت کچھ لکھا۔ بہت سے شعراء نے بہت کچھ کہا۔ ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہم صرف چند باتیں ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے بارے میں آپ کے زمانہ حیات میں ہی بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت کچھ کہا۔ بعد میں بھی بہت سے علماء نے بہت کچھ لکھا۔ بہت سے شعراء نے بہت کچھ کہا۔ ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہم صرف چند باتیں ذکر کرتے ہیں۔

تمام ازواج مطہرات متقیہ تھیں

[illegible] ان کی صفات [illegible] ان کی [illegible] ان کی [illegible] ان کی

ضرورت کے تحت نکلنا

پانی کی تلاش میں نکلنا

شیعوں کی غلط فہمی

جاہلیت کی بدفہمی کی ابتدا

پہلے دن اسلامی فوج میں ایک سپاہی کا اضافہ ہوا۔ دوسرے دن تین کا، تیسرے دن پانچ کا اور یہ تعداد بڑھتی چلی گئی۔ ہر نئے آنے والے کا استقبال کیا جاتا۔ اس کی ضروریات پوری کی جاتیں۔ اس کے لیے خیمہ لگایا جاتا۔ اس کے کھانے پینے کا انتظام کیا جاتا۔ اس کے جانور کی دیکھ بھال کی جاتی۔ اس کے زخموں کا علاج کیا جاتا۔ اس کے ہتھیار کی مرمت کی جاتی۔ ایک ہفتے بعد یہ تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ دو ہفتوں بعد ہزاروں تک۔ ہر روز مدینہ منورہ کی گلیوں میں نئے خیمے لگتے۔ ہر روز نئے گھوڑے آتے۔ ہر روز نئے ہتھیار جمع ہوتے۔ ہر روز نئے سپاہی بھرتی ہوتے۔ ہر روز نئے قافلے آتے۔ ہر روز نئے لوگ آتے۔ ہر روز نئے چہرے نظر آتے۔ ہر روز نئے نعرے بلند ہوتے۔ ہر روز نئے جھنڈے لہراتے۔ ہر روز نئے گھوڑے ہنہناتے۔ ہر روز نئے اونٹ بلبلاتے۔ ہر روز نئے خیمے لگتے۔ ہر روز نئے چولہے جلتے۔ ہر روز نئے دھوئیں اٹھ

تفسیر کے لئے تو ہی دلیل ہے کہ واقعہ جمل میں شامل نہ ہونا یقینی نہیں، مگر انصاف کے ساتھ تحقیقت واقع کرنے کے لئے چند امور بھی جان لیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ لڑائیوں کے وقت جو صورتیں پیش آتی ہیں ان سے فوجی اہل بصیرت واقف ہوتے ہیں، ہر شخص کو یہ علم کہاں ہوسکتا ہے کہ کس وقت کیا کرنا چاہئے، پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ جنگ کا فوجی دستور یہ ہے کہ سپہ سالار کی ہدایت کے بغیر کوئی سپاہی اپنی جگہ سے نہ ہٹے، اور حضرت طلحہ و زبیر و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور دوسرے مسلمین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جو مدد کی وہ اسی طریق سے کی کہ ان کے ساتھ ہو کر لڑائی میں شریک ہوئے، اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ جنگ جمل کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لشکر حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھا، اور حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ صرف وہ لوگ تھے جو مدینہ سے ان کے ہمراہ آئے تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کے علاوہ بصرہ و کوفہ کے لشکر بھی تھے، اور یہ بات بھی کسی سے مخفی نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین موجود تھے، اور حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان

وہ اس کے بعد اس عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اس کے بعد اس کا پہلا خاوند اس کو رجوع نہیں کر سکتا

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

ازواجِ مطہرات کیلئے اعلیٰ اخلاقی مرتبہ:

اس آیت میں ازواجِ مطہرات کو یہ خطاب کرکے کہ اللہ تعالیٰ تم سے رجس کو دور کرنا اور تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے، یہ بات صاف طور پر ظاہر کر دی گئی ہے کہ یہ ارشاد ان کے اخلاقی مرتبے کو بلند کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ فرمانا کہ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ (اور یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہے) اس بات کی صریح دلیل ہے کہ یہاں رجس سے مراد ہر قسم کی آلودگی ہے اور تطہیر سے مراد اخلاق کی پاکیزگی ہے۔ اس آیت کے یہ معنی لینا کہ اللہ تعالیٰ ان کے جسم کی نجاست کو دور کرنا چاہتا ہے، نہ صرف عربی زبان کے لحاظ سے غلط ہے بلکہ اس سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی غلط ہے جس میں یہ آیت وارد ہوئی ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ یہاں رجس سے مراد شرک اور تطہیر سے مراد ایمان ہے، کیونکہ یہ خطاب مومن خواتین سے ہے، کافروں سے نہیں ہے۔

اہل بیت میں ازواج یقیناً داخل ہیں:

اب یہ بحث کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد کون لوگ ہیں، اس کے متعلق ہم پہلے یہ عرض کر چکے ہیں کہ اس آیت کے سیاق و سباق میں ازواج مطہرات یقیناً داخل ہیں۔ اوپر آیت ۲۸ سے جو خطاب چلا آ رہا ہے وہ ازواج ہی سے ہے اور بعد کی آیات میں بھی وہ مخاطب ہیں۔ اس لیے ان کو اہل بیت سے خارج کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ رہے دوسرے لوگ، تو ان کے متعلق ہم کو کوئی قطعی بات نہیں معلوم ہے۔ ہم صرف اس بنا پر کہ ان کے لیے بھی یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان کو اہل بیت میں شامل نہیں کر سکتے۔ البتہ اس بنا پر کہ وہ ازواج سے قریب تر ہیں، ان کو اہل بیت سے خارج بھی نہیں کر سکتے۔ ان کے بارے میں ہم صرف اس حد تک جا سکتے ہیں کہ ان کو اہل بیت کے وسیع مفہوم میں شامل سمجھیں، اور اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیں کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اس میں شامل ہیں یا نہیں۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔

وَاقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ

وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

ارکانِ اسلام کی پابندی:

یعنی اب وہ وقت آ گیا ہے جبکہ تمہیں اپنے اس منصب کا حق ادا کرنا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں سرفراز فرمایا ہے۔ اس کا حق ادا کرنے کے لیے تمہیں نماز قائم کرنی ہوگی، زکوٰۃ دینی ہوگی، اللہ اور اس کے رسول کی پوری پوری اطاعت کرنی ہوگی۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی تاکید تمام مسلمانوں کے لیے کی گئی ہے، مگر تم کو خصوصیت کے ساتھ ان کی تاکید کی جا رہی ہے۔ (باقی آئندہ)

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ

فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی وفات پر آپ نے اپنا کرتہ انہیں کفن میں پہنایا اور اپنی لیٹنے کی جگہ میں انہیں لٹایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ انہوں نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ آپ نے ان کی قبر میں اترنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے اس میں اتر کر ان کی قبر کھودی اور پھر اس کی مٹی باہر نکالی۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو کشادہ کر دے۔ اس کے بعد آپ نے ان کی قبر میں لیٹ کر یہ دعا کی۔ (۱۰۰)

ابن ماجہ نے اس واقعہ کو اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اس روایت کی سند میں روح بن صلاح اور ابن لہیعہ ہیں۔ ان دونوں کے بارے میں محدثین کی رائے اچھی نہیں ہے۔

یہ کام اس نوعیت کا ہے جس کا تعلق عام انسانی جذبات سے ہے اور اس میں کسی خاص حکم کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سابقہ احکام کا مقصد

یہ واضح رہے کہ ان احکام کی حیثیت کو سمجھنے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ان کو اس پس منظر میں دیکھا جائے جس میں یہ نازل ہوئے تھے۔ یہ احکام اس وقت نازل ہوئے تھے جب مسلمان ایک نئی ریاست کی تشکیل کر رہے تھے اور اس کے لیے ضروری تھا کہ ان کے اندر ایک خاص قسم کا نظم و ضبط پیدا کیا جائے۔

اس مقصد کے تحت یہ ضروری تھا کہ ان کے اندر ایک خاص قسم کی نفسیات پیدا کی جائے۔ اس کے لیے ان کو ایک خاص قسم کی تربیت دی گئی۔ اس تربیت کے ذریعہ ان کے اندر ایک خاص قسم کا مزاج پیدا کیا گیا۔ اس مزاج کے تحت ان کے اندر ایک خاص قسم کا رویہ پیدا ہوا۔ اس رویہ کے تحت ان کے اندر ایک خاص قسم کا کردار پیدا ہوا۔ اس کردار کے تحت ان کے اندر ایک خاص قسم کا نظم و ضبط پیدا ہوا۔ اس نظم و ضبط کے تحت ان کے اندر ایک خاص قسم کی ریاست کی تشکیل ہوئی۔ (۱۰۱)

اس مقصد کے تحت یہ کہنا صحیح نہیں کہ ان احکام کا تعلق صرف اس زمانہ سے تھا۔ ان احکام کا تعلق ہر زمانہ سے ہے۔ ہر زمانہ میں ان احکام کی ضرورت ہے۔ ہر زمانہ میں ان احکام کی اہمیت ہے۔ ہر زمانہ میں ان احکام کی افادیت ہے۔ ہر زمانہ میں ان احکام کی ضرورت ہے۔ ہر زمانہ میں ان احکام کی اہمیت ہے۔ ہر زمانہ میں ان احکام کی افادیت ہے۔ ہر زمانہ میں ان احکام کی ضرورت ہے۔

حدیث سے ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگوں نے اس قانون کو رد کرنے کے لیے ایک حدیث پیش کی ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں آئی ہے۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ

اس حدیث کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ حدیث ان احکام کے خلاف ہے۔ اس حدیث کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ حدیث ان احکام کی تنسیخ کرتی ہے۔ اس حدیث کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ حدیث ان احکام کی تردید کرتی ہے۔ اس حدیث کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ حدیث ان احکام کی ضرورت کو ختم کرتی ہے۔ اس حدیث کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ حدیث ان احکام کی اہمیت کو کم کرتی ہے۔ اس حدیث کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ حدیث ان احکام کی افادیت کو کم کرتی ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان احکام کا تعلق ہر زمانہ سے ہے۔ ان احکام کی ضرورت ہر زمانہ میں ہے۔ ان احکام کی اہمیت ہر زمانہ میں ہے۔ ان احکام کی افادیت ہر زمانہ میں ہے۔ ان احکام کی ضرورت ہر زمانہ میں ہے۔ ان احکام کی اہمیت ہر زمانہ میں ہے۔ ان احکام کی افادیت ہر زمانہ میں ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابن جریر کہتے ہیں کہ اس آیت سے سیاق و سباق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان جھگڑوں سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان سے کہہ دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسنین رضی اللہ عنہم بھی اہل بیت میں داخل ہیں

حضرت ابو سعید خدری اور دیگر بعض نے کہا کہ یہ آیت پنجتن کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین۔ کیونکہ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے جاتے وقت سیاہ اون کی ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ حسن بن علی آئے تو آپ نے ان کو اس چادر میں لے لیا پھر حسین بن علی آئے تو وہ بھی اس چادر میں داخل ہو گئے پھر فاطمہ آئیں تو آپ نے ان کو بھی چادر میں داخل کر لیا پھر علی آئے تو آپ نے ان کو بھی داخل کر لیا پھر فرمایا إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ الآیہ

حضرت سعد بن ابی وقاص راوی ہیں کہ جب آیت نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو طلب فرمایا اور فرمایا یا اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔

حضرت اسلم بن اقتع راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ نازل ہوئی تو رسول اللہ، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین کو طلب فرمایا اور ان کے متعلق فرمایا یا اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔ اور ان کو کامل طور پر پاک کر دے۔

حضرت ام سلمہ کی روایت ہے کہ جب یہ آیت إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو طلب کیا اور ان کے متعلق فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی کو دور کر دے اور ان کو کامل طور پر پاک کر دے۔

ازواج و اولاد سب اہل بیت ہیں:

مگر احادیث میں کبھی کبھی دوسری اعتبار سے بیت کا لفظ بھی حضرت زینب (حضرت علی، حضرت سیدہ، حضرت حسن، حضرت حسین کے علاوہ

تخصیص نہیں ہوئی۔ مثلاً ام سلمہ کا دعویٰ بھی اس تخصیص سے انکار کر دیا ہے اور عرف و لغت کی شہادت بھی اس کے خلاف ہے۔ اس بھی اہل بیت کے لفظ کا اطلاق صحیح طریقوں پر ہوتا ہے۔ اول اور دوسرے معنے والے زیادہ تر عام طور پر اس میں داخل ہوتے ہیں۔ یعنی کسی کے گھر رہنے کے مکان (یا گھر والے) معنوی طور پر داخل ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی بیوی سارہ اور بھتیجے لوط کو لے کر مکہ سے کنعان کی طرف ہجرت فرما گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بشارت دی کہ اللہ نے تمہارے گھر والوں پر اپنی رحمت اور برکتیں نازل فرمائی ہیں۔ اور وہ بیشک تعریف والا بزرگی والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی بیوی کو لے کر مصر سے واپس آ رہے تھے تو راستہ میں طور پر آگ دیکھی۔ تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں وہاں سے تمہارے پاس کچھ خبر لے آؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم تاپ سکو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ نے فرشتوں کو دیکھ کر تعجب کیا تو فرشتوں نے کہا کہ کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے گھر والو تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

اس بیت سے ثابت ہے کہ فرزند اور بیوی بھی اہل بیت میں داخل ہیں۔ البتہ آیت تطہیر سب پر دلالت قطعی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ آیت تطہیر سب پر شامل ہے۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا تھا کہ میرے گھر میں آیت إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو بلوایا پھر فرمایا یہ گھر والے میرے اہل بیت ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی اہل بیت میں سے ہوں فرمایا کیوں نہیں۔ انتہاء اھ

زرقانی وغیرہ میں ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل بیت میں سب داخل ہیں اور ان اللہ کا خطاب (یعنی تطہیر) تشریف کے لئے نہیں بلکہ تکمیل اور تشکیک کے لئے متضمن ارادہ ہے۔

حضرت زید بن ارقم نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ کا مال (یعنی اور تحریم) حرام کیا گیا ہے۔ وہ کون ہیں (فرمایا) آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس۔

نماء کنندگی ہے:

تطہیر سے مراد ہے: پلیدی اور گناہوں کی نجاست سے پاک کرنا اور آخرت میں مغفرت فرمانا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے مؤمن بعض چیزوں سے منع فرمایا بعض باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سب اللہ کا کلام اور اللہ کی کتاب کا خطاب ہے۔ اور یہ سب کے سب قطعی ہیں جس طرح استعمال ہوئے ہیں اور قطعی ہیں اور قطعی دلالت کرنے والے ہیں۔ اسی طرح آیوں کا دعویٰ ہے جس طرح ہم نے ملاحظہ کیا۔ یہ آیت ہے اور قطعی ایسا علی پاک صاف ہونا ہے جس طرح ہم نے پڑھا پاک صاف ہونا ہے۔

مستعمل پانی:

چونکہ نماء اور کمال میں بیت کی بیری مناسبت ہے اس لئے امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ پانی جو مسلمان وضو اور غسل کے لئے کر لیتا ہے یا طہارت حاصل کرتا ہے (اور جس کو مستعمل پانی کہتے ہیں) پاک ہوتا ہے۔

حضرت حسن کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح آپ بھلا تا ہے اس کے خاوند کے بدن سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخن کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں اور پانی کے ساتھ بہہ جاتے ہیں (مشکوٰۃ)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس عورت کو (بعد جماع) غسل کی حاجت ہو اور اس نے پورے بدن پر پانی نہ ڈالا تو اس کو نہ چھوؤ کیونکہ ایسی عورت سے ایسا ہی برتاؤ کیا جاتا ہے جیسا کہ جنبی مرد سے۔ (ابوداؤد)

شیعوں کا غلط استدلال:

شیعہ کہتے ہیں کہ یہ آیت عورت کر رہی ہے کیونکہ اس کا مرد اس سے متمتع ہوتا ہے اور عورت اس سے متمتع ہوتی ہے تو اس کے علاوہ کسی سے متمتع ہونا عورت کو جائز نہیں ہو سکتا۔ اور اگر متعہ حضرت ابوبکر و عمر کے بعد (جن کے زمانہ میں اس کا جواز تھا) منسوخ ہے۔ شیعہ کہتے ہیں اللہ کا رسول سے منقطع نہیں ہوتا (یعنی اللہ تعالیٰ جو کچھ اپنے رسول کو اوامر و نواہی کے بارے میں کہتا ہے اور اس کے رسول اس کو امت تک پہنچاتے ہیں وہ ہمیشہ کے لئے امت میں جاری رہتا ہے) خواہ وہ حکم منسوخ ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا متعہ کی آیت اب بھی محکم ہے اور متعہ جائز ہے۔ اس لئے خلافت کے استحقاق میں اہل بیت کو متعہ سے جو استدلال ہے۔

آیت کا اول اہل بیت کو مومنین کے لئے خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہمیشہ پاکیزگی کا ثابت ہونا ہے۔

آیت عصمت پر دلالت نہیں کرتی اور (علم کا معنی ہمیشہ عصمت نہیں) اور تطہیر آیت میں تمام امت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اللہ تم پر دینی نعمتیں اس لئے نازل فرماتا ہے تاکہ تم کو پاک کرے اور چاہتا ہے کہ تم پر اپنی نعمتیں پوری کرے تاکہ تم شکر گزار بنو) اس سے ساری امت اسلامیہ کو ایسی آیت ملی جس میں عصمت مذکور ہوئی ہے۔

اگر کہا جائے کہ آیت تطہیر کا تو خطاب گناہوں سے پاک کرنے کا ارادہ کرنے پر ہے (اللہ تعالیٰ اس سے پاک کرنا چاہتا ہے) اور آیت وضو کا خطاب یہ ہے "اللہ تم کو پاک کرنا چاہتا ہے" تو ہم کہتے ہیں پاک کرنا چاہتا ہے اگر وضو کرو (تو دینی نجاست دور ہو جائے گی) دونوں آیتوں میں اللہ کا ارادہ تطہیر شرط پر ہے۔ آیت وضو میں شرط وضو کا ہونا اور آیت تطہیر میں شرط توبہ وغیرہ ہے۔ اور اگر آیت تطہیر میں شرط نہ ہوتا تو ہم کہتے کہ شاید اگر بغیر توبہ کے جائے گی تو اللہ تعالیٰ اختیار کرے گا تو اس سے دنیا ہی میں پاک کر دے۔ جیسا کہ بعض عورتوں کو دنیا میں بیماری سے پاک کر دیتا ہے۔

عورتوں کیلئے جہاد کا ثواب:

ایک دفعہ حضرت عمر نے کہا ان کے لئے اجر ہے جو ہم میں سے جہاد کرتے ہیں اور ہم نے سنا ہے کہ عورتوں کے لئے جہاد میں حج سے بہتر ہے تو میں نکل کھڑی ہوں گی اور حج کروں گی اب آپ سے کسی کو کوئی عیب نہیں ملا تو اس سے بہتر چیز کی نصیحت کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں بیٹھے اور عصمت کے ساتھ رہے وہ ان فضیلتوں کو پائے گی۔

عورت کیلئے قرب کی:

نماز کی اہمیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ عورت جب پردے کے اندر ہوتی ہے تو اللہ عزوجل کے قریب ہوتی ہے تو فرمان جھانکنے لگا ہے جب وہ صحن سے زیادہ قریب ہوتی ہے تو فرمان جھانکنے لگا ہے جب وہ گھر کے اندر ہوتی ہے تو اللہ کے قریب ہوتی ہے۔

عورت کی افضل نماز:

ابوداؤد میں ہے عورت کی بہترین نماز وہ ہے جو اندرونی کوٹھری کی نماز ہے اور اس نماز سے افضل ہے جو قدرتی خلوت کی نماز ہے۔

زمانہ جاہلیت کے مرثیے:

جاہلیت میں عورتیں بے پردہ نکلتی تھیں۔ اب اسلام نے پردہ کو حرام قرار دیا ہے۔ [illegible] نکلنا حرام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اہل میت کی عورتیں جمع ہو کر نوحہ کرتی تھیں اس سے اندر کی عورتوں کی آواز باہر نہ جاتی تھی اس لئے اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ اس طرح نوحہ نہ کریں۔

حضرات حسنین کی فضیلت:

ابن ابی رافع میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ گئے آپ نے فرمایا عورتوں کے پاس بیٹھ جاؤ۔ آپ نے دیکھا عورتیں رو رہی تھیں کہا کہ ابا جان کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ علی کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے کہا کہ میں انا للہ پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ علی کا انتقال نہیں ہوا۔ آپ نے کہا کہ میں انا للہ پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ علی کا انتقال نہیں ہوا۔ آپ نے کہا کہ میں انا للہ پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ علی کا انتقال نہیں ہوا۔

جب اکٹھے ہو جاتے تو محمد ﷺ آپ اپنے اوپر پڑھ کر خطبہ پڑھتے، جس میں فرماتے اے لوگو! ہمارے بارے میں خوف خدا کرو، ہم تمہارا ... ہم تمہارے مہمان ہیں، ہم اہل بیت ہیں جن کے بارے میں آیت إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا نازل ہوئی ہے، اس پر آپ نے خوب زار و قطار روئے اور اس مضمون کو بار بار دہرایا، حاضرین نے عرض کیا کہ

عراقی نے جو حدیث بیان کی ہے اس کا راوی ابو حامد بن شرقی ہے جس نے کہا: حدثنا ابو کریب قال حدثنا ابو اسامۃ عن ابی حیان عن ابی زرعۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تکذبوا علی فانہ من کذب علی یلج النار۔ (ابو کریب نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے ابو حیان سے، انہوں نے ابو زرعہ سے، انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔)

اس حدیث کے راوی ابو حامد بن شرقی کے بارے میں ابن یونس نے کہا: کان یفہم الحدیث (وہ حدیث کو سمجھتا تھا)۔ ابن عدی نے کہا: ما رأیت بمصر من یفہم الحدیث مثلہ (میں نے مصر میں اس جیسا حدیث کو سمجھنے والا نہیں دیکھا)۔ دارقطنی نے کہا: ثقۃ جلیل (ثقہ اور جلیل القدر)۔ ابن یونس نے کہا: توفی سنۃ ست وثلاثمائۃ (وہ ۳۰۶ھ میں فوت ہوئے)۔ ابن عدی نے کہا: وہو ممن یکتب حدیثہ (ان کی حدیث لکھی جاتی ہے)۔ ابن یونس نے کہا: وکان ثقۃ (اور وہ ثقہ تھے)۔ ابن یونس نے کہا: وکان یفہم الحدیث (وہ حدیث کو سمجھتا تھا

میں) کتنی آیتیں تھیں سوائے اس پر آیت یا تین نازل ہوئی۔ انتہی (قرطبی)

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار مرد

وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ

اور ایماندار عورتیں اور بندگی کرنے والے اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سچے

وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ

اور سچی عورتیں اور تحمل کرنے والے اور تحمل کرنے والی عورتیں

یعنی جو عورتیں اللہ کا حکم بجالائیں اور فرمانبرداری کریں اور احکام شریعت پر قائم رہنے والے۔ (تنبیہ بیانی)

ایمان دار خواتین کا ذکر:

قبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ اسی طرح ابن سعد نے قتادہ کی روایت سے بیان کیا ہے۔ طبرانی نے قابل تعویل سند سے روایت ابن عباس یہ اتفاقاً نقل کی ہیں کہ عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ اللہ ایمان دار مردوں کا ذکر کرتا ہے اور ایمان دار عورتوں کا ذکر نہ قرآن میں کرتا ہے نہ ہمیں کرتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ سب روایتیں ابن جریر نے بتوڑ دل روایت سے مرسلاً ذکر کیا ہے۔

ترمذی نے بہ حسن حضرت ام عمارہ انصاریہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں انہوں نے کہا میں کچھ نہیں (قرآن میں) ہر چیز مردوں ہی کے لئے دیکھتی ہوں، عورتوں کا تذکرہ کسی (اچھی) چیز کے ساتھ (قرآن میں) مجھے نظر نہیں آتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ظہری)

وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ

اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والی عورتیں

یعنی خوف و خدا کی اختیار کرنے والے یا نماز میں خشوع (خضوع) سے ادا کرنے والے۔ (تنبیہ بیانی)

وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ

اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والی عورتیں

وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ

اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے

كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

اللہ نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب

خواتین کی دلجوئی:

بعض ائمہ تفسیر نے کہا کہ قرآن میں اکثر جگہ مردوں کا ذکر ہے عورتوں کا نہیں ہوتا اور بعض نیک جنت عورتوں کو خیال ہوا تو آیات سابقہ میں زوجہ نبی کا ذکر ہوا یا ساتھ عورتوں کا تھا جس سے بیان شد ہوا اس پر یہ آیت اتری۔ تاکہ اس ادھیڑ بن کی عورت اور ہر امر کسی کی محنت و ثواب اللہ کے یہاں ضائع نہیں جاتی۔ اور ہر طرح مردوں کو روحانی اور اخلاقی ترقی کرنے کے زرائع حاصل ہیں عورتوں کے لئے بھی یہ میدان کشادہ ہے۔ یہ طبقہ اناث کی دلجوئی کے لئے تصریح فرمادی۔ ورنہ بعد ذکر امر مردوں کے قرآن میں آئے وہ اکثر عموماً عورتوں پر حاوی ہوتے ہیں۔ خاص کامنہ لینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں خصوصی احکام الگ بتلاتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

سب سے بڑا اجر:

ابن ابی حاتم نے بسند صحیح حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا کہ یا رب مردوں کو تو تو نے بڑے ثواب کا مستحق فرمایا جو اللہ کی یاد سب سے زیادہ کرنے والا ہے۔ عرض کیا کہ میں روزہ دار کو سب سے بڑا ثواب دے گا۔ فرمایا اللہ کو سب سے زیادہ یاد کرنا ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ غازی اور خیرات کرنا کہاں رہا۔ حضور نے جواب میں یہی فرمایا کہ جو اللہ کی یاد سب سے زیادہ کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اللہ کا ذکر کرنے والے یہ بھاری ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک۔

بغوی نے زہد کا قول نقل کیا ہے کہ بندہ اسی وقت اللہ کی بخشش یا مغفرت کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے جب کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت خدا کی یاد کرتا ہو کسی حالت اللہ کی یاد سے تہی نہ ہو۔ اسی کو فرمایا ہے اللہ کے ذکر کرنے والے مردوں میں سے نہیں ہوا۔

میں کہتا ہوں یہ بات اسی وقت ہوتی ہے جب قلب قلب حاضر ہو جائے ذکر شامل اذکار ہے ہر عبادت حضوری والی حاصل ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقرار والے (سب سے) آگے بڑھ گئے عرض کیا گیا اقرار والے کون فرمایا خدا کو کثرت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔ رواہ مسلم (ابن کثیر)

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

عذاب الٰہی سے نجات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عمل عذاب الٰہی سے

کوشش نہ کرے۔ اس کے بعد جو شخص بھی اس کام کی کوشش کرے گا وہ اللہ کی نظر میں مجرم ہوگا

مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اللہ اور رسول کے

فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

حضرت زید بن حارثہ اور حضرت زینب کا واقعہ

حضرت زینت رضی اللہ عنہا امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیں۔ زید یہ اصل سے شریف عرب تھے لیکن بچپن میں ہی کسی ظالم نے ان کو پکڑا اور غلام بنا کر مکہ کے بازار میں بیچ دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خرید لیا اور پھر دوں ہدیۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کر دیا۔ جب یہ بالغ ہوئے تو ایک تجارتی قافلے کے ساتھ یمن کی طرف گئے۔ وہاں ان کے اغواء کرنے والے ڈاکوؤں سے ان کی پھر ملاقات ہو گئی۔ یہ اپنے آقاؤں کے والد و چچا اور بھائی حضرت کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اپنے غلام کو ساتھ لے جاؤ اور اگر چاہو تو یہیں چھوڑ دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو اس کی خدمت سے بہت خوش ہیں۔ ہم اس کو ساتھ لے جانے کے بجائے یہیں چھوڑنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے ان کی رائے کو پسند فرمایا۔ زید نے جب یہ دیکھا تو اپنے آقاؤں سے طلاق دے دی اور کہا کہ میں تو اب یہیں رہوں گا۔ آنحضرت نے ان کو آزاد کر دیا اور اپنا متبنیٰ بنا لیا۔ اس وقت زید بن محمد کہلانے لگے۔ قرآن کی آیت اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے) نازل ہونے کے بعد پھر زید حارثہ کے بیٹے کہلانے لگے۔ پھر قرآن کے حکم کے مطابق ان کے ساتھ سے منہ بولے رشتے ختم کر دیئے گئے۔ زید کی شادی حضرت زینب سے کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیں۔ یہ دونوں

ہوتا ہے۔ اس کو ہمارے اکابر نے اپنے اوپر خوف کر کے اختیار کیا ہے حتیٰ کہ وہ اب کھانے سے محبوب ہو گئے اور محبوب ہونا بھی اس لئے کہ اس میں دین کی قوت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آپ کے ساتھ محبت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آپ کے ساتھ جو محبت تھی اس کو بھی ہر شخص جانتا ہے اور ان کی بڑی فضیلت ہے اور اس کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان کو افضل بھی کہا ہے اور بعض نے یہ کہا کہ ان کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہاتھ میں کھلای

اپنی عدت پوری کرنے کے بعد آپ کی ازواج مطہرات میں شامل ہونے کی سعادت سے مشرف ہوئیں۔

ازھر لغۃ تعالی بہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یشب
منطقھا ربۃ دیر زوجھا بقدہ عنہ الصوف والسلام

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۰)

"جس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شرف بخشا کہ آپ نے حضرت زینب کو ان کے شوہر زید کے طلاق دینے کے بعد ان کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کیا۔"

اور ان کے نکاح کے بارے میں قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔

ان اللہ غلیہ بہ تبدی فیھا وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ فلما قضی زید منھا وطرا زوجنکھا لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطرا وکان امر اللہ مفعولا۔

"اللہ تعالیٰ کو وہ بات ظاہر کرنی تھی جو تم اپنے دل میں چھپا رہے تھے اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے پھر جب زید کا اس عورت سے جی بھر گیا (یعنی اس نے اس کو طلاق دے دی) تو ہم نے اس کا نکاح تم سے کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں اور اللہ کا حکم تو ہونا ہی تھا۔"

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۳)

ان آیات کریمہ کی تفسیر میں مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے اور بعض نے تو ایسی باتیں بھی لکھ دی ہیں جو آپ کی شان اقدس کے بالکل خلاف ہیں اور ان کی وجہ سے بعض لوگوں نے آپ پر اعتراض بھی کیا ہے۔ ہم ان تمام باتوں کو چھوڑ کر صرف وہ بات لکھتے ہیں جو ہمارے نزدیک صحیح ہے اور جس سے آپ کی شان اقدس پر کوئی حرف نہیں آتا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا میکہ:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا میکہ اور ننھیال آپ کے چچا زاد بھائی امیمہ بن عبد المطلب کا گھرانہ تھا۔ آپ کی والدہ کا نام فاختہ بنت عمرو بن عبد المطلب تھا۔ آپ کے والد جحش بن رئاب تھے جو قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد کا نام رئاب تھا یا یعمر تھا۔ اس میں اختلاف ہ

ہے جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو (اس سے کسی پیغمبر کو بھی مفر نہیں) اور یہ بات بھی اس کی مرضی کے تابع ہے کہ کتنے عرصہ کا وقفہ ہو۔ اس لئے ہر پیغمبر کے بعد جو پیغمبر بھیجا گیا اس کی بعثت کے وقت پہلے پیغمبر کی امت کا بیشتر حصہ گزر چکا تھا۔ اس لئے ہر پیغمبر کے بعد اس کی امت کا بیشتر حصہ پہلے پیغمبر کی امت کا ہوتا تھا۔ اس لئے ہر پیغمبر کی بعثت کے وقت پہلے پیغمبر کی امت کا بیشتر حصہ گزر چک

کہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم چار آدمی ہیں جن کی شرافت پر قرآن گواہ ہے اور اسلام کی شرافت پر گواہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینبؓ کو پیغام

مصعب احمد تمیمی روایتی۔ ابن ابی خالد عبداللہ بن ابی طلحہ سے بحوالہ انس کا بیان نقل کیا ہے اور روایت متعدد ذیلی طرق کے ساتھ نقل کی ہے کہ جب حضرت زینب کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے فرمایا کہ تم جاؤ اور میرا پیغام زینب تک پہنچاؤ (یعنی یہ کہ میں ان سے نکاح کرنا چاہتا ہوں) زید کہتے ہیں اس وقت زینب میرے نکاح میں تھیں۔ زید کو یہ بات سن کر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی چیز میرے دل میں چبھ گئی ہو۔ میں نے کہا کہ میں جاتا ہوں۔ میں جا کر دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا اے زینب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا ذکر کر رہے ہیں۔ زینب نے کہا کہ میں کوئی جواب نہیں دیتی جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کر لوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی جائے نماز پر کھڑی ہو گئیں۔ اور قرآن کی آیت نازل ہوئی۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (جب زید نے اس سے اپنا کام پورا کر لیا (اور اس نے طلاق دے دی) تو ہم نے اس کا تم سے نکاح کر دیا)۔

زینب کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچ گئی اور آپ نے اس کا استقبال کیا۔ حاجت پوری کرنے سے مراد ہے زید کا زینب سے علیحدگی ہو جانا۔ یعنی جب زید نے زینب سے علیحدگی کر لی تو ہم نے زینب کی حاجت روائی کر دی۔ بعض علماء نے کہا کہ قضاء وطر (حاجت پوری کرنے) سے مراد نکاح مراد ہے۔

ثابت و انس: حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زید سے حضرت زینب کا بیان سنا تو کہا کہ اللہ کی پناہ مانگیں کہ جب آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ ثابت نے حضرت انس سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔ ثابت نے کہا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔ ثابت نے کہا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے حضرت زینب کا بیان کیا تو کہا کہ اللہ کی پناہ مانگیں کہ جب آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ ثابت نے انس سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔ ثابت نے کہا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔ ثابت نے کہا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے حضرت زینب کا بیان کیا تو کہا کہ اللہ کی پناہ مانگیں کہ جب آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ ثابت نے انس سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔ ثابت نے کہا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔ ثابت نے کہا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے حضرت زینب کا بیان کیا تو کہا کہ اللہ کی پناہ مانگیں کہ جب آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ ثابت نے انس سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔ ثابت نے کہا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔ ثابت نے کہا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔

حضرت زینبؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں حکمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں جب بیت اللہ کی تعمیر کی گئی تو اس میں کئی چیزیں بنا ہاجرا کے نکاح کے خلاف بنائی گئی تین اول تو یہ کہ بیت اللہ کا دروازہ زمین سے بالکل ملا ہوا تھا دوسرے یہ کہ دروازے کے دو راستے تھے ایک مشرقی جانب میں بیت اللہ میں داخل ہونے کے لئے اور دوسرا مغربی جانب میں جس کے ذریعہ بیت اللہ میں داخل ہوتے اور نکلتے تھے تیسرے یہ کہ بنو جمح نے اس میں داخل ہونے کے لئے ایک شرقی جانب میں دروازہ بنایا تھا اور مغربی جانب میں بھی دروازہ بنایا تھا۔ اس میں داخل ہونے کے لئے بھی دو راستے تھے۔ ایک مشرقی جانب میں اور دوسرا مغربی جانب میں۔ اس کی وجہ سے بیت اللہ میں داخل ہونے اور نکلنے میں زحمت ہوتی تھی (اہل جاہلیت نے اس میں داخل ہونے کے لئے مغربی دروازہ داخل بنایا تھا اور مشرقی دروازہ جو حرم کی جانب سے اصل تھا اس کو تمام کر دیا تھا کہ بغیر بنی جمح کے اس میں داخل نہ ہو سکے جس سے مقصد یہ تھا کہ اس کا دروازہ بند ہو جائے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ مسلمانوں کے قبلہ کی جس میں ہوا جانے والے ہیں۔ تاکہ میں بیت اللہ کا پورا نقشہ بنا سکوں کہ بیت اللہ کے معاملہ میں سب کچھ واضح ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیت اللہ کے بنانے کے لئے اپنا ارادہ ظاہر فرمایا تھا لوگوں کو اس کا علم نہ ہو سکا۔

آپ نے مجھ سے چلے میں بھی آپ نے ساتھ اور گھسنے لگا تو میرے اور حضور کے درمیان رکاوٹ پیدا ہو گئی اور حجاب کا حکم نازل ہو گیا۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے حضرت زینب کا بیان کیا تو کہا کہ اللہ کی پناہ مانگیں کہ جب آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ ثابت نے انس سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔ ثابت نے کہا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔ ثابت نے کہا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے حضرت زینب کا بیان کیا تو کہا کہ اللہ کی پناہ مانگیں کہ جب آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ ثابت نے انس سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔ ثابت نے کہا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔ ثابت نے کہا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انس نے کہا کہ اگر میں نہ سنتا تو مجھے معلوم نہ ہوتا۔

منجانب اللہ تھی اس کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی اور جس عمل کا حکم اللہ تعالیٰ دے دیتا ہے وہ عمل ہو کر رہتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ یہ بات معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ اس کے متعلق اب کوئی مقصد مخالف نہیں رہا جس سے وہ حکم متعلق ہونے سے رہ جائے۔

مخالف واقعہ نکاح نے کہا ہے کہ اس سے ایک مقصد شرعی متعلق تھا اس واقعہ میں حضرت زید اور ان کی بیوی کے درمیان اختلاف ہونا اور زید کی طرف سے طلاق دینا ان کی نہایت ہی تکلیف دہ حالت تھی (تفسیر ابن کثیر ص ۱۹۰ ج ۳ تفسیر مظہری ص ۱۰۰ ج ۷)

حضرت زید کی طلاق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے اسباب و اغراض

حضرت زینب حضرت زید کے نکاح میں آئیں تو وہ ان کی آنکھوں میں حقیر تھیں۔ مزاج کی موافقت نہ ہوئی۔ جب آپس میں لڑائی ہوتی تو زید کہتے تھے حضرت سے ان کی شکایت کرتے اور کہتے تھے کہ اسے چھوڑنا چاہوں حضرت منع فرماتے کہ میری خاطر اور خدا و رسول کے لحاظ سے اس کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی ایسا برتاؤ نہ کرو جو خدا و رسول کے خلاف معلوم ہو۔ جب چھوڑ دینے کو دو بار اور ان سے تین مرتبہ دریافت کیا گیا۔ تب حضرت زید نے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا۔ اس لئے خدا نے ان کو یہ بتلانا اور سمجھانا چاہا کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھڑکنا مناسب نہیں۔ جب میاں بیوی میں نباہ کی کوشش کرنا دونوں جانب سے ضروری ہے۔ جب حضرت زید کسی طرح نہ سمجھے اور بار بار طلاق دینے پر تلے رہے تو ناچار یہ بات سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے جو کام مقدر فرما دیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اگر زید نہ چھوڑے گا تو نہ سہی کوئی اور سہی۔ اللہ تعالیٰ کسی کی خوشامد نہیں کرت

نے آپ کو نکاح کی خبر پہنچے سے دے دی تھی۔ اس کی روایت نبی الباذل ہوا اس کے کہ تعمیر علیہ السلام کا ہے۔ باقی جو بھلا ہو اور ہو کر تھے ان پر تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے۔ لاتبھیی اللہ اعلم بالصواب اور ابن کثیر لکھتے ہیں: "اخذ ان نصرت علیہ ملخصا لعدم صحتھا فلا نؤثر ذھا" (ت۔ ۱۰)

منہ بولے بیٹے کی بیوی:

ارجیا کا مطلب رجاء کے وزن پر ہے اور ابیہا کا معنی منصب اور ابیہ تو ہے تم نے آپ کا نکاح اس لئے کرایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ منہ بولے بیٹوں کی اصلی بیویوں سے نکاح حلال ہے اور منہ بولے بیٹے اپنی بیویوں سے قربت کر چکے ہیں تو حقیقی بیٹے کی بیوی کا حکم اس کے خلاف ہے۔ (ت۔ ۱۰)

حضرت جلیبیب کا نکاح:

مسئلہ احد میں ہے کہ ایک انصاری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی لڑکی کا نکاح جلیبیب سے کر دو۔ انہوں نے جواب دیا۔ اچھی بات ہے میں اس کی ماں سے بھی مشورہ کر لوں جاتا ہے حضور! کیا آپ انصاری نے کہا یہ نہیں ہو سکتا ہم نے فلاں فلاں کو اس سے بڑے بڑے آدمیوں کے مانگے تھے دے دیئے اور اب جلیبیب سے نکاح کر دیں۔ حضرت نبی زوجہ کا جواب سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہوئے اور فرمایا جاتے ہی تھے نماز کی طرح پردے کے پیچھے سے پیغام کیونکر سن رہی تھی۔ بولی یا رسول اللہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات رد کرتے ہو جب آپ اس سے خوش ہیں تو کسی انکار نہ ہونا چاہیے۔ اب لوگوں نے کہا کہ بچی ٹھیک کہہ رہی ہے چنانچہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کے اور عرض کیا کہ کیا آپ کسی بات سے ناخوش ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں تو اس سے رضامندی کا اظہار کیا پھر آپ کو اختیار ہے آپ نکاح کر دیجئے۔ چنانچہ نکاح ہو گیا۔ ایک مرتبہ اہل اسلام کا دشمنوں کے مقابلہ کے لئے نکلے ہوئے جس میں حضرت جلیبیب شہید ہوئے۔ انہوں نے بہت سے کافروں کو قتل کیا تھا آخر خود بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ انصار میں سے کسی نے کہا کہ ہم نے جلیبیب کی بیوی جیسی عورت کسی کی نہیں دیکھی۔ ثابت نے روایت میں حضرت ابو برزہ اسلمی کا بیان ہے کہ حضرت جلیبیب کی طبیعت میں خدا جانے تھا کہ نے اپنے قبیلہ والوں سے کہا کہ کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ میں تم سے انصاری خاندان میں شادی کروں؟ سب نے کہا کہ ہاں کیوں نہ کرتے تھے ہیں تک کہ یہ مقولہ کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بابت کچھ فرماتے۔ جو وہ واقعی ہیں فرمایا جو ہو سکے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت جلیبیب نے سات کافروں کو اپنی تلوار سے قتل کیا تھا پھر کافروں نے گھیر کر آپ کو شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحابہ کرام میں سے کسی نے جلیبیب کی طرح کا نہیں دیکھا۔ کہ

وسلم نے فرمایا: میں اللہ کے نبی کی اور بعد میں آنے والا میں ہوں۔ (صحیح بخاری)

تین عظیم دلوں کیلئے حضرت کا نکاح:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ اور ﴿عَظِيمٍ﴾ کے لفظ جو بعثت اور ختم نبوت کے مقرر کردہ وقت کی اس میں ان پر دلیل ہے (واللہ اعلم)

حضرت عیسیٰ ﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ کی آمد ثانی کو ختم نبوت کے منافی نہیں سمجھتے کیونکہ اللہ نے ﴿عَظِيمٍ﴾ کے لفظ سے مقرر کردہ وقت کی نفی کی، جب کہ آپ میں فرض نفی القبول ہے اور اس لئے نفی مقرر کردہ کی نہیں کی گئی، کیونکہ نزول کی مقرر کردہ ہیں۔ بعض علماء نے آیت میں ﴿عَظِيمٍ﴾ کو ﴿حِلِّ﴾ (حلال کرنے) کے لئے ان کے جو کچھ حلال کر دیا قرار دیا ہے۔

فضل کے کرنے سے اللہ نے حرام کئے ہوئے نکاح کیسے ان کیلئے حلال ہوئے بعض نے فرمایا کہ یہ حضرت زینب کی طرف اشارہ ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے حضرت اوریا کی بیوی کو حلال کر دیا گیا۔ (واللہ اعلم)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر

وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ

لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں

کسی کے باپ ہونے کا پیدا نہ جانا۔ یہ ان کا رسول ہونے اور ﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ کے منافی نہیں ہے جیسا کہ ہم نے ﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

اور ختم کرنے والے نبیوں کا

ختم نبوت: یعنی آپ پر نبوت و رسالت آنے کے سلسلہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا گیا۔ اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔ اس میں ان لوگوں کی بھی دل شکنی ہے جو آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں کہ جب آپ سب نبیوں کے بعد تشریف لائے اور قیامت تک چلتا رہے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خیر زمانہ میں بحیثیت آپ کے ایک امتی کے آئیں گے تو ان کی نبوت اور رسالت کا کیا اثر ہوگا جیسے آنے والے انبیاء اپنے اپنے مقام پر ہوں گے ویسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرے اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔ بعض محققین کے نزدیک تو انبیاء سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت ظلی ہی سے مستفید ہوتے تھے۔ بعینہٖ حضرت کو چودہ ستارے

نورتن نے نام سے مستفید ہوتے ہیں۔ نہ کہ صرف ان امت کو فائدہ ہوتا ہے۔ اور ختم علم و روشنی کے تم ہو جانے سے عالم شباب میں آفتاب غروب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے تم ہو جانے سے ظلی نبوت کا سلسلہ بھی دور تک ہی صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہوتا ہے۔ یہ بھی واضح کر دیں کہ آپ نے تمام زمانوں و حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور نہ کوئی نبوت لے سکتا ہے آپ ہی کی مہر تصدیق سے۔ واللہ اعلم بالصواب (حبیب الرحمٰن خاتم نبوت کے مخلق قرآن، حدیث، اجماع وغیرہ۔ یہ تینوں دلائل جمع کر کے بعض حالیہ عصر نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ مفتد کے بعد آخر تو نہیں رہتا کہ اس عقیدہ کا منکر قائد کافر (دعوت اسلام سے خارج ہے۔ (مفسر مجاہد)

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا اور اللہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے لئے خاتم ہیں (آپ کے ختم ہونے سے بعد آنے ہیں) اور ہر رسول شفقت شیخ خوش سے انام ہے اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ سب امت فائدہ ہی پہنچتا ہے۔ امت کی کسی عورت سے نکاح نہ ہو سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد نہ رہنے کی حکمت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس میں سلسلہ انبیاء کو ختم کر دیا تو ان کے بعد ان کے لئے کوئی بچہ نہ رہا۔ حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ رب اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی نہیں بنائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نرینہ اولاد (اولاد) عنایت نہیں کیا۔ ابن عابد نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیم کے متعلق فرمایا اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ (۱۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ پر رسول گے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قریب قیامت نازل نہیں ہوں گے، نظم و نزول ہوں گے نہیں رسول اللہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر ہوں گے اس لئے وہ اس نبی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر نوٹی بریح نہیں کی جا سکتی اس کے وہ رسول حضرت عیسیٰ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ کہنا غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جدید نبوت ختم کر دی گئی اور گزشتہ نبی رہے اس سے جدید نبوت کی نفی پر کیا اثر پڑتا ہے۔ (تفسیر ثنائی)

سلسلہ نبوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال:

مفسد امت نے کہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری مثال ایسی نہیں ہے جیسے کسی شخص نے ایک بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اس میں ایک

اور اس کی جگہ کچھ اور دن ہی رکھ دیا گیا ہے اسے چاہئے کہ اپنے آپ کو بدلے جانے کے لائق ثابت کرے اور اس کی وجہ سے کوئی ہونے والی بات نہیں بدلتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پہلے ہی خبر ہوتی ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

تخلیق آدم سے بھی قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم تھے!

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے اپنے کو آخری نبی کے طور پر پیدا کرنے کی کیوں سوچ ہوئے تھے اور مجھے یہ بات کہہ کر بھیجا ہے کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں نے تمہیں کیوں پیدا کیا ہے اور تمہیں کیا بنایا ہے اور تمہیں کیا بنانا ہے اور تمہیں کیا بنانا ہے اور تمہیں کیا بنان

رکاوٹ کو کہ اس کی تفسیر میں طرح طرح کی تحریفات اور اختلافات پیدا کیے ہیں، نظر انداز کر دیتے ہیں۔ الحمدللہ ان سب کا جواب دے چکے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اور آپ کا آخری پیغمبر ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نبی یا نبی ہونے کا دعوا کرنا اور ہر جھوٹی نبوت کا کالعدم اور باطل ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابہ کرام سے لے کر آج تک تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق رہا ہے، اس لئے ضرورت نہیں تھی کہ ہم اس کی کوئی تفصیلی بحث کی جائے لیکن قادیانی فرقہ نے اس مسئلہ میں مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لئے بڑا زور لگایا ہے، ہمارے کچھ چھوٹے بڑے قادیانی شائع کر کے عام لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے، اس لئے فقیر نے اس مسئلہ کی پوری تفصیل ایک مستقل کتاب "مقام نبوت" لکھ دی ہے، جس میں ایک سو آیات، ایک سو سے زائد احادیث اور سینکڑوں اقوال وغیرہ سند و حقائق سے اس مسئلہ کو پیش کیا ہے اور تقریباً چھ سو صفحوں کے شائع ہو چکی ہے، اور تقریباً ۲۰ صفحوں میں یہ مسئلہ مختصر طور پر لکھا جا چکا ہے، اس جگہ کوئی زائد تفصیل فرمانی، اب اس میں نئی نبوت کی گنجائش ہے نہ رسالت نئی، اگر نبوت یا رسالت کی کوئی شاخ ہمارے ہاں جاری ہو تو اب ان میں سے کسی قسم کی گنجائش قسم نبوت میں نہیں ہے۔

آنے والی امت کی ہدایت کا انتظام:

صحیح بخاری و مسلم، مسند احمد وغیرہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی وانه لانبی بعدی و سیکون خلفاء فیکثرون" الحدیث۔

"بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء انجام دیتا تھا۔ جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہو جاتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں (البتہ میرے خلیفہ ہوں گے جو بہت ہوں گے۔"

اس حدیث سے یہ بھی واضح کر دیا کہ "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، تو امت کی ہدایت کا انتظام کیسے ہوگا؟

اس کے متعلق فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کی تعلیم و ہدایت کا انتظام آپ کے خلفاء کریں گے، یعنی یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقیفہ ہونے کی حیثیت سے مقاصد نبوت کو پورا کریں گے، اگر علی پر روزی کوئی نبوت کی قسم ہوتی یا غیر تشریعی نبوت ہی ہوتی، تو ضرور تھا کہ یہاں اس کا ذکر کیا جاتا کہ اگرچہ یہ ہم نبوت قسم نبوت تو بند ہے لیکن ہم نبوت کی فلاں فلاں قسم جاری ہوگی، تو ہم نبوت کا بھی ایک انتظام ہوگا۔

روایت اسناد صحیح کے ساتھ آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا

"میری مثال اور مجھ سے پہلے نبیاء کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک مکان بنایا ہو، اس کو آپ خوبصورت اور حسین بنایا، مگر اس کے ایک گوشہ میں دیوار کی ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، لوگ اس کو دیکھنے لگے اور اس میں تعجب کرنے لگے اور تعریف کرنے لگے مگر یہ کہتے کہ اس مکان بنانے والے نے یہ اینٹ بھی کیوں نہ لگا دی جس سے قیمت بالکل مکمل ہو جاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قصر نبوت کی) وہ آخری اینٹ میں ہوں، اور بعض الفاظ حدیث میں ہیں کہ میں نے اس خلا کو پُر کر کے قصر نبوت کو مکمل کر دیا۔"

اس تمثیل سے یہ حاصل ہے کہ نبوت ایک عالی مکان نما شئی ہے جس نے مکان بنایا، وہ پیغمبر تھا، وہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہ عمل پاکیل پورا ہو چکا تھا اور اس میں صرف ایک اینٹ کے سوا کسی اور قسم کی کچھ کمی نہیں تھی، میں اپنی جگہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو پُر کر کے قصر نبوت کی تکمیل فرما دی، اب اس میں نہ کسی نبوت کی گنجائش ہے نہ رسالت نئی، اگر نبوت یا رسالت کی کوئی شاخ ہمارے ہاں جاری ہو جائے تو اب ان میں سے کسی قسم کی گنجائش قسم نبوت میں نہیں ہے۔

آنے والی امت کی ہدایت کا انتظام:

صحیح بخاری و مسلم، مسند احمد وغیرہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی وانه لانبی بعدی و سیکون خلفاء فیکثرون" الحدیث۔

"بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء انجام دیتا تھا۔ جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہو جاتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں (البتہ میرے خلیفہ ہوں گے جو بہت ہوں گے۔"

اس حدیث سے یہ بھی واضح کر دیا کہ "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، تو امت کی ہدایت کا انتظام کیسے ہوگا؟

اس کے متعلق فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کی تعلیم و ہدایت کا انتظام آپ کے خلفاء کریں گے، یعنی یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقیفہ ہونے کی حیثیت سے مقاصد نبوت کو پورا کریں گے، اگر علی پر روزی کوئی نبوت کی قسم ہوتی یا غیر تشریعی نبوت ہی ہوتی، تو ضرور تھا کہ یہاں اس کا ذکر کیا جاتا کہ اگرچہ یہ ہم نبوت قسم نبوت تو بند ہے لیکن ہم نبوت کی فلاں فلاں قسم جاری ہوگی، تو ہم نبوت کا بھی ایک انتظام ہوگا۔

ایک بلیغ تمثیل:

صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں تم سب حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

نبوت کی تمام قسمیں ختم ہو گئیں:

اس حدیث میں سمانے والے الفاظ میں بتلایا کہ نبوت کی کوئی قسم آپ کے بعد باقی نہیں، اور یہ امت خلق کا نام جو پہلی الہامی دنیا میں بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا، وہ اس امت میں آپ کے فضائل سے لے لیا جائے گا۔

صحیح بخاری کی مستند روایت ابوہریرہ کی حدیث سے ہے:

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

"یعنی نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا بجز بشارات کے۔"

مسند احمد، طبرانی میں حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا یبقی بعدی من النبوۃ شیء الا المبشرات قالوا یا رسول اللہ وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم او تری لہ

(الحاوی، حدیث صحیح ہے بخاری کی شرط پر)

"میرے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا بجز بشارات کے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشارات کیا چیز ہے؟ فرمایا سچے خواب جو مسلمان خود دیکھے یا اس کے متعلق کوئی دوسرا دیکھے۔"

اس حدیث کی قسم اور حدیث سے علاوہ یا کہ نبوت کی کوئی قسم تشریعی یا غیر تشریعی اور بقول مرزا قادیانی علمی یا بروزی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں، صرف بشارت یعنی سچے خواب لوگوں کو آئیں گے جن سے جو معلومات ہو جائیں گی۔

اور مسند احمد اور ترمذی میں حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی

"بیشک رسالت اور نبوت میرے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔"

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ غیر تشریعی نبوت بھی آپ کے بعد باقی نہیں اور علمی یا بروزی نبوت کی کوئی قسم بھی نہیں نہ اسلام میں اس طریق کی کوئی چیز معروف ہے۔

قادیانی کے مسن گھڑت عنوانات:

اس مجمع مسلمہ ختم نبوت کی احادیث جمع کرنا مقصود نہیں، وہ تو دو سو سے زیادہ حوالہ ختم نبوت میں جمع کر دیئے گئے ہیں، صرف چند احادیث سے یہ بتانا مقصود تھا کہ مرزائی قادیانی نے جو غلط نبوت کے نئے علمی اور بروزی کا عنوان ایجاد کیا ہے، اول تو اسلام میں اس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں، اور بالفرض اگر بھی جو تاویل احادیث مذکورہ سے واضح طور پر یہ بتلا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی کوئی قسم کسی طرح کی باقی نہیں ہے۔

اجماع امت: اسی لئے صحابہ کرام سے لے کر آج تک امت مسلمہ کے سب طبقہ کا اجماع اس عقیدہ پر رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی قسم کی نبوت نہیں ہو سکتا، جو بھی کرے وہ کافر اور اسلام سے خارج قرآن اور کافر ہے، اور سب کے سب سے پہلا اجماع اسی مسئلہ پر ہوا جس کی وجہ سے مسیلمہ کذاب جعلی نبوت سے ضعیف اول صدیق اکبر کے عہد میں جہاد کر کے جہنم واصل کیا گیا۔

منکر ختم نبوت کافر ہے:

ائمہ سلف اور امت کے اقوال و تصریحات جن اس مضامین میں منکر ختم نبوت کے تیسرے حصہ میں جزئی تفصیل سے لکھ دیئے گئے ہیں، اس جگہ چند تنبیہات نقل کئے جاتے ہیں۔

مورخ مصری عبدالرحمن نے اپنی کتاب شفاء بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوی نبوت کرنے والے کو کافر اور کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا اور مرتد ذکر کرنے کے بعد تکفیر کے الفاظ لکھے ہیں

واجمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلانک فی کفر ھؤلاء واطرادھم کلھا قطعا اجماعا وسمعا

"امت نے اجماع کیا ہے کہ اس کلام کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے اور اس پر کہ اس آیت کا مفہوم ہی مراد ہے بغیر کسی تاویل و تخصیص کے، اس لئے ان تمام فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ (جو کسی معنی نبوت کے باقی ہونے کی طرف گئے ہیں)

بلکہ ان کا غیر قطعی طور سے اجماع امت اور نقل بھی کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ (عون المعبود)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ زبیر رضی اللہ عنہ۔ طلحہ رضی اللہ عنہ۔
عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ۔
عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔
ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔
اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ۔ بلال رضی اللہ عنہ۔
ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ۔ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ۔
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ۔
ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ۔ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔
ابوالفضل رضی اللہ عنہ۔ ثابت رضی اللہ عنہ۔
انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ابوبکر آدمی رضی اللہ عنہ۔
ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ۔
معبد بن مالک رضی اللہ عنہ۔ عمر بن قیس رضی اللہ عنہ۔
حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ تمیم انصاری رضی اللہ عنہ۔
خبیب بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ۔ عبید اللہ بن عمر الاشتق رضی اللہ عنہ۔
نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ۔ کعب بن عجرہ انصاری رضی اللہ عنہ۔
ابوبکر بن حکیم رضی اللہ عنہ۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ قرشی رضی اللہ عنہ۔
ابوقتادہ رضی اللہ عنہ۔ قرہ رضی اللہ عنہ۔
عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن اکمس رضی اللہ عنہ۔
انس رضی اللہ عنہ۔ سعید عاص رضی اللہ عنہما۔
عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔
معاذ بن مسلم رضی اللہ عنہ۔ یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ۔
حنظلہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ۔
ابوالدرداء رضی اللہ عنہ۔ ربیع بن احمد عرس رضی اللہ عنہ۔
ام ہانی رضی اللہ عنہا۔ زینب رضی اللہ عنہا۔

ہیں الخ قال ابوبکر آدمی وہاں کا نام ہے۔ (مرتب یاد نہیں کہ الی حد یہ باب تمام ہوا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے خاتم الانبیاء ہیں:

اہل حق و ہدایت کا اجماع قطعی ہے کہ آپ دونوں طرح اور دونوں معنی میں خاتم النبیین ہیں زمانہ کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور مرتبہ اور کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور جو حضور کو خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کا انکار کرے وہ ولی شیطان کافر و مرتد ہے۔ اور صدیق اکبر کا کام ہی ایمان نبوت سے جو دوسرے نبی کو اپنی جگہ نبی کہے اور اپنے کو نقطہ مرکز سمجھے اور ہر طرح سے اپنے کو حضور کا نائب اور خلیفہ جانے اور ظاہر کرے۔ اور ہر طرح سے اپنے کو حضور کا نائب اور خلیفہ جانے اور ظاہر کرے۔ اور ہر طرح سے اپنے کو حضور کا نائب اور خلیفہ جانے اور ظاہر کرے۔

مسیلمہ قادیان کا بیان:

یہ جو ان خاتم نبوت مسلمانوں کا دعویٰ تھا وہ ہے اور مسیلمہ کذاب، قادیان مرزا غلام احمد قادیانی ختم نبوت کا منکر اور خاتمیت کا بھی کہتا ہے کہ میں مستقل نبی اور رسول ہوں اور ہر نبوت میں تمام انبیاء و مرسلین سے بڑا اور بڑھا ہوں۔ چنانچہ ذرا دیکھ لیجئے کہ اس ۹۹ پر لکھا ہے۔

الخ

سے بلکہ حضور کی وفات کے بعد اس سے مجھ پر یہ بھی ظاہر ہوا اور ہر دو ایمان نبوت سے قبل پر ہوا اور کسی سے یہ سوال نہیں کیا گیا کہ تو نے بھی نبوت کا دعویٰ یا نہیں۔ نبوت کا دعویٰ ہے

منصب نبوت ... بات میں ہوتی آپ کا شیوہ نہیں

مرزا رومی شاہی میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح آپ نے ثالث نبوت کے خاتم ہیں اس طرح آپ کی نبوت کے فاتح و وسیع ہوگی ہیں۔

اور ہر دو عالم سے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم پیغمبران خاتم المسیحین تھے اس لئے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ میں خاتم المسیحین ہوں اور آخری نبی ہوں میرے بعد کسی شخص کو وحی نہیں کی جائے گی یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد ایسا نبی یا ظاہر میں یا پوشیدہ دونوں میں کسی طرح کوئی نبی نہ ہوگا جو تم میں کی پیروی کرنا جیسا کہ انبیاء السابقین اپنے اپنے حواریوں کے لئے یہ فرماتے رہے ہیں کہ آپ نے دین قیم فرمایا ہے آپ نے دین قیم کی اولی فہم نہیں دی بلکہ بار بار یہ فرمایا کہ میرے بعد مستقل جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ دجال اور کذاب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے خاتم الانبیاء ہیں:

اہل حق و ہدایت کا اجماع قطعی ہے کہ آپ دونوں طرح اور دونوں معنی میں خاتم النبیین ہیں زمانہ کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور مرتبہ اور کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور جو حضور کو خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کا انکار کرے وہ ولی شیطان کافر و مرتد ہے۔ اور صدیق اکبر کا کام ہی ایمان نبوت سے جو دوسرے نبی کو اپنی جگہ نبی کہے اور اپنے کو نقطہ مرکز سمجھے اور ہر طرح سے اپنے کو حضور کا نائب اور خلیفہ جانے اور ظاہر کرے۔ اور ہر طرح سے اپنے کو حضور کا نائب اور خلیفہ جانے اور ظاہر کرے۔

نبوت سے کوئی تناول نہیں آیا کیونکہ ظلی اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔

اور تربانی المقلب ص ۲۷۷ میں خود مرزا لکھتا ہے۔ خواص جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب ولایت و نبوت دو ہیں ان کی طرح ابن مریم علیہ السلام نے اپنی خو اور طبیعت اور ولی مناسبت کے لحاظ سے تقریباً ڈھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد عبدالمطلب بن ہاشم کے گھر میں ظلی اور محمد کے نام سے پیدا آیا۔

اور کتاب قول فیصل ص ۹ میں۔ حوالہ اخبار الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء مرزا کا قول اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ تمام انبیاء متفرق جو تمام دنیا کے انبیاء میں پائے جاتے ہیں وہ سب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے تھے اور اب دوسرے کمالات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظلی طور پر بہتو دلائے گئے۔ پہلے تمام انبیاء ظلی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبی خاص ظلی صفات میں اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم سے ظلی ہیں۔

ان عبارات میں مرزا نے تاویل نہیں کی اپنے آپ کو ظلی اور بروزی نبی کہہ کر دنیا کو دھوکہ دیا ہے۔ (سلسلہ کا اصول)

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا	
اور ہے اللہ سب چیز کو جانتا ہوا	

اللہ کا علم کافی ہے:

یعنی وہی جانتا ہے کہ رسالت یا ختم نبوت کو کس محل میں رکھا جائے۔

(تفسیر عثمانی)

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

اس لئے وہ جانتا ہے کہ کس پر نبوت کا خاتمہ کیا جائے اور کس کی کیا حالت ہونی چاہیے۔ حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خوبصورت قصر ہو اس کی عمارت حسین ہو لیکن ایک اینٹ (لگانے) کی جگہ اس میں چھوڑ دی گئی ہو، دیکھنے والے کہ اس کے گرد گھومتے ہوں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب کرتے ہوں لیکن (ساتھ ہی) یہ بھی کہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پس اس ایک اینٹ کے مقام میں نے دعوت کر دیا اور مجھ پر پیغمبروں کا خاتمہ کر دیا۔ دوسری روایت میں آیا ہے میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ متفق علیہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی:

حضرت جبیر بن مطعم کا بیان ہے میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے میرے (بہت) نام ہیں میں محمد ہوں احمد ہوں میں ماحی ہوں کہ اللہ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹائے گا میں حاشر ہوں لوگوں کا محشر میرے قدموں پر ہوگا میں عاقب ہوں (سب سے پیچھے آنے والا) میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مختلف نام اور صفات بیان کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا میں محمد ہوں احمد ہوں مقفی ہوں حاشر ہوں، نبی التوبہ ہوں، نبی الرحمۃ ہوں۔ رواہ المسلم۔ (تفسیر عثمانی)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝	
اے ایمان والو	یاد کرو اللہ کو بہت کی یاد
وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا	
اور پاکی بولو اللہ کی صبح اور شام	

عظیم الشان نعمت کا شکر:

یعنی حق تعالیٰ نے اکابر احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں نے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا۔ اس پر اس کا شکر ادا کرو۔ اور علم حقیقی کو کبھی نہ بھولو۔ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، رات دن، صبح شام ہر حالت میں اس کو یاد رکھو۔ (تفسیر عثمانی)

ہمہ وقتی عبادت:

حضرت ابن عباس نے فرمایا ذکر کے علاوہ اللہ نے ہر فرض کی ایک حد مقرر فرمائی ہے اور عذر کے وقت معذور لوگوں کو چھوڑ دیا ہے مگر ذکر کی کوئی آخری حد مقرر نہیں کی اور سوا دیوانے کے کسی کو معذور نہیں قرار دیا بلکہ تمام حالتوں میں ذکر کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ اللہ کی یاد کرو کھڑے بیٹھے اور پہلو کے بل پڑے ہوئے۔ اور فرمایا ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْغٰفِلِيْنَ اللہ کی بکثرت یاد کیا کرو رات میں، دن میں، خلوت میں، جلوت میں، سفر میں، حضر میں، بیماری میں، تندرستی میں، ظاہر باطن میں کہا ذکر کثیر یہ ہے کہ کبھی غفلت کو نہ آنے دے۔ میں کہتا ہوں یہ حالت مخاطب اور راوی حضور کے بعد ہوتی ہے

وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا اور صبح شام (یعنی ہمیشہ) اس کی پاکی بیان کرتے رہو یعنی فجر کی نماز پڑھو۔

وَاَصِيْلًا کہنے سے کہا یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھو۔ مجاہد نے کہا تسبیح سے مراد ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھنا۔ لفظ تسبیح سے تمام ہاتھی جملے مراد ہیں۔ (یعنی تسبیح تحمید تہلیل تکبیر وغیرہ) ان الفاظ کو یاد رکھو بے حد اور بہت سب پڑھیں۔

میں کہتا ہوں اول اللہ نے صرف ذکر کا حکم دیا کہ کسی وقت خدا کی یاد

بھولے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانے کی قابل قدر کوشش کرتے ہیں۔

صبح شام کی خصوصیت:

بعض اہل طرق کا تجربہ ہے کہ صبح و شام کے اوقات میں ذکر کی تاثیر میں اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ ان اوقات میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے فرشتے دن کے فرشتوں کے ساتھ باری باری آتے جاتے ہیں اور فجر و عصر کی نمازوں میں سب جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر جو فرشتے رات کے تھے وہ اوپر چلے جاتے ہیں تو ان سے ان کا رب دریافت کرتا ہے (حالانکہ وہ خود ان کو بہتر جانتا ہے) کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے پایا جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (متفق علیہ)

نماز میں توجہ کی اہمیت:

حضرت عبادہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے جب تک وہ ادھر ادھر توجہ نہ کرے۔ لیکن جب وہ ادھر توجہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، ابن حبان)

ذکر کی کثرت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بہت سی جگہ ذکر کی کثرت کا حکم دیا ہے۔ کہیں تو اس کو فلاح کا ذریعہ بتایا ہے۔ کہیں اس کو کامیابی کا سبب قرار دیا ہے۔ کہیں اس کو ہر مشکل کا حل بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بیماری کا علاج بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر مرض کا دوا بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر خوف کا امن بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر تکلیف کا راحت بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر غم کا سکھ بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر ظلمت کا نور بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر ذلت کا عزت بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر فقر کا غنا بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر ضعف کا قوت بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر کمزوری کا طاقت بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر ہلاکت کا نجات بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر گمراہی کا ہدایت بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے چینی کا اطمینان بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے قراری کا قرار بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے کیفی کا کیف بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے لطفی کا لطف بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے مزگی کا مزہ بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے رونقی کا رونق بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے نوری کا نور بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے ذوقی کا ذوق بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے شوقی کا شوق بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے جانی کا جان بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے روحی کا روح بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے حسی کا حس بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے ہوشی کا ہوش بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے خبری کا خبر بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے علمی کا علم بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے عقلی کا عقل بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے فہمی کا فہم بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے ادبی کا ادب بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے تمیزی کا تمیز بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے سلیقگی کا سلیقہ بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے ترتیبی کا ترتیب بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے نظمی کا نظم بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے ربطی کا ربط بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے ضابطگی کا ضابطہ بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے قاعدگی کا قاعدہ بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے اصولی کا اصول بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے نظمی کا نظم بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے ترتیبی کا ترتیب بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے سلیقگی کا سلیقہ بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے تمیزی کا تمیز بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے ادبی کا ادب بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے فہمی کا فہم بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے عقلی کا عقل بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے علمی کا علم بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے خبری کا خبر بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے ہوشی کا ہوش بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے حسی کا حس بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے روحی کا روح بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے جانی کا جان بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے ذوقی کا ذوق بتایا ہے۔ کہیں اس کو ہر بے شوقی کا شوق

"صلوٰۃ" کا معنی: لغت میں "صلوٰۃ" کا معنی توجہ اور لطف و مہربانی ہے اور اس کا معنی تعظیم بھی آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ اصل میں "صلا" سے ہے جس کا معنی ہے "حرارت"۔ اسی لئے جب کسی شخص کو آگ میں جلاتے ہیں تو کہتے ہیں "صلی بالنار"۔ اور جب کسی کو آگ سے گرم کرتے ہیں تو کہتے ہیں "اصطلی بالنار"۔ اسی سے "صلوٰۃ" بمعنی عبادت ہے کیونکہ نماز بھی انسان کو گرم کرتی ہے۔ اسی لئے "صلوٰۃ" کے معنی تعظیم بھی آتے ہیں۔ اللہ کی صلوٰۃ کا معنی ہے اس کی رحمت اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا معنی ہے استغفار۔ اور مومنین کی صلوٰۃ کا معنی ہے اللہ کی تعظیم۔

نماز کو صلوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے اندر یہ تمام معانی پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "انما سمیت الصلوٰۃ صلوٰۃ لانہا تہدی العبد الی کل خیر" (علل الشرائع، ج ۲، ص ۳۴۲) یعنی نماز کو صلوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بندے کو ہر خیر کی طرف ہدایت کرتی ہے۔

نماز کے معنوی آثار کے لئے ہیں کہ اس کے اندر یہ تمام معانی پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "انما سمیت الصلوٰۃ صلوٰۃ لانہا تہدی العبد الی کل خیر" (علل الشرائع، ج ۲، ص ۳۴۲) یعنی نماز کو صلوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بندے کو ہر خیر کی طرف ہدایت کرتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے ہدف پر توجہ کرنا اور اس کی روح کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اسی لئے حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "لا خیر فی صلوٰۃ لیس فیہا خشوع" (غرر الحکم، ج ۱، ص ۱۹۳) یعنی جس نماز میں خشوع نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "لا یقبل اللہ صلوٰۃ عبد لا یحضر قلبہ مع بدنہ" (وسائل الشیعہ، ج ۴، ص ۴۶۰) یعنی اللہ اس بندے کی نماز قبول نہیں کرتا جس کا دل اس کے بدن کے ساتھ حاضر نہیں ہوتا۔

نماز کا وجوب: نماز کا وجوب قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: "وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ" (البقرہ: ۴۳) یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اسی طرح سورہ بقرہ کی آیت ۱۱۰ میں بھی نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ سنت میں بھی نماز کے وجوب پر بہت زور دیا گیا ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ عماد الدین" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز دین کا ستون ہے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا: "من ترک الصلوٰۃ فقد کفر" (وسائل الشیعہ، ج ۴، ص ۴۶۰) یعنی جس نے نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔ اجماع بھی نماز کے واجب ہونے پر قائم ہے۔ تمام مسلمان نماز کے واجب ہونے پر متفق ہیں۔

نماز کی اہمیت: نماز کی اہمیت کے بارے میں بہت سی روایات ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "ان اول ما یحاسب بہ العبد الصلوٰۃ فان قبلت قبل ما سواہا" (وسائل الشیعہ، ج ۴، ص ۴۶۰) یعنی بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر نماز قبول ہو گئی تو باقی سب کچھ بھی قبول ہو جائے گا۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ قربان کل تقی" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز ہر متقی کا قربان ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "من استخف بالصلوٰۃ لم ینل شفاعتنا" (وسائل الشیعہ، ج ۴، ص ۴۶۰) یعنی جس نے نماز کو ہلکا سمجھا وہ ہماری شفاعت نہیں پائے گا۔

نماز کے فوائد: نماز کے بہت سے فوائد ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

نماز انسان کو برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ" (العنکبوت: ۴۵) یعنی نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

نماز انسان کے گناہوں کو معاف کرتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ کفارۃ لما بینہا" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز اپنے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

نماز انسان کے رزق میں اضافہ کرتی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "ما افتقر من صلی" (وسائل الشیعہ، ج ۴، ص ۴۶۰) یعنی جس نے نماز پڑھی وہ فقیر نہیں ہوا۔

نماز انسان کو اللہ کے قریب کرتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ قربۃ کل تقی" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز ہر متقی کا تقرب ہے۔

نماز انسان کو قبر کی تاریکی میں روشنی دیتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من حافظ علی الصلوٰۃ کانت لہ نورا فی قبرہ" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی جس نے نماز کی حفاظت کی وہ اس کی قبر میں نور ہو گی۔

نماز انسان کو قیامت کے دن نجات دلائے گی۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من حافظ علی الصلوٰۃ کانت لہ نجاۃ یوم القیامۃ" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی جس نے نماز کی حفاظت کی وہ اس کی قیامت کے دن نجات ہو گی۔

نماز انسان کو جنت میں لے جائے گی۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من حافظ علی الصلوٰۃ کانت لہ جنۃ یوم یلقونہ" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی جس نے نماز کی حفاظت کی وہ اس کی جنت ہو گی۔

نماز انسان کو اللہ کے ساتھ ملاقات کے لئے تیار کرتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ معراج المؤمن" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز مومن کا معراج ہے۔

نماز انسان کو اللہ کے ساتھ ہم کلام ہونے کا موقع دیتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ مناجاۃ اللہ" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز اللہ کے ساتھ مناجات ہے۔

نماز انسان کو اللہ کی رحمت کے قریب کرتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ رحمۃ اللہ" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز اللہ کی رحمت ہے۔

نماز انسان کو اللہ کے غضب سے بچاتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ تطفئ غضب اللہ" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتی ہے۔

نماز انسان کو اللہ کے عذاب سے بچاتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ تدفع عذاب اللہ" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز اللہ کے عذاب کو دفع کرتی ہے۔

نماز انسان کو اللہ کے ساتھ ملاقات کے لئے تیار کرتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ معراج المؤمن" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز مومن کا معراج ہے۔

نماز انسان کو اللہ کے ساتھ ہم کلام ہونے کا موقع دیتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ مناجاۃ اللہ" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز اللہ کے ساتھ مناجات ہے۔

نماز انسان کو اللہ کی رحمت کے قریب کرتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ رحمۃ اللہ" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز اللہ کی رحمت ہے۔

نماز انسان کو اللہ کے غضب سے بچاتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ تطفئ غضب اللہ" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتی ہے۔

نماز انسان کو اللہ کے عذاب سے بچاتی ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلوٰۃ تدفع عذاب اللہ" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی نماز اللہ کے عذاب کو دفع کرتی ہے۔

مومنوں کیلئے سلام کے تحفے:

جس اللہ نے ان پر سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے، وہ ان کے لئے کیا کچھ تیار کرتا ہے۔ اس کی کچھ جھلک ہم یہاں دیکھتے ہیں۔ (یہ سلام) جس روز وہ اللہ سے ملیں گے تو ان کا تحفہ کامل اور مکمل ہوگا اور اللہ نے ان کے لئے بہت بڑے اجر کو تیار کر رکھا ہے۔

تحیتہم یوم یلقونہ سلام: تحیت کا معنی ہے "دعا بالحیاۃ"۔ یعنی زندگی کی دعا۔ اسی لئے جب کسی کو سلام کرتے ہیں تو کہتے ہیں "حیاک اللہ"۔ یعنی اللہ تجھے زندہ رکھے۔ اسی طرح "تحیۃ" کا معنی ہے "سلام"۔ یعنی سلامتی کی دعا۔ اسی لئے جب کسی کو سلام کرتے ہیں تو کہتے ہیں "السلام علیکم"۔ یعنی تم پر سلامتی ہو۔

یوم یلقونہ: یہ ضمیر "ہ" اللہ کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی جس دن وہ اللہ سے ملیں گے۔ اللہ سے ملنے کا معنی ہے اللہ کی رحمت اور اس کے ثواب کو پانا۔ اللہ سے ملنے کا معنی یہ نہیں ہے کہ اللہ کو دیکھا جائے۔ کیونکہ اللہ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ اللہ سے ملنے کا معنی ہے اللہ کی رحمت اور اس کے ثواب کو پانا۔ اللہ سے ملنے کا معنی ہے اللہ کی رحمت اور اس کے ثواب کو پانا۔

وہ اللہ سے ملیں گے تو ان کا تحفہ کامل اور مکمل ہوگا: اللہ کی طرف سے مومنوں کو جو تحفہ ملے گا وہ کامل اور مکمل ہوگا۔ اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اللہ کی رحمت اور اس کے ثواب کو پانا۔ اللہ سے ملنے کا معنی ہے اللہ کی رحمت اور اس کے ثواب کو پانا۔

اللہ نے ان کے لئے بہت بڑے اجر کو تیار کر رکھا ہے: اللہ نے مومنوں کے لئے بہت بڑے اجر کو تیار کر رکھا ہے۔ اللہ کی رحمت اور اس کے ثواب کو پانا۔ اللہ سے ملنے کا معنی ہے اللہ کی رحمت اور اس کے ثواب کو پانا۔

تحیتہم یوم یلقونہ سلام	
واعد لہم اجرا کریما	

(اس کے بعد جاری ہے)

یٰٓاَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاہِدًا

۱۔	ہم نے تجھ کو بھیجا

اُمت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی:

یعنی اللہ کی عبادت کرنے اور اس کی رحمت پانے کا راستہ یہ ہے کہ ہمارے بھیجے ہوئے رسول کی اطاعت کی جائے۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین صفات بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ آپ اللہ کی طرف سے گواہ ہیں۔ دوسری صفت یہ ہے کہ آپ بشارت دینے والے ہیں۔ تیسری صفت یہ ہے کہ آپ ڈرانے والے ہیں۔

(اس آیت کے بارے میں) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "ان اللہ بعث محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہدا علی امتہ فی کل یوم" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت پر ہر روز گواہ بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "ان اللہ بعث محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہدا علی امتہ فی کل یوم" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت پر ہر روز گواہ بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "ان اللہ بعث محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہدا علی امتہ فی کل یوم" (بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۲۰۰) یعنی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت پر ہر روز گواہ بنا کر بھیجا ہے۔

خدا کی رحمت سے دور ہو جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرار دیا کہ یہ قیامت کے دن اس کو ملعون اور پھٹکارے ہوئے کا نام لے کر پکارا جائے گا۔ ایذا دینے کی جو قسمیں کہیں کسی کی ہیں، مگر ان میں سے کوئی صورت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق یہ نہ کہا جا سکتا ہو کہ کہیں نہ کہیں یا کسی نہ کسی زمانہ میں کسی نہ کسی نے ایسا کیا ہے۔ اس لیے یہ جامع حکم دے کر ہر قسم کی ایذا سے روک دیا گیا۔ اس کے بعد ان کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے مفلس کی تعریف پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے روز اپنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، سب کچھ لے کر آئے گا، مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، پس ان سب کے بدلے میں اس کی نیکیاں دوسروں کو دی جائیں گی، یہاں تک کہ اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں اور ابھی حقوق کی ادائیگی باقی ہو تو دوسروں کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے، پھر وہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسند احمد، مسلم، ترمذی)

منافقوں کی دوسری قسم

اس کے بعد منافقوں کی دوسری قسم کا ذکر ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اسلام کی اطاعت کا اقرار کر کے اور مسلمانوں میں شامل ہو کر اپنی جان و مال کو تو محفوظ کر لیتے تھے، مگر اسلام کی خدمت اور اس کی راہ میں قربانی سے جی چراتے تھے۔ ان کی اس روش پر فرمایا گیا کہ اگر تم واقعی مسلمان ہو تو تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو، اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور اس کے دین کی خدمت میں اپنی جان و مال کو کھپا دو۔ اگر تم یہ کام نہیں کرتے تو تمہارا اسلام ہی مشکوک ہے، اور اس کے بعد تمہارے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔

دائمی اور قوم کی مثال

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ (خواجہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا ان پر گراں گزرتا تھا، کیونکہ آپ حیا کرتے تھے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتایا تھا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ جس کو بلایا جائے وہ آ جائے۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاں ولیمہ کیا تھا تو کھانے کے بعد لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ یہ لوگ اٹھ نہیں رہے ہیں تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے، مگر تین آدمی بیٹھے رہے۔ پھر آپ واپس آئے تو دیکھا کہ وہ بھی اٹھ کر جا چکے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ)

مت کیلئے گونگی کا مقصد اور گونگی کی مثال

فرمایا یہ جا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوبیوں کے پاس جانے میں امت کے تصور سے شرم محسوس کرتے ہیں، مگر اللہ کو اس میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ اس معاملہ میں تمہیں روکتا ہے۔ اس کا ایک مفہوم عام بھی ہو سکتا ہے، جس کی رو سے اللہ علیہ وسلم کی امت کے سب افراد اس کے مخاطب ہیں۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کو اس میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی کہ وہ حق بات کہنے سے، یا کسی کو حق بات کہنے سے روکے۔ اس کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ جب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوبیوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ حکم صرف ان کے لیے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔

نور ہونے اور اس کے خوشہ چینوں

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فرمانِ الٰہی سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ، آپ کی ذات پر اور آپ کی نبوت پر ہم ایمان لا چکے ہیں، آپ کی تعلیم کو ہم پہنچا چکے ہیں، آپ کی شہادت ہم دے چکے ہیں، اب ہم آپ کے کیا حقوق باقی رہ گئے ہیں جو ہم ادا کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن ابی حاتم)

نور اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

پہلے جو فرمایا تھا کہ اللہ کی رحمت مومنوں کو اندھیروں سے نکال کر اجالے میں لاتی ہے، یہاں اسی بات کو دوسرے انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ ایک بڑا جامع کلمہ ہے جس میں ہدایت کی ہر روشنی آ جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے بھی "نور" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (اللہ آسمان و زمین کا نور ہے) اور اپنی کتاب کو بھی نور کہا ہے، "وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا" (ہم نے تمہاری طرف ایک روشن نور نازل کیا ہے)۔ اور "وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ" (ہم نے اس کو ایک نور عطا کیا جس کی روشنی میں وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے)۔ اسی طرح آپ کو بھی "سِرَاجًا مُّنِيْرًا" (روشن چراغ) کہا گیا ہے۔ مگر آپ کے چراغ ہونے کے باوجود یہ فرمانا کہ "اللہ نے آپ کو نور بنا کر بھیجا ہے" اس بات کی تصریح ہے کہ آپ کی روشنی سے جو روشنی بھی دنیا میں پھیلی ہے وہ اسی نورِ اعظم کی بدولت پھیلی ہے۔ آپ کی ذات سے جو ہدایت بھی لوگوں نے حاصل کی ہے اسی کے واسطے سے حاصل کی ہے۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ سے امت نے جو علم بھی حاصل کیا ہے اس میں خود آپ کے ساتھ براہِ راست تلمذ کا شرف رکھنے والوں کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جو کسی نہ کسی طرح آپ کی روشنی سے فیض یاب ہوا ہے، خواہ وہ اس کا علم رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، اسی نورِ اعظم کا خوشہ چین ہے۔ اسی لیے ہم نے اوپر کہا تھا کہ اس آیت کا اصل منشا یہ ہے کہ امت کا ہر فرد اس نورِ اعظم کے ساتھ اپنے تعلق کو پہچانے اور اس سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے بغیر اس کی تکمیل ممکن نہیں۔ خصوصاً اللہ کے دیے ہوئے حکومت و اقتدار اور تمدن کے بغیر اس کی تکمیل ممکن نہیں۔ خصوصاً اللہ کے دیے ہوئے حکومت و اقتدار اور تمدن کے بغیر خالص اسلامی زندگی کا نمونہ دنیا میں کبھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ" (نبی مومنوں کے لیے ان کے نفس سے بڑھ کر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں) بلکہ یہ فرمایا کہ "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ" (نبی مومنوں کے لیے ان کے نفس سے بڑھ کر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں)۔

نور ہونے اور اس کے خوشہ چینوں

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فرمانِ الٰہی سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ، آپ کی ذات پر اور آپ کی نبوت پر ہم ایمان لا چکے ہیں، آپ کی تعلیم کو ہم پہنچا چکے ہیں، آپ کی شہادت ہم دے چکے ہیں، اب ہم آپ کے کیا حقوق باقی رہ گئے ہیں جو ہم ادا کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن ابی حاتم)

نور اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

پہلے جو فرمایا تھا کہ اللہ کی رحمت مومنوں کو اندھیروں سے نکال کر اجالے میں لاتی ہے، یہاں اسی بات کو دوسرے انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ ایک بڑا جامع کلمہ ہے جس میں ہدایت کی ہر روشنی آ جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے بھی "نور" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (اللہ آسمان و زمین کا نور ہے) اور اپنی کتاب کو بھی نور کہا ہے، "وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا" (ہم نے تمہاری طرف ایک روشن نور نازل کیا ہے)۔ اور "وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ" (ہم نے اس کو ایک نور عطا کیا جس کی روشنی میں وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے)۔ اسی طرح آپ کو بھی "سِرَاجًا مُّنِيْرًا" (روشن چراغ) کہا گیا ہے۔ مگر آپ کے چراغ ہونے کے باوجود یہ فرمانا کہ "اللہ نے آپ کو نور بنا کر بھیجا ہے" اس بات کی تصریح ہے کہ آپ کی روشنی سے جو روشنی بھی دنیا میں پھیلی ہے وہ اسی نورِ اعظم کی بدولت پھیلی ہے۔ آپ کی ذات سے جو ہدایت بھی لوگوں نے حاصل کی ہے اسی کے واسطے سے حاصل کی ہے۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ سے امت نے جو علم بھی حاصل کیا ہے اس میں خود آپ کے ساتھ براہِ راست تلمذ کا شرف رکھنے والوں کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جو کسی نہ کسی طرح آپ کی روشنی سے فیض یاب ہوا ہے، خواہ وہ اس کا علم رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، اسی نورِ اعظم کا خوشہ چین ہے۔ اسی لیے ہم نے اوپر کہا تھا کہ اس آیت کا اصل منشا یہ ہے کہ امت کا ہر فرد اس نورِ اعظم کے ساتھ اپنے تعلق کو پہچانے اور اس سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے بغیر اس کی تکمیل ممکن نہیں۔ خصوصاً اللہ کے دیے ہوئے حکومت و اقتدار اور تمدن کے بغیر خالص اسلامی زندگی کا نمونہ دنیا میں کبھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ" (نبی مومنوں کے لیے ان کے نفس سے بڑھ کر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں) بلکہ یہ فرمایا کہ "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ" (نبی مومنوں کے لیے ان کے نفس سے بڑھ کر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں)۔

کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو نہ دیکھے کہ وہ اس کے لئے کیا کچھ کر رہا ہے اور اس کی روشنی اور ہدایت سے کیا کچھ حاصل کر رہا ہے۔ کیونکہ ایسی حالت میں ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی قدر و منزلت کو نہ پہچانے اور اس کی وجہ سے اس کی تعظیم و توقیر نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے حقوق ادا نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی عزت نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی مدد نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی تعریف نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی شکر گزاری نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی محبت نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی اطاعت نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی پیروی نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی نصیحت نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی خیر خواہی نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی مدد نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی تعریف نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی شکر گزاری نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی محبت نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی اطاعت نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی پیروی نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی نصیحت نہ کرے۔ اور اس کی وجہ سے اس کی خیر خواہی نہ کرے۔

تورات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم تورات میں آپ کے اوصاف پڑھتے ہیں۔ اور ہم نے آپ کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ اور ہم نے آپ کے اوصاف تورات میں لکھے ہوئے پائ

کی طرف توجہ کی کہ ان کو بات کرنا اور روشنی پہنچانا قرآن نے سکھایا تھا، اور جیسا کہ ظاہر ہے آپ خدا تعالیٰ کی ہدایت پر کاربند تھے، اس لئے خدا اور رسول کو پہچانتے تھے اور دین و دنیا کی سعادت سے آپ لوگ نے خوب بہرہ پائے ہوئے تھے۔ جیسے کہ اب وہ جہالت و ظلمت کی تاریکیاں ہٹ گئی تھیں اور ہم نے ان پر روشنی ڈالی تھی اسی طرح ان کے دلوں میں یہ بات بھی پیدا کر دی تھی کہ وہ ہم کو پہچانیں اور ہمارے احکام کو سمجھیں اور ہم پر ایمان لائیں اور ہماری اطاعت کریں اور ہمارے دین کی خدمت بجا لائیں۔ اور ہم نے ان کو ایسا ہی بنا دیا تھا۔

تورات کی عبارت

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ علم دین یہ سنت جیسے آج ہمارے پاس قرآن ہے پہلے زمانہ میں بھی تھا، چنانچہ توریت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک رسول برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ اور جو کوئی میرے کلام کو جسے وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس سے لوں گا۔ اور جو نبی گستاخی کرے گا کہ کوئی بات میرا نام لے کر کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہ دیا ہو یا اور معبودوں کا نام لے کر کہے تو وہ قتل کیا جائے۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہم اسے کیونکر پہچانیں تو جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ بات واقع نہ ہو اور پوری نہ اترے تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے تو اس سے نہ ڈرنا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ خداوند نے مجھ سے کہا کہ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ اور جو کوئی میرے کلام کو جسے وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس سے لوں گا۔ اور جو نبی گستاخی کرے گا کہ کوئی بات میرا نام لے کر کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہ دیا ہو یا اور معبودوں کا نام لے کر کہے تو وہ قتل کیا جائے۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہم اسے کیونکر پہچانیں تو جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ بات واقع نہ ہو اور پوری نہ اترے تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے تو اس سے نہ ڈرنا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک اور دل منور

زرقانی نے شرح مواہب میں ابن ابی خیثمہ کی تاریخ صحیح سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ابن ابی ہالہ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے اور حسن رضی اللہ عنہ آپ کے نواسے تھے اور بہت قریب سے آپ کے حالات جانتے تھے، اس لئے آپ کی صفت بیان کرنے میں بہت محتاط تھے اور آپ کی صفت بیان کرنے سے پہلے آپ نے یہ بات بیان کی تھی کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے آپ کی صفت بیان کرنے کی درخواست کی تھی، کیونکہ وہ آپ کی صفت بیان کرنے میں بہت محتاط تھے اور میں چاہتا تھا کہ ان سے آپ کی صفت سنوں تاکہ میں بھی اس کو بیان کروں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی صفت بیان کرنے میں بہت احتیاط کی گئی ہے اور آپ کی صفت بیان کرنے میں بہت احتیاط کی گئی ہے اور آپ کی صفت بیان کرنے میں بہت احتیاط کی گئی ہے۔

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

بہرحال اس روایت کی پوری صفت ہم نے اپنی کتاب [illegible] کے آخر میں نقل کر دی ہے۔ اس روایت میں آپ کے [illegible] کی صفت بیان کرنے کے بعد آپ کے [illegible] کی صفت بیان کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی [illegible] کی صفت بیان کرنے میں بہت احتیاط کی گئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور چراغ کی روشنی

دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آپ کی [illegible] کی [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آپ [illegible] آپ [illegible] آپ

کافروں منافقوں کی پروا نہ کریں:

اس آیت میں پیغمبر کو اپنے کفار اور منافق دشمنوں کی طرف سے ہونے والی ایذا رسانی کے مقابلے میں تین اہم ہدایات دی گئی ہیں۔ پہلی ہدایت یہ ہے کہ کافروں اور منافقوں کی پروا نہ کریں اور ان کی ایذا رسانی کی طرف توجہ نہ دیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ

(اور ان کی ایذا رسانی کو نظر انداز کر دیں اور اللہ پر بھروسا کریں)

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا

(اور اللہ کارساز کے لئے کافی ہے)

کافروں کی ایذا کو اہمیت نہ دیں:

یعنی آپ کو بہت زیادہ اس سے متاثر نہیں ہونا چاہئے کہ کفار آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں یا آپ پر الزام تراشی کرتے ہیں۔ اپنی قدر و منزلت کو سمجھئے اور اپنے کام میں لگے رہئے۔ اللہ پر بھروسا کیجئے اور اس کی طرف سے آپ کی حمایت و نصرت کا یقین رکھئے۔ اللہ آپ کے لئے کافی ہے۔ وہ آپ کا دفاع کرے گا اور آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

دشمنوں کی ایذا رسانی کا مقابلہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے کام میں لگا رہے اور دشمنوں کی طرف سے ہونے والی ایذا رسانی کی طرف توجہ نہ دے۔ اس سے دشمن کی ایذا رسانی کا اثر بھی کم ہو جاتا ہے اور دشمن کی ہمت بھی پست ہو جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور ذمہ داریاں

یہ وہی بات ہے جو قرآن نے اپنے دوسرے مقامات پر بھی کہی ہے۔ مثلاً سورۂ حجر میں ارشاد ہوتا ہے: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (۱۵/۹۴) (آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھول کر بیان کر دیجئے اور مشرکوں کی پروا نہ کیجئے)۔ سورۂ انعام میں ارشاد ہوتا ہے: وَمَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ (۶/۵۲) (ان کے حساب کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے اور آپ کے حساب کی ذمہ داری ان پر نہیں ہے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو ظالموں میں شمار ہوں گے)۔ سورۂ غاشیہ میں ارشاد ہوتا ہے: فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (۸۸/۲۱-۲۲) (آپ نصیحت کیجئے آپ نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں)۔ سورۂ شوریٰ میں ارشاد ہوتا ہے: فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ (۴۲/۴۸) (اگر وہ منہ موڑیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ آپ کے ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے)۔ سورۂ رعد میں ارشاد ہوتا ہے: إِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (۱۳/۴۰) (آپ کے ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے)۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ذمہ داری سونپی گئی تھی اس میں کفار و منافقین کی ایذا رسانی کی طرف توجہ نہ دینا بھی شامل تھا۔ اس لئے کہ اس طرح توجہ دینے سے آپ کا کام متاثر ہوتا تھا۔ اس لئے آپ کو ہدایت کی گئی کہ ان کی طرف توجہ نہ دیں۔ اپنے کام میں لگے رہیں اور اللہ پر بھروسا کریں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔ وہ آپ کے دشمنوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھے گا۔

باتچیت نباہنے سے پہلے طلاق کا مسئلہ:

اس آیت میں عورت کو طلاق دینے کے بارے میں ایک اہم مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مسئلہ کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ شوہر اور بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات قائم ہونے سے پہلے ہی ان کے درمیان کوئی ایسا اختلاف پیدا ہو جائے کہ ان کا ساتھ نباہنا مشکل ہو جائے اور شوہر بیوی کو طلاق دینا چاہے۔ ایسی صورت میں شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے۔ اس کے بعد بیوی کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو عدت کے اندر شوہر سے رجوع کر لے اور چاہے تو عدت گزر جانے کے بعد اس سے الگ ہو جائے۔ اس آیت میں اسی مسئلہ کا بیان ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ

(اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو)

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ

(پھر ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو)

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا

(تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو)

فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا

(تو ان کو کچھ دے دلا دو اور اچھی طرح رخصت کر دو)

ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق کا مسئلہ:

اس آیت میں عورت کو طلاق دینے کے بارے میں ایک اہم مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مسئلہ کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ شوہر اور بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات قائم ہونے سے پہلے ہی ان کے درمیان کوئی ایسا اختلاف پیدا ہو جائے کہ ان کا ساتھ نباہنا مشکل ہو جائے اور شوہر بیوی کو طلاق دینا چاہے۔ ایسی صورت میں شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے۔ اس کے بعد بیوی کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو عدت کے اندر شوہر سے رجوع کر لے اور چاہے تو عدت گزر جانے کے بعد اس سے الگ ہو جائے۔ اس آیت میں اسی مسئلہ کا بیان ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ

(اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو)

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ

(پھر ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو)

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا

(تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو)

فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا

(تو ان کو کچھ دے دلا دو اور اچھی طرح رخصت کر دو)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں نے کفار کی طرف سے ہونے والی ایذا رسانی کی شکایت کی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں پیغمبر کو ہدایت کی گئی کہ وہ ان کی طرف توجہ نہ دیں۔ اپنے کام میں لگے رہیں اور اللہ پر بھروسا کریں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔ وہ آپ کے دشمنوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھے گا۔

طلاق سے پہلے طلاق معتبر نہیں ہے:

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ طلاق اسی صورت میں واقع ہوتی ہے جب کہ شوہر اور بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات قائم ہو چکے ہوں۔ اگر ان کے درمیان ازدواجی تعلقات قائم ہونے سے پہلے ہی طلاق دے دی جائے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اس صورت میں عورت پر کوئی عدت نہیں ہوتی۔ اس لئے شوہر کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو عدت کے اندر رجوع کر لے اور چاہے تو عدت گزر جانے کے بعد اس سے الگ ہو جائے۔ اس آیت میں اسی مسئلہ کا بیان ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

عدت عورت کا حق ہے

علاحدگی سے قبل طلاق کے واقعات

طلاق کے وقت عدہ یعنی لباس کی تفصیل:

مدارج میں ہے کہ عدہ طلاق سے مراد وہ لباس ہے جو عورت گھر سے نکلتے کے وقت ضرور ہی استعمال کرتی ہے۔ اس میں پاجامہ، کرتہ، اوڑھنی اور ایک بڑی چادر جو سر سے پاؤں تک بدن کو چھپانے کو شامل ہے، اور چونکہ لباس قیمت کے اعتبار سے اعلیٰ، ادنیٰ، اوسط ہر طرح کا ہو سکتا ہے، اس لئے فقہاء نے اس کی یہ تفصیل فرمائی کہ اگر کئی شوہر بیوی دونوں مالدار گھرانوں کے ہیں تو کپڑے اعلیٰ قسم کے دیئے جائیں، اور دونوں غریب ہیں تو کپڑے ادنیٰ درجہ کے دیئے جائیں، اور ایک غریب اور دوسرا مالدار ہے تو اوسط درجہ کا لباس دیا جائے۔ (کذا اقوال الاصناف فی الطلاقات)

ان طلاق کے موقع پر جو مسلمان کو ہدایات دی ہیں وہی ایسی ہیں کہ ان میں حسن خلق اور حسن معاشرت کا بڑا امتحان ہوتا ہے۔ (معارف مفتی اعظم)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ
اے نبی ہم نے حلال رکھی تجھ کو تیری عورتیں جن کے مہر تو
اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ
دے چکا ہے اور جو مال ہو تیرے ہاتھ کا جو ہاتھ آیا اللہ سے تیرے اللہ

یعنی لونڈیاں، وہ باندیاں جو غنیمت وغیرہ سے ہاتھ لگی ہوں۔ (تفسیر عثمانی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج کا مہر نقد ادا کیا:

جتنی عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کا مہر نقد ادا کر دیا (ادھار نہیں رکھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جس چیز کا دینا آپ کے ذمہ عائد ہوا اس کو فوراً ہی سپرد کر دیتے تھے۔ بلا شبہ ضرورت تاخیر نہ فرماتے تھے۔ اس واقعہ کے اظہار میں عام مسلمانوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب ہے۔

غیر مسلم بادشاہ کے ہدیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت

دار الحرب سے کسی غیر مسلم کی طرف سے اگر کوئی ہدیہ مسلمانوں کے امیر المومنین کے نام پر آئے تو حکم شرعی یہ ہے کہ اس کا مالک امیر (خلیفہ) نہیں ہوتا بلکہ وہ بیت المال شرعی کی ملک قرار دیا جاتا ہے، (الا لف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ایسا ہدیہ آپ کے لئے خصوصیت سے حلال کر دیا گیا، جیسا مارید قبطیہ کا معاملہ ہے کہ مقوقس نے ان کو بطور ہدیہ دیا تھا آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ہی کی ملک قرار پائیں۔ واللہ اعلم۔ (معارف مفتی اعظم)

باندیوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت

باندیوں کے بارہ میں آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ غنیمت کی تقسیم سے پہلے آپ کو اختیار تھا کہ جو چیز آپ پانا چاہتے دے لیں چنانچہ خود بھی آپ نے حضرت صفیہ کو اسی طرح لیا تھا اور یہ آپ کے علاوہ سب کو نہیں تھا اس بارہ میں ایک خصوصیت آپ کی یہ تھی کہ اہل حرب کی جانب سے جو باندیاں آپ کے پاس آتے تھے وہ سب آپ کی ملک ہوتے تھے اور آپ کے بعد آپ کی خلیفہ یا بادشاہ کو اہل حرب کوئی ہدیہ دیں تو وہ عام مسلمانوں اور بیت المال کا حق ہے اور ایک خصوصیت آپ کی یہ تھی کہ جو باندی وفات تک آپ کے پاس رہی وہ بھی مارید قبطیہ رضی اللہ عنہا دونوں کے لئے حرام ہی محض بے کس اس کے علاوہ اور بھی کچھ خصوصیتیں ہوں جو اہل زمانہ کے لوگوں کو معلوم ہوں اور ہمیں گواس کی ضرورت بھی تھی۔ (معارف مفتی اعظم)

وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ
اور بیٹی تیرے چچا کی اور بیٹیاں تیری پھوپھیوں کی اور بیٹیاں تیرے ماموں کی اور بیٹیاں تیری خالاؤں کی
وَّبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً
اور بیٹی تیری خالاؤں کی جنہوں نے وطن چھوڑا تیرے ساتھ اور عورت
مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ
جو مسلمان اگر بخش دے اپنی جان نبی کو اگر نبی چاہے
اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ
کہ نکاح میں لائے اس کو خاص تیرے لئے سوا اور مسلمانوں کے
قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ
ہم کو معلوم ہے جو مقرر کر دیا ہے ہم نے ان پر ان کی عورتوں کے بیچ میں
وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ
اور جو قبضہ میں رکھتے ہیں لونڈی ہے تجھ پر کوئی
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا
اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

ازواج کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات:

تیری عورتیں جن کو مہر دے چکا یعنی جو اب تیرے نکاح میں ہیں خواہ

قریش سے اصل اور بڑا جھگڑا ان باتوں سے تھا جن سے کسی کو تعلق ہی نہ تھا۔ کیا کچھ نہیں ہوا، ہمیں خالد کی دیوانہ وار لڑائی، عکرمہ کی جوش بھری تقریر، ابوسفیان کی طرف سے قبیلہ بنوخزاعہ کے سردار بدیل کا اس شدت سے ساتھ دینا کہ شیخ عمرو اور عورت تک کی اپنی جان لڑی ہوئی تھی، یہ سب کچھ ہوا۔ آپ اس کی شرح نکالیں۔ ہمارے لیے یہ بات حیران کن ہے کہ آپ نے کیسے اس پر عمل کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی شخصیت کی عظمت ہر جگہ دلوں پر حکمرانی کرتی تھی۔ اور ہر شخص یہ جانتا تھا کہ آپ کا مقصد کیا ہے۔ آپ کی ذات کے بارے میں کسی کو کوئی شک نہیں تھا

نعمتوں اور خوشیوں سے پُر تکلف دعوتیں جو باہمی میل جول اور محبت کی فضا کو پیدا کرنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہ وہ کثرت اور دولت میں ایک دوسرے سے مسابقت کرنے کی بجائے ایک دوسرے کی خاطر ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ یہ مختلف قسم کی عادتیں اور جذبات ہیں جو ہمیں آپ کی خدمت میں رہتے ہوئے ان قبائل اور دور دراز علاقوں سے آپ کی زیارت کی خاطر آنے والی خواتین کی طبیعت اور فطرت میں نظر آئیں۔ اور اپنے نبی کی محبوب قوموں سے آپ کی بعد آنے والی اخلاقی کمزوریوں کا علم ہونا۔ اس لئے کہ کوئی کمزوری ایسی نہیں جو آپ سے پوشیدہ ہو۔ شروع ہی سے آپ کا ان کے ساتھ رابطہ اور ان کے طریق خوب جانتے تھے۔ آپ نے خدا کی راہ میں ان کے بارہا وفود کی ضیافت فرمائی۔ جماعت نے ان کے بعض حصہ کو پڑھا ہوگا۔ اور ایسا کوئی جماعت (ڈاکٹر ہوگی) نے آیا جان لے کہ آپ نے نبی کریم کی ان کے ساتھ کیسی بنی اور کونسی ہدایت فرمائی تھی۔ یہ سب کچھ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات کا انتخاب کس حکمت پر مبنی تھا۔

بخیر و بی اور فخر عرب کے نکاح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کی فتح کے بعد ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم نے کھانا کھایا ہوا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ان کھانوں پر جو تم نے کھائے ہیں تمہیں وضو کرنا چاہئے۔ پھر ہم نے آٹا اور ستو پیش کئے تو ہم نے کلی کی اور وضو کیا۔ پھر ہم نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ (بخاری کتاب الوضوء باب الوضوء مما غیرت النار)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات

دنیا کی عام تاریخ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو عورتوں سے نکاح کئے ان میں سے چھوڑ کر پیچھے کچھ بیوہ تھیں۔ بعض عائلہ تھیں۔ ام حبیبہ اور ام سلمہ اور ان میں خوبصورتی مصلحت کے تقاضے تھے۔ دو ایک کنواری تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبریل سے پوچھا کہ تم نے عائشہ سے شادی کیوں نہیں کی تو جبریل نے کہا کہ میں ان کی نسبت ام اسماعیل کی اولاد کو بہت ہوا پاتا ہوں۔ اس لئے کہ ان کے دل میں خدا کی خاطر بڑی غیرت ہے۔ اور ایسی عورت ہی کے لئے ایسی عورت کا دل ہی مناسب ہے۔ اور ایسی عورت ہی حضور کی مناسب حال تھی۔ اور ایسی عورت ہی حضور کی مناسب حال تھی۔ اور ایسی عورت ہی حضور کی مناسب حال تھی

لگے جانی سے بچانے کے لیے اپنے اوپر کس طرح جھیل رہے ہیں۔

خواجہ صاحب: آپ نے بڑی اچھی بات بتائی۔

ڈاکٹر صاحب: آپ نے بڑی اچھی بات بتائی۔ جب سے دنیا میں قول و فعل کے تضاد کی آفت نازل ہوئی ہے اس نے سماج میں بڑے بڑے فتنے پیدا کیے ہیں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی سے بھی پہلے اپنے ماننے والوں کو اس بات کا پابند بنایا کہ وہ قول و فعل کے تضاد سے بچیں۔ اسی لیے آپ نے اپنے ماننے والوں کو ہدایت فرمائی تھی کہ جو بات کہو اس پر عمل بھی کرو۔ اور جو عمل کرو اس کو بیان بھی کرو۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس وقت وہ شخص آپ کے پاس آیا جب آپ کی ایک بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس شخص نے آپ سے کچھ باتیں کیں اور چلا گیا۔ آپ نے اس شخص کے جانے کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ شخص جو ابھی آیا تھا یہ فلاں شخص ہے۔ اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ میں نے اس کے سامنے تمہارے ساتھ کچھ خاص باتیں کی ہیں۔ اس لیے میں نے اس کے سامنے تمہارا نام لیا تاکہ اس کے دل میں کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو۔ اس طرح آپ نے اپنے ماننے والوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ ایسے مواقع پر بھی جب کہ کوئی بدگمانی پیدا ہونے کا خطرہ نہ ہو، اپنے عمل کو بیان کرنے کی کوشش کریں۔ اس لیے کہ اس طرح دوسروں کو بھی اچھے کام کرنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ اور اس طرح سماج میں اچھے کاموں کا رواج ہوتا ہے۔

اختیار کے مختلف پہلو:

کلام کے بارے میں ایک اور اہم بات یہ ہے کہ آپ کس بات کو کس طرح کہتے ہیں۔ یہ بھی بہت اہم ہے۔ اس لیے کہ بعض اوقات ایک ہی بات کو مختلف طریقوں سے کہا جا سکتا ہے۔ اس لیے اس بات کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ ہم اپنی بات کو کس طرح کہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس کچھ یہودی آئے اور انہوں نے آپ سے کہا السام علیکم (تم پر موت ہو) آپ نے ان کے جواب میں فرمایا وعلیکم (تم پر بھی ہو) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر کہا السام علیکم ولعنکم اللہ وغضب علیکم (تم پر موت ہو اور اللہ کی لعنت اور غضب ہو تم پر) آپ نے فرمایا عائشہ ٹھہرو، اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا۔ آپ نے فرمایا میں نے سن لیا اور جواب بھی دے دیا تھا کہ وعلیکم (تم پر بھی ہو)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی عظمت:

بخاری نے حضرت معاذ بن رفاعہ سے روایت کی ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (کسی بیوی کے گھر میں) پانی مانگا۔ آپ نے فرمایا تم دودھ طلب کرتے تھے اور یہ آیت نازل ہوئی تھی

مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا

تمہارے دلوں میں ہے۔ اللہ جانتا ہے سب کچھ اور ہے بڑا حلم والا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اختیارات سے کام نہیں لیا

مثالی واقعہ: نفس کے متعلق اختیار دینے کو قبول کر دیا کرو۔ اور صحابہ و بیویوں کے سامنے جس کو چاہو تم طلاق دے دو۔ تیزی دیوبان رہتیں آپ پر ترجم (بازی دلوں سے) ہٹا کر دب نہیں، نفع ہو ہیں ہاں میں آگے پیچھے کر سکتے ہیں۔ عورتوں کو دے دیا ہوا ہے وہ بار دوائیں لینے کا بھی اختیار ہے۔ یہ حقوق و اختیارات آپ کو دیئے گئے تھے مگر آپ نے مدت العمر ان سے کام نہیں لیا۔ معاملات میں ان کو عمل و صدور کی رعایت فرماتے تھے جو بوجہ سے بڑھ کر آدمی نہیں کر سکتا۔ اس پر بھی اگر تمکنی میلان کسی کی طرف ہے اختیار، ہٹا تو فراق۔ اللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا أَمْلِكُ. فَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ (اے اللہ یہ میری تقسیم ہے ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں، جو چیز صرف تیرے قبضہ میں ہے میرے اختیار میں نہیں اس پر ملامت نہ کیجئے) اشارہ وَإِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دینے کی حکمت:

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ کسی سردار کے کئی خویش ہوں تو اس پر بارش سب کے پاس ہوا برابر بانٹا واجب ہے، حضرت پر یہ واجب نہ تھا۔ اس واسطے کہ عورتیں اپنا حق نہ سمجھیں، ناخوش ہو کر قول نہ لیں (ورنہ روزہ پیدا ہوگی) اور تعلیم اور تعلیم و تربیت دین میں خلل پڑے۔ اور ازواج کی نظر بھی دنیا سے ہٹ کر ہو کر مقصد اصلی کی طرف رہے۔ اسی لحاظ سے اختلاف رکھا گیا ہے) پھر حضرت نے اپنے طرف سے فرق نہیں کیا سب کی باری برابر رکھی۔ ایک حضرت سودہؓ نے (جب عمر زیادہ ہو گئی اپنی باری حضرت عائشہؓ کو بخش دی تھی۔" (ختم)

ازواج مطہرات کیلئے آسانی:

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ

یہ زیادہ قریب ہے کہ ٹھنڈی رہیں آنکھیں ان کی اور غم نہ کھائیں

وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

اور راضی رہیں اس پر جو تو نے دیا ان سب کو اور اللہ جانتا ہے

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ ۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی گواہی کے ساتھ آپ کی رسالت کا اعلان فرمایا ہے۔ اس سے آپ کی حقیقت پر اصل بحث ہو رہی ہے۔

بعض لوگوں نے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ منافقوں نے آپ کی رسالت کی گواہی دی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی گواہی کو جھوٹا قرار دیا ہے اور ہم نے رسول بھی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے لئے یہ آیت پیش کی ہے۔ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ۔ اور اللہ (سب کچھ) پر قادر ہے (اور) ہمیشہ سے ہے کہنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (تفسیر عثمانی)

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ

حل کرنا، درست ہونا ۔۔۔ بعد، اس کے بعد ۔۔۔ بدلنا، تبدیل کرنا ۔۔۔ ان سے ۔۔۔ بیویاں ۔۔۔ اگرچہ ۔۔۔ اچھا لگے، پسند آئے ۔۔۔ ان کا حسن

یعنی نبی تمہیں یہ حکم بھیجا گیا ہے کہ اب تمہارے لئے اور عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ درست ہے کہ ان میں سے کسی عورت کے بجائے دوسری اور عورت کر لو اگرچہ تم کو اس کا حسن و جمال کیسا ہی اچھا معلوم ہو۔ (تفسیر عثمانی)

ان مکے اور مدنی آیات نے آپ کے لئے حلال کئی ہوئی بیویوں سے یہ کہہ کر الگ کر دیا کہ اب ان (موجودہ بیویوں) کو چھوڑ کر ان کی جگہ دوسری بیوی نہیں کر سکتے خواہ آپ کو ان کا حسن و جمال کیسا ہی اچھا لگے (آپ کی بیویاں ہمیشہ کے لئے آپ کی بیویاں ہی رہیں گی۔ ان کو الگ نہیں کر سکتے ہیں)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا تو ہم نے آپ کو اختیار کر لیا تھا، اس پر آپ نے ہمارے لئے طلاق کو واجب نہیں کیا تھا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد نہیں بڑھی۔ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ تھی۔ ان میں سے ایک زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد دس رہی۔ ان میں سے ایک زوجہ محترمہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۱۶ھ میں ہوا۔ اس طرح آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد نو رہی۔ ان میں سے ایک زوجہ محترمہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔ اس طرح آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد آٹھ رہی۔ ان میں سے ایک زوجہ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۰ھ میں ہوا۔ اس طرح آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد سات رہی۔ ان میں سے ایک زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا۔ اس طرح آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد چھ رہی۔ ان میں سے ایک زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۶۲ھ میں ہوا۔ اس طرح آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد پانچ رہی۔ ان میں سے ایک زوجہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ۲۰ھ میں ہوا۔ اس طرح آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد چار رہی۔ ان میں سے ایک زوجہ محترمہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۰ھ میں ہوا۔ اس طرح آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد تین رہی۔ ان میں سے ایک زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۴۴ھ میں ہوا۔ اس طرح آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد دو رہی۔ ان میں سے ایک زوجہ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۰ھ میں ہوا۔ اس طرح آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد ایک رہی۔ ان میں سے ایک زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا۔ اس طرح آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد صفر رہی۔

اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ

مگر جو لونڈی تمہارے ہاتھ آئی (تمہارے نکاح میں آئی)

حضرت ماریہ اور حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہما

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کو یہ آیت نازل فرما کر حکم دیا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہ دیں۔ اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جو آپ کے بیٹے تھے، یہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ (تفسیر عثمانی)

کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کے لئے عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ ان کے بدلے دوسری عورتیں کر لیں تو آپ نے ان کو طلاق نہیں دی اور ان کے ساتھ وہی برتاؤ کرتے رہے جو پہلے کرتے تھے۔ (تفسیر عثمانی)

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا

اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے

یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اس لئے اس کے احکام کی پابندی کرنا چاہئے اور اس کی نافرمانی سے بچنا چاہئے۔ (تفسیر عثمانی)

نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی عورت کو دیکھ کر اس کی طرف رغبت محسوس ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی بیوی کے پاس جائے۔

نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنا:

باقی رہا یہ سوال کہ نکاح سے پہلے کسی عورت کو دیکھنا جائز ہے یا نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو اس کو دیکھ لینا جائز ہے۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجنا چاہے تو اگر اس سے کچھ دیکھنا ممکن ہو تو ایسا کر لینا چاہیے (احمد، ابوداؤد)۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو حضور نے فرمایا کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اس کی طرف دیکھ لو، تم دونوں میں اخلاق قائم رکھنے کے لئے یہ بات زیادہ مناسب ہے۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت مغیرہ ہی کا بیان ہے کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کا پیغام بھیجا تو حضور نے فرمایا کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اس کی طرف دیکھ لو، تم دونوں میں محبت قائم ہونے کے لئے یہ بات زیادہ مناسب ہے۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے کسی انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی طرف دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (یعنی پیار پن) ہوتا ہے (مسلم، احمد، نسائی)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ

اے ایمان والو! مت جاؤ گھروں

النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ

نبی کے مگر جو تم کو رخصت ہو کھانے کے واسطے نہ راہ دیکھتے

اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا

وقت اس کے پکنے کا لیکن جب تم کو بلاویں تب جاؤ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے آداب:

یعنی بلا دعوت کھانے کی خاطر جانے سے ممانعت ہے۔ جب بلایا جائے اور جب کھانا تیار ہو تو اس وقت جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کھانا تیار ہونے کے انتظار میں بیٹھا رہنا پڑے۔ اور گھر والوں نے کھانا کھا کر برتن بھی سمیٹ لیے ہوں۔ (ابن جریر)

شانِ نزول: بخاری نے ابن شہاب (زہری) کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت انس نے بیان کیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے ہیں اس وقت میں سات یا آٹھ برس کا تھا۔ میری والدہ میری خدمت پر جبر کرتی تھیں مگر میں نے اس سات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت میری عمر دس سال تھی۔ حجاب کے حکم کا علم مجھے سب لوگوں سے زیادہ تھا۔ آیت حجاب کا نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زینب بنت جحش کی شادی کے موقع پر ہوا تھا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دعوت ولیمہ دی تھی۔ لوگ کھانا کھا کر بیٹھے باتیں کرتے رہے اور حضور کی طبیعت میں تھے آپ نے لوگوں کو کھانا کھا لینے کا بار بار اشارہ کیا مگر وہ نہ اٹھے۔ یہ دیکھ کر حضور اٹھ کھڑے ہوئے اور میری طرح کی دوسری روایت ہے کہ حضرت انس نے فرمایا اس آیت (حجاب) کا نزول سب لوگوں سے زیادہ میں جانتا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برابر کی حیثیت میں بیٹھا کرتا تھا۔ آپ کے گھر کے اندر دعوت تھی اور آپ نے کھانا کھا کر برتن رکھ دیئے تھے اور لوگوں کو کھائے کے بعد بھی) بیٹھے باتیں کرتے رہنے اس پر اللہ نے آیت حجاب نازل فرمائی تو آپ نے کھڑے ہو کر پردہ چھوڑ دیا۔

پردے کا حکم:

حضرت انس کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت زینب کے ولیمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت روٹی چاند کر کی اور مجھے لوگوں کو کھانے کی دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ دعوت آتے رہے اور کھا کر لوگ جاتے رہے۔ مجھے اور کوئی نہ آتا دکھائی دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب کوئی باقی نہیں رہا۔ کھانا اٹھا لینے کا حکم دیجئے۔ حضور نے فرمایا اچھا۔ تین آدمی وہاں گھر کے اندر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور (حضرت عائشہ کے کمرہ میں جا کر) فرمایا السلام علیکم اہلبیت ورحمۃ اللہ (اے اہل خانہ تم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو) حضرت عائشہ نے جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا اللہ آپ کو مبارک کرے (اس طرح) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب بیویوں کے گھروں کی طرف تشریف لے گئے اور (حضرت عائشہ کے کمرہ میں جا کر) فرمایا السلام علیکم اہلبیت ورحمۃ اللہ (اے اہل خانہ تم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو) حضرت عائشہ نے جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا اللہ آپ کو مبارک کرے (اس طرح) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب بیویوں کے گھروں کی طرف تشریف لے گئے اور وہی بات فرمائی۔ یہ تو حضرت مانظہ نے فرمائی تھی اور بیویوں نے بھی وہی جواب دیا۔ حضرت مانظہ نے وہ تھا کچھ دیر کے بعد واپس آئے (دیکھا تو) کچھ لوگ آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے شرمیلے تھے (آدمیوں کو بیٹھا دیکھ کر) فوراً (گھر سے) نکل پڑے۔ حضرت عائشہ نے حجرہ کی طرف چلی رہے تھے دیکھا کہ لوگ ہیں کہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ آپ فوراً لوٹ پڑے اور گھر کے دروازہ پر جا کھڑے ہوئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ میں نے حضور کو دیکھا کہ آپ حجرہ کی چوکھٹ کے اندر کھڑے ہوئے تھے۔ ایک قدم چوکھٹ کے اندر رکھے ہوئے تھا اور دوسرا قدم باہر تھا۔ (اس حالت میں) آپ نے پردہ لٹکا دیا اور آیت حجاب نازل ہوئی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی رائے:

طبرانی نے صحیح سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک قاب میں کھانا کھا رہی تھی اتنے میں ادھر سے حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔

تھے (انفاقاً) ان کو آنے میں دیر لگی اتنے میں آپ نے دعا کی اور فرمایا کہ اگر تم کو ان کے بارے میں یہ اندیشہ ہو کہ ان پر ابھی تک قرض کی وجہ سے پریشانی ہے تو میں اس کے بعد سے جب تک میں زندہ ہوں گی تمہارے لئے ادا کروں گی۔ اب غور میں بظاہر یہ بھی اسی طرح معلوم ہوتا ہے لیکن مروی ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت سے پتا چلا ہے کہ جب آپ رسول اللہ کے پاس تشریف لائیں تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جاؤ جا کر عائشہ کے پاس بیٹھ جاؤ۔ اس نے ایسا نہیں کیا اتنے میں حضرت عمر تشریف لائے اور جو چہرہ مبارک پر کپڑا پڑا ہوا تھا اس کو ہٹا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور فرمایا حضور نے دعا میں تین مرتبہ اٹھایا لیکن میرے پہنچنے تک تو اللہ نے ایسا نہیں کیا حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ (حضرات) کے لئے ہر دن فضیلت رکھتے تھے تو جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کی بیبیاں دوسری عورتوں کی طرح تھیں جس پر جمعہ کی ان عورتوں نے باوں کو لمبا کر رکھا تھا اب اس پر آپ نے چادر ڈال دی۔ سورۂ تحریم کی تفسیر میں بخاری نے یہ بات ذکر کی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا میں باتوں میں میری (رائے کی) موافقت اپنے رب سے (قسم کے ساتھ) موثق ہے۔ (۱) مقام ابراہیم کو مقام نماز بنانے کی (۲) آپ کی عورتوں کے پاس نیک و بد ہر طرح کے لوگ آتے ہیں کاش آپ ان کو آپ کی عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم دیتے اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے غیرت کی وجہ سے آپ کی عورتیں جمع کیں۔ میں نے آپ سے کہا عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن۔

حضرت عمر فاروق ؓ کی فضیلت:

حضرت ابن مسعود نے فرمایا چار باتوں کی وجہ سے عمر بن خطاب کو لوگوں پر فضیلت حاصل تھی۔

(۱) آپ نے بدر کے قیدیوں کو قتل کرانے کا مشورہ دیا تھا۔ اس پر آیت نازل ہوئی کما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ الخ نازل ہوئی۔

(۲) آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیویوں کو پردہ میں رہنے کا مشورہ دیا تھا جس پر حضرت نے فرمایا تھا اب تم کو ہر بھی بہت آنے لگی ہو اگر آپ تم کو طلاق دے دیں تو آپ کا رب آپ کو تم سے بہتر بیویاں عطا فرما دے گا تو آیت عسیٰ ربہ ان طلقکن الخ نازل ہوئی۔

(۳) رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق دعا فرمائی تھی اللھم اھد عمر بن الخطاب بعزک الاسلام بعمر کو مضبوط کردے۔

(۴) حضرت ابوبکر کی علالت کے وقت میں آپ نے نماز پڑھائی تھی

آپ نے کی سب سے پہلے حضرت عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ نے مسلمان بھائی کی دعوت قبول کرو:

جس طعام پر حرام میں سے کچھ شامل ہو تو اس کو اب اس کا پرہیز کرنا چاہئے اور جو قسم کھائی ہو اس کو توڑ دینا چاہئے اور کفارہ ادا کرنا چاہئے۔

فَاِذَا اَطْعَمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ

جب کھانا کھا چکو تو چلے جاؤ اور باتوں میں نہ لگے رہو۔

کسی کے ہاں دعوت پر جانے کے آداب:

جس نے کسی سے کھانا کھایا ہو اب اپنے گھر کا رخ کرنا چاہئے وہاں بیٹھ کر ... اور ان لوگوں نے آپ کی دعوت قبول کی ہے۔ ... نبی کے مکانوں میں داخل ہونا منع ہے۔ ... تھا مگر منسوخ ہے اب کھانا کھانے کے وقت کسی کے یہاں ٹھہرنا کھانے کی غرض سے جانا منع ہے جانا اور کھا کر چلا آنا جائز ہے۔ یوں ہی بیٹھنا بھی منع ہے جب کہ آپ شب باشی کرنا چاہیں (الخ)

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ

یہ بات نبی کو تکلیف دیتی ہے وہ تم سے شرماتے ہیں

مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ

اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مروت:

جس کو آپ جانتے ہیں جانے کے بعد کسی کو بلانا نہیں چاہئے اور نہ ہی ... سے سوال نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی ... اور نہ ہی ... (الخ)

اللہ تعالیٰ ہر بات کو حق بتلاتا ہے:

جس کو اللہ نے حق بات کہنے کی توفیق دی ہے اللہ تعالیٰ اس کے قول و فعل کو درست کر دیتا ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ دے دلا کر اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو چاہتی ہو اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو اللہ نے تم نیکوکاروں کے لئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے (الخ)

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ

اور جب تم کو ان سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردہ کے باہر سے مانگو

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ

اس میں تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے بڑی پاکیزگی ہے

اہل مو شرت کیلئے ادب سکھایا

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ مسلمانوں کو ادب سکھایا ہے کہ جب کسی کے گھر میں کھانے کی دعوت ہو تو وقت سے پہلے نہ پہنچ جائیں کہ کھانا تیار ہونے میں دیر ہو اور کھانے کے انتظار میں بیٹھے رہنا پڑے۔ اور جب کھانا کھا چکیں تو وہاں سے اٹھ جائیں۔ بیٹھے باتیں نہ کرتے رہیں کہ گھر والوں کو تکلیف ہو۔ اور اگر کوئی چیز مانگنی ہو تو پردہ کے پیچھے سے مانگیں۔ یہ ادب اس لئے سکھایا گیا کہ یہ طریقہ دونوں کے دلوں کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ اس سے پہلے آیت حجاب میں بھی یہی فرمایا گیا تھا کہ یہ طریقہ تمہارے دلوں کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ اس آیت میں بھی یہی فرمایا گیا کہ یہ طریقہ تمہارے دلوں کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پردہ کا حکم عورتوں کی پاکیزگی کے لئے ہے۔ اور مردوں کی پاکیزگی کے لئے بھی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پردہ کا حکم صرف ازواج مطہرات کے لئے نہیں تھا بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے تھا۔ اور ہمیشہ کے لئے تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پردہ کا حکم صرف ان عورتوں کے لئے نہیں تھا جو نبی کے گھر میں رہتی تھیں بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لئے تھا۔ اور ہمیشہ کے لئے تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پردہ کا حکم صرف ان عورتوں کے لئے نہیں تھا جو نبی کے گھر میں رہتی تھیں بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لئے تھا۔ اور ہمیشہ کے لئے تھا۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا

اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ

كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے

یا وفات کے بعد ازواج مطہرات میں سے

کسی کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے

کوئی بات جو تمہیں اللہ کے رسول کو ایذا دینے والی معلوم ہو تمہارے لئے جائز نہیں ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ کے بعد آپ کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔

شان نزول

اس آیت کے نزول کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ کی بیویوں نے آپ سے کچھ مانگا تھا۔ اور آپ نے انکار کر دیا تھا۔ اور وہ ناراض ہو گئی تھیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ کی بیویوں نے آپ سے کچھ مانگا تھا۔ اور آپ نے انکار کر دیا تھا۔ اور وہ ناراض ہو گئی تھیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ کی بیویوں نے آپ سے کچھ مانگا تھا۔ اور آپ نے انکار کر دیا تھا۔ اور وہ ناراض ہو گئی تھیں۔

اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۔ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا " اور تمہارے لئے حلال نہیں کہ رسول اللہ کی بیبیوں سے نکاح کرو ان کے بعد کسی وقت بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑا جرم ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ اس آیت کا نزول ان لوگوں کے متعلق ہوا تھا جس نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں آپ کی کسی بیوی سے نکاح کروں گا۔ سفیان نے کہا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ حضرت طلحہ کے متعلق یہ کہا گیا تھا۔ سدی کا بیان ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ نے یہ کہا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو میں عائشہ سے نکاح کروں گا۔ ابن عطیہ نے کہا ہے کہ یہ بات طلحہ سے ثابت نہیں ہے۔ ابن عطیہ نے کہا ہے کہ ابن جریج نے عطاء کی روایت سے بیان کیا ہے کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی زندگی کے دوران میں ایذا پہنچاتا تھا۔ ابن ابی حاتم نے ابن جریج کی روایت سے بیان کیا ہے کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا اور ان سے باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ محمد ان لڑکیوں کے چچا کا بیٹا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اگر کے بعد ان میں سے کسی سے نکاح کرنا چاہو تو میرے چچا کی بیٹی سے نکاح کرنا۔ اس نے کہا میں نے کوئی بری بات کہی تو نہیں اس نے کہا کہ کوئی بری بات تو نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعد میں ہاں کوئی خیر نہیں ہے۔ مجھے بھی یہ خبر ملی ہے کہ اس شخص نے یہ کہا تھا کہ اگر محمد کا انتقال ہو گیا تو میں ان کی بیویوں سے نکاح کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس شخص نے اپنی زبان سے نکلے ہوئے ان الفاظ کی قیمت میں ایک ہزار اونٹنیاں دی تھیں اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب آپ کی ازواج مطہرات پردہ کرنے کے لئے حکم دیا گیا تھا۔

ایک مشکل صورت:

بیضاوی نے کہا ہے کہ حضرت طلحہ کی ازواج سے یہ خواہش مشکل ہے اس کو بطور تحریم کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کر دیا۔

یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں بعض عورتیں مغیرہ (جو بنو عامر میں سے تھا) سے نکاح کرنا چاہتی تھیں اس کو حضرت عمر نے منع کر دیا تھا۔ ابن عطیہ نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ مغیرہ نے آپ کی ایک بیوی سے نکاح کرنا چاہا تھا۔

میں آپ کی بات کے مختلف احوال میں مختلف مفہوم ہو سکتے ہیں۔

الفحشاء والفواحش کا اصطلاحی مفہوم

الفحشاء، منکر اور بغی، یہ تین الفاظ ہیں جو قرآن میں بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔ ان کے معنی میں بڑا فرق ہے۔ فحشاء کا لفظ عربی زبان میں ہر اس قول یا فعل کے لیے بولا جاتا ہے جو انتہائی برا ہو۔ اس کے اندر بے حیائی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اور اس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو اپنی قباحت میں حد سے بڑھی ہوئی ہو۔ مثلاً زنا کو فحشاء کہا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ لواطت کو بھی فحشاء کہا گیا ہے۔ بخل کو بھی فحشاء کہا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ بے حیائی کی باتوں

عبادتوں کا ذکر ہے۔ مگر ملاقات، گفتگو، رواج شریف اور تہذیب کے وقوں میں کہیں نہ کہیں آپس میں کچھ نہ کچھ پردہ ضرور تھا۔ اور اس میں عورتوں نے تو بڑی بڑی کھوکھلی باتیں بھی کی ہیں۔ شریف خاندانوں میں کبھی بغیر دیواروں اور آڑ کے عورتوں میں قدماء عرب نے تہذیب خاندان کو معیوب سمجھتے تھے۔ عرب کی پچھلی تاریخ اس کی شاہد ہے۔ ہندوستان میں بھی بڑے بڑے خاندانوں اور معزز شرفاء کے اندر ہمیشہ عورتوں کے درمیان بے حجابانہ آنا جانا کوئی اچھا نہیں سمجھا گیا۔ اور اب تو یہ معاملہ بہت کچھ روشن دماغی کا ہو گیا ہے۔ اور بڑے بڑے زمانوں اور مرکزوں پر پڑھی لکھی اور تعلیم یافتہ بیبیوں نے بڑی بڑی انجمنیں قائم کر کے بے تکلف مخلوط نیوتوں اور دعوتوں میں بے تکلف ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ تو ان کے درمیان بھی کوئی نہ کوئی پردہ رہتا ہے۔ جس میں یہ آزاد عورتیں اپنے ماحول سے بہت اونچے درجہ کا ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک طرح کا پردہ ہے۔ جس میں ان کی بھی پوری عفت، حیا، تقویٰ، نیکی کسی طرح عورت کی بہترین تہذیب کے معیار سے کم نہیں رکھی جا سکتی۔ اور اس کی عمدہ مثال مہاراجہ جودھپور کی بیٹی کماری کی ہے۔ جو ایک طرح ان کی عیسائی میم تھی۔ مگر اندرونی حصہ میں ایک اندرونی

زوجہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے کاموں میں مشغول ہو۔"

اس حدیث میں بھی اس کی شہادت موجود ہے کہ اصل مخاطب عورتوں کے لئے یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھیں باہر نہ نکلیں (ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں)

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لیس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرۃ (رواہ الضیاء فی المختارۃ عن ابن مسعود ج ۹ ص ۲۸۸) یعنی عورتوں کا باہر نکلنے کے لئے کوئی حصہ نہیں، مجبوراً ہی کسے آپ باہر نکلنے کے لئے کوئی ضرورتی صورت پیش آجائے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے سوال فرمایا ای شیء خیر للمرأۃ (عورت کے لئے کیا چیز بہتر ہے) صحابہ کرام خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا، پھر جب میں گھر میں آیا اور حضرت علیؓ سے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا لا ترین الرجال ولا یرونہا یعنی عورتوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور نہ مرد ان کو دیکھیں۔ میں نے ان کا یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نقل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقت انہا بضعۃ منی (آپ نے بہت صحیح کہا وہ میرا ہی ایک ٹکڑا ہے)۔

واقعہ افک میں جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی اور یہ بات کافی دنوں تک چلتی رہی تو آپ نے اس کا پس منظر بیان فرماتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ میں اس وقت تک اس بات سے بالکل بے خبر تھی، مجھے صرف یہ خلش تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ میں پہلے کی طرح نہیں پاتی تھی، آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب میں بیمار ہوتی تھی تو آپ میرے پاس تشریف لاتے اور دریافت فرماتے کہ اب کیا حال ہے؟ اور اس طرح اشارۃً یا عبارۃً مجھے اطمینان دلاتے تھے کہ اب تم بالکل تندرست ہو، لیکن اس مرتبہ آپ کی توجہ میں یہ بات نہیں پاتی تھی، اس لئے میرا دل بیٹھا جاتا تھا، ایک دن میں ام مسطح کے ساتھ رفع حاجت کے لئے جنگل کی طرف گئی تھی، اس وقت تک ہمارے گھروں میں بیت الخلاء نہیں بنے تھے، ام مسطح نے اپنی چادر میں الجھ کر فرمایا کہ مسطح برباد ہو، میں نے کہا کہ تم نے بہت برا کلمہ کہا، تم ایک بدری صحابی کو برا بھلا کہتی ہو، ام مسطح نے کہا کہ اے بھولی عورت کیا تجھے معلوم نہیں کہ مسطح کا بیٹا کیا کہتا ہے؟ میں نے پوچھا کہ کیا کہتا ہے؟ تو ام مسطح نے واقعہ افک کی تفصیل بیان کی، اس سے میرا مرض اور بڑھ گیا، جب گھر واپس آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے والدین سے میرا حال دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا کہ کیا آپ میرے والدین سے پوچھ رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں، میں نے عرض کیا کہ کیا میں آپ سے کچھ عرض کروں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، میں نے عرض کیا کہ آپ نے جو کچھ سنا ہے اس کے بارے میں میرا کیا عرض کرنا ہے، اس کے بارے میں میرا کچھ عرض کرنا بیکار ہے، اس لئے میں تو صرف یہ عرض کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دے، آپ نے فرمایا کہ تم نے جو کچھ سنا ہے اس کے بارے میں تم کو اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کھانی چاہئے، میں نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم میں نہ تو اس کے بارے میں کچھ جانتی ہوں اور نہ ہی اپنے بارے میں کچھ جانتی ہوں، ہاں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ

محرم مردوں سے پردہ نہیں ہے!

اور یہ رواج معلوم نہیں کہ کب سے ہندوؤں سے چلے آتے ہیں کہ لڑکی سات برس کی ہوئی تب اس کو شادی کے لائق سمجھتے ہیں اور پانچ سال میں نکاح کر دیتے ہیں اور اس سے پہلے بھی اس کو سسرال بھیج

تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ [illegible] اپنے پیغمبر پر ان کے احسانوں کے شکر ادا کرنے پر بڑی فضیلت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے احسانات نازل کرنے اور ایک نعمت کے بعد دوسری نعمت عطا کرنے میں یہ بات ہے کہ وہ اس کی چاہت کی چیز حاصل کرنے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلوق کے لیے جو عادتیں مقرر فرما دی ہیں ان کو شیخ محمد عبدہ نے حدیث میں مطالعہ کی ہے۔ اور اس باب میں شیخ حسن العدوی کا رسالہ قول البلیغ فی اصلاح وعظ الخطیب اشتیاق تامل رکھتا ہے۔ شیخ کی تحقیق ملاحظہ فرمانے کے لائق ہے۔ (تفسیر زاہدی)

کتاب الدعوات میں حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو کوئی چیز اس سے زیادہ پسند نہیں کی کہ اس کے پروردگار سے مانگا جائے اور اس سے سوال کیا جائے اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کرنے کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ (تفسیر زاہدی)

درود بھیجنا واجب ہے یا مستحب:

اس بات کے بیان کرنے کے بعد کہ نماز میں تشہد آپ پڑھ چکے ہیں اب یہ بحث ہے کہ درود بھیجنا واجب ہے یا مستحب۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے پھر مجھ پر درود بھیجے پھر دعا کرے۔ اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ درود بھیجنا واجب ہے۔ اور ابن عربی نے کہا کہ ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔ اور مالکیہ میں سے ابن حبیب نے بھی یہی کہا ہے۔ اور ابن القاسم سے روایت ہے کہ اگر کسی نے درود نہیں بھیجا تو اس کی نماز باطل ہے۔ اور ابن القاسم سے یہ بھی روایت ہے کہ اگر کسی نے درود بھیجنا بھول گیا تو اس کی نماز باطل نہیں

نے وہی کو اختیار کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا اس کا مکمل عملی طریقہ میں نے یہ دیکھا ہے (تفصیل) ہے یہ تمام اخبار کو نہیں ہو جاتا اور احادیث سے تامل ہیں۔

آخری قعدہ میں درود پڑھنا:

محض کا قول ہے کہ نماز کے آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود پڑھنا واجب ہے اور شافعی امام احمد کا بھی قول ہے۔

حنفیہ اور حنفی اختلاف کا ذکر ہے کہ آخری قعدہ میں درود پڑھنا امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک سنت ہے اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے اور مشہور ترین روایت میں امام احمد کا قول آیا ہے کہ درود پڑھنا ترک کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔

ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابن مسعودؓ کی روایت سے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا ہے کہ ابن ابی لیلیٰ کی روایت میں جو حدیث ضعیف ہے اور روایت میں انکشاف ہے کہ صحیح بیان کیا ہے کہ کل مرفوعاً۔

حاکم اور بیہقی نے بروایت یحییٰ ابن سائب قبیلہ کی حدیث کی سماعت سے حضرت ابن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھے تو کہے اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ ابوداؤد ابن خزیمہ نے اس حدیث کو اپنی صحاح میں درج کیا ہے۔

ابن ہمام نے لکھا ہے حدیث لاصقوۃ فیہن الھم صل علیٰ محمد الخ حدیث ضعیف ہے اور یہ ہے اور اس کو بیہقی نے بھی اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ حدیث گھڑتا تھا اور اس کی حدیث کو کوئی بھی نہیں لیتا ہے اور اس کی روایت کو کوئی بھی نہیں لیتا ہے اور اس کی روایت کو کوئی بھی نہیں لیتا ہے اور اس کی روایت

ماں باپ دونوں میں سے ایک ہی زندگی میں پڑھے ہو جائیں۔ اور اس کی بہت سی وجوہات ہیں (مثلاً بیوہ ماں باپ کی خدمت نہ کرے اس لئے وہ اولاد میں اور یہ محض بہت سے بڑھ ہوئے اور اولاد اکثر مددی و ابن حنبل فی صحیحہ

(حضرت جابر بن سمرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے مانگے میرے گھر کیا جانے اور دیکھو پر دیکھ کر دیکھ کر اور اولاد کے ساتھ چلا ہے اللہ اس کو دور رکھے۔

(حضرت ابن عباس کی عمر نوٹ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں پیدا ہوا تو میرے ماں باپ دونوں آئے اور انہوں نے میرا اس مجلس میں لے جانے کا ارادہ کیا اور آپ پر دیکھ کر دیکھ کر اور اس میں داخل ہو جانے کے ارادہ سے یہ دونوں میرے ساتھ طواف کرتے رہے۔

ابن ابی نے حضرت براء کی روایت سے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ماں باپ آئے اور وہ دیکھ پر دیکھ کر دیکھ کر اور اس کے ساتھ ہو جائیں۔ اور اس کے ساتھ ہو جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ماں باپ آئے اور وہ دیکھ پر دیکھ کر دیکھ کر اور اس کے ساتھ ہو جائیں۔ اور اس کے ساتھ ہو جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ماں باپ آئے اور وہ دیکھ پر دیکھ کر دیکھ کر اور اس کے ساتھ ہو جائیں۔ اور اس کے ساتھ ہو جائیں۔

ایک دفعہ درود پڑھنے پر دس رحمتیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور دس خطائیں بخش دے گا اور دس درجے بلند کرے گا۔ (رواہ احمد و النسائی و ابن ماجہ و حاکم و ابن حبان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کا حصول:

حضرت ابن مسعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہوگا۔ (رواہ الترمذی)

سلام پہنچانے والے فرشتے:

حضرت ابن مسعود ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے کچھ فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ (رواہ النسائی و الدارمی)

سلام کا جواب: حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس کھڑا ہو کر مجھ پر درود پڑھے گا میں خود اس کا سلام سنوں گا اور دوسروں کو آگاہ کر دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (کہ وہاں نماز نہ پڑھی جائے) اور میری قبر کو میلہ نہ بناؤ۔ تم مجھ پر درود پڑھا کرو۔ درود تمہارا جہاں بھی ہو مجھے پہنچتا رہے گا۔

دس رحمتوں اور دس حسنات کا حصول:

حضرت ابوطلحہ کی بیٹی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت حضور کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار دیکھ کر میں نے عرض کیا آپ کا چہرہ

وَبَرَكَاتُهُ فَحَمِدًا وَإِنَّ مُحَمَّدًا كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ وَالسَّلَامُ (مسلم)

(مسلم کی روایت میں درود شریف کا یہ الفاظ بھی ہے (صرف علی آل ابراہیم کے) حضرت ابوحمید ساعدی راوی ہیں کہ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں فرمایا کہو

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (متفق علیہ)

(حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

ایک دفعہ درود پڑھنے پر دس رحمتیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور دس خطائیں بخش دے گا اور دس درجے بلند کرے گا۔ (رواہ احمد و النسائی و ابن ماجہ و حاکم و ابن حبان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کا حصول:

حضرت ابن مسعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہوگا۔ (رواہ الترمذی)

سلام پہنچانے والے فرشتے:

حضرت ابن مسعود ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے کچھ فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ (رواہ النسائی و الدارمی)

سلام کا جواب: حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس کھڑا ہو کر مجھ پر درود پڑھے گا میں خود اس کا سلام سنوں گا اور دوسروں کو آگاہ کر دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (کہ وہاں نماز نہ پڑھی جائے) اور میری قبر کو میلہ نہ بناؤ۔ تم مجھ پر درود پڑھا کرو۔ درود تمہارا جہاں بھی ہو مجھے پہنچتا رہے گا۔

دس رحمتوں اور دس حسنات کا حصول:

حضرت ابوطلحہ کی بیٹی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت حضور کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار دیکھ کر میں نے عرض کیا آپ کا چہرہ

فرمایا ہے کہ قیامت اس وقت برپا نہ ہوگی کہ تمہاری امت میں سے جو گروہ تم پر درود پڑھے گا اس کی بدولت محشر کے میدان کی وہ تمہاری امت تمام سے جو گروہ آپ پر درود پڑھے گا اس کی بدولت پروانہ نجات لکھا جائے گا۔ (رواہ ابن ابی عاصم والطبرانی والبیہقی)

تمام گناہ دور ہو جائیں گے:

حضرت ابی بن کعب کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر درود بہت پڑھتا ہوں کتنی بار پڑھا کروں فرمایا جتنی (بھی) چاہو میں نے عرض کیا (آدھا حصہ مقرر کر لوں) کیا یہ بہتر ہوگا فرمایا جو تمہارے لئے بہتر ہو میں نے عرض کیا (دو تہائی) فرمایا جو تمہارے لئے بہتر ہو میں نے عرض کیا کہ میں اپنی ساری دعا آپ کے لئے درود میں کر دیا کروں تو فرمایا اس حالت میں تمہارے سارے گناہ دور ہو جائیں گے) کلام پورے کر دیئے جائیں گے اور تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (رواہ الترمذی)

پھر ابی پر جو کہ حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کو یہ بات (چاہئے اور) ضرور کرنے والی ہوگی جب وہ تم میں دعا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اس کو چاہئے کہ پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے پھر مجھ پر درود بھیجے پھر اس طرح کہا جائے۔ اللھم صل علی محمد النبی الامی وازواجہ امہات المؤمنین وذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید۔ (رواہ ابوداؤد)

ستر رحمتیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو کا قول ہے کہ جو شخص بھی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ اور اس کے فرشتے ستر رحمتیں اس پر نازل کریں گے۔ رواہ احمد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت:

حضرت رویفع کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر درود پڑھی اور کہا اللھم انزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیامۃ وجبت لہ شفاعتی اے اللہ قیامت کے دن مجھ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مقام قرب نکالیت کر اس کے لئے میری شفاعت لازم ہو گئی۔ رواہ احمد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی:

حضرت عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قریب) باہر تشریف لے گئے اور ایک نخلستان کے اندر پہنچے وہاں سجدہ کیا آپ نے سجدہ کیا اور اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہ ہو گئی ہو میں دیکھنے کے لئے (قریب گیا) آپ نے سر اٹھایا فرمایا میرے

پاس جبرئیل نے آکر مجھ سے بیان کیا یا فرمایا جبرئیل نے (آخر) مجھ سے کہا تم کیا میرے آپ پر خوشخبری نہ سناؤں کہ اللہ نے آپ کے (اعزاز اور خوش کرنے کے) لئے فرمایا ہے کہ جو شخص تم پر درود پڑھے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس کو سلامتی عطا کروں گا۔ رواہ احمد

دعا کی قبولیت:

حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا دعا آسمان و زمین کے درمیان روکی جاتی ہے جب تک تم اپنے نبی پر درود نہ بھیجو کوئی حصہ اوپر نہیں چڑھتا۔ رواہ الترمذی

جتنا درود اتنی رحمتیں:

صحابی عامر بن ربیعہ نے اپنے باپ کا بیان نقل کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص مجھ پر خوشی درود پڑھتا ہے فرشتے اتنی ہی دیر رحمتیں نازل کرتے ہیں جب تک وہ بندہ درود پڑھنے سے کم اور زیادہ پڑھے یا زیادہ۔ رواہ ابن ماجہ

احد پہاڑ جتنا ثواب:

حضرت علی راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک درود پڑھتا ہے اللہ اس کے لئے ایک قیراط (ثواب) لکھ دیتا ہے اور ایک قیراط احد کے برابر ہوتا ہے۔ رواہ عبدالرزاق فی الجامع بسند حسن

صبح شام دس مرتبہ درود:

حضرت ابوالدرداء کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح اور شام میں دس مرتبہ درود پڑھے گا اس کو میری شفاعت مل جائے گی۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن

روئے زمین کے تمام باشندوں کے برابر عمل:

حضرت ابوبکر صدیق کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا ایک آدمی نے آکر سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا اور کہا وہ روئی کے ساتھ اس کو اپنے پہلو میں بیٹھا لیا جب وہ شخص اچھا کام پورا کر کے اٹھ گیا تو میں نے عرض کیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا ابوبکر زندہ اس شخص کا عمل (اتنا) وزن کرنے کے (سارے) اعمال تلے ہوا پلڑے میں رکھا جائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں ہے فرمایا جب صبح ہوتی ہے تو یہ شخص دس بار مجھ پر درود پڑھتا ہے اور اس کا یہ درود ایسا ہوتا ہے جیسے روئی کا ڈھیر میں نے عرض کیا کہ یہ کون ہے فرمایا کہ یہ درود ہے فرمایا کہ کہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ عَدَدَ مَنْ خَلَقَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا یَنْبَغِیْ لَکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ کَمَا اَفْرَحُنَا اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْہِ

گناہوں کی صفائی:

حضرت ابوبکر صدیق راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا گناہوں کو اس سے زیادہ مٹا دیتا ہے۔ جتنا پانی آگ کو بجھاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنا گردنیں (بخشوا دے) آزاد کرنے سے بھی افضل ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت (راہ خدا میں اپنا) خون (دل دینے سے بھی افضل ہے یا فرمایا۔ بولا میں شمشیر زنی سے بھی افضل ہے۔

وتروں کی دُعا:

حضرت حسن فرماتے ہیں مجھے حضور نے یہ کلمات سکھائے جنہیں وتروں میں پڑھا کرتا ہوں اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ (اہل السنن)

جمعہ کو درود کی کثرت:

نسائی کی روایت میں آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں مسند احمد میں ہے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں حضرت آدم پیدا کئے گئے اسی میں قبض کئے گئے۔ اسی میں نفخہ ہے اسی میں بے ہوشی ہے پس تم اس دن مجھ پر کثرت درود پڑھا کرو۔ تمہارے درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا آپ تو زمین میں ریزہ ریزہ ہو گئے ہوں گے۔ پھر ہمارے درود آپ پر کیسے پیش کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسموں کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ابن ماجہ میں ہے جمعہ کے دن یہ کثرت درود پڑھو۔ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جب تک وہ فارغ ہو۔ پوچھا گیا۔ موت کے بعد بھی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے نبی اللہ زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس میں انقطاع ہے۔ عبادہ بن نسی نے حضرت ابوالدرداء کو پایا نہیں۔ دارقطنی میں بھی ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر کثرت درود بھیجو۔ لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔ ایک روایت میں ہے اس کا جسم زمین نہیں کھاتی۔ جس سے روح القدس نے کلام کیا ہو۔

ابوداؤد میں ہے جو مسلمان مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

کتاب میں درود لکھنے کا ثواب:

کاتب کی بابت آتا ہے کہ جب تک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تمہارے اللہ علیہ وسلم نام لکھے۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھے جس کے درود کا ثواب اس وقت تک ملتا رہے گا جب تک وہ کتاب رہے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں۔ بلکہ امام بیہقی کے بقول تو اسے موضوع کہتے ہیں۔ یہ حدیث بہت سے طریق سے مروی ہے۔ (ت ابن)

انبیاء کے علاوہ کیلئے صلوٰۃ وسلام کا مسئلہ

کیا انبیاء کے علاوہ دوسروں کیلئے بھی صلوٰۃ وسلام کا استعمال درست ہے؟ صحیح یہ ہے کہ بجز انبیاء کے کسی کیلئے نہیں جب اور تعالیٰ انبیاء کے ساتھ ملا کر لکھے ہے۔ جس طرح کہ محمد عزوجل کہنا مکروہ ہے باوجودیکہ آپ معزز اور جلیل القدر تھے اس کی وجہ یہ ہے عرف میں صلوٰۃ وسلام کا استعمال انبیاء کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے جیسے جل وعزت کے لئے تعالیٰ تعالیٰ کے لئے خاص کر دیئے گئے ہیں۔ سورۃ توبہ کی آیت وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ کی تفسیر ذیل میں اس کی تحقیق ہو گی ہے۔ (تسہیل)

نبیوں کے علاوہ نبیوں پر صلوٰۃ بھیجنا، کروہا ہو تو ہے جیسے حدیث میں ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ یہاں صرف غیر نبیوں پر صلوٰۃ بھیجنے میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسے جائز بتلایا ہے اور دلیل میں آیت هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ الخ اور اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ وَرَحْمَةٌ عَلَيْهِمْ پیش کرتے ہیں اور حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی قوم کا صدقہ آتا تو آپ فرماتے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں جب میرے والد آپ کے پاس زکوٰۃ لے کر آئے تو آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ ابِيْ اَوْفٰى (فتح المجید)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ نہ بھیجنی چاہیئے۔ ہاں مسلمان مَردوں عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کر لینی چاہیئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خط میں لکھا کہ بعض نومسلموں نے آخرت کے اعمال سے دنیا کے نوع کرنے میں کمر باندھ رکھی ہے بعض مسلمان اپنے خلیفوں اور امیروں کے لئے صلوٰۃ کے وہی الفاظ بولتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے۔ جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو ان سے کہہ دینا کہ صلوٰۃ صرف نبیوں کے لئے ہے اور عام مسلمانوں کے لئے اس کے سوا جو چاہیں دعا کریں۔ حضرت کعب کہتے ہیں ہر صبح حضرت ابوذر غفاری آتے تو قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ جاتے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہتے اور اپنے پر صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے تھے اور

[illegible] فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ تم مجھ سے ان [illegible] آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرے گا تو میں اس کی [illegible] اور شفاعت کروں گا۔ (۱) اسی طرح ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس کھڑا ہو کر مجھ پر درود پڑھے گا میں اس کا درود خود سنوں گا اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجے گا اس کا درود مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔ (۲)

صحابہ کرامؓ کی عقیدت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں تمہیں ہر وہ بات بتاؤں جو میرے رب نے مجھے بتائی ہے۔ میرے رب نے مجھے بتایا ہے کہ میرے صحابہ کی مثال آسمان کے ستاروں کی طرح ہے۔ ان میں سے بعض ستارے بعض کی بہ نسبت زیادہ روشن ہیں۔ پس جو شخص ان کی روشنی میں سے کسی روشنی کو اختیار کرے گا وہ ہدایت پا جائے گا۔ (۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے صحابہ کی مثال ستاروں کی طرح ہے۔ ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ (۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے صحابہ کی مثال نمک کی طرح ہے۔ کھانا نمک کے بغیر نہیں کھایا جا سکتا۔ اسی طرح دین صحابہ کے بغیر نہیں چل سکتا۔ (۵)

صحابہ کرامؓ کی توہین کرنے والے کا انجام

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ جو اللہ کو ایذا دینے کے درپے ہو تو عنقریب اللہ اسے پکڑ لے گا۔ (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص میرے صحابہ کو برا کہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ (۷)

نماز کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ دعا

صحابہ میں سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی دعا سنی تو وہ بھی اسی طرح دعا مانگنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ دعا تمہیں سکھاتا ہوں۔ تم یہ دعا مانگا کرو۔ اللھم انی اسئلک بان لک الحمد لا الہ الا انت المنان یا بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاکرام یا حی یا قیوم انی اسئلک الجنۃ وانعیمھا ومن شرھا ومن شر کل ما لا یعلم منھا ومن شر کل ما لا یعلم منھا ومن شر کل ما لا یعلم من

اور آپ کے لئے بھی انتظار کرتے ہیں۔

مسئلہ: انتظار صلحاء و انبیاء علیہم السلام نے سوا کسی کے لئے ثابت و مقبول کرنا بہت سے علماء کے نزدیک جائز نہیں۔ (معارف ملخصاً)

اس لئے ہمیں تو صرف صلی اللہ علیہ وسلم کا ورد مبارک ہونا چاہئے یا زیادہ سے زیادہ ایسے الفاظ جو اس سے پاک ہوں کہ کسی کو اپنی بھلی بات میں شریک نہ کیا جائے۔ (امداد الخواتین)

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں عرض ہے اس کا کہنے والا یہ ہے کہ وہ (غیر مستحق) گالیاں ہے کر میری اولاد سے عائلہ قبل اس سے پاک ہوں کہ کسی کو اپنی بھلی بات میں شریک کیا جائے۔ (امداد الخواتین)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ فرماتا ہے آدم کا بیٹا مجھ (رسول) کو گالی دیتا ہے کہ مجھ کو زمانہ کہتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ (کا مالک) ہوں میرے ہی ہاتھوں میں حکم ہے میں ہی رات اور دن کو گردش دیتا ہوں۔ (متفق علیہ)

ناقص نے کہا زمانہ کو برا کہنا اس سے مراد ہے اللہ کے افعال کو برا کہنا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کی سزا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝

اور جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو لعنت کی ہے اللہ نے ان پر دنیا میں اور آخرت میں اور تیار کر رکھا ہے ان کے واسطے عذاب ذلت کا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کی سزا:

اور مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ ان کو ہر طرح ایذا دینے سے باز رکھیں۔ اور ان کی ایذا کی ممانعت بھی فرما دی۔ اور ان کی ایذا کی ایک صورت صدمہ اور رنج پہنچانا ہے۔ اب بتلاتے ہیں کہ اللہ اور رسول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون و مطرود اور قہر رسوائی میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ کو ایذا پہنچانے کا مفہوم کچھ اور ہے اور اللہ کے رسول کو ایذا دینے کا مطلب اور۔ اب ان دونوں کو الگ الگ بیان کرتے ہیں۔ (یؤذون کا ایک صیغہ مراد ہے)

اللہ کو ایذا دینے کا مطلب:

مطلب یہ ہے کہ وہ جیسے کلام کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں۔ یہ بھی کسی پر مخفی نہیں کہ ایذا دینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اعتبار کے لئے کیا اور خود وہ اللہ کا کیسی بیہودہ اور ناشائستہ طور پر جس سے اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچی یا اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی۔

حضرت صفیہؓ بنت حیی کی فضیلت:

ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ بنت حیی کو (آپ کی) عالیہ تو کچھ لوگوں نے آپس میں کہا کہ ان عورتوں کی (جن کے ہوتے ہوئے ان سے) یہ آیت نازل ہوئی۔

حالانکہ یہی عورت پیدا کرنے اور ہر طرح پیدا کرنے سے آسان نہیں ہے اور بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں کہ جو بنانے والے کو بھی بنانا دشوار ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور ان سب باتوں میں کسی کو اللہ جل شانہ کا ہمسر نہ ٹھہرائیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں عرض ہے اس کا کہنے والا یہ ہے کہ وہ (غیر مستحق) گالیاں ہے کر میری اولاد سے عائلہ قبل اس سے پاک ہوں کہ کسی کو اپنی بھلی بات میں شریک کیا جائے۔ (امداد الخواتین)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ فرماتا ہے آدم کا بیٹا مجھ (رسول) کو گالی دیتا ہے کہ مجھ کو زمانہ کہتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ (کا مالک) ہوں میرے ہی ہاتھوں میں حکم ہے میں ہی رات اور دن کو گردش دیتا ہوں۔ (متفق علیہ)

ناقص نے کہا زمانہ کو برا کہنا اس سے مراد ہے اللہ کے افعال کو برا کہنا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کی صورتیں:

وہ سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے والے کافر ہو جائیں۔ اس کے رسول کے پیرو اور ان کی کسر یا حضور کی ذات کو ایذا دینے کی بہت سی صورتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے بیان فرمایا ہے۔ ان میں سے چند صورتیں تو یہ ہیں کہ رسول اللہ کے پیرو اور ان کی کسر یا حضور کی ذات کو ایذا دینے کی صورتیں تھیں، یا تشریع ان لوگوں کی تکلیف کے لئے کی گئی ہے کہ (نیک دلت میں) ایک نظام کو (مثل) برباد کرنا چاہتے ہیں۔ (اللہ کو ایذا پہنچانے کا مفہوم کچھ اور ہے اور اللہ کے رسول کو ایذا دینے کا مطلب اور ہے۔ اب ان دونوں کو الگ الگ بیان کرتے ہیں۔ (یؤذون کا ایک صیغہ مراد ہے)

اللہ کو ایذا دینے کا مطلب:

مطلب یہ ہے کہ وہ جیسے کلام کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں۔ یہ بھی کسی پر مخفی نہیں کہ ایذا دینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اعتبار کے لئے کیا اور خود وہ اللہ کا کیسی بیہودہ اور ناشائستہ طور پر جس سے اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچی یا اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی۔

حضرت صفیہؓ بنت حیی کی فضیلت:

ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ بنت حیی کو (آپ کی) عالیہ تو کچھ لوگوں نے آپس میں کہا کہ ان عورتوں کی (جن کے ہوتے ہوئے ان سے) یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عائشہؓ کی فضیلت:

جو یہ نے بواسطہ شیخ حضرت ابن عمر کی یہ روایت نقل کیا کہ جب واقعہ ابن ابی سلول کے مرتکبین کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ان کو سے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کوئی تکلیف ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طشت یا برتن منگوایا وہ بھی ہو گئیں تو طشت پانچ کا ہے اور مجھے اپنے کپڑے نے دامن کو اپنے گرد میں لپیٹ کر تیرنے کی طرح سے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے تو میں خوش ہو گئی کہ میں بچ گئی۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے دلیوں سے محبت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ (جب کسی) کسی ولی کی ولایت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں اپنی محبت ڈال دیتا ہے۔ پھر جبرائیل سے فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پھر جبرائیل اس سے محبت کرتا ہے۔ پھر آسمان والوں میں اعلان کرتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس کی مقبولیت زمین والوں میں رکھ دی جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ میرا بندہ کسی چیز کے ذریعہ سے میرا اتنا قرب حاصل نہیں کرتا جتنا ان چیزوں کے ذریعہ سے جو میں نے اس پر فرض کی ہیں۔ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ میرا بندہ کسی چیز کے ذریعہ سے میرا اتنا قرب حاصل نہیں کرتا جتنا ان چیزوں کے ذریعہ سے جو میں نے اس پر فرض کی ہیں۔ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

فقہاء نے لکھا ہے کہ جس شخص پر لوگ اعتماد کرتے ہوں اس کو چاہیے کہ اس کی گواہی نہ دے۔ اس لئے کہ اس کی گواہی سے لوگوں کا مال ضائع ہوگا۔ اور اس کی گواہی سے لوگوں کا مال ضائع ہوگا۔ اور اس کی گواہی سے لوگوں کا مال ضائع ہوگا۔

عبداللہ بن ابی منافق:

حضرت عبداللہ بن ابی منافق (جس کا ذکر آیت منافقین میں ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات سنتا تو اس کو لوگوں سے بیان کرتا پھرتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن ماجہ)

توہین رسالت کے مجرم کی سزا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت وہ ہیں جب یا استہزاء کی وجہ سے برا بھلا کہا گیا یا ذکر کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند فرمایا اور آپ کے عیب نکالنے والے ہمیشہ کے لئے ذلیل و رسوا ہوئے۔ جس نے بھی آپ کی توہین کی اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں ہی ذلیل و رسوا کر دیا۔ اس کی مثالیں بے شمار ہیں۔ ان میں سے چند مثالیں ہم ذکر کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی فضیلت:

اس طرح جس نے حضرت علیؓ کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے بلایا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (اے علیؓ) تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن عساکر، عن سعد)

آواز اور گرد و نق:

نسائی، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگوں کے محلّوں میں جا کر مخالف خبر اڑانے والے منافق تھے، اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ منافق راستوں میں چھیڑ خانی کرتے تھے۔ جب رات کو نکلتیں تو راستے میں بیٹھ جاتے، اور جب کوئی عورت اکیلی یا دو عورتیں ساتھ ساتھ رفع حاجت کے لیے جاتی دیکھتے تو ان پر آوازے کستے۔ اس پر حکم دیا گیا کہ عورتیں رفع حاجت کے لیے باہر نکلا کریں تو ان کے ساتھ لونڈیاں ہونی چاہئیں۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن عساکر، عن ابن عباسؓ)

بہتان تراش منافق:

یہ منافق تھے جو پیٹھ پیچھے بدنامی کرنے، رسول کے یا آپ کی ازواج یا صحابہ پر جھوٹی طوطا رانے لگاتے جیسا کہ سورۂ نور میں گزر چکا۔ آگے فعل یفعل کا مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آتے تھے۔ ان سے دھمکی دی گئی کہ اگر تم نے اپنی حرکتیں نہ چھوڑیں تو ہم تمہارے پیچھے لگ جائیں گے اور تمہیں مدینہ سے نکال دیں گے۔ اس دھمکی کے بعد بھی اگر یہ لوگ باز نہ آئیں تو پھر ان کا علاج یہ ہے کہ جہاں کہیں یہ پائے جائیں، پکڑ کر قتل کر دیے جائیں۔ یہ ہے وہ سزا جو اسلامی قانون ان کے لیے تجویز کرتا ہے۔ اس سزا کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ غلط رائے قائم کی ہے کہ منافقوں کو صرف زبانی تنبیہ کی جائے گی، ان کے خلاف کوئی عملی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ حالانکہ یہ رائے قرآن کے صریح خلاف ہے۔

آزاد اور لونڈی میں فرق:

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لونڈیوں کو چھیڑنا جائز ہے، کیونکہ حجاب کے احکام تو سب کے لیے یکساں ہیں۔ اصل مقصود یہ ہے کہ آزاد عورتوں کو لونڈیوں سے الگ ممتاز کیا جائے۔ اس لیے کہ لونڈیوں کو چھیڑنا تو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔ اس کو تو ہر شخص برا ہی سمجھتا ہے۔ اس کی ضرورت ہی اس لیے پیش آئی کہ آزاد عورتوں کو چھیڑنا لوگ یہ کہہ کر جائز کر لیتے تھے کہ ہم نے تو لونڈی سمجھا تھا۔ اس کا دروازہ بند کرنے کے لیے یہ حکم دیا گیا۔ (تفہیم القرآن)

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ

اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ اپنے اوڑھنی

مِن جَلَابِيبِهِنَّ

تھوڑی سی اپنی چادریں

پردہ کا حکم:

یعنی بدن کو چھپانے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے پھیلا کر منہ کو بھی چھپا لیں۔ روایت میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر انصار کی عورتیں بدن اور چہرا چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لیے کھلی رکھتی تھی۔ ان سے بعید ہوا کہ مکہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ کھلا رکھنا چاہیے۔ لونڈی باندیوں کو ضرورت شدیدہ کی وجہ سے اس کا مکلف نہیں کیا گیا۔ (تفہیم القرآن)

ذٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا

یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں اور اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے

عورت پردہ کرے ضروری کام کیلئے گھر سے باہر جا سکتی ہے:

بغوی نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ حکم حجاب کے بعد سودہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے نکلیں عورت ذلیل و خوار کی تھیں جو انہیں کوئی پہچانتا تھا نہ اس کے لئے (باوجود چہرہ چھپا ہوا ہونے کے) کوئی چھپی ہو سکتی تھیں پتہ نہیں پڑتا تھا۔ حضرت عمر (ظاہری قد اور جسامت) دیکھتے ہی پہچان لیا اور آواز دے کر کہا سودہ تم کس طرح نکل رہی ہو ہم تو کسی طرح سے خدا کی قسم تم چھپ نہیں سکتیں (جس نے تمہیں پہچان لیا) سودہ فوراً لوٹ پڑیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے گھر میں شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے ہڈی تھی میں بھی سودہ اندر آئیں اور کہا یا رسول اللہ میں اپنے کسی حاجت باہر نکلتی تھی عمر نے مجھے ایسا ایسا کہا۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہڈی تھی وحی نازل ہوئی آپ نے اس کو ہاتھ سے رکھا بھی نہ تھا کہ وحی آنی بند ہو گئی۔ وحی کے ختم ہونے کے بعد آپ نے فرمایا تم عورتوں کو اجازت دی گئی ہے کہ تم اپنی حاجات کے لیے نکل سکتی ہو۔

میں کہتا ہوں اس سے یہ ہے کہ چادر اوڑھ کر نکلیں۔

پردہ کا طریقہ:

حضرت ابن عباس اور حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا مسلمانوں کی عورتوں کو

علماء کا اجماع ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیاں عورت کا ستر نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ باقی سارا جسم ستر ہے۔ اس کا ڈھانپنا فرض ہے۔ اس کا کھولنا حرام ہے۔ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس کا دیکھنا حرام ہے۔ اس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس کا اعادہ نہیں کرتے۔ (احسن البیان ص ۱۱۷۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد صاحبزادیاں تھیں مگر ان میں سے صرف حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں کیا۔ دوسروں نے خاص کیوں کیا ہے؟ اس کا جواب حضرت ابن عباس نے یہ دیا کہ ان دو صاحبزادیوں کو ازواج مطہرات کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہے۔ (احسن البیان ص ۱۱۷۱)

عورت کے مواقع ستر: جب عورت کو کسی سے پردہ کرنا ہو تو اس وقت کی حد تک باقی جسم کو بھی چھپانا ضروری ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس وقت آئے جب عورت نماز پڑھ رہی ہو تو اب اس کے لئے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا جائز ہے۔ اس آیت سے عورت کے مواقع ستر کا پتہ چلتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ (اے نبی اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں) اس آیت سے پتہ چلا کہ عورت کو اپنے چہرے پر چادر کا کچھ حصہ لٹکا لینا چاہیے۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۳)

چادر اوڑھنے کی صورت

ابن جریر نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عبیدہ بن عباس سے مفصل جواب کی صورت میں نقل کیا ہے کہ عورت دوسرے کپڑوں کے اوپر سے اپنی چادر اوڑھے اور چادر سے سر، پیشانی اور چہرہ کا اکثر حصہ ڈھانپ لے۔ صرف ایک آنکھ یا دونوں آنکھیں راستہ دیکھنے کے لئے کھلی رہیں۔ اس آیت کی پوری تفسیر ہم آگے آ کر بیان کریں گے۔ انشاء اللہ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ عورت کے ستر کے ساتھ نکلنے پر پردہ کی جو ضرورت ہے اس کا یہ تقاضا ہے کہ عورت گھر سے نکلتے وقت پورا جسم چادر سے ڈھانپ لے۔ صرف ایک آنکھ یا دونوں آنکھیں راستہ دیکھنے کے لئے کھلی رہیں۔ (احسن البیان ص ۱۱۷۱)

باہر نکلنے کیلئے پردہ کے علاوہ شرائط

یہ عورت کی اخلاقی تربیت کا حصہ ہے کہ عورت کے لئے باہر نکلنے کا اجازت کی صورت میں صرف ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ اس صورت میں بھی پوری چادر میں اپنے آپ کو اچھی طرح چھپا کر نکلے۔ زینت کا اظہار نہ ہو۔ خوشبو لگا کر نہ نکلے۔ مردوں کے ساتھ مل کر نہ چلے۔ (احسن البیان ص ۱۱۷۱)

جوان عورت کا چہرہ اور اتھیلی کی طرف دیکھنا ممنوع ہے

حدیث میں حضرت فضل کو ایک عورت کی طرف دیکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے دوسری طرف پھیر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جوان عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جوان عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں بھی ستر ہیں۔ (احسن البیان ص ۱۱۷۱)

پردہ کے دو درجے ہیں۔

اس کا حاصل یہ ہوا کہ اب پردہ کے دو درجے ہو گئے۔ ایک درجہ وہ جس کا حکم ہم کیا کہ عورت بوقت ضرورت باہر نکلے تو چادر سے اپنا جسم ڈھانپ کر نکلے۔ صرف ایک آنکھ یا دونوں آنکھیں راستہ دیکھنے کے لئے کھلی رہیں۔ اس کے اپنے پردے کے ساتھ ساتھ ایک اصل مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی پردہ کرنے لگیں۔ اس درجہ کے پردہ کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب عورت کو کسی ضرورت سے باہر نکلنا ہو۔

اس کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ عورت بوقت ضرورت بھی باہر نہ نکلے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ عورت کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی پردہ کرنے لگیں۔ اس درجہ کے پردہ کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب عورت کو کسی ضرورت سے باہر نکلنا ہو۔

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ

اس میں بہت قریب ہے کہ پہچانی جائیں پس ستائی نہ جائیں

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

آزاد عورتوں کا امتیاز

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں اس کی پہچان یہ ہے کہ لونڈی کھلی پھرتی ہے اور جب اس پر ہاتھ ڈالتے ہیں تب خفا ہوتی ہے تو سمجھ لیتے ہیں کہ یہ لونڈی نہیں ہے۔ کوئی کہتا ہے اس کا لباس اور زیور سے امتیاز ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ لونڈی کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ اس کو دیکھ کر کوئی طمع نہیں کرتا۔ (احسن البیان ص ۱۱۷۱)

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا: اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے احکام نازل فرمائے ہیں اب ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرایا ہے۔ (احسن البیان ص ۱۱۷۱)

یہاں تک کہ ان کی ذاتی زندگی میں بھی بعض ایسی مصلحتوں کی بنا پر ان کی ازواج کو ان کے لیے حرام کر دیا گیا جو دوسروں کے لیے حلال تھیں۔ مطہرات میں سے ان میں کوئی ایک بھی اپنی مخصوص حیثیت سے تجاوز کرنے کی کوشش کرتی تو اس کو دوہرا عذاب دیا جاتا۔ اور اگر وہ اطاعت اور نیکی کا رویہ اختیار کرتیں تو ان کو دوہرا اجر ملتا۔ پھر اس کا سبب بیان کیا گیا کہ یہ ان کے لیے کوئی امتیاز نہیں بلکہ ایک بڑی ذمہ داری ہے۔

لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ

تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو نرم لہجہ سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے

وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا

اور بات کرو تو اچھی بات کرو

منافقوں فتنہ پردازوں کو تنبیہ:

یہاں یا بعد میں جو آیات نازل ہوئیں ان کا مدعا مسلمانوں کے خلاف پراپیگنڈا کرنے والے منافقوں کو تنبیہ کرنا ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو اپنے کفر و نفاق کو چھپا کر اسلام کی صفوں میں گھس آئے تھے اور اسلام کی بیخ کنی کی خاطر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے تھے۔ دوسرے وہ جو اسلام کی صفوں میں تو نہیں آئے تھے لیکن اسلام کے خلاف ہر ممکن طریقہ سے پراپیگنڈا کرتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت کم ہو اور ان کے دلوں میں اسلام کی طرف سے شکوک و شبہات پیدا ہوں۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہو۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بدظنی پیدا ہو۔ ان کی ہمدردیاں اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ہوں۔ ان کی ہمدردیاں اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ہوں۔ ان کی ہمدردیاں اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ہوں۔

منافقوں کی ایذا رسانیوں کا سدباب:

منافقین کی ایذا رسانیوں کا سدباب کرنے کے لیے ان کی ایذا رسانیوں کی نوعیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ ان میں سے بعض تو وہ تھے جو اپنے کفر و نفاق کو چھپا کر اسلام کی صفوں میں گھس آئے تھے اور اسلام کی بیخ کنی کی خاطر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے تھے۔ دوسرے وہ تھے جو اسلام کی صفوں میں تو نہیں آئے تھے لیکن اسلام کے خلاف ہر ممکن طریقہ سے پراپیگنڈا کرتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت کم ہو اور ان کے دلوں میں اسلام کی طرف سے شکوک و شبہات پیدا ہوں۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہو۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بدظنی پیدا ہو۔ ان کی ہمدردیاں اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ہوں۔ ان کی ہمدردیاں اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ہوں۔ ان کی ہمدردیاں اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ہوں۔

لَئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ

اگر منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑاتے ہیں

لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا

ہم تجھ کو ان پر شہ دیں گے پھر وہ تیرے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن

مَّلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا

لعنت کیے ہوئے جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور بری طرح مارے جائیں

منافقوں کا تتبع:

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے ساتھ آپ کو یہ ہدایت دی ہے کہ آپ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں۔ ان کی باتوں کو سنیں۔ ان کی باتوں کو برداشت کریں۔ ان کی باتوں کو نظر انداز کریں۔ ان کی باتوں کو نظر انداز کریں۔ ان کی باتوں کو نظر انداز کریں۔

نہ ان کے لئے کوئی حرام ہے نہ ان پر کوئی حلال ہے (یہ بھی ان کی جہالت کی بات تھی) مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ (اس جہالت کے باوجود) یہ لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں (کہ یہ احکام اللہ کے ہیں) اور (اس جھوٹ کی وجہ سے) اکثر ان میں بے عقل ہیں (کہ اتنا نہیں سمجھتے کہ جو بات اللہ پر لگائی جائے اس کا ثبوت بھی ہونا چاہئے)۔

کفار کے لئے تین قانون:

اوّل ان کو حجت سے عاجز کیا جائے ان کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے جس پر کبھی وہ اسلام لے آئیں اور کبھی مسلمانوں کے لئے ان کی طرف سے بے فکری ہو جائے اور ان کا شر دفع ہو جائے اور ان کا قتل کرنا یا ان کی جان و مال کا دشمن ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ مسلمانوں کی کسی طریق سے مخالفت نہ کریں اور اگر مخالفت کریں تو ان کے ساتھ بھی پہلے یہ کیا جائے کہ ان کو دعوت دی جائے اور اس پر بھی نہ مانیں تو ان سے جنگ کی جائے۔

منافق و مرتد کی سزا:

اس آیت میں ان لوگوں کو صرف توبہ قبول کی جانے کی خبر سنائی گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ مرتد تھے کافر ہو جانے کے بعد مسلمان بنتے تھے اور ایسے اندرونی مسلمان اسلام اور مسلمانوں کی بڑی مضرت پہنچانے کے بعد سچے دل سے توبہ کرتے ہیں اس لئے ان کی توبہ قبول ہو جاتی ہے اس سے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقین جو مسلمانوں کے درمیان رہ کر اسلام کی جڑیں کاٹتے ہیں اگر وہ اپنے کفر و نفاق سے توبہ کر لیں اور سچے مسلمان بن جائیں تو ان کی توبہ بھی قبول ہے اور ان کا قتل جائز نہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منافق صحابہ کرام کے ساتھ یہی معاملہ فرمایا۔ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے

کہ ان کے لئے کسی دوست یا مددگار کا انتظام نہیں کیا گیا ہے

إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا

بیشک اللہ نے پھٹکار دیا ہے کافروں کو اور تیار کر رکھی ہے ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ

ملعون گروہ کا عذاب:

اس جملہ کا تعلق ماقبل کے جملہ سے ہے جس میں کافروں کے انجام کو بیان کیا گیا ہے

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا

ہمیشہ رہیں گے اس میں وہ کبھی نہ پائیں گے کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ

جس دن الٹ پلٹ کی جائیں گی ان کے چہرے آگ میں

یعنی آگ میں ان کے چہروں کو اس طرح الٹا پلٹا جائے گا جس طرح بھنے جانے کے وقت گوشت کے ٹکڑوں کو الٹا پلٹا جاتا ہے

يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا

کہیں گے کاش ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور اطاعت کی ہوتی رسول کی

حسرت کی حسرت:

اس وقت حسرت کریں گے کاش اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہوتی

وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا

اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اطاعت کی تھی اپنے سرداروں اور بڑوں کی

فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ

پس انہوں نے ہمیں راہ سے بھٹکا دیا اے ہمارے رب تو انہیں دوہرا عذاب دے

مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا

عذاب سے اور ان پر لعنت بھیج بڑی لعنت

یہ جملہ بھی ماقبل کے جملہ سے متعلق ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ

اے ایمان والو! تم نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جنہوں نے ستایا موسیٰ کو

فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا

پس بری کر دیا اللہ نے ان کو اس سے جو انہوں نے کہا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی آبرو والے تھے

بنی اسرائیل کی طرح نہ بنو:

قرآن مجید کی یہ عادت رہی ہے کہ جب کسی امت کی کوئی بات ناپسند ہوئی تو اس کا ذکر کر کے پیچھے آنے والی امت کو متنبہ کر دیا گیا۔ یہاں بھی بنی اسرائیل کی اس عادت کا ذکر کر کے مسلمانوں کو متنبہ کر دیا گیا کہ تم ان کی طرح نہ بننا۔ ان کی عادت تھی کہ اپنے نبیوں کو ستاتے تھے۔ ان کی تکذیب کرتے تھے۔ ان کی مخالفت کرتے تھے۔ ان کی توہین کرتے تھے۔ ان کی ایذا رسانی کے درپے ہوتے تھے

کی جہت سے تھا اور شاید یہ باتیں بھی نہ ہوں کہ پتھر تیز میں سے بہا کر لے گیا ہو۔ بہرحال یہ ہے بھاری پتھر کی یہ حرکت وہ بطور خرق عادت تھی۔ خوارق عادت پر ہمارے آپ مستقل مضمون لکھ چکے ہیں۔ اسے پڑھ لینے کے بعد اس قسم کی باتوں میں اٹکنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر مسلمان کو یہ بات ظاہر ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں انبیاء علیہم السلام کو جو سچائی اور عالی مرتبہ سے پاک ثابت ہونے کا جس قدر اعتماد کروں کے دل میں ان کی طرف سے تھا اور اختلاف کے جو بات پیدا ہوا کرتے قبول حق میں رکاوٹ نہ تھا۔ (انصر تعالیٰ)

مسئلہ: جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کی ایذا دینا یا آپ کی ذات یا صفات میں کوئی عیب لگانا خود حرام ہے یا کوئی ایسا کام کرنا جو آپ کو ایذا پہنچانے کا سبب ہو حرام ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی ایذا دینا بھی حرام ہے اور ایسا کرنے والا اس آیت کی رو سے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جس میں کمی ہوگی اور آخرت میں بھی۔ (کذا فی خلاصۃ التفاسیر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کی شرارتیں:

حضرت ابوہریرہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام بڑے حیادار شرمیلے انسان تھے (اندرونی) جسم کبھی ظاہر نہیں کرتے تھے اس سے بنی اسرائیل میں سے بعض لوگوں نے (اندرونی) جسم کبھی ظاہر نہیں کرتے تھے اس سے بنی اسرائیل میں سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ موسیٰ کو اپنے جسم میں کچھ عیب ہے (اندرونی) جسم کبھی ظاہر نہیں کرتے تھے اس سے بنی اسرائیل میں سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ موسیٰ کو اپنے جسم میں کچھ عیب ہے یا تو فتق کی بیماری ہے یا برص کی یا کوئی اور مرض ہے اللہ نے موسیٰ کو اس عیب سے پاک ثابت کرنا چاہا جس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک روز تنہا غسل کرنے کے لئے موسیٰ نے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے پھر غسل کیا۔ غسل کے بعد جب کپڑے لینے کے لئے باہر نکلے تو پتھر اپنے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ آپ بھی لاٹھی لے کر پتھر کے تعاقب میں دوڑے اور کہنے لگے پتھر میرے کپڑے۔ پتھر میرے کپڑے۔ آخر پتھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس جا کر ٹھہر گیا۔ انہوں نے آپ کو برہنہ دیکھا تو آپ کا جسم ان تمام عیبوں سے پاک پایا جن عیبوں کا ان لوگوں نے زبانی سے اسرائیل کی نسبت ظاہر کیا تھا۔ موسیٰ نے کپڑے لے کر پہن لئے اور لاٹھی سے پتھر کو مارنے لگے۔ خدا کی قسم کی لاٹھی کی ضرب سے پتھر پر تین یا پانچ یا چھ نشان پڑ گئے۔ آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا میں یہی مضمون ہے۔ (انوار البیان و محاسن التاویل و ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ ابن جریر نے اپنی اسناد سے یہ روایت بیان کی ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک تہمت:

بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا۔ ایک شخص نے کہا یہ تقسیم ایسی ہے جس میں خدا کی رضا مندی کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بات عرض کی تو آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ فرمایا کہ موسیٰ کو اس سے زیادہ ایذا دی گئی تھی پھر صبر کیا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی شان میں گستاخی کرنے والے کو معاف کر دینا موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے اور اس سنت پر عمل کرنا بہتر ہے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا:

[illegible] حضرت موسیٰ [illegible] حضرت ان میں سے [illegible] حضرت موسیٰ [illegible] تھا۔ عطا [illegible] تھا۔ [illegible] تھا۔ [illegible] تھا۔

سیدھی بات ۲

یعنی ہمارے رسول کی بات سیدھی ہونی چاہیے۔ اس لئے کہ اس پر دین و دنیا کی تمام بہتریوں کا دارومدار ہے۔ اگر بات سیدھی نہ ہو تو اعمال کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اور اعمال کی اصلاح نہ ہو تو دل کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اور دل کی اصلاح نہ ہو تو دنیا میں امن و امان نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنی بات کو سیدھا رکھے۔ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا رہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

انسان کی عظیم ذمہ داری

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی چیزوں کو انسان کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ دنیا کی چیزوں سے اتنا ہی فائدہ اٹھائے جتنا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مدد ملے۔ اور جتنا فائدہ اٹھانے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کمی آتی ہو اتنا فائدہ نہ اٹھائے۔ مثلاً کھانا پینا، سونا، کمانا، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ضروری ہیں۔ اس لئے ان کی اجازت ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کھانے پینے میں اتنا مشغول ہو جائے کہ نماز کا وقت نکل جائے، یا سونے میں اتنا مشغول ہو جائے کہ نماز قضا ہو جائے، یا کمانے میں اتنا مشغول ہو جائے کہ نماز کا وقت نکل جائے، تو یہ سب چیزیں ناجائز ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ ان کی اجازت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے دی گئی تھی۔ جب یہ چیزیں عبادت میں رکاوٹ بن گئیں تو ان کی اجازت ختم ہو گئی۔ اسی طرح انسان کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں دیکھنا چاہیے کہ اس کا کوئی کام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رکاوٹ تو نہیں بن رہا ہے۔ اگر بن رہا ہے تو اس کام کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اسی کا نام خوف خدا ہے۔ اسی کا نام آخرت کی فکر ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کی عظمت کا دل میں بیٹھنا ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرنا ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کے ثواب کی طلب ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کی جنت کا شوق ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شوق ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات کا شوق ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط ہے۔ اسی کا نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ضبط

حضرت آدم پر اطاعت کی پیشکش

حضرت ابن جریج کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر یہ امانت پیش کرنے سے پہلے آسمان و زمین پر پیش فرمائی تھی۔ لیکن انہوں نے اس کو اٹھانے سے اپنی کمزوری و معذوری کا اظہار کیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ اب تم اس امانت کو اٹھاؤ اور اس کی ذمہ داری قبول کرو۔ آپ نے عرض کیا کہ اے پروردگار! اگر اس امانت کو اٹھانے میں ثواب ہے تو میں اس کو اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں اس میں ثواب ہے اور اگر تم اس کو ادا کرو گے تو ثواب پاؤ گے اور اگر ادا نہ کرو گے تو عذاب پاؤ گے۔ آپ نے یہ سن کر اس امانت کو اٹھا لیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

زمین و آسمان کی حالت

آپ سے پہلی مروی ہے کہ امانت سے مراد فرض ہیں۔ دوسری مروی ہے کہ امانت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے بندے کو حکم دیا ہے اور جس سے اس کو روکا ہے۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی طرف امانت پیش کی اور فرمایا کہ کیا تم اس امانت کو اس شرط کے ساتھ لیتے ہو کہ اگر تم نے اچھا کام کیا تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برا کام کیا تو برا بدلہ ملے گا؟ تو زمین و آسمان نے عرض کیا کہ ہم اس کو لینے سے معذور ہیں۔ ہم میں اس کی طاقت نہیں۔ ہم تو صرف اپنے پیدا کرنے والے کی فرمانبرداری کریں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

انسان کی خطا

آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ عمر کے آخر میں یہ امانت آخرت کی تھی اور عمر میں سے پہلے ہی خیانت ہو چکی تھی۔

امانت کی متنوع ذمہ داریاں

حضرت ابی بن کعبؓ کا بیان ہے کہ امانت ہی نماز بھی ہے، امانت ہی غسل جنابت بھی ہے، امانت ہی وضو بھی ہے، امانت ہی وزن بھی ہے، امانت ہی ناپ بھی ہے اور امانت ہی سب سے بڑی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

ذمہ داری کی اہمیت

حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ ہمیں دو حدیثیں بیان فرمائی تھیں۔ ایک کو تو میں نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ لیا ہے اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں۔ پہلی حدیث یہ بیان فرمائی تھی کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اتری۔ پھر انہوں نے قرآن اور حدیث کا علم حاصل کیا۔ پھر انہوں نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت ذکر فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ آدمی سوئے گا تو اس کے دل سے امانت اٹھ جائے گی۔ امانت کی جڑ باقی رہ جائے گی جیسے کسی نے پیر پر چولہی ڈالا اور جلا دیا۔ پھولا ہوا پیر ایسا ہو جاتا ہے کہ اس میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پھر انہوں نے ایک کنکر لے کر اپنے پیر پر ڈھلکا دیا۔ پھر فرمایا کہ لوگ آپس میں خرید و فروخت کریں گے۔ لیکن کوئی امانت ادا نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار شخص ہے۔ یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں شخص کیسا عقلمند ہے کیسا زیرک ہے کیسا دانا ہے اور حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

چار منافق کی اوصاف

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں ان چار باتوں میں سے ایک بات ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے۔ جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار باتیں جس شخص میں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں ان چار باتوں میں سے ایک بات ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے۔ جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

امانت کے اٹھ جانے کا اندیشہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو حدیثیں بیان فرمائی تھیں۔ ایک کو تو میں نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ لیا ہے اور دوسری کے ہونے کا انتظار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اتری۔ پھر انہوں نے قرآن اور حدیث کا علم حاصل کیا۔ پھر انہوں نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت ذکر فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ آدمی سوئے گا تو اس کے دل سے امانت اٹھ جائے گی۔ امانت کی جڑ باقی رہ جائے گی جیسے کسی نے پیر پر چولہی ڈالا اور جلا دیا۔ پھولا ہوا پیر ایسا ہو جاتا ہے کہ اس میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پھر انہوں نے ایک کنکر لے کر اپنے پیر پر ڈھلکا دیا۔ پھر فرمایا کہ لوگ آپس میں خرید و فروخت کریں گے۔ لیکن کوئی امانت ادا نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار شخص ہے۔ یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں شخص کیسا عقلمند ہے کیسا زیرک ہے کیسا دانا ہے اور حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

امانت داری دل کی صفت ہے

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ [illegible] امانت داری دل کی صفت ہے [illegible] کے ذمہ کوئی امانت ہو [illegible] اس کی ادائیگی کرے۔ [illegible] کی امانت داری [illegible] کے ذمہ کوئی امانت ہو [illegible] اس کی ادائیگی کرے۔

قرب و رضائے الٰہی کا شوق

[illegible] اللہ تعالیٰ کی [illegible] اللہ تعالیٰ کی [illegible] اللہ تعالیٰ کی [

روایت النقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (آسمان و زمین اور پہاڑوں پر) پیش ہوئی امانت اور ان کے جواب کے بعد) حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب فرمایا اور فرمایا کہ ہم نے اپنی امانت آسمان و زمین کے سامنے پیش کی تو وہ اس کا بار اٹھانے سے عاجز ہو گئے تو آپ اس امانت کو اٹھائیں گے مع اس چیز کے جو اس کے ساتھ ہے؟ آدم علیہ السلام نے سوال کیا کہ اے پروردگار وہ چیز جو اس کے ساتھ ہے کیا ہے؟ جواب ملا کہ اگر آپ امانت میں پورے اتریں (یعنی طاعت مکمل کی) تو آپ کو ثواب دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا اور جنت کی زندگی نعمتوں کی صورت میں ہوگی) اور اگر اس امانت کو ضائع کیا تو سزا ملے گی، آدم علیہ السلام نے (اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا میں ترقی ہونے کے شوق میں) اس کو اٹھا لیا، یہاں تک کہ یاد امانت اللہ تعالیٰ پر افاقت بھی نہ کر سکا، خلاصہ تفسیر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شیطان نے ان کو مشہور لغزش میں مبتلا کر دیا اور جنت سے نکالے گئے۔

عرض امانت کا وقت:

اور ظاہر یہ ہے کہ یہ عرض امانت کا واقعہ پہلے از لی یعنی عہد الست سے پہلے کا ہے کیونکہ تمام بنی آدم کی پیدائش کی پہلی نوعی اور اپنے منصب کا حلف لینے کے لئے تم تمام ہے (حامد عفی عنہ)

کریم کیا ہے امانت کا قبول — از کشیدن بس بباید شد ملول

ادائے امانت فرض ہے:

امانت کا صاحب امانت کو ادا کرنا اور صحیح سالم اس تک پہنچا دینا فرض اور واجب ہے۔

آیت امانت کی شیعی تفسیر:

شیعی جی میں ہر تفسیر اہل بیت کے نام سے مشہور ہے اس میں اس آیت کی جیب و غریب تفسیر کی ہے وہ یہ کہ امانت سے مراد امامت اور خلافت ہے اور انسان سے کو مراد ہے ابوبکر، عمر، عثمان، پہاڑوں پر پیش کی گئی مگر سب نے ان کے اٹھانے سے انکار کر دیا، صرف ابوبکر، عمر، عثمان ہی نے اس کا بار اٹھا لیا، مثل مشہور ہے کہ تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے بالکل واضح دلیل ہے اس تفسیر کے بے اصل ہونے کی اس کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ تفسیر سب سے پہلے کس دماغ کی اختراع ہے، حضرت علی کی خلافت سے مشہور ہوئی، وہ تھے ہی سب کی دشمنی کے بعد ان کی خلافت کو ابوبکر پر پیش کی جس پر ابوبکر نے انکار کیا اور فوراً ہی بیعت پر تیار ہو گئے، حضرت علی پر اور ابوبکر پر لعنت بھیجنے والے ہی ہیں، سبحان اللہ کیا ہی عمدہ تفسیر ہے، ان کو خلافت ملی تھی جس سے حضرت علی اپنی بیوی فاطمہ سے پہلے ہی محروم و ناامید ہو چکے تھے۔ شیعیوں کی یہ طریقہ تاویل ہمیشہ سے ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی کا ارشاد:

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ اپنے ایک رسالہ میں فرماتے ہیں کہ علماء محققین کا قول یہ ہے کہ اس آیت میں امانت سے تکلیف شرعی مراد ہے اور تکلیف کے معنی تفصیل الاحوال بالاقتضاء ہیں یعنی اپنے ارادہ اور اختیار سے احکام شریعت کو بجا لانا، کیونکہ مطلق عبادت اور اطاعت سے کوئی شے خالی نہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد:

سید الطائفہ جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ آدم کی فکر خدا تعالیٰ کے پیش کرنے پر بھی نہ تھا تعالیٰ پیش کرنے سے مراد امانت کے متعلق ہر ایک کی فکر تھی حق تعالیٰ نے پیش کرکے کسی سے امانت کا بوجھ اٹھوایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لطف و ربانی بڑھتا گیا اور آدم امانت کو اٹھا کر اے زادم امانت کو اٹھا کر اے زادم امانت کو اٹھا کر تیری طرف سے ہے اور نگہبانی میری طرف سے ہے پر تو نے خوشی سے میری امانت کو اٹھا لیا تو میں نے بھی تجھے اٹھایا۔

رام او را بود جان سپرد — بار او را نبود او جان سپرد

(معارف کاندھلوی)

امانت کے متعلق علماء کے اقوال:

حضرت ابن مسعود نے فرمایا امانت سے مراد ہے نماز، ابن کوا نے کہا وضو کو، زید نے مضمان کے روزے، ابو العالیہ نے کہا کہ صحیح قول یہ ہے کہ امانت سے مراد تمام فرائض ہیں، حضرت علی نے فرمایا غسل جنابت امانت ہے اور ابن عباس نے فرمایا کہ امانت سے مراد ہے وہ فعل جنابت جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کیا ہے، ابو بکر بن کیسان نے کہا کہ امانت سے مراد ہے وہ مال جو تم کو دیا جائے اس کے ساتھ خیانت نہ کرو، ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے کہ امانت سے مراد ہے وہ مال جو تم کو دیا جائے اس میں

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝

اور تم میں سے جو خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اس کو ہم دوہرا ثواب دیں گے اور اس کے لئے ہم نے بہشت میں روزی تیار کر رکھی ہے

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

اے پیغمبر کی بیویو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری کرو تو دبی زبان سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں خرابی ہے وہ کوئی برا خیال کرے اور بات قاعدے کے مطابق کرو

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۝

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلے زمانہ جاہلیت کی سی آرائش نہ دکھاتی پھرو اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝

اے اہل بیت خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کرے اور تمہیں پاک کرے جیسا پاک کرنا چاہئے

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝

اور تمہارے گھروں میں خدا کی جو آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور دانائی کی باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو بیشک خدا باریک بین اور باخبر ہے

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات دینے والے مرد اور خیرات دینے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں خدا نے ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب خدا اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے تو ان کو اپنے کام کا اختیار رہے اور جو خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہ ہوگا

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝

اور جب تم اس شخص سے جس پر خدا نے احسان کیا اور تم نے احسان کیا کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو اور خدا سے ڈرو تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے تھے جس کو خدا ظاہر کرنے والا تھا تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ خدا اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے تم کو اس کے نکاح میں دے دیا تاکہ مومنوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے جب وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکیں اور خدا کا حکم تو ہونا ہی تھا

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۝

پیغمبر پر خدا نے جو کام فرض کر دیا ہے اس میں ان پر کچھ تنگی نہیں یہ خدا کا دستور ہے جو پہلے پیغمبروں کے بارے میں بھی رہا ہے اور خدا کا حکم ٹھیرا ہوا انداز مقرر ہوتا ہے

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

جو پیغام خدا کے پہنچاتے تھے اور اسی سے ڈرتے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور خدا ہی حساب لینے والا کافی ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ خدا کے پیغمبر اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور خدا ہر چیز سے واقف ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝

اے ایمان والو خدا کو بہت یاد کرو

وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝

وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے اور وہ مومنوں پر مہربان ہے

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ۝

جس دن وہ اس سے ملیں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا اور اس نے ان کے لئے اجر عزت تیار کر رکھا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝

اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

اور خدا کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝

اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کو خدا سے بڑا فضل پہنچنے والا ہے

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ مانو اور ان کی ایذا دہی کو گوارا کرو اور خدا پر بھروسا رکھو اور خدا ہی کارساز کافی ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝

اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تم کو ان پر کوئی عدت نہیں جس کا تم شمار کرو سو ان کو کچھ فائدہ پہنچا دو اور اچھی طرح سے رخصت کر دو

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اے پیغمبر ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں جن کو تم مہر دے چکے ہو حلال کر دی ہیں اور جو لونڈی خدا نے تمہیں غنیمت میں دلوائی ہے وہ بھی اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی ہے اور مومن عورت اگر اپنا نفس پیغمبر کو بخش دے اور پیغمبر بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو یہ بھی حلال کر دی ہیں یہ خاص تمہارے لئے ہے مومنوں کے لئے نہیں ہم کو معلوم ہے جو کچھ ہم نے مومنوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کر دیا ہے تاکہ تم پر کچھ تنگی نہ رہے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝

تم ان میں سے جس کو چاہو الگ رکھو اور جس کو چاہو اپنے پاس جگہ دو اور جن کو تم نے الگ کر دیا تھا اگر ان کو پھر طلب کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس سے توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ غمگین نہ ہوں گی اور جو کچھ تم ان کو دو گے وہ سب اس پر راضی رہیں گی اور خدا جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور خدا جاننے والا بردبار ہے

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝

اس کے بعد تم کو اور عورتیں کرنا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ ان بیویوں کے بدلے اور بیویاں کر لو اگرچہ ان کا حسن تمہیں اچھا لگے مگر لونڈی اس سے مستثنیٰ ہے اور خدا ہر چیز پر نگہبان ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝

اے ایمان والو پیغمبر کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب تمہیں کھانے کے لئے آنے کی اجازت دی جائے تو ایسے وقت جانے کے منتظر نہ رہو بلکہ جب بلایا جائے تو جاؤ اور جب کھا چکو تو چلے جاؤ نہ تو بیٹھے باتیں کرتے رہو یہ بات پیغمبر کو تکلیف دیتی ہے اور وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور خدا سچی بات کہنے سے نہیں شرماتا اور جب تم پیغمبر کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کا بہت اچھا طریقہ ہے اور تمہیں نہیں چاہئے کہ پیغمبر خدا کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے

اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو خدا ہر چیز سے واقف ہے

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝

ان بیویوں پر ان کے باپوں اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی عورتوں اور لونڈی غلاموں کے بارے میں کچھ گناہ نہیں اور اے بیویو تم کو خدا سے ڈرتے رہنا چاہئے بیشک خدا ہر چیز سے واقف ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور سلام بھیجا کرو

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝

جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں خدا ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بے تقصیر ایذا دیتے ہیں وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اے پیغمبر اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں اس سے بہت جلد شناخت کر لی جایا کریں گی پھر ستائی نہ جائیں گی اور خدا بخشنے والا مہربان ہے

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اگر منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں خرابی ہے اور مدینہ میں بری خبریں مشہور کرنے والے باز نہ آئے تو ہم تم کو ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہ تمہارے ہمسایہ نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن

مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝

ان پر لعنت کی جائے گی جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝

یہ خدا کا دستور ہے جو پہلے لوگوں میں بھی رہا ہے اور تم خدا کے دستور میں کبھی تبدیلی نہ پاؤ گے

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝

لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو کہ اس کا علم خدا ہی کو ہے اور تم کو کیا خبر شاید قیامت نزدیک ہی آ پہنچی ہو

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝

خدا نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝

جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ نہ کوئی دوست پائیں گے نہ مددگار

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝

جس دن ان کے منہ آگ میں الٹے جائیں گے تو کہیں گے کہ کاش ہم نے خدا کی فرمانبرداری کی ہوتی اور رسول کا کہا مانا ہوتا

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝

اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہمیں رستے سے بہکا دیا

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝

اے ہمارے پروردگار ان کو دوہرا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝

اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ایذا دی تھی تو خدا نے ان کو ان کی گفتہ سے بری ثابت کر دیا اور وہ خدا کے نزدیک آبرو والے تھے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝

اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

خدا تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا بڑی مراد پائے گا

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝

ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اس کے اٹھانے سے ڈر گئے اور ہٹ گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا بیشک وہ بڑا ظالم اور نادان ہے

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

تاکہ خدا منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے

[illegible] کے لائق ہو گیا تو تمہیں اس کو طلاق دینے کا حق ہے۔ [illegible] اس کو طلاق دینے کا حکم دیا گیا تو تمہیں اس کو طلاق دینے کا حق ہے۔ [illegible] اس کو طلاق دینے کا حکم دیا گیا تو تمہیں اس کو طلاق دینے کا حق ہے۔ [illegible] اس کو طلاق دینے کا حکم دیا گیا تو تمہیں اس کو طلاق دینے کا حق ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی تحقیق:

میں کہتا ہوں کہ آیت کی دلالت اس بات پر ہے کہ [illegible] اس سے ثابت ہوا کہ [illegible] اس سے ثابت ہوا کہ [illegible] اس سے ثابت ہوا

انسان کے اختیار کو دے کر اپنے لئے کچھ کمزوریاں پیدا کر لی ہیں جن کی وجہ سے ان کی اس صلاحیت کو کھو دیا ہے جو اللہ نے سب لوگوں کو اس خلافت پر پیدا کیا ہے۔ کچھ ان اضافی کمزوریوں کی بھی ہیں جو پیدائشی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے انسان اپنی ذمہ داریوں سے واقف نہیں ہوتا، جو خیانتوں کی برائی سے اعلم ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بناتے ہیں (حدیث۔ متفق علیہ کی حدیث ابی ہریرہؓ)

میں کہتا ہوں یہ بات معلوم ہو گئی کہ بظاہر تمام ظلم سے مراد تو ہر ستم (خصوصی) ہے اور جہالت سے مراد فطرت اصلیہ (شعور ایمان) ہے اور ان دونوں قوتوں کی اپنی اپنی مصروف کے تنوع کے وہ ہے ہے۔ قوت سمعیہ کا استعمال اللہ نے رسولوں کی دعوت کرنے اور معارف قرب تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہے جب کہ عرفت حق قرار دیا ہے۔ فرمایا ہے وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (البقرہ ۱۷۱) ان لوگوں کی مثال ہے جو کفر کرتے ہیں اس طرح جیسے کوئی شخص جانوروں کے پیچھے چیخ پکار کرے، جو محض پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے، بلا شبہ اللہ نے ان کو بہرا، گونگا اور اندھا بنا دیا ہے، لہٰذا یہ کچھ نہیں سمجھتے۔ لیکن آدمی کی قوت کا اصلی سے قصور لوگوں پر یہ ظلم کرنے اور اللہ کے مقابلہ میں تکبر و عناد کرنے کے لئے کیا جانا تو یہ قوت بھی آزمائش ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا (الدھر ۲) ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ اس کے بعد اس کو راہ دکھائی۔

اسی طرح قوت عقل کا استعمال اگر حصول سعادت کے لئے کیا جائے تو یہ قوت بھی بڑا اثر قوی نتائج کے حصول کے لئے کیا جانا ضروری ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ

اور یہ کامل ہی حقیقت ہے کہ ان دونوں قوتوں کے استعمال و مصروف کی اہمیت کا مدعا منشا اور سبب سے تو یہ اور خاص تعلیم پر ہے۔ اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بچے کے اندر ایک فطرت پیدا کی ہے کہ جب وہ ایک حد تک پہنچتی ہے تو اس کا دماغ کھل جاتا ہے اور جب وہ بڑھتی ہے تو حواس بڑھ کر ہو جاتے ہیں۔ خوب ان کو بروئے کار لاتا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (النحل ۷۸) اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا اور اس وقت تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اس نے تم کو سماعت دی، بصارت دی، سوچنے والے دل دیے، اس لئے کہ تم شکر گزار بنو۔

تزکیہ ضروری ہے:

انسانیت سے مراد طبعی طور کمال ہوں یا معرفت اور مرتبہ قرب کا حصول ہر حال میں اور ہر جہت سے ہوتا ہے تو اس کی بھی ہیں اور یہ بھی ان کا تزکیہ کیا اور اللہ کی طرف سے انسان کو جو بڑھا دیا گیا وہ ان میں ان قوتوں کو مشغول رکھا تو یہ قوتیں بڑی ہیں مدد اس کے خلاف ان قوتوں سے کام لیا تو یہ قوتیں بھی ہیں۔ اس صورت میں ان قوتوں پر مظلوم ہونا انسان پر اور اس پر ہونے والے ظلم کی علت آپ ہی بالکل بھی ہے۔ (تفسیر ثنائی)

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

تاکہ اللہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں

وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اور مشرک عورتوں کو اور توجہ کرے اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

منافق، کافر اور مومن کا انجام:

ہمارے نزدیک اس جگہ اللہ کے معاف کرنے کے لئے جو تاکید ہے کہ ان کے حال پر توجہ ہونے اور مہربانی فرمانے کے لیے تو ہمیشہ جیسے تقدم تاب اللہ علی النبی و انصاحہ حرف ہے اس لئے ہیں پر مؤمنین کا بیان ہو۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور میں تاسیس و مقصد پر ہے کہ اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم سبحانہ اللہ تعالیٰ ان یتوب علینا و یغفرلنا و یتب علینا انہ ہو الغفور الرحیم جل جلالہ و عم نوالہ غفور رحیم سم سورۃ الاحزاب وللہ الحمد والمنۃ (۱۰ ۱۱ ۱۲)

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ یعنی تاکہ اللہ عذاب دے گا اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو، اور مشرکین مردوں اور عورتوں کو اور رحمت و مغفرت سے نوازے گا مومنین و مومنات کو لیکن یہاں بیان رحمت و غرض کے لئے نہیں بلکہ اصطلاح عربیت کے لحاظ سے لام علت ہے یعنی ہو کسی چیز کا انجام بیان کرے جیسے ایک عربی شعر میں ہے

لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ

یعنی پیدا ہوتے ہے لئے اور تعمیر کرو ویران ہونے کے لئے مراد یہ ہے کہ ہر پیدا ہونے والے کا انجام موت اور ہر تعمیر کا انجام ویرانی ہے۔

بار امانت کا نتیجہ:

اس جملے کا تعلق خلقها الإنسان سے ہے یعنی انسان نے بار امانت اٹھانے کا انجام یہ ہوگا کہ نوع انسانی میں دو فریق ہو جائیں گے۔ ایک گروہ منافق وغیرہ جو عاصیہ غیبہ سے سرکش ہو کر امانت کے ضائع کرنے والے ہو گئے۔ ان کو عذاب دیا جائے گا اور دوسرے گروہ مومنین و مومنات جو اطاعت احکام شرعیہ کے ذریعہ حق امانت ادا کر چکے ان کے ساتھ رحمت و مغفرت کا معاملہ ہوگا۔ (ماخذہ علی علمہ)

لِيُعَذِّبَ میں لام عاقبت کا ہے جس میں یہ واقعہ امانت کا انجام یہ ہوگا کہ اللہ عذاب دے گا جیسے ایک مصرع ہے لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ پیدا ہونے کے لئے جنہ دار اور ویران ہونے کے لئے تعمیر کرو یعنی ہر پیدائش کا نتیجہ موت و تعمیر کا انجام ویرانی ہے۔

منافق اور مشرک ہی تمام عیبوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور یہی امانت معرضہ کو

ضائع کرنے والے ہیں اس لئے انہیں کو عذاب دیا جائے گا۔

وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اور اللہ (اپنی رحمت و مغفرت اور عطا، قرب سے سرفراز) ان مردوں اور ان عورتوں کی طرف متوجہ ہو۔ جو اس امانت کا حق ادا کر سکے اور قابلیت علمیہ میں ڈوب جانے والے ہیں اس لئے انہیں کی مغفرت، رحمت، قرب علمیہ کی بارش ہوگی۔

شرعی ذمہ داری کی غرض:

من آیہ نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہم نے امانت یعنی شرعی تکلیفات یا فطری استعداد کو پیش کیا تاکہ منافق کا خباثی اور مشرک کا شرک ظاہر ہو جائے اور اللہ ان کو عذاب دے اور مومن کے ایمان (نیز عاقبت کی معرفت) کا اظہار ہو جائے اور اللہ ان پر رحم فرمائے۔ اور اگر کسی بات میں ان سے قصور ہو جائے تو اس کو معاف (یعنی کہتا ہوں) اور وہی تکلیف یا اسے کی بارش اور بالکیف وصل سے کامیابی کی نعمت ان کو نصیب ہو جائے۔

تنبیہ: اس جملہ کے موقع پر غور کیجئے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یوں کہ شریعت نے خاتمہ انسان کے علوم و احوال سے اس لئے بحث نہیں کی ہے ضرور ہوگا۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا اور اللہ (مومنوں کو) بخشنے والا ہے۔ ان کی لغزشوں کو معاف کرتا ہے۔

رَّحِيْمًا جو ان پر کمال مہربانی سے مومنوں کی طاعتوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔

الحمد للہ سورۂ احزاب کی تفسیر ختم ہوئی